

فَتَنَّاكَ يَا عَلِيُّ الْكَافِرُ  
 اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا جو ہر چیز کا رد و بیان ہے

# تبیان القرآن

صحیح

جلد سوم

المائدہ • الانعام

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

WWW.NAEEMI.COM

ناشر

فریدی بک سٹال، ۳۸۔ اردو بازار، لاہور۔ ۲

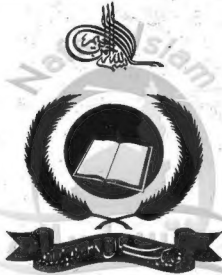
Copyright ©

All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کا پنی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، حصہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔



www.na'islam.com

مولانا مہدی احمد صاحب مدظلہ العالی  
مولانا قاری محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی  
رہبر: مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی  
الطبع الاول: شوال 1420ھ / افروری 2000ء  
الطبع السانی: ربیع الثانی 1429ھ / اپریل 2008ء

**Farid Book Stall®**

Phone No: 092-42-7312173-7123435

Fax No. 092-42-7224899

Email: info@faridbookstall.com

Visit us at: www.faridbookstall.com

فرید بک اسٹال

فون نمبر: 092.42.7312173-7123435

فکس نمبر: 092.42.7224899

ای میل: info@faridbookstall.com

www.faridbookstall.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۳۱	امر کا مقتضی واجب ہونے پر دلائل	۲۵	سورۃ المائدہ	۱
۳۲	ممانعت کے بعد امر کے مقتضی کی تحقیق	۲۷		۲
۳۳	نبی ﷺ کے اھل سے وجوب کا ثابت نہ ہونا	۲۸	زائدہ نزول	۳
	نبی ﷺ کے اھل کے صل کے صلے مستحب اور	۳۰	سورۃ النساء اور المائدہ میں ارہط اور مباحث	۴
۳۴	واجب ہونے کا ضابطہ	۳۰	سورۃ المائدہ کے مضامین کا خلاصہ	۵
۳۶	حق کی مقدار اور اذمی رکنا سخت ہے؟	۳۱	یہا یہا الذین امنوا اوفوا بالعقود	۶
۳۸	آیات مذکورہ سے استنباط شدہ احکام	۳۲	(۱-۳)	۷
	حرمت علیکم المیتة والدم و	۳۳	عقود کا شرعی معنی	۸
۳۹	لحیم المیتہ (۱-۳)	۳۳	عقود کا شرعی معنی	۹
۵۱	مردار کا معنی اور اس کے شرعی احکام	۳۳	عقود کی اقسام	۱۰
۵۲	فران کے شرعی احکام	۳۴	بہیستہ فاضلہ کا معنی	۱۱
۵۴	خزیر کے نجس اور حرام ہونے کا بیان	۳۵	جاہلوں کے کذب کر کے پر اعراض کا جواب	۱۲
	"ما اھل لبعیر اللہ بہ" کا معنی اور اس کے	۳۷	شعار اللہ بخوفی اور شرعی معنی	۱۳
۵۳	شرعی احکام	۳۶	حرمت دالے میں سے مدی اور قلا نہ کا بیان	۱۴
۵۴	المنعقۃ کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۳۷	آیت مذکورہ کا شان نزول	۱۵
۵۵	الموقودۃ کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۳۹	آیت مذکورہ کے منسوخ ہونے کا منسوخ نہ	۱۶
۵۵	المنفردۃ کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۳۰	ہونے میں اختلاف	۱۷
۵۶	النطیحة کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۳۱	میتہ امر کے متعدد مواضع استعمال	۱۸
۵۶	جس جانور کو روئے لے لیا یا ہو ماکا شرعی حکم	۳۲	تخلیص امر کے دلیل ہونے پر دلیل	۱۹

صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان
۳۳	۵۶	"الاساذ کینتم" کے مستثنیٰ نہ کیا	۵۳	۵۳	جس شکار یا زبیحہ پر ہم اللہ نہ پڑھی ہو اس کے حکم میں قتل اور اجنبی کا قتل اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات
۳۴	۵۷	نصیب کا معنی اور اس کا شرعی حکم	۵۴	۵۴	قلیل قلیل اور دیگر آکات سے شکار کرنے کا حکم
۳۵	۵۷	ازلام کا معنی	۵۵	۵۵	بدروقت سے مارے ہوئے شکار کی حقیقت
۳۶	۵۷	نجومیوں، ملاحوں اور ستارہ شناسوں سے غیب کی باتیں دریافت کرنے کی ممانعت	۵۶	۵۶	بدروقت کے شکار کو حرام کہنے والے علماء کے دلائل
۳۷	۵۸	کسی درویش کے حلقہ استغفرہ کرنے کی بدعت	۵۷	۵۷	بدروقت کے شکار کو حلال قرار دینے والے علماء کے دلائل
۳۸	۵۸	استغفرہ کرنے کا طریقہ	۵۸	۶۰	بدروقت کے شکار کے حلقہ مصنف کی حقیقت اور بحث و نظر
۳۹	۶۰	قزاق کی بنا پر مستقبل کے غنی اور اک حاصل کرنے کا حکم	۵۹	۶	قرآن اور حدیث میں بیان کردہ حرام جانور
۴۰	۶۰	شیخ محمد بن عبد الوہاب مجددی کی بحیرہ مسلمین پر بحث و نظر	۶۰	۶	اللہ کتاب کی قرطیہ اور ان کے ذبیحہ کی حقیقت
۴۱	۶۱	حضرت علی کی خلافت کا غیر منصوص ہونا	۶	۶	اللہ کتاب مردوں سے مسلمان مردوں کے قتل کا حکم
۴۲	۶۱	تدریجاً احکام کھنڈل دین کے کال ہونے کے متعلق نہیں	۶	۶	قلاع تباہ کرنے کی وجہ
۴۳	۶۱	اسلام کا کال دین ہو گا وہاں سابقہ کے کال ہونے کے متعلق نہیں	۶	۶	دیگر کفار کے برعکس اللہ کتاب کے ذبیحہ کے قتل ہونے کی وجہ
۴۴	۶۱	یوم میلاد النبی ﷺ کا یہ ہونا	۶	۶	اللہ کتاب مردوں سے مسلمان مردوں کے قتل کا حکم
۴۵	۶۱	یوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر تعطیل نہ کرنے کے خلاف سپاہ صحابہ کا مظاہرہ	۶	۶	آزاد اور پاک دامن مردوں کی تخصیص کی وجہ
۴۶	۶۱	مشروء حکیم الامت مٹا جائے گا سستی قسم	۶	۶	بابہا الذین امنوا اذا قسم الی الصلوۃ فاعلموا (۱)
۴۷	۶۱	ضرورت کی بنا پر حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت	۶	۶	آیت وضو کی سابقہ آیات سے مناسبت
۴۸	۶۱	زیر بحث آیت کا معنی اور شان نزول	۶	۶	آیت وضو کا شان نزول
۴۹	۶۱	شکار کی اقسام اور ان کے شرعی احکام	۶	۶	آیت وضو کے نزول سے پہلے فرضیت وضو کا بیان
۵۰	۶۱	شکار کی شرائط کا بیان	۶	۶	شرائع سابقہ اور کی دور میں فرضیت وضو کے حلقہ احادیث
۵۱	۶۱	شکار کرنے والے جانوروں کا بیان	۶	۶	وضو کے اجزائے واجب کے حلقہ احادیث
۵۲	۶۱	شکار کی کتے کے معکم (مدخلہ ہونے) ہونے کا معیار اور شرائط	۶	۶	



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۷	عمل نجات	۹۹	ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنے کا نواز
۱۲۷	بنو اسرائیل کی حمد فنی کلیان	۱۰۰	وضو کے حلق علیہ فرائض
	بعض رسولوں کے انکار کی وجہ سے نجات نہیں	۱۰۰	سر کے مسح کی مقدار میں مذہب اور
۱۲۸	ہوئی بخود نیک عمل کیے ہوں	۱۰۲	پہلوں کے وضو پر دلائل
۱۲۹	توراة کی تحریف میں علماء کے نظرات		پہلوں کے وضو پر علماء شیعہ کے اعتراضات
۱۳۱	استخراج مسائل	۱۰۳	کے جوابات
	یہاں الکتساب قد جاء کم	۱۰۴	وضو کے خلف یہ فرائض
۱۳۱	رسولنا یسین لکم (۱۵-۱۴)	۱۰۵	وضو کی سنتیں
	رسول اللہ ﷺ کے نور ہونے کے حقائق	۱۰۸	وضو کے مستحبات
۱۳۲	علماء کے نظرات	۱۰۹	وضو کے آداب
۱۳۳	نبی ﷺ کے نور حسی ہونے پر دلائل	۱۰۹	وضو پڑھنے والے امور
۱۳۷	نبی ﷺ کے نور ہدایت ہونے پر دلائل	۱۱۰	تیم کی شرط طریقہ اور دیگر احکام
۱۳۹	قرآن مجید کے فوائد اور مقاصد	۱۱۲	واذکرو انعمۃ اللہ علیکم و
۱۴۰	حضرت یحییٰ کے فد ہونے کا رد	۱۱۳	میشاقہ (۷-۸)
	وقالت اليهود والنصارى نحن	۱۱۴	اللہ کی نعمت اور اس کے حمد و شریف کا معنی
۱۴۱	ابناء اللہ واحباءہ (۸-۷)	۱۱۷	صحیح اور غلط شہادت کی اہمیت
	یہود کے اس دعویٰ کا رد کہ وہ اللہ کے بیٹے اور	۱۱۸	بائبل کو سند یا شہادت دینے کا حکم جو ان لوگوں
۱۴۱	اس کے محبوب ہیں	۱۱۸	بجھ نظر
۱۴۲	شہادت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۱۹	شہادت کی تعریف
۱۴۳	حضرت آدم سے لیکر سیدنا محمد ﷺ تک کا زمانہ	۱۲۰	بائبل غرض کہ وہ شہادت دینے کا حکم جو ان لوگوں
	واذ قال موسیٰ لقومہ یقوم اذکروا	۱۲۸	بجھ نظر
۱۴۳	نعمۃ اللہ علیکم (۲۶-۲۷)	۱۲۲	طلب منصب کی حقیقت
۱۴۵	آیات مبارکہ سے مناجات	۱۲۳	موجودہ طریقہ انتخاب کا غیر اسلامی ہونا
۱۴۵	بنو اسرائیل کے انبیاء کلیان	۱۲۴	امیدار کے لیے شرائط الہیہ نہ ہونے کے
۱۴۶	بنو اسرائیل کے لوگ (پلو شاہوں) کلیان	۱۲۴	ظلم و جبر
۱۴۶	بنو اسرائیل کے انبیاء کلیان	۱۲۴	ولقد اعز اللہ مشاقی بنی
۱۴۶	ارض مقدسہ کا مصداق	۱۲۵	اسرائیل (۳-۴)
۱۴۷	جہارین کلیان	۱۲۶	مبارکہ آیات سے ارتجالہ

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۱۵	فنا مذہب انت ور یک میں غمراہی کے	۱۳۶	ذہب اربوب کی روشنی میں ذاکو کے صرف
۱۶	کفر اور فتنہ کی وجوہات	۱۳۸	ذرائع کی سزا
۱۷	میدانِ حق میں غمراہی کے پھیلنے کا	۱۳۹	ذہب اربوب کی روشنی میں ذاکو کے صرف
۱۸	حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے سورج کو ٹھہرا	۱۴۰	لوٹنے کی سزا
۱۹	نئی شہادت کا سورج کو ٹھہرا	۱۴۱	ذہب اربوب کی روشنی میں ذاکو کے قتل کرنے
۲۰	حدیث روشنی کی سند کی تحقیق	۱۴۲	اور مل بوتنے کی سزا
۲۱	وائل علیہم السلام نبی اہل حق	۱۴۳	حدود کے کفار ہونے میں فقہاء اختلاف اور
۲۲	ربو آیات اور متابعت	۱۴۴	فقہاء کا نظریہ
۲۳	قاتل کے قتل کو قتل کرنے کی	۱۴۵	حدود کے کفار ہونے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ
۲۴	تفصیل	۱۴۶	اور اختلاف کا جواب
۲۵	قاتل کے قتل کی کیفیت	۱۴۷	حدود کے کفار ہونے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ
۲۶	ہر ایک اور بد کام کے ایذا کو کرنے والوں کو بد	۱۴۸	حدود کے کفار ہونے کے متعلق دو حدیثوں
۲۷	والوں کے قتل سے حد مبرا رہتا ہے	۱۴۹	میں تفسیر
۲۸	قاتل کا مجام	۱۵۰	یایہا الذین امنوا اتقوا اللہ و
۲۹	من اجل ذلک کتبنا علی بنی	۱۵۱	استغفر الیہ الوسیلة (۳۵-۳۶)
۳۰	اسرائیل (۳۳-۳۴)	۱۵۲	آیات مبارکہ سے متابعت
۳۱	آیات مبارکہ سے متابعت	۱۵۳	وسیلہ پر معنی ذریعہ تقرب
۳۲	ایک انسان کو قتل کرنا تمام انسانوں کے قتل کے	۱۵۴	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو وسیلہ سے
۳۳	برابر کسی طرح ہو گا؟	۱۵۵	دعا کا جواب
۳۴	شان نزول	۱۵۶	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو وسیلہ سے
۳۵	حراہ (ذاکر) کا لغوی معنی	۱۵۷	دعا کے متعلق اصطلاح
۳۶	ذاکر کی اصطلاحی تعریف	۱۵۸	وسیلہ پر معنی ذریعہ جنت
۳۷	ذاکر کا رکن	۱۵۹	دعا و اذان میں حدیث شافعیہ کی تحقیق
۳۸	ذاکر کی شرائط	۱۶۰	دعا و اذان کے بعض دیگر حکمت کی تحقیق
۳۹	ذاکر کے جرم کی تفصیل	۱۶۱	وسیلہ پر معنی مرشد کامل
		۱۶۲	آپائے نے کافر کے کفر کا رد کیا تھا اس کے
		۱۶۳	ایمان کا؟
		۱۶۴	آیات مبارکہ سے متابعت

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۵۴	سرد کاغذی معنی	۱۸۰	۱۵۴	قصص کے حکم کا شان نزول	۲۰۰
۱۵۵	سرد کا اصطلاحی معنی	۱۸۰	۱۵۵	ذی کے بدلے مسلمان کو قتل کرنے میں	۲۰۰
۱۵۶	شان نزول	۱۸۰	۱۵۶	ذہاب فقہاء	۲۰۰
۱۵۷	جہالت اور اسلام میں جن کے ہاتھ کاٹے گئے	۱۸۰	۱۵۷	تورات میں قرآن مجید کی صداقت	۲۰۱
۱۵۸	چور کا ہاتھ کاٹنے کی حکمت	۱۸۱	۱۵۸	امداد کے قصص کی کیفیت میں ذہاب راجد	۲۰۱
۱۵۹	حکمت حدیث پر دلیل	۱۸۱	۱۵۹	بدلتہ لینے کی فضیلت	۲۰۲
۱۶۰	حد سرقہ کے نصاب میں امام شافعی کا نظریہ	۱۸۱	۱۶۰	وقفینا علی انارحمہم بمعیسی ابن	۲۰۲
۱۶۱	حد سرقہ کے نصاب میں امام مالک کا نظریہ	۱۸۲	۱۶۱	مریم (۵۰-۳۱)	۲۰۳
۱۶۲	حد سرقہ کے نصاب میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ	۱۸۳	۱۶۲	آیات سہایت سے ارتداد	۲۰۵
۱۶۳	حد سرقہ کے نصاب میں امام ابو حنیفہ کا نظریہ اور	۱۸۵	۱۶۳	نزل قرآن کے بعد انجیل پر عمل کے حکم کی توجیہ	۲۰۵
	اندر ملاؤ کے وجوہات	۱۸۳	۱۶۴	قرآن مجید کا سہایت آملی کہیں کا لحاظ نہ ہونا	۲۰۶
۱۶۴	ذہاب اختلاف کے ثبوت میں اسطوٹ	۱۸۵	۱۶۴	شرائع سہایت کے حجت ہونے کی وضاحت	۲۰۶
۱۶۵	کون سا ہاتھ کس جگہ سے کاٹا جائے؟	۱۸۶	۱۶۵	شان نزول	۲۰۷
۱۶۶	جن صورتوں میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا	۱۸۷	۱۶۶	یا ہا الہ الذین امنوا لاتصلحوا	۲۰۷
۱۶۷	یا ہا الہ الرسول لا یصلحونک الذین	۱۸۷	۱۶۷	الیهود (۵۶-۵۵)	۲۰۸
۱۶۸	یسار عیون فی الکفر (۳۳-۳۳)	۱۸۹	۱۶۸	شان نزول	۲۰۹
۱۶۹	یہود کا کفرات میں عقلی اور معنوی تحریف کرنا	۱۸۹	۱۶۹	کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت میں	۲۱۰
۱۷۰	یہودیوں کا یہودی ذاتیوں کو رجم کرنا	۱۸۹	۱۷۰	قرآن مجید کی آیات	۲۱۰
۱۷۱	یہودیوں کے ایمان نہ لانے پر نبی پیغمبر کو قتل دینا	۱۸۹	۱۷۱	کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت میں اسطوٹ	۲۱۰
۱۷۲	سخت ساقی اور اس کا حکم	۱۸۹	۱۷۲	اور آثار	۲۱۰
۱۷۳	روشت کی اقسام اور اس کا شرعی حکم	۱۸۹	۱۷۳	کفار دوستی کے حق میں منافقوں کے	۲۱۰
۱۷۴	اللہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق	۱۸۹	۱۷۴	بہانوں کا بطلان	۲۱۲
۱۷۵	اندر ابوہ کا نظریہ	۱۹۰	۱۷۵	حد و بہالت اور حد کے مرتدین کیلیان	۲۱۳
۱۷۶	موجودہ تورات میں آیت رجم	۱۹۰	۱۷۶	اللہ کی محبوب قوم کے صدقوں میں شہداء و اقوال	۲۱۳
۱۷۷	انا انزلنا الشوریۃ فیہا ہدی ونور	۱۹۱	۱۷۷	حضرت ابو بکر کی خلافت پر دلائل	۲۱۵
	(۳۴-۳۳)	۱۹۱	۱۷۸	حضرت ابو بکر <small>رضی اللہ عنہ</small> کے فضائل	۲۱۷
۱۷۸	شرائع سہایت کا ہمہ جہت ہونا	۱۹۱	۱۷۹	حضرت ابو بکر کے فضائل میں موضوع اعادیت	۲۱۸
۱۷۹	قرآن کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کا کفر ہونا	۱۹۱	۱۸۰	آیت مذکورہ کے شان نزول میں شہداء و اقوال	۲۲۰

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع
۲۰۰	حضرت علیؑ کے متعلق خلافت ہونے پر علماء شیعہ کی دلیل	۲۲۱	کتابوں کو ترک کرنے اور نیکیاں کرنے سے روکنا میں وسعت اور فراخی
۲۰۱	علماء شیعہ کی دلیل کا جواب	۲۲۲	ہا یہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (۵۷-۵۸)
۲۰۲	ہا یہا الذین امنوا لاتصلحوا (۵۷-۵۸)	۲۲۳	ایک آیت کی تفسیر کرنے سے مطلقاً تبلیغ رسالت کی نفی کسی طرح درست ہے؟
۲۰۳	مناسبت اور شان نزول	۲۲۴	تبلیغ رسالت اور لوگوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھنے کے متعلق احادیث
۲۰۴	یہود نصاریٰ اور یہودیوں سے متعلق قرآن مجید کی اصطلاح	۲۲۵	حضرت علیؑ کی خلافت کا فصل پر علماء شیعہ کا استدلال اور اس کا جواب
۲۰۵	ملکی اور جنگی معاملات میں کفار سے خدمت لینے میں مذہب	۲۲۶	آپ رسول اللہ ﷺ صرف حکام شرعیہ کی تبلیغ پر مہم تھے یا اپنے تمام علوم کی تبلیغ پر؟
۲۰۶	مناسبت اور شان نزول	۲۲۷	نبی ﷺ کے علم کی تین قسمیں
۲۰۷	ابتداء اذان کی کیفیت	۲۲۸	وہ علم جنکو ہم امت تک پہنچانا آپ پر فرض ہے
۲۰۸	حکایت اذان میں مذہب ائمہ	۲۲۹	وہ علم جس کی تبلیغ میں آپ کو اختیار ہے
۲۰۹	حضرت ابو حمزہؓ کی روایت کا عمل	۲۳۰	وہ علم جس کا خواہ آپ پر واجب ہے
۲۱۰	حکایت اقامت میں مذہب ائمہ	۲۳۱	شان نزول
۲۱۱	اذان کا جواب	۲۳۲	یہود نصاریٰ کے کسی عمل کا نافی شمار نہ ہونا
۲۱۲	دعا بعد الاذان	۲۳۳	نزل قرآن سے ان کے کفر اور سرکشی کا
۲۱۳	اذان کی فضیلت میں احادیث	۲۳۴	اور زیادہ ہونا
۲۱۴	مناسبت اور شان نزول	۲۳۵	الصلوات علیہم کے نفی حالت میں ہونے کی توجیہ کیا صرف نیک عمل کرنے سے یہودیوں اور عیسائیوں کی نجات ہو جائے گی؟
۲۱۵	آیت مذکورہ کی ترکیب پر شبہات کے جوابات	۲۳۶	قدر کے معنی
۲۱۶	وتری کثیر احصائیں ہزاروں فی الاثم (۲۱-۲۲)	۲۳۷	خواسرا نکل کلامت سے دوبارہ اترے گا اور ہمراہ ہونا
۲۱۷	نیک کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے کی مذمت	۲۳۸	عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کا رد
۲۱۸	نیک کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے پر وعید کی احادیث	۲۳۹	لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثة (۵۷-۵۸)
۲۱۹	مناسبت اور شان نزول	۲۴۰	
۲۲۰	بید اللہ (اللہ کا بے) کا معنی		

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۲۳۰	حقدین اور محتارین جیساں کہ نظریہ حلیت	۲۵۸	لامہ لک کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے	۲۸۱
	اور اس کا رد	۲۵۸	یا نہیں؟	۲۸۱
۲۳۱	حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خدانہ ہونے پر دلائل	۲۵۹	لامہ شافعی کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے	۲۸۱
۲۳۲	حضرت مریم کے فیہ نہ ہونے پر دلائل	۲۵۹	یا نہیں؟	۲۸۱
۲۳۳	حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مہلت گزاری سے	۲۶۰	لامہ احمد کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے	۲۸۱
	ان کے خدانہ ہونے پر استدلال	۲۶۰	یا نہیں؟	۲۸۱
۲۳۴	فلق اور غلو باطل کی قرینیں	۲۶۰	لامہ ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا ہے	۲۸۱
۲۳۵	لعن الذین کفروا من ہنی	۲۶۱	یا نہیں؟	۲۸۲
	اسرائیل (۸۶-۷۸)	۲۶۱	یہی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے اس میں	۲۸۲
۲۳۶	تلفیظ کرنے کی وجہ سے نواسرائیل پر لعنت	۲۶۱	مفتی یہ قول	۲۸۲
	کلیان	۲۶۱	افضل یہ ہے کہ کبھی نفس کے تقاضوں کو پورا	۲۸۲
۲۳۷	نباشی کا اسلام لانا	۲۶۱	کے اور کبھی نہ کرے	۲۸۵
۲۳۸	مسلمانوں کا جوش بھرت کرنا اور کفار کے کان کو	۲۶۱	مناہت اور شکن نزول	۲۸۶
	دائیں ہلانے کی سعی کرنا	۲۶۱	یعین کا فتویٰ اور اصطلاحی معنی	۲۸۶
۲۳۹	حضرت جعفر کا نباشی کے دربار میں اسلام کا	۲۶۱	حکم کھانے کا اور ازاد و مشروریعت	۲۸۷
	تعارف کرنا	۲۶۰	بجھٹ کا کھانا نہ ہو تو زیادہ تمہیں کھانے کا جواز	۲۸۸
۲۴۰	کفار قریش کا مسلمانوں کو کھلانے کی مہم میں	۲۶۸	فی فلسفہ قسموں کی اقسام	۲۸۹
	شاکم ہونا	۲۶۸	اپنا حق ثابت کرنے کے لیے حکم کھانے کے	۲۸۹
۲۴۱	واذا سمعوا ما نزل الی الرسول	۲۶۸	محقق قضا کے تقریرات	۲۹۰
	توری اعیہہم (۸۶-۸۳)	۲۶۸	حکم کھانے کا طریقہ	۲۹۱
۲۴۲	شکن نزول	۲۶۸	غیر اللہ کی حکم کھانے کی ممانعت کی تحقیق	۲۹۱
۲۴۳	یا ایہا الذین امنوا اتحرموا	۲۶۸	یعین فتویٰ تشریف	۲۹۲
	طہیت ما احل اللہ لکم (۸۶-۸۷)	۲۶۸	یعین متفقہ کی تشریف	۲۹۳
۲۴۴	حلال چیزوں سے اجتناب کی ممانعت	۲۶۸	یعین غوس کی تشریف	۲۹۳
۲۴۵	مہلوات اور محملات میں میانہ روی کے متعلق	۲۶۸	کفارہ حکم کی مشروریعت	۲۹۳
	آیات اور احادیث	۲۶۸	کفارہ حکم کے احکام میں مذہب ائمہ	۲۹۳
۲۴۶	اسلام مستقل مسئلہ اور دین فطرت ہے	۲۶۸	یا ایہا الذین امنوا انما العمرو	۲۹۳
۲۴۷	آیا حلال کو حرام کرنا حکم ہے یا نہیں؟	۲۶۸	العمر والانصاب (۸۳-۸۰)	۲۹۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر شمار	صفحہ
۲۷۸	مشکل الفاظ کے معنی	۳۹۱	۳۱۵
۲۷۹	شراب کی تحريم کے حقائق احادیث	۳۹۷	۳۱۵
۲۸۰	غری حقیقت میں مذہب فقہاء	۳۹۸	۳۱۶
۲۸۱	غری کلین حرام ہو چاور غیر شرکاء ار نشاء	۳۹۳	۳۱۶
	حرام ہونا	۳۹۹	۳۲۱
۲۸۲	جس مشروب کی تجزی سے شرکاء شہ اس	۳۹۵	۳۲۱
	نہ پانی ملا کر پیئے گاؤں	۳۹۹	۳۱۷
۲۸۳	جس مشروب کی کثیر مقدار ار نشاء اور ہو اس کی	۳۹۶	۳۱۷
	فعلی مقدار کے طائل ہونے پر فقہاء اختلاف		۳۱۷
	کے دلائل	۳۰۰	۳۰۷
۲۸۳	انگریزی دواؤں اور برہم کا شرعی حکم	۳۰۰	۳۱۸
۲۸۵	شراب نوشی پر عید کی احادیث	۳۰۳	۳۱۸
۲۸۶	غری حد کلیان	۳۰۲	۳۱۸
۲۸۷	بھگ اور افیون کا شرعی حکم	۳۰۳	۳۱۸
۲۸۸	سکون اور دواؤں کا شرعی حکم	۳۰۵	۳۱۸
۲۸۹	تباہ کنوشی کا شرعی حکم	۳۰۵	۳۲۰
۲۹۰	جس کے تعریف اور اس کے حرام ہونے کلیان	۳۰۵	۳۲۱
۲۹۱	معدہ گازی اور سد کا شرعی حکم	۳۰۶	۳۲۱
۲۹۲	کلیل اور روزش کے حقائق اسلام کا نقطہ نظر	۳۰۶	۳۲۲
۲۹۳	چہ سر اور طہر کے حقائق مذہب فقہاء	۳۰۷	۳۲۲
۲۹۴	کرک بیچ کے حقائق امام احمد رضا کی ہدایت	۳۰۸	۳۲۲
۲۹۵	شراب اور جوئے کی دینی اور دنیاوی خرابیاں	۳۰۹	۳۲۲
۲۹۶	انصاب اور ازلام کی تحریر	۳۱۰	۳۲۲
۲۹۷	شبان نزول کلیان	۳۱۱	۳۲۲
۲۹۸	تہم غری تاریخ	۳۱۲	۳۲۲
۲۹۹	اللہ کے خوف کو تین بار ذکر کرنے کی توجہات	۳۱۳	۳۲۲
۳۰۰	یا ایہا الذین امنوا الیبلونکم اللہ	۳۱۴	۳۲۲
	بیشی (۹۲-۹۳)	۳۱۴	۳۲۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۲۷	حرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے حلق	۳۲۲	۳۲۳	بھیرہ لاشی	۳۲۸
۳۲۸	قذایہ بھیرہ	۳۲۵	۳۲۴	الشیبہ لاشی	۳۲۸
۳۲۹	حرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے مسئلہ میں	۳۲۶	۳۲۵	الوبیدہ لاشی	۳۲۹
۳۳۰	امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلائل	۳۲۵	۳۲۶	الہالی لاشی	۳۲۹
۳۳۱	جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام	۳۲۸	۳۲۷	بھیرہ اور سبب دیگر حمل کے حلق احادیث	۳۲۹
۳۳۲	فیما للناس (۳۰۰-۳۰۱)	۳۲۷	۳۲۸	ایضاً تو اس کے لیے بھیرہ جانوروں کا طحال اور	۳۲۹
۳۳۳	مشکل الفاظ کے معنی	۳۲۷	۳۲۹	طیب ہوا	۳۳۰
۳۳۴	مناجت	۳۲۸	۳۳۰	بھیرہ فیروہ کی تحریم کا خلاف عمل ہوا	۳۳۱
۳۳۵	کعبہ اور دیگر شعائر حرم کا گوشت کھانے کے لیے مصلحت اور	۳۳۱	۳۳۱	تعلیق موم اور تعلیق مومور	۳۳۱
۳۳۶	مقوم ہوا	۳۲۸	۳۳۲	بایہا الذین امنوا علیکم	۳۳۲
۳۳۷	کی کو جبر امت یا نہایت نافرمانی رسالت میں	۳۲۸	۳۳۳	انفسکم لا یخسرکم (۸-۱۰)	۳۳۲
۳۳۸	سے نہیں ہے	۳۲۹	۳۳۴	مناجت اور شکن زدن	۳۳۳
۳۳۹	اللہ کے نزدیک نیکو کاروں اور بد کاروں کا برابر	۳۲۹	۳۳۵	محبت کے لیے امر معروف اور نہی منکر کا	۳۳۳
۳۴۰	نہ ہوا	۳۲۹	۳۳۶	ضروری ہوا	۳۳۴
۳۴۱	بایہا الذین امنوا اتقوا الله	۳۳۰	۳۳۷	امر معروف اور نہی منکر کی اہمیت کے	۳۳۴
۳۴۲	اشیاء ان تبدلکم (۳-۳۰)	۳۳۰	۳۳۸	حلق احادیث	۳۳۴
۳۴۳	نبی ﷺ سے سوالات کرنے کی ممانعت کے	۳۳۱	۳۳۹	سبب و صحت پر اہل کتاب کو گواہ بنانے کے	۳۳۵
۳۴۴	حلق احادیث	۳۳۱	۳۴۰	حلق احادیث	۳۳۵
۳۴۵	آپ سے سوال کرنے کی ممانعت کی وجہات	۳۳۲	۳۴۱	سبب و صحت پر غیر مسلموں کو گواہ بنانے کے	۳۳۶
۳۴۶	آپ سے سوال کرنے کی ممانعت اور اجازت	۳۳۲	۳۴۲	بھیرہ کے جواز پر امام احمد کے دلائل	۳۳۶
۳۴۷	کے کامل	۳۳۳	۳۴۳	سبب و صحت پر غیر مسلموں کو گواہ بنانے کے	۳۳۶
۳۴۸	آپ سے کیے ہوئے سوالات کے حلق قرآن	۳۳۳	۳۴۴	بھیرہ جواز پر جوہر فقہاء کے دلائل	۳۳۶
۳۴۹	میر کی آیات	۳۳۴	۳۴۵	اہل ذمہ کی آئین میں گواہی کے جواز پر امام	۳۳۶
۳۵۰	آپ سے کیے ہوئے سوالات کے حلق احادیث	۳۳۵	۳۴۶	ابو حنیفہ کے دلائل	۳۳۷
۳۵۱	مشکل سوالات اور بھیرہ دلائل کی ممانعت	۳۳۶	۳۴۷	امام ابو حنیفہ کے استدلال پر علامہ قرطبی کے	۳۳۷
۳۵۲	سوالات کرنے کے جواز اور ناجائز مواقع	۳۳۷	۳۴۸	اعتراض کا جواب	۳۳۷
۳۵۳	کثرت سوالات اور مطالبات کی وجہ سے بھیرہ	۳۳۷	۳۴۹	ناگزیر صورت میں غیر مسلموں کو گواہ بنانے	۳۳۷
۳۵۴	احول کا بلاک ہونا	۳۳۷	۳۵۰	کلاواز	۳۵۰





صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان
		سورۃ الانعام	۳۸۳	۳۸	کفار کے مقابلہ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرشتے کو نہ بھیجی حکمت
۳۰۰	۳۸۶	سورۃ الانعام کے نزول کے متعلق احادیث	۳۸۳	۳۸	نبی علیہ السلام پر طعن اور استہزاء کر دینے والوں کی سزا
۳۰۱	۳۸۶	سورۃ الانعام سے ملنے والی آیات کے استنباط کے متعلق احادیث	۳۸۳	۳۸۶	قل صبروا فی الارض ثم انظروا
۳۰۲	۳۸۷	سورۃ الانعام کی فضیلت کے متعلق احادیث	۳۸۷	۳۸۷	کیف بیان (۱۸-۱۹)
۳۰۳	۳۸۸	سورۃ الانعام کا موضوع	۳۸۷	۳۸۸	الوہیت رسالت اور قیامت پر دلیل
۳۰۴	۳۸۹	سورۃ الانعام کے مضامین	۳۸۹	۳۸۹	اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح
۳۰۵	۳۹۰	الحمد لله الذی خلق السموت والارض (۶-۱۰)	۳۹۰	۳۹۰	سفرت مجاہدہ و دخول حنت کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے نہ کہ اعمال
۳۰۶	۳۹۱	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرق	۳۹۱	۳۹۱	اللہ کے فضل اور رحمت سے دخول حنت کی تحقیق
۳۰۷	۳۹۲	تمام قرآن میں کاشف کے ساتھ تحقق ہوتا	۳۹۲	۳۹۲	حق تعالیٰ کا کار ساز اور مستعان صرف اللہ تعالیٰ ہے
۳۰۸	۳۹۳	عالم کبریٰ کی تخلیق سے اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال	۳۹۳	۳۹۳	انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ کی دی ہوئی حالات اور اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں
۳۰۹	۳۹۴	عالم صغیر کی تحقیق سے اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال	۳۹۴	۳۹۴	قل ای شیء اکبر شهادة قل اللہ
۳۱۰	۳۹۵	دو اہل بیت کی تفسیریں	۳۹۵	۳۹۵	ان لوگوں کی تفصیل جن کو قرآن اور حدیث کی تبلیغ کی مٹی
۳۱۱	۳۹۶	اللہ تعالیٰ کے کامل علم پر دلیل	۳۹۶	۳۹۶	اہل کتب کا نبی علیہ السلام کو اپنے پیشوا سے زیادہ پہچانا
۳۱۲	۳۹۷	کفر باللہ پر ملامت کے بعد کفر یا رسول کی مذمت	۳۹۷	۳۹۷	کفار کے اخروی نقصان کا حق
۳۱۳	۳۹۸	ربط آیات اور خلاصہ مضامین	۳۹۸	۳۹۸	ومن اطعم ممن افتری علی اللہ
۳۱۴	۳۹۹	قرآن کی تحقیق	۳۹۹	۳۹۹	کذبہا (۲۷-۳۱)
۳۱۵	۴۰۰	بعض سوالوں کے جوابات	۴۰۰	۴۰۰	یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے لگائے ہوئے بدعات کی تفصیل
۳۱۶	۴۰۱	والمؤمنون لنا علیہم کتبنا فی	۴۰۱	۴۰۱	
۳۱۷	۴۰۲	فطرطاس فلمسوه (۳-۴)	۴۰۲	۴۰۲	
۳۱۸	۴۰۳	ربط آیات اور شان نزول	۴۰۳	۴۰۳	
۳۱۹	۴۰۴	کفار کے انکار کا حقیقی جب	۴۰۴	۴۰۴	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۲۷	روز قیامت شکر گین کی طاقت اور ثمری	۴۲۰	۴۲۹	زمین میں سرگھٹنے اور آسمان پر بڑھی	۴۲۱
۴۲۸	شکر نزل	۴۲۲		نگارے کے معنی اور توجہات	۴۲۶
۴۲۹	کفار کے کالوں پر ڈاٹ لگانے پر اعتراضات کے جوابات	۴۲۳	۴۵۰	مجرب نبی کے اختیار میں ہے یا نہیں؟	۴۲۷
۴۳۰	ایمان اور طاعت کی تحقیق	۴۲۴	۴۵۱	جزا پر ایمت نہ دینے کی حکمت	۴۲۸
۴۳۱	اور طاعت کے ایمان نہ لانے کے متعلق املوث	۴۲۵	۴۵۲	کفار کو مردہ فرمائے کی توجیہ	۴۲۸
۴۳۲	اور طاعت کے ایمان نہ لانے کے متعلق مشرین	۴۲۵	۴۵۳	کفار کی مطلوبہ نصیحتیں نازل نہ کرنے کا سبب	۴۲۹
۴۳۳	کفر اب کی ضرورت	۴۲۷	۴۵۴	وما من دابہ فی الارض ولا یطیر	۴۳۰
۴۳۴	اور طاعت کے ایمان کے متعلق مصحف کا نظریہ	۴۲۹	۴۵۵	یطیر (۴۱-۴۸)	۴۳۰
۴۳۵	ولو تیری اذوق فساو علی النار فساو	۴۳۰	۴۵۶	آیات مابعد سے مناسبت اور وجہ ارتقا	۴۳۱
۴۳۶	قیامت کے دن کالوں کے عذاب کی کیفیت	۴۳۰	۴۵۷	ہاتھوں کے حلب اور قصاص کے متعلق	۴۳۱
۴۳۷	قد خسر الذین کذبوا بلفاۃ اللہ	۴۳۱	۴۵۸	ایمانوں اور پرندوں کی امتوں سے مماثلت	۴۳۱
۴۳۸	مکرمین قیامت کے عذاب کا بیان	۴۳۲	۴۵۹	کی اور	۴۳۲
۴۳۹	روز قیامت کو مساحت اور اللہ سے ملاقات کلون	۴۳۳	۴۶۰	روح محفوظ تمام مخلوق وقت کے تمام احوال کی	۴۳۳
۴۴۰	دنیا کی زندگی کو لہو و لہب قرار دینے کی وجوہات	۴۳۵	۴۶۱	جائے ہے	۴۳۴
۴۴۱	دنیا کے بے وقت ہونے کے متعلق املوث	۴۳۶	۴۶۲	قرآن مجید تمام عقائد اسلامیہ اور احکام شریعہ	۴۳۴
۴۴۲	نیک کی روش صرف کرنے کی نیت سے مانی	۴۳۷	۴۶۳	کلیات ہے	۴۳۴
۴۴۳	دنیا کا حسن	۴۳۸	۴۶۴	سنت کی رحمت پر دلائل	۴۳۵
۴۴۴	دنیا کی رحمت مطلقہ موسم میں ہے	۴۳۹	۴۶۵	آثار صحابہ کی رحمت پر دلائل	۴۳۶
۴۴۵	لہو و لہب کے معنی کی تحقیق	۴۴۰	۴۶۶	اجمل کی رحمت پر دلائل	۴۳۶
۴۴۶	کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کے احکام	۴۴۱	۴۶۷	قیاس کی رحمت پر دلائل	۴۳۷
۴۴۷	شکر نزل اور مناسبت	۴۴۲	۴۶۸	قرآن مجید میں ہر چیز کے بیان کے متعلق مستند	۴۳۸
۴۴۸	نما میں شکر کی قلیل کی آیات	۴۴۳	۴۶۹	قرآن مجید میں صرف عبادت کے ذکر کو روکنے	۴۳۹
۴۴۹	شکر نزل	۴۴۴	۴۷۰	پر دلائل	۴۳۹
			۴۷۱	قرآن مجید میں ہر چیز کے بیان کے متعلق مستند	۴۴۰
			۴۷۲	مشرین کا نظریہ	۴۴۱
			۴۷۳	اللہ تعالیٰ کے کمر لائی اور بدعت پیدا کرنے کی توجیہ	۴۴۲



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۰۵	قل انہی نہایت ان اعباد الذین	۴۳۳	اللہ تعالیٰ ملک الموت اور فرشتوں کی طرف
۵۰۶	تذعون من دون اللہ (۶۶-۵۶)	۴۳۴	قبض روح کی نسبت کی وضاحت
۵۰۷	بتوں کی مہلت کا خلاف حمل ہوتا	۴۳۵	موت کے وقت مسلمانوں اور کافروں کی مددوں
۵۰۸	غیر اللہ کو پکارنے میں مشرکوں اور مسلمانوں کا	۴۳۶	کے نکلنے کی کیفیت
۵۰۹	فرق	۴۳۷	اللہ تعالیٰ کے موالی اور حق ہونے کا معنی
۵۱۰	کفار کے مقابلے کے بلو جو دین پر عذاب نازل نہ	۴۳۸	روح کے انسان کی حقیقت ہونے پر اہم رازی
۵۱۱	کرنے کی وجہ	۴۳۹	کے دلائل
۵۱۲	زیر بحث آیت کا یکہ حدیث سے تعارض اور	۴۴۰	اہم رازی کے دلائل پر بحث و نظر
۵۱۳	اس کا جواب	۴۴۱	جسم سے پہلے روح کے پڑا ہونے پر دلائل اور
۵۱۴	مفسر انبیاء کی تفسیر میں بعض علماء کی لغزش	۴۴۲	بحث و نظر
۵۱۵	مفسر انبیاء کی تفسیر میں املوٹ اور آثار	۴۴۳	قیامت کے دن جلد حساب لینے کا بیان
۵۱۶	مفسر انبیاء کی تفسیر میں علماء کے نظریات	۴۴۴	حساب کے متعلق قرآن مجید کی آیات
۵۱۷	آیاتی مفسرین کو صرف قیام کی خبر دی گئی	۴۴۵	حساب کی کیفیت کے متعلق املوٹ
۵۱۸	پیدا قیام کا علم بھی دیا گیا ہے؟	۴۴۶	حساب کی کیفیت کے متعلق صحابہ کرامین اور
۵۱۹	اللہ تعالیٰ کے علم اور رسول اللہ ﷺ کے علم	۴۴۷	علماء کے نظریات
۵۲۰	میں فرق	۴۴۸	نفسوں کی سختی مقدار پر حساب لایا جائے گا؟
۵۲۱	نوع مخلوق کا بیان	۴۴۹	حساب کو آسان کرنے کا طریقہ
۵۲۲	نیز مخلوق معمری ہوتا	۴۵۰	محبت عمل جانے کے بعد اللہ کو محمول جانے پر
۵۲۳	وہو القادر فوق عبادہ ویرسل	۴۵۱	حالات
۵۲۴	علیکم حفظہ (۶۷-۶۸)	۴۵۲	اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے جانے والے
۵۲۵	اللہ تعالیٰ کے قریب معنی	۴۵۳	عذاب کی اقسام
۵۲۶	کراہا کاتبین کی تعریف اور عن کے فرائض	۴۵۴	امت کے اختلاف اور فرشتوں سے نجات کی دعا
۵۲۷	کراہا کاتبین کے متعلق قرآن مجید کی آیت	۴۵۵	سے اللہ تعالیٰ کا آپ کو مع فرمایا
۵۲۸	کراہا کاتبین کے فرائض اور وظائف کے	۴۵۶	نقد کلمتی معنی اور اصطلاحی معنی
۵۲۹	متعلق املوٹ	۴۵۷	واذا رايت الذین معوضون فی
۵۳۰	آیاد کی باتوں کو کراہا کاتبین کہتے ہیں یا	۴۵۸	ایمانا عارض عنہم
۵۳۱	نہیں؟	۴۵۹	(۷۰-۷۱)
۵۳۲	اعمال کو گنہگار کی مکتس	۴۶۰	دین میں تفرقہ ڈالنے کی مذمت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
۵۵۳	آز کے حلقہ مغربین کے مختلف اقوال	۵۵۹	شیطان کے لیے نبی ﷺ کو لیبیا میں جھکا کرنا	۵۳۲
۵۵۴	حضرت امیر اہم علیہ السلام کا لپ تابہ تھا	۵۶۰	لیبیا میں	۵۳۳
۵۵۴	نہ کر آزار	۵۶۱	قرآن اور حدیث کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام	۵۳۳
۵۵۴	آز کو حضرت امیر اہم علیہ السلام کا لپ کرنے کی	۵۶۱	کلیان	۵۳۳
۵۵۴	توجیہ	۵۶۱	نبی ﷺ کے رسول اور نبیوں کے حلقہ نقباء	۵۳۳
۵۵۵	حضرت امیر اہم علیہ السلام کے والد کے مومن	۵۶۱	اور محمد بن کا موقف	۵۳۳
۵۵۵	ہونے کی دلیل	۵۶۱	فاسق اور بد عقیدہ سے اجتناب کے حلقہ	۵۳۵
۵۵۷	قیامت کے دن آزر کو لپ کرنے کی توجیہ	۵۶۱	قرآن سنت اور ۵۲۰ سے تصریحات	۵۳۶
۵۵۷	نبی ﷺ کے تمام آیہ کرام کے مومن ہونے	۵۶۱	اہل بدعت کے صدق	۵۳۶
۵۵۸	پر دلیل	۵۶۱	فاسق اور بد عقیدہ سے اجتناب کے حلقہ نقباء	۵۳۷
۵۵۸	مصدقین اور علیہین سے زمین کبھی غالی میں رہی	۵۶۱	کی تصریحات	۵۳۷
۵۵۸	رسول اللہ ﷺ کے تمام آیہ کرام کا سچے	۵۶۱	اجتہاد اک آؤٹ کرنے کی اصل	۵۳۸
۵۵۹	لپ نہ نہ میں سب سے افضل اور بزرگ ہوتا	۵۶۱	بسل کا معنی	۵۳۹
۵۵۹	ایہین کریمین کے ایمان کے مسئلہ میں تفسیر کبیر	۵۶۱	یت پرستی کا مودوب ہوتا	۵۴۰
۵۶۱	پر بحث و نظر	۵۶۱	قل اندعو امن دون اللہ مالا	۵۴۱
۵۶۱	ایہین کریمین کے ایمان کے حلقہ امام رازی کا	۵۶۱	منفصلا (۷۳-۷۴)	۵۴۱
۵۶۱	حج موقف	۵۶۱	گمراہی میں بھٹکنے والے شخص کی مثل	۵۴۲
۵۶۱	ایہین کریمین کے ایمان کی بحث میں حرف آخر	۵۶۱	آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کرنے	۵۴۳
۵۶۱	جنوں کی پرستش کا عملی ہونے کی گمراہی ہوتا	۵۶۱	کا معنی	۵۴۳
۵۶۱	حضرت امیر اہم علیہ السلام کو دکھائے گئے ملکوت	۵۶۱	قرآن اور احادیث کی روشنی میں صورت پھر گئے	۵۴۳
۵۶۱	کا صدق	۵۶۱	کلیان	۵۴۳
۵۶۱	سنانے چاند اور سورج کی مالیت کے عقیدہ	۵۶۱	واد قال ابراہیم لابنہ ازرا انت عند	۵۴۴
۵۶۱	کو باطل کرنا	۵۶۱	اصناما الہیۃ (۸۲-۸۳)	۵۴۴
۵۶۱	حضرت امیر اہم علیہ السلام کا سنانے کو "خدا"	۵۶۱	آیات مالیت سے متاثر	۵۴۴
۵۶۱	وہی "مکمل" کی بنا پر نہیں تھا	۵۶۱	حضرت امیر اہم علیہ السلام کا نام حسب اور تاریخ	۵۴۷
۵۶۱	استدلال سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا	۵۶۱	پیدا کرنا	۵۴۷
۵۶۱	حضرت امیر اہم علیہ السلام کا نبی قوم کے ساتھ	۵۶۱	حضرت امیر اہم علیہ السلام کی زندگی کے اہم	۵۴۸
۵۶۱	مباحثہ	۵۶۱	واقعات	۵۴۸

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
۵۷۶	اس باب میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ	۵۷۶	نبی ﷺ کی عمومی ہمت پر یسویوں کے	
۵۷۷	وَنَلِّكْ حَسَنَاتٍ إِنَّمَا هِيَ إِعْرَافٌ	۵۷۸	آخر اسی کا جواب	۵۸۰
۵۷۸	علیٰ قومیہ (۸۳-۸۴)	۵۷۹	آخرت پر ایمان نبی ﷺ پر ایمان لانے کو	۵۸۰
۵۷۹	مسلمانوں پر مصائب نازل ہونے کی وجوہات	۵۸۱	مشغوم ہے	۵۸۱
۵۸۰	انبیاء علیہم السلام کا عذاب اور موتیں کے درجات	۵۸۲	تمام عبادات میں نماز کی اہمیت	۵۸۲
۵۸۱	کی بلندی	۵۸۳	تذکرہ لڑاکے متعلق مذہب فقہاء	۵۸۳
۵۸۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں	۵۸۴	مصائب اور شان نزول	۵۸۴
۵۸۳	کا تسلسل	۵۸۵	سید اور اسود انسی کے احوال	۵۸۵
۵۸۴	حضرت ابراہیم کی اولاد میں حضرت اسماعیل کو ذکر	۵۸۶	سرفراز کے بھوتے عویذ اور ان	۵۸۶
۵۸۵	نہ کرنے کی وجہ	۵۸۷	کار اور ابطال	۵۸۷
۵۸۶	نواسوں کا اولاد میں داخل ہونا	۵۸۸	حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے احوال	۵۸۸
۵۸۷	نواسوں کو اولاد میں شمار کرنے کے متعلق مذہب	۵۸۹	کافر کے جسم سے روح نکالنے کی کیفیت	۵۸۹
۵۸۸	انقیاد	۵۹۰	بل و دولت اور شرک کے پرستاروں کی آخرت	۵۹۰
۵۸۹	حضرت الیاس کا نسب اور ان کا مصداق	۵۹۱	میں محمودی	۵۹۱
۵۹۰	انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں ایک نوع کی مصیبت	۵۹۲	ان اللہ فائق الحب والنوی	۵۹۲
۵۹۱	انبیاء علیہم السلام کا عذاب سے افضل ہونا	۵۹۳	بصر ج الحسین من المبت (۸۸-۸۹)	۵۹۳
۵۹۲	اللہ تعالیٰ کی ہدایت	۵۹۴	زمین کی نشانیوں سے وجود پاری تعالیٰ اور توحید	۵۹۴
۵۹۳	نبی ﷺ کا تمام صفات انبیاء کا جامع ہونا	۵۹۵	پر دلائل	۵۹۵
۵۹۴	وما قدر واللہ حق قدره اذ قالوا ما	۵۹۶	آسمان کی نشانیوں سے وجود پاری تعالیٰ اور توحید	۵۹۶
۵۹۵	انزل اللہ (۹۰-۹۱)	۵۹۷	پر دلائل	۵۹۷
۵۹۶	مصائب اور شان نزول	۵۹۸	انسان کے فحش سے وجود پاری تعالیٰ اور توحید	۵۹۸
۵۹۷	تورات میں تحریف کے متعلق اہم رازی کا	۵۹۹	پر دلائل	۵۹۹
۵۹۸	موقف اور محضہ نظر	۶۰۰	تمام انسان مسلمان ہر ہیں	۶۰۰
۵۹۹	آیت مذکورہ کا مندرجہ ذیل ہونا	۶۰۱	مستقر اور مستور کا معنی	۶۰۱
۶۰۰	اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی قدر و ثباتی	۶۰۲	سابقہ آیات سے اور جملہ	۶۰۲
۶۰۱	قرآن مجید کی خیر اور برکت	۶۰۳	کجیور کے فضائل اور اس کا مومن کی صفت پر	۶۰۳
۶۰۲	قرآن مجید کا سب سے اعلیٰ کتاب کا صدق ہونا	۶۰۴	مشتمل ہونا	۶۰۴
۶۰۳	کہہ کر کہ کام الہی ہونا	۶۰۵	کجیور کا گور زمین اور لڑاکے کے خواص	۶۰۵

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
۳۵	سدا رائج کی بنا پر جن کو یہ کہنے کی ممانعت	۳۲	پہلوں کی باہر آئی حالت کو ان کے کہنے سے	۳۱
۳۶	فرمانی مجرا سے دکھانے کی وجہ	۳۲	وہودیوں پر استدلال	۲۸
۳۶	جب اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں کو پھیر دیا تو ان	۳۵	تو نے علم یہ کہتے ہیں پھر رخت پر لگے ہوئے	۲۷
۳۶	کا کہیں کیا تصور ہے؟	۳۵	پہلوں کی فتح کھیر ہوا	۲۸
۳۶	ولو استأنزنا إلیہم الملعونۃ و	۳۶	انہوں میں پہلوں کی موجودگی کے حوازی صورتیں	۲۸
۳۷	کلمہم الموعنۃ (۳۷-۳۸)	۳۶	شرکین کے اپنے شرک کے حلقہ فکرات نور	۳۸
۳۸	اللہ تعالیٰ کا مطلوب بندوں کا تقاری ایمان ہے	۳۷	ان کے فرقے	۳۰
۳۸	انہوں پر جن جن میں سے شیاطین (سرکشوں)	۳۸	اللہ تعالیٰ کے لیے مولود ہوئے پر دلائل	۳۰
۳۹	کہا ہوا	۳۸	بدیع السموات والارض انہی	۳۱
۳۹	وہی زُحرف القتل اور فرور کے معنی	۳۹	ہے کون لہ ولد (۳۹-۴۰)	۳۱
۳۹	شیطان کے سوسہ انداز کی حقیقت	۳۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایمان اللہ ہونے کا	۳۲
۳۹	شیاطین کو یہ کہنے کی حکمت	۳۹	دلائل سے رو	۳۲
۳۹	لتصلی لاسفی	۳۹	اللہ تعالیٰ کو واحد ہونے پر دلائل	۳۳
۳۹	نبوت کی دلائل	۳۹	روایت ہادی کے حلقہ فکرات اسلام کے نظریات	۳۳
۳۹	کلمہ کذب کے صلیق اور علول ہونے کے	۳۹	مکرمین روایت کے دلائل اور ان کے جوابات	۳۳
۳۹	معانی	۳۹	اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے حلقہ قرآن مجید	۳۵
۳۹	اللہ تعالیٰ کے کام میں کذب محال ہے	۳۹	کی آیات	۳۵
۳۹	تقدیر اور عمل کی گراہیوں کی تحصیل	۳۹	آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے	۳۶
۳۹	اہل حق عن کی کتب سے کی وضاحت	۳۹	حلقہ املوت	۳۶
۳۹	فکلو واماذا کرا اسم اللہ علیہ ان	۳۹	شب معراج اللہ تعالیٰ کے دیدار کے حلقہ علم	۳۷
۳۹	کنتم ہایہم مومنین (۳۹-۴۰)	۳۹	امت کے نظریات	۳۷
۳۹	کی صورت میں بدلی صورت کے حوالہ کا نقل	۳۹	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کلام روایت کے جوابات	۳۸
۳۹	اور اس کا جواب	۳۹	کیا پیر رسول اللہ ﷺ کے مسمیہ کو یہ کہتے ہیں	۳۹
۳۹	تقدیر صحیح اور تقدیر باطل کا فرق	۳۹	آپ کے نام نہیں ہے؟	۳۹
۳۸	خاکہ اور پیدہ گناہوں کی ممانعت	۳۸	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر کفار کا شبہ	۳۹
۳۸	انہی کا معنی	۳۸	کفار کی دل آزار باتوں پر نبی ﷺ کو تسلیم دینا	۳۹
۳۸	انہی کی طرف سے اور صلیق کے حلقہ املوت	۳۸	رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ	۳۹
۳۹	دل کے باطل پر مواخذہ کے دلائل	۳۹	کے ساتھ معاملہ ہے	۳۹

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۱۵۵	جس مذہب پر اللہ تعالیٰ کلام نہ لایا گیا ہو اس کے متعلق مذہب انقیاد	۳۶	۱۶۶	مسلمان حلال کے جنت میں داخل ہونے کے دلائل
۱۵۶	امام ابو حنیفہ کے مذہب دلائل	۳۶	۱۶۷	اللہ تعالیٰ کے مستحق ہونے کے معنی
۱۵۷	حلال کو حرام کرنے یا حرام کو حلال کرنے کا شرعی حکم	۳۷	۱۶۸	استقامت اور رحمت کا اللہ تعالیٰ میں منحصر ہونا
۱۵۸	اومن کان میتا فاحیینہ وجعلنا لہ منورا (۳۹-۳۷)	۳۷	۱۶۹	وجعلوا اللہ معاذاً من الحرث و الانعام (۳۹-۳۷)
۱۵۹	کافر کے عہد اور مومن کے عہد ہونے کی مثالیں	۳۷	۱۷۰	اللہ تعالیٰ اور جنوں کے لیے پہلوں اور مویشیوں کی تقسیم کے حلال
۱۶۰	علم اور جمل کے مراتب	۳۷	۱۷۱	اس تقسیم کی خدمت
۱۶۱	گناہ اور نفاق کو مقتدر بنانے کی حکمت	۳۷	۱۷۲	آیات سابقہ سے ارباب
۱۶۲	حصول نبوت کا حیار	۳۷	۱۷۳	خاندانی منصوبہ بندی کی تربیت اور تشہیر کا شرعی حکم
۱۶۳	حکماء کے نزدیک حقیقی نبوت کی صفات اور ان کا رد	۳۷	۱۷۴	شیخ توحید کے بارے میں معتقد کی تحقیق
۱۶۴	اہل حق کے نزدیک نبوت نبوت کا مقام	۳۷	۱۷۵	شرکین کے خود ساختہ احکام کا رد اور باطل
۱۶۵	نبی کی صفات لازمہ	۳۷	۱۷۶	خود ساختہ شریعت ممانی کا رد اور باطل
۱۶۶	اسلام کے لیے شرح صدور کی علامت	۳۸	۱۷۷	نبیوں کو قتل کرنے کی شدت
۱۶۷	جنت کو دارالسلام قرار دینے کی وجوہات	۳۸	۱۷۸	وہو الذی انشأ جنت معروشت (۳۸-۳۷)
۱۶۸	جہنم کے ظہور سے استنباط کی وجوہات	۳۸	۱۷۹	مشکل الفاظ کے معانی
۱۶۹	خاتم حکومت کا سبب عوام کا ظلم ہے	۳۸	۱۸۰	وجود باری اور توحید پر دلیل
۱۷۰	بمعشر الحسن و الانس الہم یا تمکم و سل منکم (۳۵-۳۴)	۳۸	۱۸۱	فصل کی کتاب کے حق سے مراد عرش ہے یا عام مدد؟
۱۷۱	جنت کے لیے رسولوں کے ذکر کی وجوہات	۳۸	۱۸۲	عرش کے منصب میں مذہب انقیاد
۱۷۲	جن علاقوں میں اسلام کا پیغام نہیں پہنچا وہیں کے باشندوں کا حکم	۳۸	۱۸۳	امام ابو حنیفہ کے موقف دلائل
۱۷۳	آپا مومن جن جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟	۳۸	۱۸۴	نقلی مدد کرنے میں کیا چیز اسراف ہے اور کیا نہیں؟
۱۷۴	جنت کے داخل جنت کے متعلق علماء کی آراء	۳۸	۱۸۵	مویشیوں کے وجود میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں
۱۷۵	مسلمان حلال کے جنت میں داخل ہونے کے دلائل	۳۸	۱۸۶	مناظر اور قیاس کی اصل



صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۶۹۷	قل لا اِلهَ اِلاَّ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَلَا يَنۢبُتُ لَهُ قَبۡضٌ وَّ لَا يَمَدٌّ لَهُ قَبۡضٌ وَ لَا يَكُنۡ لَّهٗ سِنَةٌ وَّ لَا حِسَابٌ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ عَلِيۡمٌ ذٰلِجٌ لِّلۡ غُيُوۡبِ ۚ اِنَّهٗ سَمِيعٌ عَلِيۡمٌ (۱۵۰-۱۵۵)	۷۲۰	قرآن مجید کی ہر صحت
۶۹۸	قرآن اور حدیث میں حرام کیے ہوئے طعام کی تفصیل	۷۲۱	من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (۱۶۵-۱۷۰)
۶۹۹	بعض الفاظ کے معنی	۷۲۲	دس گنا جزا ملے گی جو گناہ اور بے حجابی کے حامل
۷۰۰	سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایک دلیل	۷۲۳	نیک کا معنی
۷۰۱	شریکین کے جہنم کا جواب	۷۲۴	نار کا قتل آنسی و جہت سے واجب ہے یا
۷۰۲	جبرے کار اور بطل	۷۲۵	عجبر سے
۷۰۳	قل نعالوا اتل ما حرم منکم علیکم (۱۵۳-۱۵۷)	۷۲۶	نیا ﷺ کا اول المسلمین ہونا
۷۰۴	اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے کاموں کی تفصیل	۷۲۷	نہرے کے زلزلے میں نیک علماء کا گوشہ نشین ہونا
۷۰۵	شرک کا حرام ہونا	۷۲۸	فردوں کے مفاد و روکیل کے تعزلات میں
۷۰۶	والدین کے ساتھ بدسلوکی کا حرام ہونا	۷۲۹	نہرے کا حرام ہونا
۷۰۷	قتل اولاد کا حرام ہونا	۷۳۰	برائی کے موجد کو اس برائی کے مرتکبین کی سزا
۷۰۸	بے حیائی کے کاموں کا حرام ہونا	۷۳۱	میں سے حد ملے گا
۷۰۹	قتل باحق کا حرام ہونا اور قتل باحق کی اقسام	۷۳۲	کوئی شخص دو مرتبے کے جرم کی سزا نہیں پائے
۷۱۰	قتل مومن پر عید	۷۳۳	گناہ کے بعد بعض مستثنیات
۷۱۱	جہنم کے کمال میں ہے یا تصرف کا حرام ہونا	۷۳۴	مسلمانوں کو ظیفہ بنانے کے محال
۷۱۲	ہپ قتل میں کمی کا حرام ہونا	۷۳۵	مسلمانوں کی آزمائش
۷۱۳	باقیات کا حرام ہونا	۷۳۶	مسلمانوں کے گناہوں پر مواخذہ اور مغفرت کا بیان
۷۱۴	اللہ تعالیٰ سے بدعتی کرنے کا حرام ہونا	۷۳۷	حرف آخر
۷۱۵	بدعت سے اجتناب کا حکم	۷۳۸	آئندہ مراجع
۷۱۶	بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام	۷۳۹	
۷۱۷	وہذا کتاب انزلہ مبارک	۷۴۰	
۷۱۸	عاصیہ (۱۵۹-۱۶۵)	۷۴۱	
۷۱۹	شریکین پر اقامت جنت کے لیے قرآن مجید کو نازل فرماتا	۷۴۲	
۷۲۰	قیامت سے پہلے دس نشانوں کا ظہور	۷۴۳	

### بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين الذي استغنى في جمده عن العاصدين وانزل القرآن تبليغا لكل شيء عند العارفين والصلوة والسلام على سيدنا محمد الذي استغنى بصلوة الله عن صلوة المصلين واختص بارضاء رب العالمين الذي بلغ اليانما انزل عليه من القرآن وبين لنا ما نزل عليه بتبيان وكان خلقه القرآن وتحدى بالفرقان وعجز عن معارضة الانس والجان وهو خليل الله حبيب الرحمن لواءه فوق كل لواء يوم الدين قائما الانبياء والمرسلين امام الاولين والاخرين شفيع الصالحين والمذنبين واختص بتخصيص المغفرة له في كتاب مبين وعلى الله الطيبين الطاهرين وعلى اصحابه الكاملين الراشدين واوليهم الطاهرات امهات المؤمنين وعلى سائر اوليائه امته وعلماؤه اجمعين - اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمد عبده ورسوله اعوذ بالله من شروء نفسي ومن سيئات لعمالي من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له اللهم ارني الحق حقا وارزقني اتباعه اللهم ارني الباطل باطلا وارزقني اجتنابه اللهم ارني في تبليان القرآن على صراط مستقيم وثبتني فيه على منهج قويم واحص من النطق والزلال في تحريره وحفظي من شر الماسدين وزبيح المعاندين في تعريض اللهم ارني في قلبى اسرار القرآن وشرح صدرى لمعانى الفرقان ومتعنى بقبوض القرآن ونورنى بانوار الفرقان واسعدنى لتبليان القرآن رب زدنى علما رب ادخلنى مدخل صدق واخرجنى مخرج صدق واجعل لى من لدنك سلطانا نصيرا اللهم اجعله خالصا لوجهك ومقبولا عندك وعند رسولك واجعله شاعرا ومستفيضاً ومفيضاً ومرغوباً في اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ذرية للمغفرة ووسيلة للنجاة وصدقة تجارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبي صلى الله عليه وسلم في الدنيا وشفاعته في الآخرة واحيى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة اللهم ارنت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبي فاغفر لى فانه لا يغفر الذنوب الا انت امين يا رب العالمين -

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمائے والا بہت مہربان ہے

تمام تشریفات اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں جو ہر تعریف کرنے والے کی تعریف سے مستثنیٰ ہے۔ جس نے قرآن مجید نازل کیا جو عالمین کے نزدیک ہر چیز کا روشن بیان ہے اور صلوٰۃ و سلام کا سیدنا محمد پر نازل ہو جو خود اللہ تعالیٰ کے صلوٰۃ نازل کرنے کی وجہ سے ہر صلوٰۃ پہنچنے والے کی صلوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ جن کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ان کو راستی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو قرآن نازل کیا اس کو انہوں نے ہم تک پہنچایا اور جو کچھ ان پر نازل ہوا اس کا روشن بیان انہوں نے ہمیں سمجھایا۔ ان کے توصف صرف قرآن ہیں۔ انہوں نے قرآن مجید کی مثل لانے کا بیج کیا اور تمام جن اور انسان اس کی مثل لانے سے عاجز رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ظلیل اور محبوب ہیں۔ قیامت کے دن ان کا جہنم ہر جہنم سے بلند ہو گا۔ وہ نبیوں اور رسولوں کے قائد ہیں۔ انہیں اور آخرین کے امام ہیں۔ تمام نیکو کاروں اور گنہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ یہ ان کی خصوصیت ہے کہ قرآن مجید میں صرف ان کی مغفرت کے اعلان کی تصریح کی گئی ہے۔ اور ان کی پاکیزہ کل "ان" کے کال اور ہادی اصحاب اور ان کی اندواج سفیرات اہل بیت المؤمنین اور ان کی امت کے تمام علماء اور اولیاء پر بھی صلوٰۃ و سلام کا نزول ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے فہم کے شرور بد امتیازوں سے اللہ کی پند میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اے اللہ مجھ پر حق واضح کر دو مجھے اس کی اتباع عطا فرما۔ اور مجھ پر باطل کو واضح کر دو۔ اور مجھے اس سے اعتنا عطا فرما۔ اے اللہ مجھے "تبیان القرآن" کی تعریف میں صراطِ مستقیم پر برقرار رکھ دو۔ اور مجھے اس میں مستقل مسلک پر ثابت قدم رکھ۔ مجھے اس کی تحریر میں لطیفیوں اور لفظوں سے بچاؤ اور مجھے اس کی تفسیر میں صلیبوں کے شرار و معاندین کی تحریف سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ امیرے دل میں قرآن کے اسرار کا افکار کر دو میرے سینے کو قرآن کے معنی کے لیے کھول دے۔ مجھے قرآن مجید کے لغزش سے بہرہ مند فرما۔ قرآن مجید کے اور سے میرے قلب کی تدریکوں کو منور فرما۔ مجھے "تبیان القرآن" کی تعریف کی سہولت عطا فرما۔ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر۔ اے میرے رب تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) اپنی عیدہ طریقہ سے داخل فرما۔ اور مجھے (جہاں سے بھی باہر لائے) اپنی عیدہ طریقہ سے باہر لا۔ اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لیے) مددگار ہو۔ اے اللہ اس تعریف کو صرف اپنی رضا کے لیے مقدر کر دے اور اس کو اپنی نور اپنے رسول کی بارگاہ میں مقبول کر دے۔ اس کو قیامت تک کے لیے تمام دنیا میں مشہور و مقبول۔ محبوب اور اثر آفرین بنادے۔ اس کو میری مغفرت کا زیور۔ اور نبیلت کا وسیلہ بناؤ اور قیامت تک کے لیے اس کو مدد جاری کر دے۔ مجھے دنیا میں نبی ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند کر۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندہ رکھ دو۔ اور عزت کی موت عطا فرما۔ اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تو میں تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاعت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بد امتیازوں کے شر سے حری پندہ میں آتا ہوں۔ تیرے مجھ پر جو لعنات ہیں۔ میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ مجھے معاف فرما کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ آمین یا رب العالمین



# سُورَةُ الْبَايِدَةِ

(٥)



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

### سورة المائدہ

سورة المائدہ قرآن کی مجید کی ترتیب مصحف کے اعتبار سے پانچویں سورت ہے۔ قرآن کو قرآنین کے نزدیک اس میں ایک سو میں آیتیں ہیں، ہمارے پاس جو قرآن مجید کے نسخے ہیں، جن میں ایک سو میں آیتیں ہی لکھی ہوئی ہیں اور حجازیوں کے نزدیک اس میں ایک سو پانچ آیتیں ہیں اور بصرو میں کے نزدیک اس میں ایک سو تیس آیتیں ہیں۔ یہ اختلاف صرف آجوں کے نسخے کی وجہ سے ہے، ورنہ سب کے نزدیک سورة المائدہ کی وہی آیتیں ہیں جو اس میں درج ہیں۔ البتہ بعض کے نزدیک یہ آیتیں ایک سو میں ہیں، بعض کے نزدیک ایک سو پانچ اور بعض کے نزدیک ایک سو تیس آیتیں ہیں اور اس میں بالاطلاق سورہ رکوع ہیں۔

نام:

اس سورت کا نام المائدہ ہے کیونکہ اس کی وہ آیتوں میں المائدہ (کھانے کا خرمن) کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ آیتیں یہ ہیں:

رَأَى قَالِ الْحَوَارِیُّوْنَ یُعِیْسٰی اِبْنَ مَرْیَمَ عَلٰی  
یَسْتَطِیْعُ رُفُکَ اَنْ تُنْزَلَ عَلَیْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ (المائدہ: ۱۱۳)

یہی ابن مریم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے رب! ہم پر  
آسمان سے (کھانے کا) خرمن نازل فرما، تاکہ اس کے نزول کا  
دن (ہمارے انگوں اور پچلوں کے لیے) مید اور حرمی طرف  
سے نکالی ہو جائے۔

قَالَ عِیْسٰی اِبْنُ مَرْیَمَ اَللّٰهُمَّ رَسَّ اَسْمٰی  
عَلَیْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا  
لَّا تَزِلُّوْا وَاٰخِرُ نَاوَاۡتِہٖ فَنُفِکَ (المائدہ: ۱۱۴)

یہی ابن مریم نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے رب! ہم پر  
آسمان سے (کھانے کا) خرمن نازل فرما، تاکہ اس کے نزول کا  
دن (ہمارے انگوں اور پچلوں کے لیے) مید اور حرمی طرف  
سے نکالی ہو جائے۔

۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔

نیا چہرہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے سورہہ کوہ کو پڑھا اس کو دس نیکیوں کا اجر دیا جائے گا اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس کے درجات بلند کیے جائیں گے اور یہ درجات ہر شخص پر پوری اور نفعی کے بعد کے برابر ہوں گے۔

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۱۱۱ھ لکھے ہیں:

قاضی بیضاوی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے، یہ موضوع ہے۔ امام ابن الجوزی نے اس حدیث کو حضرت ابی کی روایت سے نقل کر کے لکھا ہے۔ یہ موضوع ہے۔

(مطابق القاضی 'ج' ۳ ص ۳۰۷ مطبوعہ دار مدار 'حدوت' ۱۳۸۳ھ)

زمانہ نزول

سورۃ الطحاۃ معنی ہے۔ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اگرچہ اس کی بعض آیتیں حدیبیہ سے لوٹنے وقت مکہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اس سورت کی ابتدا میں عمرو کو روج کے آداب اور احکام بیان کیے گئے ہیں۔ ۱۶ھ میں رسول اللہ ﷺ چودہ سو مسلمانوں کے ساتھ عمرو کرنے کے لیے حبشہ منورہ سے روانہ ہوئے کہ مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے جسے حدیبیہ کہتے ہیں۔ وہ گھوڑوں بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ اس مقام پر کھنڈر نے مسلمانوں کو عمرو لوا کرنے سے روک دیا اور حسب نازل شرائط پر صلح کی۔

- ۱۔ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔  
 ۲۔ اگلے سال عمرو کرے انہیں اور حرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔  
 ۳۔ جتیار لگا کر نہ آئیں۔ صرف تھوڑا سا تھوڑا لائیں وہ بھی نیام میں ہو اور نیام بھی خلیے میں ہو۔  
 ۴۔ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے ختم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔  
 ۵۔ کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر عہدہ جائے تو اس کو واپس کر دیا جائے، لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

- ۶۔ قبائل عرب کو اختیار ہو گا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں، معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔

الحج اہل ہادی حج ۲ رقم اللہ ص ۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲ صحیح مسلم ج ۳ رقم اللہ ص ۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵ قبل الہدی والرشاد ج ۵ ص ۵۶-۵۷  
سات بھری کو مسلمانوں نے عمرہ القضاء کیا اور نو بھری میں مسلمان فریست حج کے بعد پہلی بار حضرت ابو بکر کی قیادت میں  
حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اس لیے ضروری تھا کہ مسلمانوں کو عموماً درج کے آداب اور احکام بتائے جائے۔ کافروں کے مت سے  
قبائل مسلمانوں کے متخوذ علاقوں سے گزر کر حج کے لیے مکہ مکرمہ جاتے تھے۔ اس لیے یہ ہو سکتا تھا کہ جس طرح کافروں نے  
مسلمانوں کو عمرو کرنے اور زیارت بیت اللہ سے روک دیا تھا، انہیں مسلمان بھی کافروں کو زیارت حرم سے نہ روک دیں۔ اس  
لیے ان کو اس معاملہ میں بھی ہدایت دی گئی تھی۔ سورۃ المائدہ کی آیت میں اسی نوع کا مضمون بیان فرمایا ہے۔

اے ایمان والو! اپنے عہد پر اے کو تمہارے لیے ہر قسم کے چارہاؤں والے چارہ حلال کیے گئے ہیں ماسوائے کے جن کا حکم تم پر آئندہ تلاوت کیا جائے گا لیکن تم حالت احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو، اور نہ حرمت والے مہینے کی، اور نہ کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانیوں کی، اور نہ ان





لہم ابو عبید نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر کہ لو رہنے کے درمیان جنت الوداع میں سورۃ المائدہ نازل ہوئی اس وقت آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اس کا شانہ ٹوٹ گیا اور نبی ﷺ اس سے اتر گئے۔  
 لہم سعید بن مسعود اور لہم ابن المنذر نے ابو یسوع سے روایت کیا ہے کہ جو سورت آخر میں نازل ہوئی وہ المائدہ ہے اور اس میں سترہ فرائض ہیں۔

لہم قریابی اور لہم ابن المنذر نے ابو یسوع سے روایت کیا ہے کہ المائدہ میں اٹھارہ ایسے فرائض ہیں جو کسی اور سورت میں نہیں ہیں مگر اس کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

لہم احمد، لہم نسائی، لہم ابن المنذر اور لہم نسائی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ جب سعید بن نفیر کہتے ہیں کہ میں حج کرنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کہ جب تک المائدہ کی تلاوت کرتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آخری سورت نازل ہوئی ہے۔ اس میں جو طہا ہے، تم اس کو طہا سمجھو اور اس میں جو حرام ہے، تم اس کو حرام سمجھو۔ (حدیث المشرع، ج ۲، ص ۲۵۵، مطبوعہ مکتبۃ آیت اللہ العظمیٰ، قم، ایران)

ابن ابی شیبہ کو پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حدیث سے روایت کی ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک یعنی ۱۰ھ سے لے کر ۱۱ھ تک سورۃ المائدہ کے نزل کا زمانہ ہے۔

سورۃ النساء اور المائدہ میں ارتباط اور مناسبت

سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ دونوں میں اہل کتب، یهود و نصاریٰ، منافقین اور مشرکین کے اعتراضوں کے جوابات بیان کیے گئے ہیں اور ان کے باطل عقائد اور فحشیات کا رد کیا گیا ہے اور سیدنا محمد ﷺ کی نبوت اور رسالت کو ثابت فرمایا ہے۔

ان دونوں سورتوں میں عقود اور یہود کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ النساء میں عقد نکاح، عقد امت، عقد وصیت، عقد وکالت اور عقد اجارہ کو پورا کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور سورۃ النساء کی ابتدا عقد کو پورا کرنے کے حکم سے کی گئی ہے۔

سورۃ النساء میں تحریم شراب، گوری شراب، اکی تمیذ بیان کی گئی اور سورۃ المائدہ میں قطعی طور پر خمر کو حرام قرار دیا ہے۔ جس طرح سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران دونوں سورتوں میں توحید اور رسالت پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۃ

النساء اور سورۃ المائدہ میں مسائل فروعیہ اور احکام شریعیہ پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔

وضو اور نیکم کے احکام ان دونوں سورتوں میں مشترک ہیں۔ سورۃ النساء میں پاک دامن مسلمان عورتوں سے نکاح کے احکام بیان فرمائے ہیں اور سورۃ المائدہ میں پاک دامن اہل کتب عورتوں سے نکاح کے احکام بیان کیے ہیں اور عدل و انصاف کرنے اور تقویٰ اور پرہیزگاری کا حکم ان دونوں سورتوں میں ہے۔

سورۃ المائدہ کھانے پینے، فحار، اہرام، بچہ روں اور ڈاکوؤں کی حد اور کفارہ حم کے احکام میں منقوبہ ہے۔ جیسے سورۃ النساء خائنین کے حقوق، درافت اور قصاص کے احکام میں منقوبہ ہے۔

سورۃ المائدہ کے مضامین کا خلاصہ

اللہ سے کیے ہوئے ہر عہد کو پورا کرنے کا حکم، حرمت والے میزوں اور تمام شے اللہ کی تعظیم کا حکم، حالت احرام میں فحار کرنے کی ممانعت، جن چیزوں کا کھانا حرام ہے، ان کا بیان، فحاری جانوروں کی تربیت اور تولد کا منہج، اہل کتب کے

کھانوں اور ان کی عورتوں سے نکاح کے احکام۔ (المائدہ ۵-۱۵)

وضو کی فریضت کا بیان، حالت عذر میں نیکم کا حکم، مسلمانوں کو کفارہ کے شر اور عدل و انصاف پر قائم رہنے کا

حکم بن اسرائیل سے اہل شریعت کے محدود یثیق لینے کا بیان اور اس حد کے توڑنے کی وجہ سے ان کا یثیق ہو گیا۔

(المائدہ: ۱۳-۶)

نصاری سے یثیق لینے کا ذکر اور یثیق پر راندہ کرنے پر ان کے طب کا بیان ۳ محل کتب کو دعوت اسلام، یهود اور نصاریٰ کے اس دعویٰ کا رد کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ بنو اسرائیل پر اللہ کی نعمتوں کا بیان، حج و حضرت کی بشارت کے ساتھ ان کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم اور ان کی باغی بنی اور یثیق کی سزائیں ان کا چالیس سال تک عمارتیں بنانے۔

(المائدہ: ۶-۱۳)

قاتل کا قاتل کو قتل کرنا ایک انسان کا قاتل تمام انسانوں کا قاتل ہے، اذکذا کی حد، مسلمانوں کو اہل شریعت کا حکم چوری کی حد، نبی پیغمبر کی حد اہل بیت سے گرج کرنے کے لیے یودی سازشوں کا بیان اور ان کا رد۔ (المائدہ: ۵۴-۴۷)

نصاری کو ان کا محدود اور لانا قرآن مجید کا قول فیصل ہو گا، کل کتب اگر اپنی بدعت سے باز نہیں آتے تو انہیں ان کے حال پر چھوڑنا مسلمانوں کو یهود اور نصاریٰ کو دوست نہ بننے کا حکم، یهود و نصاریٰ کے ساتھ تعلق رکھنے کی عدا پر منافقوں کو ذکر و توجہ، لفظ کو منافقوں کی کوئی بدولت نہیں، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ (المائدہ: ۵۶-۵۳)

یہود کو دوست بننے پر منافقوں کو سزا، یہود کی دھوکہ بازی اور ان کے علماء کی بے یقینی پر سزا، یہود کے لفظ پر طعن کا جواب، یہود کا جنگ کی آگ بجھانے دینے کا بیان، ۱۳ محل کتب کو دعوت اسلام، یہود کا لفظ سے محدود یثیق کرنے کے بعد اس کے خلاف کرنا اور عیسیٰ کو قتل کرنا۔ (المائدہ: ۵۷-۵۴)

نصاری کے عقیدہ، طویل اور تثلیث کا کفر ہو گا، حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کا صحیح مرتبہ، بنو اسرائیل پر حضرت داؤد اور حضرت سک کا کائنات کرنا، اسلام دشمنی میں یہود، مشرکین قریش اور نصاریٰ کے مزاح کا فرق، عیسائیوں میں سے حق پرستوں کی تحسین۔ (المائدہ: ۸۶-۷۲)

ازغور کسی طاعن چیز کو حرام کرنے کی ممانعت، حد پر آکر نہ کی تاکید، قسم کے کتہہ کا بیان، شراب، جوئے، بھلہ اور قتل نکلنے کے عیوب کے حرام ہونے کا بیان، حالت احرام میں فحار کرنے کی ممانعت، بلا ضرورت سوال کرنے سے منع کرنا، عیوب، سائبہ، ویسٹ اور عام وغیرہ کو کھانے کے حرام کرنے کی مذمت کرنا اور کتہہ جو اپنے آپ کی انہی تحسید کرتے تھے اس کا رد کرنا۔

(المائدہ: ۸۷-۱۰۸)

سزائیں وصیت پر موقوفہ کرنے کی بدعت، مومنوں کے کوہل اور احکام، قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کا عمو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصاً اپنی امت کو تبلیغ کرنے کا بیان، حضرت عیسیٰ کے عار یوں کا حضرت عیسیٰ سے نزول نامہ (کھانے کا خزانہ) کی درخواست کرنا اور ان کے لیے آسمان سے نامہ کا نازل ہونا، عیسائیوں کے کھانے کا کھانے کے عقیدے سے حضرت عیسیٰ کا پھر ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کھانے کا کھانے کی شکایت کرنا اور کھانے کی حکمت اور کبریا کی کا بیان۔

(المائدہ: ۱۱۳-۱۰۹)

سورۃ المائدہ کا اجمالی خاکہ بیان کرنے کے بعد میں اللہ کی توفیق اور امانت سے سورۃ المائدہ کی تفسیر شروع کرتا ہوں۔ ان العالمین اچھے اس تفسیر میں دامت پر برقرار رکھنا اور خطاؤں اور لغزشوں سے بچنا۔ اس تفسیر کو اختتام تک پہنچانا اسے اپنی اور اپنے رسول کرم پیغمبر کی بارگاہ میں اور مسلمانوں کے نزدیک مقبول بنانا اور اس کو قیامت تک فیض آفریں اور نفع آور رکھنا اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ بنانا اور محض اپنے فضل سے مجھے بخش دینا۔ آمین ہمارے

العلمین بحواء حبیبکے سیدنا محمد قائد الانبیاء والمرسلین عاتق البیہس شفیع  
المدین رحمة للعلمین علیہ وعلى اله واصحابہ وارواحہ افضل الصلوات واكمل  
التحیات الی یوم الدین۔

سُورَةُ الْمَائِدَةِ مَكِّيَّةٌ مَّا فِيهَا مِائَتُهُ وَعِشْرُونَ آيَةً وَسَبْعَةٌ عَشْرُ رُكُوعًا

سورۃ المائدہ مکی ہے اس میں ایک سو بیس آیتیں ہیں اور سولہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ ہی کے نام سے (شرع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمے والا بہت مہربان ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۖ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ

اے ایمان والو! اپنے عہد پالنے کرو تمہارے لیے ہر قسم کے چار پاؤں والے جانور حلال

الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ غَيْرِ مُجَلًى الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ

بکھے گئے ہیں، مگر ان کے جن کا حکم تم پر آئندہ تلاوت کی جائے گا لیکن تم حالت احرام میں شکار کرنا حلال نہ سمجھنا۔ بے شک

اللَّهُ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ

اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی

اللَّهُ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا أُمِينَ

نہ کرو، اور نہ حرمت والے مہینہ کی، اور نہ کہریں، نہ بھی ہوئی قربانیوں کا قصداً جانوروں کی ہڈی کے ٹکڑوں میں، اور نہ ان کی

الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَتَتَخُونَ فَضْلًا مِّن تَرَائِمِهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا

پرستے ہیں، اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کا فضل انہما کی رضا کا شکر کرنے کے لیے مسجد حرام کا قصد کرتے ہوئے ہیں، اور نہ

حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمُكُمْ شَتَانُ قَوْمٍ أَنْ صَدَّوْكُمْ

تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو، اور کسی قوم کے ساتھ عدوت تمہیں اس پر نہ کہنے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام

عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا ۚ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ

میں آنے سے روک دیا تھا تو تم ہی ان کے ساتھ زیادتی کرو، اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے

التَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ

کی مدد کرو ، اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو ، اور اللہ سے ڈرتے رہو ،

إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

بے شک اللہ سخت جزا دینے والا ہے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اپنے عقود (عہدوں) کو پورا کرو

عقود کا لغوی اور عرفی معنی .

عقود عقد کی جمع ہے۔ عقد کا معنی ہے کسی چیز کو پختی اور مضبوطی کے ساتھ دوسری چیز کے ساتھ واصل کرنا یا ایک چیز کی دوسری چیز کے ساتھ گراہی عہد کا معنی ہے کسی چیز کو لازم کرنا اور عقد کا معنی ہے پختی کے ساتھ کسی چیز کا التزام کرنا یعنی اس لزوم کو پختا اور عقود سے مراد وہ عہد ہیں جو اللہ اور بندوں کے درمیان کیے گئے یا وہ عہد ہیں جو بندوں نے آپس میں عقد کیے اور عقد نکاح وغیرہ کے ساتھ کیے یا جو لوگوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دینے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کے عہد کیے یا جس چیز پر حلف اللہ کر عہد کیا۔

عقود کا شرعی معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اے ایمان والو! اپنے عقود کو پورا کرو" اللہ تعالیٰ کی ذات 'صفات' اس کے احکام اور اس کے افعال کو سامنے اور قبول کرنے کا نام ایمان ہے "اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایمان والے اس کے تمام احکام پر عمل کریں اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے 'ان سے باز رہیں۔ لہذا جو شخص ایمان لاتا ہے 'اس کا ایمان اس عقد اور عہد کو منظم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو بجالائے گا تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم نے اللہ پر ایمان لا کر جس عقد کا التزام کر لیا ہے 'اس کو پورا کرو۔

اس آیت میں عقود سے کیا مراد ہے؟ اس کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں۔ امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ اس پر ایمان لائیں 'اس کی اطاعت کریں 'جن چیزوں کو اس نے حلال کیا ہے 'ان کو حلال قرار دیں اور جن کو اس نے حرام کیا ہے 'ان کو حرام قرار دیں۔ ابن زید اور زید بن اسلم نے کہا اس سے مراد وہ عقد اور عہد ہیں جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ مثلاً قسم لگا کر معاہدہ کرنا عقد نکاح اور عقد بیع وغیرہ

مجاہد نے بیان کیا اس سے مراد وہ عقود ہیں جو زمانہ جاہلیت میں لوگ ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے کرتے تھے قزو نے کہا "اس سے مراد وہ عقود ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اہل کتب سے تواریت اور انجیل میں لے کر دیے تھے کہ وہ یہ پیغمبر کی تصدیق کریں گے اور آپ کی کتاب پر ایمان لائیں گے۔"

(جامع البیان 'ج' ۶، ص ۶۶-۶۳، 'ملخصاً'، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

عقود کی اقسام

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ عقد کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اللہ اور بندہ کے درمیان عقد

(۲) بندہ اور اس کے نفس کے درمیان عقد

(۳) ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ عقد۔

جو عقد اللہ اور بندہ کے درمیان ہے اس کا موجب محل ہے یا شریع ہے۔ محل سے مراد یا تو بدامت محل ہے کیونکہ انسان کی محل میں اللہ تعالیٰ نے ایسا اور رکھا ہے جس سے انسان اپنے خالق کی معرفت حاصل کر لیتا ہے اور یا محل سے مراد یہ ہے کہ انسان مخلوق میں غرور و فخر کرے تو ہر چیز کا ایک نعم اور ضبط کے ساتھ کام کرنا اور نظام کائنات میں کسی فرق اور رخنہ کا واقع نہ ہونا زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے اور وہ خالق وعدہ لا شریک ہے "لور یا اس عقد کا موجب شریع ہے اور شریع سے مراد کتب اور سنت ہے۔ سو کتب اور سنت میں اللہ تعالیٰ کے جو احکام بیان کیے گئے ہیں "بندہ ایمان لانے کے بعد ان سب پر عمل کرنے کا اللہ سے عقد کر لیتا ہے۔ جو عقد بندہ اور اس کے نفس کے درمیان ہے اس سے مراد ہے بندہ کا نذرین لینا۔ اگر وہ کسی عہدیت کی اور کار خیر کی نذرین لیتا ہے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے۔ اگر وہ کسی مباح کام کو ترک کرنے کی قسم کھاتا ہے "مثلاً یہ کہ وہ لونٹ کا گوشت یا شہد نہیں کھائے گا تو اس قسم کو پورا کرنا مستحب ہے۔ اور اس کو تو ذکر اس کا نگارہ اور کرنا بھی جائز ہے۔ اور اگر وہ کسی مصیبت کی یا کسی عہدیت کو ترک کرنے کی قسم کھاتا ہے تو اس قسم کو پورا کرنا حرام ہے "اور اس کو تو نذرنا واجب ہے۔

اور جو عقد ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان ہوتا ہے "جیسے عقد بیع عقد نکاح وغیرہ۔ ان کا حکم مفقود علیہ کے اعتبار سے ہے۔ جس چیز پر عقد کیا ہے اگر وہ واجب ہے تو عقد واجب ہے "مثلاً غلبہ شہوت کے وقت نکاح واجب ہے تو یہ عقد واجب ہے۔ اگر وہ سنت ہے تو عقد سنت ہے "جیسے عام معاملات میں عقد نکاح۔ اگر وہ جائز ہے تو عقد جائز ہے "جیسے بیع شراب۔ اگر وہ مکروہ ہے تو عقد مکروہ ہے "جیسے نیکی بیع۔ اگر وہ حرام ہے تو عقد حرام ہے "جیسے خراور خنزیر کی بیع ہے۔ اسی طرح عقد اجارہ (کرایہ) کی اقسام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارے لیے ہر قسم کے چارپائوں والے جانور حلال کیے گئے ہیں

بہیمة الانعام کا معنی

بہیمة اس جانور کو کہتے ہیں جو بے محل ہو اور عرف میں یہ سمندر اور خشکی کے چارپائوں والے جانوروں کے ساتھ خاص ہے اور انعام لونٹ "گائے اور بکریوں کو کہتے ہیں اور جو جانور ان کے ساتھ ملحق ہیں "جیسے بھینس "بھیر" اور ہرن وغیرہ۔ قرآن مجید میں ہے:

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے چرپائے بنائے "نا کر تم ان میں سے بعض پر سوار ہو اور ان میں سے بعض کو کھاؤ۔

اور بعض (اللہ اور) چرپائے (پیدا کیے) جو ہر حال کے والے اور بعض زمین سے اُٹھ کر کھاؤ اس دزل سے جو اللہ نے تمہیں دیا۔ آخر جو ڈسے پیدا کیے "بجڑ سے دو (نر و مادہ) اور بکری سے دو (نر و مادہ...) اور اونٹ سے دو پیدا کیے اور گائے سے دو پیدا کیے۔

أَلَلَهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا  
وَمِنْهَا وَمِنْهَا تَكُلُونَ (المومن ۷۹)

وَمِنْ الْاَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَغَرَضٌ تَكُلُونَ وَمِنْ  
رِزْقِكُمُ اللّٰهُ ۝ تَحْيِيَّةٌ اَوْ رَاجٍ مِّنَ الْعَنَانِ  
الَّتِي مِّنَ الْعَمْرِ اُنْتَبِئ ۝ وَمِنْ الْاِبِلِ  
الَّتِي مِّنَ الْبَقَرِ اُنْتَبِئ ۝ (الانعام: ۳۴-۳۷)

ان آیتوں میں آٹھ چیزیں بھیجی گئی ہیں کہ جو انہیں پر انعام کا اطلاق فرمایا ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اللہ کی تیسری آیت میں جن چیزوں کا استثناء فرمایا ہے، ان کے علاوہ باقی تمام جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد ان کو کھانا اور ان سے بار برداری وغیرہ کے دیگر منافع حاصل کرنا جائز ہیں۔

جانوروں کے ذبح کرنے پر اعتراض کا جواب

بھئی اور بھدوں کے بعض فرقے یہ کہتے ہیں کہ جانوروں کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جانور بے ذہن ہیں اور اپنے غفلت میں کر سکتے ہیں اور ان کو پکڑ کر ذبح کرنا ظلم ہے اور کسی پر ظلم کرنا جائز نہیں ہے۔ بعض مسلمانوں نے اس کے جواب میں کہا کہ ذبح کے وقت ان کو تکلیف نہیں ہوتی اور اللہ ان سے اس تکلیف کو اٹھالیتا ہے۔ لیکن اس جواب میں مبارک ہے اور بدامت کا انکار ہے۔ معذرت سے کہا درود اور تکلیف مطلقاً قبیح نہیں ہے۔ انسان سرجری اور جراحتی کرتا ہے تاکہ اس عمل جراحتی کے ذریعہ اس کو کسی بڑی تکلیف سے نجات مل جائے۔ اسی طرح ان جانوروں کو آخرت میں ذبح کی اس تکلیف کے بدلے بہت عمدہ عوض ملے گا اس لیے یہ قبیح نہیں ہے اور اہل سنت نے یہ کہا کہ چیزوں کو ذبح کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اللہ ہر چیز کا مالک ہے اور وہ ہر طرح تصرف کر سکتا ہے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ظلم اس وقت ہو تا جب غیر کی ملک میں تصرف کیا جاتا اور جب ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے تو پھر جب وہ اپنی ملک میں کوئی تصرف کرے تو کسی کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا ایاہن الذین آمنوا انکم مکملون علیکم فیما کان علیکم من الذل (المائدہ ۱۰)

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس استثناء کا بیان (المائدہ ۱۰) میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے:

مردار، رنگوں کا ہیاہو اخون، خضہ و کا گوشہ اور جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور گھٹ جائے والا اور چم سے مارا ہو اور اوپر سے گرا ہو اور جس کو درندے نے کھالیا ہو مگر جس کو تم نے (اللہ کے نام پر) ذبح کر لیا اور جس کو جوس کے لیے نصب شدہ چھڑوں پر ذبح کیا گیا ہو (یہ سب) تم پر حرام کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لیکن تم حالت احرام میں شکار کو حلال نہ سمجھنا، بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

(المائدہ ۱۰)

اس سے پہلے آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہیہ (الانعام) (چیزیں) کو حلال فرمایا تھا جب یہ فرمایا ہے کہ جو چھڑائے شکار ہوں وہ حالت احرام میں حلال نہیں ہیں اور جب احرام کھول دیا ہو تو حلال ہیں۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حرم کے لیے ہر قسم کا شکار کرنا جائز نہیں ہے، لیکن ایک اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حرم پر صرف فحش کا شکار کرنا منع ہے اور سمندری شکار کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ مَسَاكِنُ مَسَاكِنِكُمْ وَلِلنَّبِيِّ الَّذِي فِيكُمْ حَرْبٌ عَلَيْهِمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ مَسَاكِنُ مَسَاكِنِكُمْ حَرْبًا (المائدہ ۹۶)

اور تمہارے مسافروں کے لیے (بھی) اور جب تک تم حرم ہو تم پر فحش کا شکار کرنا حرام ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرم پر فحش کا شکار کرنا حرام کیا ہے اور سمندر کا شکار حلال کر دیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا مالک اور خالق ہے اور کسی عام علم میں کسی چیز کو مستثنیٰ کرنے یا کسی چیز کی

تخصیص کرنے کی وجہ سے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بے شک اللہ جو چاہتا ہے، حکم دیتا ہے۔  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو، اور نہ حرمت والے مہینے کی 'اور نہ کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانوں کی 'اور نہ ان جانوروں کی جن کے گھوں میں (قربانی کی علامت کے) بٹے چڑے ہوں۔ (المائدہ: ۳)

شعائر اللہ کا لغوی اور شرعی معنی

شعائر شیعہ وہی معنی ہے، ہر وہ چیز جس کو کسی چیز کی علامت قرار دیا جائے، اس کو شیعہ، شعائر اور مشہور کہتے ہیں۔ جس حدی (قربانی کے جانور) کو کھ بھیجا جاتا ہے، اس کے گلے میں ہار 'جو تا' یا درخت کی چھل ڈال دیتے ہیں۔ اس کو بھی شعائر کہتے ہیں۔  
شعائر کی شرعی تشریف میں حسب ذیل اقوال ہیں:

عطاء نے کہا کہ شعائر اللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے اجتناب کیا جائے، اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے۔ خواص یہ ہے کہ شعائر اللہ سے مراد ہے اللہ کی حدود کی علامتیں، اس کا امر، اس کی نئی، اس کے مقرر کیے ہوئے فرائض اور عہدات۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا شعائر اللہ سے مراد ہیں مناسک حج۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا مشرکین کعبہ کا حج کرتے تھے، حدی بھیجتے تھے، مشاعر کی تعظیم کرتے تھے اور سترج میں تجارت کرتے تھے۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ کرو۔

مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا شعائر اللہ سے مراد ہے صفا، مہود، حدی اور دوسرے مشاعر۔

(جامع البیان، ج ۶، ص ۷۳-۷۴، 'ملفوظات دار الفکر، بیروت ۱۳۱۵ھ)

حرمت والے مہینوں، حدی اور قلائد کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور نہ حرمت والے مہینے کی بے حرمتی کرو" حرمت والے مہینوں کا بیان اس حدیث میں ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

"حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "زمانہ گھوم کر اسی حیثیت پر آچکا ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا" سال میں بارہ مہینے ہیں، ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ تین مہینے متواتر ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم، رجب مضر کا مہینہ جو بھلوی اور شعبان کے درمیان ہے، اللہ ع۔

(صحیح البخاری، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۴۰۶)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہ حدی کی (بے حرمتی کرو)

حدی کا معنی ہے: وہ لوٹ، بکری، یا گائے جس کو بیت اللہ میں ہدیہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہ قلائد کی (بے حرمتی کرو)

قلائد قلاہ کی جمع ہے، حدی کے گلے میں قربان کیے جانے کی نشانی کے طور پر اون کاہر، یا جوئی یا درخت کی چھل ڈال دی جاتی ہے۔ اس کو قلاہ کہتے ہیں اور یہی اس سے مراد ہے جانور ہیں جن کے گھوں میں قلائد ڈالے جاتے ہیں۔ اور ابن زید نے یہ کہا ہے کہ جو شخص حرم کے درخت کی چھل اپنے اوپر لپیٹ لیتا تھا، وہ مسنون قرار دیا جاتا، اور جہل چاہتا چلا جاتا، اور قلائد کا یہی

معنی ہے (جامع البیان، ج ۶، ص ۷۴) حرمت والے مہینوں کی بے حرمتی کا معنی ہے، ان مہینوں میں قتل و غارت گری اور لوٹ مار کی جائے، اور حدی کی بے حرمتی کا معنی ہے ان جانوروں کو ان کے مالگوں سے چھین لیا جائے یا ان کو کعبہ میں نہ پہنچنے دیا جائے، اور



قلادہ کی بے حرمتی کا معنی یہ ہے کہ حدی کے گئے سے قلادہ اتار لیا جائے یا اس کو نوچ، کھسوٹ کر خراب کر دیا جائے یا جس شخص نے اپنے ہنجر پر حرم کے درخت کی چھل پیٹ لی ہو اس کی بے حرمتی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے: اور نہ ان لوگوں کی (بے حرمتی کرنا) جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لیے مسجد حرام کا قصد کرتے رہے ہوں (المائدہ: ۴)

آیت مذکورہ کا شان نزول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متنی ۱۰۳۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ اس آیت میں قلعہ پر لوٹ مار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم بن عقیل کے پاس آیا، تاکہ آپ کی دعوت کے متعلق غور و فکر کرے، اس نے آپ سے کہا میں اپنی قوم کے سامنے آپ کی دعوت پیش کروں گا۔ آپ بتلائیے کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور غناز قائم کرو، اور زکوٰۃ لواد کرو، اور رمضان کے مہینہ کے روزے رکھو، اور بیت اللہ کا حج کرو۔ مسلم نے کہا آپ کے اس دین میں سختی ہے۔ میں اپنی قوم کے پاس جا کر آپ کی دعوت کا ذکر کروں گا، اگر انہوں نے اس دین کو قبول کر لیا تو میں بھی ان کے ساتھ قبول کروں گا، اور اگر انہوں نے اس سے بچنے پھیر لی تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں گا۔

آپ نے اس سے فرمایا: تم واپس چلو، جب وہ چا گیا تو نبی کریم نے فرمایا یہ میرے پاس کا فخر ہے کے ساتھ آیا اور میرے پاس سے دھوکہ دیتا ہوا نکلا۔ جب وہ اہل مدینہ کی ہر گاہوں کے پاس سے گزرا تو آپ کے اصحاب نے اس کو پکڑنا چاہا، لیکن وہ نکل گیا اور حملہ بکنی کیا۔ وہ حج کے موقع پر مدینہ تہجدات لے کر آیا، اصحاب نے آپ سے اجازت طلب کی کہ اس کو پکڑ کر اس کا سامان اس سے چھین لیں، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو، اور نہ حرمت والے مہینہ کی۔ اور نہ کعبہ میں بھیجی ہوئی قربانیوں کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گھوں میں بچے پڑے ہوں، اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرنے کے لیے مسجد حرام کا قصد کرتے رہے ہوں۔

(جامع البیان ۶ ج ۷ ص ۷۷، مطبوعہ دار الفکر ۱۳۱۵ھ بیروت)

آیت مذکورہ کے منسوخ ہونے یا منسوخ نہ ہونے میں اختلاف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ کسی شخص کو بیت اللہ کے حج سے منع کریں یا اس کو کوئی تکلیف پہنچائیں، خود وہ مومن ہو یا کافر، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يَقُولَ الْإِنْسَانُ لِمَ تَسْأَلُونَهُمْ قُلْ إِنَّمَا نَحْنُ مُبَشِّرُونَ  
لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يَقُولَ الْإِنْسَانُ لِمَ تَسْأَلُونَهُمْ قُلْ إِنَّمَا نَحْنُ مُبَشِّرُونَ (التوبة: ۴۷)

شرکین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کی ساجد کو آزار کریں، اور آنحضرت کے پیروں کے گھر پر گواہ ہیں۔

(التوبة: ۴۷)

پھر اللہ تعالیٰ نے شرکین کو مسجد حرام میں آنے سے منع فرمادیا۔

لقدہ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے، زندہ جاہلیت میں کوئی شخص حج کے لیے روانہ ہوتا اور حدی کے گئے میں فلاح والا تو کوئی شخص اس پر حملہ نہ کرتا، ان دنوں میں شرک کو بیت اللہ میں جانے سے منع نہیں کیا جاتا تھا اور ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ حرمت واسطے مینوں میں اور بیت اللہ کے پاس قتل نہ کریں، حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَجَدَتْهُمُ

(التوبہ: ۵)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وہ حکم منسوخ ہو گیا۔

مجاہد نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا، زندہ جاہلیت میں لوگ حج کے لیے جانے والوں کو لوٹ پٹے تھے، اور ان مینوں میں قتل بھی کرتے تھے، اسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کلموں کو حرام کر دیا، اس آیت کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔ امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا کیونکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مشرکین کے خلاف سب کے تمام مینوں میں قتل کرنا جائز ہے، خواہ وہ حرمت والے مینے ہوں یا نہ ہوں۔ اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر مشرک اپنے گئے میں حرم کے تمام درختوں کی چھل بھی اڑلے، تب بھی اس کا یہ فعل اس کے لیے قتل سے پتہ نہیں ہو گا، جب تک کہ اس سے پہلے اس نے مسلمانوں سے پتلہ نہ حاصل کر لی ہو، یا کوئی معاہدہ نہ کیا ہو۔

(جامع البیان، ج ۶، ص ۸۳-۸۹، مطبوعہ مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ)

امام رازی نے لکھا ہے جو علماء اس آیت کے منسوخ ہونے کے قائل نہیں ہیں، وہ اس آیت میں شخص کے قاتل ہیں۔ ان میں سے بعض علماء نے یہ کہا کہ اس آیت کا یہ معنی ہے کہ جو مسلمان بیت اللہ کی زیارت کے قصد کے لیے روانہ ہوں ان کی حدی کو لوٹنا اور ان پر حملہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کہ شعائر اللہ کو حلال نہ کرو۔ اور شعائر اللہ کا اطلاق مسلمانوں کی قبروں اور ان کی مہلوں کی لائق ہے، نہ کہ کفار کی قبروں کے اور اس آیت کے آخر میں فرمایا: جو لوگ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا کو تلاش کرتے ہیں، اور یہ بھی مسلمانوں کے لائق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت ابتدا وہ مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے، لہذا کو شامل ہی نہیں ہے، حتیٰ کہ یہ آیت بعد میں منسوخ ہو گئی۔

ابو مسلم اصمغلی نے یہ کہا کہ اس آیت کے عموم میں وہ کافر داخل تھے جو نبی ﷺ کے عہد میں تھے اور جب سورۃ توبہ کے نازل ہونے کے بعد ان سے معاہدہ ختم کر دیا گیا تو اب وہ کافر اس آیت کے علم حکم میں داخل نہیں رہے۔

(تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۵۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم احرام کو مل دو تو شکار کر سکتے ہو (المائدہ: ۳)

صیغہ امر کے مواضع استعمال

اس آیت میں "فاصلہ طاء واو" (شکار کرو) امر کا صیغہ ہے، امر کا صیغہ تعدد صلتی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں مشورہ چھپیں مطلق ہیں۔

۱۔ وجوب کے لیے جیسے "واقصموا الصلوة وانوا الرکوة" (البقرہ: ۲۳۸) "نماز قائم کرو اور رکوع ادا کرو"

۲۔ احتیاج کے لیے جیسے "فکاتبوہم" (انور: ۳۳) "تمہارے غلاموں اور بچوں میں سے جو کتابت ہونا چاہیں، انہیں کتابت کرو۔"

۳۔ ارثو (دنیوی) مصلحت کی طرف رجحانی کرنے کے لیے مثلاً "واشهدوا اذا تبایعتم" (البقرہ: ۲۸۳) "اور جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالو" "تجلب لبور ارثلو میں یہ فرق ہے کہ التجلب لب میں انفرادی ثواب مطلوب ہوتا ہے اور ارثلو میں دنیوی فائدہ اور مصلحت۔

۴۔ بہانت کے لیے "فکلو واما امسکن علیکم" (المائدہ: ۳) "سو اس (بخار) سے کھاؤ جسے وہ (بخاری جانور مار کر تیار کرنے کے روک رکھیں" اس کی دوسری مثل زیر بحث آیت ہے "واذا حللتم فاصطادوا" (المائدہ: ۳) اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو"

۵۔ اکرام (عزت افزائی) کے لیے مثلاً "ادخلوها بسلام امنون" (الحجر: ۳۶) "تم لوگ جنوں میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ"

۶۔ انعام (اصلی فائدے) کے لیے مثلاً "کلو واما ازفکم اللہ (الانعام: ۱۳۲) "اللہ نے جو تمہیں رزق دیا ہے اس سے کھاؤ۔"

۷۔ اہانت (درا کر کے) کے لیے مثلاً "ذی اسکت است العرب والکریم" (المدثر: ۳۹) "لے چکے عذاب کا مزہ" ہے شک تو ہی بڑا معزز محرم ہے"

۸۔ تسوہ (دو چیزوں میں مساوات بیان کرنے کے لیے) مثلاً "اصلوہا ما صبروا او لانصروا سواء علیکم" (البقرہ: ۱۹۰) "اس آگ میں داخل ہو جاؤ، تم مگر صبر کرو یا صبر نہ کرو تم پر برابر ہے"

۹۔ تجلب کے لیے مثلاً "اسمع بہم واصر یوم ہاتوسا" (مریم: ۳۸) "وہ کیساتھ ہوں گے اور کیا دیکھتے ہوں گے" جس دن وہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے"

۱۰۔ تحمین (کچھ چیز کو دہم سے دھومیں لانے) کے لیے مثلاً "کن فیکون" (البقرہ: ۸۷) "ہو" سو وہ ہو جاتا ہے"

۱۱۔ استعار کے لیے مثلاً "الغوا ما انتم ملقون" (یونس: ۸۰) "وہ جو تم ڈالنا چاہتے ہو"

۱۲۔ اخبار کے لیے مثلاً "فلبضحکوا قلیلاً ولبسکوا کثیرا" (التوبہ: ۸۴) "سو انہیں چاہیے کہ تھوڑا فیس اور دو تھیں زیادہ"

۱۳۔ تہذیب (ڈرانے اور دھکانے کے لیے) مثلاً "اعملوا ما شئتم" (آلہ بحدہ: ۳۰) "تم جو چاہو کیے جاؤ" اس کی ایک اور یہ مثل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا: "واستغفر من استطعت منهم بصونک" (ابی اسرائیل: ۳۶) تو ان میں سے جن کو اپنی آواز سے ڈکا سکتا ہے ڈکا دے"

۱۴۔ انذار (ڈرانے) کے لیے یہ بھی قسم لول کے قریب ہے۔ مثلاً "قل تمتعوا" (الہرالم: ۳۰) "آپ کہنے (چند روز) فائدہ اٹھاؤ"

۱۵۔ تمحیر (غیر کرنے) کے لیے مثلاً "فانوا بسورۃ من مثله" (البقرہ: ۲۳) "سو اس قرآن کی مثل کوئی سورت لے آؤ"

۱۶۔ تفسیر کے لیے مثلاً "کونوا فردة حسنین" (البقرہ: ۲۵) "دھکارے ہونے پر مدد ہو جاؤ"

۱۷۔ تمنی کے لیے مثلاً "انہیں کے شعر میں ہے" (الایمہ اللیل الطویل انحلی" "من اسے لمبی راحت و ظاہر ہو جا"

- ۱۸۔ توبہ (دوب کھانے) کے لیے شکار رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "کس مسابک" (کبھی بخاری ج ۲، رقم الحديث ۵۷۷۷) "تم اپنے آگے سے کھاؤ"
- ۱۹۔ امثال (کسی کی امامت شکاری بیان کرنے کے لیے) کوئی شخص کسی سے کہے مجھے پانی پلاؤ۔
- ۲۰۔ اجازت دینے کے لیے شکار کوئی شخص دروازہ کھٹکھٹانے والے سے کہے اندر آ جاؤ۔
- ۲۱۔ انعام کے لیے شکار "کلو امن طبت مارر قنکم" (البقرہ ۵۷) "تماری دی ہوئی پاک چیزوں میں سے کھاؤ"
- ۲۲۔ عذیب کے لیے شکار "قل فانتوا بالتوراة فانلوها ان کنتم صدقین" (آل عمران ۴۳) "آپ کہئے کہ تورات لے کر آؤ اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو"
- ۲۳۔ مشورہ کے لیے شکار حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل سے فرمایا "ما نظر مادا نری" (الصفتہ ۱۰۲) "تو آپ تم خود کو تمہاری کیا رہائے ہے؟"
- ۲۴۔ اعتبار (تدبر کرنے کے لیے شکار "اسطروالی سورہ اذ انسر و یتبعہ" (الانعام ۹۹) "دیکھو درست کے چل کی طرف" عذیب اس کو پھل گئے اور اس کے پتے کی طرف"
- ۲۵۔ توفیق کے لیے شکار ایمان لانے والے ساحلوں نے فرعون سے کہا: "فاقص ما است قاص" (طہ ۱۷۲) "تو جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے سو کر"
- ۲۶۔ دعا کے لیے شکار "واعف عا و اعمر لنا و ارحمنا" (البقرہ ۲۸۶) "ہم کو معاف فرما اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما"
- ۲۷۔ تحیر کے لیے شکار "هذا عطاء ما فامس او امسک بغیر حساب" (ص ۱۳۹) "ہاری عطا ہے تو آپ (جس پر چاہیں) احسن کریں اور جس سے چاہیں احسن روک رکھیں۔ آپ سے کچھ باز پرس نہیں ہوگی۔"
- (کشف الاسرار ج ۱ ص ۵۳) "ملفوظ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۱۱ھ توفیق کو مع ج ۱ ص ۲۸۳، ۲۸۴)
- تقاضائے امر کے واحد ہونے پر دلیل
- ابن جریج نے کہا "امرن مختلف معانی میں استعمال کیا جاتا ہے اس لیے اس کا متقاضی توقف ہے۔ حتیٰ کہ کسی قرینہ سے معلوم ہو جائے کہ میل پر کون سامعین مراد ہے؟ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر امر کا متقاضی توقف ہو تو پھر نبی کا متقاضی بھی توقف ہونا چاہیے کیونکہ نبی کا استعمال بھی متعدد معانی میں ہوتا ہے۔ کبھی نئی تحریم کے لیے ہوتی ہے شکار "لا تاكلوا الربوا" (آل عمران ۱۳۰) "سو نہ کھاؤ" اور کبھی تنزیہ کے لیے ہوتی ہے۔ شکار "ولا تمنن تستکثر" (الذہر ۲۰) "اور زیادہ لینے کے لیے کسی پر احسان نہ کیجئے" اور کبھی تحقیر کے لیے ہوتی ہے۔ شکار "ولا تمدن عیسیٰ بنی مامتنعہ" (ابراہیم ۱۸۸) "آپ اپنی آنکھیں اٹھا کر بھی ان چیزوں کو نہ دیکھیں جو ہم نے کافروں کے گروہوں کو کچھ کاغذہ اٹھانے کے لیے دے رکھی ہیں" اور کبھی ارشاد کے لیے ہوتی ہے۔ شکار "لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤلکم" (المائدہ ۱۰۶) "انہی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو جو اگر تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں" اور کبھی شفقت کے لیے ہوتی ہے۔ شکار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا یمنش احدکم فی مغل واحد" (ترمذی ج ۳، رقم الحديث ۱۷۷۷) "تم میں سے کوئی شخص ایک جوتی پس نہ کرے" اور اگر نبی کا متقاضی بھی توقف ہو تو پھر امر اور نبی میں کوئی فرق نہیں رہے گا حالانکہ فعل کی طلب اور ترک فعل کی طلب میں فرق یہاں ثابت ہے۔

امر کا مقتضی وجوب ہونے پر دلائل

عام علماء اور فقہاء کے نزدیک امر کا مقتضی واحد ہے کیونکہ امر کا ان معانی میں مشترک ہونا خلاف اصل ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ واحد مقتضی اباحت ہے کیونکہ یہ امر کا ادنیٰ درجہ ہے اور بعض علماء کے نزدیک امر کا مقتضی استحباب ہے کیونکہ امر میں فعل کی جانب وجود کو ترجیح دینا ضروری ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ استحباب ہے اور اکثر علماء کے نزدیک امر کا مقتضی وجوب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ حَبِّدُوا آلَ اللَّهِ حُبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ لِّمَا يَأْمُرُكُمْ عَنْ أَمْرِ اللَّهِ  
تُحِبُّهُمْ وَنُحِبُّهُمْ وَأُؤْتُوا بِنَهُمْ عَذَابَ آيَةٍ  
(البورہ: ۲۳) یعنی ہمارے لئے ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے امر کی مخالفت کرنے اور اس پر عمل نہ کرنے پر عذاب کی وعید سنائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر کے مقتضی پر عمل کرنا واجب ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ أَنْ يَأْمُرُوا بِالْعَدْوِ  
رَسُولُهُ أَمَّا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ  
وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَصَّلَ لِنَفْسِهِ  
مَخْرَجًا ۝ (الاحزاب: ۳۶)

ظاہری امر کرنے "وہ ہے ملک مکمل گمراہی میں یک گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے امر کے مقتضی پر عمل کرنا واجب ہے اور اس میں کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے امر پر عمل نہ کرنا گمراہی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ مَا مَنَّكَ اللَّهُ فَخَرِّدْ أَمْرًا  
(الاعراف: ۳) جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے جبرہ نہ کرنے کی اس لئے مذمت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جبرہ کا امر کیا تھا اور یہ مذمت اسی وقت ہوئی جب امر وجوب کے لئے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حکایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے شکوہ کرتے ہوئے فرمایا: "فَعَصَيْتُ أَمْرًا" (اللہ: ۳۳) "کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نفل فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت فخر علیہ السلام سے فرمایا:

وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا (الکہف: ۴۶) میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

ان دونوں صورتوں میں امر کی خلاف ورزی اسی وقت لائق مواخذہ ہوگی جب امر کا مقتضی وجوب ہو، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مدح کرتے ہوئے فرمایا:

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا  
يَأْمُرُونَ (الشعراء: ۴۹) فرشتے اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

حکم پر عمل نہ کرنا عصیت اسی وقت ہوگا جب حکم پر عمل کرنا واجب ہو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے کلمہ کی خدمت کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَقْرَأُوا لَهُمْ اَرْكَمُوا لَا يَرْكَعُونَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے نماز پڑھو تو وہ نماز نہیں

(الموسلات: ۳۸) پڑھتے۔

ان کی خدمت اس وجہ سے کی گئی ہے کہ ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی، اور یہ خدمت اسی وقت درست ہوگی جب ان کو نماز پڑھنے کا حکم وجوب کے لیے ہو۔

قرآن مجید کی ان آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ امر کا متقاضی واحد ہے، مورد متقاضی وجوب ہے۔ اسی طرح نوجوں کا عرف ہے کہ جب وہ کسی فعل کو جزا اور جہ طلب کرتے ہیں تو امر کا میثد استعمال کرتے ہیں۔

ممانعت کے بعد امر کے متقاضی کی تحقیق

جب پہلے کسی فعل سے منع کیا جائے اور پھر بعد میں امر کے میثد سے اس فعل کو طلب کیا جائے تب بھی امر کا متقاضی وجوب ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں بعض علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کلمہ ممانعت کے بعد اس فعل کا امر استحب کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں فرمایا: "جب جمعہ کے دن نمازوں کی جائے تو حج (کلمہ دہا) کو چھو دو" اور اللہ کے ذکر کی طرف دعوٰ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جب نماز پڑھی ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ"۔

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ الْيَوْمِ (الحج: ۱۰) اللہ کے فضل کو تلاش کرو (یعنی حج کا روزہ رکھو)

اس آیت میں ممانعت کے بعد رزق طلب کرنے اور روزہ رکھنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ بطور استحب ہے۔

اور بعض علماء نے کہا کہ ممانعت کے بعد امر کا میثد الحس کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً سورہ المائدہ میں پہلے اللہ تعالیٰ نے حلت احرام میں شکار کرنے سے منع فرمایا اس کے بعد فرمایا:

اِذَا احْلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا (المائدہ: ۴)

جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔

ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں استحب اور احس قرینہ سے جمع ہے کیونکہ رزق طلب کرنے اور شکار کرنے کا حکم بعد ان کوئی منتضیٰ حاصل کرنے کے لیے دیا گیا ہے، اگر اس حکم کو واجب قرار دے دیا جائے تو یہ نفع ضرر سے متقلب ہو جائے گا کیونکہ بھروسہ نہیں کہے گا یا شکار نہیں کرے گا وہ گنہگار ہو گا اور جو معنی کسی قرینہ کی بناء پر کیا جائے وہ مجاز ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ممانعت کے بعد بھی امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

ممانعت کے بعد امر کے وجوب کے لیے ہونے کی مثل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرمت والے میزوں میں مشرکین کے خلاف قتل سے منع فرمایا اور ان میزوں کے بعد ان سے قتل کرنے کا حکم دیا، اور یہ حکم وجوب کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا اَنْسَلَخْنَا الْأَشْهُرَ الْحَرَامَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ (بَنِي سَعْدِ بْنِ خَتْمٍ وَبَنِي سَعْدِ بْنِ خَتْمٍ (التوبہ: ۵))

پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو قتل کرو (بنی ساعد بنی ساعد)

نیز اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی ﷺ کے گھر میں طاقتور داخل ہونے سے منع فرمایا، پھر فرمایا: جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو اور ممانعت کے بعد یہ داخل ہونے کا حکم بھی وجوب کے لیے ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ لَأَنْتُمْ طَعَامُهُمْ تَخِشَوْنَ مِنْهُ (النبي: ۳۶)

اے ایمان والو! جب تک جس کا گھر کے لیے بلایا نہ جائے، نبی کے گھر میں داخل نہ ہو، پہلے سے اگر کہا جائے گا

صہبان القرآن

وَلَيْكُنْ إِذَا دُعِيتُمْ مَكَدُ خُلُومِ (الاحزاب: ۵۳) انتظار نہ کرو کہ میں جب بلا جائے تو آجائے۔

اسی طرح جنس اور نفاس میں جھکاؤ توں کو نماز اور روزے سے منع کیا گیا اور جنس اور نفاس متعلق ہونے کے بعد نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم وجوب کے لیے ہے۔ اسی طرح حالت نحر میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا اور اس عارض کے زوال کے بعد نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم وجوب کے لیے ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان شخص کو حالت اسلام میں اور کافر کو عہد مذمت کی وجہ سے قتل کرنے سے منع کیا گیا لیکن اس کے عہد ہونے یا قاتل ڈالنے کی وجہ سے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا یا شولی شدہ کے زنا کی وجہ سے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ حکم بھی وجوب کے لیے ہے۔ اسی طرح کسی شخص کے ہاتھ اور پیر کاٹنا منع ہیں لیکن چوری کی وجہ سے اس کے ہاتھ اور پیر کاٹنا واجب ہیں۔ من مکتوں سے یہ واضح ہو گیا کہ کسی کام سے منع کرنے کے بعد جب اس کام کا امر کیا جائے تو سبقت ممانعت اس امر کے وجوب کے معنی نہیں ہے اور اس امر کے ایجاب یا استحباب کے لیے ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ لہذا شافعی اور بعض حنبلیہ کے نزدیک ممانعت کے بعد امر ایجاب کے لیے ہو تا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ امام مالک اور شافعی میں سے متحققین مثلاً امام راوی اور حاکمی یہ بتلائی جو مجبور اصولیوں کے نزدیک ممانعت کے بعد بھی امر وجوب ہی کے لیے ہو تا ہے اور فقہاء احناف میں سے کمال الدین ابن المہامی کے نزدیک ممانعت سے پہلے امر کا جو متعلق ہو ممانعت کے بعد بھی وہی متعلق ہو تا ہے۔ اگر وجوب ہو تو وجوب اور استحباب ہو تو استحباب۔

(توضیح: دکن "ج ۱" ص ۲۸۸ مطبوعہ نور محمد راجح الطالع، دکنف الا سرائ "ج ۱" ص ۲۸۲-۲۸۹ مطبوعہ)

نہی بھیجی کے افعال سے وجوب کا ثابت نہ ہوتا

صدر الشریعہ علامہ عبد اللہ بن مسعود لکھتے ہیں:

امر کا اطلاق مجبور کے نزدیک قول پر حقیقت ہے اور فعل پر امر کا اطلاق مجاز ہے۔ اس میں بھی اتفاق ہے اور بعض کے نزدیک نہی بھیجی کے فعل پر بھی امر کا اطلاق حقیقت ہے۔ کیونکہ آپ کا فعل حقیقت امر ہے اور ہر امر وجوب کے لیے ہو تا ہے اور فعل پر امر کے اطلاق کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وما امر من عوص برشد" (احزاب: ۹۷) "اور فرعون کا فعل درست نہ تھا" اور نبی بھیجی نے فرمایا "صلوا کما راہتمونی اصلی" (صحیح البخاری "ج ۱" رقم طبع: ۳۳۱) "اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو"

ہم کہتے ہیں کہ امر کا اطلاق فعل پر حقیقت نہیں ہے، اور متحرک ہونا خلاف اصل ہے، کیونکہ جب کوئی شخص کوئی حکم کرے اور یہ نہ کہے کہ یہ حکم کہ تو اس کے اس فعل سے امر کی نفی کرنا صحیح ہے، اور سورۃ احمودی آیت میں جو فعل کو امر فرمایا ہے وہ مجاز ہے اور اگر باطن میں یہ نہی لیں کہ فعل پر امر کا اطلاق حقیقت ہے، تب بھی دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ امر قوی وجوب کے لیے ہو تا ہے نہ کہ فعلی کیونکہ جو دلائل اس پر پیش کیے گئے ہیں کہ امر وجوب کے لیے ہو تا ہے وہ سب امر قوی سے متعلق ہیں۔ خلاصہ جمعہ

قَلْبُ حَذَرِ الْوُزَيْنِ بِمَحَلِّ يَتَوَنَّ عَنْ آمِيهِ وہ لوگ ڈر میں جو رسول کے امر (حکم) کی مخالفت کرتے

(النور: ۳۳) ہیں۔

اس آیت میں امر سے مراد امر قوی ہے اور اس کو امر فعلی پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے۔

اور امر قوی مقصود (ایجاب) کو پر ا کرنے کے لیے کافی ہے اور ترغیب خلاف اصل ہے، اور نبی بھیجی نے جو فرمایا:

"صلوا کما راہتمونی اصلی" اس حدیث میں ایجاب آپ کے قول صلوٰۃ سے مستند ہوا ہے۔ علامہ ابن جب

آپ نے وصل کے روزے رکھے اور آپ کو دیکھ کر صحابہ نے وصل کے روزے رکھ لیے اور جب آپ نے نماز میں عین انکریں اور آپ کو دیکھ کر آپ کے اصحاب نے بھی اپنی عین انکریں تو آپ نے من کو منع فرمایا "علاوہ دونوں صورتوں میں آپ کے اصحاب نے آپ کے فعل کی ابتلا کی تھی۔ ان حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ فعل واجب کے لیے نہیں ہو تہ۔

(توضیح قطع ج ۱ ص ۲۸۱-۲۸۲ "تفسیر مطبوعہ نور محمد راجع المطالع کراچی)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر قسطلانی متوفی ۷۷۹ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی ﷺ سے کوئی فعل حقیقی ہو جس اگر وہ فعل سو ہو یا طبعی ہو یا آپ کا خاصہ ہو تو اس سے ابتلا واجب ثابت نہیں ہو تا اور اگر وہ فعل قرآن مجید کی کسی جمل آیت کا یا ان کو تو اس سے ابتلا واجب ثابت ہو تا ہے اور اگر وہ فعل ان کے ہوا ہو تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ نبی ﷺ نے حقیقتاً ہم کو اس فعل کا امر فرمایا ہے اور ہم پر اس فعل کی ابتلا واجب ہے یا نہیں؟ سو بعض نے کہا ہاں اور انکو نے کہا نہیں "اور یہی بخاری ہے۔

(توضیح قطع ج ۱ ص ۲۷۸ مطبوعہ نور محمد راجع المطالع کراچی)

علامہ عبد الغفر بن احمد بخاری متوفی ۲۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو نماز چارہے تھے آپ نے اپنی عین انکریں اور ان کو اپنی بائیں جانب رکھ دیا "جب قوم نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کر لی تو آپ نے فرمایا تم لوگوں کے جوتیاں اتارنے کا کیا سبق تھا؟ صحابہ نے کہا ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنی جوتیاں انکریں تو ہم نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جزائیکل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ ان جوتیوں میں کوئی نجاست یا گھٹاؤنی چیز ہے اور فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو ابھی طرح دیکھ لے۔ اگر اس کی جوتیوں میں کوئی نجاست یا گھٹاؤنی چیز ہو تو اس کو کھینچ کر صاف کر لے پھر ان جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھ لے۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ رقم الحدیث: ۶۵۰)

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم وصل کے روزے نہ رکھو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وصل کے روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تم میں سے کسی کی مثل نہیں ہوں۔ مجھے کھلایا جاتا ہے اور چلایا جاتا ہے۔ یا فرمایا میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں ٹھکانا اور چلایا جاتا ہوں۔

(صحیح البخاری ج ۱ رقم الحدیث: ۱۹۶۱)

ان حدیثوں میں اس پر واضح دلیل ہے کہ نبی ﷺ کا فعل کسی چیز کو واجب نہیں کرتا کیونکہ اگر آپ کا فعل آپ کے امر کی طرح موجب ہو تا پھر آپ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں تھی "پھر اگر آپ کسی چیز کا امر فرمائیں اور صحابہ اس پر عمل کریں۔

(کشف الاستار ج ۱ ص ۲۵۰-۲۴۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

نبی ﷺ کے افعال کے سنت مستحب اور واجب ہونے کا ضابطہ

جس فعل کو آپ نے احیاناً (کبھی کبھی) کیا ہو اور غالب اوقات میں ترک کیا ہو وہ سنت غیر مؤکدہ یا سنت مستحب ہے اور جس کو آپ نے غالب اوقات میں کیا ہو اور احیاناً ترک کیا ہو وہ سنت مؤکدہ ہے اور جس پر آپ نے مواظبت فرمائی ہو اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو وہ فعل واجب ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرزوقی الحنفی المتوفی ۷۷۹ھ لکھتے ہیں: "صحیح ہے کہ احکام سنت مؤکدہ ہے۔ کیونکہ نبی



میں نے رمضان کے آخری عشرہ میں اس پر مواہبت (دوسرا فریضے) کے طور پر مواہبت سنت کی دلیل ہے۔

(حدیث اولیں ص ۲۲۹ مطبوعہ شرکت طبعہ لبنان)

علامہ محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں "ایک قول یہ ہے کہ مواہبت وجوب کی دلیل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مواہبت سنت مؤکدہ کی دلیل ہے اور یہ وجوب کی قوت میں ہے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ بوق کا جائزہ آپ نے احکاف ترک کرنے والے پر انکار نہیں فرمایا اگر احکاف واجب ہو تا تو آپ اس کے ترک پر انکار فرماتے۔"

(الہامی ج ۳ ص ۷۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۱ھ)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ جس فعل پر مواہبت فرمائیں اور اس فعل کے تارک پر انکار نہ فرمائیں تو وہ سنت مؤکدہ ہے اور اگر آپ کسی فعل پر مواہبت فرمائیں اور اس کے تارک پر انکار فرمائیں تو وہ فعل واجب ہے۔

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن المہام حنفی متوفی ۸۸۷ھ لکھتے ہیں "نبی ﷺ نے احکاف پر بلا ترک مواہبت فرمائی ہے لیکن جن صحابہ نے احکاف میں کیا آپ نے ان پر انکار نہیں فرمایا تو یہ احکاف کے سنت ہونے کی دلیل ہے اور اگر آپ ترک کرتے والوں پر انکار فرماتے تو یہ وجوب کی دلیل ہوتا۔"

(فتح القدر ج ۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ سعدی چلبی متوفی ۵۴۵ھ لکھتے ہیں:

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت مؤکدہ کی تعریف یہ ہے کہ جس فعل پر آپ نے مواہبت فرمائی ہو "مگر نہ سنت مؤکدہ کی تعریف یہ ہے کہ آپ نے کسی فعل پر مواہبت فرمائی ہو اور کبھی کبھی اس کو ترک بھی کیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب آپ نے اس کے ترک پر انکار نہیں فرمایا تو یہ احیاناً ترک کرنے کے حکم میں ہے۔ کیونکہ آپ کا احیاناً ترک کرنا جواز ترک کی تعلیم کے لئے ہوتا ہے اور آپ کا تارک پر انکار نہ فرمنا بھی تعلیم جواز کے لئے قلیل۔

خلاصہ یہ ہے کہ سنت مؤکدہ کی تعریف میں جو احیاناً ترک کرنا ملحوظ ہے وہ اس سے عام ہے کہ احیاناً ترک کرنا حقیقت ہو یا حکم اور اب سنت مؤکدہ کی تعریف یہ ہوگی کہ جس فعل پر نبی ﷺ مواہبت فرمائیں اور کبھی کبھی اس کو ترک بھی فرمائیں "خود ترک کرنا حقیقت ہو یا حکم اور جس فعل پر نبی ﷺ بلا ترک مواہبت فرمائیں اور تارک پر انکار فرمائیں وہ فعل واجب ہو گا۔ (شاہی سعدی چلبی مع فتح القدر ج ۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ بیروت)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

"سنت مؤکدہ میں شرط یہ ہے کہ مواہبت ہو اور اس کے ساتھ ترک بھی ہو "خود حکم ہو لیکن تعریف میں عموماً شروط کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۵۰ھ)

علامہ زین الدین ابن ہبیم حنفی مصری متوفی ۹۰۷ھ لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جس فعل پر بلا ترک مواہبت کی ہو اور اس کے تارک پر انکار نہ کیا ہو وہ سنت مؤکدہ ہے اور اگر کبھی کبھی اس فعل کو ترک بھی کیا ہو تو وہ سنت غیر مؤکدہ ہے اور جس فعل پر آپ نے مواہبت کی ہو اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو وہ وجوب کی دلیل ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ مکتبہ المجددہ بیروت)

علامہ سید احمد غفرانی متوفی ۱۳۱۱ھ لکھتے ہیں:

"الدر المنثور" میں سنت مؤکدہ کی دو تعریفوں کو اختیار کیا گیا ہے۔ ایک تعریف یہ ہے کہ:

الطريقة المسلوكة في الدين من غير لزوم على سبيل المواظبة۔ وہ طریقہ جس پر دین میں بغیر لزوم کے پیش عمل کیا گیا ہو۔

اور دوسری تشریف ہے کہ نبی ﷺ نے جس فعل پر بلا ترک مواظبت کی ہو اور اس کے تارک پر انکار نہ فرمایا ہو اور اگر آپ نے کسی فعل پر مواظبت کی ہو اور اس کے تارک پر انکار فرمایا ہو تو وہ وجوب کی دلیل ہے۔

(حاشیہ المصنف علی الدر المختار، ج ۱، ص ۶۶، مطبوعہ بیروت ۱۳۹۵ھ)

نیز علامہ غلای گتے ہیں:

سنت اس طریقہ مسلوک فی الدین کو کہتے ہیں جو کسی قول یا فعل سے حاصل ہو۔ وہ قول یا فعل لازم نہ ہو اور نہ اس کے تارک پر انکار ہو اور نہ وہ خصوصیت ہو۔ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ وہ لازم نہ ہو اس قید سے فرض 'سنت کی تشریف سے خارج ہو گیا اور ہم نے جو کہا اس کے تارک پر انکار نہ ہو اس قید سے واجب خارج ہو گیا اور ہم نے جو یہ کہہ دیا کہ وہ خصوصیت نہ ہو اس قید سے صوم و صل خارج ہو گئے۔ پھر اگر نبی ﷺ نے غالب لوگت میں اس فعل پر مواظبت نہ کی ہو تو وہ سنت مستحب ہے۔ اس کو سنت زائدہ، مستحب، مندوب اور واجب وغیرہ بھی کہتے ہیں اور اگر آپ نے اس فعل کے تارک پر وعید فرمائی ہو تو پھر یہ واجب ہے۔ (یعنی مرائی المصلح) سنت مؤکدہ کی یہ مثالیں ہیں۔ لہذا 'احکام' جماعت پانچ نمازوں کی ختمیں، کھانا اور تاک میں پانی والہ اس سنت کو سنت العدی بھی کہتے ہیں، یعنی اس سنت پر عمل کرنا بدعت اور دین کی تحصیل کے لیے ہے اور اس کو ترک کرنا کراہت اور اسماوت ہے۔

علامہ قسطلانی نے کہا ہے کہ دنیا میں مطہر عمل کے لحاظ سے سنت مؤکدہ واجب کی مثل ہے مگر واجب کے ترک پر آخرت میں عذاب کا ستم ہو گا اور سنت مؤکدہ کے ترک پر آخرت میں عذاب کا ستم ہو گا اور سنت غیر مؤکدہ کی یہ مثالیں ہیں: تماغص کا وزن دینا و شوشی کردن پر مسح کرنا اور دائیں جانب سے ابدانہ کرنا اور نقلی نماز، روزہ اور نقلی صدقہ۔

(حاشیہ مرائی المصلح، ص ۳۹-۳۸، مطبوعہ مصر ۱۳۵۶ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شکی حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

'المحرر الرافی' میں مذکور ہے 'سنت وہ فعل ہے جس پر نبی ﷺ نے مواظبت کی ہو پھر اگر یہ مواظبت بغیر ترک کے ہے تو یہ سنت مؤکدہ کی دلیل ہے اور اگر آپ نے اس فعل کو کبھی کبھی ترک کیا ہو تو وہ اس فعل کے سنت غیر مؤکدہ ہونے کی دلیل ہے اور اگر آپ نے اس فعل پر مواظبت کی ہو اور اس کے تارک پر انکار فرمایا ہو تو یہ اس فعل کے واجب ہونے کی دلیل ہے اور اگر اتفاق کے مصنف نے یہ کہا ہے کہ یہ قید بھی شرط ہے کہ جس فعل پر آپ نے مواظبت کی ہے اس کا وجوب آپ کے ساتھ محقق نہ ہو۔ مثلاً مسلوک النبی (احکام کی نماز) اس میں آپ کا دوسروں کے ترک پر انکار نہ فرمایا آپ کے حق میں اس کے واجب ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ نیز ترک میں یہ قید بھی لگنی چاہیے کہ وہ ترک بلا عذر ہو کیونکہ عذر کی وجہ سے تو فرض کا ترک بھی جائز ہے۔ مثلاً نماز میں قیام فرض ہے، لیکن اگر کوئی شخص بیماری یا کمزوری کی وجہ سے نماز میں قیام پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے بیکر نماز پڑھنا جائز ہے۔ (رد المحتار، ج ۱، ص ۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ)

کتنی مقدار اور ڈھمی رکھنا سنت ہے؟

اس تمام تحصیل سے واضح ہو گیا کہ وجوب صرف نبی ﷺ کے امر سے ثابت ہوتا ہے، آپ کے افعال سے وجوب ثابت نہیں ہو سکتا جس فعل پر نبی ﷺ نے مواظبت کی ہو اور اس کے ترک پر انکار فرمایا ہو تو یہ بھی اس فعل کے واجب ہونے

کی دلیل ہے۔ واؤمی رکھنے کا مسئلہ یہی ہے۔ نبی ﷺ نے واؤمی منڈانے پر انکار فرمایا ہے اس لیے فس واؤمی رکنا واجب ہے اور واؤمی منڈانہ حرام تحریمی ہے اور حرام غنی ہے۔

امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ حنفی ۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن شیبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بھوی آیا اور آٹھ ایک اس نے واؤمی منڈائی ہوئی تھی اور مویجس لمبی رکھی ہوئی تھیں۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ ہمارے دین میں ہے۔ آپ نے فرمایا ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم مویجس کم کر انہیں اور واؤمی بھجائیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۷۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۳۹۶ھ)

چونکہ نبی ﷺ نے واؤمی منڈانے پر انکار فرمایا ہے اس لیے واؤمی منڈا حرام (غنی) ہو اور واؤمی رکنا واجب ہو۔ اس کی مقدار کا مسئلہ تو نبی ﷺ نے اس کی تحدید نہیں فرمائی۔ لہذا آپ کی واؤمی مبارک بہت دراز اور گھٹی تھی جو سینہ مبارک کو بھر لیتی تھی۔ (مشافہہ ج ۳ ص ۳۸ مطبوعہ مکتبہ النور اتھنی لمبی اور گھٹی واؤمی رکنا جو سینہ کو یا کم از کم سینہ کے بھائی حصہ کو بھرے۔ سنت کے مطابق ہے اور رسول اللہ ﷺ ہر چیز سے محبت اور مکمل ایمان کا تقاضا ہے کہ اتنی لمبی اور گھٹی واؤمی ہی رکھنی چاہیے۔) ہضم لقمہ کرام نے چند ہجر واؤمی رکھنے کو سنت کہا ہے اور بعض فقہاء (مثلاً طاعلی قاری اور علامہ زبیدی) نے چند کو مستحب لکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی واؤمی مبارک بہر حال چند سے زائد تھی کیونکہ آپ کو تلو گردن نہیں تھے۔ آپ کی گردن لمبی تھی اور یہی حسن کا تقاضا ہے۔ پھر سینہ مبارک کے بھائی حصہ کو بھر کے لیے بھی دو ڈھائی سنت واؤمی ہوئی چاہیے اس لیے رسول اللہ ﷺ کی سنت چند ہجر واؤمی نہیں بلکہ چند سے زائد مقدار رکنا ہے۔ اور فقہاء نے جو چند کو سنت لکھا ہے اس سے رسول اللہ ﷺ کی سنت مراد نہیں ہے۔ بلکہ اس سنت سے مراد نفوی معنی ہے یعنی وہ طریقہ جو ان کے دور کے مسلمانوں میں مروج تھا۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس کو سنت غیر موکدہ لکھا ہے یہ بھی نفوی معنی میں ہے کیونکہ کسی حدیث میں آپ نے چند کی تاکید نہیں فرمائی۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے کسی ارشاد میں چند کا ذکر ہی نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ سے چند کے بعد واؤمی لکنا ثابت ہے لیکن صحابی کے فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ وجوب رسول اللہ ﷺ کے امر سے ثابت ہوتا ہے یا رسول اللہ ﷺ نے کسی فعل پر موعبت کی ہو اور اس کے ناکہ پر وعید فرمائی ہو تو یہ بھی وجوب کی دلیل ہے۔ لیکن چند کے حلقہ میں سے کسی چیز کا ثبوت نہیں ہے۔

ہر چند کہ چند ہجر واؤمی رکنا واجب نہیں ہے لیکن واؤمی کی اتنی مقدار رکنا ضروری ہے جس پر عرف میں واؤمی کا اطلاق کیا جاتا ہو اور معنی مقدار بھی دلیل شرعی ہے۔ علامہ ابن عابدین شافعی حنفی ۱۵۷ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کا تقاضا یہ ہے کہ جس چیز کی مقدار کے حلقہ دلیل شرعی نہ پائی جائے اس کی مقدار کو اس میں جملہ حصص کے عین غالب کی طرف منقص کر دینا چاہیے۔ (رد المحتار ج ۸ ص ۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

سو اگر کوئی شخص عشرین واؤمی یا فرجی کٹ واؤمی رکھا ہے یا ایک یا دو انگل واؤمی رکھا ہے تو اس کو عرف میں مطلقاً واؤمی نہیں کہتے۔ بلکہ فرجی کٹ واؤمی یا عشرین واؤمی کہتے ہیں۔ لہذا واؤمی کی اتنی مقدار رکنا ضروری ہے جس کو عرف میں مطلقاً واؤمی کہا جائے۔ خواہ وہ چند سے ایک کوہ انگل کم ہو یا زائد ہو۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ نے واؤمی میں چند کو واجب نہیں فرمایا اور آپ نے اس کی تحدید نہیں کی اس لیے ہم اس کی حد چند مقرر کرنے کا خود کو ہاتھ نہیں بٹھاتے۔ کیونکہ ہم پہلے ہی شارع نہیں ہیں اس بناء پر ہمیں کافی معلوم بھی کیا گیا ہے اور

ہمارے خلاف کتابیں بھی لکھی گئیں۔ سرطانی ہم نے اپنا فرض ادا کیا ہے اور انسانوں کی عقلی ہوئی شریعت کے مقابلہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت کو پیش کیا ہے اور حق کو لوگ ہر دور میں شخصیت پرستوں اور عقل اور جلد لوگوں کے منطقی کا شکار ہوتے رہے ہیں ہم ان کے سب دشمن ہر گزرتے ہیں اور اللہ ہی ہے جزاء کے طالب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کسی قوم کے ساتھ عدالت ہمیں اس کے ساتھ اس پر نہ اگستے کہ انہوں نے ہمیں مسجد حرام میں آنے سے روک دیا تھا تو تم بھی ان کے ساتھ زیادتی کرو (المائدہ: ۴۲)

مناک کے معنی بغض ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کسی قوم کے ساتھ تامل بغض ہمیں اس کے ساتھ زیادتی پر نہ اجماع ہے، یعنی جس طرح مشرکین نے ہمیں عموماً کے لیے مسجد حرام میں جانے سے روک دیا تھا اسی طرح تم ان کو مسجد حرام میں جانے سے نہ روکتو۔

واضح رہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود مشرکوں کو مسجد حرام میں جانے سے منع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَمَلِهِمْ هَذَا (توبہ: ۳۰)

اس خاص صورت کے علاوہ یہ حکم عام ہے اور کسی قوم کے ساتھ عدالت رکھنے کی وجہ سے اس کے ساتھ زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے (المائدہ: ۴۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے براہِ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔ برے مراد ہر وہ نیک کام ہے جس کا شریعت نے حکم دیا ہے اور تقویٰ سے مراد ہر اس کام سے اجتناب ہے جسکو کرنے سے شریعت نے روکا ہے اور فرمایا ہے: گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ گناہ سے مراد ہر وہ کام ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے اور ہر وہ کام جس پر لوگوں کے مطلع ہونے کو انہیں پسند کرتا ہے اور ظلم کا معنی ہے دوسروں کے حقوق میں تعدی اور تعارف کرنا اور اثم اور عدوان سے مراد وہ تمام جرائم ہیں جن کی وجہ سے انسان اخروی سزا کا مستحق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کلاموں کا حکم دیا ہے ان کو کرو اور جن کلاموں سے منع فرمایا ہے ان سے باز رہو اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی اور خلاف ورزی کریں تو بیشک اللہ ان کو سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ آیت جو اجماعِ ظہر میں سے ہے اور یہ ہر خبر اور ہر معروف اور مکر کے حکم کو شامل ہے۔

آیات مذکورہ سے استنباط شدہ احکام

قرآن مجید کی یہ دو آیتیں بہت سے فقہی احکام کو شامل ہیں۔

۱۔ اپنے عہد پورے کو یعنی اللہ تعالیٰ سے جن احکام شریعہ کو نبی اللہ نے کاہل کیا ہے ان کو پورا کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ جو عہد کیے ہیں ان کو پورا کرو۔ خریدی ہوئی چیز کی قیمت ادا کرنا بیویوں کا مراء کرنا ان کا خرچ اٹھانا امانت عاریت اور رہن رکھی ہوئی چیز کو حفاظت کے ساتھ ادا کرنا اور ذمیوں کے چلن و চল کی حفاظت کرنا ان عقود میں شامل ہے۔ اسی طرح

مہلات حصوں مثلاً نماز، روزہ، حج، انکشاف اور مہلات کی خرد چوری کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ کسی غیر متصورہ مہلات مثلاً وضو یا کسی مہلح کام کی خرد مہلتا جائز نہیں ہے۔ لیکن وہ عوام میں جو چیزوں، تعمیرات کی خرد مشہور ہے، یہ عقل جہالت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ خرد مہلت ہے اور غیر اللہ کی مہلت جائز نہیں ہے۔

۲۔ شرعی طریقہ سے ذبح کر کے حلال جانوروں کا کھانا کھانوں سے بچانے والے درندوں اور پتھر گدھے کو اور بچوں سے ڈکار کرنے والے پرندوں کو بھی بیچھڑانے حرام کر دیا ہے اور (مائدہ ۳) میں بھی ان جانوروں کی حرمت بیان کی گئی ہے جن کو شرعی طریقہ سے ذبح نہ کیا گیا ہو جن کے علاوہ خنزیر کو قرآن مجید نے حرام کیا ہے۔

۳۔ حالت احرام میں شکار کرنے کی حرمت بیان کی گئی ہے، اسی طرح حرمین میں شکار کرنا بھی منع ہے۔

۴۔ جو شخص عزم نہ ہو اس کے لیے حرمین کے علاوہ دوسری جگہوں پر شکار کا طالع ہوگا۔

۵۔ حرم کے لیے صرف فضلی کا شکار ممنوع ہے۔ سمندری جانوروں کا شکار کرنا جائز ہے۔

۶۔ قربانی کے لیے بھیجے ہوئے جانوروں کو ضرر پہنچانے کی حرمت جو لوٹ قربانی کے لیے حرم میں بھیجا جاتا ہے، اس کے کھانے میں عائد ذال دیتے ہیں، تاکہ معلوم ہو کہ یہ حدی ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کے کوہن پر معمولی سا کھانے والے ہیں جس سے اس کے کوہن پر خون نہ جاتا ہے، اور یہ بھی اس کے حدی ہونے کی علامت ہے۔ اس کو اشعار کہتے ہیں، یہ سنت ہے۔ امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ البتہ انجلی لوگ جو اشعار کرنا نہیں جانتے، ان کے حق میں یہ سنت نہیں ہے، کیونکہ وہ زیادہ کھانے والے دیتے ہیں جس سے زیادہ لمبہ جاتا ہے، ایسے لوگوں کو امام ابو حنیفہ اشعار کرنے سے منع کرتے ہیں۔

۷۔ شکار اللہ میں حدی اور طالع کے علاوہ حرمت والے مینے بھی داخل ہیں، تحقیق یہ ہے کہ لب ہر مینہ میں جملہ کرنا جائز ہے۔

۸۔ کسی کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے انسان اس کے ساتھ بے اعتنائی اور زیارتی نہ کرے۔

۹۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا، اس میں ملک اور قوم کے اجتماعی مفاد میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور ملتی جلتی خدمت اور سوشل ورک داخل ہیں۔

۱۰۔ جرم اور گنہگار کسی کی مدد نہ کرے، ایک اور جرم کہتے ہیں جوئے خانہ اور کسی بھی ہادی کے لڑے میں ملازمت کرنا، خواہ وہ ملازمت کلری کی ہو یا چمکداری کی، اور سر مل اس برائی کے ساتھ ایک نوع کاتلون ہے اور ناجائز ہے۔

**حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ وَالْدَّامُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أَهْلُ الْبَغْيِ**

تم پر حرام کیا گیا، مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس اہل باغی (دین کے وقت) غیر اللہ

**اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا**

کاٹا پکا رائج ہوا اور گلا گھٹ جانے والا، اور چٹ کھا کر مرنا ہوا اور بندی سے لڑ کر مرنا ہوا اور بیٹنگ گٹنے سے مرنا ہوا اور

**أَكَلَ السَّيِّئِ الْأَمَّاذِكِيَّتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النَّصَبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا**

کو درندے نے کھایا ہوا ماکا اس کے جس کو تم نے زندہ پا کر، ذبح کر لیا، اور جہول کے تھکے لیے نصب شدہ چتروں پر ذبح کیا گیا اور

بِالْآزِلَامِ ذَلِكُمْ فَسُقُ الْيَوْمَ يَسُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ

قال کے تیروں سے اپنی قسمت مسلم کرنا یہ آنا کا نام فسق ہیں، آج کفار تمہارے دین کی ناکامی سے مایوس ہو گئے،

فَلَا تَحْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنَ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ

سو تم ان سے ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو، آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت

عَلَيْكُمْ نَعِمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ

کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو (مذہب) دین پسند کر لیا، پس جو شخص بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر کوئی حرام

غَيْرَ مَتَجَانِفٍ لِإِيْمِهِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ يَسْأَلُونَكَ

چیز کہائے اور ان کا لکھو اس کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو یہ ایک امر بہت بخشنے والا بہت بڑا رحیم ہے (وہ جسے رسول اکرم) آپ کے

مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنْ

پڑھتے ہیں ان کے لیے کون کی چیزیں حلال کی گئی ہیں، آپ کہیے کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے سکھائی حرام

الْجَوَارِحِ مُكَلَّبِينَ يَعْلَمُونَهُمْ رَبَّاعِلْمُكُمْ اللَّهُ فَكُلُوا مِنْ

سوا چاہیے ہیں درال حاکم تم انہیں شکار کا طریقہ سکھائے دے گا، تم انہیں اس طرح سکھاتے ہو جس طرح اللہ نے تمہیں سکھایا ہے

أَمْسِكْنَ عَلَيْكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ

مس اس شکار سے کھاؤ جس کو وہ (شکاری جانور) تمہارے لیے دھک رکھیں (اور شکار چھوڑتے وقت) اس (شکاری جانور) پر بہرہ اللہ

سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ

پروردگار اللہ سے دیتے ہو، چھک اور سکھائیے والا ہے ۝ آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں، اور اہل کتاب کا ذبیحہ

أَوْتُوا الْكِتَابَ حَلَّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حَلَّ لَكُمْ نَوَالُ الْمُحْصَنَاتِ

تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے اور آزاد پاک دامن عورتیں (جس میں) تمہارے لیے حلال

مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتِ مِنَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ

مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (جس میں) تمہارے لیے حلال

قَبْلَكُمْ إِذَا أَتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ

ہیں، جب تم ان کے مہر ان کو ادا کر دو، دران حایک تم ان کو نکاح کی قبر میں لائے لئے برد

وَلَا تُتَخِذُوا أَمْوَالَكُمْ آخِذِينَ وَمَنْ يَتَّخِذْ بِأَلْيَمَانٍ فَقَدْ حَبِطَ

عینہ بکاری کرنے لئے اور نہ خیر طریقہ سے آشنا بنائے لئے اور جس نے ایمان (دوستی) کے لئے بھری تو بیگ اس کا صل

عَمَلُهُ زَوْهَوْنِ الْآخِرَةِ مِنَ الْخَيْرِ ۝

ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھائے والوں میں سے ہے ۝

مردار کا معنی اور اس کے شرعی احکام

جو جانور طبعی موت مر جائے، نہ اس کو ذبح کیا گیا ہو نہ فکار کیا گیا ہو اس کو میت (مردار) کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں جو جانور بغیر ذبح کے مر جائے اس کو میت کہتے ہیں۔ اس کو شریعت میں حرام کر دیا گیا ہے کیونکہ رگوں میں خون کے رک جانے یا کسی بیماری کی وجہ سے جسم میں ذہریہ بخار پیدا ہو جائے ہیں جو انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں اور اگر اس جانور کو ذبح کر لیا جائے تو اس کے جسم سے سارا خون بر جاتا ہے اور خون کے ساتھ ذہریہ بخار اور نقصان دہ اجزاء جسم سے نکل جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں طبعی سلبہ سوار جانور کا گوشت کھانے سے خطر ہوتی ہیں سو مردار جانور صحت کے اعتبار سے بھی مضر ہے اور دین کے اعتبار سے بھی کیونکہ اللہ کے نام سے اس کی جان نہیں نکلی۔ لہذا مردار جانور کو کھانا یا شقی حرام ہے۔ البتہ اقتصاد احتیج کے نزدیک اس کے بال اور اس کی پٹلیں پاک ہیں اور اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔ (دائع مصانع ج ۱ ص ۳۸) مطلوبہ کراچی، علاوہ این قدر کہ لکھا ہے کہ لہم اور لہم ہلک اور لہم شافعی کے نزدیک مردار کی ہڈی نہیں ہے۔ (المطبی ج ۱ ص ۵۶) اور لہم شافعی کے نزدیک مردار کے پر اور بال بھی نہیں ہیں کیونکہ حیوان کی نشو و نما سے وہ جڑتے ہیں، اور ہڈی اعضا کی طرح اس کی موت سے نہیں ہو جاتے ہیں اور لہم ہلک اور لہم امہ کے نزدیک مردار کے پر اور بال پاک ہیں۔ کیونکہ لہم دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مردار کی ہلک میں کوئی حرج نہیں ہے، جب اسے رنگ لیا جائے اور اس کے کون اور چوہوں میں کوئی حرج نہیں ہے، جب انہیں دھو لیا جائے، نیز اس پر موت طاری نہیں ہوتی اس لیے جانور کی موت سے یہ نہیں ہوں گے جیسے انہوں نے نہیں ہو تے۔ (المطبی ج ۱ ص ۳۸) فکار (مطلوبہ صحت)

مردار جانور حرام ہے لیکن اس کے عموماً سے بلا شقی چھلی اور مڈی مستثنیٰ ہیں۔ لہم ابن ابی حنیفہ مستثنیٰ ہے وہ روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انہوں نے لے وہ مردار حلال کیے تھے ہیں۔ چھلی اور مڈی۔ (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۸) اور تم لے وہ مردار ﷺ نے فرمایا انہوں نے لے وہ مردار حلال کیے تھے ہیں۔

انہر علاوہ کے نزدیک تمام قسم کے سمندری جانور بغیر ذبح کے حلال ہیں لیکن یہ دلیل یہ حدیث ہے۔

لہم ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی مستثنیٰ ہے وہ روایت کرتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ! ہم سمندر میں مفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس بہت تمور ڈالنی ہوتا ہے۔ اگر ہم اس سے دھو کر کھیں تو کیا ہے؟ وہ نہیں گئے تو کیا ہم سمندر کے پانی





خنزیر کے گوشت کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت گندہ اور نجس جانور ہے اور یہ پلھوم گندگی میں رہتا ہے۔ اس کے جسم اور پاؤں میں کیڑے ہوتے ہیں۔ اس کا گوشت بہت شخیں اور دیر ہضم ہوتا ہے اور اس میں چربی بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے خون میں کلشروں کی بہت زیادتی ہوتی ہے۔ جس جانور کا گوشت کھلیا جائے اس کے اوصاف کا انسان کی طبیعت پر اثر پڑتا ہے۔ جانوروں میں خنزیر نہایت بے غیرت جانور ہے۔ اس کی مادہ سے ایک خنزیر جھپٹی کرتا ہے اور باقی کئی خنزیر اس کے قریب کھڑے اپنی باری کے شھر رہتے ہیں۔ جبکہ دوسرے جانور اپنی مادہ کے قریب دوسرے نہ کو آئے نہیں دیتے یہی وجہ ہے کہ جو اقوام خنزیر کا گوشت کھاتی ہیں وہ بھی بے غیرت ہوتی ہیں جن میں بہت زیادہ فحاشی اور بد چلتی ہوتی ہے۔ ہر حال مسلمان کے لیے صرف یہ وجہ کافی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سختی کے ساتھ خنزیر کو حرام فرمادیا، خواہ حرمت کی یہ وجہ ہوں یا نہ ہوں۔ ہم نے یہ وجہ صرف اس لیے بیان کی ہیں کہ اسلام دین نفرت ہے اور اس نے جن تمام چیزوں سے منع فرمایا ہے اس کی وجہ نہایت معتدل ہیں۔

”ما اھل لغیر اللہ بہ“ کا معنی اور اس کے شرعی احکام

علامہ حسین بن محمد رافع اصطفاٰی حنفی ۳۵۰ھ لکھتے ہیں و ما اھل لغیر اللہ بہ کا معنی ہے جس پر غیر اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے اور یہ وہ جانور ہے جس کو بتوں کے لیے ذبح کیا جائے۔ اھل کا معنی ہے چاند دیکھتے وقت بلند آواز سے چلانا پھر ہر بلند آواز کو اھل کہا گیا۔ لوزائیدہ پہنچے کے روئے کو بھی اھل کہتے ہیں۔

(المنہجات ص ۵۳۳ مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ، امران ۱۳۶۲ھ)

علامہ ابن جریر طبری ۳۴۰ھ لکھتے ہیں: ”و ما اھل لغیر اللہ بہ“ کا معنی ہے جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو ”مشکلات“ عربی اور انبیاء علیہم السلام وغیرہم کے نام پر۔ (تفسیرات احمدی ص ۳۴ مطبوعہ مکتبہ تحفہ چشتیہ)

علامہ سید محمود اکوسی حنفی ۱۰۱۱ھ لکھتے ہیں اس کا معنی ہے جانور کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند آواز سے پکارنا اور اھل کا معنی یہاں پر یہ ہے کہ جس کے لیے جانور ذبح کیا جائے ”مشکلات“ اور عربی اس کا ذبح کے وقت بلند آواز سے ذکر کرنا (روح البقی ج ۱ ص ۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی ۱۰۷۰ھ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ”و آنچه نام غیر خدا بوقت ذبح گویا کردہ شود۔“  
علم ازیں کہ ذبح کے وقت صرف غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ مثلاً صحیح کا نام لے کر ذبح کیا جائے یا اللہ کے ساتھ بطریق عطف غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ مثلاً پاؤں کے کہہ کر اللہ اور سب کے نام سے ذبح کرنا ہوں تو یہ ذبیح جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر غیر وقت ذبح میں غیر اللہ کے ساتھ وہ جانور ہمزہ ہو مثلاً قربانی کے جانوروں کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ محمود کا بکرا ہے یا مسلم کا بکرا ہے یہ فہم کی گائے ہے یا کسی نے اپنے والد عبد الرحیم کی طرف سے قربانی کرنے کے لیے کوئی بکرا موسوم کیا ہو اور کسی نے حضرت غوث اعظم کو ایصال ثواب کرنے کے لیے بکرا ہمزہ کیا ہو یا کسی نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ثواب کرنے کے لیے کوئی بکرا ہمزہ کیا ہو پھر ان جانوروں کو اپنے وقت میں صرف اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو یہ ذبح جائز ہے اور ان کا گوشت حلال ہے اور ان کا ایصال ثواب کرنا صحیح ہے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد صکنی حنفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں حاکم یا کسی بڑے آدمی کی آمد کے موقع پر جانور ذبح کیا گیا تو یہ حرام ہے (اور اس ذبح سے جانور کا گوشت کھانا مقصود نہ ہو) صرف اس کا خون بلانا مطلوب ہو) کیونکہ یہ ”ما اھل بہ لغیر اللہ“ ہے۔ خواہ اس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اور اگر مصلح کے لیے ذبح کیا گیا تو یہ حرام نہیں ہے کیونکہ یہ حضرت خلیل



چاروں رگیں کٹ جائیں اور جسم کا مدار خون پر چلے۔  
الموقوفۃ کا معنی اور اس کا شرعی حکم

جس غیر جبار والی بھاری چیز سے کسی جانور پر ضرب یا چوٹ لگتی جائے خواہ دور سے پتھر مارا جائے یا ہاتھ میں ذرا پکڑ کر اس سے مارا جائے اس چوٹ کے نتیجہ میں وہ جانور مر جائے تو وہ بھی شریفانہ علاج نہیں ہے۔ یہ جانور بھی مردار کے حکم میں ہے اور زندہ حالت میں اس کو کھلیا جانا قاتلہ۔

اسلام میں ٹھیک شے کی ضرب یا چوٹ سے جانور کو ہلاک کرنے سے منع کیا ہے اور کسی دھار والی چیز سے جانور کو زخا کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ جانور کو آفت نہ پہنچے اور آسانی سے اس کی جان نکل جائے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۵۶۹ھ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا "من حنقہ" وہ ہے جس کا گھٹونا جائے اور وہ مر جائے۔ "موقوفہ" وہ ہے جس کو گولی سے ضرب لگتی جائے اور وہ چوٹ کھا کر مر جائے۔ "مقتر دہ" وہ ہے جو پھاڑے گر کر مر جائے اور "نعلبہ" وہ ہے جس کو دوسری کبریٰ نے نیسنگھ مارا ہو اگر اس کی دم یا آنکھ لی رہی ہو تو اس کو ذبح کر کے کھاؤ۔ (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۸۱ کتاب البیہد والذبیح ص ۱۸۱ باب ۱)

امام مسلم بن حجاج قشیری حنفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں حضرت شداد بن اوس پر بیڑ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دو باتیں رسول اللہ ﷺ سے یاد رکھی ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ ٹکی کرنے کو فرض کر دیا ہے۔ پس جب تم قتل کرو تو درست طریقہ سے کرو اور جب تم ذبح کرو تو درست طریقہ سے ذبح کرو اور تم میں سے کسی شخص کو اپنی چھری تیز کر لینی چاہیے تاکہ ذبیحہ کو آسانی ہو۔ (صحیح مسلم ج ۳ رقم طبع صفحہ ۴۵۵)

جب چھری تیز ہوگی تو جلدی سے جانور ذبح ہو جائے گا اور مستحب یہ ہے کہ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے اور ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کیا جائے اور جانور کو گھسیٹ کر ذبح نہ کرنے سے منع کیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس چیز میں روح ہو اس کو (مصل کے لیے) نشانہ نہ بنو۔ (صحیح مسلم ج ۳ رقم طبع صفحہ ۴۵۵)

امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۵۶۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عدی بن حاتم پر بیڑ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے معراض (بغیر کا تیر جس کا اور میانی حصہ مونا ہو) کے حلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا جب جانور اس کی دھار سے زخمی ہو تو اس کو کھاؤ اور جب جانور کو اس کی چوڑائی کی جانب تھرنے کو اور وہ مر جائے تو اس کو مت کھاؤ کیونکہ وہ دو تیز (چوٹ سے مراد) ہے۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۸۱ رقم طبع صفحہ ۴۵۷)

موقوفہ کی بحث میں ہندوؤں سے کیے ہوئے ٹکار کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ ہم نے یہ بحث تحصیل کے ساتھ شرح صحیح مسلم جلد سولس میں لکھ دی ہے اور الامامہ ۳۱۳ میں بھی انشاء اللہ اس پر بحث کریں گے۔

المستردیہ کا معنی اور اس کا شرعی مضموم

جو جانور کسی پھاڑے یا کسی بلند جگہ سے خطا چمت سے گر جائے یا کوئی میں گرنے سے اس کی موت واقع ہو جائے اس کو مردیہ کہتے ہیں۔ مردار کی طرح اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ لایہ کہ اس میں کچھ روح حیات ہو تو اس کو ذبح کر لیا جائے۔

## النطیحة کا معنی اور اس کا شرعی حکم

جس چانور کو دوسرے چانور نے بنگھ مارا ہو، اور وہ اس کے بنگھ مارنے سے مرگیا، خواہ اس کے بنگھ مارنے سے وہ زخمی ہوا ہو، اور اس کا خون بھی بہا ہو، اس کا حکم بھی مردار کی طرح ہے، اور اس کا کھانا حرام جائز نہیں ہے۔

جس چانور کو دوسرے نے کھالیا ہو، اس کا شرعی حکم

کسی درندے مثلاً شیر، چیتے یا بھڑیہ نے کسی حلال چانور کو چیر پھاڑ کر زخمی کر دیا ہو اور اس کے کل یا بعض حصے کو کھالیا ہو، تو اس کا کھانا حلال جائز نہیں ہے۔ خواہ اس کے جسم یا اس کے ذبح کی جگہ سے خون بہہ رہا ہو۔ زائد جاہلیت میں بعض عرب درندہ کے چماڑے ہوئے چانور میں سے بقیہ کو کھالیا کرتے تھے، لیکن طایع سیدہ اس کو پسند نہیں کرتی تھیں۔

”الاماذ کیستم“ کے مستثنیٰ منہ کا بیان

مردار، خون، خنزیر اور ”ما اھل لغیر اللہ بہ“ کے علاوہ باقی چانوروں میں سے جو چانور زندہ مل جائیں اور ان کو شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے، ان کا اللہ تعالیٰ نے استثناء فرمایا۔ اس مستثنیٰ منہ میں المنحسفہ، الموقودہ، المنردہ بہ، النطیحة اور جن کو درندہ نے کھالیا ہو، داخل ہیں۔ اور بعض علماء نے ”ما اھل لغیر اللہ بہ“ کو بھی اس میں داخل کر لیا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جس چانور کے ذبح کا موقع حبس مل جائے، ہمیں طور کہ اس کی دم مل رہی ہو، یا وہ آگھ سے دیکھ رہا ہو، اس کو اللہ کا نام لے کر ذبح کر دو، وہ حلال ہے۔

فقہ نے بیان کیا کہ لم یغضوہ کے سوا باقی تمام کو ”الاماذ کیستم“ کا استثناء لاحق ہے۔ جب تم دیکھو کہ وہ چانور پاک چھپکا رہا ہے، دم ہل رہا ہے، یا اس کی ٹانگ، مضرب ہو رہی ہے، تو تم اس کو ذبح کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا جب تم موقودہ، حردیہ، اور طیبہ کو ہاتھ پیر ہلائے دیکھو تو اس کو ذبح کر کے کھاؤ۔

ان اقوال کی بناء پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ موقودہ، حردیہ، طیبہ اور جس کو درندہ نے کھالیا ہو، وہ تم پر حرام کر دیئے گئے ہیں، لیکن اگر تم ان میں زندگی کے آثار دیکھو اور ان کے مرنے سے پہلے تمہیں ان کو ذبح کرنے کا موقع مل جائے تو وہ تمہارے لیے حلال ہیں، تم ان کو ذبح کر کے کھاؤ۔

بعض علماء اہل ہند نے یہ کہا کہ یہ استثناء ان عمرات میں سے نہیں ہے، جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے، بلکہ یہ تحریم سے استثناء ہے، یعنی مردار، خون، خنزیر، ”و ما اھل لغیر اللہ بہ“ اور باقی مذکورہ چانور تم پر حرام کر دیئے گئے۔ مگر جن حلال چانوروں کو تم شرعی طریقہ سے ذبح کر لو، وہ تم پر حلال ہیں۔ امام مالک کا یہی قول ہے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ ایک درندہ ایک بھیڑ پر حملہ کرتا ہے اور اس کی کمر توڑ ڈالتا ہے۔ تو اگر اس کو مرنے سے پہلے ذبح کر لیا جائے تو کیا اس کو کھانا جائز ہے؟ امام مالک نے کہا اگر اس کی ضرب اس کے پیٹ، بچہ اور دل تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہے، اور اگر اس کے ہاتھ، پیر توڑے ہیں، تو پھر اس کو ذبح کر کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان سے پوچھا گیا، اگر وہ اس پر حملہ کرے اس کی کمر توڑ دے؟ امام مالک نے کہا اس کے بعد چانور زندہ نہیں رہتا، میرے نزدیک اس کا کھانا حرام نہیں ہے، ان سے پوچھا گیا کہ بھیڑ یا کبوتری کا پیٹ چاڑھے، لیکن اس کی آنتیں باہر نہ نکلیں، امام مالک نے کہا جب اس کا پیٹ پھاڑ دیا جائے تو میری رائے میں اس کا کھانا جائز نہیں ہے، اس نقد پر یہ استثناء منقطع ہے۔

لہم ابو جعفر طری کہتے ہیں کہ میری رائے میں ”وما اهل لغير الله به“ سے لے کر آخر آیت تک یہ استثناء لاحق ہے، کیونکہ ان تمام صورتوں میں موت سے پہلے وہ جانور ذبح کی صلاحیت رکھتا ہے۔ کیونکہ مشرکین جب اپنے جانور کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان جانوروں کو جانور کے ہاتھوں کے ساتھ منسوب کر دیتے ہیں اور وہ غیر اللہ کی قربانی سمجھتے ہیں اس لیے وہ حرام ہوتی ہیں۔ اسی طرح جو جانور گھائے سے مر جاتا ہے، وہ بھی حرام ہو جاتا ہے۔ لیکن جس جانور کو جانور کے ہاتھوں کے ساتھ منسوب کیا گیا ہو، اگر اس کو مرنے سے پہلے شرعی طریقہ سے ذبح کر دیا جائے، یا جس جانور کا گھنا گھنا گیا ہو، اگر اس کو مرنے سے پہلے شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا گیا ہو تو وہ حلال ہو گا۔ لہذا جس حلال جانور یا پرندہ کی روح نکلے سے پہلے اس کو شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے، وہ حلال ہو گا۔ (جامع البیان، ۶/۱۷۲ ص ۴۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو جانور کے تقرب کے لیے نصب شدہ جانوروں پر ذبح کیا گیا۔

نصب کا معنی اور اس کا شرعی حکم

قرآن مجید میں نصب کا لفظ ہے، یعنی جو جانور نصب پر ذبح کیا گیا، وہ بھی حرام ہے۔ کعبہ کے گرد زمین سوا ساٹھ چتر نصب کیے گئے تھے، اور زندہ جاہلیت میں عرب اپنے جانور کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان جانوروں کے پاس جانور ذبح کرتے تھے اور بیت اللہ کے سامنے جو خون بہتا، اس کو ان جانوروں پر چڑھتے تھے اور اس قربانی کو عہدت قرار دیتے تھے اور اس گوشت کے ٹکڑے ان جانوروں پر رکھ دیتے تھے، اس کو نصب اور انصاب کہا جاتا ہے۔ نصب، نصب کی جمع ہے۔ نصب اس جانور کو کہتے ہیں جس کو کسی شے پر نصب کیا جاتا ہے۔ (المفردات، ص ۳۴۳) نصب جانور کو نہیں کہتے، نصب غیر منقوش جانور ہوتے ہیں اور بیت منقوش جانور ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس فعل سے منع فرمایا اور جو جانور نصب پر ذبح کیے جاتے ہیں، ان کا کھانا پر حرام کر دیا۔ خواہ ان جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے، تاکہ اس شرک سے اجتناب ہو جس کو لفظ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور نفل کے تیروں سے اپنی قسمت معلوم کر لے (تمام کلام) نفق ہیں۔ (المائدہ ۱۲)

ازلام کا معنی

ازلام ذلیم کی جمع ہے۔ یہ تیر کی شکل کا گڈی کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس کی نوک پر لوہے کا وہ پھل میں ہوتا جو شکار کو ڈھکی کرتا ہے، زندہ جاہلیت میں مشرکین اس سے اپنی قسمت کا محل معلوم کرتے تھے۔ لہذا ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ یہ تیر کانٹوں کے پاس ہوتے تھے، جن میں سے کسی پر لکھا ہوا تھا مجھے حکم دے اور کسی پر لکھا ہوا تھا مجھے منع کیا ہے اور کوئی تیر سلوہ ہوتا تھا، جب کوئی شخص سزا کا راہ کرتا یا شافی کا راہ کرتا یا کسی نے کام کا راہ کرتا تو وہ کانٹن کے پاس جاتا اور تیر سے نفل نکالتا، اگر اس کا نقصان ہو تاکہ وہ اس کام کو کرے تو وہ کام کرتا اور اگر اس کا نقصان ہو تاکہ کام نہ کرے تو پھر وہ کام نہ کرتا اور اگر سلوہ تیر نفل آتا تو دوبارہ نفل نکالتے۔ (جامع البیان، ۶/۱۷۲ ص ۴۹۹ مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۵ھ)

نجومیوں، کانٹوں اور ستارہ شناسوں سے غیب کی باتیں دریافت کرنے کی ممانعت

جس طرح نفل کے تیروں کے ذریعہ اپنی قسمت کا محل معلوم کرنا اور امور غیبیہ کو دریافت کرنا منوع اور حرام ہے۔ اسی طرح نجومیوں سے قسمت کا محل معلوم کرنا یا جو لوگ ستارہ شناسی کے دعویٰ دار ہیں، ان سے مستقبل کا محل معلوم کرنا بھی منوع اور حرام ہے۔ ہمارے بعض اخبارات اور رسائل میں اس عنوان سے کالم چھپتے ہیں آپ کا یہ ہفتہ کیسے گزرے گا؟ اور انکل بچہ سے غیب کی باتیں بتائی جاتی ہیں، نجومی ہفتہ کی ٹیکس دیکھ کر غیب کی باتیں بتاتے ہیں۔ طوطا اپنی چونچ سے لفظ نکالتا

ہے، بعض مسنی بھاشم کے لوگ قرآن سے نقل لکاتے ہیں۔ یہ نام امور باطل، ناجائز اور حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قیہ کو نہیں جانتا، یا جن امور پر وہی کے ذریعہ وہ اپنے نہیں اور رسولوں کو مطلع فرماتا ہے اس کے سوا اور کوئی قیہ کو نہیں جانتا، کو لایہ اللہ کو جو اہام ہو تا ہے وہ ایک غنی امر ہے، قطعی چیز نہیں ہے۔ زندہ جاویدت میں کافر اور مشرک کا بنوں کے پاس جاتے تھے اور انہیں مستقبل میں جس کام کے حلقہ تردد ہو گا وہ ان سے معلوم کرتے اور وہ نقل کے جہیزوں سے نقل لکھ کر انکل بکے ان کو قیہ کی باتیں بتاتے۔ اسلام نے اس طریقہ کی ممانعت کر دی، اب جو لوگ ستارہ شناسی کے دعویٰ داروں، نجومیوں اور طوطے والوں سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے اور مستقبل کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں، ان کا بھی یہی حکم ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں حضرت ابو مسعود انصاری، حبشہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتب کی قیمت، طوائف (رہزنی) کے سواغہ اور کلین کی حلقی دینے سے منع فرمایا۔  
(صحیح ابوداؤد ج ۲، رقم طبع ۶۷۷، صحیح مسلم ج ۳، رقم طبع ۷۵۷، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم طبع ۳۳۸، سنن ترمذی ج ۲، رقم طبع ۷۵۸، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم طبع ۶۵۹، مسند احمد ج ۱، رقم طبع ۷۵۹، سنن دارمی ج ۲، رقم طبع ۷۵۸، شرح معنی ج ۳، رقم طبع ۷۵۸، المعجم الکبیر ج ۱، رقم طبع ۷۵۸، مسند امام مالک ج ۳، رقم طبع ۷۵۸، مسند ابن ابی شیبہ ج ۱، رقم طبع ۷۵۸، سنن کبریٰ، المصنف ج ۱، رقم طبع ۷۵۸)  
امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث حنفی ۲۵۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ حبشہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کلین کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی، یا جس شخص نے حلقہ عورت کے ساتھ جنسی عمل کیا، یا جس شخص نے کسی عورت کے ساتھ عمل سکس کیا، تو وہ اس (دین) سے بری ہو گیا، جو محمد ﷺ پر باطل کیا گیا۔ سنن ابوداؤد ج ۲، رقم طبع ۷۵۸

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ حنفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ حبشہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے حلقہ عورت کے ساتھ جنسی عمل کیا، یا جس نے کسی عورت کے ساتھ عمل سکس کیا، یا جو شخص کسی کلین کے پاس گیا، اس نے اس (دین) کے ساتھ کلر کیا، جو سیدنا محمد ﷺ پر باطل کیا گیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث تغلیط پر محمول ہے۔ (سنن ترمذی ج ۲، رقم طبع ۷۵۸، مسند احمد ج ۱، رقم طبع ۷۵۸، سنن کبریٰ، المصنف ج ۱، رقم طبع ۷۵۸، امام بخاری نے کہا اس حدیث کا کوئی متعلق نہیں ہے۔ اثرم کا حضرت ابو ہریرہ سے منع مسنون نہیں ہے اور اثرم منکر الحدیث ہے۔) (المعجم الکبیر ج ۱، رقم طبع ۷۵۸، امام ابن ہدی نے اس کو حلقہ میں بیان کیا ہے۔) (الکامل فی الفضل ج ۲، رقم طبع ۷۵۸، تمام اس حدیث کے شواہد ہیں۔)

اس حدیث کا عمل یہ ہے کہ جو شخص کسی آدمی کے حلقہ یہ یقین رکھے کہ اس کو قیہ کا علم ہے اور پھر حلال اور جائز سمجھے کہ اس سے قیہ کی باتیں دریافت کرے، وہ کافر ہو گیا اور اگر وہ ناجائز اور گنہ سمجھے کہ یہ کام کرے، تو پھر یہ گنہ کبیرہ ہے۔  
علامہ ابو سلیمان خلیفی حنفی ۲۸۸ھ لکھتے ہیں:

عرب نہیں کلین تھے اور وہ متحد امور کی معرفت کافر ہوئی کرتے تھے، من میں سے بعض یہ کہتے تھے کہ جن آکر ان کو خبریں دیتے ہیں، اور بعض یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ مستقبل کے امور کو اپنی عقل سے جان لیتے ہیں، اور بعض عرفا کہلاتے تھے جو قرآن اور اسباب سے مختلف چیزوں کا پتا چلا لیتے تھے۔ مثلاً بتاتے تھے کہ چوری کی ہے، اور فلاں شخص نے فلاں عورت

سے بدکاری کی ہے اور بعض نبوی اور ستارہ شناس کو کہیں کہتے تھے۔ حدیث میں من تمام لوگوں کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے اور ان کے اقوال اور ان کی خبروں کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(مسلم السنن ج ۵ ص ۳۷۰-۳۷۱ مطبوعہ دار المنیرۃ بیروت)

کسی درپیش صم کے حلق استخارہ کرنے کی ہدایت

بہر حال جو شخص بھی غیب کی خبروں کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ خود وہ کہیں ہو، نبوی ہو، یا دست شناس ہو، اور جو شخص اس کی خبر کی تصدیق کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور جن لوگوں کو مستقبل میں کسی کام کے حلق تردد ہو، مثلاً کسی جگہ رشتہ کرنا ہے، کسی شخص کے ساتھ شراکت میں کوئی کاروبار کرنا ہے، کسی جگہ سفر چلانا ہے، اور لب و جاننا چاہتا ہے کہ یہ کام اس کے حق میں مہربان یا نہیں تو اس کے لیے کسی نبوی و پیغمبر کے پاس نہ جانے بلکہ شریعت نے اس کے لیے ہمیں استخارہ کی تعلیم دی ہے۔ سورہ اس کے لیے استخارہ کرے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ص ۵۶ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمام کاموں میں ہمیں استخارہ کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح آپ ہمیں قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا قصد کرے تو وہ دو رکعت نفل پڑھے، پھر یہ دعا کرے "اے اللہ! میں تیرے علم سے خیر کو طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تیرے فضل عظیم سے سوال کرتا ہوں کیونکہ تو کھو رہے اور میں کھو نہیں ہوں اور تو عالم ہے اور میں عالم نہیں ہوں اور تو عالم الغیوب ہے۔ اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین اور میری زندگی میں یا فرمایا: میری دنیا اور آخرت میں میرے لیے خیر ہو تو اس کام کو میرے لیے مقدر کر دے، اور میرے لیے آسان کر دے، پھر اس کام میں میرے لیے برکت ڈال اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین اور میری زندگی میں یا فرمایا: میری دنیا اور میری آخرت میں میرے لیے شر ہو تو اس کام کو مجھ سے دور کر دے، اور مجھے اس کام سے دور کر دے، اور میرے لیے خیر کو مقدر کر دے" جملہ کہیں بھی ہو اور مجھ سے راضی رہ۔ آپ نے فرمایا دعا میں اپنے اس کام کا نام بھی لے۔

(صحیح ابوداؤد ج ۱ رقم الحديث ۳۸۸۱ حنفی ترمذی ج ۲ رقم الحديث ۳۸۸۱ سنن ابن ماجہ ج ۱ رقم الحديث ۳۸۸۱ سنن ابوداؤد ج ۵)

رقم الحديث ۳۸۸۱

استخارہ کرنے کا طریقہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اگر ایک بار دعا استخارہ کرنے کے بعد آدمی کا دل کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی طرف نہ جکے تو آیا دعا یہ عمل کرنا مشروع ہے یا نہیں، حتیٰ کہ اس کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے حلق شرح صدور ہو جائے۔ میں کہتا ہوں کہ علامۃ استخارہ اور دعا کو بار بار کرنا مستحب ہے۔ امام ابن السنی نے عمل الیوم و لیلہ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے انس! جب تم کسی کام کا قصد کرو تو اپنے رب سے سلت عرضہ استخارہ کرو، پھر یہ خود کرو کہ تمہارا دل کس جانب مائل ہو تا ہے، میں خبر اسی میں ہے۔ امام عقیلی اور امام ابن عدی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ یہ حدیث سناؤ ہے اور اس سے استدلال نہیں ہو سکتا، بلکہ اس حدیث سے استدلال ہو سکتا ہے کہ جب نبی ﷺ کوئی دعا کرتے تو تین بار دعا کرتے، علامہ نووی نے کتاب غلطکار میں لکھا ہے کہ علامۃ استخارہ کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد "قل یا ہیا

الکافرون" پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد "قل ھو اللہ احد" پڑھے۔ امام غزالی نے بھی احیاء العلوم میں اسی طرح لکھا ہے "اور ہمارے شیخ زین الدین رحمہ اللہ نے لکھا ہے "علاۃ استخارہ میں کسی سورت کی قرأت کرنا مبین نہیں ہے" اور کسی حدیث میں اس تعین کا ذکر نہیں ہے۔

(حدیث القاری ج ۷ ص ۲۲۴ مطبوعہ ادارۃ البیاض النیر یہ "مصر" ۱۳۴۸ھ)

علامہ سید محمد امین بن عبدین شامی حنفی ص ۵۴۷ لکھتے ہیں:

مستحب یہ ہے کہ دعا کے شرع نور آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور نبی ﷺ پر صلوٰۃ پڑھے اور پہلی رکعت میں قرأت کے بعد یہ زیادہ پڑھے (اور نیکو بخلق مایشاء ویختار) اور اس کو پچاسون تک پڑھے اور دوسری رکعت میں (و ما کان لسؤمن ولا مومنۃ الا ھے) پوری آیت پڑھے اور استخارہ کا مکمل سات مرتبہ کرے "جیسا کہ امام ابن اسنی نے (عمل الیوم واللیلہ میں) روایت کیا ہے "اور شرح الشرح میں مذکور ہے کہ مثل تجھے یہ سنا گیا ہے کہ نماز استخارہ پڑھ کر اور دعا پڑھ کر کرنے کے بعد بدو وضو قلبی طرفت کر کے بوجھے "اگر اسے خواب میں کوئی سفید یا سبز چیز نظر آئے تو یہ کام اس کے لیے خیر ہے اور اگر اس کو سیاہ یا سرخ چیز نظر آئے تو یہ کام اس کے لیے شر ہے اور اس کو اس سے اعتنا کرنا چاہیے۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۰ھ)

قرآن کی بناء پر مستقبل کے فتنی اور اک حاصل کرنے کا حکم

امام غزالی رحمہ اللہ ص ۶۶۶ حنفی نے جب تیروں سے قسمت کا عمل معلوم کرنا فسق ہے تو اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ نبی ﷺ قل (ایک شگون) کو پسند کرتے تھے اور تیروں سے اپنے خیر مستقبل کے کسی کام کے متعلق معلومات حاصل کرنا بھی ایک قسم کی غفلت ہے تو پھر تیروں کے ذریعہ فل نکلے کو کیوں فسق فرمایا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ واحد نے کہا ہے کہ تیروں سے فل نکلا یا قسمت کا عمل معلوم کرنا اس لیے حرام ہے کہ اس میں غیب کی معرفت کی طلب ہے اور یہ حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا

اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔

(القمان: ۳۴)

آپ کہنے کے لئے کہ سواج بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ (یذا) غیب کو نہیں جانتا۔

الْعَمْرُؤُا لَا يُلْقِي أَلْمَاسًا (النمل: ۸۵)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کلن کے پاس گیا یا جس شخص نے تیروں کے ذریعہ قسمت کو معلوم کیا یا کسی چیز سے جو فل نکل کر سفر سے واپس ہوا وہ قیامت کے دن جنت کے بلند درجات کو نہیں دیکھ سکے گا (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۸ھ)

اور کوئی معترض یہ بھی کہ سکتا ہے کہ اگر علالت متعارفہ کے ذریعہ فتنی علم حاصل کرنا مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ درج حرارت یا بارش کے ہونے یا نہ ہونے کا علم حاصل کرنا یا جدید سائنسی آلات کے ذریعہ سورج اور چاند کے گمن گئے کا علم حاصل کرنا معرفت غیب کی طلب ہو تو پھر غیب کی تعبیر معلوم کرنے کا علم بھی کفر ہونا چاہیے کیونکہ یہ بھی غیب کی طلب ہے اور کسی چیز سے نیک فل نکلا بھی کفر ہونا چاہیے کیونکہ یہ بھی غیب کی طلب ہے اور جو اسلم کر لیا اور اولیاء اللہ امام کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی کافر ہونے چاہئیں اور یہ بدعت معلوم ہے کہ ابن امور کا کفر ہونا باطل ہے کیونکہ یہ تمام امور شریعت



سے ثابت ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کسی چیز میں بدھشٹی نہیں ہے، اور سب سے عمدہ چیز نفل ہے۔ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! نفل کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اچھی بات جو تم میں سے کوئی شخص سنتا ہے۔ (صحیح البخاری ۵۷۵۵، صحیح مسلم ۲۲۲۳) کسی پچھندیدہ قول یا فعل سے برا معنی لینا بدھشٹی ہے۔ عرب جب کہیں جانا چاہتے تو وہ پرندہ یا کسی جانور کو ذرا کر اڑاتے یا بھاگتے۔ اگر وہ دائیں جانب بھاگتا تو اس کو مبارک جانتے اور سفر پلے جلتے اور اگر وہ بائیں جانب جاتا تو اس کو منحوس جانتے اور سفر نہ جلتے، یا جو کلام کرنا ہوتا نہ کرتے اور نفل کا معنی نیک اور اچھی بات ہے جس سے طبیعت میں خوشی ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ جب کسی کام کے لیے جلتے تو آپ یہ سن کر خوش ہوتے تھے یا راہنہ (اے ہدایت یافتہ) یا نہج (اے کامیاب)۔ (سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث ۳۷۳۲)

عبد اللہ بن عمرہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کسی چیز سے بدھشٹی نہیں لیتے تھے۔ آپ جب کسی شخص کو عامل بنا کر بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے، جب آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے اور آپ کے چہرے سے خوشی ظاہر ہوتی اور اگر آپ کو اس کا نام پچھندہ ہوتا تو آپ کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہوتی، اور جب آپ کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس کا نام پوچھتے، اگر آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے اور آپ کے چہرے سے خوشی ظاہر ہوتی اور اگر آپ کو اس کا نام پچھندہ ہوتا تو آپ کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہوتی۔

(سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث ۳۹۲۰، مسند احمد ج ۱، ص ۱۸۰، مسطورہ کتب اسلامی، بیروت، طبع قدیم)

سراسر کا جواب یہ ہے کہ قرآن اور حدیث میں فیہ کے جس علم کی طلب سے منع فرمایا ہے اس سے مراد فیہ کا جتنی اور قطعی علم ہے اور علمات، اگات اور علم تغیر اور نقل سے جو فیہ کا اور اک حاصل ہوتا ہے وہ محض عین ہے۔ بعض صورتوں میں یہ عین قوی ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں یہ عین ضعیف ہوتا ہے۔ اس آیت کی توجہ میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ کفار کا عقیدہ یہ تھا کہ تیروں کے زیر جو ان کو مسطوبت حاصل ہوتی ہیں وہ جنوں کے تصرف سے حاصل ہوتی ہیں اور ان کا یہ عقیدہ قسق تھا اس لیے فرمایا کہ یہ قسق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے: "تج کفار تہمہ سے دین کی بات سے بچس ہو گئے، سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے

ڈرو"۔ (المائدہ ۲)

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تفسیر مسلمان پر بحث و نظر

اس آیت کے پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو چھ عمرات کے کھانے سے منع فرمایا، جن کا ذکر اس آیت کے شروع میں ہے اور تیسوں سے قسمت کا مل دریافت کرنے سے منع فرمایا۔ اور آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں احکام شرعہ کے عمل پر براہ گتہ نہ فرمایا، اور ان کو غلبہ کی بدولت دی، تاکہ شریعت پر عمل کرنے کا حکم اور قوی ہو اور ان کی شجاعت اور زیادہ ہو۔ یہ آیت دس جہری جنت الوداع کے سال عرفہ کے دن نازل ہوئی، وہ دن جمعہ کا تھا اور اس میں فرمایا کفار تمہارے دین کو باطل کرنے اور تم پر غلبہ پانے سے اور اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف تمہارے لوٹ جانے سے بچس ہو چکے ہیں، اور شیطان بھی بچس ہو گیا ہے کہ تمہاری سرزمین پر اس کی عہدت کی جائے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں یہ یوم عرفہ تھا اور اس دن جمعہ تھا جب نبی

پھر نے میری معرفت پر خطر اٹھایا آپ کو مسجدین کے سوا کوئی نظر نہیں آیا اور آپ نے کسی شرک کو نہیں دیکھا تب آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اس آیت کو لے کر نازل ہوئے۔

(جامع البیان، ۶/۲، ص ۱۰۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام مسلم بن حجاج قصوری حنفی رحمہ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان جزیرہ عرب میں اپنی مہلت کیے جانے سے بے یاس ہو گیا ہے، لیکن وہ (مسلمانوں) کو ایک دوسرے کے خلاف بیزگاہے گا۔

(صحیح مسلم، ج ۲، رقم الحدیث: ۲۸۱۳، مسند احمد، ج ۳، ص ۳۸۳-۳۵۳، ج ۴، ص ۱۲۶)

اس آیت اور ابن ماجہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ جزیرہ عرب اور خصوصاً حرمین طہن میں شیطان کی مہلت نہیں ہو سکتی نہ بت پرستی ہوگی اور اس سے یہ واضح ہوا کہ ترکوں کے دور میں حرمین شریفین میں جو اہل ملت کے معمولات تھے۔ مسلمان رؤفہ اللہ کی باتوں کو چوتے تھے اور نبی ﷺ سے استمداد اور استعاذہ کرتے تھے اسی طرح ناقض صحابہ اور اہل بیت کرام کی تہور سے استمداد کرتے تھے۔ ان میں سے کوئی چیز شرک نہیں تھی، نہ شیطان کی مہلت تھی، نہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا شیطان جزیرہ عرب میں اپنی مہلت کیے جانے سے بے یاس ہو چکا ہے۔

بارہویں صدی ہجری میں شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کا مقصد یہ تھا کہ انبیاء طہیم السلام سے توسل کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا شرک ہے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے، وہ کافر ہے، اور اس کو قتل کرنا مباح ہے۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب حنفی رحمہ نے لکھا ہے:

تم یہ جان چکے ہو کہ لوگ اللہ کی روایت کا انکار کرنے کی وجہ سے اسلام میں داخل نہیں ہوتے، اور فرشتوں اور نبیوں کی شفاعت کا انکار کرنے کی وجہ سے اور ان کے وسیلہ سے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی وجہ سے ان کو قتل کرنا اور ان کا قتل کرنا مباح ہو گیا ہے۔ (کتف المہلت، ص ۱۰، مطبوعہ مکتبہ سفینہ، مدینہ منورہ)

شیخ ذکور کے ہمائی شیخ سلیمان بن عبد الوہاب نے شیخ ذکور کے روایت مسطورہ الحدیث سے استدلال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جس قدر چاہا، اپنے حبیب سے مطلع فرمایا اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے، اس کی خبر دے دی، اور رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ جزیرہ عرب میں شیطان اپنی مہلت سے بے یاس ہو چکا ہے، اور شد لو کی روایت میں یہ مذکور ہے کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی نہیں ہوگی اور ہمارا مذہب ان حدیثوں کے برخلاف ہے، لیکن تہمت ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارا اور اس کے گرد و نواح اور عراق میں دجلہ سے لے کر ہند تک جہاں حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں ہیں، اسی طرح سارے بین و جزائر میں شیطان کی پرستش اور بت پرستی ہوتی ہے، اور یہی ہے کہ مسلمان بت پرست اور کفار ہیں۔ حالانکہ یہ تمام جگہیں سرزمین عرب کے وہ تمام علاقے ہیں، جن کی سطحی اہل ان لوگ کفر سے برکت کی حضور ﷺ نے خبر دی ہے، اور تم کہتے ہو کہ یہی ہے کہ لوگ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ کہے، وہ بھی کافر ہے۔ سو یہ تمام اطلعت ہمارے مذہب کا رد کرتی ہیں۔ نیز امام احمد رحمہ ترمذی رحمہ نقلی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبہ اللہ (عراق) کے موقع پر فرمایا: شیطان ہمیشہ کے لیے اس سے بے یاس ہو چکا ہے کہ ہمارے اس شر (کہ کفر) میں اس کی پرستش کی جائے۔ البتہ ہمارا یہی کہ اس کی عبادت ہوئی رہے گی۔ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ خلاف واقع خبر نہیں دیتے اور جن چیزوں (توسل اور طلب شفاعت) کا ہم تم شرک و کفر دیکھتے ہو، ان کے مرتکبین کو بت پرست کہتے ہو، ان

تمام امور پر تمام اہل کفر کے عوام 'امراء اور علماء جو سوائے زیادہ عرصہ سے محل بی رہیں اور تہذیب انگلیں ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں اور یہ اعلیٰ تہذیب کے زعم قائلہ کار کرتے ہیں۔ (المؤمنین لایبہ منہ) مسطورہ مکتبہ المصطفیٰ، استنبول

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی ۵۸۵ھ لکھتے ہیں ہمارے زمانہ میں محمد بن عبد الوہاب کے جیسے نجد سے نکلے اور حرمین پر قابض ہو گئے۔ یہ خود کو متنبی و رہب کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن حق کا عقیدہ یہ ہے کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے اعتقاد کے مختلف ہوں وہ مشرک ہیں۔ انہوں نے اہل سنت کے قتل اور حق کے قتل کو جائز قرار دیا۔

(اردو المعارف ج ۳ ص ۳۰۹ مسطورہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۰ھ)

شیخ عمر انور شاہ شمسیری حنفی ۵۸۵ھ لکھتے ہیں دراصل محمد بن عبد الوہاب نجدی توہ پلید شخص قاسم علم تھا اور وہ بہت جلد کفر کا حکم لگا کر اہل قتلہ جلائے بغیر اس شخص کو کشتی چاہیے جس کا علم بہت پختہ ہو اور وہ حاضر دین ہو اور کفر کی وجہ سے اور اس کے اسباب کا جاننے والا ہو۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۳۰۹ مسطورہ مکتبہ المصطفیٰ، استنبول)

سید احمد بن زینی دحلان کی شامی حنفی ۵۸۵ھ لکھتے ہیں اور شیخ نجدی بہ صراحت لکھا کہ اگر قاتل کا جو سوائے تمام امت کا فر ہے اور وہ اس شخص کی تکفیر کرتا تھا جو اس کی اتباع نہ کرے۔ خود وہ اختلاف پر بیزار تھا شخص ہی کیوں نہ ہو وہ ایسے تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دے کر ان کو قتل کرنا اور ان کے محل و منزل کو لوٹنے کا حکم دیتا اور جو شخص اس کی اتباع کرتا تھا اس کو مومن قرار دیتا۔ خود وہ شخص بدترین قاتل ہو۔ (اعلام الکلام فی امر اہلہ الفہام ص ۳۳۳ مسطورہ مکتبہ المصطفیٰ، استنبول)

سید حسین احمد مدنی لکھتے ہیں محمد بن عبد الوہاب نجدی ابتدا میں تیسویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ (یہ صفحہ میں پیدا ہوا اور ۳۰۹ھ میں مرگیا سیدی غفرلہ) اور چونکہ یہ خیالات اہل علم اور عقائد قائلہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت و الجماعت سے قتل و قتل کیا ان کو پھر اپنے خیالات کی تکفیر دتا۔ حق کے اصول کو نفیست کامل اور طاعن سمجھا لیکن اس کے قتل کرنے کو باہت ثواب و رحمت شمار کرتا رہا اہل حرمین کو ضرور سنا اور اہل قبا کو عموماً تکلیف شدہ پہنچائیں، ملت صالحین اور اہل حق کی شان میں نفیست گستاخی اور بے لوثی کے لفظ استعمال کیے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوجوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اہل اصل واد ایک عالم دہائی و خوشنواں شخص تھا۔ (شلب ج ۲ ص ۳۲ مسطورہ کتب خانہ امراۃ زینہ دین علیہ السلام ص ۱۰۲)

نیز حسین احمد مدنی لکھتے ہیں

۱۔ محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اصل عالم و تمام مسلمانوں اور مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتل کرنا ان کے اصول کو ان سے چھین لینا طاعن و باہت ہے چنانچہ نواب صدیقی حسن خان نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔

۲۔ نجدی اور اس کے اتباع کا یہ تکبیری عقیدہ ہے کہ انبیاء عظیم اسلام کی حیات فقہ اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں۔ (شلب ج ۲ ص ۳۳)

۳۔ زیارت رسول مقبول ﷺ و حضوری آستانہ شریف و طاعن و فسادہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت و فسادہ سمجھتا ہے اس طرف اس نیت سے سرگرمی و متوجہ رہتا ہے۔ بعض حق میں کے سرزادہ کے ساتھ ان کے دور کو پہنچاتے ہیں اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوة و سلام ذات اقدس نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں پڑھتے بلکہ ان طرف متوجہ ہو کر دعا و فیوہ لکھتے ہیں۔ (شلب ج ۲ ص ۳۵)

۴۔ ثبوتِ حضرت رسالت علی ما سبھا صلوة والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے ظلمات استعمال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت نہایت تبلیغ کی گئی ہے اور اپنی شخصیت بھی وضع افتدائی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق لب ہم پر نہیں، اور نہ کوئی احسان اور ناکدہ ان کی ذات پاک سے بعد وقت ہے اور اسی وجہ سے قس و دعائیں آپ کی ذات پاک سے بعد وقت جہاز کرتے ہیں۔ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے: نقل کفر، کفر نہ باشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاشی ذات سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے، ہم اس سے کئے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذاتِ خیر عالم بھی تو یہ بھی نہیں کر سکتے (شلب قائب ص ۴۷)

۵۔ وہابیہ اشغالِ باطنیہ و اعلیٰ صوفیہ مراقبہ ذکر و فکر و ارادت و مشغولت و ربط القلب باشیخ و فنا و بقاء و غلوت وغیرہ اعمال کو فضول و لغو و بدعت و خلافات شمار کرتے ہیں اور ان اکابر کے اقوال و افعال کو شرک و غیرہ کہتے ہیں، اور ان سلاسل میں داخل ہونا بھی مکروہ و مستحب، بلکہ اس سے زائد شمار کرتے ہیں۔ (شلب قائب ص ۵۹)

۶۔ وہابیہ کسی خاص اہم کی تقلید کو شرک فی الرسالت جانتے ہیں اور آخر اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ وہابیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہل سنت و الجماعت کے مخالف ہو گئے، چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ خبیثہ کے ہیں۔ وہابیہ نجد عرب اگرچہ بوقتِ اسلام دعویٰ ضعیف ہوئے کا اقرار کرتے ہیں، لیکن عمل در آمد ان کا ہرگز جملہ مسائل میں اہم احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر نہیں ہے، بلکہ وہ بھی اپنے فہم کے مطابق جس حدیث کو مخالف فقہ حنبلیہ خیال کرتے ہیں اس کی وجہ سے فقہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (شلب قائب ص ۷۳-۷۴)

۷۔ مثلاً علی العرش استوی وغیرہ آیات میں طائفہ وہابیہ استواء ظاہری اور جہات وغیرہ ثابت کرتا ہے جس کی وجہ سے ثبوتِ جمعیت وغیرہ لازم آتا ہے۔ مسئلہ نداء رسول پیچھے میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں۔ (الی قول) چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بار بار نایاکہ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنے کو سخت منع کرتے ہیں، اور اہل حرمین پر سخت نظرین اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں، اور ظلمات پشائستہ استعمال کرتے ہیں۔ علائکہ ہمارے مقدس بڑو گن دین اس صورت اور جملہ صورت درود شریف کو اگرچہ ہمیشہ نداء و خطاب کہیں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے ہیں، اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔ (الی قول) وہابیہ نجد یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں استعانت بغیر اللہ ہے اور وہ شرک ہے، اور یہ بھی ان کے نزدیک سب مخالفت کی ہے، علائکہ یہ اکابر متحد ملان دین متین اس کو ان اقسام استقامت میں سے شمار نہیں کرتے جو کہ مستوجب شرک یا باطل محضت ہو۔ (شلب قائب ص ۶۵-۶۶) (مطالعہ)

۸۔ وہابیہ خبیثہ کثرتِ صلوة و سلام و درود و غیرہ اہم علیہ السلام اور قرأت و تلاک الخیرات و قصیدہ برود و قصیدہ ہمزہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے و درود پڑھنے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں، اور بعض اشعار کو قصیدہ برود میں شرک وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً

یا اشرف العلق ما لی من اللوذ بہ

سواک عند حلول الحوادث العسم

”اے افضل مخلوقات امیر اکوئی نہیں جس کی پہلہ پکڑوں بجز تیرے، بروقت نزولِ حوادث۔“ (شلب قائب ص ۷۶)

۹۔ وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر غلی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم کو پہنچا دیتے ہیں۔ (شلب قائب ص ۶۷)

۱۰۔ وہابیہ سوائے علم احکام الشرائع جملہ علوم اسرارِ حقانی وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کو خالی

جانتے ہیں۔ (شلب جاقب ص ۶۷)

۱۰۔ وہابیہ فتنہ ذکر رسالت حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبیح بدعت کہتے ہیں اور علیٰ هذا التقیاس ازکار اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی برا سمجھتے ہیں۔ (شلب جاقب ص ۶۷)

وہابیہ نے علماء حرمین شریفین کے خلاف کیا تھا اور کرتے رہتے ہیں اور اسی وجہ سے جبکہ وہ غلبہ کر کے حرمین شریفین پر حاکم ہو گئے تھے ہزاروں کو قتل کر کے شہید کیا اور ہزاروں کو سخت ایذا میں مبتلا کیا۔ ہزاروں سے ہلاک ہوئے۔ ان سب امور میں ہمارے ائمہ ان کے سخت مخالف ہیں۔ (شلب جاقب ص ۶۸-۶۷ مطبوعہ مکتب خانہ اعجازیہ، دہلی، ضلع سارنچر)

شیخ خلیل انیسٹروی نے ایک کتاب لکھی ہے "احمدیات لدفع التلبسات" اس میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک محمد بن عبد الوہاب کا وہی حکم ہے جو صاحب الدر الخازن نے خراج کا لکھا ہے۔ اور جو علامہ شامی نے محمد بن عبد الوہاب کے متعلق لکھا ہے۔ شیخ اشرف علی تھانوی، شیخ شہیر احمد عینی، شیخ حبیب الرحمن اور دیگر ائمہ دیوبند نے اس کی تصدیق کی ہے۔

لو اب صدیق حسن خلیفہ بھائی، متوفی ۱۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

حرمین شریفین کے لوگ شیخ نجدی کے بارے میں بھی ناراض ہوتے ہیں، کیونکہ شیخ نجدی ان کے لیے شدید تکلیف اور مصائب کا سبب بنا تھا۔ پس جو شخص بھی کہ معمر اور مرید منورہ سے ہو کر آتا ہے وہ اپنے دل میں محمد بن عبد الوہاب کے خلاف سخت غم و غصہ لے کر آتا ہے۔ (سوانح العوامہ من حیون الیہ والوفاء ص ۳۸)

حضرت علی کی خلافت کا غیر منصوص ہونا

اس آیت میں فرمایا ہے کہ کفار آج تمہارے دین (کی ناکامی) سے باز ہو گئے۔ پھر اس کو موکد فرمایا "تم ان سے نہ ڈرو" مجھ سے ڈرو اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے منصوص اور واجب الاحاطت نہیں تھی، ورنہ جو شخص اس شخص کو چھپانے کا ارادہ کرتا یا اس میں تغیر اور تحریف کا ارادہ کرتا وہ اس دین کی ناکامی سے باز ہو جاتا جیسا کہ اس آیت کا مقنا ہے اور صحابہ میں سے کوئی شخص بھی اس شخص کو چھپانے پر مجبور نہ ہوتا۔ اور جب اس شخص کا کہیں کوئی ذکر نہیں آیا کسی حدیث اور کسی اثر میں اس کا بیان نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ شیعہ اور واقعہوں کا یہ روایت کثرتاً باطل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اہمیت اور خلافت کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے نص صریح تھی "اور صحابہ نے اس کو چھپا لیا۔ کیونکہ اگر اس شخص کا تعلق دین کی کھلیابی اور اس کے غلبہ سے ہوتا جیسا کہ شیعہ کا دعویٰ ہے تو پھر اس کے چھپانے سے دین کے مخالف باوجود ہو چکے تھے اور شیعہ صحابہ کو دین کا مخالف اور کافر ہی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "تو میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا" اور تمہارے لیے اسلام کو (ظہور اور بے پند کر دیا) (مائیدہ ۳)

تدریجاً احکام کا نزول دین کے کامل ہونے کے متانی نہیں

یہ آیت مجتہد اہل دین کے سال دس بھری کو عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے "اور اس دن دین کامل ہوا ہے۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا اس سے پہلے دس سال تک دین ناقص رہا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں فرائض اور واجبات اور عمرات اور کدہات پر مشکل احکام کا نزول تدریجاً ہوا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کا نزول بھی تدریجاً ہوا ہے اور اس آیت میں دین کے کامل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اصول اور فروع، عقائد اور احکام شریعہ کے متعلق جتنی آیات نازل ہوئی تھیں وہ تمام آیات اللہ تعالیٰ نے نازل کر دی ہیں۔ عقائد کے باب میں تمام آیات نازل کر دی گئیں۔ اسی طرح قیامت تک پیش آنے والے مسائل اور

حواث کے متعلق تمام احکام کے متعلق آیات نازل کر دی گئیں اور ان کی تشریح زبان رسالت سے کر دی گئی ہے۔ دین اسلام تو پیشہ سے کمال ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے بندوں کی آسپاسی کے لیے اس کا بیان تدریجاً فرمایا، کیونکہ جو لوگ کفر اور برائی میں سرے پر تک ڈوبے ہوئے تھے، اگر ان کو یک لخت ان تمام احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا جاتا تو یہ ان کی طبیعت پر سخت مشکل اور دشار ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی سہولت کی خاطر اس کا بیان رفتہ رفتہ اور تدریجاً فرمایا اور آج یہ بیان اپنے تمام و کمال کو پہنچ گیا۔

اسلام کا کامل دین ہونا اور ان سابقہ کے کامل ہونے کے متناہی نہیں

اس آیت پر دو سوال یہ ہے کہ اس آیت میں اسلام کو نکل دین فرمایا ہے، تو کیا حضرت موسیٰ، حضرت یحییٰ اور دیگر انبیاء سابقین کا دین کامل نہیں تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام لوہان سابقہ اپنے اپنے زمانوں کے لحاظ سے کامل تھے۔ ان کے زمانوں میں تہذیب و تمدن کے جو تقاضے تھے اور ان کی رعایت سے جس طرح کے شرعی احکام ہونے چاہئیں تھے، اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی احکام نازل فرمائے، پھر حالات کے بدلنے اور تہذیب و ثقافت کی ترقی سے تقاضے بدلنے لگے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر بعد کی شریعت میں پہلی شریعت کے بعض احکام منسوخ کر دیے اور نئے احکام کا یہ سلسلہ سیدنا محمد ﷺ کی بعثت تک جاری رہا، بلکہ آپ کی شریعت میں بھی بعض احکام منسوخ کیے گئے۔ لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی حکم منسوخ نہیں ہو گا اور اب جس قدر احکام ہیں، وہ سب حکم ہیں اور ناقابل تنسیخ ہیں، اور قیامت تک یہ تمام احکام نافذ العمل رہیں گے، الا یہ کہ جس حکم کی مدت خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمادی ہے۔ مثلاً جزیہ کی مدت نزول یعنی طبع السلام تک ہے، اور اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس وقت سب مسلمان ہو جائیں گے۔ لہذا کسی سے جزیہ لینے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اور ان سابقہ میں سے ہر دین کامل تھا، لیکن اس کا کمال اخلاقی تھا، اور دین جس زمانہ اور جس قوم اور جس علاقہ کے لیے تھا، اس کے لحاظ سے وہ دین کامل تھا اور اسلام بھی دین کامل ہے اور اس کا کمال حقیقی ہے، یہ اپنے زمانہ نزول سے لے کر قیامت تک کے لیے کمال ہے، تمام لوگوں کے لیے اور تمام دنیا کے لیے اب تک دین ہے اور یہی مکمل حقیقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَمَا فَعَلَ الْمُرْسَلُونَ نَذِيرًا اور ہم نے آپ کو قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر اور آنے والے آپ خوشخبری دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں۔ (سہ ۳۸)

تَبَارَكَ الَّذِي مَرَّلَ الْمُرْسَلَانِ عَلَى عَبْدِهِ  
يَكُونُ لِلْمَلِئَةِ جِئَ نَذِيرًا (العنقران)  
وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ يَنْفَرْنَا فَلَنْ نُجَبِّلَ وَهُوَ  
(آل عمران: ۸۵)  
اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

امام مسلم بن حجاج قسری حنفی ۳۷۹ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے انبیاء پر چہ وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جو امع اعظم (ایسا حکام جس میں التفات کم ہوں اور معنی زیادہ ہوں) عطا کیے گئے اور رعب سے میری مدد کی گئی اور مجھ سے میرے لیے حلال کر دی گئیں اور میرے لیے تمام روئے زمین کو پاک کرنے والی امانتیں اور مسجد بنانا گیا اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبیوں کو قسم کر دیا گیا اور حضرت جابر کی روایت میں ہے ہر نبی کو بالخصوص اپنی قوم کی طرف بعوث

کیا جاتا تھا اور مجھے ہر کالے اور گورے کی طرف بحث کیا گیا ہے۔

(الحج مسلم ج ۱، رقم الحديث ۵۷۳-۵۷۱، سنن ترمذی ج ۳، رقم الحديث ۱۵۵۹)  
قرآن مجید کی آیات اور اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ سیدنا محمد ﷺ کو قیامت تک تمام لوگوں کیلئے رسول بنا دیا گیا ہے اور اسلام ہی ہے کہ آپ کی شریعت قیامت تک کیلئے ہے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسلام کے سوا اور کوئی دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ سو واضح ہو گیا کہ باقی ادیان اپنے اپنے زمانوں کے اعتبار سے کمال تھے اور اسلام قیامت تک کیلئے کمال دین ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ اسلام کے متعلق فرمایا کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کمال کر دیا۔  
یوم میلاد النبی ﷺ کا عید ہونا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی ۳۲۰ھ بیان کرتے ہیں: یہ آیت مجتہدوں اور علمائے دین کے سال یوم عرفہ کو بعد از جمعہ نازل ہوئی اور اس کے بعد فرائض سے متعلق کوئی آیت نازل ہوئی نہ طالع بعد حرام سے متعلق کوئی آیت نازل ہوئی اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی ﷺ صرف انیس روز زندہ رہے۔ ابن جریر سے اسی طرح روایت کی گئی ہے۔

(جامع البیان ج ۶ ص ۱۰۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)  
امام ابو یوسف یحییٰ بن محمد بن یحییٰ ترمذی حنفی ۲۴۰ھ روایت کرتے ہیں: محمد بن ابی عمار بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک یودی کے سامنے یہ آیت پڑھی "الیوم اکملت لکم دینکم" (الایہ تو اس یودی نے کہا اگر ہم پر یہ آیت نازل ہوئی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے یوم الجملہ اور یوم عرفہ کو۔ (سنن ترمذی ج ۵، رقم الحديث ۳۰۵۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن مسلمانوں کی عید ہے اور عرفہ کا دن بھی مسلمانوں کی عید ہے اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ مسلمانوں کی صرف دو عیدیں ہیں انہوں نے اس حدیث پر غور نہیں کیا۔ البتہ ایہ کہا جاسکتا ہے کہ مشہور عیدیں صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں جن کے مخصوص احکام شرعیہ ہیں۔ عید الفطر میں صبح افطار کیا جاتا ہے اس کے بعد دو رکعت نماز عید گاہ میں پڑھی جاتی ہے اور اس کے بعد خطبہ پڑھا جاتا ہے اور عید الاضحیٰ میں پہلے نماز اور خطبہ ہے اور اس کے بعد صاحب نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے۔ جمعہ کا دن مسلمانوں کے اجتماع کا دن ہے اور اس میں عمر کے بدلہ میں نماز اور خطبہ فرض کیا گیا ہے اور عرفہ کے دن غیر قربان کے لیے روزہ رکھنے میں بڑی فضیلت ہے اور اس سے دو سال کے مکہ معظمہ ہو جاتے ہیں۔

علامہ رافع اسلمانی حنفی ۵۰۳ھ لکھتے ہیں

عید اس دن کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے اور شریعت میں عید کا دن یوم الفطر اور یوم النحر (قربانی کا دن) کے ساتھ مخصوص ہے اور جبکہ شریعت میں یہ دن خوشی کے لیے بنایا گیا ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں متنبہ فرمایا ہے یہ کھانسنے پینے اور ازدواجی عمل کے دن ہیں اور عید کا لفظ ہر اس دن کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس میں کوئی خوشی حاصل ہو اور اس پر قرآن مجید کی اس آیت میں دلیل ہے:

قَالَ عَبَسَ بَنُو مَرْثَمَ الدُّهُمَ رَمًا أَسِيرًا  
عَلَيْهَا مَائِدَةٌ مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا  
لَاؤَلَسَا بَاقِيَةً وَأَوَّلِيَّةٌ يَتَكَلَّمُ (المائدہ ۴۳)

(المفردات ص ۳۵۲ مطبوعہ المکتبہ المرقیہ بیروت ۱۴۱۶ھ)

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شرعی اور اصطلاحی عید تو صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں اور یوم عرفہ اور یوم جمعہ عرفہ عید ہیں اور جس دن کوئی نعت اور خوشی حاصل ہو وہ بھی عرفہ عید کا دن ہے اور تمام نعتوں کی اصل سیدنا محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ سو جس دن یہ عظیم نعت حاصل ہوئی، وہ تمام عیدوں سے بڑھ کر عید ہے اور یہ بھی عرفہ عید ہے، شرعاً عید نہیں ہے، اس لیے مسلمان ہمیشہ سے اپنے نبی ﷺ کی ولادت کے دن بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی مناتے ہیں۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ بارہ ربیع الاول نبی ﷺ کا یوم ولادت ہے اور بعض اقوال کے مطابق آپ کا یوم وفات بھی یہی ہے۔ تم اس دن نبی ﷺ کی ولادت پر خوشی مناتے ہو۔ اس دن آپ کی وفات پر سوگ کیوں نہیں مناتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے ہمیں نعت پر خوشی منانے، اس کا اظہار اور بیان کرنے کا تو حکم دیا ہے اور کسی نعت کے چلے جانے پر سوگ منانے سے منع کیا ہے۔ دو سرا جواب یہ ہے کہ ہم غم اور سوگ کیوں کریں؟ نبی ﷺ جس طرح پہلے زندہ تھے، اب بھی زندہ ہیں۔ پہلے دار الحکیت میں زندہ تھے، اب دار اجزاء اور جنت میں زندہ ہیں، آپ پر امت کے اعلیٰ جوش کیے جاتے ہیں، نیک اعمال پر آپ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور برے اعمال پر آپ امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ آپ زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں، طالبین شفاعت کے لیے شفاعت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے مظاہر اور مشاہد میں مستغرق رہتے ہیں اور آپ کے مراتب اور درجات میں برکتیں اور ہر لحظہ ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اس میں غم کرنے کی کون سی وجہ ہے؟ جبکہ آپ نے خود یہ فرمایا ہے میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری ممات بھی تمہارے لیے خیر ہے۔ (الوفاء بالاحوال الصغریٰ ص ۸۵)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متنی ۱۹۹۱ھ لکھتے ہیں: میرا یوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش کی عید میلاد منائی، ان کو دیکھ کر کچھ مسلمانوں نے رسول کریم ﷺ کی پیدائش پر عید میلاد النبی کے نام سے ایک عید بنادی، اس روز بازاروں میں جلوس نکالنے اور اس میں طرح طرح کی خرافات کو اور رات میں چراغوں کو جلوت سمجھ کر کرنے لگے۔ جس کی کوئی اصل صحابہ و تابعین اور اسلاف امت کے عمل میں نہیں ملتی۔ (اصناف القرآن، ج ۳ ص ۳۰۳ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی ۱۹۷۹ء)

سید ابوالاعلیٰ مودودی متنی ۱۹۹۱ھ نے ایک انٹرویو کے دوران ایک سوال کے جواب میں کہا: سب سے پہلے تو آپ کو یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ اسلام میں عید میلاد النبی کا تصور بھی ہے یا نہیں۔ اس سوال کو، جس کو علامہ اسلام ﷺ سے منسوب کیا جاتا ہے حقیقت میں اسلامی سوال ہی نہیں۔ اس کا کوئی ثبوت اسلام میں نہیں ملتا، حتیٰ کہ صحابہ کرام نے بھی اس دن کو نہیں منایا۔ انیسویں اس سوال کو جواب دے دی گئی ہے، لاکھوں روپے برباد کیا جاتا ہے۔

(ملت روز قدس، ۱۱ مارچ ۱۹۹۶ء)

عام طور پر شیخ محمد بن عبد الوہاب کے متبعین اور علماء دیوبند یہ تاثر دیتے ہیں کہ بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منانا اصل سنت و جماعت کا طریقہ ہے اور ان کی اس بنا و اختراع ہے۔ جیسا کہ مذکور الہدو اقتباس سے ظاہر ہو رہا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ ہمیشہ سے اہل اسلام، بارہ ربیع الاول میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے رہے ہیں، اور ان ایام کو عید مناتے رہے ہیں۔ علامہ احمد رضا علی مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ہمیشہ سے اہل اسلام رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے عید میں محفلیں منعقد کرتے رہے ہیں اور دعوتیں کرتے رہے ہیں، اور اس عید کی راتوں میں مختلف قسم کے صدقات کرتے ہیں، خوشی کا اظہار کرتے ہیں، اور نیک اعمال زیادہ کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی ولادت کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اس کی برکت سے ان پر فضل عام ظاہر ہوتا ہے۔ میلاد شریف منعقد کرنے سے یہ تجربہ کیا گیا ہے کہ انسان کو اپنا نیک مطلوب حاصل ہو جاتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے جس



نے مولود مبارک کے مہینہ کی راتوں کو عیدیں بتادیا۔ (الرواہب اللہ نیہ 'ج ۱' ص ۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

علامہ طحطائی نے علامہ محمد بن محمد ابن الجزری متوفی ۸۳۳ھ کی اس عبارت کو ان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۶۶ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ قرون ثلاثہ میں اس محفل کے انعقاد کا اہتمام نہیں ہوا تھا لیکن یہ بدعت حسنہ ہے۔ اس عمل میں بعض دنیا دار لوگوں نے جو عنکرات شہل کر لیے ہیں علامہ ابن اللزج مالکی نے جو عمل میں ان کا رد کیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ اس مہینہ میں عقیقے کے کام زیادہ کرنے چاہئیں اور حدیث 'خیرات اور دیگر عبارات کو یہ کثرت کرنا چاہیے' اور یہی مولود منانے کا مستحسن عمل ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اردن کے بلاد شہلک مظفر ابو سعید متوفی ۷۳۰ھ نے سب سے پہلے میلاد النبی کی محفل منعقد کی۔ یہ بہت بھلا اور عالم 'عاقل' نیک اور صالح بلاد شہل تھا یہ عین سوداگر خراج کر کے بہت عظیم دعوت کا اہتمام کرتا تھا۔ (شرح الرواہب اللہ نیہ 'ج ۱' ص ۸۷ مطبوعہ دارالطریقہ بیروت ۱۴۳۳ھ)

شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں ہم نے بہت تفصیل سے میلاد النبی منانے پر بحث کی ہے اور علامہ سیوطی 'طاعلی' جاری اور دیگر علماء نے کتب و دست سے جو میلاد النبی کی اصل نکالی ہے اور مفسرین کے جو اہل بیت دیتے ہیں اور اس پر دلائل فراہم کیے ہیں ان کو تفصیل سے لکھا ہے۔ بعض شہسوار میں میلاد النبی کے جلوس میں بعض لوگ ہلے گاہے اور غیر شرعی کام کرتے ہیں اور ہمارے علماء ہمیشہ اس سے منع کرتے ہیں۔ تاہم اکثر شہسواروں میں بالکل پاکیزگی کے ساتھ جلوس نکالا جاتا ہے۔ میں دو مرتبہ برطانیہ گیا اور میں نے وہیں اس مہینہ میں متعدد جلوسوں میں شرکت کی۔ ان جلوسوں میں خست خوانی اور ذکر اذکار کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کوئی غیر شرعی کام نہیں ہوتا اور تمام شرکاء جلوس باجماعت نماز پڑھتے ہیں اور بعد ازاں جلسہ ہوتا ہے جس میں نبی ﷺ کے فضائل اور عہد بیان کیے جاتے ہیں۔

پہلے دیوبند اور جماعت اسلامی کے علماء عید میلاد النبی منانے اور جلوس نکالنے پر انکار کرتے تھے لیکن اب تقریباً ہندو میں سال کے عرصہ سے دیوبند اور جماعت اسلامی کے متعدد علماء میلاد النبی پیچھے کا جلوس نکالنے اور اس میں شرکت کرنے لگے ہیں اور سپاہ صحابہ کے اکابر علماء حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ایام بھی منانے لگے ہیں۔ ان دونوں میں جلوس نکالتے ہیں اور حکومت سے ان ایام میں سرکاری تفصیل کا مطالبہ کرتے ہیں۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۹ھ عید میلاد النبی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کہیں قوم کے بلے آدمی کی پیدائش یا موت کا یا تخت نشینی کا دن منایا جاتا ہے اور کہیں کسی خاص ملک یا شہر کی فتح اور کسی عظیم تاریخی واقعہ کا جس کا حاصل اشخاص خاص کی عزت افزائی کے سوا کچھ نہیں۔ اسلام اشخاص پرستی کا قائل نہیں ہے اس لئے ان تمام رسوم جاہلیت اور فحش یادگاروں کو چھوڑ کر اصول اور مقاصد کی یاد دہانی قائم کرنے کا اصول بتادیا۔

(معارف القرآن 'ج ۳' ص ۳۳ مطبوعہ ادارہ المعارف کراچی ۱۳۹۷ھ)

لیکن اب ہم دیکھتے ہیں کہ علماء دیوبند کی طرف سے نہ صرف ایام صحابہ منانے جلتے ہیں بلکہ وہ اپنے اکابرین مثلاً شیخ اشرف علی تھانوی اور شیخ شہیر احمد عثمانی کے ایام بھی مناتے ہیں اور دیوبند کا صدر محلہ جس میں منایا گیا۔ ہم پہلے میلاد النبی کے جلوس اور جلوسوں میں مقتدر علماء دیوبند کی شرکت کو باطل بیان کریں گے۔ پھر ایام صحابہ اور ایام اکابرین دیوبند کو ان حضرات کا منایا بیان کریں گے۔ جماعت اسلامی کا ترجمان روزنامہ جسارت لکھتا ہے:

پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے کہا ہے کہ ملک میں اسلامی قوانین کے بعد قومی اتحاد نے وہ مثبت مقصد

حاصل کر لیا ہے جس کے لیے اس نے ان تھک اور مسلسل تحریک چلائی تھی۔ وہ آج بھی مسجد نیا گنبد پر نماز ظہر کے بعد قوی اتھلو کے زیر اہتمام عید میلاد النبی کے عظیم الشان جلوس کے شرکاء سے خطاب کر رہے تھے۔ اس موقع پر قوی اتھلو کے نائب صدر نوابزادہ نصر اللہ خاں، امیر جماعت اسلامی پاکستان میں محمد طفیل، وفاق وزیر قدرتی وسائل چودھری رحمت الہی اور مسلم لیگ متحدہ گروپ کے سیکرٹری جنرل ملک محمد قاسم نے بھی خطاب کیا۔ تقریروں کے بعد مفتی محمود اور دیگر رہنماؤں نے مسجد نیا گنبد میں ہی نماز عصر ادا کی، جس کے بعد ان رہنماؤں کی قیادت میں یہ عظیم الشان جلوس مختلف راستوں سے مسجد شہداء پنج کر ختم ہوا، جہاں شرکاء جلوس نے مولانا مفتی محمود کی قیادت میں نماز مغرب ادا کی۔ (روزنامہ جگہ ۹ فروری ۱۹۷۹ء)

جماعت اسلامی اور دہریہ بڑی ارکان پر مشتمل قوی اتھلو کی حکومت کے دور میں عید میلاد النبی کے موقع پر روزنامہ جنگ کی ایک خبر کی سرخیاں ملاحظہ فرمائیے۔

جشن عید میلاد النبی آج جوش و خروش سے منایا جائے گا، تقریب کا آغاز ۱۱ توپوں کی سلامی سے ہوگا اور نرکی صدارت میں جلسہ ہوگا شہر بھر میں جلوس نکالے جائیں گے، شہزاد اک آرا، باغ اور دیگر علاقوں میں جلسے ہوں گے۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۹ فروری ۱۹۷۹ء)

روزنامہ حریت کی ایک خبر کی سرخیاں ملاحظہ فرمائیں:

اسلامی قوانین کے خلاف کے بعد قوی اتھلو کی تحریک کاشتیت مقصد حاصل ہوگا۔ مفتی محمود نے کہا، معاشرے کو عملی طور پر اسلامی بنانے میں کچھ وقت لگے گا عید میلاد کے موقع پر مفتی محمود کی قیادت میں عظیم الشان جلوس۔ (روزنامہ حریت ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء)

روزنامہ مشرق کی ایک خبر ملاحظہ ہو:

لاہور ۹ فروری (پ۔پ) قوی اتھلو کے صدر مولانا مفتی محمود اور نائب صدر نوابزادہ نصر اللہ خاں کل میں عید میلاد النبی کے جلوس کی قیادت کریں گے، یہ اجلاس نیا گنبد سے نکل کر مسجد شہداء پر ختم ہوگا۔ (روزنامہ مشرق کراچی ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء)

جمیعت علماء اسلام کے مولانا محمد اجمل خاں نے مطالبہ کیا ہے کہ خلفاء راشدین کے ایام سرکاری طور پر منائے جائیں۔ (روزنامہ جنگ لاہور ۲۰ جون ۱۹۷۳ء)

سپاہ صحابہ کے سربراہ ضیاء الرحمن فاروقی نے اعلان کیا ہے کہ یکم محرم کو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت منایا جائے گا اور جلوس بھی نکالے جائیں گے۔ (وائے وقت لاہور ۲۳ جون ۱۹۷۳ء)

سپاہ صحابہ کے مرکزی صدر شیخ حاکم علی نے یکم محرم الحرام کو یوم فاروق اعظم کی سرکاری تعطیل پر کہا ہے کہ آج کا دن عید کا دن ہے۔ (وائے وقت لاہور ۲۳ جون ۱۹۷۳ء)

سپاہ صحابہ کے زیر اہتمام گزشتہ روز ۲۲ فروری کو پورے ملک میں مولانا حق نواز بھنگوی شہید کا یوم شہادت انتہائی عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ سپاہ صحابہ جنگ کے زیر اہتمام احزاب پارک محلہ حق نواز شہید میں ایک تاریخی کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے سپاہ صحابہ کے قائم مقام سرپرست اعلیٰ مولانا محمد اعظم طارق ایم۔ این۔ اے نے کہا کہ ۲۲ فروری کی نسبت سے حضرت بھنگوی شہید کی شہادت کا دن ہے۔ اور ۲۱ رمضان المبارک کی نسبت کی وجہ سے یہی دن حضرت علی مرتضیٰ شریعتی کی شہادت کا دن ہے۔ (وائے وقت لاہور ۲۳ فروری ۱۹۷۳ء)

سپاہ صحابہ کے بانی مولانا حق نواز عثمکوی کی دوسری برسی کے موقع پر ۲۲ فروری کو پاکستان سمیت دیگر ممالک میں مولانا عثمکوی کی یاد میں سپاہ صحابہ چلے، سینیار اور دیگر تقریبات منعقد کئے گی۔ سپاہ صحابہ کے تمام مراکز و دفاتر میں ایصال ثواب کے لیے صبح نو بجے قرآن خوانی ہوگی۔ مرکزی تقریب جنگ میں مولانا عثمکوی کی مسجد میں قرآن خوانی سے شروع ہوگی اور بعد میں عظیم الشان جلسہ ہوگا جس میں قائدین خطاب کریں گے۔ (اوسے وقت لاہور ۲۱ فروری ۱۹۹۳ء)

یوم فاروق اعظم جہیز پر تعطیل نہ کرنے کے خلاف سپاہ صحابہ کا مظاہرہ

خلفائے راشدین کے یوم سرکاری سطح پر نہ ملنا ناقابل فہم ہے محمد احمد مدنی کا مظاہرین سے خطاب۔

کراچی (پ) سپاہ صحابہ کے زیر اہتمام یوم شہادت فاروق اعظم جہیز عقیدت و احترام سے منایا گیا، اس سلسلے میں جامعہ صدیق اکبر ناگن چورنگی میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ عرصہ میں انیس نے حضرت عمر فاروق کے کارناموں پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں یوم شہادت حضرت عمر فاروق پر عام تعطیل نہ کرنے کے خلاف سپاہ صحابہ کے تحت احتجاجی مظاہرہ کیا گیا، مظاہرین پلے کارڈ اور بنر اٹھائے ہوئے تھے، جن پر یوم خلفائے راشدین کو سرکاری سطح پر منانے، اس روز عام تعطیل کرنے، اصحاب رسول جہیز کے خلاف نثر پڑھ کر جہلی اور امیر رہنماؤں اور کارکنوں کی رہائی پر مشکل مطالبات درج تھے۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے صوبائی سیکرٹری جنرل مولانا محمد احمد مدنی نے کہا کہ ملک میں کھلی اور علاقائی سطح کے رہنماؤں کے یوم منائے جاتے ہیں، لیکن اسلامی ملک میں خلفائے راشدین کے یوم پر تعطیل نہ کرنا ناقابل فہم ہے۔ اس موقع پر ایک قرارداد کے ذریعہ مولانا علی شیر حیدری، مولانا اعظم طارق، حافظ احمد بخش اینڈ وکٹ، مولانا غفور ندیم اور دیگر کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا۔ دریں اثناء سپاہ صحابہ اسٹوڈنٹس کراچی ڈویژن کے جنرل سیکرٹری حافظ سفیان مہاسی، شیخ الرحمن، ابو حمزہ جی، اے تقواری اور ایم۔ اے سٹیری نے مظاہرہ میں شرکت پر طلبہ کا شکریہ ادا کیا۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۱۰ مئی ۱۹۹۳ء)

عشرہ حکیم الامت منایا جائے گا، مفتی نعیم

کراچی (پ) راسخی مجلس عمل پاکستان کے قائد مولانا مفتی محمد نعیم نے کہا ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی کی تعلیمی، صحیفی اور اصلاحی خدمت ہمارے لیے مشعل رہ چکی ہے، جسے کوئی بھی عاشق رسول اور محب پاکستانی فراموش نہیں کر سکتا۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہمارا یزیدوں کے ساتھ ٹکڑا اور قتلِ اکبر من اخص ہے۔ اجلاس میں سنی مجلس عمل پاکستان کے زیر اہتمام عشرہ حکیم الامت منانے کا اعلان کرتے ہوئے مفتی محمد نعیم نے کہا کہ کراچی کے تمام اضلاع میں مولانا اشرف علی تھانوی کی یاد میں مختلف پروگرام منعقد کیے جائیں گے۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۳۰ جون ۱۹۹۳ء)

کراچی (پ) راسخی مجلس عمل پاکستان کے قائد مولانا مفتی محمد نعیم نے جامع مسجد صدیق اور گنگوٹیان میں عشرہ حضرت حکیم الامت کے سلسلہ میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں چاہیے کہ ہم حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی تصانیف کا مطالعہ کر کے اپنی زندگیوں میں انقلاب پیدا کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مذہب کسی پر بلا حقیقت بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لیے جھوٹ، قریب اور نفیبت سے پرہیز کیا جائے۔ اجتماع سے مولانا غلام رسول، مولانا انور محمود اور مولانا محمد صدیق نے بھی خطاب کیا۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۳۰ جولائی ۱۹۹۳ء)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں جو شخص بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر (کوئی حرام چیز کھائے) در آنہما یک وہ اس کی طرف ناکل ہوئے ولا نہ ہو تو ہے شک اللہ بخشنے والا بہت مہربان ہے (المائدہ: ۳)

ضرورت کی بنا پر حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا کھانا مسلمانوں پر حرام حالات میں حرام کر دیا ہے، اس سے ضرورت کے احوال مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً بھوک کی شدت سے کسی شخص کی جان نکل رہی ہو اور اس کے پاس کوئی حلال چیز کھانے کے لیے نہ ہو تو وہ وہی حرام چیز کھا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اسے اس حرام چیز کھانے کا شوق اور میلان نہ ہو اور وہ جہلاً اس کی طرف راغب نہ ہو اور جس چیز کو کسی ضرورت کی بنا پر لیا جائے اس کو یہ قدر ضرورت لیا جاتا ہے۔ اس لیے صرف اتنی مقدار میں حرام چیز کھائی جائے جتنی مقدار میں کھانے سے اس کی جان بچ جائے اور مذمت اندوزی کے لیے اس حد سے تجاوز نہ کرے۔ ان چیزوں کا کھانا ہر جگہ کہ بندوں پر حرام ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان اور رحیم و کریم ہے اور وہ ضرورت کی وجہ سے اتنی مقدار کھانے کو معاف کر دے گا۔ اسی اصول پر ہمارے فقہاء اور محدثین نے کہا ہے کہ جان بچانے کے لیے حرام دوا کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی مسلمان معالج یہ بتائے کہ اس کے علم اور اس کی دسترس میں اس کے سوا اور کوئی حلال چیز درجہ علاج نہیں ہے۔ لہذا جان بچانے کے لیے کسی انسان کو خون دیا جاسکتا ہے، اور جن دواؤں میں الکحل ہوتا ہے ان کو بھی علاج کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ عقلی الکحل حرام اور نجس نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ وہ نمکیات سے مخلوط ہو۔ اس کی کھل اور پاؤںالہ بحث (مبتصرہ) ص ۱۷۱ میں گزر چکی ہے اور شرع صحیح مسلم جلد ثانی میں بھی ہم نے اس پر مفصل گفتگو کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے: (اے رسول کریم!) آپ سے پوچھتے ہیں ان کے لیے کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں؟ آپ کہنے لگے تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے شکاری جانور سدا حلالے ہیں، اور انہما کہ تم انہیں شکار کا طریقہ سکھانے والے ہو، تم انہیں اس طرح سکھاتے ہو جس طرح اللہ نے تمہیں سکھایا ہے۔ سو اس (شکار) سے کھلو، جس کو وہ (شکاری جانور) تمہارے لیے رکھیں اور اس کا شکار نہ کرتے، مگر شکاری جانور پر ہم (اللہ پر) حرام اور اللہ سے ڈرنے والے کو حرام سمجھنا مناسب لینے والے (امامین) ہیں۔  
ذریعہ بحث آیت کا معنی اور شان نزول

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے رسول معظم! آپ سے آپ کے اصحاب یہ سوال کرتے ہیں کہ ان کے کھانے کے لیے کون سے جانور حلال ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہنے کہ جن جانوروں کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے، ان کو ذبح کرنے کے بعد تم کھا سکتے ہو اور تمہارے سدا حلالے ہوئے شکاری جانوروں نے جن جانوروں کو ذبح کر کے شکار کر لیا ہے، ان کو بھی تم کھا سکتے ہو۔

اس آیت میں فرمایا ہے تمہارے لیے طہیات کو حلال کر دیا ہے، طہیات کا معنی ہے وہ چیزیں جن سے طہانے سلیقہ ممکن نہ کھائی ہو اور عطر اور خوشنہ ہوں۔ یہ بھی کا قول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ طہیات وہ چیزیں ہیں جن کی تحریم میں نص وارد نہ ہو، نہ ان کی حرمت پر اجماع ہو اور نہ قیاس سے ان کی حرمت ثابت ہو۔ پہلے قول کی بناء پر اس سے مراد لذیذ اشیاء ہیں، اور دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد حلال اشیاء ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حلال اور مذہبہ چیزیں ہیں۔ اس آیت کے شان نزول میں امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی ص ۱۶۰ نے یہ روایت ذکر کی ہے:

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی چہرہ کے پاس آئے ان کی اجازت طلب کی، آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں اجازت دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں انہوں نے کہا، لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتاب ہو اور رافع کہتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں حدیث کے ہر کئے کو قتل

کردوسا سو میں نے کتوں کو قتل کر دیا۔ پھر میں ایک عورت کے پاس پہنچا جس کے پاس کتا بھوک رہا تھا میں نے اس پر رحم کیا کہ اس کو چھوڑ دیا پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر آپ کو اس کی خبر دی۔ آپ نے مجھے اس کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا پھر میں نے اس کو بھی قتل کر دیا پھر مسلمانوں نے آکر آپ سے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں ان کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان کی کوئی چیز ہمارے لیے حلال ہے؟ تب یہ آیت نازل ہوئی آپ سے پوچھتے ہیں کہ فن کے لیے کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں؟ آپ کہتے کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے شکاری جانور سدھا لیے ہیں، در آنھا یکہ تم انہیں شکار کے طریقہ کھانے والے ہو۔ لایہ۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ سنہ ۱۹۹۵ء ج ۱ ص ۲۳۵ المستدرک ج ۲ ص ۳۱۱)

شکار کی اقسام اور ان کے شرعی احکام

علامہ نووی شافعی متونی ۶ ص ۱۷۷ لکھتے ہیں۔

شکار کرنا مباح ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ کتاب سنت اور اجماع سے اس پر بکھرتا دلائل ہیں۔ قاضی عیاض ہاگنی نے کہا ہے کہ جو شخص کب معاش کے لیے شکار کرے یا ضرورت کی بناء پر شکار کرے یا شکار یا اس کی قیمت سے نفع حاصل کرنے کے لیے شکار کرے تو ان تمام صورتوں میں شکار کرنا جائز ہے۔ البتہ جو شخص بطور سود و لعب کے شکار کھیلے، لیکن اس کا قصد اس شکار کو ذبح کرنا اور اس سے نفع حاصل کرنا ہو اس کے جو از میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور یسٹ اور ابن عبدالحکم نے اس کو جائز کہا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص ذبح کی نیت کے بغیر شکار کھیلے تو یہ حرام ہے کیونکہ یہ زمین میں شکار کرنا ہے اور ایک جاندار کو بے مقصد ضائع کرنا ہے۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۵ مطبوعہ کراچی)

علامہ دمشقی الی ہاگنی متونی ۸ ص ۸۶ لکھتے ہیں۔

علامہ الحلی نے شکار کے حکم کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) زندگی برقرار رکھنے کے لیے یعنی کھانے پینے کے لیے شکار کرنا مباح ہے (۲) اہل و عیال کی تنگی کے وقت یا سفر سے نہ جانے کے لیے شکار کرنا مستحب ہے (۳) اپنے آپ کو بھوک کی بھارت سے بچانے کے لیے شکار کرنا واجب ہے (۴) سود و لعب کے لیے شکار کرنا مکروہ ہے جبکہ شکار کے بعد جانور کو ذبح کر کے کھا گیا جائے۔ (۵) ذبح کرنے اور کھانے کی نیت کے بغیر شکار کرنا حرام ہے۔

علامہ ابی ہاگنی فرماتے ہیں بلا ضرورت محض سود و لعب کے لیے شکار کرنے میں ہمت مفاسد ہیں۔ اس میں گھوڑے کو کتے کے پیچھے بھاگ کر تھکانا ہے اور اگر بازے شکار کیا جائے تو نظر کو اس کے پیچھے لگا کر تھکانا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گھوڑا اس کو کسی کھائی یا کتوں میں گرا دے۔ (اکمل اکل اعظم ج ۵ ص ۲۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شکار کی شرائط کا بیان

شمس الائمہ علامہ محمد بن احمد سرفی حنفی متونی ۳ ص ۸۳ لکھتے ہیں۔

۱۔ جس جانور کے ساتھ شکار کھلیا جائے وہ سدھایا ہو۔

۲۔ جس جانور کے ساتھ شکار کیا جائے وہ زخمی کرنے والا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وما علمتم من

الحيوان مكلبن تعلموهن معا علمكم الله" اور جن شکاری جانوروں (زخمی کرنے والے) کو تم نے سدھایا ہے جن کو خدا کے دینے ہوئے علم کے مطابق تم شکار کی تعلیم دیتے ہو "جوانح (زخمی کرنے والے) کے متعلق دو توں

ہیں۔ (۱) وہ جانور اپنے دانتوں اور پنجوں سے حقیقتاً زخم ڈالے (۲) وہ شکار کو پکڑ کر لانے والے جانور ہوں کیونکہ جرح کا معنی کب بھی ہے۔

۳۔ شکاری جانور کو بھیجا جائے کیونکہ نبی پیغمبر نے حضرت عدی بن حاتم پر بھیجی تھی فرمایا جب تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے کو بھیجا اور اس پر بسم اللہ پڑھ لی تو اس کو کھلا اور اگر تمہارے کتے کے ساتھ کوئی اور کتا شریک ہو گیا تو پھر اس (شکار کو مت کھلا اور جب دو کتوں میں سے ایک کتا بھیجا ہوا ہو تو کھلا حرام ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتے کو بھیجنا شرط ہے۔ نیز ذکاۃ طلت کا سب اس وقت ہوتی ہے جب اس کا حصول کسی آدمی سے ہوا ہو اس لیے شکار کے آدھ کو آدمی کا حاکم مقیم بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں آدمی کا فعل داخل ہو اور یہ صرف شکاری جانور کو بھیجے سے ہو سکتا ہے اور کتے کے لیے سدھائے ہونے کی شرط بھی اس میں بھیجے کے تحقق کے لیے لکھائی گئی ہے۔

۴۔ بسم اللہ پڑھ کر شکاری جانور کو بھیجے۔

۵۔ اس کے پیچھے ہوئے جانور کے ساتھ دوسرا جانور شریک نہ ہو۔

۶۔ جس جانور کا شکار کیا جائے وہ فی نفسہ حلال ہو۔

شکار کرنے والے جانوروں کا بیان

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الرضی عنی الخفی المتوفی ۵۵۳ھ کہتے ہیں:

سدھائے ہوئے کتے پیچھے تمام زخمی کرنے والے اور سدھائے ہوئے جانوروں سے شکار کرنا جائز ہے اور جامع صغیر میں لکھا ہے کہ تمام سدھائے ہوئے اور پھاڑنے والے درندوں اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں سے شکار کرنا جائز ہے۔ اور سدھائے ہوئے جانور کے سوا کسی اور جانور سے شکار کرنا جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس کو زخا کر لیا جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”و ما علمتم من الحیوان مکلسم“ تم نے جو (شکار کا) کب معاش کرنے والے جانور سدھائے ہیں اور انہما یکہ و شکار پر مسلط ہونے والے ہیں ”یہ آیت اپنے عموم کے اعتبار سے تمام شکار کرنے والے جانوروں کو شامل ہے۔ اور حضرت عدی بن حاتم پر بھیجی گئی حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ ہر چند کہ حضرت عدی بن حاتم کی روایت میں کلب کا ذکر ہے۔ لیکن لغت کے اعتبار سے ہر درندے پر کلب کا اطلاق ہوتا ہے حتیٰ کہ شیر پر بھی کلب کا اطلاق ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے ان جانوروں سے شیر اور رچھ کا استثناء کیا ہے۔ کیونکہ یہ جانور دوسروں کے لیے کام نہیں کرتے۔ شیر اپنی بلندی کی وجہ سے اور رچھ اپنی خست کی وجہ سے۔ بعض علماء نے جبل کا بھی اس کی خست کی وجہ سے استثناء کیا ہے۔ خصوصاً بھی ان جانوروں سے مشکئی ہے کیونکہ وہ جس الصیغہ میں ہے اس لیے اس سے ناکہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر ان شکاری جانوروں کو تعلیم دینا اور سدھانا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی نص صریح (و ما علمتم) میں تعلیم کی شرط کا ذکر ہے اور حضرت عدی بن حاتم کی روایت میں بھی تعلیم کی شرط کا ذکر ہے۔ اور جانور کو چھوڑنا بھی ضروری ہے کیونکہ یہی تعلیم کا معیار ہے کہ جب جانور کو چھوڑا جائے تو وہ چلا جائے اور اپنے مالک کے لیے شکار کو پکڑ کر رکھے۔

(عدایہ آخرین ص ۵۰۲ مطبوعہ شرکت مطبعہ لبنان)

شکاری کتے کے معلم (سدھائے ہوئے) ہوئے کا معیار اور شرائط

مفسر الاثر سرفی نے کلب معلم (سدھائے ہوئے کتے) کی حسب ذیل شرائط ذکر کی ہیں:

۱۔ اپنے مالک کے پیچھے حملہ کرنے کے لیے نہ دوڑے۔

۲۔ اس سے نہ کھائے بلکہ شکاری دوسرے کتے کو شکار کھانے پر مارے تاکہ اس سے وہ کتا کچلے کہ شکار کو نہیں کھاتا چاہیے۔  
جس شکاری یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی مگنی ہو اس کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ

اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

علامہ ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں:

ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) امام مالک اور حسن بن صالح نے یہ کہا ہے کہ اگر مسلمان (شکاری یا ذبیحہ پر) بسم اللہ ترک کر دے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا اور اگر نسیا بسم اللہ کو ترک کر دیا تو پھر اس کو کھایا جائے گا۔ امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں ذبیحہ کو کھایا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ نسیا بسم اللہ کو ترک کرنے میں اختلاف ہے۔ حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما، جنم بنیہ، عطاء بن ابی رباح، سعید بن مسیب، ابن شہاب اور طاہر نے یہ کہا ہے کہ جس ذبیحہ پر بسم اللہ کو نسیا ترک کر دیا جائے اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا مسلمان کے دل میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ جس طرح مشرک کا ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا سود مند نہیں ہے، اسی طرح مسلمان کا بھولے سے نام نہ لینا مضر نہیں ہے۔ ابن سیرین نے کہا اگر مسلمان نسیا بھی بسم اللہ کو ترک کر دے تو وہ ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔ ابراہیم نے کہا ایسے ذبیحہ کو نہ کھانا صحیح ہے۔

علامہ ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ فقہاء احناف کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا هَلَكَ مِنْكُمْ بِذُنُوبِكُمْ إِنَّمَا تَأْكُلُونَهَا فِي سَهْوِكُمْ وَإِنْ أُنذِرَكُمْ مِنْهُ فَلَسْتُمْ تَأْمِنُونَ (الماعم ۶: ۱۵۱)  
جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کو مت کھاؤ، بلاشبہ اس کو کھانا کما ہے۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس (شکاری یا ذبیحہ) پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کا کھانا حرام ہے۔ خواہ اللہ کا نام محض اذکار کیا ہو یا نسیا۔ لیکن دلائل سے یہ ثابت ہے کہ یہاں نسیاں مراد نہیں ہے۔ البتہ اس شخص کا قول اس آیت کے خلاف ہے جس نے یہ کہا ہے کہ جس ذبیحہ پر محض بسم اللہ کو ترک کر دیا گیا اس کا کھانا بھی جائز ہے اور اس شخص کا یہ قول بغیر آثار اور احادیث کے بھی خلاف ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں مشرکین کے ذبیحہ کو کھانے سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں نے کہا جس جانور کو تمہارے رب نے قتل کیا اور وہ مر گیا تو تم اس کو نہیں کھاتے اور جس جانور کو تم نے قتل کیا یعنی ذبح کیا اس کو تم کھا لیتے ہو۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کو مت کھاؤ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یعنی مراد پر اللہ جب اس آیت میں مراد اور مشرکین کا ذبیحہ مراد ہے تو اس میں مسلمانوں کا ذبیحہ داخل نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصول فقہ میں یہ قاعدہ موقوف ہے کہ جب کسی آیت کا مورد نزول خاص ہو اور اس کے الفاظ عام ہوں تو پھر خصوصیت مورد اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے اور خصوصیت مورد اختلاف نہیں ہے اور اگر یہاں مشرکین کے ذبح مراد ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتا اور صرف بسم اللہ کے ترک کرنے پر اقتصار نہ فرماتا اور ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ مشرکین اگر اپنے ذبیحوں پر بسم اللہ پڑھ بھی لیں تب بھی ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔

اس آیت میں مشرکین کے ذبح مراد ہونے پر یہ دلیل ہے کہ مشرکوں کا ذبیحہ کسی صورت میں حلال نہیں ہے۔ خواہ وہ

بسم اللہ پڑھیں یا نہ پڑھیں اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں شرکوں کے ذبیحوں کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے۔ وہ ہے ”وَمَدَحِ عَلٰی السَّعْبِ“ اور جس جانور پر جنوں کے لیے نصب شدہ چتروں پر ذبح کیا گیا ہو ”اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں شرکوں کا ذبح مراد نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ جس جانور پر ذبح کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو ”اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں الشیاطین لبسوحون الی اولیائہم لیجادلو کم (الانعام ۱۳۸) بلاشبہ شیطان تم سے جھگڑا کرنے کے لیے اپنے دوستوں کے دلوں میں دوسرے ڈالتے رہتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں یہ دوسرے ڈالتے تھے کہ جس پر اللہ کا نام لیا جائے اس کو مت کھاؤ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو کھا لو۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا سَمِیَ بِذِکْرِ اسْمِ اللّٰهِ عَلَیْہِ“ (الانعام ۱۳۹) ”جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ“ اس حدیث میں حضرت ابن عباس نے یہ بتایا ہے کہ شرکوں کا جھگڑا بسم اللہ کے ترک کرنے میں تھا اور یہ آیت بسم اللہ کو واجب کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ شرکوں کے ذبیحوں کے متعلق نازل ہوئی ہے نہ کہ مزارع کے بارے میں۔ نیز بسم اللہ کو عہد اترک کرنے سے بیزحیم یا شکار کے حرام ہونے پر یہ آیت دلیل ہے۔

بَسْمُ اللّٰہِ مَا دَا اُحِلَّ لَہُمْ قُلْ اُحِلَّ لَکُمْ  
الْقَتْلُ بِنِیَّۃٍ وَ مَآ اُحِلَّ لَہُمْ قَتْلُ الْوَحْشِ  
نَعْلَمُوْہُمْ رِیْضًا عَلَیْکُمْ اللّٰہُ مَکْتُوْمًا  
اَمْسُکُمْ عَنِیْکُمْ وَاَدَّکُمْ اِسْمُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ  
(المائدہ ۳)

وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں؟ آپ فرمادیتے کہ تمہارے لیے کبھی چیزیں حلال کی گئی ہیں ”اور تم نے جو شکاری جانور سدھالے ہیں در آنہما کہ تم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق انہیں شکار کا طریقہ کھائے والے ہو“ سو وہ (شکاری جانور) جس شکار کو تمہارے لیے روک رکھی اس کو کھاؤ اور (شکار پر چھوڑتے وقت) اس (شکاری جانور) پر بسم اللہ پڑھو۔

اس آیت میں بسم اللہ پڑھنے کا امر کیا گیا ہے ”اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اور یہ بدایت معلوم ہے کہ کھانا کھانے والے پر بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شکار پر جانور چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور اس کی تائید حضرت ہادی بن حاتم رحمہ اللہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم اپنا سدھالیا ہو اس چھوڑ دو اور اس پر بسم اللہ پڑھ لو تو اس کو کھالیا کرو۔ اس آیت کا تفسیر یہ ہے کہ اس چیز کا کھانا ممنوع ہو جس پر اللہ کا نام نہیں یا گیا اور اس آیت کا یہ بھی تفسیر ہے کہ بسم اللہ کو ترک کرنا ممنوع ہو اور اس صفت کی یہ تائید آیت کے اس جزو سے ہوتی ہے و اہ لفسق جس پر اللہ کا نام نہ یا گیا ہو اس کا کھانا مکمل ہے یا بسم اللہ کو ترک کرنا مکمل ہے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ بسم اللہ کو عہد اترک کرنا مکمل ہے۔ کیونکہ بھول کر کوئی کلام کرنا نہ کرنا مکمل نہیں ہو تا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ارمائی لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں۔ اور وہ سنے سنے کفر سے نکلتے ہیں۔ ہم کو پتا نہیں کہ انہوں نے اس پر اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا تم اس پر اللہ کا نام لاؤ اور کھاؤ اگر بسم اللہ کو پڑھنا بیخ کی شرط ہو تا تو آپ یہ فرماتے کہ اگر انہوں نے بسم اللہ کو نہیں پڑھا تو پھر کیا ہوا لیکن آپ نے فرمایا تم اس کو بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ کیونکہ اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے افعال کو جواز اور صحت پر محمول کیا جائے اور بغیر کسی دلیل کے مسلمانوں کے امور اور افعال کو فسور محمول نہیں کیا جاتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر یہ مراد ہو کہ بسم اللہ کو نہ پڑھنا مکمل ہے تو جو شخص ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھے وہ گنہگار ہوگا



حلالانکہ اس پر اجماع ہے کہ وہ گنہ گار نہیں ہوگا۔ اس لیے اس آیت میں شرکین کے ذبح کا مردار مرد ہوئے جائیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں یہ اجماع تسلیم نہیں ہے اور جو شخص ذبیحہ پر محمد اسم اللہ کو ترک کرے گا وہ بے عمل گنہ گار ہوگا۔

باقی رہا یہ کہ جو مسلمان بھول کر بم اسم اللہ ترک کر دے اس کا ذبیحہ جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھلو اور اس کو گنہ فرمایا ہے۔ اور یہ گنہ ایک وقت ہو تا جب وہ عمر اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا۔ کیونکہ یہ چیز انسان کی قدرت اور استطاعت میں نہیں ہے کہ وہ بھول کر بھی کوئی غلط کام نہ کرے اور انسان اپنی قدرت کے مطابق ہی عفت ہو تا ہے۔ اور لہذا اعلیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا نسیان اور جبر سے درگزر فرمایا ہے اور جب وہ نسیان کی حالت میں بم اسم اللہ پڑھنے کا عفت نہیں ہے تو اس صورت میں اس کا ذبیحہ حرام نہیں ہوگا۔ حالت نسیان میں بم اسم اللہ ترک کرنے کو حالت نسیان میں شرانگہ نماز (مثلاً بخیر اور وضو وغیرہ) ترک کرنے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ جب انسان کو یاد آجائے کہ اس نے بغیر وضو کے نماز پڑھی ہے تو اس پر اس کا تدارک فرض ہے۔ پس طور کہ وہ وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھے اور جب اس نے بھول کر بم اسم اللہ پڑھے بغیر جانور کو ذبح کر دیا تو اب اس کا تدارک نہیں ہو سکتا اس لیے اس کا ذبیحہ درست قرار پائے گا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے بھولے سے روزہ میں کچھ کھا لیا یا تو اس کا روزہ صحیح اور برقرار رہے گا۔ کیونکہ وہ اس کا عفت ہے کہ وہ اپنے قصد اور ارادے سے روزہ میں کھائے پینے سے اجتناب کرے اور حالت نسیان میں بھی کھائے پینے سے اجتناب کرنا اس کی استطاعت میں نہیں ہے اسی طرح حالت نسیان میں ذبیحہ پر بم اسم اللہ پڑھنا اس کی استطاعت میں نہیں ہے۔

(الکام القرآن ۳ ج ۸ ص ۵۰۸ مطبوعہ سہیل انڈیا لاہور ۱۳۰۰ھ)

غلیل کمان اور دیگر آلات سے شکار کرنے کا حکم

جن آلات سے شکار کیا جاتا ہے ان تمام آلات کے لیے قلعہ کلیہ یہ ہے کہ اگر جانور اس آلہ کی ضرب سے دب کر یا چوٹ کھا کر مر گیا یا کھانچنے سے مر گیا تو وہ حرام ہو گیا اور اگر جانور اس آلہ سے کٹ کر یا پھند کر مارا اس کے زخم آیا اور خون بہا تو پھر وہ جانور حلال ہے اور بم اسم اللہ پڑھ کر لیا آدھ پھینکا جس سے جانور کا جسم کٹے اور خون کے ذکاۃ اضطراری ہے۔ اختیاری ذکاۃ یہ ہے کہ جانور کو پکڑ کر بم اسم اللہ اکبر کہتے ہوئے اس کے گلے پر اس طرح چھری بھیریں کہ اس کی چاروں رگیں کٹ جائیں اور جب جانور دور بیٹھا ہو یا ہلکا رہا ہو یا زرا ہو اور اس کو پکڑ کر مصروف طریقہ سے ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو بم اسم اللہ پڑھ کر اس پر تیر یا کوئی اور آلہ جارت پھینک دیا جائے جس سے زخمی ہو کر وہ جانور مر جائے تو وہ حلال ہو گا اور یہ ذکاۃ اضطراری ہے۔ اور اگر اس جانور پر لاشی پھریا کسی اور ذہنی چیز کی ضرب لگائی جائے جس سے وہ دب کر مر جائے یا اس کے گلے میں کوئی پھندا ڈالا جائے جس سے وہ کھانچنے سے مر جائے تو پھر یہ جانور حرام ہے۔ یہ قلعہ کلیہ قرآن مجید کی اس آیت سے مستقلاً ہے:

خَبْرَتْ عَلَيْكُمْ اَلْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَالْحَمَّ  
اَلْحَبْرَ فَرَوْا اَهْلَ لَعْنَةِ اللّٰهِ وَ اَلْمُنْحَنِفَةَ  
اَلْمَوْفُوْدَةَ وَ اَلْمُنْرِدِيَّةَ وَ اَلْبَطِيْخَةَ وَ مَا اَكْمَل  
الشَّعْبُ اَلَا مَا دَحَبْتُمْ (المائدہ: ۳)

تم پر یہ حرام کیے گئے ہیں۔ مردار، خون، حشر سر کا گوشت (جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو) جس کا کھانا گونا گیا ہو جو کسی ضرب سے دب کر مرنا ہو، اداوہ سے گرا ہو، سبک مارا ہو اور جس کو درندہ نے کھایا ہو البتہ ان میں سے جس کو تم نے (اللہ کے نام پر) ذبح کر لیا وہ حلال ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ موقوفہ (جو کسی چیز کی ضرب سے دب کر اور چوٹ کھا کر مرنا ہو) اور مسحہ

(جو گاگھٹ کر مرا ہو) حرام ہے اس لیے اگر کسی ایسے کدہ سے شکار کیا جائے جس سے دب کر جانور مر جائے یا گھاگھٹنے سے مر جائے تو پھر وہ جانور حرام ہو گا۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی حنفی ۲۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

موقوفہ وہ جانور جو بغیر زکاة کے لاٹھی یا پتھر مارنے سے مر جائے۔ قندہ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح جانور کو مار کر کھا لیتے تھے۔ صحیح مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے جب تم "مراض" کو بھیجو تو وہ جانور کے آر پار ہو جائے تو اس کو کھانا، اور اگر جانور اس کے عرض سے مرے تو پھر اس کو مت کھاؤ اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ قندہ (موقوفہ) ہے۔ علامہ ابو عمرو نے کہا کہ حنفیین اور متاخرین علماء اس میں اختلاف ہے کہ بندق (یعنی مٹی کی خشک کی ہوئی گولی جس کو غلیل یا کین سے پھینکا جاتا ہے) ائمہ القاری ج ۱ ص ۲۹، رالسلاند ج ۵ ص ۲۱۷، تفسیر السار ج ۱ ص ۳۸، نیل اندوار ج ۱ ص ۱۸۳ سے شکار کیا ہوا آیا حلال ہے یا نہیں؟

مفتی محمد شفیع دہلوی نے اپنی تفسیر میں علامہ قرطبی کی اس عبارت کا خلاصہ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے:

"جو شکار بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گیا اس کو بھی فقہاء نے موقوفہ میں داخل کیا ہے اور اس دلیل میں علامہ بھاسا کی یہ عبارت نقل کی ہے المقسولة بالسدة نلكت الموقوفة" امام اعظم، امام شافعی، امام مالک وغیرہ سب اسی پر متفق ہیں (اصارف القرآن ج ۳ ص ۲۹) عربی میں سدوقہ کا معنی ہے مٹی کی خشک کی ہوئی گولی۔ جیسا کہ ہم نے بحوالہ بیان کیا ہے اور بندوق کی گولی کو عربی میں سدوقہ، ابرصاص کہتے ہیں۔ نیز بندوق کی اچھلے تھوئیں صدی بھری کے وسط میں ہوئی ہے اور امام ابو یوسف ۱۵۵ھ، امام مالک ۱۷۹ھ، امام شافعی ۲۰۴ھ، علامہ بھاسا ۳۷۰ھ اور علامہ قرطبی ۲۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ سو یہ ائمہ اور علماء بندوق کی گولی کے شکار کے متعلق کیسے رائے دے سکتے ہیں جو ان کے بہت بعد کی ایجاد ہے۔ مفتی محمد شفیع دہلوی نے بندق کا معنی بندوق کی گولی کرنے میں بہت سخت مغالطہ کیا ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم (ج ۲ ص ۱۹۵) میں بھی انہوں نے یہی مغالطہ کیا ہے۔ ۱۴۸ھ

اور آج کل کی متعارف بندوق کی گولی جو سید کی ہوتی ہے اور اس میں بارود بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس کو عربی میں سدوقہ ابرصاص کہتے ہیں۔۔۔۔۔ سیدی غفرلہ پتھر اور مراض سے جس جانور کو مار دیا جائے "آیا وہ حلال ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ موقوفہ ہے، اگر یہ مرگیا تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ، امام مالک، امام ابو یوسف، امام شافعی اور ثوری کا یہی نظریہ ہے۔ فقہاء شام اور امام اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ مراض سے مارا ہوا جانور حلال ہے۔ خواہ وہ جانور کے آر پار گزرے یا نہیں۔ حضرت ابو الدرداءؓ، حضرت فضال بن عیید اور کھوں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، لیکن اس مسئلہ میں قول فعل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ اگر جانور مراض کے عرض سے مرے تو اس کو مت کھاؤ، کیونکہ وہ قندہ ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۳۸)

علامہ ابو الحسن الرضائی حنفی متوفی ۵۰۳ھ اس مسئلہ میں لکھتے ہیں:

جس جانور کو مراض کے عرض سے مارا گیا ہو اس کو کھانا جائز نہیں ہے، اور اگر مراض نے اس جانور کو زخمی کر دیا تو پھر اس جانور کو کھانا جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو جانور مراض کی دھار سے مرا اس کو کھلو اور جو جانور مراض کے عرض سے مرا اس کو مت کھاؤ۔ نیز شکار کے حلال ہونے کے لیے اس کا زخمی ہونا ضروری ہے، تاکہ اس میں زکاة کا معنی متحقق ہو سکے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ (علامہ الرضائی نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ ظاہر الروایہ کے مطابق شکار میں

زخم کرنا ضروری ہے تاکہ ذکاۃ اضطراری متحقق ہو اور ذکاۃ اضطراری کی تعریف یہ ہے کہ شکاری کے کلمہ استعمال کرنے کی وجہ سے شکار کے بدن کے کسی حصہ میں بھی زخم آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وما علمتم من الحیوان" اور تم نے زخمی کرنے والے شکاری جانور سدھائے ہیں۔ اس آیت میں شکار کو زخمی کرنے کی شرط کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جو ارجح جرح سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے "زخمی کرنے والے" (ادبیہ اخیرین ص ۵۰۳) اور جو جانور غلیل یا کلن کی گولی سے مراد ہو اس کو بھی کھانا جائز نہیں کیونکہ یہ گولی شکار کے جسم کو کٹتی ہے اور توڑتی ہے اور اس کو زخمی نہیں کرتی۔ سو یہ معروض کی طرح ہے جو شکار کے آر پار نہ ہو۔ اسی طرح اگر پتھر سے شکار کو مار ڈالا تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر پتھر بھلی اور دھار والا ہو تو اس سے مرستے والے جانور کو کھانا جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ جانور کو زخمی کر دے کیونکہ یہ اصل ہے کہ وہ جانور اس پتھر کے ثقل کی وجہ سے مراد ہو اور اگر وہ پتھر خفیف ہو اور اس میں دھار ہو اور جانور زخمی ہو جائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔ کیونکہ اب یہ متعین ہو گیا کہ جانور کی موت زخم کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور اگر پتھر خفیف ہو اور وہ اس کو تیر کی طرح لپکا کرے اور اس میں دھار ہو تو اس سے کیا ہو شکار حلال ہے کیونکہ اس پتھر سے جانور زخمی ہو کر مرے گا اگر شکاری نے دھار والی سنگ مرمر کو پھینکا اور اس نے جانور کو کھانا نہیں تو وہ جانور حلال نہیں ہے۔ کیونکہ اب جانور اس کے کونے سے مراد ہے۔ اسی طرح اگر اس پتھر کے بچکنے سے اس کا سر الگ ہو گیا یا اس کی گردن کی رگیں الگ ہو گئیں تو وہ جانور حلال نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح پتھر کی دھار سے رگیں نکلتی ہیں اسی طرح پتھر کے ثقل سے بھی رگیں کٹ جاتی ہیں۔ اس لیے اب شک واقع ہو گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رگوں کے نکلنے سے پہلے وہ جانور مر گیا ہو اور اگر جانور کو لاشی یا لکڑی سے مار ڈالا تو وہ حلال نہیں ہے کیونکہ وہ لاشی یا لکڑی کے ثقل سے مراد ہے۔ اسی طرح اگر اس لکڑی یا لاشی کی دھار ہو اور اس سے جانور کٹ جائے تو اب اس جانور کو کھانا جائز ہے۔ کیونکہ اب وہ لاشی کو مار اور نیزے کے حکم میں ہے اور لاش تمام مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب یہ یقین ہو جائے کہ شکار کی موت زخم کی وجہ سے ہوئی ہے تو شکار حلال ہے اور جب یہ یقین ہو کہ موت ثقل کی وجہ سے ہوئی ہے تو شکار حرام ہے اور جب یہ شک ہو اور یہ پتا نہ چلے کہ موت زخم سے ہوئی ہے یا ثقل سے تو پھر شکار حرام ہو یا مقیلاً ہے۔

(ادبیہ اخیرین ص ۵۱۲-۵۱۱ مطبوعہ شرکت مطبعہ عثمان)

### بندوق سے مارے ہوئے شکار کی تحقیق

آٹھویں صدی ہجری سے پہلے دنیا بھر کی بندوق سے متعارف نہیں ہوئی تھی۔ دائرۃ المعارف میں لکھا ہے دینی بندوق کا استعمال یورپ میں ۱۵۷۵ء میں شروع ہوا تھا اور مسلمان مملکت میں اس کی ابتداء سلطان قاہرہ قیسی کے عہد میں ۸۸۵ھ/ ۱۴۸۰ء میں ہوئی۔ (اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ ج ۳ ص ۸۸ مطبوعہ لاہور)

بحر حال اوسویں صدی تک بندوق کا استعمال عام نہیں ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بارہویں صدی سے پہلے علماء نے بندوق سے کیے ہوئے شکار کے حکم پر بحث نہیں کی۔ بارہویں صدی میں علماء نے اس مسئلہ پر بحث کی اور یہ بحث ہنوز جاری ہے۔ بعض علماء بندوق سے کیے ہوئے شکار کو اس بناء پر ناجائز کہتے ہیں کہ بندوق کی گولی سے شکار فوت ہے۔ مکتنا نہیں اور جانور اس کے ثقل سے مرتا ہے۔ اس لیے یہ سو قوہ ہے اور حرام ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے علماء یہ کہتے ہیں کہ بندوق کی گولی سے شکار زخمی ہوتا ہے اس کا خون بہتا ہے اور بعض اوقات گولی شکار کے آر پار ہو جاتی ہے اور ذکاۃ اضطراری کا داء زخم گتے اور خون بہنے پر ہے اور وہ بندوق کے شکار سے حاصل ہو جاتا ہے اس لیے بندوق سے کیا ہو شکار جائز ہے۔ ہم پہلے ماہمیں کے دلائل پیش کریں گے۔ اس کے بعد مجھ ذہن کے دلائل پیش کریں گے اور آخر میں اپنی رائے کا

ذکر کر رہے۔ فسق و فساد و باللہ النوصیق وہ الاستعانة بلیق۔

بندوق کے شکار کو حرام کہنے والے علماء کے دلائل

علامہ ابن عابدین شافعی متوفی ۲۵۴ھ لکھتے ہیں:

یہ بات واضح ہے کہ بندوق کی گولی پر شہرے نکلنے کی بنا پر جاتی ہے اور اس کے بوجھ کی وجہ سے زخم پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں دھار نہیں ہوتی اس بنا پر بندوق سے کیا ہوا شکار حلال نہیں ہے۔ علامہ ابن تیمیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۳۱۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ "شوال ۱۳۲۷ھ)

مولانا امجد علی لکھتے ہیں بندوق کا شکار حرام ہے یہ بھی حرام ہے کہ گولی یا چھرا کہ جادہ نہیں بلکہ اپنی قوت و افیت کی وجہ سے قوا کرتا ہے۔ (امداد شریعت ج ۱ ص ۲۳ مطبوعہ شیخ نظام علی اینڈ سونرا چٹا)

منشی محمد شفیع دہلوی لکھتے ہیں بندوق کا شکار اگر زرع کرنے سے پہلے حرام ہے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ کتاب اس کا حدس نہیں ہے۔ (الفتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۵۵ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

بندوق کے شکار کو حلال قرار دینے والے علماء کے دلائل

علامہ ابو الطیر کلت احمد بن وردیر باکی لکھتے ہیں:

بندوق کی گولی سے کیے ہوئے شکار کو کھایا جائے گا کیونکہ وہ ہتھیاروں سے زیادہ قوی ہے۔ جیسا کہ بعض فسقاء نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور بعض نے اس پر اعتقاد کیا ہے۔ (شرح الصغیر علی اقرب المسائل مطبوعہ دارالعارف مصر ۱۸۳۷ھ)

علامہ صلی باکی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ یہ ہے کہ بندوق کی گولی سے شکار کے متعلق حقد میں کی تصانیف میں کوئی تصریح نہیں ہے کیونکہ بارودی بندوق کی ایجاد انیسویں صدی بھری کے وسط میں ہوئی ہے اور متاخرین کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے ٹیلی کی (مٹی کی شنگ) گولی پر قیاس کر کے اس کو ناجائز کہا ہے اور بعض علماء نے جائز کہا۔ چنانچہ ابو عبد اللہ القزوی "ابن عذی اور سید عبدالرحمن غازی نے اس کو جائز کہا ہے کیونکہ بندوق کے ذریعے خون بہایا جاتا ہے اور بہت سرعت کے ساتھ شکار کا کھم تمام کر دیا جاتا ہے جس کے سبب سے ذکا شروع کیا گیا ہے۔ (معاذ صلی علی الشرح الصغیر مطبوعہ مصر)

بندوق کے شکار کے متعلق مصنف کی تحقیق اور بحث و نظر

قرآن مجید "اعادیت مجید اور فقہاء احناف کے قواعد کی روشنی میں مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔ قرآن مجید نے شکار کی علت کا ذکر شکار کو زخمی کرنا قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الْفَلَّاحُ وَمَا عَمِلْتُمْ تَرَ  
الْحَوَالِیٰ مَكْحُولًا (المائدہ: ۱۳)

الحوالہ جادہ کی جمع ہے اور جادہ زخمی کرنے والے جانور کو کہتے ہیں اور شکاری جانور کا کیا ہوا شکار اسی وقت حلال ہو تا ہے جب وہ شکار کو زخمی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حوالہ کے لیے شکار کو کھانے کا حکم دیا ہے اور جب شکار پر حکم لگایا جائے تو شکار کا کھانا اشتقاق اس حکم کی علت ہو تا ہے اس لیے شکار کے حلال ہونے کی علت اس کو زخمی کرنا ہے اور

بندوق کی گولی یا اس کے چھروں سے بھی چونکہ شکار زخمی ہو تا ہے اس لیے شکار کی علت اس کو زخمی کرنا ہے اور شکار حلال ہے اور یہ موقع نہیں ہے کیونکہ موقع وہ ہو تا ہے جو چوتھے مرتبہ اس کو زخم آئے اور نہ اس سے خون نکلے۔

احادیث صحیحہ کی روشنی میں بھی بدعت سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔ امام مسلمؒ، حضرت ہدی بن حاتمؒ پرچہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا رَمَيْتَ بِالْمَعْرَاضِ فَحُزْنُ فِئْكَلِهِ وَادَا  
اَصَابَهُ بِعَرَضٍ فَلَا تَاْكُلْهُ  
جب تم شکار پر معراض بھیگو اور معراض شکار میں نفوذ کر جائے تو اس کو کھاؤ اور اگر شکار معراض کے عرض سے مرے تو اس کو مت کھاؤ۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۵ مطبوعہ کراچی ۱۳۵۰ھ)

اور بدعت کی گولی اور چھرے بھی شکار میں نفوذ کر جاتے ہیں اس لیے بدعت سے مارا ہوا شکار جائز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ یہ لفظ محض "ر" کے ساتھ ہے تو اس کا معنی ہے جانور میں سوراخ کرنا۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۰۰ مطبوعہ لاہور)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ لفظ "ز" کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے نفوذ کرنا اور بدعت کی گولی شکار میں نفوذ کر جاتی ہے اور اگر یہ لفظ (ر) کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے سوراخ کرنا اور پھاڑنا اور بدعت کی گولی شکار کو پھاڑتی ہے اور اس میں سوراخ کر دیتی ہے۔ لہذا اس حدیث کے مطابق ہر شے پر بدعت سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے جس تک سے بھی جانور کا خون نہ بہ جائے وہ جائز ہے اور ذبیحہ اور شکار حلال ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت رافع بن خدیجؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کل ہم دشمن سے مقابلہ کریں گے اور ہمارے پاس چمراں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا جلدی کرنا یا فرمایا اس کو جلدی نہ کرنا (تاکہ وہ طبیعت موت نہ مر جائے) جس چیز کا خون بہلا جائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے اس کو کھاؤ مگر دانت اور ہڈی نہ ہوں۔ دانت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہڈی ہے اور ناخن حبشہ ہونے کی چھری ہے۔ (اس غزوہ میں) ہم کو مل قیمت میں بکریاں نور اونٹ ملے۔ ان میں سے ایک اونٹ بھاگ نکلا ایک شخص نے اس کو تھم مارا (اللہ نے) اس اونٹ کو روک دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان اونٹوں میں سے بعض اونٹ وحشی جانوروں کی طرح ہیں جب ان میں سے کوئی تم پر غلبہ آجائے تو اسی طرح کیا کرو۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۸ مطبوعہ کراچی)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت رافع بن خدیجؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دانت اور ناخن کے سوا جو چیز بھی خون ہمارے اس (کے مارے ہوئے) کو کھاؤ۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۸ مطبوعہ کراچی)

بدعت کی گولی ناخن اور ہڈی نہیں ہے اور جانور کا خون ہمارا ہے۔ لہذا اس حدیث کے مطابق اس کا مارا ہوا شکار حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔ بدعت سے مارے ہوئے شکار کے حلال ہونے پر یہ اشکل ہو سکتا ہے کہ حدیث میں ہے جب جانور "معراض" کی دھار سے مرے تو اس کو کھاؤ اور جب وہ معراض کے عرض سے مرے تو وہ قیدی ہے اس کو مت کھاؤ۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۵ مطبوعہ کراچی)

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ بدعت کی گولی اور چمراں میں جو تک دھار نہیں ہوتی اس لیے بدعت سے مارا ہوا جانور و قیدی ہے

اور طہال نہیں ہے۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ لام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفہ کی یہ تفسیر نقل کی ہے موقوفہ وہ جانور ہے جس کو گھڑیوں کی ضرب سے مار کر ہلاک کیا جائے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳ مطبوعہ کراچی) اور جو جانور معارض کے عرض سے مارا جائے وہ دقیزہ ہے اس کی شرح حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: کیونکہ اس صورت میں وہ معرض بخاری نکلی پھر اور بخاری چیز کے حکم میں ہے۔

(بخاری ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ لاہور)

خلاصہ یہ ہے کہ موقوفہ وہ جانور ہے جس کو کسی بخاری اور دقیزہ کی ضرب سے مار کر ہلاک کیا جائے اور بدقہ کی گولی یا چمچہ سے بخاری اور دقیزہ نہیں ہوتے اس لیے قن سے مارا ہوا جانور موقوفہ نہیں۔ بدقہ کی گولی نوکدار ہوتی ہے اس لیے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ البتہ بدقہ کے چمچوں میں نوک نہیں ہوتی لیکن چونکہ وہ گوشت کو چاڑھتے ہیں اور خون بہاتے ہیں اس لیے وہ حار دقیزہ چیز کے حکم میں ہیں۔ اس لیے بدقہ کی گولی یا چمچوں سے مارا ہوا شکار طہال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

یہ غلط رہے کہ بعض صحابہ اور فقہاء تبیین ظلیل کی گولی سے مارے ہوئے شکار کو بھی جائز اور طہال کہتے ہیں۔ جبکہ ظلیل کی گولی سے جانور کے زخم آتا ہے نہ خون بہتا ہے اور حار سے نزدیک اس کے دقیزہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود جب ظلیل کی گولی سے مارے ہوئے شکار کی حرمت حقیق علیہ نہیں ہے تو بدقہ کی گولی یا چمچوں سے مارے ہوئے شکار کو حرام کرنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

اہم عبد الرزاق بن اہم حنفی ص ۱۰۰ روایت کرتے ہیں:

ابن مسیب کہتے ہیں کہ جس وحشی جانور کو تم نے پتھر، ظلیل کی گولی یا چمچہ سے مارا اس کو کھانا۔

ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر ابن ابی اسر نے کہا جب تم پتھر یا ظلیل کی گولی مارو اور ہم اللہ بڑھ لو تو پھر کھانا۔

ابن عسہ کہتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ کے بھائی نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ظلیل کے ساتھ ایک پرندہ یا شکار مارا پھر میں نے عبد الرزاق بن ابی لیلیٰ سے اس کے حقیقی سوال کیا انہوں نے مجھے اس کو کھانے کا حکم دیا۔

ابن طلحہ اس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے معرض کے شکار کے حقیقی یہ کہا۔

جب معرض شکار میں نغزہ کر جائے تو پھر اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر تم نے ایسا تیر مارا جس میں لوہا یا دھارہ نہیں تھا تو شکار کر گیا تو اس کو کھانا۔ (صحیف عبد الرزاق ج ۲ ص ۷۷ ص ۷۸ مطبوعہ بیروت)

ان آج سے یہ واضح ہو گیا کہ بعض صحابہ اور فقہاء تبیین ظلیل کی گولی اور بغیر لوہے کے تیر سے مارے ہوئے شکار کو طہال اور جائز کہتے تھے۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ظلیل کی گولی اور بغیر دھارہ کے تیر سے مارے ہوئے شکار کی حرمت بھی قطعی یعنی اور اشفاق نہیں ہے۔ اور بدقہ کی گولی سے مارے ہوئے شکار کو بھی اگرچہ بعض متاخرین فقہاء نے موقوفہ قرار دے کر حرام کہا ہے لیکن یہ قن کی اجتہادی خطا ہے۔ حقیقی یہ ہے کہ بدقہ کی گولی سے مارا ہوا شکار قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں طہال اور حلیہ ہے۔

قرآن مجید اور احادیث سے بدقہ سے مارے ہوئے شکار کا حکم واضح کرنے کے بعد اب ہم فقہاء اختلاف کے اصول اور قواعد کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کرنا چاہتے ہیں:

خمس اولاً نہ محمد بن احمد شریعی حنفی حنفی ص ۸۳ لکھتے ہیں:

ذکاة (فزع) کا معنی ہے قاتل اور نفس خون کو بھلا اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ فزع اختیاری اور فزع اضطراری۔ فزع اختیاری یہ ہے کہ قدرت اور اختیار کے وقت حیوان کے گلے پر چھری بھیرنا اور جب گردن پر چھری بھیرنا ممکن نہ ہو تو جانور کے جسم کے کسی حصہ پر بھی ذمہ ذائل فزع اضطراری ہے جیونکہ انسان اپنی قدرت کے اعتبار سے مفلک ہوتا ہے۔ سو جس صورت میں وہ حیوان کے گلے پر چھری بھیر سکا ہو تو اس کے گلے پر چھری بھیرے بغیر ذکاة حاصل نہیں ہوگی اور جس اس پر قدرت نہ ہو وہ جانور کے جسم میں کہیں پر بھی ذمہ ذائل اس ذکاة کے قائم مقام ہے۔ (المبسوط ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ بیروت)

لاخشی اور چتر سے مارے ہوئے شکار کو اسی لیے ناجائز کہا گیا ہے کہ علامہ لاخشی اور چتر سے اس وقت مارا جاتا ہے جب جانور قریب ہو۔ اور جب جانور قریب ہو تو اس کے گلے پر چھری بھیر کر ذبح کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے یہی فزع اختیاری ہے۔ اضطراری نہیں ہے اور جب جانور دور ہو اور اس کو پکڑ کر اس کے گلے پر چھری بھیرنا قدرت میں نہ ہو مثلاً کسی درخت پر بیٹھا ہو یا اڑ رہا ہو یا بھاگ رہا ہو اور بدوقت سے تازہ کر کے ان جانوروں کو شکار کر لیا جائے اور گولی یا چمڑے لگنے سے وہ جانور زخمی ہو جائیں اور ان کے جسم سے خون بہہ جائے تو ان کا زخمی ہونا اور خون بہنا ذکاة اضطراری ہے۔ اور فقہاء کے اس بیان کردہ قاعدہ کے مطابق حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

نیز علامہ سر مٹھی حنفی صوفی ۸۳ ص ۱۱۱ لکھتے ہیں:

ابراہیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب مراض شکار کو پھاڑ دے تو کھلا اور جب نہ پھاڑے تو نہ کھلا۔ مراض اس تیر کو کہتے ہیں جس کا پیکان نہ ہو لایا ہے کہ اس کا سرد حار دانا ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ بغیر کاغذ ہے۔ بسا اوقات تیر عرض کی جانب سے لگتا ہے اور شکار کو پھاڑنا نہیں توڑ دیتا ہے۔ اسی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ اگر شکار تیر کی دھار سے مرے اور زخمی ہو تو کھلا اور اگر تیر کے عرض سے مرے تو مت کھلا اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حلت کا دھار نفس خون کے بہنے پر ہے اور یہ اسی وقت ہو گا جب مراض شکار کو پھاڑ دے اور اگر شکار کو پھاڑے بغیر توڑ دے تو خون نہ بکے گا۔ مثلاً اس ضرب سے بڑی یا ٹانگ ٹوٹ جائے اور یہ حکم موقوفہ ہے اور یہ نص قطعی سے حرام ہے۔ (المبسوط ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ بیروت)

علامہ سر مٹھی کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ موقوفہ وہ جانور ہے جو کسی بھاری اور ذلتی چیز سے ٹوٹ جائے (یعنی اس کی بڑی ٹوٹ جائے) اس کے جسم میں ذمہ آئے اور نہ خون بکے اور اگر کوئی تیر جانور کے جسم کو پھاڑ دے اور اس کا خون بہائے تو یہ حلال ہے اور بدوقت سے مارا ہوا شکار ایسا نہیں ہوتا کہ اس میں ذمہ آئے نہ خون بکے۔ اس لیے وہ موقوفہ نہیں ہے بلکہ بدوقت کی گولی اس کے جسم کو پھاڑ دیتی ہے۔ اس کے جسم میں سوراخ ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات گولی آ کر پار ہو جاتی ہے اس کے جسم میں ذمہ آتا ہے اور خون بہتا ہے۔ (اور یہ کہ ذکوة اضطراری میں پورے جسم سے خون بہنا ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ کتب کے مارے ہوئے شکار کے جسم میں بسا اوقات سارا خون نہیں بہتا) اس لیے بدوقت سے مارا ہوا شکار حلال اور طیب ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

الحمد لله علی احسنہ وقرآن مجید، احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ بدوقت سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔ میں نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ اس زمانہ میں بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ بدوقت سے مارا ہوا شکار موقوفہ ہونے کی بناء پر حرام ہے۔ ظاہر ہے کہ ان علماء نے یک نیتی سے یہ فتویٰ دیا ہے، لیکن یہ علماء اس مسئلہ میں زیادہ گہرائی اور گہرائی میں نہیں گئے اور ان کو اس مسئلہ میں اجتہادی خطا لاحق ہوئی۔ آج کل بدوقت سے شکار علامہ ہو گیا ہے اور بکثرت لوگ اس میں مبتلا ہیں اور اگر گولی یا چمڑے لگنے سے جانور مر جائے تو اس کو اسی فتویٰ کی بناء پر حرام قرار دیا جاتا ہے۔





عبد الرزاق 'ج' ۲۲۱ رقم الحدیث ۵۳۹۰ سنہ احمد 'ج' ۲ رقم الحدیث ۱۷۷۱ شیخ احمد عمر شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنہ احمد 'ج' ۲ رقم الحدیث ۲۳۸۱ سنہ ۲۵۸ مطبوعہ دار الحدیث ۱۴۳۱ھ)

بھانسنے والے درودوں سے حملہ آور جنگی چور مراد ہیں، لہذا اس حدیث سے ہاتھی کو مٹڑی اور بکھ بھی حرام ہیں۔ نیز ہاتھی کی پیلہیں بھی ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس برتن کو دھونے کا حکم دیا ہے جس میں کتابت ڈال دے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اغلب نجس ہے۔ اور اغلب گوشت سے پیدا ہوتا ہے اس لیے اس کا گوشت بھی نجس ہو اور ہر نجس حرام ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہو کہ کئے کا کھانا بھی حرام ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کے برتن میں کتابت ڈال دے تو اس کو ملت مرتد دھوؤ۔

(صحیح بخاری 'ج' ۲ رقم الحدیث ۵۷۱ صحیح مسلم 'ج' ۲ رقم الحدیث ۲۸۰ سنہ ہمدان 'ج' ۲ رقم الحدیث ۱۷۷۱ سنہ ترمذی 'ج' ۲ رقم الحدیث ۱۸۳۳ سنہ کبریٰ لکھنؤی 'ج' ۲۳۰ قدیم سنہ احمد 'ج' ۲ رقم الحدیث ۱۸۳۳)  
احمد عمر شاکر نے لکھا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔ مطبوعہ دار الحدیث ۱۴۳۱ھ  
رسول اللہ ﷺ نے کئے کی تک کو حرام فرمایا ہے جس سے بھی واضح ہو کہ کتابت میں نہیں ہے۔  
امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کئے کی قیمت کا شکی اور اجرت اور کاسن کی شیرینی سے منع فرمایا۔

(صحیح بخاری 'ج' ۲ رقم الحدیث ۷۲۲ صحیح مسلم 'ج' ۲ رقم الحدیث ۵۸۱ سنہ ہمدان 'ج' ۲ رقم الحدیث ۲۲۲۸ سنہ ترمذی 'ج' ۲ رقم الحدیث ۱۸۳۳ سنہ نسائی 'ج' ۲ رقم الحدیث ۲۲۰۳ سنہ ابن ماجہ 'ج' ۲ رقم الحدیث ۳۱۵۹)  
نیز امام احمد بن حشیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کئے کی قیمت مکھن کی شیرینی اور قاش کی اجرت طحال نہیں ہے۔ (سنہ نسائی 'ج' ۲ رقم الحدیث ۲۲۰۳ سنہ ہمدان 'ج' ۲ رقم الحدیث ۳۲۸۳)  
رسول اللہ ﷺ نے سیاح کئے کو قتل کرنے کا حکم دیا اور شکاری کئے، کیتوں اور مویشیوں کی حفاظت کے کتوں کے سوا اور کسی کئے کو کینے کی اجازت نہیں دی اگر کئے کو کھانا طحال ہو تو مطلقاً کئے کو کینے کی اجازت ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کئے لہڑی کی مخلوق میں سے ایک مخلوق نہ ہو تو میں ان (سب) کو قتل کرنے کا حکم دیتا۔ پس تم میں سے کالے سیاح کئے کو قتل کرو اور جن لوگوں نے کھیت، شکار اور مویشیوں کے بغیر کتا کھاؤں کے اجڑ میں سے ہر روز ایک قیر لاکھ ہوتا ہے۔

(سنہ نسائی 'ج' ۲ رقم الحدیث ۲۲۰۳ سنہ ترمذی 'ج' ۲ رقم الحدیث ۲۲۰۳ صحیح مسلم 'ج' ۲ رقم الحدیث ۵۸۱ سنہ ہمدان 'ج' ۲ رقم الحدیث ۲۲۰۳ سنہ ابن ماجہ 'ج' ۲ رقم الحدیث ۲۲۰۳ سنہ ابوالکلام 'ج' ۲ رقم الحدیث ۲۲۰۳ سنہ احمد 'ج' ۲ رقم الحدیث ۲۲۰۳)  
صحیح بخاری 'ج' ۲ رقم الحدیث ۵۷۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ اگر کئے کا کھانا طحال ہو تو فرشتے

اس سے نفرت نہ کرتے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۸۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ بہت پریشان تھے۔ حضرت میمونہ نے کہا: "آج صبح سے میں آپ کو بہت غموں دیکھ رہی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے جبرائیل نے رات کو ملاقات کا وعدہ کیا تھا وہ نہیں آئے۔ یہ خدا انہوں نے مجھ سے بھی وعدہ ظاہری نہیں کیا پھر سارا دن رسول اللہ ﷺ کی یہی کیفیت رہی پھر رسول اللہ ﷺ کو ایک کتے کے پلے کا خیال آیا جو ہمارے پردے کے پیچھے تھا آپ نے اس کو گھر سے نکلنے کا حکم دیا تو اس کو نکل دیا کیا پھر آپ نے پانی سے اس جگہ کو دھوا جیسا کہ تھا جب شام ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے من سے کہا: تم نے گزشتہ رات مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا انہوں نے کہا: ہاں لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتیا تصویر ہو۔ پھر اس دن رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا حتیٰ کہ چھوٹے باغ کی حفاظت کے کتے کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا اور بڑے باغ کی حفاظت کے کتے کو چھوڑ دیا۔

الحج مسلم ج ۳، رقم الحديث ۳۲۰۵، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحديث ۴۱۵۵، سنن ترمذی ج ۳، رقم الحديث ۲۸۵۵، مسند احمد ج ۳، رقم الحديث ۳۸۷۷، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷، ص ۲۷۰، قدیمہ

عہادت انس کے ساتھ آپ نے کتا کھانے کو حرام نہیں فرمایا، لیکن ابن ابی شیبہ سے روایت انس کے ساتھ کتا کھانے کی حرمت ثابت ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ کتا کھانے کی حرمت حدیث سے ثابت نہیں ہے، اس لیے ہم نے اس مسئلہ میں اس قدر تفصیل کی ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے گھروں کے کبانے کو بھی حرام فرمادیا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جنگ خیبر کے دن عورتوں سے حد کرنے کو اور پالتو گدھوں کے کھانے کو حرام فرمادیا (یہ حدیث حضرت جابر اور حضرت مقدم بن معویہ کرب و رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے) (الحج ابوداؤد ج ۵، رقم الحديث ۴۲۲۱، الحج مسلم ج ۳، رقم الحديث ۳۰۷۰، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحديث ۳۸۸۸، سنن دارقطنی ج ۳، رقم الحديث ۴۲۳۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷، رقم الحديث ۳۸۸۵) نبی ﷺ نے چوہے، چھو، چیل، گوسے اور بچے کے کتے کے حلق فرمایا جن کو حرام میں بھی قتل کر دیا جائے گا اور ان کو قاتل فرمایا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: باج (جانور) قاتل ہیں، جن کو حرام میں بھی قتل کر دیا جائے گا چوہا، چھو، چیل، گوسے اور بچے (بعض روایات میں چھو کی جگہ سانپ کا ذکر ہے)

(الحج ابوداؤد ج ۳، رقم الحديث ۳۳۳۳، الحج مسلم ج ۲، رقم الحديث ۳۸۸۸، سنن نسائی ج ۷، رقم الحديث ۴۸۸۹، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحديث ۳۸۸۸، سنن ترمذی ج ۲، رقم الحديث ۳۸۸۸، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحديث ۳۰۸۸، مسند احمد ج ۳، رقم الحديث ۳۸۸۵)

امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کو اگوں غصص کھانے کا حلال کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو قاتل فرمایا

ہے۔ یہ خدا پاک جانوروں میں سے نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۳۸)  
 نبی ﷺ نے چھپکلی کو بھی قاصد فرمایا اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چھپکلی کو بھی مکلا حرام ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:  
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے چھپکلی کو فوسق فرمایا۔ ام شریک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے چھپکیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۰۶، ۲۳۰۷، صحیح مسلم ج ۲، رقم الحدیث: ۱۲۳۹)

امام احمد بن حنبل حنفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:  
 ابو لاصح شہمی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابن مسعود غلبہ دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں دو چار پر ایک سانپ گزر رہا تھا، حضرت ابن مسعود نے اپنا غلبہ منقطع کیا اور اس کو لاشی سے مار کر قتل کر دیا۔ پھر کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرمایا ہوئے شاہے جس شخص نے کسی سانپ کو قتل کیا اس نے گویا اس مشرک کو قتل کیا جس کا خون مباح تھا۔ احمد محمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(مسند احمد شرح احمد شاکر ج ۳، رقم الحدیث: ۳۹۵۵، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۱۶ھ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ چھپکلی اور سانپ چھپکلی اور بچھو حرام ہیں۔ فقہانے ابن پر قیاس کر کے باقی حشرات الارض کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ نیز قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ جُحُشٍ لَّهُمُ الْقَطَايِثُ وَبَشِيرٌ عَلَيْهِمْ  
 الْأَعْرَافُ (الاعراف: ۵۵)  
 اور طبیعت ملیر حشرات الارض سے نفرت کرتی ہے اور گھمن کھلتی ہے۔ اس لیے تمام حشرات الارض حرام ہیں۔ امام

ابوکر احمد بن حنین بیہقی حنفی ۳۵۸ھ لکھتے ہیں:

ہم نے نبی ﷺ سے وہ احادیث روایت کی ہیں جو سانپ اور بچھو کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں۔ اسی طرح جو جانور ان کے حکم میں ہیں جن کو عرب ہمیشہ قراود دیتے ہیں اور ان کو انظار میں کھاتے۔

(السنن الکبریٰ ج ۱، ص ۳۸، البدیعہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۶ھ)

نیز نبی ﷺ نے گدہ کو حرام فرمایا ہے اور گدہ حشرات الارض میں سے ہے۔

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث مجتبیٰ حنفی ۴۵۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گدہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابو داؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۳۷۹۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۶ھ)

بچو، بچھو اور بزم بھی حشرات الارض میں سے ہیں اس لیے وہ بھی حرام ہیں۔ امام شافعی بچو اور گدہ کو حلال کہتے ہیں، نبی ﷺ نے بچو کو حرام فرمایا ہے۔

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث حنفی ۴۵۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں، بچھو اور بچھو کو حرام کے گوشت کو کھانے

سے منع فرمایا ہے اور حیوۃ نے یہ اختلاف کیا ہر پکیلوں والے درندے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۳۷۹۰، مطبوعہ بیروت)

نیا پیچڑ نے لومڑی، بھیلے اور بکوں کے حلق خصوصیت کے ساتھ پھیندیگی کا اکتفا فرمایا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت خیرہ بن جریہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ سے جنگلی جانوروں کے حلق پوچھنے کے لیے آیا ہوں، آپ لومڑی کے حلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا لومڑی کو کون کھائے گا؟ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ بھیلے کے حلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جس میں کوئی خیر ہوگی وہ بھیلے کو کھائے گا؟

(سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۰۵، سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۷۹۹، سنن کبریٰ، للبیہقی ج ۳، رقم الحدیث: ۱۹۴۳)

عقرب اللہ (۱)

امام ابو یوسفؒ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت خیرہ بن جریہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ پیچڑ سے بک کھانے کے حلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا کوئی شخص بک کھائے گا؟ پھر میں نے بھیلے کے حلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا جس شخص میں کوئی خیر ہو وہ بھیلے کھائے گا؟ سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۷۹۹، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۳

اس حدیث کا سند ضعیف ہے۔ اسماعیل بن مسلمؒ بعض محدثین نے جمع کی ہے، لیکن کسی حدیث سے مجتہد کا استدلال کرنا بھی اس کی تقویت کا سبب ہو سکتا ہے۔

خاصہ یہ ہے کہ پکیلوں اور خانوں سے بھاڑنے، پیرنے والے درندے اور پرندے، چمڑ اور پتھر گدھے، کتا اور خنڈو، سانپ، بچھو، بکھو، گدھ اور دیگر حشرات الارض کو کھانا قرآن اور حدیث سے حرام ہے۔

سند درہ جانوروں کے حلق تفصیل یہ ہے کہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک تمام موادِ سمندری جانور حلال ہیں، خواہ بٹھا مرے ہوں یا شکار سے۔ امام احمدؒ کے نزدیک جو سمندری جانور خشکی میں رہتے ہیں، وہ بغیر ذبح کے حلال نہیں جیسے بچھو اور جن سمندری جانوروں میں پیسے والا خون نہیں ہے، وہ بغیر ذبح کے حلال ہیں اور جن میں پیسے والا خون ہو، ان کو ذبح کرنا ضروری ہے۔ ائمہ حنفیؒ کی دلیل یہ ہے:

لَيْسَ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيْرِ (المائدہ ۹۶) تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے سمندر کا شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک اس سے مراد سمندر کا شکار کرنا ہے اور حرام جانوروں کا بھی دیگر کافروں کے لیے شکار کرنا جائز ہے۔ اس سے مراد شکار کھانا نہیں ہے اور طعام سے مراد مچھلی ہے۔ ائمہ حنفیہ اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

امام ابو یوسفؒ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ! ہم سمندر میں سڑ کرتے ہیں اور ہمارے پاس پانی تو ڈھسا ہوا ہے، اگر ہم اس پانی سے وضو کریں تو ہم پیاسے رہ جائیں گے۔ کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیں؟ رسول اللہ پیچڑ نے فرمایا سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مواد حلال ہے۔ (فقہاء احناف اس مواد کو مچھلی پر محمول کرتے ہیں)

(سنن ترمذی ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۸۵ سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۵۰ سنن نسائی ج ۲ رقم الحدیث ۵۰ سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۸۵ ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۵۰ سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۵۰ سنن نسائی ج ۲ رقم الحدیث ۵۰ سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۸۵) فقہاء مختلف اس حدیث میں بھی مردار کو چھلی پر محمول کرتے ہیں اور اس پر قریب یہ حدیث ہے:

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں 'چھلی اور مڈی'۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۸۵ سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۸۵ سنن نسائی ج ۲ رقم الحدیث ۵۰)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک چھلی کے سوا تمام سمندری جانور حرام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ چھلی کے سوا تمام سمندری جانور نجس ہیں، یعنی غیر مرغوب ہیں اور قرآن مجید میں ہے:

وَيَسْتَحْيِيكُمْ عَلَيْكُمْ اَلْجَنَابَتِ (الاعراف ۵۵) اور ناپاک اور غرت انگیز چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں۔ جو چھلی طبعی موت سے مر کر سب آج پر آجائے 'انہم مٹاؤں کے نزدیک وہ بھی حلال ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ حرام ہے' امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۵۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس چیز کو سمندر پھینک دے یا جس سے سمندر کا پانی بہت جائے 'اس کو کھالو' اور جو پانی میں مر کر لوہے آجائے 'سو تم اس کو نہ کھتے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث ۳۸۱۵ سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث ۳۲۲۴) محدثین نے کہا ہے اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن سلیم الطاقفی ہے 'اور یہ ضعیف راوی ہے۔ لیکن امام بیہقی نے اس کو دیگر متعدد استیاد کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۵۸۹-۵۹۰) علامہ ازہری جب حلت اور حرمت میں تضاد ہو تو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ لہذا حلت کی روایات پر یہ حدیث راجح ہے۔

فحلی اور سمندری حرام جانوروں کی یہ تفصیل ہے 'ان کے علاوہ باقی تمام جانور حلال ہیں۔ بشرطیکہ ان کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔ اس کی تفصیل (المائدہ ۳) میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے: اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا طعام ان کے لیے حلال ہے۔

اہل کتاب کی تعریف اور ان کے ذبیحہ کی تحقیق

جسور اقسام اسلام کے نزدیک اس آیت میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔ فحلی اور میوہ جلت وغیرہ مراد نہیں ہیں کیونکہ ذبیحہ وہ ہے جس کے طعام ہونے میں انسان کا دخل ہے۔ ہائی کھلنے پینے کی چیزیں تمام لوگوں کے لیے مباح ہیں۔ اس لیے ان کی اہل کتاب کے ساتھ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ فقہ ربیع ہم بعض آثار نقل کریں گے جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ یہاں طعام سے مراد ذبیحہ ہیں۔

اہل کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں 'جن کے انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ نے توہرات اور انجیل کو نازل فرمایا۔ کیونکہ زمانہ نزول قرآن میں یہودی حضرت عزیر کو اور عیسائی حضرت یحییٰ کو خدا مانتے تھے 'اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اہل کتاب فرمایا:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ حَرِّمُوا بَنِي آلِ مُحَمَّدٍ قَالَتْ . اور یہود نے کہا کہ حرام کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ  
النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ الْمَرْيَمَ النَّصَارَى ۵۳

اہم ابو جعفر محمد بن جریر طبری ص ۳۳۸ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

ابن شلب سے نصاریٰ عرب کے ذبیحہ کے حلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا میں کا ذبیحہ کھلیا جائے گا کیونکہ وہ دین میں  
اہل کتب ہیں اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نصاریٰ بنو تغلب کے ذبیحہ کے حلق فرمایا: "قد طہل میں ہے۔"

عید بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نصاریٰ بنو تغلب کے ذبیحہ کو نہ کھلا کیونکہ وہ شراب پینے کے سوا  
ضرورت کی اور کسی چیز پر عمل نہیں کرتے۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۳۳۸ مطبوعہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

لیکن اگر ان فقہاء تابعین خلفہ حسن بن علی، عکرمہ، قتادہ، سعید بن مسیب، شعبی اور ابن شلب وغیرہ نصاریٰ بنو تغلب کے  
ذبیحہ کو کھلنے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۳۳۸ مطبوعہ بیروت)

ابن زید سے سوال کیا گیا کہ عیسائیوں نے ہم اللہ چڑھ کر باہر کو گر جا کے لیے ذبح کیا کیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟  
انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اہل کتب کے طعام کو حلال کیا ہے اور اس میں سے کسی چیز کو مستثنیٰ نہیں کیا۔

(جامع البیان ج ۶ ص ۳۳۸ مطبوعہ بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن علی بن شالی ص ۵۲ ح ۵۲ کہتے ہیں:

علامہ زہلی نے کہا ہے کہ جو شخص آسمانی دین کا مستحق ہو اور اس کے پاس کتب ہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے  
صافک یا حضرت یثیث کے یا حضرت داؤد کی زباز ہو وہ اہل کتب میں سے ہے اور ان کے ذبیحہ کو کھانا جائز ہے۔

مستثنیٰ میں مذکور ہے کہ ان کے ذبیحہ کے طہل ہونے میں یہ قید ہے کہ وہ مسیح کی الوہیت کا عقیدہ نہ رکھتے ہوں اور اسی  
کے موافق شیخ الاسلام کی جہود میں مذکور ہے کہ اگر وہ مسیح کی الوہیت یا عیسیٰ کی الوہیت کا عقیدہ رکھیں تو واجب ہے کہ ان کا

ذبیحہ نہ کھلیا جائے اور ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے لیکن دلیل کے اعتبار سے ان کا  
ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ البکر الرافعی میں مذکور ہے کہ مذہب یہ ہے کہ ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں

سے نکاح کرنا مطلقاً جائز ہے۔ کیونکہ جس لائقہ مرضی نے جہود میں ذکر کیا ہے کہ ضروری کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہے خواہ وہ تین  
میں کے تیسرے کا قول کریں یا نہیں کیونکہ قرآن مجید نے ان کے طعام کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کی مطلقاً

اجازت دی ہے۔ علامہ ابن حاتم نے بھی اسی قول کو راجح قرار دیا ہے اور یہی دلیل کاغذ ہے۔ کیونکہ اہل کتب پر مشرکین کا  
اطلاق نہیں کیا جاتا اور مشرک اس کو کہتے ہیں جو غیر اللہ کی عبادت کرے اور کسی نبی کی اتباع کا دعویٰ نہ ہو۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

نیز علامہ ابن حاتم نے لکھا ہے کہ لوئی یہ ہے کہ بلا ضرورت ان کا ذبیحہ کھلے نہ ان کی عورتوں سے نکاح کرے۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۸ مطبوعہ بیروت ۱۴۰۷ھ)

اگر کوئی شخص کسی عیسائی سے ذبح کے وقت یہ سنے کہ وہ مسیح کا نام لے کر ذبح کر رہا ہے تو اس کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے  
اور اگر وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے اور اس سے اولاد مسیح کا کہے تو فقہانہ نے کہا ہے کہ اس کا ذبیحہ کھالیا جائے گا۔ پھر اگر وہ

مراشتا کے اللہ کے نام سے جو جن میں کا تیرا ہے تو پھر اس کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے۔ (ہندیہ) اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ

جب یہ سب نفع کر کے لے آئے تو اس کا زیچہ کھایا جائے گا (محلہ) جیسا کہ اس نے صرف اللہ کا نام نکر سائے نفع کیا ہو۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۱۸۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۰ھ)

علامہ محمد بن علی بن محمد صکنی متوفی ۸۸ھ لکھتے ہیں:

غیر اہل کتب کا زیچہ جائز نہیں ہے۔ خود وہ بت پرست ہو، نجس ہو، مرتد ہو، جینی ہو یا جبری ہو۔ اگر یہودی یا عیسائی، نجس ہو جائے تو اس کا زیچہ جائز نہیں ہو گا اور اگر نجس یہودی یا عیسائی ہو تو اس کا زیچہ جائز ہو جائے گا۔

(رد المحتار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۸۹ مطبوعہ بیروت ۱۴۰۰ھ)

اہل کتب مردوں سے مسلمان عورتوں کے نکاح ناجائز ہونے کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے زیچہ کے بیان میں جاہلین سے حکم فرمایا کہ اہل کتب کا زیچہ تمہارے لیے حلال ہے، اور تمہارا زیچہ ان کے لیے حلال ہے، اور نکاح کے حلق فرمایا اور اہل کتب کی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں، یہی نہیں فرمایا کہ اور تمہاری عورتیں ان کے لیے حلال ہیں۔ سو نکاح میں صرف ایک جانب سے طہ ہے اور وجہ فرق ظاہر ہے، کیونکہ مسلمانوں اور اہل کتب میں دونوں طرف سے طہام کا حلال ہونا کسی شرعی غلطی کو مستلزم نہیں ہے اور اگر نکاح میں بھی دونوں جانب سے جواز ہو تا تو مسلمان عورتوں کا اہل کتب سے نکاح جائز ہو تا تو شہرہ جہودی پر حاکم ہو تا ہے تو مسلمان عورت پر کافر مرد کا ظہب ہو تا تو یہ شرما منع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شلو ہے:

وَكُنْ تَحْتَهُ اللَّهُ يُلْكُ كَمَا يَمْرُؤٌ عَلَى رَاحَتِهِ يَرْكُضُ مِمَّا يَكُونُ  
الْمُؤْمِنِينَ سِوَاكَ (النساء ۳۴)

راحت پر گز نہیں پڑے گا۔

دیگر کفار کے برعکس اہل کتب کے زیچہ کے حلال ہونے کی وجہ

دیگر کفار کے برعکس صرف اہل کتب کے زیچہ کو اسلام میں حلال کیا گیا ہے۔ اس شخص کی وجہ یہ ہے کہ اسلام اور اہل کتب کے دین میں متعدد امور مشترک ہیں، یہ دونوں آسمانی مذہب ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتے، انبیاء، علیم، اسلام، آسمانی کتابیں، قیامت، مرنے کے بعد الھما، جزا، سزا اور جنت و دوزخ کے دونوں قائل ہیں۔ اس کے علاوہ جانور کی طہ اور حرمت میں بھی ان میں کمی امور مشترک ہیں۔ اسلام میں مرد اور جانور، جس کا گھٹا گھونٹا گیا ہو، جس کو درد نے بے پناہ ہو، جو جنوں کے لیے نفع کیا گیا ہو اور خون اور خنزیر حرام ہیں اور موجودہ بھی ہوئی کتب مقدس (یا نیکل) میں بھی ان کی حرمت بیان کی ہے۔ جو جانور خود بخود مر گیا ہو اور جس کو دردوں نے پھاڑا ہو، ان کی جہلی اور کلام میں لاکھ پر اسے تم کسی محل میں نہ کھلا۔

(ابن احمد نمبر ۱۸۱۰ باب ۱۷، آیت ۲۳ مطبوعہ پائیل سوسائٹی لاہور)

اور سو کو کیونکہ اس کے پٹوں انگ اور چرے ہوئے ہیں، یہ وہ جگہ نہیں کرتا وہ بھی تمہارے لیے بھلاک ہے، تم ان کا گوشت نہ کھنا۔ (ابن احمد نمبر ۱۸۱۰ باب ۱۷، آیت ۲۴ مطبوعہ پائیل سوسائٹی لاہور)

مگر غیر قوموں میں سے جو ایمان لائے، ان کی بہت ہم نے یہ فیصلہ کر کے لکھا تھا کہ وہ صرف جنوں کی قربانی کے گوشت سے اور لہو اور گھٹا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرام کاری سے اپنے آپ کو بچائے، دیکھیں۔

(ابن احمد نمبر ۱۸۱۰ باب ۱۷، آیت ۲۵ مطبوعہ پائیل سوسائٹی لاہور)

اہل کتب عورتوں سے مسلمان مردوں کے نکاح حلال ہونے کی وجہ

اس شخص کی بھی یہ وجہ ہے کہ اسلام اور اہل کتب کے دین میں بنیادی امور مشترک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو، فرشتوں کو،

آپ کی کتابوں کو انبیاء علیہم السلام کو 'مرنے کے بعد اٹھنے کو' بڑا سزا کو اور جنت و دوزخ کو یہ سب ملنے ہیں۔ اس کے علاوہ جن رشتوں سے اسلام میں نکاح حرام ہے، اصل کتاب کے نزدیک بھی ان سے نکاح حرام ہے۔ موجودہ چھپی ہوئی کتاب مقدس میں لکھا ہوا ہے:

تو اپنی ماں کے بدن کو جو حیرے باپ کا بدن ہے، بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری ماں ہے تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا تو اپنے باپ کی بیوی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ حیرے باپ کا بدن ہے تو اپنی بہن کے بدن کو چاہے وہ حیرے باپ کی بیوی ہو، چاہے تیری ماں کی اور خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو، خواہ اور کہیں، بے پردہ نہ کرنا تو اپنی چچی یا نواسی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ ان کا بدن تو حیرا ہی بدن ہے تو اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ حیرے باپ کی قرچی رشتہ دار ہے تو اپنی غلہ کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری ماں کی قرچی رشتہ دار ہے تو اپنے باپ کے بھائی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ اس کی بیوی کے پاس نہ جلتا وہ تیری چچی ہے تو اپنی بہن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ حیرے باپ کی بیوی ہے سو تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا تو اپنی بھولج کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا اور نہ تو اس عورت کی چچی یا نواسی سے بیاہ کر کے اپنی ماں سے کسی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ دونوں اس عورت کی قرچی رشتہ دار ہیں۔ یہ بڑی خفاہ ہے تو اپنی سالی سے بیاہ کر کے اسے اپنی بیوی کی سو کن نہ بھلا کر دوسری کے بیچے جی اس کے بدن کو بھی بے پردہ کرے تو عورت کے پاس جب تک وہ حیض کے سبب سے ٹپاک ہے اس کے بدن کو بے پردہ کرنے کے لیے نہ جلتا

(پرانامہ نمبر ۴۴، جلد ۱۸، آیت ۱۹-۲۰، مطبوعہ پائل سوسائٹی لاہور)

آزاد اور پاک دامن عورتوں کی تخصیص کی وجہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور آزاد پاک دامن مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں)۔

اس آیت کا معنی یہ ہے اے مسلمانو! تمہارے لیے آزاد مسلمان عورتیں اور یہودیوں اور عیسائیوں کی عورتیں خواہ ذی ہوں یا حنی ہوں، حلال کر دی گئی ہیں۔ جب تم ان کے مردوں کو دو "مہر کا ذکر اس لیے کیا ہے" تاکہ اس کا وجہ اور مسودہ ہونا ظاہر ہو۔ یہ نکاح کے حلال ہونے کی شرط نہیں ہے اور آزاد عورتوں کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ مسلمان ہندوؤں سے نکاح کرنے کی یہ نسبت آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنا ہونی اور رائج ہے اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ مسلمان ہندوؤں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور آنحکام تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو، نہ اعلان سے بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ طریقہ سے آشپاہی کے والے اور جس نے ایمان لایا ہے انکار کیا تو بے شک اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔ (المائدہ ۵)

اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے لیے مسلمان آزاد عورتوں سے نکاح حلال کیا گیا ہے جبکہ تم آزاد عورتوں سے نکاح کر کے اپنے آپ کو زنا سے بچنا، نہ ظاہر بدکاری کرو اور نہ خفیہ طریقہ سے بدکاری کرو۔ یعنی صحیح اور قانونی طریقہ سے خواہش نفس پوری کرو اور اعلان سے خفیہ طریقہ سے بدکاری سے اجتناب کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وعید فرمائی کہ اگر کسی شخص نے ان احکام شریعہ کی جائز سمجھ کر مخالفت کی تو وہ کافر ہو جائے گا۔ دنیا میں اس کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور آخرت میں وہ عذاب کا مستحق ہو گا اس آیت میں ایمان لانے کے بعد کفر کرنے سے بھی مراد ہے اور اس میں یہ تفسیر ہے کہ اودھانوں سے تمام اہل ضائع ہو



جاتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو (اور تم بے وضو ہو) تو اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں

وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ

کو کہنیوں کیست وضو کرو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو کہنوں کیست

إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى

وضو کرو، اور اگر تم جنبی ہو تو اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرو، اور اگر تم بیمار ہو

أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَايِبِ أَوْ لَمْ تُسْمِعُوا

یا مسافر ہو یا تم میں سے کوئی تغاضر حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مباشرت کیا

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ

پس تم پانی کو نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تمیم کرو، سو تم اپنے چہروں اور ہاتھوں

وَأَيْدِيَكُمْ مِنْهُ ثُمَّ ابْرِئُوا السُّجُودَ لِلَّهِ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ

پھر اس پاک مٹی سے مسح کرو، اللہ تم پر ستم نہ کرے، نہیں چاہتا، لیکن

وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ

وہ تم کو خوب پاک کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ تم پر اپنی نعمت کو پورا کرے تاکہ تم

تَشْكُرُونَ ﴿٦﴾

شکر ادا کرو ۰

آیت وضو کی سابقہ آیات سے مناسبت

انسان کے طبعی تقاضے وہ چیزوں میں تھکریں۔ کھانے پینے کی چیزیں اور عمل ازواج۔ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں اس کے لیے کیا چیزیں حلال ہیں اور کیا چیزیں حرام ہیں اور جنسی خواہشوں کی تکمیل کے لیے کون سی عورتیں اس کے لیے حلال ہیں اور کون سی عورتیں حرام ہیں۔ اور اس آیت میں یہ بتایا کہ ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے لیے اس پر اللہ تعالیٰ کی عبادت فرض ہیں اور ان عبادت میں سب سے اہم نواز ہے اور نوازی کی شرط طہارت ہے اور



میں ہوا تھا جو جو مصطفیٰ بن خرامہ کے خلاف تھا یہ واقعہ چھ بھری کا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ پانچ بھری کا واقعہ ہے۔

(۱) حدیث کا ترجمہ "ج" ص ۱۳۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۱۳ھ

آیت وضو کے نزول سے پہلے فرضیت وضو کا بیان

اس جگہ ایک بحث یہ ہے کہ آیت وضو تو پانچ یا چھ بھری میں نازل ہوئی اور لڑتے لڑتے اہل بیت کے ساتھ کہ میں فرض ہو گئی تھی تو اہل بیت میں لڑتے وضو کے ساتھ پڑھی جاتی تھی یا بلا وضو؟

حافظ ابن عبد البر مالکی حنفی ص ۳۳۵ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا ہے: "پھر اللہ نے حکم کی آیت نازل کر دی" اس سے مراد وہ آیت وضو ہے جو سورۃ المائدہ میں ہے۔ یا وہ آیت ہے جو سورۃ الفلہ میں ہے۔ ان دونوں کے سوا اور کسی آیت میں حکم کا ذکر نہیں ہے اور یہ دونوں مانی سورتیں ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ غسل جب تک وضو سے پہلے فرض نہیں ہوا تھا۔ جس طرح مسکینین میرت کے نزدیک یہ امر متفق ہے کہ نبی ﷺ پر کہ میں لڑتے فرض ہوئی ہے اور غسل جب تک کہ میں فرض ہوا ہے اور یہ کہ آپ نے کہ میں کوئی نماز بھی بغیر وضو کے نہیں پڑھی اور آپ اسی طرح وضو کرتے تھے جس طرح مہینہ میں آپ نے وضو کیا یا جس طرح اب ہم وضو کرتے ہیں اور یہ وہ امر ہے کہ اس سے کوئی عالم بھی عداوت نہیں ہے اور سوائے ہت و حرم کے اس کی کوئی بھی مخالفت نہیں کرے گا۔ حدیث کا ترجمہ "ج" ص ۱۳۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۱۳ھ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی حنفی ص ۸۵۵ لکھتے ہیں:

علامہ سفاکی نے اس مسئلہ پر طویل بحث کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وضو کو ایمان پر لازم تھا اور حکم کی آیت سورۃ الفلہ میں ہے اور سورۃ الفلہ میں ہے اور یہ دونوں مانی سورتیں ہیں اور اس سے پہلے کوئی نماز بغیر وضو کے شروع نہیں تھی۔ اس لیے جب حکم کی آیت نازل ہوئی تو وضو کا ذکر نہیں کیا کیونکہ حکم کا حکم وضو کے حکم کی فرع ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ پہلے اس آیت کا وہ حصہ نازل ہوا جس میں وضو کا ذکر ہے اور پھر اس آیت کا دوسرا حصہ نازل ہوا جس میں حکم کا ذکر ہے۔ پھر یہ آیت پوری ہو گئی اور یہ بھی اہل بیت کے کہ وضو کا حکم پہلے ملت سے شروع ہوا نہ کہ قرآن سے۔ پھر بعد میں ان دونوں کا حکم اکٹھے نازل ہوا اور حضرت عائشہ نے اس کو حکم سے اس لیے تعبیر کیا کہ اس موقع پر ہی حضور ﷺ (علیہ السلام) فرماتے ہیں (اس میں کتابوں اگر یہ لوگ لکھ جی دی کی اس روایت پر ملاحظہ ہو جاتے جس میں حضرت عائشہ نے فرمایا ہے پھر یہ آیت نازل ہوئی "یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الى الصلوٰۃ فاغسلوا وجوهکم واربابکم۔ الا یہ (المائدہ ۶) تو ان کو طاعت میں نہ پڑتے۔ (صحیح البخاری ج ۳ ص ۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ وضو کا حکم پہلے ملت سے ثابت تھا اور یہ آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔

علامہ محمد بن علی بن محمد صفحی حنفی حنفی ص ۸۸ لکھتے ہیں:

آیت وضو اہل بیت کے اور تمام اہل بیت کا اس پر اجماع ہے کہ وضو اور غسل کہ میں نماز کے ساتھ فرض ہو گئے تھے اور نبی ﷺ نے بھی بغیر وضو کے نماز نہیں پڑھی بلکہ ہم سے پہلے شریعت میں بھی وضو فرض تھا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا وضو ہے اور اصول آخر میں یہ مقرر ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول بغیر انکار کے کوئی قصہ بیان کریں اور اس کا صحیح ظاہر نہ ہو تو وہ بھی ہماری شریعت ہے اور اس آیت کے نزول کا یہ قاعدہ ہے کہ جو حکم پہلے ثابت ہو چکا تھا اس کو مقرر اور ثابت کیا جائے۔ (الدر المنثور ج ۲ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

## شرائع سابقہ اور کئی دور میں فرضیت وضو کے متعلق احادیث

امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی منگولیا اور ایک ایک مرتبہ اعضا وضو کو دھویا پھر فرمایا: یہ وضو کا وہ طریقہ ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں کرتا۔ آپ نے پھر اپنی منگولیا اور دو مرتبہ اعضا وضو کو دھویا پھر فرمایا: جس نے اس طرح وضو کیا اس کے لیے دگنا اجر ہے۔ آپ نے تھوڑی دیر کے بعد اپنی منگولیا اور اس سے اعضا وضو کو تین تین بار دھویا اور فرمایا: میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا وضو ہے۔

(سنن دار قطنی، ج ۱، رقم الحديث: ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، سنن ابن ماجہ، رقم الحديث: ۲۲۰، المعجم الاوسط، رقم الحديث: ۳۶۷۳، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۱، ص ۸۰)

امام دار قطنی نے اس حدیث کو متعدد اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے، ہر جہہ کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں لیکن تعدد اسناد کی وجہ سے وہ حسن فیض ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ انبیاء سابقین کی شریعت میں بھی وضو مشروع تھا۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت امیر الائم نے صرف تین (ظاہری اور صوری) جھوٹ بولے، جب انہیں باطل خداؤں کی طرف بلایا گیا تو انہوں نے کہا: اسی سقیہ میں پانی ہوں اور انہوں نے کہا: "مکاتہ" جعلہ کسیر ہم۔ خدا ان کے اس بڑے نے یہ کام کیا ہے۔ اور انہوں نے (حضرت سارہ کے حقیق کیا یہ میری بہن ہے، حضرت امیر الائم ایک ہستی میں گئے جس میں ایک جابر بادشاہ تھا، اس کو بتایا گیا کہ آج رات امیر الائم (علیہ السلام) سب سے حسین عورت کے ساتھ اس شرمسرا داخل ہوئے ہیں، اس بادشاہ نے ان کے پاس اپنا ہر کارہ بھیجا اور پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ حضرت امیر الائم نے کہا: یہ میری بہن ہے۔ اس نے کہا اس کو بھیج دو۔ آپ نے ان کو اس کے ساتھ روانہ کیا اور فرمایا: میری بہنیت کو جھٹانا نہیں، میں نے اس کو یہ خبر دی ہے کہ تم میری بہن ہو اور اس سرزمین پر میرے نور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔

جب حضرت سارہ اس کے پاس پہنچی تو وہ آپ کی طرف اٹھا۔ حضرت سارہ نے وضو کیا اور نماز پڑھی، اور اللہ سے دعا کی: اے اللہ! اے شک تجھے علم ہے کہ میں تجھ پر اور تمہارے رسول پر ایمان لائی ہوں۔ اور میں نے اپنے شوہر کے سوا ہر کسی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا ہے۔ سو تجھ کو اس کافر کے قتل سے پہلے سوائے کے منہ سے خرخرکی آواز آنے لگی اور اس کی ٹانگ زمین میں دھنسل گئی۔ حضرت سارہ نے کہا: یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اس نے مار دیا۔ پھر اس کو زمین نے چھو ڈیا، وہ پھر حضرت سارہ کی طرف بڑھا، حضرت سارہ نے وضو کیا، نماز پڑھی اور دعا کی: اے اللہ! اے شک تو جانتا ہے کہ میں تجھ پر اور تمہارے رسول پر ایمان لائی ہوں، اور میں نے اپنے شوہر کے سوا ہر کسی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا ہے، سو تجھ کو اس کافر کے قتل سے پہلے پس اس کے منہ سے خرخرکی آواز آنے لگی، اور اس کی ٹانگ زمین میں دھنسل گئی، پھر حضرت سارہ نے کہا: یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے اس کو قتل کر دیا، پھر اس کو چھو ڈیا، پھر تیسری بار چھو ڈی، تیسری مرتبہ اس بادشاہ نے کہا: تم نے میرے پاس کس جن کو بھیجا ہے۔ اسے امیر الائم کو دہاؤں کہ دو کور اس عورت کو ہار دو، دو دہاؤں کہیں اور حضرت امیر الائم سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ نے اس کافر کے کمر کو باطل کر دیا اور خدا مت کے لیے ایک باندی دے دی۔

(مسند احمد، ج ۲، ص ۳۰۳-۳۰۴، مسند قدیم، بیروت، احمد شاکر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ صحیح بخاری، تصحیح مسلم)

سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، اور مسند ابویعلیٰ میں بھی یہ حدیث اختصار سے مروی ہے۔ مسند احمد، تصحیح احمد شاکر، ج ۹، رقم الحدیث: ۳۳۳۳، مطبوعہ دارالحدیث، قاہرہ ۱۳۲۹ھ

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں بھی وضو فرض تھا، کیونکہ حضرت سارہ نے وضو کر کے نماز پڑھی تھی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنو اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کو جرجج کہا جاتا تھا وہ نماز پڑھ رہا تھا اس کی ماں نے آکر اس کو بلایا، وہ اس کے بلانے پر نہیں گیا اور کہا کیا نماز کی حالت میں میں اس کو جواب دوں؟ اس کی ماں آئی اور اس نے کہا اے اللہ! اس پر اس وقت تک موت طاری نہ کرنا جب تک یہ بدکار عورتوں کو نہ دیکھ لے۔ جرجج اپنے گرجا میں جلوت کرتا تھا، ایک عورت نے کہا میں جرجج کو تختہ میں ڈالوں گی، اس عورت نے اس کو گمراہی دعوت دی، جرجج نے انکار کیا۔ اس نے ایک چرواہے سے اپنی خواہش پوری کر لی، اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا، اس نے لوگوں سے کہا یہ جرجج کا بچہ ہے۔ لوگ آئے اور انہوں نے اس کا گرجا توڑ دیا اور اس کو گرجا سے نکل دیا اور اس کو برائے گرجج نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر اس نو زائدہ بچہ سے کہا اے لڑکے! حیرانپ کوں ہے؟ اس نے کہا چرواہا۔ لوگوں نے کہا ہم جمدار کر جاسو گے، بچا دیں اس نے کہا نہیں صرف مٹی کا بنادو۔

(صحیح بخاری، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۸۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ بنو اسرائیل کی شریعت میں بھی وضو فرض تھا، کیونکہ جرجج نے وضو کر کے نماز پڑھی تھی۔

امام عبداللہ بن ہشام متوفی ۲۳۳ھ روایت کرتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا مجھے بعض اہل علم نے یہ حدیث بیان کی کہ جب رسول اللہ ﷺ پر نماز فرض ہوئی تو آپ کے پاس جبرائیل آئے وہ اس وقت کہہ کی بندہ داوی پر تھے۔ انہوں نے ولوی پر اپنی ایڑی ماری تو اس سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا، پھر جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا اور نبی ﷺ کو دیکھتے رہے کہ وہ نماز کے لیے کس طرح وضو کرتے ہیں؟ پھر نبی ﷺ نے اس طرح وضو کیا جس طرح جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا تھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور نبی ﷺ نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جبرائیل علیہ السلام لوٹ گئے اور نبی ﷺ حضرت خدیجہ کے پاس آئے، پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو وضو کر کے دکھایا کہ نماز کے لیے کس طرح وضو کرتے ہیں، جس طرح آپ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دکھایا تھا، پھر حضرت خدیجہ نے وضو کیا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ کو اس طرح نماز پڑھائی جس طرح حضرت جبرائیل نے نماز پڑھائی تھی۔ (المسند، ابویعلیٰ، ج ۱، ص ۴۳۳، مطبوعہ لبنان)

علامہ مہدی متوفی ۵۸۸ھ نے اس حدیث کی سند کو منقول لکھا ہے اور یہ لکھا ہے کہ ایسی حدیث احکام شریعہ کی اصل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، لیکن ان کے استاذ قاضی ابوبکر محمد بن ابی نعیم متوفی ۵۳۳ھ نے اس حدیث کی توثیق کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے، چونکہ اس کو اہل حج نے روایت نہیں کیا، لیکن انہوں نے اس حدیث کو اس لیے ترک کر دیا کہ ان کو اس کی ضرورت نہیں تھی اور صحابہ اور علماء اس حدیث سے تعارف کرتے تھے، جس کی ان کو ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

(احکام القرآن، ج ۲، ص ۴۸، ۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

تایم علامہ عبدالرحمن بن عبد اللہ مہملی متوفی ۵۸۵ھ نے اپنے مستوفیٰ ابن العزلی کی سند سے روایت کیا ہے۔  
حضرت زید بن عمارؓ چوتھے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ کے پاس حضرت  
جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ کو وضو سکھایا اور جب وضو سے فارغ ہوئے تو چلو میں پانی لے کر اپنی شرم گاہ پر چھڑکا اس  
حدیث کی بناء پر وضو کہ میں فرض ہوا اور اس کی تلاوت عین میں ہوئی۔

(الرد عن اللائف، ج ۱، ص ۱۶۳-۱۶۴، مطبوعه مکتبه فاروقیه، لبنان)

وضو کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کو قیامت کے دن عر محجل (جس کا نام نور ہاتھ پر سفید ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا اس کا سبب وضو کے آبار ہیں۔ سو تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہو (وہ اسے وضو مقررہ حد سے زیادہ دھو کر اپنی سفیدی کو زیادہ کرے۔

الحج بخاری ج ۱، رقم الحديث ۳۳۶، الحج مسلم ج ۱، رقم الحديث ۳۳۶، سنن ابی داؤد ج ۱، رقم الحديث ۳۳۶، سنن نسائی ج ۱، رقم  
الحديث ۳۳۶، سنن ابن ماجه ج ۱، رقم الحديث ۳۳۶

لہام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی ۷۹۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندہ مسلم (یا مومن) وضو کرتا ہے تو وہ جب چہرے کو دھو رہا ہے تو پانی کے قطرہوں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گندہ محل جاتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا اور جب وہ ہاتھوں کو دھو رہا ہے تو پانی کے قطرہوں کے ساتھ اس کا ہر وہ گندہ محل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے۔

۱- من ترمذی ج ۲، رقم الحديث ۳۰۴۳، «لو طار رقم الحديث ۳۳» سنن دارمی ج ۱، رقم الحديث ۱۸۳.  
 ۲- من ترمذی ج ۳، رقم الحديث ۸۵۶۱، «سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹»، «مجمع البحرین خزائن ج ۱، رقم الحديث ۱۳»  
 ۳- من ترمذی ج ۲، رقم الحديث ۳۰۴۳، «لو طار رقم الحديث ۳۳» سنن دارمی ج ۱، رقم الحديث ۱۸۳.

امام عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قریبا تم میں سے جو شخص ایسی طرح وضو کر کے مسجد میں جائے اور اس کا سچہ میں جانا صرف نماز کے لیے ہو تو اس کے بعد تم سے اللہ اس کا ایک درجہ بلند کرنا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹانا ہے حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائے۔

(سنن ابن ماجه، ج ١، رقم الحديث ٢٨١، مطبوعه دار الفكر، بيروت، ١٤١٥هـ)

امام ابو یوسفؒ کی تفسیر متوفی ۲۴۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اُمّی طرح وضو کیا پھر کہہ "اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ" و اشھد ان محمداً عبده ورسوله "اللھم اجعلنی من النواہیس واجعلنی من المتطہرین" اس کے لیے جنت کے آٹھویں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

اسنن ترمذی، ج ۱، رقم المسند ۵۵، صحیح مسلم، ج ۱، رقم المسند ۳۳، سنن ابوداؤد، ج ۱، رقم المسند ۳۸، سنن ابن ماجہ، ج ۱، رقم

الحديث: ۳۷۰ منہ احمد، ج ۱، رقم الحديث: ۱۱۴۳۱

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

ابو جحش بیان کرتے ہیں کہ میں مدین کے ساتھ تھا، انہوں نے ایک درخت کی خشک شاخ کو پکڑ کر بلایا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔ (المصنف، ج ۸، ص ۷۸، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۱ھ)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی متوفی ۳۳۵ھ لکھتے ہیں:

سالم بن عبد اللہ بن عمر کعب احبار سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ لوگوں کو غسل کے لیے جمع کیا گیا، پھر انبیاء علیہم السلام کو بلایا گیا، ہر نبی کے ساتھ ایک اور اس نے دیکھا کہ ہر نبی کے ساتھ دو درخت ہیں جو ان کے درمیان چل رہے ہیں، اور ان کی امت میں سے جو ان کے متبعین تھے، ان کے لیے ایک درخت تھا، حتیٰ کہ سیدنا محمد ﷺ کو بلایا گیا، آپ کے سر کے بالوں اور آپ کے پورے چہرے پر نور تھا، جو ہر دیکھنے والے کو نظر آ رہا تھا، اور آپ کی امت میں سے آپ کے جبین کے لیے دو درخت تھے، جس طرح انبیاء علیہم السلام کے لیے نور تھے۔ کعب بیان کرتے ہیں کہ ان کے خیال میں یہ خواب نہیں تھا، انہوں نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کو یہ حدیث کس نے بیان کی؟ اور تم کو اس کا علم کس طرح ہوا تو اس نے بتایا کہ اس نے یہ خواب دیکھا تھا۔ پھر کعب نے اسے اللہ کی قسم دے کر کہا: کیا واقعی تم نے یہ خواب دیکھا تھا؟ اس نے کہا: ہاں میں نے یہی خواب دیکھا تھا۔ کعب نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جہاں ہے! یا کہا: اس ذات کی قسم جس نے سیدنا محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا، یہ سیدنا احمد ﷺ اور آپ کی امت کی صفت ہے، اور اللہ کی کتاب تورات میں انبیاء کی صفت ہے، جس طرح میں نے تورات میں پڑھا ہے۔ اور اس حدیث کی سند میں نے تمہید (ج ۲، ص ۱۲۵) میں بیان کی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ تمام انہیں وضو کر لی جن میں اور یہ چیز میرے نزدیک کسی سند سے ثابت نہیں ہے۔ (الاشعاع، ج ۲، ص ۱۸۰، مطبوعہ موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ)

ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنے کا جواز

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کا قصد کرو اور اس وقت تم بے وضو ہو تو تم پر وضو کرنا فرض ہے، اور جب کوئی شخص بے وضو ہو تو اس پر نماز پڑھنے کے لیے دوبارہ وضو کرنا واجب نہیں ہے، وہ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ البتہ اگر نماز کے لیے نیا وضو کا مستحب ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر نماز کے وقت وضو کرتے تھے۔ راوی نے پوچھا آپ کیا کرتے تھے حضرت انس نے کہا ہم میں سے کسی ایک شخص کے لیے وضو کافی ہوتا تھا جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو۔

(المعجم الباری، ج ۱، رقم الحديث: ۲۱۳، سنن ابوداؤد، ج ۱، رقم الحديث: ۱۷۱، سنن ترمذی، ج ۱، رقم الحديث: ۵۸)

سید بن فضل بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب ہم مقام صہبہ پر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے صحریٰ نماز پڑھی۔ پھر آپ نے جب طعام منگوایا تو صرف ستولائے گئے، ہم نے ان کو کھلایا اور پھر نبی ﷺ مغرب کے لیے اٹھے، آپ نے کئی اور ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی۔ (المعجم الباری، ج ۱، رقم الحديث: ۱۷۵)

غزوہ خیبر، غزوہ فتح کہ سے پہلے صلت جبری میں ہوا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ فتح کہ سے پہلے بھی ایک وضو

سے کی نمازیں پڑھتے تھے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۳۰۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ بن حبش بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دن کئی نمازیں ایک وضو کے ساتھ پڑھیں اور موزوں پر مسح کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا آج آپ نے ایک ایسا کام کیا ہے جو آپ (پہلے) نہیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا میں نے عمر آکيا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱، رقم الحدیث: ۴۷۷)

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ بن حبش بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے جس میں مسح کہ ہوا آپ نے کئی نمازیں ایک وضو سے پڑھیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا آپ نے ایسا کام کیا ہے جو آپ پہلے نہیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا میں نے عمر آکيا ہے۔ (سنن ترمذی ج ۱، رقم الحدیث: ۳۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس سے پہلے صحیح ابوداؤد (رقم الحدیث: ۴۱۵) کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ نبی ﷺ نے غزوہ خیبر کے سال بھی دو نمازیں ایک وضو سے پڑھی ہیں۔

ابن اعلیٰؒ سے یہ واضح ہو گیا کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جو شخص ہے وضو ہو اور وہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرے اس کے لیے وضو کرنا ضروری ہے۔

وضو کے متفق علیہ فرائض

وضو کے فرائض میں سے پورے چہرے کو دھونا فرض ہے۔ سر کے بال جملہ سے اگنے شروع ہوتے ہیں وہیں سے ٹھوڑی کے نیچے حصہ تک چرو کی لمبائی ہے اور دو کانوں کا درمیانی حصہ چوڑائی ہے۔ جس آدی کی چھدری داڑھی ہو اس پر بالوں کو اور بالوں کے نیچے کھل کو دھونا ضروری ہے اور جس کی گھٹی داڑھی ہو وہ صرف بالوں میں خلال کرے داڑھی کو دھونا اس پر واجب نہیں ہے۔ کلی کا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے اس کی تفصیل انشاء اللہ ہم مغرب بیان کریں گے۔

وضو میں ہاتھوں کا دھونا بھی فرض ہے انگلیوں کے سروں سے لے کر کہنیوں تک ہاتھ ہیں اور کہنیاں بھی ہاتھوں میں داخل ہیں۔

سر کے مسح کی مقدار میں قداہب ائمہ

وضو میں تیسرا فرض سر کا مسح کرنا ہے مسح کی مقدار میں اختلاف ہے امام شافعی نے کہا مسح کی اتنی مقدار ہے جس سے کم سے کم مقدار پر مسح کا اطلاق آئے۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد حروری شافعی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ کم از کم تین بالوں یا ان سے زائد پر مسح کیا جائے یہ مقدار فرض ہے۔ کیونکہ "وامسحوا براء وسکم" میں باکسفی جیض ہے اور آیت کا سفی ہے اپنے سر کے بعض حصہ پر مسح کو۔ اور حدیث میں اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن عمرؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی چوٹ پر پانی یا سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۱۱۱ اور رقم الحدیث: ۱۱۱۱۱) اور ابو یوسف نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ وضو کر رہے تھے اور آپ کے سر پر قطری عمامہ تھا آپ نے اپنا ہاتھ عمامہ کے نیچے داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور عمامہ کو نہیں کھولا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۸۱۱ سنن کبریٰ لمصنفی ج ۱، ص ۱۶) البتہ امام شافعی کے



نزدیک پورے سر کا مسح کرنا مستحب ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پورے سر کا مسح کیا تھا۔

(المباری الکبیر ج ۱ ص ۱۳۸-۱۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۳ھ)

امام شافعی کی اس دلیل پر دو وجہ سے نقض ہے۔ ایک تو یہ کہ باوجود اشتقاق علیہ معنی الصلح ہے۔ جمیع میں ہے۔ دوسری یہ کہ اگر تین ہاتھوں پر مسح کرنا فرض ہو گا تو نبی ﷺ بیان جواز کے لیے کبھی تو صرف تین ہاتھوں پر مسح کرتے یا پھر اس مقدار کا مراداً بیان فرماتے۔

امام مالک کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ علامہ ابو بکر محمد بن عبداللہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں۔

چہو اس عضو کا مسح ہے جس پر آنکھیں ٹاکا اور منہ ہے۔ اسی طرح سر اس عضو کا مسح جس پر ہاتھ ہیں، سو جس طرح چہو دھونے کا معنی یہ ہے اس تمام عضو کو دھوا جائے جس پر آنکھیں ٹاکا اور منہ ہے۔ اسی طرح سر پر مسح کرنے کا معنی ہے کہ اس کے تمام ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔ امام مالک سے کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی شخص وضو کرے اور سر کے بعض حصہ پر مسح کرے اور بعض کو ترک کر دے تو آیا یہ صحیح ہے؟ امام مالک نے جواب دیا کہ کوئی شخص وضو کرے اور چہرے کے بعض حصہ کو دھوئے اور بعض کو ترک کر دے تو آیا یہ جائز ہو گا؟ (انکشاف القرآن ج ۲ ص ۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۸ھ)

علامہ ابن العربی نے امام مالک کے موقف پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا۔ آپ اپنے ہاتھوں کو سر کے ابتدائی حصہ سے پیچھے اپنی گودی کی طرف لے گئے اور پھر گودی سے سر کے اگلے حصے تک لائے۔ جب سے آپ نے ابتداء کی تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۸۵، صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۳۵، سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۵۸۹، سنن ترمذی رقم الحدیث ۳۲، سنن ابن ماجہ رقم

الحدیث ۲۳۳، سنن ابویوسف ج ۲ ص ۳۸-۳۹، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۵۹، کتاب العزائم ج ۱ ص ۲۳)

حضرت مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا جب آپ سر کے مسح پر پہنچے تو آپ نے سر کے اگلے حصہ پر دونوں ہتھیلیوں رکھیں، پھر آپ ان ہتھیلیوں سے مسح کرتے ہوئے ان کو گودی تک لائے، پھر ان سے مسح کرتے ہوئے ان کو واپس اسی جگہ لے گئے جب سے ابتداء کی تھی۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۲۳-۱۲۲، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۵۹)

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۵۴۰ھ نے لکھا ہے کہ سر کے مسح کے حلق امام احمد کے تین قول ہیں۔ (۱) پورے سر کا مسح

فرض ہے (۲) پیشانی کے برابر یعنی چوہائی سر کا مسح فرض ہے (۳) سر کے اکثر حصہ کا مسح کرنا فرض ہے۔

(المفتی ج ۱ ص ۸۶-۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

پورے سر کا مسح کرنے یا اکثر حصہ کا مسح کرنے کا قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے سر پر پیشانی کی مقدار کے برابر بھی مسح کیا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد کے حوالوں سے گزر چکا ہے۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک چوہائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور بعض مثل اختلاف کے نزدیک تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا فرض ہے۔

علامہ علی بن ابی بکر الرضی عنہ الحنفی متوفی ۵۴۵ھ لکھتے ہیں:

پیشانی کی مقدار چوتھائی سر کا فرض ہے کیونکہ حضرت صفیہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ لوگوں کے کوڑاؤالے کی جگہ پر آئے پھر پیشانی پر مس کیا اور ہاتھ کی مقدار (۱) مس کیا اور سونوں پر مس کیا اور قرآن مجید میں مس کی مقدار مجمل ہے اور یہ حد سے اس کا بیان ہے اور یہ حد سے لام شافعی کے خلاف دلیل ہے جو تین ہاتھوں کی مقدار کا قول کرتے ہیں اور امام مالک پر بھی جہت ہے جو پورے سر کے مس کو فرض کہتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے ہاتھ کی تین انگلیوں کی مقدار مس کرنے کو فرض کیا ہے کیونکہ مس کرنے کا آٹھ ہاتھ ہے اور اس کی اکثر مقدار تین انگلیاں ہیں۔

(حدیث ابن ابی شیبہ ص ۱۷ مطبوعہ شرکت طبعہ لبنان)

سر پر مس کرنا فرض قطعی ہے اور اس کی مقدار فرض قطعی ہے فرض قطعی میں اختلاف یا اس کا انکار جائز نہیں ہے اور فرض قطعی میں جہت دلائل سے اختلاف کر سکتا ہے اسی طرح رخصت کی حرمت بھی قطعی ہے اور اس کی حرمت کی طاعت میں بھی جہت کا اختلاف ہے۔

بیروں کے دھونے پر دلائل

قرآن مجید، احادیث اور اجماع علماء سے وضو میں بیروں کے دھونے کی فرضیت ثابت ہے اور وضو میں بیروں پر مس کرنا جائز نہیں ہے اور شیعہ اس کے قائل ہیں کہ وضو میں بیروں پر مس کیا جائے ان کو دھویا نہ جائے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے وارسلکم اور لام پر نصب ہے اور اس کا مطلق "وجوهکم واید بکم" پر ہے یعنی اپنے چروں ہاتھوں اور بیروں کو دھو۔ صحابہ میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی قرات ہے اور قراء میں سے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور کسائی کی یہی قرات ہے اور عام سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ (الطحاوی، الترمذی، ابن ماجہ ص ۱۳۹) اور اس قرات کا یہ تقاضا ہے کہ بیروں کا وضو فرض ہو اور حسب ذیل احادیث میں بھی اس پر دلیل ہے کہ بیروں کا وضو نافرض ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری ص ۲۵۶ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ ہم سے آئے اور آٹھ ایک ہم نے صبر کی نماز میں دیر کر دی حتیٰ کہ ہم وضو کرنے لگے اور بیروں پر مس کرنے لگے تو آپ نے پکڑا بلند دیا زمین پر فرمایا: ایڑیوں کے لیے آٹھ کا خطاب ہو۔

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جن ایڑیوں کو دھویا نہ گیا ہو ان کو آٹھ کا خطاب ہو۔

(مجمع البحار ص ۱۸۱ رقم الحدیث: ۱۵-۱۳۰ مجمع مسلم ص ۱۸۱ رقم الحدیث: ۲۲۲-۲۲۳ سنن ترمذی ص ۱۸۱ رقم الحدیث: ۳۱ سنن ابوداؤد ص ۱۸۱ رقم الحدیث: ۱۷۰ سنن نسائی ص ۱۸۱ رقم الحدیث: ۱۷۰ سنن ابن ماجہ ص ۱۸۱ رقم الحدیث: ۵۰۰ مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۵۰۰) امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری ص ۳۲۸ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

صفیہ بن حسین بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دیکھا ایک شخص وضو کر رہا تھا اور وہ اپنے بیروں کو دھو رہا تھا آپ نے فرمایا مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ حادث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا اپنے بیروں کو گتوں تک دھو۔ ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے بیروں میں ناخن جتنی جگہ کو دھونے سے چھوڑ دیا تھا آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اپنے وضو کو نماز کو دہرائے۔

(جامع البیان ص ۶۲ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

بیروں کے دھونے پر علماء شیعہ کے اعتراضات کے جوابات

شیعہ کا ایک اعتراض یہ ہے کہ اس آیت کی دو قرائن ہیں۔ نصب کی قرائت (ارجلکم) سے دھونا ثابت ہوتا ہے اور جر کی قرائت (ارجلکم) سے مسح ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اس صورت میں اس کا معنی ہٹو سکھ پر ہو گا اس اعتراض کے کئی جواب ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ جر کی تفسیر پر بھی ارجلکم کا معنی ابد بیکم پر ہے۔ اور اس پر جواری وجہ سے جر ہے اس کی تفسیر آیت ہے:

رَأَيْتِي أَتَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمِ الرَّيْمِ

(سجۃ: ۳۶) ہوں۔

اس آیت میں الیم مذاب کی صفت ہے اس اعتبار سے اس پر نصب (زیر) ہونی چاہیے حتیٰ لیکن چونکہ اس کے جواری میں یوم پر جر ہے اس لیے اس کو بھی جر دی گئی۔ اس کو جر جواری کہتے ہیں۔ اسی طرح ارجلکم کا معنی وجوہ سکھ اور ابد بیکم پر ہے۔ اس وجہ سے اس پر نصب ہونی چاہیے حتیٰ لیکن اس کے جواری میں برہ وسکھ چونکہ مجرور ہے اس لیے اس کو بھی جر دی گئی۔ لہذا یہ جر جواری ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ارجلکم کا معنی برہ وسکھ پر ہے۔ اور اس سے پہلے و امسحوا مقدم ہے لیکن و امسحوا برہ وسکھ میں مسح کا معنی حقیقی مراد ہے۔ یعنی گیلہ پاتھ پیرا اور و امسحوا ارجلکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے۔ یعنی دھو کر مل کر ہے۔ مسح المطر الارض ہر شے زمین کو دھو ڈالو۔ مسح ہٹا کر دھونے کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہی مراد ہے۔ معطوف علیہ میں حقیقت اور معطوف میں مجاز مراد ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی تفسیر آیت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا خَبْثًا وَلَا غَيْرَ ذَٰلِكَ مِثْلَ حَثِّ تَعْمَلُوا (مساء: ۴۳)

(پھر میں صرف) اور نہ مجرور کرنا ہو۔

اس آیت میں ولا خبثا کا معنی لا تقربوا الصلوة پر ہے اور اس سے پہلے بھی لا تقربوا الصلوة مقدم ہے۔ لیکن معطوف علیہ میں الصلوة کا معنی حیثیت مراد ہے یعنی نماز مجرور معطوف میں الصلوة کا معنی مجاز مراد ہے۔ یعنی مسجد اور محل صلوة۔ اسی طرح آیت وضو میں و امسحوا برہ وسکھ میں مسح کا حقیقی معنی مراد ہے اور و امسحوا ارجلکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھو کر۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ارجلکم اور ارجلکم دو متواتر قرائن ہیں اور جس طرح قرآن مجید کی آیات میں باہم تضاد نہیں ہے اسی طرح قرآن مجید کی قرائت میں بھی باہم تضاد نہیں ہے اور ارجلکم کا معنی ہے بیروں کا دھونا اور ارجلکم کا معنی ہے بیروں پر مسح۔ اسی لیے ارجلکم کی قرائت اس محل پر محمول ہے جب وضو کرنے والے نے موزے نہ پہنے ہوں اور ارجلکم کی قرائت اس محل پر محمول ہے جب اس نے موزے پہنے ہوئے ہوں۔ یعنی جب موزے پہنے ہوں تو بیروں پر مسح کر لو اور جب موزے نہ پہنے ہوں تو بیروں کو دھو۔ اس طرح جن دونوں قرائن میں کوئی تضاد نہیں رہے گا۔

علاء شیعہ نے کہا کہ قاعدہ یہ ہے کہ وضو میں ان اعضاء کو دھویا جاتا ہے جن پر نجس میں مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء کو نجس میں ترک کر دیا جاتا ہے ان پر وضو میں مسح کیا جاتا ہے۔ اگر وضو میں بیروں کو دھوئے گا نجس ہو گا تو نجس میں بیروں پر مسح کیا جاتا ہے اور جبکہ نجس میں بیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہو گا کہ وضو میں بیروں کا حکم مسح کر کے ہے نہ کہ دھو کر۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے نہ حدیث میں یہ شخص ان کی ذہنی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضو میں جن اعضاء کو دھوئے گا حکم دیا ہے اور وہ چہرہ ہاتھ اور پیر ہیں تو ان کو دھویا جائے اور جس عضو پر مسح کا کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے اور اللہ تعالیٰ نے نجس یا وضو کے لیے کسی ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ دونوں کے الگ الگ صراحت احکام بیان فرماتے اور ان دونوں کا تفصیلی حکم اسی آیت میں ہے۔ قیاس اس وقت کیا جاتا ہے جب کسی چیز کا صراحت حکم بیان نہ کیا گیا ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس اور قاعدہ غسل سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ نجس جس طرح وضو کی فرع ہے اسی طرح غسل کی فرع ہے اور جب نجس میں چرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقی بدن کو ترک کر دیا جاتا ہے تو چاہیے کہ غسل میں صرف چرے اور ہاتھوں کو دھویا جائے اور باقی بدن پر صرف مسح کر لیا جائے اور جب کہ بالمشاقہ غسل میں ایسا نہیں کیا جاتا تو معلوم ہو گا کہ یہ قاعدہ اور قیاس قاسد ہے۔

وضو کے مختلف فیہ فرائض

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وضو سے پہلے وضو کی نیت کرنا بھی فرض ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن محمد ہمدانی شافعی متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

غسل اور وضو سے اس وقت تک طہارت حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ نیت نہ کرے گی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اعمال کا دھار صرف نیت پر ہے (صحیح البخاری رقم الحدیث ۱۸۱۹) نیز نجس بغیر نیت کے جائز نہیں ہے اور یہ دونوں طہارتیں ہیں تو دونوں کا حکم مختلف کیے ہو گا۔ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک نیت طہارت کی شرط ہے۔

(معنی "ابن تہامہ" ج ۸ ص ۸۷ "الغاری الکبیر" ج ۱ ص ۱۰۰ "مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ")

امام کا دار و دار صرف نیت پر ہے۔ اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ تمام اعمال کی صحت کا دار و دار نیت پر ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ بیع، شراء، نکاح، طلاق، رد اور قبول کوئی چیز بھی نیت کے بغیر صحیح نہ ہو۔ اس لیے اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تمام اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ لہذا اگر طہارت کے قصد کے بغیر کوئی شخص ہاتھ میں نہالیا تو اس کا غسل اور وضو صحیح ہو گا اور اس سے نیت صحیح ہوگی اگرچہ طہارت کا ثواب اس کی نیت سے ملے گا۔

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ ضعیف لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا مست ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ وضو، غسل اور نجس میں پہلے بسم اللہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص وضو نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوگی اور جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوگا۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ رقم الحدیث ۱۶۷ سنن ترمذی رقم الحدیث ۲۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۷ علامہ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے کہا ہے اس کی اسناد جید حسن ہے) پہلی روایت کی وجہ یہ ہے کہ وضو طہارت ہے اور باقی طہارتوں کی طرح اس میں بھی بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے اور اس حدیث میں وضو کی نفی نفی کمال پر محمول ہے چہچہ آپ نے فرمایا مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی اور دوسری روایت اس حدیث کے ظاہر معنی پر محمول ہے۔ اگر اس نے محمد اسم اللہ کو ترک کیا تو وضو نہیں ہو گا اور

اگر بھول گیا تو وضو ہو جائے گا۔ (المعنی 'ج'، ص ۳۷۔ ۳۸، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۵ھ)

امام شافعی کے نزدیک اعضاء وضو میں وہ ترتیب بھی فرض ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہے، یعنی پہلے چہرہ دھوئے پھر ہاتھ، پھر سر کا مسح کرے اور پھر پیروں کو دھوئے۔

ابو الحسن علی بن محمد ہارونی شافعی متوفی ۳۵۰ھ لکھتے ہیں:

بخاری دلیل اس آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "واعسلوا وجوهکم وایددیکم" (الایہ) اور "و" حقیقہ اور تاخیر کا تقاضا کرتی ہے۔ امام احمد کا بھی یہی موقف ہے۔ (المطالع الکبیر 'ج'، ص ۱۲۸)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک وضو میں ترتیب فرض نہیں ہے، کیونکہ ان کے درمیان حرف واؤ کے ساتھ عطف کیا گیا ہے اور واؤ مطلقہ جمع کے لیے آتی ہے۔ نیز حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے کہ میں خود کسی عضو کے ساتھ وضو کی ابتداء کروں۔ (سنن کبریٰ، تصحیف 'ج'، ص ۸۷) نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر تم وضو میں ہاتھوں سے پہلے پیروں کو دھوؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 'ج'، ص ۳۹) امام بیہقی نے بھی اس اثر کو روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ 'ج'، ص ۸۷) نیز جب بے وضو آدمی وضو کی نیت سے سر یا دریا میں غسل کرے تو ترتیب ساتھ ہو جائے گی اور بلا تعلق اس کا وضو ہو جائے گا۔

امام مالک کے نزدیک مولات فرض ہے، یعنی ایک عضو کے فوراً بعد دوسرے عضو کو دھونا بشرطیکہ اس کو یاد رہے۔ علامہ احمد بن رشد مالکی قرطبی اندلسی متوفی ۵۴۵ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک مولات فرض ہے، بشرطیکہ اس کو یاد ہو اور کوئی عذر نہ ہو اور امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک مولات فرض نہیں ہے۔ امام مالک کا استدلال اس آیت میں لفظ "و" سے ہے۔ کیونکہ "و" ترتیب علی الغرر کے لیے آتی ہے (ادایۃ الجہد 'ج'، ص ۳۸) اور بصورت کا استدلال لفظ "واؤ" سے ہے، کیونکہ "واؤ" مطلقہ جمع کے لیے آتی ہے اور ان اعضاء کے درمیان "واؤ" کے ساتھ عطف کیا گیا ہے۔ دوسری دلیل یہ حدیث ہے، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت یحییٰ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس طرح وضو کیا جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہیں مگر پیروں کو نہیں دھوئے، آپ ﷺ نے استنجاء کیا اور جو ناکوار چیز گئی تھی اس کو صف کیا، پھر تمام جسم پر پانی ڈالا، اس کے بعد ایک طرف ہو کر اپنے پیروں کو دھویا، یہ آپ کا غسل جنابت تھا۔ (صحیح البخاری 'ج'، رقم الحدیث ۲۳۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے پیروں کے دھونے کو باقی اعضاء سے موخر کر دیا، اس سے واضح ہو گیا کہ وضو میں مولات فرض نہیں ہے۔

وضو کی سنتیں

پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین بار ہاتھ دھو لینے چاہئیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ جمع روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو دھو لے، کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کمال گزاری ہے؟ صحیح مسلم کی روایت میں تین دفعہ ہاتھ دھونے کا ذکر ہے۔ اسی طرح سنن ترمذی اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں ہے۔

(صحیح ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۰) صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۷۰

وہو سے پہلے کہ اللہ چاہے۔ امام ابوداؤد بخاری سنن ترمذی ۵۷۷ روایت کرتے ہیں۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کا وضو نہ ہو اس کی نماز نہیں ہے اور جو بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۰۱) سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۷۰ السنۃ رقم الحدیث: ۳۷۰ (صحیح ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۰) امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی سنن ترمذی ۵۷۷ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ جب تم وضو کرو تو کہو بسم اللہ والحمد للہ پھر تمہارے کلمات کا تبین اس وقت تک تمہاری نیکیاں گنتے رہیں گے جب تک تم اس وضو پر قائم رہو گے۔ (الحکم الصغیر رقم الحدیث: ۳۷۰) اس حدیث کی سند میں ابوالقاسم بن محمد ضعیف ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا اس کی روایت مکرر ہے۔ (امیر بن ابی اسحاق رقم الحدیث: ۳۷۰) امام ابن ہدی نے کہا اس کی روایت ضعیف ہیں اکتفب الضعفاء رقم الحدیث: ۳۷۰ حافظ الشیخ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (معجم الزوائد رقم الحدیث: ۳۷۰)

سواک کئی چاہیے، لکڑی کی سواک نہ ہو تو انگلی سے یا درش سے دانت صاف کرنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری سنن ترمذی ۵۷۷ روایت کرتے ہیں۔  
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ رات کو اٹھتے تو سواک کرتے۔

(صحیح ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۰) صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۷۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہو تا تو انہیں ہر نماز کے وقت سواک کرنے کا حکم دیتا۔

(صحیح ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۰) مسلم رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۷۰

بعض روایات میں ہر وضو کے وقت سواک کا حکم دینے کا ذکر ہے امام بخاری نے حلیۃ روایت کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہو تا تو انہیں ہر وضو کے وقت سواک کرنے کا حکم دیتا۔

(صحیح ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۰) باب السواک الرطب واليابس لطائف سنن کبریٰ، الطبعی رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۰ سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۷۰

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن لوف میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ نے میں سواک کرنے کی ترغیب دی ہے کیا اس کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے وضو کے وقت تمہاری دو انگلیاں سواک ہیں جن کو تم دائیں پر پھیرتے ہو بغیر نیت کے کوئی عمل قبول نہیں ہو تا اور وہاں کی نیت کے بغیر کوئی اجر نہیں ہو تا امام بخاری نے کہا اس حدیث کی سند محفوظ ہے۔ (سنن کبریٰ رقم الحدیث: ۳۷۰ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ ﷺ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسواک کے ساتھ نماز کی تعلیمت بغیر مسواک کے ساتھ نماز پر سزا درجہ زیادہ ہے۔

اعلام ابو شاکر، متنی ۷۷۷ حصہ ۷ کے اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مسند ابو حنیفہ، شکر، ج ۸، رقم الحدیث: ۲۳۸۱، صحیح ابن خزیمرہ، ج ۱، ص ۷، رقم ۳۷، حاکم نے کہا یہ حدیث مسلم کی شرح کے مطابق صحیح ہے اور ابیہی نے اس کی موافقت کی۔ المستدرک، ج ۱، ص ۱۳۶

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جو نماز مسواک کے ساتھ پڑھی گئی ہو اس کو نبی ﷺ اس نماز پر ستر درجہ تعلیمت دیتے تھے جو مسواک کے ساتھ نہ پڑھی گئی ہو۔

(مسند ابو حنیفہ، ج ۸، رقم الحدیث: ۳۷۸، مسند ابو داؤد، دار السنن، بیروت، مسند ابی یوسف، ج ۲، ص ۲۳۲، رقم ۵۱، سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۱۳۸) کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا اور پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔

عمرو بن ابی حسن نے حضرت عبداللہ بن زید جریر سے نبی ﷺ کے وضو کے متعلق سوال کیا؟ انہوں نے پانی کا ایک برتن منگوایا اور انہیں نبی ﷺ کی طرح وضو کر کے دکھایا۔ انہوں نے اس برتن سے پانی انڈیل کر تین مرتبہ ہاتھ دھوئے پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا پھر ہاتھ سے پانی لے کر تین مرتبہ چہرہ دھویا پھر اپنے ہاتھوں کو کھینچ کر سمیت دو مرتبہ دھویا پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر سر کا مسح کیا۔ ایک مرتبہ ہاتھوں کو سر کے اگلے حصہ سے پچھلے حصہ تک اور ایک مرتبہ پچھلے حصہ سے اگلے حصہ تک پھیلا پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا۔

(صحیح ابی ہریرہ، رقم الحدیث: ۷۷۶، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۳۵، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۷۷۸، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۲۸۳۲، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۰۵، سنن دارمی، رقم الحدیث: ۶۷۸)

کلاں کا مسح کرنا سنت ہے۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن زید ابن ماجہ متنی ۷۷۷ حصہ ۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کلاں کا مسح کیا کلاں کے اندر اپنی انگلیاں (سہلیہ) ڈالیں اور کلاں کی پشت پر اپنے انگوٹھے رکھے اور کلاں کے ظاہر اور باطن پر مسح کیا۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۳۹، صحیح ابی ہریرہ، رقم الحدیث: ۱۳۰، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۱۰۱)

واڑھی میں غلال کرنا سنت ہے۔

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متنی ۷۷۷ حصہ ۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ واڑھی میں غلال کرتے تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۱، المستدرک، ج ۱، ص ۱۵۰-۱۴۹)

ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں غلال کرنا سنت ہے۔

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متنی ۷۷۷ حصہ ۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں اور پیروں کی

انگلیوں میں غلال کرو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۹، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۳۳)

ہر عضو کو تین تین بار دھونا سنت ہے۔

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متنی ۷۷۷ حصہ ۷ روایت کرتے ہیں:





سنن نسائی، رقم الحديث ۳۳، مسند احمد، ج ۱۰، رقم الحديث ۲۵۸۸، مطبوعہ دار الفکر ۱۴۳۳ھ  
وضو کے آداب

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد سکھری حنفی ۸۸۷ھ لکھتے ہیں: وضو کے حسب ذیل آداب ہیں:

- (۱) اسراف کو ترک کرنا (۲) ہمت کھپانی لینے کو ترک کرنا (۳) اس کپڑے سے اعضا وضو کو نہ پہنچنا جن سے استنجائی چکے کو پونچھا ہو (۴) لوگوں سے باتیں نہ کرنا (۵) بلا ضرورت وضو میں لوگوں سے مدد نہ لینا ورنہ کسی کو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت مغیبہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کو وضو کراتے تھے۔ (۶) وضو کے لیے خود پانی لانا (۷) استبراء کے وقت اس انگوٹھی کو اتار لینا جس پر اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کا نام ہو۔ (۸) وقت سے پہلے وضو کی تیاری کرنا (۹) ہر عضو دھوئے وقت کلمہ شہادت پڑھنا (۱۰) قبلہ رو ہو کر وضو کرنا (۱۱) انگوٹھی کے نیچے سے پانی گزارنا (۱۲) چہرے پر پانی سے چھینکے نہ مارنا (۱۳) جن اعضا کو دھوئے ان پر ہاتھ پھیرے (۱۴) اطہین سے وضو کرنا (۱۵) لیل کر دھونا، خصوصاً سروں میں (۱۶) چہرے، ہاتھوں اور پیروں کو مقررہ حدود سے زیادہ دھونا، تاکہ قیامت کے دن زیادہ سے زیادہ اعضا سفید ہوں (۱۷) وضو کے بعد یہ پڑھنا سبحانک اللہم اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبداً ورسولہ اللہم اجعلنی من التوابین (الحج)
- (۱۸) قبلہ رو کھڑے ہو کر وضو کا پانی چنٹا ایک قول یہ ہے کہ اگر چاہے تو بیٹھ کر (اسی طرح آب زمزم قبلہ رو کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے "ومن يعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب" (الحج: ۳۲)
- "اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم بجالا تو یہ لوں کے تقویٰ سے ہے" علامہ شامی نے لکھا ہے یہ مستحب نہیں، صیاح ہے۔ افضل ان باتوں کو چننے کر دینا ہے۔ لیکن شاید انہوں نے اس آیت پر غور نہیں کیا۔ سعیدی، مغیرا (۱۹) وضو کے بعد دو رکعت نماز سنت الوضو پڑھنا (۲۰) اپنے کپڑوں کو وضو کے قطروں سے بھینا (۲۱) باتیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ (۲۲) وضو کے پانی میں نہ تھوکانا (۲۳) تین دھو سے زیادہ نہ دھونا (۲۴) دھوپ میں گرم شدہ پانی سے وضو نہ کرنا

(رجل اللہ، ج ۱، ص ۳، دار الکتب المطبعہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

وضو توڑنے والے امور

مسئلین یعنی اگلے عروج اور پچھلے عروج سے جو چیز نکلے مثلاً بول اور براز اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ قرآن مجید کی زیر تقریر آیت میں وضو ٹوٹنے کے اسباب میں بیان فرمایا ہے:

اَوْ جَاءَ أَحَدُكُمْ مِنَ الْغَائِطِ (المائدہ ۴)

جسم سے خون یا پھل نکلے یا نہ بھر کرتے آئے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

المحمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۵۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت فاطمہ بنت ابی عیسیٰ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایسی عورت ہوں جس کو مسلسل حیض آتا رہتا ہے اور میں بالکل پاک نہیں ہوتی۔ کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں یا عیسیٰ یا عیسیٰ صرف رگ (سے خون نکلا ہے) رحم سے نہیں نکلا ہے۔ سو جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب حیض ختم ہو جائے تو تم خون دھو لو اور نماز پڑھو۔ پھر ہر نماز کے لیے ایک بار وضو کرو۔ حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۲۸) صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۳۳ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۷۸-۲۹۷۹ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۳۱ ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۳۱۰ سنن احمد رقم الحدیث: ۲۵۶۷۹ طبع دار الفکر ۱۳۳۵ھ ج ۱ ص ۳۳۳-۳۳۴ طبع قدیم

اس حدیث میں رگ سے نکلنے والے خون کو وضو نوٹنے کی علت فرمایا۔ سو جس بھی یہ علت پائی جائیگی وضو نوٹ جائیگا۔ امام علی بن عمر دار قطنی حنفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت تیم داری چربو جین کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہر پینے والے خون سے وضو (لازم) ہے۔

اس حدیث کی سند منقطع ہے کیونکہ عمر بن عبد العزیز کا قسیم داری سے صلہ نہیں ہے اور اس کی سند میں یزید بن خالد اور یزید بن محمد ضعیف ہیں۔ (سنن دار قطنی ج ۱ رقم الحدیث: ۵۰) (مسلم دار الفکر طبع بیروت)

امام دار قطنی نے اس حدیث کو دو مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا خون کے ایک قطرہ یا دو قطرہوں سے وضو نہیں ہے سوال کیا کہ بنے والا خون نکلے۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۵۰۳-۵۰۴)

امام دار قطنی نے ابن دو نوں سندوں کو بھی ضعیف کہا ہے لیکن تعدد اسناد سے حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے اور وہ کافی استدلال ہوتی ہے۔ ابن جریج اپنے والد چربو سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے منہ بھر کرے کی یا اس کی تکبیر پھوٹ گئی وہ واپس لوٹے اور وضو کرے اور اپنی نماز جاری کرے۔

(سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۵۵۸) سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۲۲۱ سنن کبریٰ رقم الحدیث: ۱۵۳۱ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۹۳ امام دار قطنی نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تین سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۵۵۹) ۵۶۰ نیز امام دار قطنی نے اس حدیث کو ابن جریج کے والد سے روایت کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۵۶۳) دو سندوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۵۶۱-۵۶۵) نیز اور کئی سندوں سے روایت کیا ہے۔ (رقم الحدیث: ۵۶۵-۵۶۸) ۵۶۸-۵۶۹

ہر چند کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں لیکن تعدد اسناد کی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور کافی استدلال ہے۔ امام شافعی کے نزدیک قے کرنے سے اور غیر خرمین سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (العلوی الکبیر ج ۱ ص ۳۳۳)

امام شافعی کا استدلال اس حدیث سے ہے۔ امام ترمذی حنفی ۳۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وضو صرف پانچ نکلنے سے یا ہوا خارج ہونے سے لازم آتا ہے۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۷۹) سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۵۵ سنن احمد رقم الحدیث: ۳۲۲۳ دار الفکر سنن کبریٰ رقم الحدیث: ۱۵۷۱

اس حدیث سے استدلال درست نہیں ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ بول و براز نکلنے سے غیضہ سے اور جماع سے بھی وضو نہ لوٹے۔ جب کہ شافعی کے نزدیک عورت کو چھونے سے بھی وضو نوٹ جاتا ہے اور اس حدیث میں ان میں سے کسی کا بھی ذکر نہیں ہے۔ اس لیے اسی حدیث میں غیر خرمین سے خون نکلنے اور منہ بھر کرے کا ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت ابو ہریرہ سے یہ حدیث اس شخص کو سنائی ہے جس کو ہوا خارج ہونے کا شک ہو تا تھا اس لیے انہوں نے کہا جب تک آواز نہ نکلے یا پوند آئے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

امام شافعی نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ امام ابو داؤد متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں گئے ایک شخص نے کسی مشرک کی بیوی کو قتل کر دیا اس مشرک نے قسم کھائی میں اس وقت تک خون کا پھینکا کرنا رہوں گا جب تک کہ اصحاب محمد ﷺ میں سے کسی کا خون نہ بامداد ہو۔ وہ نبی ﷺ کا پھینکا کرنا رہا حتیٰ کہ نبی ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ آپ نے فرمایا ہمارا پہرہ کون دے گا؟ ایک صاحب رور ایک انصاری نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ آپ نے فرمایا تم دونوں گھٹی کے منہ پر کھڑے رہنا جب وہ دونوں گھٹی کے منہ پر پہنچے تو صاحبزیت گیا اور انصاری کھڑے ہو کر نوازہ متارہا۔ اس مشرک نے اس انصاری کو دیکھا تو کچھ لیا کہ یہ غلطیوں کی علامت کر رہا ہے اس نے اپنا تیر لکل کر کلن میں رکھا اور لگا تو تین تیر ملے۔ وہ انصاری اسی طرح نوازہ میں رکوع اور ہود کرنا رہا حتیٰ کہ صاحبزیدار ہو گیا۔ جب اس مشرک کو اندازہ ہوا کہ یہ لوگ چکے ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا جب صاحبزید نے انصاری کے جسم سے خون بہتا ہوا دیکھا تو کہا سبحان اللہ! جب تمہیں پہلا تیر لگا تو تم نے مجھے کیوں نہیں دیکھا؟ انصاری نے کہا میں قرآن مجید کی جس سورت کو پڑھ رہا تھا میں نے اس کو منقطع کر دیا پس کیا۔

اسن ابو داؤد رقم الحدیث ۸۸۸، مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳-۳۳۲، طبع قدیم سنن کبریٰ للشیخ ج ۳ ص ۳۰۰، صحیح ابن خزمہ رقم الحدیث ۳۸۰، سنن دار لقنی رقم الحدیث ۸۵۸، المستدرک ج ۱ ص ۱۵۹

امام شافعی رحمہ اللہ کا اس حدیث سے استدلال اس وقت صحیح ہو تا جب نبی ﷺ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا جاتا اور آپ اس نوازہ کو پڑانے کا حکم نہ دیتے۔ تاہنا خلفہ منذری نے لکھا ہے کہ جب کہ تیر لگ کر بنے والا خون اس انصاری کے بدن میں کی گھل اور اس کے کپڑوں پر بھی چھینکا ہو گا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں نوازہ صحیح نہیں ہوتی خواہ خون خود زای ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ خون کی دھار اس طرح بھی تھی کہ اس کے کپڑوں اور بدن پر خون نہیں لگا تو یہ بہت عجیب خبریات اور بہت بڑی اشکال ہے۔ (مختصر سنن ابو داؤد ج ۳ ص ۱۶۳)

علامہ ہاروی شافعی نے بعض آثار صحابہ سے بھی استدلال کیا ہے۔ لیکن وہ سب ضعیف ہیں۔

اگر کسی شخص کو لینے ہوئے نیند آجائے یا کسی چیز سے اس طرح ٹپک لگائے ہوئے نیند آجائے کہ اگر اس چیز کو ہٹایا جائے تو وہ گر جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

امام ابو یوسف یحییٰ بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مجھ میں سوئے ہوئے تھے حتیٰ کہ آپ نے غرائے لمے پھر آپ نے کھڑے ہو کر نوازہ پوری کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو سو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا وضو اس شخص پر واجب ہو تا ہے جو لیٹ کر سوئے۔ کیونکہ جب انسان لیٹ جاتا ہے تو اس کے اصحاب ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث ۷۷، سنن ابو داؤد رقم الحدیث ۲۰۲، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۲۱، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۹، طبع قدیم) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ امام ترمذی نے سند صحیح سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سوئے تھے پھر کھڑے ہو کر نوازہ پڑھتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا نیند سے لی رہا تھا کہ اچانک کسی نے پیچھے سے مجھے گود میں بھر لیا میں نے دیکھا تو نبی ﷺ تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا مجھ پر وضو واجب ہو گیا؟ آپ نے

فرمایا میں جب تک تم اپنا پولو زمین پر نہ رکھو۔ (سنن کبریٰ ج ۱ ص ۵۰۰ کمال ابن ہدی ج ۲ ص ۵۵)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، لیکن چونکہ یہ حدیث متعدد اسناد سے مروی ہے اس لیے یہ حسن ضعیف ہے اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے۔

امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ حضرت معلویہ بن ابی سفیان جریشی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تمہارے لگائے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ آنکھ سرین کی رسی ہے جب آنکھ سوجاتی ہے تو یہ رسی ڈھیلی ہو جاتی ہے۔ امام طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے سو جو شخص سوجائے وہ وضو کرے۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث ۵۸، المعجم الکبیر ج ۱۸، رقم الحدیث ۸۵۷۵، مسند احمد ج ۳ ص ۹۶، مسند ابو حلی ج ۳، رقم الحدیث ۷۷۳، سنن داری ج ۱، رقم الحدیث ۷۷۳، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۷۷۳، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۸۸، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۲۰۳۰، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۳، المعجم الصغیر ج ۱، رقم الحدیث ۵۷۴، المعجم الکبیر ج ۱، رقم الحدیث ۱۳۵۳۳)

اس حدیث کی سند میں ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی مریم ضعیف راوی ہے اور یقینہ بن ابولیدہ لیس ہے۔ امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ حافظ البیہقی اور علاء سیوطی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے تاہم یہ حدیث دیگر احادیث صحیحہ اور حسنہ کی موید ہے۔

نماز میں تمہارے لگائے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وضو نہ ٹوٹے کیونکہ بدن سے کوئی نجاست نہیں نکلی، لیکن حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے امام ابو یوسف رحمہ اللہ قیاس پر حدیث کو مقدم رکھتے ہیں۔ ہرچہ کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

امام علی بن عمر دارقطنی حنفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

شیخ بن اسماعیل اپنے والد جریشی سے روایت کرتے ہیں، ایک بڑا شخص آیا اور ایک گڑھے میں گر گیا، ہم اس سے ہنس پڑے، رسول اللہ ﷺ نے ہم کو پورا وضو دوبارہ کرنے کا حکم دیا اور نماز کو شروع سے دہرائے کا حکم دیا۔

(سنن دارقطنی ج ۱، رقم الحدیث ۵۹۱)

اس حدیث کی سند میں حسن بن دینار متروک ہے۔ (ایمر بن الاشعث ج ۲ ص ۲۲۴)

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جب مہر عورت کے یا عورت مرد کے بدن کو بلا حجاب چھوئے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ذیل تفسیر آیت میں "اولسئف النساء فلم یجدوا ماء فیمسوا صعبا طيبا" (المائدہ ۶) وہ اس آیت میں لمس کا معنی چھونا کرتے ہیں، یعنی یا تم نے عورتوں کو مس کیا ہو، پس تم اپنی کونہ پاؤں تو تمیم کرو۔ امام مالک اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس آیت میں لمس جماع سے کنایہ ہے، یعنی جماع اور مباشرت سے وضو ٹوٹا ہے، صرف چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قرآن مجید میں لمس، مس کے لفظ جماع سے کنایہ ہیں۔

(المایح الاحکام القرآن ج ۳ ص ۶۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سو رہی تھی اور میرے دونوں بھر آپ کے سامنے تھے جب آپ مجھ میں جلتے تو آپ میرے پیروں کو ہاتھ لگاتے، میں اپنے پیر کھینچ لیتی، جب



کہ نگہ اور لذت پر دیگر اعضاء کی طرح ایک عضو ہے جس طرح دیگر اعضاء کو چھونے سے وضو واجب نہیں ہوتا اس کو چھونے سے بھی وضو واجب نہیں ہوتا چنانچہ اس لیے کہ خون نہ پلے اور پول نہ راز کو چھونے سے وضو نہیں ہوتا جو نجس النجس ہیں تو جو عضو فی نفسہ طاهر ہے اس کو چھونے سے وضو کیسے ٹوٹے گا؟

حکم کی شرط طریقتہ اور دیگر احکام

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جو شخص سر کے دوران پانی نہ پائے یا وہ شخص سر سے باہر ہو اور سر اس سے ایک میل (انگریزی ذریعہ میل یا اس سے زیادہ فاصلہ پر ہو تو وہ پاک مٹی سے حکم کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فلم تجدوا ماء فتيمموا صعبا طيبا" (المائدہ ۶) پس تم پانی کو نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے حکم کرو۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پاک مٹی مسلمان کو پاک کرنے والی ہے۔ خود اس کو دس سال تک پانی نہ ملے "سو جب اس کو پانی مل جائے تو وہ اس سے اپنی کھال ترک کرے یعنی وضو کرے" یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ عموماً روایت میں ہے کہ پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے۔ (سنن ترمذی "رقم الحدیث ۳۳" سنن ابوداؤد "رقم الحدیث ۳۲" سنن نسائی "رقم الحدیث ۳۱" سنن دارقطنی "رقم الحدیث ۱۷" مسند احمد "رقم الحدیث ۲۳۳" مسند ابی داؤد "رقم الحدیث ۲۳۲" سنن کبریٰ "رقم الحدیث ۲۳۰-۲۳۱")

ایک (شرعی) میل کا اعتبار اس لیے کیا ہے کہ ایک میل کی مسافت سے وضو کے لیے شری میں جانے سے ضرر ہو گا اعتبار مسافت کا ہے "یعنی وقت یا نماز فوت ہونے کے خوف کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ تنقیر اس کی طرف سے ہے اور اگر اس کو پانی دستیاب ہو لیکن وہ چار ہو اور اس کو یہ حد ہو کہ اگر اس نے پانی استعمال کیا تو اس کا مرض بڑھ جائے گا تو وہ حکم کرے۔ اگر جیسی کو یہ حد ہو کہ اگر اس نے غسل کیا تو وہ سردی سے مر جائے گا یا بیمار ہو جائے گا تو وہ حکم کرے "خود شری میں ہو۔

حضرت عمو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک سردی کی رات میں جیسی ہو گئے۔ انہوں نے حکم کیا اور یہ اہمیت پڑی ولا تغفلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیماً (النساء ۴۹) تم اپنی جانوں کو قتل نہ کرو "بے شک اللہ تم پر مہربان ہے" پھر انہوں نے اس کا ثبوت صحیح سے ذکر کیا تو آپ نے فن کو طاعت نہیں کی۔ (صحیح بخاری "مطبوعہ دار الفکر")

حکم کا طریقہ یہ ہے کہ پاک مٹی پر دو ہاتھ ملے۔ ایک ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملے اور دوسری ہاتھوں کو سمیت ہاتھوں پر ملے ہاتھوں سے مٹی کو بھاڑے تاکہ چوڑا نہ ہو۔

اہم ہو حقیقتہً اور اہم ہے کہ نزدیک زمین کی جنس سے ہر چیز کے ساتھ حکم کرنا جائز ہے۔ مثلاً مٹی "چتر" چتر چونا اور بڑھل (ایک قسم کی زرد اور زہری دھات) وغیرہ۔ حکم ہر اس چیز سے ٹوٹ جاتا ہے جس سے وضو ٹوٹتا ہے۔ نیز جب انسان کو پانی مل جائے اور وہ اس کے استعمال پر قادر ہو تو اس سے بھی حکم ٹوٹ جاتا ہے۔ حکم سے فرائض اور فرائض سب کچھ پڑھ سکتا ہے اگر نماز جتارہ یا عید کی نماز کے ٹوٹ ہونے کا قطعہ ہو تو شری میں بلا غلطی بھی حکم کرنا جائز ہے۔

(ادنیہ لولین "ص ۵۶-۵۹" مطبوعہ دار الفکر طبع ۱۳۸۱ھ)

حکم سے متعلق دیگر مباحث ہم نے (المائدہ ۳۳) میں بیان کر دیے ہیں۔ وہیں مفصل فرمائیں۔

**وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّيْدِي وَاتَّقُوا اللَّهَ**

اور تم پر جو نعمت اللہ کی قسمت ہے اس کو یاد کرو، اور اس جملہ و پیمانہ کو جو اس نے پہلے کے ساتھ

بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ

تم سے یا ہے، جب تم نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ دان کی بات

يَذَاتِ الصُّدُورِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ

کھائے والا ہے ۝ اے ایمان والو! اللہ کے لیے (حق پر) مضبوطی سے قائم

بِاللَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَا نُ قَوْمٍ عَلَى

رب سے دلیے ہر جائز اور ان حاکم تم انصاف کے ساتھ گواہی دیتے دلیے ہو کسی قوم کی عداوت

أَلَّا تَعْدِلُوا إِذْ عَدِلْتُمْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ

نہیں ہے انصاف پر نہ اچھا ہے تم عدل کرتے رہو وہ خوف خدا کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو،

إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

بیشک اللہ تمہارے کاموں کی بہت خبر رکھنے والا ہے ۝ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان سے

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے ۝ اور جو لوگوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ لوگ دوزخی ہیں ۝ اے ایمان والو!

آمَنُوا إِذْ ذُكِّرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ آنِيسٌ طُورُوا إِلَيْكُمْ

تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو، جب ایک قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھانے کا

أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى اللَّهِ

ارادہ کیا تو اللہ نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک لیا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مگر تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو اور اس عہد و پیمان کو جو اس نے پختی کے ساتھ تم سے لیا ہے۔ جب تم نے کہا تم نے سالو اطاعت کی اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

(اسما کو ۷)

اللہ کی نعمت اور اس کے عہد و میثاق کا معنی

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم کو عطا فرمائی ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی ہدایت دی اور اس عہد کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا تھا جب تم نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ تمہیں خوشی ہو یا رنج، صولت ہو یا غمی، ہر حال میں تم اللہ کے احکام سن کر قبول کرو گے اور اس کی اطاعت کرو گے اور تم نے یہ کیا تھا کہ آپ ہمیں جس چیز کا حکم دیں گے ہم اس کو بجالائیں گے اور جس حکم سے منع کریں گے اس سے باز رہیں گے اور تم پر یہ بھی اللہ کا انعام تھا کہ تم نے یہ عہد کیا سو اے مسلمانو! تم اپنے اس عہد کو پورا کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں آخرت میں دائمی نعمتیں عطا فرمائے۔

تم اس عہد کو توڑنے یا پورا نہ کرنے کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو! ایمان نہ کرنا کہ زبان سے اطاعت کا اقرار کرو اور دل میں اس کے خلاف ہو اور اپنے ظاہر اور باطن میں اس عہد کی خلاف ورزی کرنے سے اللہ سے ڈرو! کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی معین نعمت کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ جس نعمت کا ذکر فرمایا ہے اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ تم اللہ کی ان نعمتوں پر غور کرو جو اس نے تم کو عطا فرمائی ہیں۔ اللہ نے بندوں کو جو نعمتیں دی ہیں ان کا شکر کون کر سکتا ہے۔ اس نے حیات عطا فرمائی، صحت دی، عقل اور ہدایت دی۔ آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رکھا اور دنیا میں بہت اچھائیاں عطا فرمائیں۔ بندوں کو چاہیے کہ اللہ کی ان نعمتوں پر غور کریں، اس کا شکر بجالائیں اور اس کی اطاعت کریں۔ اس آیت میں فرمایا ہے تم ان نعمتوں کو یاد کرو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھولنے کی فریب ہے، یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔ دنیا کی رنجشوں میں اور نفس کے تھنوں کو پورا کر کے کی تک وہ وہ میں لگا رہتا ہے اور جب کوئی نعمت پٹی جاتی ہے تو پھر اس نعمت کو یاد کرتا ہے حالانکہ اسے چاہیے کہ وہ نعمت کی حالت میں اپنے منہم کو یاد رکھے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف متوجہ کرنے کا ایک سبب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اور اس کی طرف متوجہ کرنے کا دوسرا سبب اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد و میثاق ہے۔ اس میثاق کی ایک تفسیر وہ ہے جس کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کے وقت آپ کی اطاعت کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل سے عہد اور میثاق لیا کہ وہ تورات پر ایمان لائیں اور تورات میں سیدنا محمد ﷺ کی بشارت ہے تو انہوں نے تورات کے ضمن میں آپ کی نبوت پر ایمان لانے کا بھی اقرار کیا تھا سو اس سے یہ میثاق مراد ہے کہ اور اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام رُوحوں کو حضرت آدم کی پشت سے نکالا تو ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا اور چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور شریعت پر جو عقلی دلائل اور شرعی براین قائم کی ہیں عہد اور میثاق سے وہ دلائل اور براین مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ کے لیے (حق پر) مضبوطی سے قائم رہنے والے ہو جاؤ! در آنحالیکہ تم انصاف کے ساتھ کوئی دینے والے ہو۔ (اسما کو ۸)



## صحیح اور سچی شہادت کی اہمیت

یہ آیت بھی سابقہ آیت سے متصل ہے اور اس سے مراد بھی اللہ تعالیٰ کی ملامت پر ہر گنہگار کا ہے۔ اس آیت میں دو حکم ہیں (حق پر مبنی ہوئی سے قائم رہنا اور انصاف کے ساتھ گواہی دینا) اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کا اظہار بھی دو چیزیں ہیں۔ اللہ کی تعظیم اور بندوں پر شفقت کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور حق پر مبنی ہوئی کے ساتھ قائم رہنا اس کا متعلق اللہ کی تعظیم کے ساتھ ہے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینا اس کا متعلق بندوں پر شفقت کے ساتھ ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اپنے قربت داروں اور دوستوں کی محبت کی وجہ سے شہادت دینے میں کوئی یا کسی نہ کرو اور اپنے مخالفوں اور دشمنوں سے بغض کی وجہ سے شہادت میں کوئی رو دہل نہ کرو صرف انصاف کی رو سے شہادت دو خواہ اس سے تمہارے دوستوں کو نقصان پہنچے یا تمہارے دشمنوں کو فائدہ پہنچے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کسی قوم کی عداوت تمہیں ہے انصاف ہی نہ ابھارے۔

اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر عام ہے اس کا معنی یہ ہے کہ کسی قوم کے ساتھ بغض تمہیں اس کے ساتھ انصاف کی ضرورت ہے نہ تمہارے پہلے طور کہ تم مدد سے تجلوا کرو بلکہ تم ان کے ساتھ انصاف کرو خواہ انہوں نے تمہارے ساتھ برائی کی ہو اور ان کے ساتھ نیکی اور اچھائی کے ساتھ پیش آؤ خواہ انہوں نے تمہارے ساتھ بدی اور برائی کی ہو اور حقوق میں سے ہر ایک کے ساتھ عدل اور انصاف کرو اور کسی کے ساتھ ظلم اور زیادتی نہ کرو اور اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت کفار مکہ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کو چھ بھری میں مسجد حرام میں داخل ہونے اور محرم کرنے سے روک دیا تھا اور مدینہ سے آگے نہیں جانے دیا تھا۔ سو اس وجہ سے تم ان پر ظلم اور زیادتی نہ کرنا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسلمانوں کو کفار پر ظلم اور زیادتی کرنے سے منع کیا گیا ہے علائکہ مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ مشرکوں کو جہاں پائیں قتل کر دیں اور میدان جنگ میں آئے والے بچوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیں اور ان کے اموال لوٹ لیں تو پھر اور ظلم اور زیادتی کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم یہ ہے کہ جب وہ اسلام لائیں تو ان کا اسلام قبول نہ کیا جائے ان کے بچوں کو قتل کیا جائے بیٹوں کا مثلہ کیا جائے اور ان سے کیے ہوئے معلوموں کو توڑ دیا جائے۔ اس کے بعد فرمایا تم عدل کرتے رہو وہ خوف خدا کے زیادہ قریب ہے۔

عدل تعالیٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اس کی بھی دو تفسیریں ہیں۔ تعالیٰ کے معنی میں خوف خدا کی وجہ سے گناہوں سے احتساب کرنا اور جو شخص عدل کرتا ہے وہ گناہوں سے احتساب کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو شخص عدل کرتا ہے وہ عذاب اخروی سے بچنے کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

اس آیت میں اس پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے ساتھ بھی عدل کرنے کا حکم دیا ہے علائکہ وہ اللہ کے دشمن ہیں اور جب اللہ کے دشمنوں کے ساتھ عدل کرنا واجب ہے تو اللہ کے دوستوں کے ساتھ عدل کرنا حق اور زیادہ مطلوب ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا اور اللہ سے ڈرتے رہو یہے نیک اللہ تمہارے کلاموں کی بہت خبر رکھنے والا ہے (المائدہ ۸۷)

یعنی اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور وہ تمہارے کلاموں سے باخبر ہے سو اگر تم نے کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دی یا کسی کے حق میں جھوٹی گواہی دی اور بے انصافی کی تو وہ اللہ سے سختی نہیں ہے۔ پھر صبح کو اور سچی گواہی پر اجر و ثواب کی بشارت دی اور جھوٹی گواہی پر عذاب کی وعید سنائی اور فرمایا جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ (المائدہ ۹۰) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو بھٹکایا وہ لوگ دوزخی ہیں۔

تا اہل کو سند یا لائسنس دینے کا عدم جواز اور بحث و نظر

مفتی محمد شفیع دیوبندی حنفی ۴۸۱ھ لکھتے ہیں:

آخر میں ایک اور اہم بات بھی یہاں جتنا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ لفظ شلوت اور گواہی کا جو مضمون آج کل عرف میں مشہور ہو گیا ہے وہ صرف مقدمات و خصوصیات میں کسی حاکم کے سامنے گواہی دینے کے لیے مخصوص سمجھا جاتا ہے۔ مگر قرآن و سنت کی اصطلاح میں لفظ شلوت اس سے زیادہ وسیع مضمون رکھتا ہے۔ مثلاً کسی بیمار کو ڈاکٹری سرٹیفکیٹ دینا کہ یہ ڈیپٹی آڈاکٹر نے کے قابل نہیں یا ڈاکٹری کرنے کے قابل نہیں یہ بھی ایک شلوت ہے۔ اگر اس میں واقعہ کے خلاف لکھا گیا تو وہ جھوٹی شلوت ہو کر گناہ کبیرہ ہو گیا۔

اسی طرح احتمالات میں طلباء کے پرچوں پر نمبر لکھا بھی ایک شلوت ہے۔ اگر جان بوجھ کر یا بے پردائی سے نمبروں میں کمی بیشی کر دی تو وہ بھی جھوٹی شلوت ہے اور حرام اور سخت گناہ ہے۔

(عارف القرآن، ج ۲، ص ۷۱، ۷۰، ۷۲، مطبوعہ ادارۃ المعارف، کراچی)

ہمارے نزدیک اگر کوئی ڈاکٹر کسی صحت مند شخص کو کسی تعلق کی بنا پر یا رشتہ لے کر بیماری کا سرٹیفکیٹ دے دیتا ہے تو اس کے سر پر ایک گناہ تو رشتہ لینے کا ہے اور اپنے منصب سے باہر تہ فاضلہ کا گناہ ہے۔ اور دو سر گناہ اس کا جھوٹ ہے اور جھوٹ گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو فرمائی ہے:

أَن تَلْعَنَ اللَّذَّهٖ عَلَىٰ ذَوِّكَم مِّنَ الْكُذِبِ ۖ

اگر وہ جہنم میں سے ہو تو ہے شک اس پر اللہ کی لعنت

(الزور ۸) -

اور جھوٹ پر عذاب کی وہ عید ملتی ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ يَسْتَأْذِنُوا فَيُكَذِّبُونَ

اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، کیونکہ وہ جھوٹ

(البقرة ۲۴) بولتے تھے۔

اگر کوئی معین کسی طالب علم کے پرچہ میں رشتہ لے کر یا سفارش یا تعلق کی بنا پر زیادہ نمبر لگاتا ہے یا دشمنی اور بدادیت کی بنا پر اس کے نمبر کم لگاتا ہے تو یہ ظلم ہے کیونکہ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا۔

علامہ میرید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی ۸۸۱ھ لکھتے ہیں:

ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا اور اس کا شرعی معنی ہے حق سے باطل کی طرف جھلوز کرنا اور اس کو جو رکھتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ غیر کی ملک میں تصرف کرنا ظلم ہے اور حد سے جھلوز کرنا ظلم ہے۔

(کتاب الاحیال، ص ۶۳، مطبوعہ ایوان افاضیہ، ج ۳، ص ۶۱، المفردات، ص ۳۱۶-۳۱۵)

اور ظلم بھی گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظالموں پر لعنت فرمائی ہے:

أَلَا تَعْنَىٰ لِلّٰہِ عَلَى الظَّالِمِ ۖ

سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اس لیے کسی ڈاکٹر کا صحت مند کو بیماری کا سرٹیفکیٹ دینا یا کسی افسر کا ایڈزی کو ڈاکٹر یا ایک لائسنس دینا یا کسی جیسی ڈرائیور کے خلاف نمبر کی کمی بیشی کا سند دینا یا رشتہ لے کر کسی غیر محل کو قوی شناختی کارڈ دینا یا کسی بیخود رشتی یا ادارہ کی جعلی سند جاری کر دینا اور اس نوع کی تمام جھوٹی اور جعلی دستاویزات، جھوٹ اور ظلم پر جتنی ہیں، ان کو گناہ کبیرہ ہیں۔ تاہم ان کو جھوٹی شلوت کے ذیل میں لانا صحیح نہیں ہے، خصوصاً معین کے نمبر لگانے کا معاملہ کسی طور پر شلوت نہیں ہے۔ اس کے لگائے ہوئے نمبر شلوت

نہیں بلکہ ایک قسم کا فیصلہ ہیں اگر وہ غلط نہیں لگے گا تو یہ اس حد اُت کے خلاف ہو گا اور قرآن مجید میں ہے:  
وَلَا يَخْرُجُ مِنْكُمْ شَيْءٌ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا تَعْتَذِرُوا  
عَنْدَ لَوْ أَنَّهُمْ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى (المائدہ: ۸۰)  
بدل کرتے ہو وہ خوفِ حق کے زیادہ قریب ہے۔

طالب علم کا بچہ چمک کر کہے جو نہیں لگتا ہے وہ اس کی مثال اور فیصلہ ہے۔ اسی طرح وہ امر گازی کی فٹ نیس کا سر ٹیکٹ دیتا ہے یا میز کو کھینچ کر لے دیتا ہے یہ اس کی مثال اور فیصلہ ہے اور ڈاکٹر جو سر ٹیکٹ دیتا ہے یہ اس کی ماہرانہ رائے ہے۔ یہ تمام امور مثلاً بقضاء ہیں شلوت نہیں۔ پس شلوت دینے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسے میں شلوت دیتا ہوں جیسا کہ ہم فقہیہ باوجود بیان کریں گے۔ اس لیے اگر یہ لوگ غلط فیصلہ کریں گے اور خلاف واقع تحریر کریں گے تو بدول کے خلاف ہو گا اور علم اور بصورت ہو گا اور یہ کام مرتب لغت ہیں اور گنہ گیرہ ہیں لیکن یہ شلوت کی تعریف میں نہیں آتے۔ اب ہم آپ کے سامنے شلوت کی تعریف اور ارکان بیان کر رہے ہیں۔

### شلوت کی تعریف

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جہانی حنفی ۸۸۶ھ لکھتے ہیں صحنی کے سامنے ایک شخص کے دوسرے شخص پر حق کی لفظ شلوت کے ساتھ خبر دینا (مثلاً کسے میں شلوت دیتا ہوں کہ ملاں آدمی کا ملاں شخص پر ملاں حق ہے) شریعت میں شلوت ہے۔ (کتاب الاضرعیات ص ۵۷ مطبوعہ ایران)

علامہ حسین بن محمد رافع امین حنفی ۵۰۴ھ لکھتے ہیں:  
شلوت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم علم اور حقین کے قائم مقام ہے اس میں یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ میں جانتا ہوں بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ دوسری قسم وہ ہے جو قسم کے قائم مقام ہے اس میں مثلاً یہ کہے کہ میں اللہ کو گواہ کرنا ہوں کہ زید چلے والا ہے۔ (المفردات ص ۳۸)

علامہ محمد بن محمود دہلوی حنفی ۸۸۶ھ لکھتے ہیں:  
جب کوئی مسوالت کی جس سے کوئی بات سنے مثلاً بیع اقرار یا حاکم کے حکم کو سنے یا مہرات میں سے کسی چیز کو دیکھے مثلاً کسی کو قتل کرتے ہوئے دیکھے یا کسی کو نصب کرتے ہوئے دیکھے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ یہ گواہی دے کہ میں گواہی دیتا ہوں ملاں شخص نے بیع کی یا حاکم نے فیصلہ کیا خواہ اس کو کوئی نہ بتایا گیا ہو۔

(حاشیہ بیع الاقرار ج ۷ ص ۳۵ طبع ۱۳۱۵ھ)

علامہ مکمل الدین ابن ہمام حنفی ۸۸۴ھ نے لکھا ہے کہ شلوت میں لفظ شلوت (مثلاً میں شلوت دیتا ہوں) کہنا ضروری ہے کیونکہ قرآن مجید میں اسی لفظ کے ساتھ شلوت دینے کا حکم فرمایا ہے۔

وَأَشْهِدُوا ذَوَىٰ عَدْلٍ مِّنكُمْ (الطلاق: ۳)  
وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ (البقرہ: ۲۸۴)  
وَأَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُم (البقرہ: ۲۸۴)

وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ (الطلاق: ۳)

امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری حنفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے شلوت کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم سورج کو دیکھ رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اس کی مثل ہو تو شلوت دو روز نہ چھوڑو

(المستدرک ج ۳ ص ۱۸۸ مسند بکری ج ۱۰ ص ۱۵۶)

ابن تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ کسی سنی ہوئی بات یا کسی وقوع پزیر ہونے والے حادثہ کی لفظ شلوت کے ساتھ خبر دینے کو شلوت کہتے ہیں۔ اور ڈاکٹر جو کسی شخص کے متعلق اپنی رائے لکھتا ہے یا سخن کسی پرچہ پر نمبر لگاتا ہے اس میں کسی واقعہ یا حادثہ کی خبر نہیں دی جاتی بلکہ اپنی طرف سے ایک رائے دی جاتی ہے یا ایک حکم لگایا جاتا ہے۔ اس لیے ابن امور کو شلوت کے ذیل میں لانا صحیح نہیں ہے۔ البتہ اگر بدعتی کی وجہ سے صحیح رائے نہ لکھی جائے یا صحیح حکم نہ لگایا جائے تو یہ عدل کے خلاف ہے اور ظلم ہے اور اگر اس نے دانش اپنی فی الواقع رائے کے خلاف لکھا تو یہ جھوٹ ہے اور بضرل منہ کبیرہ ہے۔

نا اہل شخص کو ووٹ دینے کا عدم جواز اور بحث و نظر مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

کامیاب ہونے والے فارغ التحصیل طلبہ کو سند یا سرٹیفکیٹ دینا اس کی شلوت ہے کہ وہ متعلقہ کام کی اہلیت و صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر وہ شخص واقع میں ایسا نہیں ہے تو اس سرٹیفکیٹ یا سند پر دھوکا کرنے والے سب کے سب شلوت کا پے کے مجرم ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح جمہلیوں اور کونسلوں وغیرہ کے انتخاب میں کسی امیدوار کو ووٹ دینا بھی ایک شلوت ہے۔ جس میں ووٹ دہندہ کی طرف سے اس کی گواہی ہے کہ ہمارے نزدیک یہ شخص اپنی استعداد اور قابلیت کے اعتبار سے بھی اور دیانت و امانت کے اعتبار سے بھی قوی نمائندہ بننے کے قابل ہے۔

اب غور کیجئے کہ ہمارے نمائندوں میں کتنے ایسے ہوتے ہیں جن کے حق میں یہ گواہی سچی اور صحیح ثابت ہو سکے مگر ہمارے عوام ہیں کہ انہوں نے اس کو محض پارہیت کا کھیل سمجھ رکھا ہے۔ اس لیے ووٹ کا حق کبھی چیلوں کے عوض میں فروخت ہوتا ہے، کبھی کسی دہانے کے تحت استعمال کیا جاتا ہے، کبھی پائدار دو دستوں اور ذیل دھندوں کے بھروسہ پر اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اور تو اور، لکھے دھندے اور مسلمان بھی نا اہل لوگوں کو ووٹ دیتے وقت کبھی یہ محسوس نہیں کرتے کہ ہم یہ جھوٹی گواہی دے کر مستحق لعنت و نعراب بن رہے ہیں۔

نمائندوں کے انتخاب کے لیے ووٹ دینے کی از روئے قرآن ایک دوسری حیثیت بھی ہے جس کو شفاعت یا سفارش کہا جاتا ہے۔ ووٹ دینے والا گویا یہ سفارش کرتا ہے فلاں امیدوار کو نمائندگی دی جائے۔ اس کا حکم قرآن کریم کے الفاظ میں پہلے بیان ہو چکا ہے ارشاد ہے:

وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَهُ  
نَصِيبٌ مِّمَّا رَفَعَتْ شَفَاعَتُهُ يَوْمَئِذٍ  
يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا۔

یعنی جو شخص اچھی اور سچی سفارش کرے گا تو جس کے حق میں سفارش کی ہے اس کے ایک عمل کا حصہ اس کو بھی ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرتا ہے یعنی کسی نا اہل اور برے شخص کو کامیاب بنانے کی سعی کرتا ہے اس کو اس کے برے اعمال کا حصہ ملے گا۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ امیدوار اپنی کارکردگی کے بیچ سالہ دور میں غلط اور ناجائز کام کرے گا جن سب کا وہیل ووٹ دینے

والے کو بھی پہنچے گا۔

دوٹ کی ایک تیسری حیثیت وکالت کی ہے کہ دوٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنی غمناکی کیلئے وکیل بناتا ہے۔ لیکن اگر یہ وکالت اسکے کسی محض حق کے متعلق ہوتی اور اسکا نفع نقصان صرف اسکی ذات کو پہنچتا تو اسکا یہ خود سردار ہوتا مگر یہاں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جن میں اسکے ساتھ پوری قوم شریک ہے۔ اس لیے اگر کسی نا اہل کو اپنی غمناکی کے لیے دوٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا نکتہ بھی اسکی گردن پر رہا۔

غلام یہ کہ چارہ دوٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے۔ ایک شلوت، دوسرے شفاعت اور تیسرے حقوق مشترک میں وکالت۔ تینوں حیثیتوں میں جس طرح نیک صلح قتل، قوی کو دوٹ دینا موجب ثواب عظیم ہے اور اس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں، اسی طرح نا اہل یا غیر متدین محض کو دوٹ دینا بمعنی شلوت بھی ہے اور بری شفاعت بھی اور بجاہز وکالت بھی اور اس کے چند کن ثمرات بھی اس کے ہمارے اہل میں لکھے جائیں گے۔

اس لیے ہر مسلمان کو ہر فرض ہے کہ دوٹ دینے سے پہلے اس کی پوری تحقیق کر لے کہ جس کو دوٹ دے رہا ہے وہ کام کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں، اور دیانت دار ہے یا نہیں، محض غفلت و سہے پر دہی سے بلوچہ ان عظیم گناہوں کا مرتکب نہ بنے۔ (اصناف القرآن، ج ۳، ص ۷۷، مطبوعہ دارالعارف، کراچی)

جو محض ظلم اور عمل کے اعتبار سے نا اہل ہو، اس کو دوٹ دینا ہمارے نزدیک بھی بجاہز اور مکمل ہے۔ لیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ دوٹ کسی کے حق میں شلوت ہے، یا وکالت ہے، یا شفاعت ہے، اس کا شلوت نہ ہو تا تو ہماری پہلی تقریر سے واضح ہو گیا۔ شلوت میں کسی دیکھے ہوئے یا نہ ہوئے قائد کی لفظ شلوت کے ساتھ خبری جاتی ہے، اور دوٹ دینے کا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ شفاعت اس لیے نہیں ہے کہ شفاعت میں کسی تیسرے محض کے پاس کسی منصب کے لیے سفارش کی جاتی ہے، اور اس تیسرے محض کے اختیار میں یہ معاملہ ہوتا ہے کہ خواہ اس شفاعت کو قبول کرے خواہ رد کرے، جبکہ دوٹ کی حیثیت اس طرح نہیں ہے۔ جس غمناک کے دوٹ ڈالنے گئے ہیں، اگر اس کے دوٹ اپنے مقابل سے زیادہ ہوں تو وہ اسمبلی کا ممبر بن جائے گا۔ اس میں کسی کے قبول کرنے نہ کرنے کا کوئی معاملہ نہیں ہے، اس طرح دوٹ وکالت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وکالت میں موکل کسی محض کو وکیل بنانے کے بعد اس کو معزول بھی کر سکتا ہے (حدیث اخیر، ص ۱۴۹) اور ووٹر کسی امیدوار کو دوٹ ڈالنے کے بعد اپنے دوٹ کو کنسل نہیں کر سکتا اور نہ ہی منتخب ہونے کے بعد اس امیدوار کو معزول کر سکتا ہے۔

اگر کوئی محض کسی متعلق یا لابی یا دھڑ کی وجہ سے کسی نا اہل محض کو دوٹ ڈال رہا ہے تو اس عمل کے بجاہز ہونے کی صاف اور سیدھی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک منصب کے لیے نا اہل محض کو مقرر کرنے کی سعی کر رہا ہے۔ اور اسلام میں کسی نا اہل کو منصب دینے سے منع کیا گیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری ص ۵۹۲ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ نے اپنی بات مکمل کر کے فرمایا: جب المائت خلیفہ کردی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے پوچھا المائت کیسے خلیفہ ہوگی؟ آپ نے فرمایا: جب کوئی منصب کسی نا اہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔

(صحیح البخاری، ج ۱، رقم الحدیث: ۵۸، مسند احمد، تحقیق ابو شامہ، ج ۸، رقم الحدیث: ۸۷۷۷، الجامع الصغیر، ج ۱، رقم الحدیث: ۸۸۷۷، الکبیر، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۸۸۵)

جو کسی ایسے شخص کو قوی یا صوبائی اسمبلی کے لیے ووٹ ڈالتا ہے جو دینی اور دنیاوی علوم سے بہرہ مند نہ ہو اور اس کا بدلچلن اور بدکردار ہونا بالکل واضح ہو تو وہ اس تمامہ کی کے لیے نا اہل شخص کو منتخب کر دیا ہے اور نا اہل کو منصب کے لیے منتخب کرنا اس حدیث کے مطابق قیامت آجانے کے حروف ہے۔ نیز اس سلسلہ میں مزید اصطلاحیں ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی آدمی کو کسی جماعت کا امیر بنایا، مگر کہ اس جماعت میں اس سے زیادہ اللہ کا فریبی مردار بندہ تھا تو پتلے واسلے نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جماعت مسلمین سے خیانت کی۔ حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(المستدرک ج ۳ ص ۹۳-۹۴ مطبوعہ دار الفہار، مکہ المکرمہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے کسی شخص کو مسلمانوں کا امیر بنایا، مگر کہ وہ بدلتا تھا کہ اس سے بہتر شخص موجود ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کا زیادہ جاننے والا ہے تو اس آدمی نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور تمام مسلموں سے خیانت کی۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۹۴ مطبوعہ موسسہ دار الفہار، مکہ المکرمہ)

حضرت ابو یوسف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب کوئی اہل شخص دین کا والی ہو تو دین پر نہ روئے اور جب نا اہل والی ہو تو پھر دین پر روئے، اظہار امر شاکر حنفی ص ۷۷ سے لکھا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد ج ۱ ص ۷۷ رقم الحديث ۲۳۴۷ امام حاکم اور امام ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ المستدرک ج ۳ ص ۹۳ نیز امام طبرانی، حنفی ص ۷۷ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ المسند ج ۱ ص ۷۷ رقم الحديث ۲۳۴۷ امام طبرانی ج ۳ رقم الحديث ۱۳۰۰۰

ابن اصطلاح سے یہ واضح ہو گیا کہ جو شخص بیسوں کے لانچ، بیرونی کے تعلق یا کسی پڑا آدمی کے دھوکے وجہ سے نا اہل کو ووٹ ڈالتا ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول اور تمام مسلموں سے خیانت کرتا ہے۔ نیز اہل شخص کے ہوتے ہوئے نا اہل شخص کو ووٹ ڈالنا، ظلم ہے، کیونکہ ظلم کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا اور غلطوں پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور ظلم مکمل کبیر ہے۔

نیز جب کوئی بدکردار اور فاسق و فاجر یا مذہب شخص اسمبلی میں پہنچے گا اور اس کو قانون سازی کا اختیار ملے گا تو یہ ممکن ہے کہ وہ خلاف شرع قانون بنائے یا اس کے حق میں ووٹ دے۔ جیسے محب ظلم کے دور میں عالمی قوانین بن گئے جو سراسر غیر اسلامی ہیں اور اسلام کی عقلی کابینہ نے یہ سودہ قانون منظور کیا کہ عورت طوطہ قاتل ہو اس کو موت کی سزا نہیں دی جائے گی اور یہ صریح قرآن کے خلاف ہے۔ جن لوگوں نے ایسے بے دین لوگوں کو ووٹ دے کر اسمبلی میں پہنچایا یا جنہوں نے خلاف شرع قانون سازی کی وہ بھی برابر کے مجرم ہیں۔ اس لیے جو لوگ غیر متدین اور غیر صالح لوگوں کو ووٹ دے کر اسمبلی میں پہنچائیں گے وہ بھی برابر کے مجرم ہوں گے۔ اس لیے نا اہل شخص کو ووٹ دینا بالکل جائز نہیں ہے یہ اللہ اور اس کے رسول اور مسلموں کے ساتھ خیانت ہے، ظلم ہے، مگر خلاف شرع قانون بنانے کا ذریعہ ہے۔

طلب منصب کی تحقیق

ہمارے ملک میں طریق انتخاب کی یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ قوی یا صوبائی اسمبلی کی نشست کے لیے ہر امیدوار از خود کھڑا ہوتا ہے، مگر کہ اسلام میں از خود عہد کی طلب کرنا ممنوع ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری حنفی ص ۷۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو ہم زانو بی چھپر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک

مجلس نے کہا یا رسول اللہ! اللہ نے جن چیزوں پر آپ کو ولایت دی ہے ان میں سے بعض پر ہمیں امیر ہاویں۔ دوسرے نے بھی اسی طرح کہا آپ نے فرمایا پھر انہم اس مجلس کو کسی منصب پر امیر نہیں بنائیں گے جو اس کا سوال کرے گا اور نہ اس کو جو اس کی حرم کرے گا۔ (صحیح مسلم ج ۲، رقم الحديث: ۳۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

طالب منصب کو منصب نہ دینے میں یہ حکمت ہے کہ طالب منصب کے ساتھ اللہ کی توفیق اور تائید شامل نہیں ہوتی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ منصب کو طلب کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے اپنے لیے حکومت کا عہدہ طلب کیا تھا، قرآن مجید میں ہے:

فَالْأَحْلَى عَلَى الْآخِرِينَ الرَّبُّ رَاقٍ  
 حَفِظَ عَلَيْهِمُ - (یسوسف: ۵۵)

حضرت یوسف نے (عز مصر سے) کہا: ملک کے خزانے میرے سپرد کر دیجئے، میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم

بھی رکھتا ہوں۔

یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ شریعتِ سابقہ ہے اور شریعتِ سابقہ کے جو احکام ہماری شریعت کے خلاف ہوں، وہ ہم پر حجت نہیں ہوتے۔ ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا اہل اسلام! تم اس شخص کو عامل نہیں بنائیں گے جو اس کو طلب کرے گا ورنہ اس شخص کو عامل بنائیں گے جو اس کی عرض کرے گا۔ یہ اگر اس حدیث میں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور نبی کا تقویٰ فعلی اور یعنی ہوتا ہے، نبی کو وحی کی تائید حاصل ہوتی ہے، اور وہ اپنے اصل کے خالق اللہ کی رضا سے مطلع رہتے ہیں، جبکہ عام آدمی کا تقویٰ فعلی اور یعنی نہیں ہوتا اور غیر فعلی کو قطعی پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا وعدہ طلب کرنا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا، جو ان کو وحی سے حاصل ہوئی اور عام آدمی کے حق میں یہ مشور نہیں ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی منصب کا اہل نہ ہو تو جو شخص اہل ہو اس کا شخص نہ مت کے لیے منصب کو طلب کرنا ضرورت کی بنا پر جائز ہے۔ ہمیں اس عقیدہ کی محنت سے انکار نہیں ہے، لیکن جو چیز ضرورت کی بنا پر جائز کی گئی ہو اس کو صرف ضرورت کی حد تک محدود رکھنا صحیح ہے۔ اس کو عام رواج اور معمول بنانا صحیح نہیں ہے، مثلاً جب کوئی حلال چیز کھانے کے لیے دستیاب نہ ہو تو ضرورت کی بنا پر شراب اور خمر وغیرہ کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص ضرورت کے حوالے سے غلط اور شراب کو کھانے پینے کا عام معمول بنائے تو یہ صحیح نہیں ہے۔

موجودہ طریقہ انتخاب کا غیر اسلامی ہونا

پاکستان میں انتخاب کے موقع پر ہر طبقہ انتخاب سے جھکرت امیدوار ان خود کھڑے ہوتے ہیں اور زر کثیر خرچ کر کے اپنے لیے کوئٹہ منسک کرتے ہیں اور مخالف امیدوار کی کراؤ کٹی کرتے ہیں اور اس سلسلے میں جیت "افتراء اور حسد کی تمام حدود کو بھانگ جاتے ہیں۔ اور یہ طریقہ اسلام میں بالکل ناجائز ہے اور ہر امیدوار کے حلقے کی تاکہ یہ ضرورت کی بنا پر کھڑا ہوا ہے، بدایت باطل ہے۔ کیونکہ ہر طبقہ انتخاب سے جھکرت امیدوار کھڑے ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ چونکہ اور کوئی اہل نہیں تھا اس لیے یہ سب امیدوار کھڑے ہو گئے ہیں۔

امیدوار کے لیے شرائط الہیت نہ ہونے کے غلط نتائج

در حقیقت پاکستان کے آئین میں طلب منصب کی اجازت و تہائی غیر اسلامی دفعہ ہے۔ جو امیدوار انتخاب کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، ان میں سے منتخب افراد آگے چل کر وزیراعظم، صدر مملکت، اور وزراء اعلیٰ کا انتخاب کرتے ہیں اور یہی لوگ





پلوں میں بیٹھا ہوا تھا آپ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔ قذوہ نے یہ بیان کیا ہے کہ بعض دشمن آپ کی غفلت میں آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس اور اپنی کو بھیجا تھا۔

(جامع البیان ۶: ۳۰۱-۳۰۰ صحیح البخاری رقم الحدیث: ۲۹۱۳-۲۹۱۰ مسند احمد ۵: ج ۵ رقم الحدیث: ۱۱۳۳۱)

علامہ ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ اس آیت کے اعتبار سے پہلی روایت میں بیان کیا ہوا اشکان نزول رانج ہے۔ کیونکہ اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے کافروں کے ہاتھ کو روک لیا اور پہلی روایت میں نبی ﷺ اور مسلمان دونوں سے ہاتھ روکنے کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں صرف نبی ﷺ سے ہاتھ روکنے کا ذکر ہے۔

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ

اور بیشک اللہ نے بنو اسرائیل سے پختہ معاہدہ کیا اور ان میں سے ہم نے بارہ نگران

اثنی عشر نقیباً وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ

نقور کیے اور اللہ نے فرمایا بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں، البتہ اگر تم نے نماز قائم

الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ

رکھی اور زکوٰۃ ادا کی اور تم میرے رسولوں پر ایمان لائے اور تم نے ان کی نصیحت کے ساتھ مدد کی

وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّا أَكْفِرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ

اور اللہ کو اچھا قرض دیا تو میں ضرور تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا،

وَلَا أَدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ

اور میں تم کو ضرور ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں سو تم میں سے جس

بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝۱۲ فِيمَا نَقُصُّهُمْ

نے اس کے بعد کفر کیا تو وہ بیشک سیدھے راستے سے گمراہ ہو گیا ۱۲۔ تو ان کے بعد جو قصے

مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ

کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو بہت سخت کر دیا (اللہ کے) کلام کو اس کے

عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ

مقامات سے بدل جیتے ہیں اور تمہیں کے ساتھ ان کی نصیحت کی گئی تھی اس کے بدلے میں کافر بن گئے اور تمہیں یاد دلانے کے لیے ان کی غیبت

مبیحان القرآن

عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ

پر ہمیشہ صغیر ہوتے رہیں گے ماسوا چند لوگوں کے ، آپ ان کو صاف بھیجے اللہ درگزر دیکھے ،

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝۱۳ وَ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي

بیشک اللہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۱۳ اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا جنہوں نے کہا ہم

أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ

نصاری ہیں تو اس کے بڑے حصے کو انہوں نے بھلا دیا جس کے ساتھ ان کو نصیت کا لکھا تھا تو ہم نے ان

الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ

کے درمیان عداوت اور بغض کو روز قیامت تک لازم کر دیا اور مغرب اللہ انہیں ان کاموں

اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝۱۴

کی خبر دے گا یہ کہ وہ کرتے تھے ۱۴

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے بے شک جو اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان میں سے ہم نے بارہ ہزار مقرر کیے۔ (طحاوی ۱۲)

سابقہ آیات سے ارتباط

یہ آیت سابقہ آیتوں کے ساتھ تین وجہوں سے مرتبط ہے:

- ۱۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا اور تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو اور اس عہد و پیمان کو جو اس نے جنگی کے ساتھ تم سے لیا ہے (الطحاوی) اور اب یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اسرائیل سے بھی پختہ عہد لیا تھا لیکن انہوں نے اس عہد کو فراموش کر دیا اور پھر انہیں کیا تو اسے مسلمانوں کو اس برائی میں یسویٰ کی مثل نہ ہو چاہے کہیں ایمان نہ ہو کہ عہد شکنی کی پاداش میں تم بھی اللہ کے غضب میں اس کی نعمت کا حامل بن جاؤ اور تم پر بھی ذلت اور مستحکم ذلت دی جائے۔
- ۲۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کرو جب ایک قوم نے تمہاری طرف ہاتھ بڑھائے کا اور وہ کیا تو اللہ نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روک لیا (الطحاوی) اور ہم نے اس نعمت کی تفسیر میں امام ابن جریر کے حوالے سے بیان کیا تھا یہ آیت یہود کے حلق ہے جب انہوں نے نبی پیچھے اور آپ کے بعض اصحاب کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا سو اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی مزید شرارتیں اور خباثتیں بیان کیں کہ انہوں نے صرف اللہ کے نبی کے ساتھ ہی خیانت نہیں کی بلکہ انہوں نے خود اپنے کے ساتھ کچھ ہوئے عہد و پیمان کو بھی توڑ ڈالا تھا۔
- ۳۔ اس سے پہلے آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اللہ کے احکام کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی اور سرکشی سے باز رہیں اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ یہ ان کے لیے کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کو بھی

یہی حکم دیا تھا کہ وہ اس کی اطاعت کریں اور سرکشی نہ کریں۔  
حل لغات

دیا دیا گزری میں سوراج کو قتب کہتے ہیں۔ پھاڑوں میں جو سرنگ پھیل جاتے ہیں اس کو حقیقت کہتے ہیں، کسی ایک انسان کے افضل کو بھی حقیقت کہتے ہیں، یہی تہ کہ جس طرح گزری یا دیوار میں سوراج موڑا ہوا ہے، اسی طرح ایک آدمی کے افضل بھی دوسرے لوگوں میں تاخیر کرتے ہیں۔ قوم کا رہنما جو قوم کے احوال کی تحقیق کرتا ہے، مورد میں موڑا ہوا ہے، اس کو قتب کہتے ہیں۔ اس کی جمع قبۃ ہے۔ اس آیت میں فرمایا: ہم نے بنو اسرائیل کے بارہ قبۃ مقرر کیے ہیں، یعنی بنو بارہ مردوں میں بانٹ دیا اور ہر گروہ کا ایک سردار مقرر کیا۔ (الفردات، ص ۳۳۰، مطبوعہ ایران)

اس آیت میں فرمایا ہے: "وعدہ تسموہم" تم نے رسولوں کی تسمیہ کی۔ تسمیہ کا معنی ہے تقسیم کے ساتھ مدد کرنا، تسمیہ مد سے کم درجہ کی سزا کو بھی کہتے ہیں، اور یہ بھی ایک قسم کی نصرت ہے، یہی تہ کہ جس شخص میں کوئی ایسی خلعت ہو جس سے اس کو دنیا یا آخرت میں ضرر پہنچے، تسمیہ کے ذریعہ اس خلعت کو سنا کر اس کی نصرت کی جاتی ہے۔ اسی طرح تسمیہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لیے جب یہ لفظ استعمال ہوا تو اس کا معنی تقسیم کے ساتھ مدد کرنا ہے۔

(الفردات، ص ۳۳۰، مطبوعہ ایران)

حقیقت کا معنی ہے خدمت، جہاں جو کسی قسم کی خیر کو قبول نہ کرے، تحریف کا معنی ہے کسی شے کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا۔

بنو اسرائیل کی عہد شکنی کا بیان

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنی قوم بنو اسرائیل کے بارہ سرداروں کو منتخب کر کے جبرہہ کی سرزمین شام میں بھیجیں، تاکہ وہ اس قوم کے احوال کی تحقیق کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مطلع کریں اور اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ اور بنو اسرائیل کو اس قوم کا وارث بنائے، اور اس سرزمین میں آباد کرے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو قوم فرعون سے نجات دی تھی، اور ان کو مصر سے نکال لیا تھا۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے مطابق بارہ قبیلوں کو بھیجا، یہ بارہ قبیلہ جبرہہ کی جاسوسی کرنے کے لیے روانہ ہو گئے، ان کو راست میں ایک شخص ملا جس کا نام علاج تھا، (علاج بن حنی)، اس قدر لبا اور جسم تھا کہ اس نے بنو بارہ قبیلوں کو پکڑ کر اپنے بیٹہ میں اڑا لیا، اس کے سر پر گزریوں کا گھنٹا تھا، وہ ان کو لے کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہہ دیا کہ یہ لوگ اپنے زعم میں ہم سے لڑنے آئے تھے۔ پھر اس نے ان سب کو اپنے بیٹہ سے نکال کر زمین پر پھینک دیا۔ پھر اس نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ ان سب کو اپنے قدموں سے روند کر پھینک دو، (اذاں؟ اس کی بیوی نے کہا: میں، بلکہ ان کو چھوڑ دو، تاکہ یہ اپنی قوم کو جا کر ہماری قوت اور طاقت کا حال بتائیں۔ جب یہ لوگ وہیں سے واپس ہوئے تو انہوں نے آپس میں کہہ کر کہ تم نے بنو اسرائیل کو اس قوم کا حل بیان کر دیا تو وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ جائیں گے اور عہد ہو جائیں گے۔ اس لیے تم صرف حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو اس خبر سے مطلع کرنا، پھر انہوں نے ایک دوسرے سے اس پر عہد و پیمان لیا لیکن ان میں سے صرف وہ اس عہد پر قائم رہے۔ دایہ شیخ بن فون اور کلاب بن یثاق تھے، اور باقی دس نے اس عہد کو توڑ کر تمام بنو اسرائیل سے علاج کا واقعہ بیان کر دیا۔ بنو اسرائیل کو جب جبرہہ کی قوت اور طاقت کا علم ہوا تو انہوں نے ان کے خلاف جنگ کرنے سے انکار کر دیا اور کہہ

قَدْ حَبَّ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا  
 قَائِمُونَ۔ (المائدہ: ۴۴) یہاں بیٹھے والے ہیں۔ آپ اور آپ کا رب دونوں جائیں سو وہ جنگ کریں ہم

(جامع البیان 'ج' ۶ ص ۲۰۶-۲۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ 'اوسط' ج ۲ ص ۱۶۶ 'طبعی بیروت')

امام غزالی بن محمد بن عمر رازی متوفی ۵۰۶ھ لکھتے ہیں:  
 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان بارہ نقیبوں سے یہ عہد اور میثاق لیا تھا کہ وہ جب بارہ کے جوہر سے بڑے بڑے جسم دیکھ کر  
 آئے تھے اس کی بنواسرائیل کو خبر نہ دیں لیکن انہوں نے ان کو یہ خبر دے دی کہ وہ عہد توڑنا تھا۔

(تفسیر کبیر 'ج' ۳ ص ۳۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۷۵۵ھ لکھتے ہیں:  
 ابو العلیہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ میثاق لیا تھا کہ وہ اس کی اطاعت کے ساتھ عہد کریں اور اس کے علاوہ کسی کی  
 عہد نہ کریں اور قاتل نے کہا ان سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ توہرات کے احکام پر عمل کریں۔

(زاد المسیر 'ج' ۲ ص ۳۱۰ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۱۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے فرمایا ہے ملک میں تمہارے ساتھ ہوں 'ابنہ اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ ادا  
 کی اور تم میرے رسولوں پر ایمان لائے اور تم نے ان کی تعظیم کی ساتھ ہد کی اور اللہ کو اچھا قرض دیا تو میں ضرور تم سے  
 تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا۔ (المائدہ: ۳۴)

بعض رسولوں کے انکار کی وجہ سے نجات نہیں ہوگی 'خواہ نیک عمل کیے ہوں  
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا 'میں تمہارے ساتھ ہوں' اس کا معنی ہے میں علم اور قدرت سے تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا  
 ہے کہ یہ بارہ نقیبوں سے خطاب ہو 'اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بنواسرائیل کے ہر فرد سے خطاب ہو 'یعنی میں تمہارا کلام سن رہا  
 ہوں اور تمہارے افعال دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم اس عہد کو پورا کرو گے تو میں تم کو اس کی جزا دینے پر تیار ہوں اور اگر تم اس عہد  
 کو پورا نہیں کرو گے تو اس کی سزا دینے پر تیار ہوں۔ پھر جزا کا ذکر فرمایا 'میں تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا اور تم کو جہنم  
 میں داخل کروں گا' پھر جزا کا ذکر فرمایا کہ ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو بہت سخت کر  
 دیا۔

اس آیت میں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کو پہلے ذکر کیا اور رسولوں پر ایمان لانے کو بعد میں ذکر کیا 'جبکہ یہ ظاہر  
 رسولوں پر ایمان لانے کا پہلے اور نماز اور زکوٰۃ کی روانگی کا بعد میں ذکر ہونا چاہیے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہود اس کا قرار  
 کرتے تھے کہ نجات کے لیے نماز پڑھنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے 'اس کے باوجود وہ بعض رسولوں کے انکار پر اصرار کرتے  
 تھے۔ اس لیے ان سے فرمایا کہ تم میرے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ 'ورنہ اس کے بغیر محض نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے  
 تمہاری نجات نہیں ہوگی۔

زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد اللہ کو اچھا قرض دینے کا ذکر فرمایا ہے 'کیونکہ زکوٰۃ سے مراد عداقت و ایجاب ہیں اور اللہ کو اچھا قرض  
 دینے سے مراد نفی عداقت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو تم نے ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو بہت سخت  
 کر دیا۔ (المائدہ: ۳۴)

اس آیت میں یسوع کے عہد توڑنے کا ذکر فرمایا ہے، ان کے عہد توڑنے کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ بعض نبیوں کی تکذیب کرتے تھے اور ان کو قتل کرتے تھے۔ اور دوسری یہ کہ وہ تورات میں مذکور نبی پیچھے کی عقائد کو چھپاتے تھے۔  
 اللہ تعالیٰ کے لعنت کرنے کی بھی کئی تفسیریں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ دوسری یہ کہ ان کو مسیح کر کے بندر اور خنزیر بنادیا اور تیسری یہ کہ ان پر جڑیہ مقرر کر دیا۔ نیز فرمایا: ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے دلوں کو ایسا کر دیا کہ وہ دلائل دیکھنے کے بجائے جوج کو قبول نہیں کریں گے۔  
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واللہ کے کلام کو اس کے عقائد سے بدل دیتے ہیں (المائدہ: ۳۳)

### تورات کی تحریف میں علماء کے نظریات

یسوع نے تورات میں جو تحریف کی ہے اس کے متعلق کئی اقوال ہیں۔

- ۱۔ یسوع تورات کی آجوں میں رد و بدل کر دیتے ہیں اور اپنی طرف سے عبادت بنا کر آیات میں شامل کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔ حسب ذیل آیت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:  
 قَوْلَیْلَیْئِیْسَ یُکَذِّبُوْنَ الْبَیِّنَاتِ یَھُیَیْہُمْ  
 ثُمَّ یَقُولُوْنَ هَٰذَا صِیْرُ الْاَوَّلِ (البقرہ: ۷۹) (طرف سے) نکلیں، پھر کہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔
- ۲۔ تحریف کے متعلق دو اقوال یہ ہیں کہ وہ تورات کی آجوں کی اپنی طرف سے باطل تہویل کرتے تھے۔ امام رازی کا یہی عقار ہے۔ وہ عقلی تحریف کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جو کتب تورات سے منقول ہو اس میں نقلی تغیر نہیں ہو سکتا۔  
 (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۸۳)

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ تورات کی جن آیات میں سیدنا محمد پیچھے کی عقائد ہیں، وہ ان کو چھپا لیتے تھے۔

(جامع البیان ج ۶ ص ۶۱۲ مطبوعہ مروت)

### ڈاکٹر عبد زحلی لکھتے ہیں:

تاریخ میں یہ معروف ہے اور یسوع نصاریٰ نے خود اس کا اعتراف کیا ہے کہ جو تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور جس کی حفاظت کائناتوں نے حکم دیا تھا اس کا صرف ایک نسخہ تھا۔ اور یسوع نصاریٰ کے مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جب اہل بابل نے یسوع کو قید کیا اور ان میں لوٹ مار کی اس وقت وہ نسخہ گم ہو گیا اور ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی نسخہ نہیں تھا۔ اور جب اہل بابل نے ان کے جیسی کو جلا دیا تو وہ اس نسخہ کو محفوظ نہ رکھ سکے۔

اور وہ پانچ سو تیس جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں جن میں حضرت موسیٰ کی حیات اور وفات کا ذکر ہے اور یہ کہ ان کے بعد کوئی ان جیسا نہیں ہو گا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کئی عرصہ گزر جانے کے بعد، بلکہ کئی صدیاں گزر جانے کے بعد لکھی گئی ہیں۔ ان کو تذکرہ اکابر نے لکھا تھا جو بنو اسرائیل کے قید ہونے والے پوڑھوں میں سے بچ گیا تھا۔ اسی طرح نصاریٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ انجیل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کئی زمانہ بعد لکھی گئی تھی۔

(التفسیر المنیر ج ۶ ص ۱۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۱ھ)

ہماری رائے یہ ہے کہ تورات اور انجیل کچھ سطح بالا تھیں نہیں۔ موجودہ تورات اور انجیل خواہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بعد لکھی گئی ہوں، لیکن ان میں ہر مل اصل تورات اور انجیل کی بہت آیات موجود ہیں اور بعد کی بتائی ہوئی آیات بھی ان میں موجود ہیں، کیونکہ قرآن مجید نے ان کتابوں کا اعتبار کیا ہے اور قرآن مجید کو ان کا مصدق قرار دیا ہے۔ اور

ان تکبوں کے حاملین کو لکل کتب فرمایا ہے اور ہمارے نزدیک ان تکبوں میں ہر طرح سے تحریف کی گئی ہے۔ اصل آیات نکل کر اور اپنی طرف سے آیات بنا کر ان میں داخل کی گئی ہیں اور اصل آیات کی باطل تحلیلات بھی کی گئی ہیں، اور جو آیات سیدنا محمد ﷺ کی محفلت اور آپ کی آمد کی بشارت پر مشتمل تھیں ان کو چھپایا اور نکالا بھی گیا ہے۔ حدود کی آیات میں حسب فشاء تفسیر بھی کیا گیا اور بعض الفاظ کو توڑ مروڑ کر بھی پڑھا گیا ہے تاکہ معنی کچھ سے کچھ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس کے بڑے حصہ کو انہوں نے بھلا دیا۔

(المائدہ: ۱۳)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے تو رات پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی وساطت سے ان سے جو عہد لیا تھا کہ وہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر ایمان لائیں گے اس عہد کو انہوں نے پورا نہیں کیا۔ اس کے بعد فرمایا اور آپ ان کی خیانت پر بحث مطلع ہوتے رہیں گے ماسوا چند لوگوں کے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ نے جلد سے نقل کیا ہے۔ اس سے مراد یہود جو تفسیر میں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو اس دن قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا جب آپ عامروں کی وصیت وصول کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے کمرے آگہ کر دیا اور آپ وہاں سے بھلائی سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے۔

(جامع البیان ج ۶ ص ۲۱۳ مطبوعہ بیروت)

اس آیت میں فرمایا ہے ماسوا چند لوگوں کے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی ﷺ پر ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کیے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب، آپ ان سے خیانت کا خوف نہ کریں۔ اس کے بعد فرمایا آپ ان کو معاف کیجئے اور درگزر کیجئے۔ بے شک اللہ بخشنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

یہودیوں کے تین گروہ بنو قیس، بنو النضیر اور بنو لویہ کے ساتھ نبی ﷺ نے نیک سلوک کیا۔ مدینہ میں ہجرت کے بعد آپ نے ان سے صلح کی اور یہ معہدہ کیا کہ وہ نہ خود آپ سے جنگ کریں گے اور نہ آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کریں گے اور وہ نبی ﷺ کی طرف سے مامون رہیں گے اور ان کے اسوا ل اور ان کی جائیں محفوظ رہیں گی اور وہ مکمل آزادی کے ساتھ مدینہ میں رہیں گے یہ معہدہ بیشک مدینہ کھلاتا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یہود نے اس معہدہ کی خلاف ورزی کی اور نبی ﷺ کے ساتھ خیانت کی اور کفار قریش کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ اس کے باوجود نبی ﷺ نے ان کو صرف حجاز سے جلا وطن کرنے پر اکتفا کیا اور ان کے اس جرم پر ان کو قرارداد قبیضہ مزا نہیں دی۔

ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں کو معاف کرنے اور ان سے درگزر کرنے کا حکم آیت سیف سے منسوخ ہو گیا۔ وہ آیت یہ ہے:

فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَكُفَّارًا مِّنْ دُونِهِمْ

تو تم مشرکین کو قتل کرو انہیں جہاں پاؤ۔

(التوبة: ۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پتہ چلا دیا جنہوں نے کلمہ ہم نصاریٰ میں تو اس کے بڑے حصے کو انہوں نے بھلا دیا جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان عدالت اور بخشش کو روز قیامت تک لازم کر دیا۔ (الایہ: ۱۳)

(الایہ: ۱۳)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے نصاریٰ سے بھی اس بات کا پتہ چلا دیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں گے اور

ضمیمہ القرآن

آپ کی پیروی کریں گے اور آپ کی مدد کریں گے، لیکن انہوں نے بھی یہودی طرح اس عہد کو توڑ دیا اور انہوں نے اپنے دین کے احکام پر عمل نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی سزا یہ دی کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف عداوت اور بغض کو ڈال دیا اور وہ قیامت تک اسی مخالفت میں برقرار رہیں گے۔ یہ سائیں کے کئی فرقے ہیں جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں اور عترتِ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو ان کے کام کی خبر دے گا جو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول پر انفرادہ یا جماعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو منسوب کیا اور اس کا شریک بنایا اور آخرت میں ان کو ان کے اس شرک کی سزا دے گا۔

### استخراج مسائل

- ۱۔ یہود نے اللہ سے کچے ہوئے عہد کو توڑا تو اللہ نے ان پر لعنت کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ سے کچے ہوئے عہد کو توڑنے کی سزا لعنت ہے۔
- ۲۔ احکامِ شریعہ کی تبلیغ کے لیے غواہ سرائیل میں بارہ نقیب مقرر کیے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد جنت ہے۔
- ۳۔ بارہ نقیبوں کو جہاد کے احوال کی تحقیق کے لیے شام بھجوا دیے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے علاقہ میں جاؤں بھجواتے ہیں۔
- ۴۔ اللہ کے سب رسولوں پر ایمان لانا نماز پڑھنا زکوٰۃ ادا کرنا اور نفل صدقات دینا گناہوں کی مغفرت اور دخول جنت کا سبب ہے۔
- ۵۔ یہود اور نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں نفلی اور معنی تحریف کر دی ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا

لے اہل کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا جو تمہارے لیے بہت سی ایسی چیزیں بیان کرے گا

كُنْتُمْ تَخْفَوْنَ مِنْ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ

جن کو تم کتاب میں سے چھپتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے، بیشک آگیا تمہارے

مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ

پاس اللہ کی روشنی اور روشن کتاب ۵ اللہ اس کے ذریعہ سلامتی کے راستوں پر ان لوگوں

رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

کو بلاتا ہے جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے اذان سے ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف

يَادِّينَهُ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ

لاتا ہے اور ان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے ۵ بیشک ان لوگوں نے کفر کیا

قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ

جنہوں نے کہا یقیناً مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے ، آپ کہیے کہ اگر اللہ مسیح ابن

مِنْ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ

مریم ، اس کی ماں اور تمام زمین و آسمان کو ہلک کرنے کا ارادہ کرے تو

أُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۚ وَلِلَّهِ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

کوئی اس کو اس کے ارادہ سے باز رکھ سکتا ہے ؛ اللہ ہی مالک ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور

وَمَا يَدِينُهُمَا يُخْلِقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۵﴾

ہر کچھ ان کے درمیان میں ہے ، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اہل کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آیا جو تمہارے لیے بہت سی ایسی چیزیں بیان کرتا ہے جن کو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے دو گزر کر بتاتا ہے (المائدہ: ۱۵)

اس سے پہلے آجہوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ یسوع اور نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ سے کہے ہوئے عہد کو توڑ دیا اور ان پر بائبل کی ہوائی کتابوں کے احکام پر عمل نہیں کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو پھر اسلام کی دعوت دے رہا ہے "اور یہ فرمایا ہے کہ ہمارا نبی تم کو تمہاری کتاب کی وہ باتیں بتاتا ہے جن کو تم چھپاتے تھے۔ حالانکہ ہمارے نبی ایسی باتیں انہوں نے کسی درس میں تعلیم حاصل نہیں کی" اس کے باوجود ان کا تمہاری کتاب کی باتوں کو تھکان کے معجزات میں سے ہے۔

یسوع و جمہ کی آیت کو چھپاتے تھے اور جن یسوعوں نے منع کرنے کے باوجود بھگت کے دن شکار کیا اس کی پاداش میں ان کو بے در نہاد کیا گیا اس کو بھی وہ چھپاتے تھے "اور سیدنا محمد ﷺ نے ان امور کو بیان فرمایا اور بہت سی ایسی باتیں جن کو یسوع چھپاتے تھے میں کوئی چیز نہیں ہے جس میں بیان فرمایا گیا کہ ان کے بیان سے دین کی کوئی غرض وابستہ نہیں تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔ (المائدہ: ۱۵)

رسول اللہ ﷺ کے نور ہونے کے متعلق علماء کے نظریات

یسوع و مشرکین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد سیدنا محمد ﷺ کی ذات گرائی ہے اور کتاب میں سے مراد قرآن مجید ہے۔

لهم ہو معفر محمد بن جریر طبری متنی جامعہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اہل تورات اور اہل انجیل کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہارے پاس نور اور کتاب میں آگئی۔ نور سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں جنہوں نے حق کو روشن کیا اسلام کو ظاہر کیا اور کفر کو مٹایا۔ اسی نور کی وجہ سے آپ وہ باتیں بیان فرمادیے تھے جن کو یسوع چھپاتے تھے اور کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جس نے ان چیزوں کو بیان فرمایا جس میں ان کا اختلاف تھا۔ خدا اللہ کی توحید، حلال اور حرام اور شریعت کا بیان اور وہ کتاب قرآن مجید ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔



جس میں دین سے متعلق احکام کو بیان فرمایا۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری حنفی ۳۶۸ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد ہے گمراہی سے روشنی اور ہدایت یعنی اسلام۔ فقہ نے کہا اس سے نئی چیزیں مراد ہیں۔ یعنی زجاج کا اختیار ہے۔ اس نے کہا نور سیدنا محمد پیغمبر ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں نور کتب میں سے مراد قرآن مجید ہے جس چیز میں اہل کتاب اختلاف کرتے ہیں۔ اس میں قرآن مجید قول فیصل بیان کرتا ہے۔ (الوسیلہ ج ۲ ص ۲۸۸-۲۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حسب ذیل فقہ میں بھی یہی تفسیر کی گئی ہے۔ فقہ نے کہا ہے کہ نور سے مراد نئی چیزیں ہیں اور دوسروں نے کہا اس سے مراد اسلام ہے اور کتب میں سے مراد قرآن مجید ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۸۷ مطبوعہ بیروت فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳۰ فقہ المشرع ج ۲ ص ۲۸۸ نظم اللہ رد ج ۲ ص ۳۰ زوائد المسیر ج ۲ ص ۲۸۸)

علامہ ابو الفیث نصر بن محمد سرقندی حنفی حنفی ۷۵۵ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد ہے گمراہی سے روشنی اور وہ سیدنا محمد پیغمبر ہیں اور قرآن اور نور وہ ہے جس سے اشیاء ظاہر ہوتی ہیں اور آنکھیں اس کی حقیقت کو دیکھتی ہیں۔ قرآن کو نور فرمایا ہے کیونکہ وہ دونوں میں نور کی طرح واقع ہوتا ہے کیونکہ جب قرآن دل میں جا کر پڑھتا ہو تو اس سے بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ (تفسیر سرقندی ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار البیضاء مکہ مکرمہ ۱۴۳۳ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی حنفی ۷۲۹ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

۱- نور سے مراد سیدنا محمد پیغمبر ہیں اور کتب سے مراد قرآن ہے۔

۲- نور سے مراد اسلام ہے اور کتب سے مراد قرآن ہے۔

۳- نور اور کتب دونوں سے مراد قرآن ہے۔ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ محض فقہ کو چاہتا ہے۔ سیدنا محمد پیغمبر اور اسلام اور قرآن پر نور کا اطلاق بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ نور ظاہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے آنکھ اشیاء ظاہرہ کا دراک قوت سے کرتی ہے اور نور باطن اس چیز کو کہتے ہیں جس سے بصیرت، حقائق اور معقولات کا دراک قوت سے کرتی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ)

قاضی ابو الفیث عبد اللہ بن عمر بیضوی شافعی حنفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد ہے قرآن جو شک کے اندھیوں کو دور کرتا ہے اور کتب میں سے مراد ہے جس کا الفاظ واضح ہو اور ایک قول یہ ہے کہ نور سے مراد سیدنا محمد پیغمبر ہیں۔ (علامہ بیضوی کی پہلی تفسیر مغشوی سے مستند ہے مشاف ج ۲ ص ۷۶)

علامہ شلباب الدین احمد غفانی حنفی حنفی ۸۰۷ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تفسیر کے مطابق نور اور کتب دونوں سے مراد واحد ہے۔ قرآن مجید کو نور اس لیے فرمایا ہے کہ یہ ہدایت اور یقین کے طریقوں کو ظاہر فرماتا ہے۔ دوسری تفسیر جس کے مطابق نئی چیزیں کو نور فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نئی چیزیں اپنے بھڑات کے سبب سے ظاہر تھے اور آپ حق کو ظاہر کرنے والے تھے۔ (اور نور وہ ہوتا ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کر دے)

(مغنی القاضی ج ۳ ص ۲۲۶ مطبوعہ بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی حنفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد نور عظیم ہے جو تمام انوار کا نور ہے اور وہ نبی مکار پیچھے ہیں۔ لہذا کاہن مذہب ہے اور یہی زجاج کا مختار ہے۔ ابو علی جبلی (متوفی) نے کہا نور سے مراد قرآن ہے۔ کیونکہ وہ ہدایت نور عظیم کے طریقوں کو مستفاد کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے اور نور معصومی نے اسی تفسیر پر اختصار کیا ہے اور اس صورت میں نور پر کتب مبین کے عطف پر یہ اعتراض ہو گا کہ عطف مختار کو چاہتا ہے اور جب دونوں سے مراد قرآن ہے تو مختار کس طرح ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عنوان کا مختار کلمہ ہے۔ معطوف علیہ میں قرآن کو نور سے تعبیر کیا ہے اور معطوف میں اس کو کتب مبین سے تعبیر کیا ہے اور عنوان کے مختار کو مختار بذات کے قائم مقام کیا گیا ہے۔ اور میرے نزدیک یہ بعید نہیں ہے کہ نور اور کتب مبین دونوں سے مراد نبی پیچھے ہوں اور یہاں بھی صحت عطف کے لیے عنوان کا مختار کلمہ ہو گا اور نبی پیچھے پر نور اور کتب مبین دونوں کے اطلاق کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔ (روح المعانی ۱/۲۷۷ ص ۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

طاعی بن سلطان محمد نقاری النسخ المتوفی ۷۳۵ھ لکھتے ہیں:

نبی پیچھے پر نور کا اطلاق کیا گیا کیونکہ آپ اندھیوں سے نور کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ نور اور کتب مبین دونوں سے مراد قرآن ہے۔ یہ دونوں قرآن کے وصف ہیں اور عطف کے لیے لفظی قائم کلمہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس سے کیا چیز مانع ہے کہ یہ دونوں لفظ نبی پیچھے کی نعمت اور صفت ہوں۔ آپ نور عظیم ہیں کیونکہ انوار میں آپ کا لکل غلور ہے اور آپ کتب مبین ہیں کیونکہ آپ اسرار کے جامع ہیں اور احکام احوال اور اخبار کے ظاہر کرنے والے ہیں۔ (شرح الشفاء علی حاشیہ نسیم الرضا ۱/۲۷۷ ص ۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

صدر الافاضل مولانا سید محمد فہیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۲۷۵ھ لکھتے ہیں:

سید عالم پیچھے کو نور فرمایا کیونکہ آپ سے تاریکی مٹ کر نور ہوئی اور نور واضح ہوئی۔

(فتاویٰ العربیہ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار کتبہ لیبنا گراہی)

اکثر مفسرین کا مختار یہی ہے کہ اس آیت میں سیدنا محمد پیچھے پر نور کا اطلاق کیا گیا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس سے مراد نور ہدایت اور نور مسنوی ہے یا اس سے مراد نور حسی ہے۔ جیسے چاند اور سورج کا نور ہے۔ امام ابن جریر علامہ سمرقانی حنفی "قاضی بیضاوی شافعی" علامہ احمد غزالی حنفی "طاعی نقاری حنفی" نور علامہ سید محمد فہیم الدین مراد آبادی کی تفسیروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نور ہدایت ہیں اور علامہ آقوی اور بعض دیگر علماء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نور حسی ہیں۔ نبی پیچھے کے نور حسی ہونے پر دلائل

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد القاسمی المالکی الشافعی ہاشمی بن الملاح المتوفی ۷۷۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابو عبد الرحمن البہقی رحمہ اللہ نے کتب اللغات میں نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے اللہ عزوجل نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو اس کو اس امت سے زیادہ محبوب ہو اور نہ اس امت کے نبی سے زیادہ کوئی عزت والا پیدا کیا ہے اور ان کے بعد نبیوں کا مرتبہ ہے پھر صدیقین کا اور پھر اولیاء کرام تک اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے سیدنا محمد پیچھے کا نور پیدا کیا اور وہ نور عرش کے ستون کے سامنے اللہ کی تسبیح اور تقدیس کرتا رہا پھر سیدنا محمد پیچھے کے نور سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کے نور سے باقی انبیاء عظیم السلام کے نور کو پیدا کیا۔ (یہاں علامہ بھٹی کی عبارت ختم ہوئی) اس کے بعد علامہ ابن الملاح لکھتے ہیں "تبیہ خلیف ابو الریح نے اپنی کتاب شفاء الصدور میں چند عظیم باتیں لکھی ہیں۔ ان میں سے یہ روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی پیچھے کی ذات مبارکہ کو پیدا کرنا چاہا

تو اللہ سبحانہ نے جبرائیل علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ وہ زمین پر جائیں اور زمین کے کتب سے مٹی لے کر آئیں۔ جبرائیل علیہ السلام اور جنت کے فرشتے اور رفیع اعلیٰ کے فرشتے مجھے اور رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی جگہ سے سفید نورانی مٹی لائے۔ اس کو جنت کی نسوں کے پانی سے گوندھا گیا حتیٰ کہ وہ سفید سوئی کی طرح ہو گئی۔ اس مٹی کا نور تھا اور اس کی شعلہ عظیم تھی۔ حتیٰ کہ فرشتوں نے اس مٹی کے ساتھ عرشِ عریٰ، آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور سمندروں کے گرد و خواف کیا اور فرشتوں نے اور تمام مخلوق نے سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی فضیلت کو پہچان لیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پشت میں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ غلظت کی مٹی رکھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی پشت میں پرندوں کی آواز کی مانند اس کی آواز سنی۔ حضرت آدم نے کہا اے میرے رب! یہ کیسی آواز ہے؟ فرمایا: یہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کی شمع ہے، وہ خاتم الانبیاء ہیں، اللہ ان کو تمہاری پشت سے نکلے گا تم میرے عہد اور پیشین پر قائم رہنا اور ان کو صرف پاکیزہ رخصوں میں رکھنا۔ حضرت آدم نے کہا میں تمہارے عہد اور پیشین پر قائم ہوں اور ان کو صرف پاکیزہ مردوں اور پاکیزہ عورتوں میں رکھوں مگر حضرت سیدنا محمد ﷺ کا نور حضرت آدم کی پشت میں چمکتا تھا اور فرشتے ان کے پیچھے کھڑے ہو کر صف بنا رہے ہوئے حضور ﷺ کے نور کو دیکھتے تھے اور سبحان اللہ کہتے تھے۔

علامہ ابن الجوزی اس کے بعد لکھتے ہیں:

اس روایت میں یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کے نور کو پیدا کیا اور یہ نور اللہ عز و جل کے سامنے سجدہ کرتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نور کے چار حصے کیے۔ پہلے حصہ سے عرش کو پیدا کیا، دوسرے حصہ سے قلم کو پیدا کیا اور تیسرے حصہ سے لوح کو پیدا کیا۔ پھر قلم سے فرمایا چل لکھ اس نے کہا اے میرے رب میں کیا لکھوں؟ فرمایا میں قیامت تک جو کچھ پیدا کرنے والا ہوں، پھر قلم لوح پر چلنے لگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ لکھ دیا۔ پھر چوتھا حصہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اس نور کے چار حصے کیے۔ پہلے حصہ سے عقل کو پیدا کیا، دوسرے حصہ سے حضرت کو پیدا کیا اور اس کو لوگوں کے دلوں میں رکھا اور تیسرے حصہ سے سورج اور چاند کے نور کو پیدا کیا اور چوتھے حصہ کو اللہ تعالیٰ نے عرش کے گرد رکھا حتیٰ کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا تو یہ نور ان میں رکھ دیا پس عرش کا نور سیدنا محمد ﷺ کے نور سے ہے اور قلم کا نور سیدنا محمد ﷺ کے نور سے ہے اور لوح کا نور حضور ﷺ کے نور سے ہے اور دن کا نور حضور ﷺ کے نور سے ہے اور عقل کا نور آپ ﷺ کے نور سے ہے اور حضرت کا نور آپ ﷺ کے نور سے ہے اور سورج، چاند اور آنکھوں کا نور آپ ﷺ کے نور سے ہے۔ (اس روایت کی مہارت قسم ہوئی)

اس کے بعد علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں:

اس معنی میں کجالت روایات ہیں۔ جو جن پر مطلع ہونا چاہیے وہ ابو الریح کی کتاب الشفاء کا مطالعہ کرے۔ اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے عمارت سے نبی ﷺ سے کہا اے دعا جو معنی میرے باپ ہیں اور صورت میرے بیٹے ہیں اور انام ترضی نے حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی؟ فرمایا ابھی آدم روح اور جد کے درمیان تھے۔ (اللہ جل جلالہ ص ۳۳-۳۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

عکسہ نے کہا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا ہے جیسا کہ عرشِ محدث میں وارد ہے۔ بعض علماء نے کہا اس حدیث اور دوسری دو حدیثوں میں مطابقت ہے۔ وہ حدیثیں یہ ہیں۔ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اللہ نے سب

سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور مطابقت اس طرح ہے کہ مطول اول اس لحاظ سے کہ صرف اس کی ذات کا یہ حیثیت میداد  
تعلق کیا جائے تو وہ عقل ہے اور اس لحاظ سے کہ وہ باقی موجودات اور نفوس علوم کے صدور میں واسطہ ہے تو وہ قلم ہے اور اس  
لحاظ سے کہ وہ انوار نبوت کے خلفہ میں واسطہ ہے وہ سید الانبیاء (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا نور ہے۔

(شرح مواقف ج ۷ ص ۲۵۳ مطبوعہ ایران ۱۳۲۵ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام احمد اور امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عابد بن صامت پرچہ سے مرفوعاً  
روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا پھر اس سے فرمایا: انا تو اس نے قیامت تک جو کچھ ہوئے والا ہے  
اس کو لکھ دیا۔ حسن عطاء اور مجاہد کا یہی حکار ہے اور ابن جریر نور ابن جریر کا بھی یہی مذہب ہے اور ابن جریر نے محمد بن  
اسحاق سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے نور اور خلقت کو پیدا کیا پھر ان کو مستزکیا اور ایک قول یہ ہے کہ سب سے  
پہلے اللہ نے سیدنا محمد ﷺ کے نور کو پیدا کیا تو ان مختلف روایات میں کس طرح موافقت ہوگی؟ میں کہتا ہوں کہ ان میں  
موافقت اس طرح ہے کہ ہر چیز کی ولایت اضافی ہے اور ہر چیز اپنے بعد والوں کے اعتبار سے اول ہے۔

(عمدة القاری ج ۱۵ ص ۱۰۹ مطبوعہ بیروت)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ سب کے لیے اس اعتبار سے رحمت ہیں کہ آپ مصلحت پر ان کی صلاحیت کے اعتبار سے اللہ کے فیضان کا  
واسطہ ہیں اسی وجہ سے حضور ﷺ کا نور اول المخلوقات ہے کیونکہ حدث میں ہے اے جاہد سب سے پہلے اللہ نے تمہارے  
نبی کے نور کو پیدا کیا۔ (روح البانی ج ۱۵ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ کی دو بیشی ہیں۔ ایک حیثیت کلی ہے جس سے آپ فیض لیتے ہیں اور ایک حیثیت بشری  
ہے جس سے آپ فیض دیتے ہیں اور قرآن مجید آپ ﷺ کی روح پر نازل کیا جاتا ہے کیونکہ آپ کی روح مصلحت ملک کے  
ساتھ متصف ہے جن کی وجہ سے آپ روح امین سے فیض لیتے ہیں۔

(روح البانی ج ۱۹ ص ۱۳۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نواب وحید الرحمن (غیر مقلدین کے مشہور عالم) متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے خلق کی ابتداء نور محمدی سے کی پھر عرش کو پیدا کیا پھر پانی کو پھر ہوا کو پھر دولت قلم اور لوح کو پیدا کیا پھر  
عقل کو پیدا کیا۔ پس آسمانوں زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے من کی پیدائش کا مادہ اولی نور محمدی ہے۔ اس کے حاشیہ  
میں لکھا ہے

وہ جو حدث میں وارد ہے کہ سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا اس سے مراد اولیت اضافیہ  
ہے۔ (حدیث البدی ص ۵۹ مطبوعہ سیالکوٹ)

جس حدث میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا بعض علماء نے کہا اس حدث میں نور سے مراد روح  
ہے۔ ملاحظہ فرمائی متوفی ۱۳۳۰ھ لکھتے ہیں:

ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے سب سے پہلے میری روح کو

پیدا کیا ان دونوں روایتوں سے مراد واحد ہے کیونکہ ادراج روحانی ہوتی ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج ۱، ص ۱۷۷، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، سال ۱۳۹۰ھ)

نئی چیز کے نور ہدایت ہونے پر دلائل

نئی چیز کے نور حسی ہونے کے حلقہ ملاو کے یہ نظریات ہیں جن کو ہم نے اختصار کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔ البتہ ظاہر قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نئی چیز انسان اور بشر ہیں لیکن آپ انسان کامل اور افضل البشر ہیں۔ اور ہر نئی انسان اور بشر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نئی چیز کو ہماری جنس سے مبعوث کیا ہے اور اسی کو ہمارے لیے وجہ احسان قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ (آل عمران: ۵۴)  
ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔

یہ کتنی عجیب بات ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرمائے کہ ہمارا تم پر یہ احسان ہے کہ ہم نے رسول کو تم میں سے بھیجا اور ہم یہ کہیں کہ نہیں رسول ہماری جنس سے نہیں ہیں ان کی حقیقت کچھ اور ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ہم میں سے ہونا ہمارے لیے اس وجہ سے احسان ہے تاکہ آپ کے افضل اور آپ کی مہولت ہمارے لیے نمونہ اور ہمت ہوں روز اگر آپ کسی اور جنس سے مبعوث ہوتے تو کوئی کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ آپ کے افضل اور آپ کی مہولت ہم پر ہمت نہیں ہیں کیونکہ آپ کی حقیقت اور ہے اور ہماری حقیقت اور ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ یہ افضل اور مہولت کر سکتے ہوں اور ہم نہ کر سکیں

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ (التوبہ: ۳۸)

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا مِمَّنْ أَنْفُسِهِمْ (الانبیاء: ۷۷)  
ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف مردوں ہی کو رسول بنا دیا ہے جن کی طرف ہم دی کرتے تھے۔

گفتار یہ کہتے تھے کہ کسی فرشتہ کو رسول کیوں نہیں بنایا؟ اللہ تعالیٰ اس کے رد میں فرماتا ہے:

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَكِنَّا عَلَيْنَاهُمْ تَابِعِينَ (الانعام: ۱۱)  
اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو ہم اسے مرد ہی کی صورت میں (بناتے اور ان پر وہی شہرہ ڈال دیتے جو شہرہ وہ)

(آپ) کر رہے ہیں۔

ہن تمام آیات میں تصریح ہے کہ نئی چیز بشر انسان اور مرد ہیں لیکن آپ افضل البشر انسان کامل اور سب سے اعلیٰ مرد ہیں اور اگر نور سے مراد نور ہدایت لیا جائے تو ان آیتوں میں کوئی تضاد نہ ہو اور تضاد نہیں ہے اور اکثر مفسرین نے نور ہدایت ہی مراد لیا ہے۔ اور اگر آپ کو چاند اور سورج کی طرح نور حسی ملتا جائے تو یہ کہنا چاہئے کہ آپ کی حقیقت نور حسی ہے تو قرآن مجید کی ان صریح آیات کو ان اقوال کے تعلق کرنا لازم آئے گا اور کیا قرآن مجید کی ان نصوص صریحہ کے مقابلہ میں ان اقوال کو عقیدہ کی اساس بنانا صحیح ہو گا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بشریت اور نورانیت میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ حضرت جبرائیل حضرت مریم کے پاس بشری شکل میں آئے تھے لیکن اس پر بھی خود کہنا چاہیے کہ کیا فرشتے اور حضرت جبرائیل چاند اور سورج کی طرح نور حسی ہیں؟ کیا رات کے وقت ہمارے ساتھ منکر نکیر نہیں ہوتے؟ پھر کیا ان کے ساتھ ہونے سے اندھیرا دور ہو جاتا ہے؟ کیا جب رات کو نئی چیز کے پاس حضرت جبرائیل آتے تھے تو روشنی ہو جاتی تھی؟ فرشتے نور سے بنائے گئے ہیں اللہ ہی جانتا ہے وہ

کس قسم کے نور سے بنائے گئے؟ لیکن یہ سہل مشاہدہ سے ثابت ہے کہ وہ چاند نور سورج کی طرح نور حسی نہیں ہیں کیونکہ دنیا میں ہر جگہ ہر وقت فرشتے موجود ہوتے ہیں اس کے باوجود دنیا میں رات کو اندھیرا بھی ہوتا ہے۔

ابن ابی شیبہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو نور حسی سے بھی وافر حصہ عنایت فرمایا تھا۔ امام ابو یوسف ابن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور رنگ سب سے زیادہ روشن تھا۔ جو شخص بھی آپ کے چہرہ مبارک کے جمل کو بیان کرتا اس کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دیتا اور کہتا کہ آپ ہماری نظر میں چاند سے زیادہ حسین ہیں۔ آپ کا رنگ چمکدار اور چہرہ منور تھا اور چاند کی طرح چمکتا تھا۔ (دلائل النبوة ج ۱، ص ۳۰۰ مطبوعہ بیروت، خلاصہ کبریٰ ج ۱، ص ۶۷ مطبوعہ دار الفکر)

امام ابو یوسف یحییٰ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دو داہتوں میں جھری (خلاء) تھی۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے کے داہتوں سے نور کی طرح نکلتا ہوا کھنکھاتا تھا۔

(شمائل محمدیہ رقم الحدیث ۱۰، المعجم الکبیر ج ۲، رقم الحدیث ۵۷، المعجم الاوسط ج ۲، رقم الحدیث ۷، دلائل النبوة للبیہقی ج ۱، ص ۲۱۵ مجمع الزوائد ج ۸، ص ۷۹ سنن دارمی ج ۲، رقم الحدیث ۵۸)

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے زیادہ کسی شخص کو سخی دیکھا نہ بطور نہ روشن چہرے والا۔ (سنن دارمی ج ۲، رقم الحدیث ۵۹، حصة اللہ علی العالمین ص ۲۸۹)

امام ابو یوسف یحییٰ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن سمور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چاندنی رات میں دیکھا۔ میں بھی آپ کی طرف دیکھتا اور بھی چاند کی طرف۔ بخدا آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(شمائل محمدیہ رقم الحدیث ۱۰، سنن دارمی ج ۲، رقم الحدیث ۵۷، المعجم الکبیر ج ۲، رقم الحدیث ۵۷، المعجم الاوسط ج ۲، رقم الحدیث ۷، سنن دارمی ج ۲، رقم الحدیث ۵۸، ص ۱۸۶)

حاکم نور دہلی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں معوذتین پڑھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے بیٹے اگر تم آپ ﷺ کو دیکھتے تو تم ظلم ہونے والے آفتاب کو دیکھتے۔

(سنن دارمی ج ۲، رقم الحدیث ۳۰، المعجم الکبیر ج ۲، رقم الحدیث ۲۳، حصة اللہ علی العالمین ج ۲، رقم الحدیث ۷، اس حدیث کے رجال کی توثیق کی گئی ہے۔ مجمع الزوائد ج ۸، ص ۸۰)

نبی ﷺ کے حسن و جمال اور آپ کی حسی نورانیت سے حقائق ہم نے یہ اہلیت تلاش کر کے نقل کی ہیں۔ ان سے

معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ چاند نور سورج سے زیادہ حسین تھے۔ آپ کا چہرہ بہت منور اور روشن تھا اور آپ کے رانگوں کی جھری میں سے نور کی مانند کوئی چیز نکلتی تھی لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کا فیر مٹی سے بنایا گیا تھا اور آپ انسان اور بشر تھے لیکن آپ انسان کامل اور سید البشر ہیں۔

امام احمد رضا قادری حنفی ۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

خلیب نے کتاب المشرق والمغرب میں مسعود بن مسعود جعفی سے روایت کی کہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر پہر کے تکب میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا یہاں تک کہ اسی میں دفن کیا جائے اور میں اور ابو بکر عمر ایک مٹی سے بنے اسی میں دفن ہوں گے۔ (القولی وقرنیہ، ص ۶۰، مطبوعہ مدینہ منورہ، پاکستان کینی گراہی)

یہ امام احمد رضا قادری حنفی ۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

اور جو مطلق حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے۔ قال نعمالی: قل سبحان ربی هل کنت الالبشرا رسولاً (القولی وقرنیہ، ص ۶۷، مطبوعہ مکتبہ رضویہ گراہی)

اور صدر الانفاصل مولانا سید محمد فہیم الدین مراد آبادی حنفی ۱۳۶ھ نے آپ کے نور ہدایت ہونے کی تصریح کی ہے۔ زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

سید عالم ﷺ کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ سے نہ کی تکرور ہوئی اور راقہ واقع ہوئی۔

ملاحظہ یہ ہے کہ آپ انسان کامل اور سید البشر ہیں، کائنات میں سب سے زیادہ حسین ہیں۔ آپ نور ہدایت ہیں اور نور حق سے بھی آپ کو عطا فرمایا ہے۔ جو آپ کو اپنی مثل بشریت میں وہ ہدایت کا شکار ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ آپ کی حقیقت نور حق سے اور صورت بشر ہے یا آپ لباس بشری میں جلوہ گر ہوئے نور حقیقت اس سے بارہا ہے، سودا گار شرعیہ کی روشنی میں اس قول کا حق ہونا ہم پر واضح نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ اس کے ذریعہ سلامتی کے راستوں پر ان لوگوں کو چلاتا ہے، جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں، اور اپنے ان سے من کو انہ جیوں سے نکل کر روشنی کی طرف لانا ہے، اور ان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

(المائدہ: ۱۶)

### قرآن مجید کے فوائد اور مقاصد

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ ان لوگوں کو سلامتی کے راستے پر چلاتا ہے، جن کا مقصد محض دین کی پیروی کے لیے اللہ کے پسندیدہ دین پر عمل کرنا ہو اور جو بغیر غور و فکر کے صرف اپنے باپ دلا کے طریقہ پر چلنا چاہتے ہوں، وہ اللہ کی رضا کے طالب نہیں ہیں۔

اللہ عزوجل کی رضا کا معنی کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا اللہ کی رضا کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی عمل کو قبول کرے اور اس کی مدح و ثناء فرمائے۔ بعض علماء نے کہا اللہ جس کے ایمان کو قبول کرے اور اس کے باطن کو پاکیزہ کرے وہ اس سے راضی ہے اور بعض نے کہا اللہ جس پر ناراض نہ ہو وہ اس سے راضی ہے۔

سلامتی کے راستوں سے مراد وہ راستے ہیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے شروع کیے ہیں اور جن پر چلنے کی بندوں کو دعوت دی ہے اور جن راستوں کی اس کے رسولوں نے پیروی کی ہے اور اس کا مصداق دین اسلام ہے۔ اللہ اسلام کے سوال اور کسی طریقہ کو قبول نہیں کرے گا نہ یہ دعوت کو نہ یہ سہایت کو اور نہ یہ حجت کو۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ سلامتی کے راستوں سے

مراد سلامتی کے راستوں کا گھر ہے اور وہ جنت ہے۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہو گا کہ اللہ اس کتب کے ذریعہ جنت کے راستوں پر ان لوگوں کو چلاتا ہے جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں۔

اللہ ان کو اندھیوں سے نکل کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو کفر کے اندھیوں سے نکل کر نور ایمان کی طرف لاتا ہے۔ کفر کے اندھیوں سے نکل کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ جس طرح انسان اندھیوں سے جبران نور پر مشتمل ہو جاتا ہے، اسی طرح کافر بھی اپنے کفر میں جبران ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، 'وہ اپنے لفظ سے اندھیوں سے نکالتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی روشنی سے انہیں کفر کے اندھیوں سے ایمان کی روشنی میں لاتا ہے۔ پھر فرمایا، انہیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ صراطِ مستقیم سے مراد دین حق ہے، کیونکہ دین حق واحد و راست ہے اور اس کی تمام جہات متفق ہیں۔ اس کے برخلاف دین باطل میں متحد جہات ہوتی ہیں اور اس کے راست میں کجی ہوتی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے تین قاعدے بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اللہ کی رضا کی پیروی کرے، اس کو قرآن مجید اخروی عذاب سے سلامتی اور نجات کے راست کی ہدایت دیتا ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ مومنوں کو کفر اور شرک کے اندھیوں سے نکل کر ایمان اور توحید کی روشنی میں لاتا ہے اور تیسرا یہ کہ وہ دین کے احکام پر عمل کرنے کے لیے صبح اور سیدھے راست کی ہدایت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا یقیناً مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔ آپ کہنے کے اگر اللہ، مسیح ابن مریم، اس کی ملی اور تمام روئے زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرے تو کون اس کو اس کے ارادہ سے باز رکھ سکتا ہے؟ (المائدہ ۷۸)

حضرت عیسیٰ کے خدا ہونے کا رد

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ عیسیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا المانتے ہیں اور اس کی تقدیر اس سے ہوتی ہے کہ موجودہ ہمچے ہوئی انجیل کے لائق نہیں رہے لکھا اور اے انجیل مقدس! یعنی ہمارے خداوند اور عیسیٰ مسیح کا بیٹا محمد نامہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس زعم و تصد کا رد کیا اور فرمایا اے نبی! آپ ان عیسائیوں سے یہ کہنے کے حضرت عیسیٰ اور ابن کی ملی سے موت کو دور کرنے پر کون تھوڑے؟ بلکہ اگر وہ تمام مخلوق کو خدا کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو کون روک سکتا ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو ہلاک کرنے پر تھوڑے۔ کوئی اس کے فیصلہ کو رد کر سکتا ہے؟ نہ اس کے حکم کو جلی سکتا ہے۔ اس کی حیثیت اور ارادہ کے مقابلہ میں کسی کا زور نہیں اور جب مسیح اپنے نفس سے اور اپنی ملی سے ہلاکت اور موت کو دور نہیں کر سکتے تو وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟

اس کے بعد فرمایا:

اللہ ہی مالک ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (المائدہ ۷۹)

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ حقیقت میں وہ ہے جو مالک علی الاطلاق ہو اور اس کا تعارف آسمانوں اور زمینوں میں بخند ہو اور آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو انسان، جن، فرشتے اور جس قدر بھی مخلوقات ہیں، ان میں ہر اسکی سلطنت اور حکومت ہو اور اللہ ہی اپنی حکمت اور ارادہ سے مخلوق کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ اس نے انسان کی پیدائش کیلئے مرد اور عورت کے اختلاط کو ظاہری سبب بتایا، لیکن اس نے چاہا تو مرد اور عورت دونوں کے بغیر حضرت آدم کو پیدا کر دیا اور اس نے چاہا تو عورت کے



بغیر حضرت خاکیہ اگر دیا اور اس نے ہاتھ مڑا تو مرنے کے بغیر حضرت یحییٰ کو پیدا کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ وہ ہر چیز پر ہر طرح قادر ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ

اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، آپ کیسے

فَلَمْ يُعَذِّبْكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ

پھر تمہارے گناہوں کی وجہ سے اللہ تمہیں عذاب نہیں کرے گا بلکہ تم ان میں سے بشر جیسے پیدا کیا ہے اللہ بخیر

لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَ

چاہے گا جس کو چاہے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا، اور اللہ ہی کی حکمت میں ہیں تمام آسمان اور

الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ

زمینیں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے ۵ اے اہل کتاب!

قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرَّسُلِ أَنْ

جیکے تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا جو انتفاع رسول کی مدت کے بعد تمہارے لیے (احکام شریعہ) بیان

تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ

کہتا ہے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہم سے کبھی بشارت نہ آئی تھی نہ ڈانڈنے والا نہیں آیا، پس جیکے تمہارے پاس

وَنَذِيرٌ ۖ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

بشارت دینے والا اور ڈانڈنے والا آپ کا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۶

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نور یہود اور نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ آپ کہنے پھر تمہارے

گناہوں کی وجہ سے اللہ تمہیں عذاب کیوں دے گا۔ (طحاوی ص ۸۱)

یہود کے اس دعویٰ کا رد کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں

عمرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے پاس (یہود میں سے) نعمان بن رضاء

بحری بن عمرو اور شام بن ہدی آئے اور آپ سے گفتگو کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے بات کی اور ان کو اللہ عزوجل کی

طرف دعوت دی اور ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ انہوں نے کہا اے محمد آپ ہمیں کیوں ڈار رہے ہیں ہم اللہ کے بیٹے اور

اس کے محبوب ہیں جس طرح یہودیوں نے کہا تھا تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی پھر تمہارے گناہوں کی وجہ سے اللہ

تمہیں عذاب کیوں دے گا؟ اس کا سنی یہ ہے کہ اے جو لوگو! اگر واقعی ایمانی ہے تو اللہ تمہیں عذاب کیوں دے گا؟ کیونکہ کوئی

فصل اپنے محبوب کو عذاب نہیں دیتا اور تم خود اقرار کرتے ہو کہ اللہ جس عذاب دے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ یسویہ کتے تھے کہ جتنے دن انہوں نے چھڑے کی عیادت کی تھی اتنے دن ان کو عذاب ہو گا اور یہ مدت چالیس دن تھی۔ حالانکہ باپ اپنے بیٹے کو اور کوئی شخص اپنے دوست کو عذاب نہیں دیتا۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۲۲۳-۲۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)  
اس کے بعد فرمایا: آپ ان سے کہئے کہ جس طرح تم نے ممکن کیا ہے اس طرح میں ہے۔ بلکہ امر واقعی یہ ہے کہ تم عام لوگوں کی طرح بنو۔ اگر تم ایمان لاؤ اور نیک عمل کرو تو تم کو اجر و ثواب ملے گا اور اگر ایمان نہیں لائے تو سزا پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے بخش دیتا ہے مگر جس کو چاہتا ہے اپنے عدل سے سزا دیتا ہے۔ پھر فرمایا اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہے تمام آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے تو تم بھی اللہ کے مملوک اور اس کے بندے ہو اس کے بیٹے اور اس کے محبوب میں ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اہل کتب! بے شک تمہارے پاس ہمارا رسول آیا، جو اختلاط و رسل کی مدت کے بعد تمہارے لیے (الحکم شرعیہ) بیان کرتا ہے، تاکہ تم یہ نہ کو کہ تمہارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا پس تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آچکا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (المائدہ ۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت عقیب بن وہبؓ رضی اللہ عنہم نے یہودیوں سے کہا اے یہودی! اللہ سے ڈرو۔ بخیر لا تم کو یقیناً معلوم ہے کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کی پشت سے پہلے تم ہم سے آپ کے نبوت ہونے کا ذکر کیا کرتے تھے اور آپ کی عظمت کا ذکر کیا کرتے تھے۔ وہب بن یہود اور رافع نے کہا ہم نے تم سے یہ نہیں کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے بعد کوئی کتب نازل کی اور نہ کسی رسول کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا، تب ان کے درمیان یہ آیت نازل ہوئی۔ (ذوالسیر ج ۲ ص ۲۸۸ اکر المشرق ج ۲ ص ۲۲۹)

### فسترت کالغوی اور اصطلاحی معنی

اس آیت میں فرمایا ہے کہ اہل کتب فسترت کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آیا، جب کسی چیز کی حدت اور تیزی ختم ہو جائے اور اس کا پہلا اثر منتقل ہو جائے تو اس کو فسترت کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں دو معنیوں کے درمیان اس زمانہ کو فسترت کہتے ہیں جس میں کوئی رسول نہ آیا ہو۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد ﷺ کے درمیان کوئی رسول نہیں آیا اس لیے یہ زمانہ فسترت تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اہل کتب! فسترت و رسل کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آیا۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۵۲۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں حضرت یحییٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں، تمام انبیاء علی (آپ) شریک) ہماری ہیں میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے

(صحیح البخاری ج ۳ رقم الحدیث: ۳۳۳۲، صحیح مسلم ج ۳ رقم الحدیث: ۳۳۶۵، مطبع بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ یہ ایک طویل حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت سناک بن حربؓ نے نبی ﷺ سے غلام بن سنان کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا وہ نبی ہیں، ان کی قوم نے ان کو ضائع کر دیا۔ نیز حضرت سناک بن حرب نے کہا کہ غلام بن سنانؓ کی بیٹی نبی ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا میرے بیٹے مرحلہ امام حاکم نے کہا یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے، لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ (المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰-۵۹۹)

مانع شائب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۸ھ کہتے ہیں:

صحیح البخاری کی اس (کوہ الہد) حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد صرف ہمارے نبی پیچھے کو مبعوث کیا گیا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ سورہ نبیین میں جب تین رسولوں کا ذکر ہے جن کو نبی دلائل کی طرف بھیجا گیا تھا، حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جانشین میں سے تھے اور جبریل، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کے مقابلہ میں لا تروہ ضعیف ہے، یا پھر اس کی تاویل یہ ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد مستقل شریعت کے ساتھ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۸۹ مطبوعہ دار الفکر ۱۴۱۳ھ)

علامہ محمد بن ظیفرو شتیبی ابی ہاشم متوفی ۸۶۸ھ کہتے ہیں:

علامہ خطیبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ابن لوگوں کے قول کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے، جنہوں نے یہ کہا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی پیچھے کے درمیان رسول اور انبیاء ہیں اور حوالہ ابن یحییٰ تھے جو حضرت یحییٰ کے بعد لوگوں کی طرف بھیجے گئے اور یہ اکثر قصاصی کا قول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے مسلمان سے روایت کیا ہے کہ حضرت یحییٰ اور ہمارے نبی کے درمیان زمانہ فترت چھ سو سال ہے۔ (اکمل اکمل المعجم ج ۸ ص ۵۸ مطبوعہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

حضرت آدم سے لے کر سیدنا محمد پیچھے تک کا زمانہ

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

تو وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ اور سیدنا محمد پیچھے کے درمیان زمانہ فترت چھ سو سال ہے۔

(جامع البیان ج ۶ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن مساکر متوفی ۵۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو لہب، جریر، بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا حضرت آدم نبی تھے؟ فرمایا ہاں! اس نے پوچھا ان کے اور حضرت نوح کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ فرمایا: بیس صدیاں۔ اس نے پوچھا حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ نے فرمایا دس صدیاں! اس نے پوچھا یا رسول اللہ! رسول کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا تین سو پندرہ۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے درمیان دس صدیاں ہیں اور حضرت موسیٰ اور یحییٰ کے درمیان سترہ صدیاں ہیں۔

(تفسیر سیر ج ۶ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد پیچھے تک چھ ہزار تین سو سال کا زمانہ ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمُوا ذِكْرًا أَنِعْمَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

(اور یاد کیجیے) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم پر جو اللہ نے انعام کیا ہے اس کو یاد کرو

إِذْ جَعَلْنَا فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلْنَاكُمْ مَلَكُوتًا وَآتَاكُمْ مَا تَمْنُونَ

جب اللہ نے تم میں نبیوں کو بنایا اور تم کو بادشاہ بنایا، اور تم کو وہ کچھ دیا جو تم جہانوں میں

میں مانگتے تھے۔

أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿۲۶﴾ يَقَوْمُ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ

کسی کو نہیں دیا تھا ۵ اے میری قوم اس ارض مقدسہ میں داخل ہو جاؤ

الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا

جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور پشت نہ دکھانا ۵ ورنہ تم نقصان پانے

خَسِرِينَ ﴿۲۷﴾ قَالُوا يٰمُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ ۖ وَإِنَّا

دالے ہو جاؤ گے ۵ انھوں نے کہا اے موسیٰ اس سرزمین میں تو بہت بڑے بڑے جباروں کے لوگ ہیں اور ہم انہیں

لَن نَّدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا

میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس زمین سے نکل نہ جائیں، پھر اگر وہ اس سے نکل گئے تو ہم دوبارہ

دٰخِلُونَ ﴿۲۸﴾ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ

اس میں داخل ہوں گے ۵ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے دو آدمیوں نے کہا، جن پر اللہ نے انعام فرمایا تھا

عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۖ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ ۖ

تم دروازہ سے ان پر داخل ہو جاؤ جب تم دروازہ سے داخل ہو جاؤ گے تو بیشک تم ہی غالب رہو گے

وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۲۹﴾ قَالُوا يٰمُوسَىٰ

اور اللہ ہی پر توکل کرو اگر تم مومن ہو ۵ انھوں نے کہا اے موسیٰ

إِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا أَبَدًا ۖ مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ ۖ أَنْتَ وَرَبُّكَ

بیشک ہم ہرگز کبھی بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس میں ہیں، سو آپ اور آپ کا رب جہاں

فَقَاتِلْ ۖ إِنَّا هُمْ نَا قُوعِدُونَ ﴿۳۰﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا

اور دونوں (ان سے) جنگ کریں بیشک ہم یہی کہتے رہیں گے ۵ موسیٰ نے کہا اے میرے رب: بیشک میں صرف اپنے آپ کا

نَفْسِي ۖ وَأَخِي ۖ فَافْرِقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿۳۱﴾

اپنے بھائی کا ایک ہوں تو مجھ سے اور فاجران لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دے ۵

قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيَهُونَ فِي

(انہوں نے) فرمایا یہ (ارض مقدسہ) چالیس سال تک ان پر حرام رہے گی، یہ زمین میں بھٹکتے

الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿۲۷﴾

پھریں گے، سو آپ ان منافقان سوروں پر افسوس نہ کریں ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد رکھیے) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! تم جو اللہ نے انعام کیا ہے اس کو یاد کرو جب اللہ نے تم میں نبیوں کو بھیجا اور تم کو ہدایت دیا اور تم کو وہ کچھ دیا جو تم جہنم میں کسی کو نہیں دیا تھا۔ (المائدہ: ۳۰) آیات سابقہ سے مناسبت

اس آیت کی سابقہ آیات سے مناسبت اس طرح ہے کہ اس سے پہلے (المائدہ: ۳۰) میں فرمایا تھا اور یہے شک اللہ نے بنو اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان میں سے بارہ مگر ان مقرر کیے۔ اس آیت میں بنو اسرائیل سے عہد اور مشیق لینے کا ذکر تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور اس کے مقابلہ میں بنو اسرائیل کی سرکشی کا ذکر فرمایا ہے۔ ان کو ارض فلسطین میں داخل ہونے اور جہازین سے جہاز کرنے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے اس حکم پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ان میں سیدنا محمد ﷺ کی رسالت اور نبوت پر دلائل قائم کیے تھے اور یہ بتایا تھا کہ یسوع آپ کی نبوت کو نہیں مانتے۔ اس پر ان میں دو چیزیں بیان فرمائی ہیں جو یسوع کے حوالہ دلائل کئی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت نعمتوں کا انکار کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے ارض فلسطین میں داخل ہونے اور جہازین کے خلاف لانے سے انکار کیا۔ ان آیتوں سے نبی ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے کہ اگر یسوع کے جب آپ کی رسالت کو نہیں مانتے تو آپ اس سے دل گرفتہ نہ ہوں۔ حوالہ ان کی سرشت ہے یہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باقری کرچے ہیں۔ بنو اسرائیل کے انبیاء کا بیان

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کتنی نعمتیں انعام فرمائیں وہ قوم فرعون کی غلامی کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو فرعون سے نجات دی ان میں انبیاء کو مبعوث فرمایا جو وحی سے ان کے پاس اللہ کے احکام لاتے اور ان کو فیب کی خبریں دیتے تھے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبوت کا معنی ہے وحی کے ذریعہ فیب کی خبریں بیان کرنا۔

اس آیت میں ایک نعمت یہ بیان فرمائی ہے کہ جب اللہ نے تم میں نبیوں کو بھیجا۔

علامہ محمود اکوٹی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں نبیوں سے مراد ہیں حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت یوسف اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی تمام اولاد۔ جو ایک قول کے مطابق ہیں اور ایک قول کے مطابق وہ سب افراد جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے میثاق کے لیے چاہا تھا بنی اسرائیل اور متعلق نے کہا یہ نبی تھے۔ اور علامہ بخاری و دیگر نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ انبیاء ہیں جو اس کے بعد بنو اسرائیل میں مبعوث کیے گئے۔ اور تحقیق وقوع کے لیے انہی کی بشت کو ماضی سے تعبیر کر دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ تم میں نبیوں کو بھیجا اس سے مراد عام ہے۔ خواہ وہ انبیاء مقدم ہوں یا مؤخر اور کسی امت میں اتنے انبیاء مبعوث نہیں کیے

کہے "ہتے انبیاء بنو اسرائیل میں مبعوث کیے گئے تھے۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)  
بنو اسرائیل کے ملوک (بادشاہوں) کا بیان

اس آیت میں بنو اسرائیل پر دو سری نعمت یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملوک (بادشاہ) بنایا۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد باکی قرطبی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم کو ایسا بنا دیا کہ تم اپنے معاملات کے مالک تھے اور تم پر کوئی غلبہ نہیں تھا، جبکہ اس سے پہلے تم فرعون کے ملوک اور غلام تھے اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کر کے تم کو اس کی غلامی سے نجات دی۔ حسن بصری اور سدی نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ ان میں سے ہر شخص اپنے اہل اپنی جان اور اپنے مال کا مالک تھا، وہ اس اعتبار سے ملوک تھے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب کسی شخص کے گھر میں کوئی انسان اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو سکے تو وہ ملک (بادشاہ) ہے۔ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا کیا تم قراء اور مبارکین میں سے نہیں ہیں؟ حضرت عبداللہ نے اس سے پوچھا کیا تم ساری بیوی ہے؟ اس نے کہا ہاں پھر پوچھا کیا تم ساری رہائش کے لیے گھر ہے؟ اس نے کہا ہاں! فرمایا تم انبیاء میں سے ہو۔ اس نے کہا میرا ایک خادم بھی ہے۔ فرمایا پھر تم بادشاہوں میں سے ہو۔ حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا ان کو اس لیے ملوک فرمایا کیونکہ ان پر من و سلویٰ نازل ہوا۔ ایک پتھر سے ان کے لیے بارہ جیسے چوٹ پڑے اور ان پر پادشاہی کرنا تھا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۸۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

بنو اسرائیل کا اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہونا

نیز اس آیت کے آخر میں فرمایا اور تم کو وہ دیا جو تمام جنوں میں کسی کو نہیں دیا تھا۔

یہ حضرت موسیٰ کا اپنی قوم سے خطاب ہے۔ ان کو جو کہہ دیا "اس سے مراد من و سلویٰ" پتھر سے پائی ٹھکانا اور پادشاہی کا ان پر ملکہ کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے ان میں سے کثرت انبیاء کا باعث ہونا مراد ہے اور اللہ کی طرف سے جو ان کے پاس نشانیاں آئیں۔ مثلاً سمندر کو چیر دینا اور ان کے دشمن کو غرق کر دینا وغیرہ جو نشانیاں ان کے ساتھ مخصوص تھیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو سیدنا محمد پیغمبر کی امت سے زیادہ نعمتیں دی گئیں تھیں، کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں ان کو سب سے زیادہ نعمتیں دی گئیں تھیں، جو اس زمانہ میں اور کسی کو نہیں دی گئیں تھیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (حضرت موسیٰ نے کہا) اے میری قوم! اس ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور پشت نہ دکھانا ورنہ تم نقصان پانے والے ہو جاؤ گے۔ (النساء ۳۲)

ارض مقدسہ کا مصداق

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے۔ ارض مقدسہ کے حقیقی معنی اقوال ہیں۔ مجاہد نے کہا اس سے مراد طور اور اس کے ارد گرد کی زمین ہے۔ قتوبہ نے کہا اس سے مراد شام ہے۔ ابن زید نے کہا اس سے مراد ارمنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مشرق، قسطنطنیہ اور اردن کا بعض علاقہ ہے۔

امام ابو جعفر طبری نے کہا ہے کہ ارض مقدسہ کو عموم اور اطلاق پر دیکھنا چاہیے اور اس کو کسی علاقہ کے ساتھ خاص نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ بغیر کسی حدیث کے ارض مقدسہ کی تعین جائز نہیں ہے اور اس سلسلہ میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے۔ ذاکر دہ زحلی نے کہا ہے کہ اس سے مراد سرزمین قسطنطنیہ ہے۔ اس کو مقدس اس لیے فرمایا ہے کہ یہ جگہ شرک سے پاک ہے، کیونکہ یہ جگہ انبیاء علیہم السلام کا مسکن ہے، یا اس لیے کہ اس جگہ عبارت کرنے سے انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں یہ فرمایا ہے، کہ اللہ نے تمہارے لیے یہ زمین لکھ دی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سورت کی آیت ۲۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، (ارض مقدسہ) چالیس سال تک ان پر حرام رہے گی تو جب اللہ تعالیٰ نے یہ سرزمین ان کے لیے لکھ دی تھی تو وہ چالیس سال تک ان پر حرام کیسے ہو گئی؟ اس اعتراض کے حسب ذیل جواب ہیں:

- ۱۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انجیل مکہ یہ سرزمین بنو اسرائیل کے لیے لکھ دی گئی ہے۔
- ۲۔ اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جن یودیوں کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا ان کے لیے یہ سرزمین لکھ دی گئی ہے اور چالیس سال تک ان ہی لوگوں پر اس میں داخل ہونا حرام فرمایا۔
- ۳۔ اس آیت میں اگرچہ عمومی طور پر بنو اسرائیل کا ذکر ہے مگر اس سے مراد خاص شخص ہیں۔ جو شیخ نور کلب جو ارض مقدسہ میں داخل ہو گئے تھے اور یہی بنو اسرائیل جو یزدی کی وجہ سے اس سرزمین میں داخل نہیں ہوئے۔ ان پر چالیس سال تک اس میں داخل کو حرام قرار دے دیا۔

۴۔ بنو اسرائیل کے لیے کھیت سے مراد یہ ہے کہ ان پر اس میں داخل ہونے کو فرض کر دیا تھا اور جب وہ داخل نہیں ہوئے تو بطور سزا ان پر چالیس سال تک اس میں داخل کو حرام فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا اے موسیٰ اس سرزمین میں تو بہت بڑے بڑے جموں والے لوگ ہیں اور ہم اس زمین میں اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس زمین سے نکل نہ جائیں پھر اگر وہ اس سے نکل گئے تو ہم ضرور اس میں داخل ہوں گے۔ (المائدہ ۳۲)

جبارین کا بیان۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم دیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور اس کی یہ وجہ بیان کی کہ اس جبارین رہتے ہیں، جس سے ہم لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان کو جبارین اس لیے کہا کہ ان کے جسم بہت بڑے بڑے تھے۔ اصل میں جبار اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے اور دوسروں کے معاملات کی اصلاح کرنے والا ہو۔ پھر اس کے استعمال میں وسعت ہوئی اور ہر اس شخص کو جبار کہا جانے لگا جو زور اور طاقت سے نفع حاصل کرے، خواہ وہ اس کا حق ہو یا نہ ہو۔

امام ابو جعفر طبری ص ۳۳۳ اجمعی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جبارین کے شر میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔ حضرت موسیٰ روانہ ہوئے، حتیٰ کہ اس شر کے قریب پہنچ گئے، اس شر کا نام ارمنا تھا۔ پھر حضرت موسیٰ نے بنو اسرائیل کے ہر قبیلے سے ایک ایک آدمی کو جن کی یاد اور فراہمہ آدمیوں کو جبارین کی چاسوی کے لیے ان کے شر سے بچا، جب وہ لوگ اس شر میں داخل ہوئے تو انہوں نے غیر معمولی حسرت والے انسان دیکھے۔ وہ ان میں سے کسی کے باغ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ باغ وانا اپنے باغ سے پھل توڑ رہا ہے، اس نے ان چاسوؤں کو دیکھ لیا۔ اس نے ان میں سے ایک ایک کو پکڑ کر اپنی آستین میں ڈال لیا، پھر ان کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گیا اور آستین سے نکل کر ان کو زمین پر ڈال دیا، بادشاہ نے ان سے کہا تم نے ہماری حسرت اور طاقت کا حال دیکھ لیا ہے، جلاؤ جا کر اپنے سردار کو مطلع کرو۔

(اسحاق الجلیان، ج ۶، ص ۲۳۸-۲۳۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ہم اس زمین میں داخل ہوں گے اور ان لوگوں پر

غالب ہوں گے۔ پھر ان جاسوسوں نے آکر بیان کیا کہ ابن جہار بن کے بہت بڑے بڑے جسم ہیں اور وہ بہت زور والے ہیں، ہم تو ان کی نظروں میں ٹھنڈی کی طرح ہیں، میں نے کہو اسرائیل کو دیکھا کرتے تھے۔ انہوں نے ہم میں سے کئی آدمی مارے گئے۔ کاش اہم مصری میں رہتے اور انہوں نے جہار بن کے ساتھ لڑنے سے صاف انکار کر دیا۔

(جامع البیان، ج ۶، ص ۲۳۹، مطبوعہ بیروت ۱۳۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے: اللہ سے ڈرنے والوں میں سے وہ آدمیوں نے کہا میں پر اللہ نے انعام فرمایا تھا کہ تم دروازہ سے ان پر داخل ہو جاؤ، جب تم دروازہ سے داخل ہو جاؤ گے تو بے شک تم ہی غالب رہو گے۔ (المائدہ: ۲۳)

مجاہد نے بیان کیا ہے یہ وہ آدمی جو شعیب بن نون اور کلاب بن جوح تھے۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیے ہوئے حمد کو پورا کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان بارہ جاسوسوں سے وعدہ لیا تھا کہ جہار بن کا محل صرف مجھے بتانا، قوم کو نہ بتانا، تو اس حمد کو ان دو نے پورا کیا تھا۔ باقی نے نہیں کیا، اور قوم کے سامنے جہار بن کی غیر معمولی جسارت کو بیان کر دیا۔ اسی وجہ سے قوم نے بدولی دیکھ کر اور یہی وہ شخص اللہ سے ڈرنے والے تھے، اور حضرت موسیٰ پر کامل ایمان لانے والے تھے۔ انہوں نے قوم کو حضرت موسیٰ کی اطاعت کرنے اور جہار بن کے خلاف حملہ کرنے کی دعوت دی اور یقین دلایا کہ تم اللہ پر توکل کر کے ان پر حملہ کر دو، اور دروازہ سے داخل ہو جاؤ، تم ہی کامیاب رہو گے۔

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے: انہوں نے کہا اے موسیٰ، بے شک ہم ہرگز کبھی بھی اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے، جب تک کہ وہ اس میں ہیں سو آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) جنگ کریں، بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔

(المائدہ: ۲۴)

فاذہب انت و ربک! میں بنو اسرائیل کے کفر اور فسق کی وجوہات

بنو اسرائیل کا یہ کہنا کہ جب تک کہ جہار بن اس زمین میں ہیں، ہم اس زمین میں داخل نہیں ہوں گے۔ جملہ کے حکم سے حقدار انکار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے بچ رہتا ہے، اور انہوں نے جو یہ کہا کہ تم لوہو تسمار ہو جاؤ اور جا کر اللہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے صریح جہالت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ آنے والے اور منتقل ہونے سے سزا ہے، اور ان کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شبد کی طرح اللہ کی نصیحت کے قائل تھے۔ حسن بصری نے کہا اس وجہ سے ان کا یہ قول کفر ہے اور اگر ان کے قول کا یہ مطلب ہو کہ اگر آپ رسول برحق ہیں، تو ہماری بہ نسبت اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس لیے اللہ کی نصرت پر توکل کر کے آپ ہی جا کر ان سے لڑیں، تب بھی یہ قول کفر ہے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت میں شک کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے قول میں وہب سے مراد حضرت ہارون ہیں۔ کیونکہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ سے بڑے تھے، اور حضرت موسیٰ ان کی اطاعت کرتے تھے۔ تب بھی ان کے اس قول کے فق ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بعد ازاں امت میں ان کو قاضی فرمایا ہے۔ یہ یہودیوں کا اپنے نبی کے ساتھ سلوک تھا، اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کا اپنے نبی پیغمبر کے ساتھ معاملہ دیکھئے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۵۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود جو بیابان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن حضرت مقدونے کہا یا رسول اللہ! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا سو آپ لوہو آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) جنگ کریں، بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے لیکن آپ چلے ہم آپ کے ساتھ رہیں گے، تو کیا یا رسول اللہ! پیغمبر کے چہرے سے پریشانی کا بدلہ



بھیٹ گیا۔ (ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت مقدوسؑ بن کردوسرے صحابہ بھی اسی طرح کہنے لگے)

(صحیح البخاری 'ج' ۶، رقم الحدیث: ۳۶۰۰، مسند احمد 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۶۸۸، جامع البیان 'ج' ۶، ص ۳۳۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: 'موسیٰ نے کہا اے میرے رب! بے شک میں صرف اپنے آپ کا اور اپنے بھائی کا مالک ہوں تو ہمارے اور فاسق لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دے۔' (الحائذہ ۳۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو اپنے اور فاسق لوگوں کے درمیان فیصلہ کی دعا کی تھی اس کے دو عمل ہیں:

۱۔ چونکہ وہ حق سے دور چلے گئے تھے اور نافرمانی کر کے رادارست سے ہٹ گئے تھے اور اسی وجہ سے ان کو میدان تیس میں بھٹکنے کی سزا دی گئی تھی۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ ان کے حلق فیصلہ کر دیا جائے۔

۲۔ ان کو ہم سے الگ اور حیز کر دیا جائے اور ان کو دی جانے والی سزا کے ساتھ ہمیں لاحق نہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اللہ نے) فرمایا: 'یہ (ارض مقدسہ) چالیس سال تک ان پر حرام رہے گی' یہ زمین میں بھٹکنے پھرنے کے 'سو آپ ان نافرمان لوگوں پر انوس نہ کریں۔' (الحائذہ ۳۶)

میدان تیس میں بنو اسرائیل کا بھٹکنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان نافرمان یودیوں کو چالیس سال تک میدان تیس میں بھٹکنے کی سزا دی۔ یہ کافور معنی ہے حیرت، وہ میدان چہ فرخ کا تھا، یعنی اٹھارہ شرعی میل اور ستائیس انگریزی میل تک۔ وہ دن رات چلے رہے تھے، لیکن اس میدان کو قطع نہیں کر پاتے تھے، وہ صبح کو جبل سے چٹنا شروع کرتے، شام کو پھر وہیں پہنچ جاتے تھے اور شام کو جبل سے چلے گئے، صبح پھر وہیں پہنچ جاتے تھے۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ان کے ساتھ تھے یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے ساتھ نہیں تھے، کیونکہ میدان تیس میں جو ان کیلئے سزا تھا۔ انہوں نے چالیس دن چھڑے کی عہدوت کی تھی، تو ایک دن کے مقابلہ میں ایک سال ان کی سزا متعززی گئی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ ہم میں اور ان فاسقوں میں فیصلہ یا طے کر دیں۔ اس کا بھی تھنا ہے کہ وہ ان کے ساتھ نہ ہوتے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے ساتھ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ امر آسمان کر دیا تھا، جیسے حضرت امیر اہم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی کر دی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ارض مقدسہ میں داخلہ کو ان لوگوں پر حرام کر دیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ لوگ ارض مقدسہ میں داخل نہیں ہو سکے، البتہ ان کی اولاد داخل ہوئی اور پوش اور کلاب داخل ہوئے، کیونکہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا تھا، اور وہ جہارین سے جنگ کے لیے تیار تھے۔ حضرت پوش ان کی اولاد کو ساتھ لے کر ارض مقدسہ میں داخل ہوئے اور اس کو فتح کر لیا۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں سال سے زیادہ عمر کا جو شخص بھی میدان تیس میں داخل ہوا، وہ مر گیا۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون بھی تیس میں فوت ہو گئے۔ پہلے حضرت ہارون فوت ہوئے، حضرت پوش ان یودیوں کی اولاد کے ساتھ ارض مقدسہ پر حملہ آور ہوئے، جہارین سے مقابلہ کیا اور اس شر کو فتح کر لیا۔

(جامع البیان 'ج' ۳، ص ۲۳۹، سلیمہ دواؤ الفکر، ردت ۱۳۱۵ھ)

حضرت پوش کے لیے سورج کو ٹھہرانا

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد باقی قرطبی متوفی ۴۷۸ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون کو نبوت عطا کیا اور ان کو جبارین سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ اسی مقابلہ میں سورج کو ٹھہرا دیا گیا، حتیٰ کہ وہ شرمیں داخل ہو گئے اور اسی جنگ کا یہ واقعہ ہے کہ ایک شخص کی خیانت کی وجہ سے آگ نے ہل غنیمت کو نہیں چلایا۔ اس واقعہ کی تفصیل اس حدیث میں ہے۔

امام مسلم بن حجاج قصبوی متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء (سابقین) میں سے ایک نبی نے جلا کیا اور اپنی قوم سے یہ کہا کہ جس شخص نے ابھی نکاح کیا ہو اور اس نے ہنوز شب زفاف نہ گزارا ہو اور وہ یہ عمل کرنا چاہتا ہو وہ میرے ساتھ نہ جائے اور نہ وہ شخص جائے جس نے مکان بنایا ہو اور اس نے ہنوز چھت بلند نہ کی ہو اور نہ وہ شخص چائے جس نے بکراں اور گاجین اونٹیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچہ دینے کا شکر ہو۔ پھر اسی (علیہ السلام) نے جلا کیا اور عصر کی نماز کے وقت آیا اس کے قریب وہ ایک دیہات میں پہنچے تو انہوں نے سورج سے کہہ تم بھی حکم الہی کے ماتحت ہو اور میں بھی حکم الہی کے ماتحت ہوں۔ اے اللہ! اس سورج کو تھوڑی دیر میری خاطر روک دے پھر سورج روک دیا گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا کی۔ آپ نے فرمایا پھر انہوں نے ہل غنیمت جمع کیا پھر اس ہل کو کھانے کے لیے ایک آگ آئی لیکن اس نے ہل کو نہ کھایا۔ اس نبی نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے خیانت کی ہے سو ہر قبیلہ کا ایک شخص مجھ سے بیعت کرے پھر سب نے بیعت کی اور ایک شخص کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چٹ گیا۔ نبی نے فرمایا خیانت کرنے والا تمہارے قبیلہ میں ہے۔ لہذا آپ تمہارا چکر قبیلہ میری بیعت کرے انہوں نے بیعت کی آپ نے فرمایا پھر دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ تجھ کے ہاتھ سے چٹ گیا۔ نبی نے فرمایا تمہارے اندر خیانت ہے۔ پھر خود گائے کے سر کے برابر سونا نکل کر لائے نبی نے فرمایا اس کو ہل غنیمت میں اونٹنی چکر پر رکھ دو۔ پھر آگ نے آکر اس ہل کو کھایا (آپ نے فرمایا) سو ہم سے پہلے کسی کے لیے بھی ہل غنیمت حلال نہیں تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ہمارا ضعف اور مجرمانہ کیا تو ہمارے لیے ہل غنیمت کو حلال کر دیا۔

(صحیح مسلم ج ۳، رقم الحدیث ۴۷۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نبی ﷺ کا سورج کو لوٹانا

اس حدیث میں حضرت یوشع بن نون کے لیے غروب سے پہلے سورج کے ٹھہرانے کا ذکر ہے اور نبی ﷺ نے غروب کے بعد سورج کو لوٹا دیا تھا۔

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد برزلی متوفی ۳۷۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی جاری تھی اور ان کا سر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ! ابے شک میں تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں مشغول تھے تو ان پر سورج لوٹا دے۔ حضرت اسماء نے کہا میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو گیا تھا اور پھر غروب ہونے کے بعد وہ طلوع ہو گیا۔

(المعجم الکبیر ج ۳، رقم الحدیث ۳۰۰۰، مشکل المصابیح للعلوی ج ۳، رقم الحدیث ۳۸۵۰، مختصر تدوین مطبوعہ دار الفکر بیروت ج ۳، رقم الحدیث ۳۲۰۰، شرح مشکل المصابیح للعلوی ج ۳، رقم الحدیث ۱۰۶۷-۱۰۶۸)

امام ابو جعفر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث نبوت کی عظیم علامتوں میں سے ہے۔ کیونکہ حضرت علی نے رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے اپنے آپ کو پابند

رکھا۔ اس لیے آپ نے ان کے لیے سورج لوٹانے کی دعا کی۔ اس سے نماز صحر کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے۔  
(شرح مشکل تکوین ج ۳ ص ۹۸، مطبوعہ موسسہ الرسالہ بیروت)

### حدیث ردو شمس کی سند کی تحقیق

ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ ابن جمیع، ابن اقصم، ذہبی، ابن کثیر اور ابن حزم کی بھی یہی رائے ہے۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے۔ امام ابو الحسن فضلی متوفی ۳۷۰ھ نے اس حدیث کی تمام اسانید کو جمع کیا ہے اور ایک رسالہ لکھا ہے "تصحیح حدیث رد الشمس" اور امام سیوطی نے ایک رسالہ لکھا ہے "كشف اللبس عن حدیث الشمس" اور امام محمد بن یوسف دمشقی نے ایک رسالہ لکھا ہے "مرئیل اللبس عن حدیث رد الشمس"۔

علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن متوفی ۷۹۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے متعلق امام احمد نے کہا اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ علامہ ابن الجوزی نے ان کی پیروی کر کے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے۔ لیکن امام طحاوی اور صاحب الشفاء نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابن مندہ اور امام ابن شاپین نے اس کو اسما بنت حمیس سے روایت کیا ہے، اور امام ابن مردیہ نے اس کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح نبی چچہ نے اس دن سورج کو ٹوٹا، جس دن آپ نے اس قافلہ کے آنے کی خبر دی تھی۔ جس کو آپ نے شب معراج دیکھا تھا اس روز دن غروب ہو رہا تھا اور ابھی تک قافلہ نہیں آیا تھا تو نبی چچہ کیلئے ایک ساعت سورج کو روک دیا گیا (الخ)

(القامد المثلث ص ۲۳۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ شباب الدین احمد بن حجر مسلمان متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق کی منفاری میں ہے کہ نبی چچہ نے واقعہ معراج کی صبح کو جب کفار قریش کو یہ خبر دی کہ آپ نے اسکا قافلہ دیکھا ہے اور وہ طلوع آفتاب کے ساتھ آجائے گا پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ قافلہ آنے تک سورج ٹھہرا رہا ہے حدیث منقطع ہے، لیکن امام طبرانی کی الوسط میں حضرت جابر رضی سے یہ روایت ہے کہ نبی چچہ نے سورج کو حکم دیا تو وہ کچھ دیر ساخرو ہو گیا۔ اس حدیث کی سند حسن ہے اور سند احمد میں جو روایت ہے کہ حضرت یوشع کے سوا اور کسی کیلئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا، اسکا مطلب یہ ہے کہ انبیاء سابقین میں سے اور کسی کیلئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اور اس حدیث میں اس بات کی نفی نہیں ہے کہ حضرت یوشع کے بعد نبی چچہ کیلئے سورج ٹھہرایا گیا ہو اور امام طحاوی، امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت اسماء بنت حمیس رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر نبی چچہ سونگے تو حضرت علی کی نماز عصر فوت ہو گئی تو سورج لوٹا دیا گیا حتیٰ کہ حضرت علی نے نماز پڑھ لی اور اسکے بعد سورج غروب ہو گیا اور یہ آپ کا ست عظیم معجزہ ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ ابن جوزی اور ابن جمیع نے اس حدیث کو موضوع قرار دینے میں غلطی کی ہے۔ واللہ اعلم۔

البتہ قاضی عیاض نے جو یہ نقل کیا ہے کہ یوشع کو بھی نبی چچہ کے لیے سورج کو لوٹا دیا گیا تھا حتیٰ کہ آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی تو اگر یہ ثابت ہو تو پھر یہ آپ کے لیے ردو شمس کا تیسرا واقعہ ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۲، ۲۲۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۱۰ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ابن جوزی کا رد کیا ہے۔

(امحۃ القادری ج ۱۵ ص ۴۴، مطبوعہ ادارہ البیان الخیرہ مصر ۱۴۳۸ھ)

امام علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۹۰۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الجوزی نے ابن عثمد کی وجہ سے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے کیونکہ دور انہی خواہد صحابہ کو براکت تھا۔ امام علی قاری فرماتے ہیں کہ محض کسی راوی کے راہی یا خارجی ہونے کی وجہ سے اس کی روایت کے موضوع ہونے کا حقین کر لینا صحیح نہیں ہے۔ جبکہ وہ اپنے دین کے لحاظ سے شہد ہو اور عاقل اسی وجہ سے امام طہوی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اصل چیز راوی کی عدالت ہے۔ (شرح الشفاء علی حاشیہ نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ شمس الدین احمد عسکری متوفی ۷۰۹ھ لکھتے ہیں:

خاتم الحفاظ حافظ سیوطی اور علامہ سہوی نے کہا ہے کہ ابن الجوزی کی کتب لموضوعات کا اکثر حصہ مردود ہے حتیٰ کہ انہوں نے بکھوت اعلیٰ جہو کو بھی موضوعات میں درج کر دیا ہے۔ امام ابن الصلاح نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند و مستند ہیں جو اس کی صحت اور صدق پر شہاد ہیں اور ان سے پہلے بکھوت ائمہ حدیث نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً امام طہوی، امام ابن شامین اور امام ابن مندہ اور انہوں نے اس کو اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام طبرانی نے اس کو اپنی محکم میں روایت کیا ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے۔

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام طبرانی نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ شمس متوفی ۷۸۰ھ نے لکھا ہے امام طبرانی نے نسیم اوسط میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج کو ٹھہرنے کا حکم دیا تو وہ ایک ساعت ٹھہر گیا۔ (المعجم الاوسط ج ۵ رقم الحدیث ۱۴۰) اس حدیث کی سند حسن ہے اور ایک حدیث کی سند صحیح ہے۔ وہ ابو النعمان بن حسن سے مروی ہے اور وہ شہد راوی ہے۔ امام ابن حبان نے اس کو شہد قرار دیا ہے۔ (ہم نے اس روایت کو رد کیا ہے)

(المعجم الکبیر ج ۲ رقم الحدیث ۲۹۰ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

علامہ اسماعیل بن محمد جملانی متوفی ۷۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور علامہ ابن الجوزی نے کہا یہ موضوع ہے لیکن ابن کی خطا ہے۔ اسی وجہ سے حافظ سیوطی نے کہا اس حدیث کو امام ابن مندہ اور امام ابن شامین نے حضرت اسماء بنت جمیس سے روایت کیا ہے اور امام ابن مردودہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے اور ان دونوں حدیثوں کی سند حسن ہے اور امام طہوی اور قاضی عیاض نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی اور امام حاکم نے فور امام بیہقی نے دلائل البیروہ میں روایت کیا ہے۔ امام طہوی نے کہا ابو بن صلیح کہتے تھے کہ جو شخص ظلم حاصل کرنا چاہتا ہو اس کو حضرت اسماء بنت جمیس کی اس حدیث کو نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ وہ نبوت کی بہت بڑی علامت ہے۔ یہ حدیث متعل ہے اور اس کے تمام راوی شہد ہیں اور ابن جوزی نے جو اس پر کلام کیا ہے اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

(کتف المائدہ و منزل الالباس ج ۱ ص ۲۲۰ مطبوعہ مکتبہ القرانی دمشق)

اس حدیث پر مزید بحث و تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خاص میں بیان کر دی ہے۔

وَأْتَلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنِي آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ

اور آپ ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر حق کے ساتھ تلاوت کیجیے، جب (ان) دونوں نے قربانی پیش کی تو ایک کی قربانی

مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَوْ يُتَقَبَّلُ مِنَ الْآخِرِ قَالَ لَا قَتْلُكَ قَالَ

قبول کی گئی اور دوسرے کی نہیں قبول کی گئی ، اس (دوسرے) نے کہا میں تم کو قتل کروں گا۔

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿۳۰﴾ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَىٰ يَدِكَ

نہ کہ اللہ موت متیقن لوگوں سے قبول فرماتا ہے ۵ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھا

لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسٍ يَدِي إِلَيْكَ لَا قَتْلُكَ إِنِّي أَخَافُ

موت بڑھایا تو میں مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں ، میں اللہ سے ڈرتا

اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۱﴾ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبْوَأَ بَنِيَّ وَأُشْرِكَ

ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے ۵ میں چاہتا ہوں کہ میرا اللہ تیرا گناہ تیرے ہی ذمہ ہو اور

تَتَكُونُ مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ ۚ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿۳۲﴾ فَطَوَّعَتْ

تو جہنم سے ہو جائے اور یہی ظالموں کی سزا ہے ۵ تو اس نے اپنے

لَهُ نَفْسُهُ قَتَلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۳۳﴾

بھائی کے قتل کا منصوبہ بنایا اور اس کو قتل کر دیا اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا ۵

فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِئُ

پھر اللہ نے ایک کراہیجا جو زمین کو دھونڈتا ہے کہ وہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی

سَوْعَةَ أَخِيهِ ط قَالَ يُوَيَّلَتِي ۖ أَعْجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا

کی لاش چھپائے ، اس نے کہا اے افسوس ! میں اس کو سہ جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی

الْغُرَابِ فَأَوَارِئُ سَوْعَةَ أَخِي ط فَأَصْبَحَ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿۳۴﴾

لاش چھپا دیتا ، پس وہ بھٹانے والوں میں سے ہو گیا ۵

رابطہ آیات اور مباحث

یہودی اپنے حدود اور نفس کی وجہ سے نبی ﷺ کے ساتھ جو غلطی کر دوائی کہتے تھے اور موقع بہ موقع آپ کو آزار پہنچانے کی نیک دود میں لگے رہتے تھے اور قورق کے حصے میں جنوں نے آپ ﷺ کو ملنے والے کا جو عدو وینقی کیا تھا اس کو توڑ

ہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو قتل دینے کے لیے اس سے پہلی آجوں میں یہودی عہد نگینوں کو بیان فرمایا کہ یہود نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر کے توڑ دیا اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عہد کر کے اس کو توڑا۔ اب اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرما رہا ہے کہ جس طرح یہود نے عہد کی وجہ سے آپ کی نبوت کو نہیں ملایا اور آپ کی خلافت کی اس طرح آدم کے دو بیٹوں میں سے ایک بیٹے قاتل نے عہد کی وجہ سے ان کے دوسرے بیٹے ہاتل کو قتل کر دیا۔

قاتل کے ہاتل کو قتل کرنے کی تفصیل

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حوالہ ۳۲۸ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم کے ہاں جب اولاد ہوتی تو ایک ساتھ ایک بچہ اور بیٹی پیدا ہوتی۔ ایک محل سے جو نکال دیا ہوتا اس کا نکاح دوسرے محل سے پیدا ہونے والی لڑکی کے ساتھ کر دیتے اور اس محل کی لڑکی سے دوسرے محل کے لڑکے کا نکاح کر دیتے حتیٰ کہ ان کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے 'قاتل اور ہاتل۔ قاتل زراعت کرتا تھا اور ہاتل سریشی پانا قتل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوتی تھی وہ اس لڑکی سے بہت خوبصورت تھی جو ہاتل کے ساتھ پیدا ہوتی تھی 'قاتل بڑا تھا اور ہاتل چھوٹے تھے۔ قاعدہ کے مطابق ہاتل نے قاتل کی بہن سے نکاح کرنا چاہا لیکن قاتل نے انکار کیا۔ اس نے کہا یہ میری بہن ہے اور میرے ساتھ پیدا ہوئی ہے اور یہ تمہاری بہن سے زیادہ خوبصورت ہے اور میں اس سے نکاح کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔ ابن اسحق کی روایت میں ہے 'قاتل نے کہا تم دونوں جنت میں پیدا ہوئے ہیں اور تم دونوں زمین پر پیدا ہوئے ہو اور میں اپنی بہن کا زیادہ حقدار ہوں۔ حضرت آدم نے فرمایا اے میرے بیٹے یہ تمہارے لیے حلال نہیں ہے 'قاتل نے حضرت آدم کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تب حضرت آدم نے فرمایا اے میرے بیٹا تم دونوں قریبانی پیش کرو 'تم میں سے جس کی قریبانی قبول ہوگی وہ اس کے ساتھ نکاح کا حقدار ہوگا' ہاتل نے ایک کنواری بھری کی قریبانی پیش کی اور قاتل نے گندم کی قریبانی پیش کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک سفید اٹک کو بھیجا اس نے ہاتل کی قریبانی کو کھا لیا اور قاتل کی قریبانی کو ترک کر دیا۔ اس پر قاتل غضب ناک ہو گیا اور ہاتل سے کہا میں تم کو ضرور قتل کر دوں گا۔ ورنہ تم میری بہن سے نکاح نہ کرنا 'ہاتل نے کہا اللہ تعالیٰ متعین سے قریبانی کو قبول کرتا ہے۔ (جامع البیان ج ۶ ص ۲۵۷-۲۵۸)

متعین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈر کر ان فرائض کو ادا کرتے ہیں جن کا اللہ نے ان کو عطا کیا ہے اور جن کاموں سے اللہ نے منع کیا ہے ان سے باز رہتے ہیں۔

ہاتل نے کہا اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمرو اور جسر مشرین نے کہا ہے کہ ہاتل 'قاتل سے زیادہ طاقتور تھے' لیکن انہوں نے گنہ سے بچنے کے لیے مقابلہ نہیں کیا۔ انہوں نے کسی موقع سے قتل کرنے میں حرج سمجھا اور علم سینے پر راضی ہو گئے تاکہ ان کو آخرت میں جزا دی جائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا تھا جب کہ کسی انسان کا اپنے نفس کے لیے رافت کرنا جائز ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ہاتل سوئے ہوئے تھے۔ قاتل نے ایک بھاری پتھر ان کو ہلاک کر دیا۔

(الجامع للحکام القرآن ج ۳ ص ۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ہاتل نے کہا) میں چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گنہ تیرے ہی ذمہ لگے (المائدہ ۳۹)



ان دونوں گناہوں کا جو جہ انھوں نے کیا وہ اس کے لئے کافی تھا کہ تم مجھ کو قتل کرنے کا کلمہ انھوں نے اور مجھ پر زیادتی کرنے کا کلمہ انھوں نے کیا۔ (المائدہ ۳۱) ان کے لئے اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے سنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو اس نے اپنے بھائی کے قتل کا منصوبہ بنایا، سو اس کو قتل کر دیا اور وہ قصاص انھارے والوں میں سے ہو گا (المائدہ ۳۱)

قاتل کے قتل کرنے کی کیفیت

امام ابن جریر طبری حنفی ۳۱۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریر نے بیان کیا کہ جس وقت قاتل بھائی پر مارے تھے تو قاتل نے قاتل کو قتل کر دیا۔ قاتل قاتل کے پاس گیا اور اس کو یہ سمجھ نہیں آ سکا کہ وہ اس کو کس طرح قتل کرے۔ اس نے قاتل کی گردن موڑی اور اس کے سر کے بالوں کو پکڑ لیا۔ تب شیطان آیا اس نے کسی چاقو پر مارے کو پکڑا اس کا سر ایک چکر پر رکھا پھر دوسرا چکر اس کے سر پر دے مارا۔ قاتل دیکھ رہا تھا اس نے بھی اسی طرح قاتل کو قتل کر دیا۔

امام ابن جریر نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے یہ خبر دی ہے کہ ابن آدم نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور یہ خبر میں دی کہ اس نے کس کیفیت سے قتل کیا اور نہ رسول اللہ ﷺ نے اس کیفیت کا بیان فرمایا، سو ہمیں اتنا ہی یقین رکھنا چاہیے جتنا رسول اللہ ﷺ نے بتلایا ہے۔ (جامع تبیان ۶۷۳ ص ۳۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ہر نیک اور بد کام کے لئے ایسا کوئی کرنے والا نہیں ہے جو بعد والوں کے عمل سے حصہ لے کر رہتا ہے۔

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو بھی قتل کیا جائے گا تو اس کے خون (کے منہ) کا ایک حصہ پہلے ابن آدم پر ہو گا، نیز وہ حصہ جس نے قتل کو ایسا کیا اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو شخص کسی برائی کا موہد ہو تو قیامت تک اس برائی کرنے والوں کے منہ میں اس کا بھی حصہ ہو گا، اسی طرح شیطان وہ حصہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ حضرت آدم پر حد کیا اور اللہ کے سامنے تکبر کیا تو قیامت تک نافرمانی کرنے والوں اور حد اور تکبر کرنے والوں کے گناہوں میں شیطان کا بھی حصہ ہو گا اسی طرح جو شخص دین میں کسی بدعت سے کو ٹکائے، جیسے رافضیوں نے صحابہ کو برا کہنے اور اہم کرنے کو ایسا کیا اور اس کو دین میں داخل کر لیا اور کار ڈوب قرار دیا، ان کا بھی یہی حال ہے اور جس نے اسلام میں کسی اچھے اور پسندیدہ طریقہ کی ابتداء کی تو قیامت تک اس نیک کام کرنے والوں کی نیکیوں میں اس کا حصہ ہو گا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دھن کے تمام رتوں میں پھنسنا کی ابتداء کی اور اس میں قرآن مجید پڑھوانے کا اہتمام کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ کے سامنے دی جانے والی اذان سے پہلے لوگوں کو مستحب کرنے کے لیے ایک اور اذان کا اضافہ کیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے مسجد میں محراب بنانے کی ابتداء کی۔ حجاج بن یوسف نے قرآن مجید پر اعراب لگائے۔ سجاد رضی اللہ عنہ کی ابتداء اور اہل کے بد شہ ابو سعید مختار حنفی ۳۴۰ھ نے کی اور اذانوں کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی ابتداء ائمہ میں سلطان مصلح الدین ابو الطغر بوسف بن ابوبکر کے امر سے ہوئی۔ اس سے پہلے ایک بد شہ کے ہاتھ پر سلام پڑھا جاتا تھا السلام علی الامام الظاہر۔ سلطان ابو الطغر نے یہ سلسلہ موقوف کر دیا اور نبی ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے طریقہ کو شروع کر دیا۔ علامہ سقوی علامہ ابن حجر مکی علامہ علاء الدین سبکی علامہ غلظی اور شافعی نے اس کو بدعت حسن قرار دیا۔ یہ تمام نیک کام ہیں اور ہر نیک ایسا کرنے والوں کو قیامت تک کی جانے والی نیکیوں اور ہر برائی ایسا کرنے والے کو قیامت تک کی جانے والی برائیوں میں سے لپٹا لیا حصہ لے کر ہے۔ حدیث میں ہے:

ضیاء القرآن



امام مسلم بن حجاج قسری حنفی رحمہ روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اسلام میں نیک طریقہ اپنایا اور اس کے بعد اس طریقہ چلایا کیا اس کے لیے بھی اس پر عمل کرنے والوں کی مثل اجر لکھا جائے گا اور ان کے اجر میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو اپنایا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا کیا اس کے لیے بھی اس پر عمل کرنے والوں کی مثل گنہ لکھا جائے گا اور ان کے گناہوں میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی۔

اصح مسلم ج ۲، رقم الحديث: ۳۶۴۳، سنن ابوداؤد، رقم الحديث: ۳۶۴۸، سنن ترمذی، رقم الحديث: ۳۷۸۳، سنن ابی ماجہ، رقم الحديث: ۲۰، مسند امام مالک، رقم الحديث: ۵۰، مسند احمد، ج ۳، رقم الحديث: ۸۵۰۳، ج ۲، رقم الحديث: ۱۵۰۳، تصنیف امیر شاکر، سنن دارمی، ج ۱، رقم الحديث: ۱۵۳۳

نیز امام احمد بن حنبل حنفی رحمہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو یہ نصیحت کی مجھے تم پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ مکر اور کرنے والے اکثر ہیں۔

اسد احمد، ج ۳، طبع قدیم، ص ۱۲۰، علامہ امیر شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند امیر شاکر، ج ۱، رقم الحديث: ۵۸۵۸، مطبوعہ دار الحديث، قاہرہ

تاہم ہر برائی کی ابتدا اور کرنے والے کو بعد کے عمل کرنے والوں کی مثل گنہ اس وقت ہو گا جب وہ اس گنہ سے توبہ نہ کرے اور اگر وہ اس گنہ سے توبہ کر لے تو اللہ بخشے ولا یحسبہا۔ حضرت آدم علیہ السلام پر یہ اعتراض نہیں ہو گا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود انہوں میں سے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حکم بدولی کی نیکو کہ قرآن مجید نے خود شلوات دی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تھے۔ "فمسی ولم نجد له عزرا" (اد: ۱۵) "سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کی غافری نہیں پائی اس کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کر لی تھی اور بھولنے والے اور توبہ کرنے والے سے مواخذہ نہیں ہوتا۔ لہذا حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے توبہ کرنے والے ہیں اور بعد کے تائبین کے عمل سے ان کو حصہ ملتا رہے گا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث عین نفسی مرض ہے۔ اس حد کی وجہ سے پھٹل نے پھٹل کے ساتھ خونی رشتہ کاٹنا نہیں کیا اور اپنے گنہ بھائی کو قتل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر اللہ نے ایک کو ابھیجا جو زمین کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش چمکائے۔ اس نے کہا اپنے انوس میں اس کو سے جیسا بھی نہ ہو گا کہ اپنے بھائی کی لاش چمکائے۔ پس وہ بچھٹانے والوں میں سے ہو گیا۔ (المائدہ: ۳۱)

قتیل کا انجام

امام ابن جریر طبری حنفی رحمہ روایت کرتے ہیں:

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قتیل پھٹل کو ایک جراب (چربی قبیلہ) میں ڈال کر ایک سال تک اپنے گدھے پر اٹھائے پھر آ رہا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس لاش سے کس طرح نگو خلاصی حاصل کرے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو ابھیجا جو زمین کرید رہا تھا پھر اس نے زمین میں اس مردہ کو سے کو دفن کر دیا۔ تب اس نے کہا

ہے افسوس! میں اس کو دیکھتا ہوں جیسا کہ اس نے اپنی بھائی کی لاش چھپا دی۔ پس وہ کچھ تک نہ والوں میں سے ہو گیا۔

(جامع البیان ج ۶ ص ۲۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالک حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قتیل کا کچھ تھا اس کی توبہ نہیں تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اس پر افسوس کر رہا تھا کہ اس کے دلن کرنے کے طریقہ کو نہیں جان سکتا تھا اس کے قتل کرنے پر افسوس نہیں کیا تھا حضرت ابن عباس نے فرمایا اگر وہ اس کے قتل پر علوم ہو تا تو یہ نہ است توبہ ہو جاتی، وہ اس وجہ سے علوم تھا کہ اس قتل سے اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوا، اہل باپ، بہن اور بھائی غرض ہوئے اور مقصود حاصل نہ ہوا، اس وجہ سے کہ ایک سال تک بھائی کی لاش دفن نہ ہو سکی۔

روایت ہے کہ حضرت آدم اور حواہ باطل کی قبر گئے اور کئی دن تک روتے رہے پھر قاتل ایک پہاڑ کی چوٹی پر گیا وہاں ایک نخل نے اس کو بیگہ مار کر پیچے گرا دیا اور وہ مر گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے خلاف دعا کی تو وہ زمین میں دھنسی گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ باطل کو قتل کرنے کے بعد جنگوں میں چلا گیا، وہ کسی جانور کو بندھنے سے زمین پر گرا دیا اور اس کے مرنے کے بعد اس کو کھانا پھرت کھانے سے مراد ہوا جانور اس دن سے حرام کر دیا گیا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا خود آدم میں سے سب سے پہلے جہنم میں جانے والا قاتل ہے۔ اس ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود آدم میں جو شخص سب سے پہلے فوت ہوا، وہ باطل تھا۔ اسی وجہ سے قاتل اس کے دفن کرنے کے طریقہ کو نہیں جان سکتا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حد سب سے بڑی خرابی اور بدست بڑا جرم ہے۔ قاتل نے اس حد کی آگ کی وجہ سے اپنے گھر بھائی باطل کو قتل کر دیا۔ (آیت ۲۹) میں ہے 'باطل نے قاتل سے کہا اور تو جہنمیوں سے ہو جائے اور یہ ظالموں کی سزا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قاتل مذہب ہو گا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ ظالم تھا کافر نہیں تھا۔ آیت ۲۷ میں 'باطل نے قاتل کو قتل کرنے سے باز رہنے کے تین محرکات بیان کیے۔ اول: یہ کہ وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں، ثانی: یہ کہ قتل کرنے سے پہلے اور قتل کے گناہ قاتل کے ذمہ تھیں اور وہ دوزخ کا سزاوار ہو گا اور ثالث: یہ کہ وہ ظلم کرنا نہیں چاہتے۔ سو جو شخص بھی کسی گناہ سے باز رہتا ہے اس کو گناہ سے باز رکھنے کے تین محرکات ہوں گے۔ خوف خدا، دوزخ کی سزا اور ارتکاب ظلم سے بچنا۔

مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ ۖ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِیْلَ أَنَّهُ مَنْ

اسی وجہ سے ہم نے بنو اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس شخص نے بے پروائی کے بارے میں

قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا

زمین میں فساد پیدا کرنے کے لیے کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں

قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ۚ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ

کو قتل کیا، اور جو اس نے کسی شخص کو مرنے سے بچا دیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو

جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ

بِغَايَا ۱ اور جنگ ان کے پاس ہماری رسولوں کے آئے۔ پھر اس کے باوجود ان میں سے

بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَكُسْرٌ فَوْنٌ ۚ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ

بہت سے زمین میں یقیناً حد سے بڑے دے تھے ۵ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول

يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا

سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر

أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيُهُمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ

قتل کیا جائے یا ان کو سول دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے

خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ جَزَاؤُا فِي الدُّنْيَا

کٹ لیے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے۔ یہ ان کے لیے دنیا میں سزا ہے اور

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ ﴿۳۳﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن

آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ۵ مگر ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ سے

قَبْلَ أَنْ تَقْدَرُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۚ ﴿۳۴﴾

ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی مگر جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے

اللَّهُ تَعَالَىٰ كَارِهُمُ ۖ اِی وَجْہ سے ہم نے بنو اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس شخص نے بغیر جان کے بدلہ کے بغیر زمین

میں شلو پھیلانے کے کسی شخص کو قتل کیا تو کو اس نے تمام فسادوں کو قتل کیا اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچایا تو کو اس

اس نے تمام انسانوں کو بچایا۔ (المائدہ ۳۲)

آیات سابقہ سے مناسبت

اس آیت پر یہ سوال ہوتا ہے کہ قاتل اور ہاتل کے قصہ میں اور بنو اسرائیل پر قصاص کے وجوب میں کیا مناسبت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قاتل اور ہاتل کے قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ قتل کے قصہ میں اللہ تعالیٰ کی شدید عافیت اور اس کی

تاریکی ہے۔ نیز اس قصہ سے معلوم ہوا کہ قتل کرنے والا دوزخی ہے۔ قصاص اٹھانے والا ہے اور بچھڑانے والا ہے تو جو کہ

قتل کرنا ان خرابیوں کا سبب ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر قتل میں قصاص (بدلہ لینے) کو واجب کر دیا تاکہ لوگ قتل

کرنے سے باز رہیں۔

صیوان القرآن جلد سوم

اس آیت پر دو مسائل یہ ہوتا ہے کہ جو اسرائیل سے پہلی امتوں پر بھی قتل کرنا حرام تھا اور ان پر قصاص واجب تھا۔ پھر اس آیت میں جو اسرائیل کا خصوصیت سے کہیں ذکر کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی امتوں میں ان کے انبیاء علیہم السلام زبانی وجوب قصاص کا ذکر فرماتے تھے اور جو اسرائیل میں سب سے پہلے اس حکم کو کتاب میں بتا دیا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کائنات نے پہلے قتل کو حد کی وجہ سے قتل کیا تھا اور جو اسرائیل میں بھی حد بہت زیادہ تھا اور انہوں نے بیشتر قتل حد کی بناء پر کیے تھے۔ انہوں نے حد کی وجہ سے سیدنا محمد پیغمبر کی نبوت کا انکار کیا اور دو مرتبہ آپ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ ایک مرتبہ مدینہ میں جب آپ بنو قریظہ کے پاس ایک مسلمان کی دست وصول کرنے کے سلسلہ میں گئے تھے اور دوسری مرتبہ خیبر میں جب ایک یہودی بڑھیا نے آپ کو زہر آلود گوشت کھانے کے لیے دیا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ عموماً قتل کا سبب قتلوت تھی یعنی سنگ دلی اور عدوان اور سرکشی ہوتا ہے اور جو اسرائیل میں یہ سبب بہ درجہ اتم موجود تھا حتیٰ کہ انہوں نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

ایک انسان کو قتل کرنا تمام انسانوں کے قتل کے برابر کس طرح ہو گا؟

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ جس نے بغیر قصاص یا بغیر زمین میں فلو کے قتل کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ قتل کرنے کی کئی وجوہات ہوتی ہیں۔ ایک وجہ قصاص ہے۔ دوسری وجہ کسی کافر کا مسلمان سے جنگ کرنا ہے۔ تیسری وجہ ارتداد ہے۔ چوتھی وجہ شادی شدہ کا زنا کرنا ہے۔ اور پانچویں وجہ زمین میں ذاکہ ڈالنا ہے۔ پہلی وجہ کا اس آیت میں صراحتاً ذکر ہے اور پانچویں وجہ یعنی ذاکہ کا اس آیت کے بعد والے حصہ میں تفصیلی بیان آ رہا ہے۔ باقی ماندہ تین وجوہات زمین میں فلو پھیلانے کے ضمن میں آ گئیں۔ اس لیے فرمایا: جس نے بغیر قصاص یا بغیر زمین میں فلو پھیلانے کے قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا۔ اس آیت پر یہ سوال ہے کہ ایک انسان کو قتل کرنا تمام انسانوں کو قتل کرنے کے کیسے مساوی ہو سکتا ہے؟ حتیٰ کہ اس آیت میں ایک انسان کے قتل کو تمام انسانوں کے قتل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے یہ مقصود ہے کہ ایک بے قصور انسان کو عموماً قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بڑا جرم ہے جتنا تمام انسانوں کو قتل کرنا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو عموماً قتل کرنے کی سزا جہنم مقرر کی۔ اس پر اپنا غضب نازل کیا اور لعنت کی اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار کیا اور اگر کوئی شخص تمام انسانوں کو قتل کر دیتا تب بھی اس کی سزا ہوتی۔ نیز اگر تمام انسان کسی ایک بے قصور انسان کے قتل میں ہمدام شریک ہوں تو تب سب کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی ایک بے قصور انسان کو عموماً قتل کرنا اتنا سنگین جرم ہے جو تمام انسانوں کو قتل کرنے کے برابر ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جو شخص کسی بے قصور انسان کو عموماً قتل کرتا ہے اس کی طبیعت پر غضب کا ظہر ہے اور جو اپنے جوش غضب سے مغلوب ہو کر ایک شخص کو قتل کر سکتا ہے وہ اس کے بعد دوسرے شخص کو پھر تیسرے شخص کو بھی قتل کر سکتا ہے۔ اور اگر پھر اس کے لیے ممکن ہو تو وہ اپنے جوش غضب میں تمام انسانوں کو بھی قتل کر سکتا ہے۔ امریکہ کے ایک صدر کے فیصلے نے ہیڈو شیا اور ٹامسکی پر ایٹم بم گرائے تھے جس سے لاکھوں انسان ہلاک ہو گئے۔ اس طرح اب بھی اگر جوش غضب سے مغلوب ہونے والا کوئی امریکی صدر ہو تو اس کے پاس اب ایسے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم ہیں جن سے پوری دنیا کو ہلاک اور چھپا جا سکتا ہے۔ ایک انسان کا تمام انسانوں کو ہلاک کرنا ممکن ہے۔ سو جو شخص جوش غضب سے مغلوب ہو کر ایک بے قصور انسان کو ہلاک کر سکتا ہے اگر اس کے بس میں ہو تو وہ تمام انسانوں کو بھی ہلاک کر سکتا ہے۔

پھر فرمایا: جس شخص نے ایک انسان کو مرنے سے بچایا اس نے گویا تمام انسانوں کو بچایا۔ شاکوئی شخص آگ میں جل رہا

تھا یا دریا میں ڈوب رہا تھا یا بھوک سے مر رہا تھا یا شدید سردی میں غلغلہ کر رہے تھے اور تھا اور کسی انسان نے اس کو اس مصیبت سے نکال کر اس کی جان بچائی تو اللہ کے نزدیک اس کی یہ نیکی اتنی عظیم ہے جیسے کسی شخص نے تمام انسانوں کو موت کے چنگل سے آزاد کرالیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں اڑکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیچ دوسری جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے“

شان نزول

امام مسلم بن قزاح قصیری حنفی ۳۶۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عہدہ کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ آئے انہیں وہاں کی آب و ہوا موافق نہیں آئی رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا اگر تم چاہو تو مدینہ کی کونسیوں کی چراگاہ میں جاؤ اور ان کا دودھ اور پیٹھاب پیو انہوں نے اسی طرح کیا اور تندرست ہو گئے۔ پھر انہوں نے اونٹوں کے چرواہوں پر حملہ کیا اور ان کو قتل کر دیا اور دین اسلام سے مرتد ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے اونٹ لے کر ہماگ گئے نبی ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے تعاقب میں لوگوں کو بھیجا ان کو پکڑ کر لایا گیا آپ نے ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کٹوا دیا اور ان کی آنکھوں میں گرم ملائیں پھر وہ انہیں اور ان کو چیتے ہوئے میدان میں چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔

(صحیح مسلم، رقم الحديث: ۳۶۷، صحیح البخاری، رقم الحديث: ۲۵۷۸، سنن ترمذی، رقم الحديث: ۳۷، سنن ابوداؤد، رقم الحديث: ۳۶۷۷، سنن نسائی، رقم الحديث: ۳۰۳۶، سنن ابن ماجہ، رقم الحديث: ۲۵۷۸، مسند احمد، ج ۳، رقم الحديث: ۱۰۷۴۳)

امام رازی شافعی نے اسی آیت کی تفسیر میں چار قول ذکر کیے ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ آیت جو بعض کے بارے میں نازل ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ابوہریرہ اسلمی کی قوم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس کا رسول اللہ ﷺ سے معاملہ تھا لوگوں نے ان کو قتل کر دیا اور ان کا مال لوٹ لیا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت بنو اسرائیل کے قاتلوں اور مسندوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ یہ آیت مسلمان ڈاکوؤں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اکثر فقہائے اسلام کا یہی نظریہ ہے اور اس کے ثبوت میں حسب ذیل دلائل ہیں:

(الف) مرتد کو قتل کرنا زمین میں فسق کرنے اور اللہ اور رسول سے جنگ کرنے پر ساقف میں ہے، جبکہ اس آیت کا مقناضہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول سے جنگ کرے اور زمین میں فسق کرے اس کو قتل کیا جائے گا۔

(ب) مرتد کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے اور اس کو شہید کرنے پر اقتصار کرنا کافی نہیں ہے، جبکہ اس آیت کی رو سے یہ جائز ہے۔

(ج) مرتد کو سولی پر چڑھا شروع نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت مرتد کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

(د) اس آیت کا مقناضہ یہ ہے کہ جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہوں اور زمین میں فسق کرتے ہوں ان کو یہ سزا نہیں دی جائے۔ خود وہ لوگ کافر ہوں یا مسلمان زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اہل علم سے غلطی نہیں کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے، خصوصیت مورد کا نہیں ہوتی۔

(تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۳۹۶، مسند ابوداؤد، رقم الحديث: ۳۶۷۷)

حزبہ (ڈاکہ) کا لغوی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں: 'حرب کا معنی ہے جنگ۔ صلح کی ضد' اور حرب کا معنی ہے کسی انسان کا سارا بل لوٹ لینا اور اس کو بالکل حقی دست و پا کر دینا۔

(تاج المردس ج ۳ ص ۳۹۶)

ڈاکہ کی اصطلاحی تعریف

ڈاکٹر وہب زحعلی لکھتے ہیں: 'ہائیں اور عمار بن (ڈاکوس) میں فرق یہ ہے کہ باقی کسی غول سے حکومت کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور ڈاکو بغیر کسی غول کے قتل اور عمارت مری کرتے ہیں۔

فقہاء احناف نے حزبہ (ڈاکہ) کی تعریف کو سرق (چوری) کی تعریف کے ساتھ لاحق کر دیا ہے۔ کیونکہ ڈاکہ بڑی چوری ہے' مگر یہ مطلقاً چوری نہیں ہے کیونکہ خفیہ طریق سے کسی چیز کو لینا چوری کہلاتا ہے۔ چور 'محفوظ' امام یا مالک سے چھپ کر کوئی چیز لیتا ہے اور ڈاکو اعلانیہ بار دھاوا کر کے لوٹتا ہے' اس لیے ڈاکہ کا ضرر چوری سے زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکہ کی سزا بھی چوری سے زیادہ رکھی گئی ہے۔

ڈاکو (قاطع الطريق یا عمار بن) ہر وہ مسلمان یا ذمی شخص ہے جس کی جان ڈاکہ ڈالنے سے پہلے محفوظ ہو اور فتناء کا اس پر ارتقا ہے کہ جس شخص نے قتل کیا اور مل لوٹا اس پر حد قائم کرنا واجب ہے اور ولی متحمل کے مقابلہ کر دینے اور لوٹا ہوا مل واپس کر دینے سے اس کی حد مستند نہیں ہوگی اور ڈاکہ ہر اس فعل کو کہتے ہیں جس میں اس طریق سے مل کو لوٹا جائے کہ علوانا اس مل کو پچھلا مشکل ہو۔ (المقتد الاصلاحی دلائل ج ۲ ص ۳۸۰-۳۸۱)

ڈاکہ کا رکن

حک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ ڈاکہ کا رکن یہ ہے کہ کوئی شخص غلبہ سے مسافروں کا مل لوٹنے کے لیے اس طرح نکلے کہ مسافروں کا اس راستہ پر سفر کرنا مشکل ہو جائے۔ خود ڈاکہ ڈالنے والا ایک فرد ہو یا جماعت، جبکہ ڈاکہ کے پاس ڈاکہ ڈالنے کی قوت ہو، خود اس کے پاس ہتھیار ہوں یا لاٹھی یا اینٹ یا پتھر ہوں، کیونکہ ان میں سے ہر چیز کے ساتھ ڈاکہ ڈالنا جاسکتا ہے، خواہ سب حملہ کریں یا بعض حملہ کریں اور بعض معطل ہوں۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ ڈاکہ اس فرد یا گروہ کو کہتے ہیں جس کے پاس ایسی قوت ہو جس کا مقابلہ کرنا مسافروں کے لیے مشکل ہو، اور وہ اپنی قوت سے مسافروں کا مل لوٹنے کا قصد کریں۔ (دلائل مصلح ج ۲ ص ۱۹۰)

ڈاکہ کی شرائط

حک العلماء علامہ کاسانی حنفی نے ڈاکہ کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں:

- ۱۔ ڈاکہ ڈالنے والا غافل اور بلیغ ہو۔ اگر وہ بچہ یا مجنون ہے تو اس سے حد مستند ہو جائے گی۔
- ۲۔ ڈاکو مرد ہو، اگر عورت نے ڈاکہ ڈالا ہے تو اس پر حد نہیں ہے، لیکن امام طحاوی کے نزدیک اس میں عورت اور مرد برابر ہیں، اور دونوں پر حد ہوگی۔ روایت مشہورہ کی وجہ یہ ہے کہ غلبہ سے مل لوٹنا عموماً عورتوں سے تصور نہیں ہے، اور امام طحاوی کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح بلیغ حد میں مردوں کی تخصیص نہیں ہے، عورتوں پر بھی حد جاری ہوتی ہے۔ اسی طرح ڈاکہ میں بھی مردوں کی تخصیص نہیں ہوگی۔

۳۔ جن پر ڈاکہ ڈالا ہے وہ مسلمان یا ذمی ہوں، اگر ان غیر مسلموں پر ڈاکہ ڈالا ہے جو پاسپورٹ کے ذریعہ دارالاسلام میں

آئے ہوں تو ڈاکوؤں پر حد میں ہے (بلکہ تحریر ہے)

۴۔ جس پر ڈاکہ ڈالا ہے وہ ڈاکوؤں کے عزم نہ ہوں۔

۵۔ جس پر بچہ ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہ قیمت و لابیہ ہو اور محفوظ ہو اس میں کسی اور کا حق نہ ہو نہ اس میں لینے کی کوئی تویل ہو اور نہ تویل کا کوئی شبہ ہو نہ اس میں ڈاکو کی ملکیت ہو نہ ملکیت کی تویل یا شبہ ہو اور وہ دل دس درہم کی مالیت سے کم نہ ہو (یعنی ۲۲۵ تہہ چاندی ہو جو ۳۶۸ گرام چاندی کے برابر ہے) اگر متحدہ ڈاکو ہوں تو ہر ڈاکو کے حصہ دس درہم کی مالیت کا مل ہو اور ہر ڈاکو کے حصہ میں اتنا مل نہ آئے تو حد واجب نہیں ہوگی۔

۶۔ جس جگہ ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہ جگہ دارالاسلام ہو اگر دارالحرب میں ڈاکہ ڈالا ہے تو حد واجب نہیں ہوگی۔ کیونکہ حد کو حاکم اسلام جاری کرتا ہے اور دارالحرب حاکم اسلام کی ولایت اور تصرف میں نہیں ہے۔ اس لیے وہ دارالحرب میں حد جاری کرنے پر قادر نہیں ہے۔ (علامہ کاشانی نے جو دج بیان کی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دارالحرب میں جا کر ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کریں اور یہ کہ ناجائز طریق سے کٹار کاٹ لیا یا سر محل کندھے خود ان کاٹل سود کے ذریعہ لیس یا قمار کے یا رشوت کے۔ (صحیدی غفرلہ)

۷۔ جس جگہ ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہ جگہ شہر نہ ہو۔ اگر کسی نے شہر میں ڈاکہ ڈالا ہے تو اس پر حد واجب نہیں ہوگی۔ خواہ دن میں ڈاکہ ڈالا ہو یا رات میں اور خواہ ہتھیاروں کے ذریعہ ڈاکہ ڈالا ہو یا بغیر ہتھیاروں کے یہ اہتمس ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا قول ہے اور قیاس کا متضاد یہ ہے کہ شہر میں ڈاکہ ڈالنے سے بھی حد واجب ہوگی اور یہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔ قیاس کی وجہ یہ ہے کہ حد واجب ہونے کا سبب ڈاکہ ہے اور جب ڈاکہ ثابت ہو گیا تو حد واجب ہوگی۔ خواہ شہر میں ڈاکہ ڈالا ہو اور اہتمس کی وجہ یہ ہے کہ قطع الطريق (ڈاکہ) سڑ میں ہی متحقق ہو سکتا ہے۔ شہر میں راستے منقطع نہیں ہوتے کیونکہ اگر شہر میں ڈاکہ پڑے تو اس سے راستے منقطع نہیں ہوتے۔ ایک قول یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے غیر شرعی قید اپنے زمانہ کے اعتبار سے لگائی ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں شہروں کے ہتھیار رکھنے کی عادت چھوڑ دی ہے۔ اس لیے اب شہر میں ڈاکہ ڈالنے کی قدرت نہیں تھی اور اب شہر کے لوگوں نے ہتھیار رکھنے کی عادت چھوڑ دی ہے۔ اس لیے اب شہر میں ڈاکہ ڈالنے سے بھی حد واجب ہوگی۔

۸۔ جس جگہ ڈاکہ ڈالا ہے اس جگہ اور شہر کے درمیان مسافت سفر ہو (یعنی آٹھ میل چھ سو چالیس گز) یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے قول پر شرط ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔

ڈاکہ کے جرم کی تفصیل

ڈاکو کی سزاؤں میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ آیا یہ سزائیں جرم کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہیں یا یہ قاضی کی صوابدید پر موقوف ہیں ڈاکو کے جرم کے اختلاف کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ صرف لوگوں یا مسافروں کو ڈار مارا اور دھکا کسی کو قتل کرنا نہ مل لوند۔

۲۔ صرف مل لوند۔ ۳۔ صرف قتل کرنا۔ ۴۔ مل لونا اور قتل کرنا۔

ابن میں سے ہر جرم کی ائمہ کے نزدیک ایک الگ سزا ہے۔ امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ اگر ڈاکو نے قتل نہیں کیا ہے تو قاضی قتل اور چٹائی کی سزائیں سے کوئی بھی سزا اپنے اجتہاد سے دے سکتا ہے۔ اس کی سزا قتل بھی ہو سکتی ہے اور قتل اور چٹائی بھی ہو سکتی ہے۔ ابن سزاؤں میں قاضی کو اختیار ہے کہ جو جاتی سزاؤں میں اس کو اختیار نہیں ہے۔ اور غیر مقلدین کا یہ نظریہ ہے کہ ڈاکو کا جو بھی جرم ہو قرآن مجید کی بیان کردہ سزاؤں میں سے قاضی اپنے اجتہاد سے کوئی بھی سزا دے سکتا ہے۔

نہ اہم اور بعد کی روشنی میں ڈاکو کے صرف ڈرانے کی سزا

جب ڈاکو صرف ڈرانے اور دھمکائے نہ مل لوئے اور نہ قتل کرے تو امام احمد وغیرہ کے نزدیک اس کی سزا شہید کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وایسفو امس الارض" یا ان کو شہید کر دیا جائے۔

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں جب ڈاکو راستہ میں ڈرائیں اور دھمکائیں نہ قتل کریں اور نہ مل بونہیں تو ان کو زمین سے نکل دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وایسفو امس الارض" (مائدہ ۳۶) اس حالت میں جلاوطن کرنا حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور یہی سختی "قلہ اور عطاء خراسانی کا قول ہے اور زمین سے نکلنے کا معنی یہ ہے کہ ان کو تمام شہروں اور قصبوں سے نکل دیا جائے اور ان کے لیے کسی شہر میں رہنے کا ٹھکانہ ہو۔ اس طرح کی تفسیر حسن اور زہری سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ اس کو ایک شہر سے دوسرے شہر بھیج دیا جائے جس طرح زانی کو شہید کیا جاتا ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ امام مالک کا قول یہ ہے کہ جس شہر میں اس کو بھیجا جائے اس میں اس کو قید کر دیا جائے جس طرح زانی کے متعلق ان کا قول ہے۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا اس کو زمین سے نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے حتیٰ کہ وہ توبہ کرے۔ امام شافعی کا بھی اسی قسم کا قول ہے۔ کیونکہ انہوں نے کہا کہ اس صورت میں امام اس کو توبہ لگائے اور اگر اس کی رائے ڈاکو کو قید کرنا ہو تو اس کو قید کر دے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ نفی کا معنی یہ ہے کہ امام ڈاکو کو اپنے حدود جاری کرنے کے لیے ان کو طلب کرے۔ حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے۔ ابن شریح نے کہا ڈاکو اس کو ان کے شہر کے علاوہ کسی اور شہر میں قید کر دے۔ یہ قول امام مالک کے قول کی مثل ہے اور یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ اگر ان کو کسی اور شہر میں بھیجیں گے تو وہ وہاں جا کر ڈاکہ ڈالیں گے اور لوگوں کو ایذا پہنچائیں گے۔ اس لیے ان کو قید کرنا بہتر ہے۔

فیہ علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں "ہماری دلیل ظاہر آیت ہے کیونکہ نفی کا معنی نکالنا دور کرنا اور بھگانا ہے اور قید کا معنی روکنا ہے۔ اگر ان کو کسی غیر زمین میں جگہ کی طرف نکل دیا جائے تو اس کی دلیل "وایسفو امس الارض" (مائدہ ۳۶) ہے کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کو تمام زمینوں سے نکل دیا جائے باقی ہمارے اصحاب نے یہ نہیں لکھا کہ اسے کتنی مدت کے لیے شہید کیا جائے؟ تاہم اس کو اتنی مدت کے لیے شہید کرنا چاہیے جس میں اس کی توبہ ظاہر ہو جائے اور اس کا چل چل ٹھیک ہو جائے اور یہ بھی اہل حق ہے کہ ایک سال کے لیے شہید کیا جائے۔

(المفتی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۳۰۸-۳۰۷)

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں "زمین سے نکلنے کی تین صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ ڈاکو کو تمام زمینوں سے نکل دیا جائے۔

دوسری یہ کہ جس شہر میں اس نے ڈاکہ ڈالا ہو وہاں سے نکل دیا جائے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اس کو دارالاسلام سے نکل دیا جائے۔

پہلی صورت مراد لینا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ تمام زمینوں سے نکل دیا ہی صورت میں تصور ہو سکتا ہے جب اس کو قتل کر دیا جائے اور قتل کرنے کا ذکر اس آیت میں پہلے آچکا ہے۔ دوسری صورت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر ڈاکو کو دوسرے شہر کی طرف نکالیں گے تو وہ وہاں جا کر ڈاکے ڈالے گا اور لوگوں کو ضرر پہنچائے گا اور تیسری صورت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ مسلمانوں کو دارالغرب میں بھیجا صحیح نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ پہلی نفی من لادریض کا معنی یہ ہے کہ اس کو تمام زمینوں سے نکل کر اس زمین میں روکھا جائے جس میں اس کو قید کیا جائے جہاں پر اس کا نسل کرنا تصور نہ ہو۔ (ادبم القرآن ج ۲ ص ۱۳۴)



میں اللہ سرخس حنفی لکھتے ہیں کہ جب ڈاکو صرف راستہ میں ڈرائیں اور دھکائیں نہ قتل کریں اور نہ مال لوٹیں تو ان کو تعزیر لگنے کے بعد اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لیں "اور اللہ کے قول "و یسئلوا من الارض" سے بھی یہی مراد ہے۔ یعنی ان کو قید کر لیا جائے اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ (علامہ سرخس نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ جس شخص نے قتل کیا نہ مال لوٹا صرف ڈرایا اور دھکایا اس نے معصیت کا ارادہ کیا اور قتل کرنا ہاتھ پیر کاٹنا اختیاری سزائیں ہیں اور جس شخص نے معصیت کا صرف ارادہ کیا ہو اس کو یہ سزائیں نہیں دی جائیں گی۔ جس طرح چوری میں چوری کا صرف ارادہ کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے اسی طرح یہاں بھی صرف ڈرانے کی وجہ سے اس کے ہاتھ پیر نہیں کاٹے جائیں گے۔) (مسودہ لکھنؤ ج ۹ ص ۱۹۵) اور یہ امام شافعی کی تفسیر سے بہتر ہے۔ یعنی ان کو طلب کرنا تاکہ ان کو ہر جگہ سے بھاگ دیا جائے۔ نیز کہ قید کر کے سزا دینے کی شریعت میں نظیر ہے اور جس چوری شریعت میں نظیر ہو اس پر عمل کرنا اس کی بہ نسبت بہتر ہے جس کی شریعت میں نظیر نہ ہو۔ (المسودہ ج ۹ ص ۱۹۹)

مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف مال لوٹنے کی سزا

اگر ڈاکو نے صرف مال لوٹا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو امام ابو حنیفہ "امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ڈاکو کا ہاتھ اور پیر مختلف جانب سے کاٹ دیا جائے گا۔ یعنی سید صاحب ہاتھ اور اللہ پیر اس سے زیادہ سزائیں دی جائے گی۔ اگر اس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر پہلے کاٹا ہوا تھا تو اب اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا۔ بلکہ اس کو تعزیراتی قید کیا جائے گا اور اگر اس کا پہلے ایک ہاتھ کاٹا ہوا تھا تو اب صرف پیر کاٹا جائے گا اور اگر پہلے ایک پیر کاٹا ہوا تھا تو اب صرف ہاتھ کاٹا جائے گا۔ یہ حکم امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک ہے اور امام مالک کے نزدیک اس صورت میں امام کو اختیار ہے کہ وہ ڈاکو کو قتل کر دے یا سولہ دے۔ یا مختلف جانب سے اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دے۔ البتہ اس صورت میں اس کو شریعت میں اس کا اختیار کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک بھی دوبارہ ڈاکہ ڈالنے پر اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیا جائے گا۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جب ڈاکو مال لوٹے اور قتل نہ کرے تو امام کو اسے قید یا شریعت میں اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دے۔ البتہ اس کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس کو قتل کرے یا سولہ دے یا مختلف جانب سے اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دے۔

علامہ حنن مالکی لکھتے ہیں کہ امام ابن قاسم نے کہا ہے کہ امام مالک نے فرمایا کہ جس ڈاکو کا ایک ہاتھ اور پیر کاٹا چکا ہے اور دوبارہ ڈاکہ ڈالے تو امام کو اختیار ہے کہ وہ اس کا دوسرا ہاتھ اور پیر بھی کاٹ دے۔ (بدایہ المجتہد ج ۲ ص ۳۳۳)

ملک العلماء علامہ کسبانی حنفی لکھتے ہیں "جس ڈاکو نے مال لیا ہو اور قتل نہ کیا ہو اس کا ہاتھ اور پیر مختلف جانب سے کاٹ دیا جائے گا۔" (بدایہ المجتہد ج ۲ ص ۳۳۳)

علامہ نجی ابن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں "اگر ڈاکو نے چوری کے نصاب کے مطابق مال لیا ہو تو اس کا رایاں ہاتھ اور رایاں پیر کاٹ دیا جائے گا اور اگر وہ دوبارہ ڈاکہ ڈالے تو اس کا رایاں ہاتھ اور رایاں پیر کاٹ دیا جائے گا اور اگر نصاب سے کم مال لیا تو اس کے ہاتھ اور پیر کو نہیں کاٹا جائے گا۔" (ارونہ الطالعیین ج ۱ ص ۱۰۶)

مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے قتل کرنے اور مال لوٹنے کی سزا

ملک العلماء علامہ کسبانی حنفی لکھتے ہیں جس ڈاکو نے مال لوٹا اور قتل کیا اس کے متعلق امام ابو حنیفہ چڑچڑے فرماتے ہیں امام کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر کاٹ دے پھر اس کو قتل کر دے یا سولہ دے اور اگر چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر نہ کاٹے اور اس کو قتل کرے یا سولہ دے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ قطع اور قتل کو اس طرح جمع کرے کہ وہ اس کا ہاتھ اور

پھر کٹ دے، پھر اس جگہ کو داغ نہ لگائے پونی چھوڑ دے حتیٰ کہ وہ مر جائے۔ (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۱۴۳)

علامہ ابو الحسن حنفی لکھتے ہیں کہ امام محمد نے یہ کہا ہے کہ ذاکو قتل کیا جائے یا سولی دی جائے اور اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ یہ ایک جرم ہے اس سے دو حدیں واجب نہیں ہوں گی۔ نیز قتل سے کم سزا قتل میں داخل ہو جاتی ہے جیسا کہ حد سرت، حد رجم میں داخل ہو جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ) نے چوری بھی کی ہو اور ذابھی کیا ہو تو اس کو صرف رجم کیا جائے گا اور اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔۔۔ سعیدی (غفرلہ) امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ اور پیر کاٹنا اور قتل کرنا ایک سزا ہے، اور چونکہ ذاکہ کا جرم زیادہ ہے اس لیے اس کی سزا بھی زیادہ ہے کیونکہ جو ذاکو لوگوں کو قتل کرے تو اسے اور ان کاہل لوٹا ہے، وہ امن میں غلظ ڈالتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذاکہ میں ہاتھ اور پیر دو لوگوں کاٹنا ایک حد ہے جبکہ چوری میں دو لوگوں کو کاٹنا دو سزائیں ہیں، اور امام محمد نے جو حد رجم اور حد سرت کی مثل دی ہے، وہیں دو حدوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا گیا ہے، اور یہاں ایک حد میں بحث ہو رہی ہے۔ امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ سولی میں اختیار نہیں ہے، اس کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ اس کی قرآن مجید میں تصریح ہے اور مقصود یہ ہے کہ اس سزا کو شرت دی جائے، تاکہ دوسرے عبرت پکڑیں اور امام ابو حنیفہ کی جانب سے جواب یہ ہے کہ اصل شرت قتل سے حاصل ہو جاتی ہے اور سولی پر چڑھنے میں مبالغہ ہے، فقہ اس میں اختیار دیا جائے گا۔ (ادنیٰ لولیس، ص ۱۵۳)

علامہ حسن مانگی لکھتے ہیں، میں نے امام ابن قاسم مانگی سے پوچھا اگر ذاکو قتل کرے اور مل لے، تو کیا اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا، اور اس کو قتل کیا جائے گا یا اس کو صرف قتل کیا جائے گا، اور اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا؟ اس میں امام مانگی کا کیا قول ہے؟ امام ابن قاسم نے فرمایا اس کو برصورت میں قتل کیا جائے گا۔ (خوالہ، قضی کی رائے میں اس کا ہاتھ اور پیر کاٹنا ضروری ہو یا نہ ہو)۔ (المدونۃ الکبریٰ، ج ۳، ص ۳۲۹)

علامہ نجی بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں اگر ذاکو نے قتل کیا اور مل لیا تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کو سولی دی جائے گی، اور یہ اس وقت ہے جب مل نسلب کے برابر ہو اور مذہب یہی ہے۔ ابن سلع کا قول یہ ہے کہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا، اور قتل کیا جائے اور اس کو سولی دی جائے گی اور صاحب تفریب نے کہا کہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا اور قتل کیا جائے گا اور سولی نہیں دی جائے گی۔ (روضة الطالبین، ج ۱، ص ۱۵۶-۱۵۷)

علامہ ابو القاسم حنفی لکھتے ہیں، جس ذاکو نے قتل کیا اور مل لیا، اس کو قتل کیا جائے گا، خوالہ صاحب مل معاف کر دے اور اس کو سولی دی جائے گی، حتیٰ کہ اس کی شرت ہو جائے اور اس کی لاش ذاکوؤں کے حوالے کر دی جائے گی۔

(المعجم مع المفنی والشرح، ج ۱، ص ۲۹۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یہ من کے لیے دنیا میں رسولی ہے اور آخرت میں ان کے لیے عذاب ہے، مومن لوگوں کے جنوں نے تمہارے ان پر ہتھیار پانے سے پہلے توبہ کر لی، مومن لوگ اللہ بہت بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔"

(المائدہ ۳۳-۳۲)

حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کا نظریہ

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ دنیا میں سزا پانے کے بعد بھی مجرموں کو آخرت میں عذاب عظیم ہو گا، البتہ اگر لوگ توبہ کر لیں گے، ان کو آخرت میں عذاب نہیں ہو گا، فقہاء احناف نے اسی آیت کے پیش نظریہ کہا ہے کہ حدود بغیر توبہ کے کفارہ نہیں ہوتیں اور حدیث میں جو ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں، وہ توبہ کے ساتھ عقیدہ ہے، تاکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں موافقت

رہے۔

علامہ ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک مطلقاً حدود کفارہ نہیں ہوتیں بلکہ اگر مسلمان مجرم اجراء حد سے پہلے توبہ کر لے تو پھر حد اس کے لیے اخروی عذاب سے لے کر کفارہ ہو جاتی ہے اور اگر اس نے اجراء حد سے پہلے توبہ نہیں کی تو وہ عذاب اخروی کا مستحق ہو گا (الحکم القرآن ج ۲ ص ۳۳ مطبوعہ لاہور)

علامہ قرطبی مالکی حنفی ۲۶۸ھ نے لکھا ہے کہ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔

(المناہج لاحکام القرآن ج ۳ ص ۱۰۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ اور احناف کا جواب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی حنفی ۷۰۷ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی گنہ کار کو عذاب کیا پھر اس پر حد لگادی مگر توبہ نہ کی تو وہ اس کے گنہ کار کفارہ ہو جاتی ہے۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۷۳ مطبوعہ کراچی)

امام شافعی کا مسئلہ لعل اس حدیث سے ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بدھری صحابی ہیں اور وہ شب مقبہ کے جناب میں سے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت جمی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا تم مجھ سے (ان امور پر) بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے، اور نہ تم چوری کرو گے، اور نہ تم زنا کرو گے، اور نہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو گے، اور نہ تم کسی بے قصور پر بستن پادھو گے، اور نہ تم کسی نیک شخص یا غریبی کو گے۔ سو تم میں سے جو شخص اس حد کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ کے ذمہ (اکرم) پر ہے، اور جس نے ان میں سے کوئی (منوع) کلم کر لیا، اور اس کو دنیا میں اس کی سزا مل گئی تو وہ سزا اس کا کفارہ ہے، اور جس نے ان میں سے کوئی (منوع) کلم کر لیا پھر اللہ نے اس کا پادہ رکھا تو وہ اللہ کی طرف منوح ہے۔ اگر وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے، اور اگر وہ چاہے تو اس کو عذاب دے۔ سو میں نے (ان امور پر) آپ سے بیعت کر لی۔

(صحیح البخاری رقم الحديث: ۲۸۳۷، صحیح مسلم رقم الحديث: ۴۸۷۱، سنن ترمذی رقم الحديث: ۳۳۴۳، سنن نسائی رقم الحديث: ۳۱۷۲، سنن ابن ماجہ رقم الحديث: ۲۶۰۳، مسند احمد ج ۸ رقم الحديث: ۲۲۷۹۵، مسند حیدری رقم الحديث: ۳۸۷، سنن دارمی ج ۲ رقم الحديث: ۲۳۳۱)

علامہ شهاب الدین امجد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی حنفی ۸۵۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ حد قائم کرنا مجرم کے گنہ کار کفارہ ہے۔ خواہ اس نے توبہ نہ کی ہو۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۶۸ مطبوعہ لاہور)

علامہ علامہ الدین منصور بن الحسن الترمذی انکار دینی الشافعی حنفی ۸۶۳ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام نووی نے اپنے فتویٰ اور شرح صحیح مسلم میں یہ لکھا ہے کہ جب کوئی شخص قصاص میں قتل کر دیا جائے تو اس سے اخروی عذاب ساقط ہو جاتا ہے۔ تو اس شخص کے لیے دنیا میں رسولی اور آخرت میں عذاب عظیم کس طرح ہو گا؟ تو ہم یہ کہیں گے کہ ڈاکو جب قصاص میں قتل کر دیا جائے تو اس سے قتل کا گناہ ساقط ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت کو ذرا نہ دھمکانے کا گناہ اس کے ذمہ باقی رہتا ہے۔ کیونکہ اس سے مسلمانوں کی جماعت کی ضرر پہنچتا ہے، سو اس کو ڈرانے کی وجہ سے آخرت میں عذاب عظیم ہو گا، اور یہ سزا ڈاکو کے لیے عظیم ہے۔ لیکن یہ امر حدیث صحیح کے خلاف ہے جس

میں نیا چٹپڑا لے فرمایا جس نے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور اس کو اس جرم کی سزا دے دی گئی تو اس کے لیے آخرت میں یہ سزا کفارہ ہو جائے گی کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ڈاکو نے فقہ ڈر لیا دھکیلا اور اس کو سزا کے طور پر جلا وطن کر دیا گیا تو اس کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا لیکن آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کو آخرت میں عذاب ہوگا اور اس حدیث کی توجیہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ سزا ملنے سے وہ عذاب ساقط ہو جائے گا جس کا تعلق اللہ کے حق سے ہے اور بندہ کا حق بقی رہے گا اور اس کی آخرت میں سزا ہوگی کیونکہ جس ڈاکو نے لوگوں کو زاریا دھکیلا اس نے اللہ کی حکم بدلی بھی کی اور بندوں کو بھی نقصان پہنچایا اور حد جاری کرنے سے اللہ کے حق ضائع کرنے کی غلطی ہوگی بندوں کے حق کی غلطی نہیں ہوگی۔ سو اس بنا پر آخرت میں عذاب ہوگا (حاشیہ: انکار رونی علی البیضاوی ج ۲ ص ۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۸۱ھ)

علامہ کا رونی نے نہایت عمدہ توجیہ کی ہے لیکن فقہاء شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ حد جاری ہونے کے بعد مطلقاً عذاب نہیں ہوگا جیسا کہ ہم علامہ نووی اور علامہ مستطانی سے نقل کر چکے ہیں۔

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۷۵۰ھ امام شافعی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ کاس میں اختلاف ہے کہ حد جاری ہونے کے بعد توبہ کے بغیر کیا کوئی قصص گنہ سے پاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟ ہمارے علامہ کا مذہب یہ ہے کہ گناہوں سے پاک کرنا حد کے لکام میں سے نہیں ہے۔ پس جب ایک قصص پر حد قائم کی گئی اور اس نے توبہ نہیں کی تو ہمارے نزدیک اس سے وہ گنہ ساقط نہیں ہوگا ہمارے علامہ نے قرآن مجید میں قطع الطریق کی آیت پر عمل کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دلکت لہم حشری صی الدنیا و لہم صی الآخرۃ عذاب عظیم الا اللہ یس ناموا یہ ان (ڈاکوؤں) کے لیے دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے سو ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت کے عذاب کو توبہ سے ساقط کیا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ توبہ سے دنیا کی حد ساقط نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ اشتفاء عذاب آخرت ہی کی طرف راجع ہے اور وہ جو بخاری کی روایت میں ہے کہ جس شخص نے ان میں سے کوئی گنہ کیا اور اس کو دنیا میں سزا دے دی گئی تو وہ اس کا کفارہ ہے تو اس حدیث کو اس صورت پر محمول کرنا واجب ہے جب اس نے سزا کے وقت توبہ کر لی ہو کیونکہ حدیث ظنی ہے اور قرآن مجید قطعی ہے اور جب ظنی اور قطعی میں تضاد پیش ہو تو ظنی کو قطعی کے موافق کرنا واجب ہے اور اس کے برعکس کرنا جائز نہیں ہے۔

(المحرار الفقی ج ۵ ص ۲۰۳ مطبوعہ مطبع مطبعہ مصر ۱۳۸۱ھ)

حدود کے کفارہ ہونے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابو القریب عبد الرحمن بن علی القرطبی البیرونی الحنبلی المتوفی ۵۸۰ھ لکھتے ہیں:

مسئلہ: ڈاکوؤں کی سزائیں اختلاف ہے۔ ہمارے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ توبہ کرنے سے اللہ کی حدود ساقط ہو جاتی ہیں مثلاً قتل کرنا رسولی دغا ہاتھ پیر کھانا اور شربد کر توبہ کے بعد یہ حدود بخلف نہیں ہوں گی لیکن انسان کے حقوق توبہ سے ساقط نہیں ہوں گے مثلاً مال لوٹا ہے تو واپس لیا جائے گا اور کسی کو زخمی کیا ہے تو اس کو بھی زخمی کیا جائے گا اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

(ازاد المسیر ج ۲ ص ۳۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۰ھ)

علامہ لکھنوی شافعی متوفی ۵۵۰ھ نے بھی امام شافعی کا یہی مذہب بیان کیا ہے۔

(الکتب والعلوم ج ۲ ص ۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَ

اسے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں (نجات کا) وسیلہ تلاش کرو، اور

جَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کو پیاب ہو ۵ بیگ بن لوگوں نے کفر کیا

لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِثْلَ مَعَهُ لَيَفْتَدُوا بِهِ

اگر ان کے قبضہ میں رہنے زمین کی تمام چیزیں ہوں اور اتنی اور بھی ہوں تاکہ قیامت کے دن

مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

خدا سے نجات کے لیے وہ ان چیزوں کو فدیہ میں دے دیں (نہیں) ان کی قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے

الْعَذَابُ ﴿٣٦﴾ يُرِيدُونَ أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ

نجات وہ ناپاک عذاب (دوزخ کی) آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے اور وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے

مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٧﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا

اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے ۵ چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں ہاتھ

أَيْدِيَهُمَا جَزَاءُ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾

کڑاٹ دو، یہ ان کے لیے برسنے کی سزا ہے اور ان کی طرف سے جہت بیک تحریر ہے اور انہیں عذاب نجات بخش کر دیا جائے گا

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ

پھر جس نے اپنے گنہگار ہونے کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو بیشک اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا،

إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٩﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ

بیشک اللہ بہت بخشنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے (اے نبی) کیا تو نے نہیں جانا کہ ظاہر تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک

وَالْأَرْضِ مَنْ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى

اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہے عذاب دیتا ہے اور جسے چاہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر چیز

جلد سوم

## کُلُّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

۱ سارہ ہے ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں (نجات کا) وسیلہ تلاش کرو۔" (انج)

(انسان کا: ۳۵)

### آیات سابقہ سے مناسبت

اس سے پہلے متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہودی سرکش اور عتلا اور اللہ کی نافرمانی کرنے پر ان کی جسارت اور دیر و دہری کو بیان فرمایا تھا اور اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنے سے ان کے بعد اور دوری کا ذکر فرمایا تھا۔ اللہ کے قرب کا وسیلہ اور ذریعہ اس کے خوف سے گناہوں کا ترک کرنا اور عبادت کا پھیلنا ہے۔ یہود نے اس وسیلہ کو حاصل نہیں کیا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تمہارا طریقہ یہود کے برعکس ہونا چاہیے۔ تم اللہ کے خوف سے گناہوں کو ترک کر کے اور اس کی اطاعت اور عبادت کر کے اس کے قرب کا وسیلہ تلاش کرو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ذکر فرمایا تھا کہ یہود کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور اپنے باپ دادا کے اعمال پر فخر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا کہ تمہیں اپنے ائمہ اور اصناف پر فخر کرنے کے بجائے نیک اعمال میں کوشش کرنی چاہیے اور عبادت کے ذریعہ اس کے قرب اور نجات کے وسیلہ کو تلاش کرنا چاہیے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس سے قبل آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کا ذکر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ اللہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ توبہ توبہ کے لیے اس کی بارگاہ میں وسیلہ تلاش کرو۔

### وسیلہ پہ معنی ذریعہ تقرب

علامہ حسین بن محمد رافعی اسطیٰ حنفی ۵۴۷ھ لکھتے ہیں

کسی چیز کی طرف رغبت سے پہنچنا وسیلہ ہے اور اللہ کی طرف وسیلہ کی حقیقت یہ ہے کہ علم اور عبادت کے ساتھ اس کے راست کی رعایت کرنا اور شریعت پر عمل کرنا اور اللہ کا وسیلہ اللہ کا قرب ہے۔ (المفردات، ص ۵۴۳-۵۴۴، مطبوعہ امیر ابن ۱۳۷۴ھ)

علامہ ابن اثیر جزیری حنفی ۵۶۶ھ لکھتے ہیں

جس چیز سے کسی شے تک رسائی حاصل کی جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(نہایہ، ج ۵، ص ۱۸۵، مطبوعہ امیر ابن ۱۳۶۳ھ)

علامہ محمد بن کرم بن منصور افریقی حنفی ۷۷۷ھ لکھتے ہیں

ام لفت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(صاحیح جوہری، ج ۵، ص ۱۸۴، کتاب العرب، ج ۱۸، ص ۷۲۴-۷۲۵، مطبوعہ امیر ابن ۱۳۰۵ھ)

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کا جواز

ام محمد بن جریر حنفی ۵۴۳ھ آداب دعا میں لکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔

(حسن حسن مد تحفہ الزا کرین، ص ۳۳، مطبوعہ مطبعہ معینی البانی و اولادہ، مصر، ۱۳۵۰ھ)







ہیں۔ سنن ترمذی کے علاوہ ہم نے باقی جن کتب حدیث کے حوالے دیے ہیں ان سب میں یا عمر کے الفاظ ہیں۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلا اور اس نے یہ دعا کی "اے اللہ! تجھ پر سائنیں کا جو حق ہے میں اس کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں" اور میرے اس (نماز کے لیے) جانے کا جو حق ہے اس کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں" کیونکہ میں بغیر اُترنے اور اُترانے اور بغیر وکھانے اور سنانے کے (محض) تیری بارائگی کے ذرا اور تیری رضا کی طلب میں نکلا ہوں" سو میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو جہنم سے مجھے اپنی پلہ میں رکھنا اور میرے گناہوں کو بخش دنا اور بلاشبہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا۔ (سو جو شخص یہ دعا کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں گے۔

ابن ماجہ "ج" ۱، رقم الحدیث: ۷۷۷، عمل الیوم واللیلہ للابن ابی نعیم، رقم الحدیث: ۸۵، الترغیب والترہیب "ج" ۲، ص ۲۵۲، صحیح ابن

خزیمہ "ج" ۲، ص ۳۵۸، علامہ امروہ شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مسند امروہ "ج" ۱۰، رقم الحدیث: ۱۵۹۹

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمن بن یزید روایت کرتے ہیں کہ (سیدنا) محمد ﷺ کے اصحاب کو خوب علم تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان میں سب سے زیادہ قریب اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ تھے۔

اسند امروہ "ج" ۵، ص ۳۹۵، خوارزمی کی روایت، طبع قدیم، علامہ امروہ شاکر متوفی ۷۷۷ھ نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند

امروہ "ج" ۱۰، رقم الحدیث: ۱۳۳۶، طبع کاہنہ

وسیلہ بہ معنی درجہ جنت

علامہ ابن اثیر جزیری متوفی ۶۶۶ھ لکھتے ہیں:

وسیلہ کا ایک معنی جنت کے درجات میں سے ایک (مخصوص) درجہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ (انصاریہ "ج" ۵، ص ۱۸۵)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم سوزان (کی لڑائی) کو سنو تو اس کے کلمات کی مش کو بھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جس شخص نے ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھا اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔ پھر میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو حاصل ہو گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں۔ سو جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے حق میں میری شفاعت جائز ہو جائے گی۔

اصح مسلم، رقم الحدیث: ۸۶۶ (۳۸۴)، سنن ابو داؤد "ج" ۱، رقم الحدیث: ۵۲۲، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۳۳۴، صحیح ابوداؤد "ج" ۱،

رقم الحدیث: ۳۳، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۷۷۷، عمل الیوم واللیلہ للابن ابی نعیم، رقم الحدیث: ۸۵، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۵۲۲،

مسند امروہ تحقیق امروہ شاکر "ج" ۶، رقم الحدیث: ۱۵۹۹، "ج" ۱۰، رقم الحدیث: ۱۳۳۶، "ج" ۱۰، رقم الحدیث: ۱۳۳۶، سنن کبریٰ للبیہقی

"ج" ۱، ص ۳۰۱، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۸۸۸، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، بیروت

دعاء اذان میں حدیث شفاعت کی تحقیق

امام ابوالقاسم سلیمان بن امروہ طبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب لڑائی میں تھے تو دعا کرتے "اے اللہ اس دعوت کلمہ اور (اس کے نتیجہ میں) کھڑی ہونے والی نماز کے رب! اپنے بندے اور اپنے رسول محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی شفاعت میں (داخل کر دے)۔" (المجموع الاوسط ج ۲، رقم الحديث ۳۷۷۷۷، کنز الدقائق ج ۵، ص ۵۵۷)  
حافظ ابوشیخ لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں صدیق بن عبداللہ الصنعی ہے۔ امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے اور دحیم اور ابو حاتم اور ابن حجر بن صلح مصری نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱، ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ جلال الدین یوسف مزی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

صدیق بن عبداللہ الصنعی کی روایات سے امام ترمذی، امام نسائی، اور امام ابن ماجہ نے استدلال کیا ہے۔ ہر چند کہ امام احمد اور شیخین نے اس کو ضعیف کہا ہے، لیکن سعید بن عبدالعزیز، اور امام ابو داؤد نے اس کو ثقہ کہا۔ عبدالرحمن بن ابی ایمن نے کہا: صدیق ہمارے شیخ میں سے ہیں اور ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ احمد بن صلح مصری نے کہا اس کی روایت صحیح اور مقبول ہے۔ دحیم نے کہا اگرچہ یہ قدرہ کی طرف مائل تھا، لیکن روایت میں صلح تھا۔ ولید بن مسلم نے کہا یہ ۳۱ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ (تذیب الکمال ج ۹، ص ۸۰۸، "مختصر" میزان الاعتدال ج ۱، ص ۲۵۰-۲۴۹، "تذیب" ج ۲، ص ۳۸)

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے لڑائی میں کریم دعا کی "اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبیدہ ورسولہ" اے اللہ! آپ پر صلوة نازل فرما اور آپ کو اس مقام پر پہنچا جو میرے نزدیک جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے اور قیامت کے دن ہم کو آپ کی شفاعت میں داخل کر دے" جو شخص یہ دعا کرے گا اس کے لیے شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المجموع الكبير ج ۱۲، رقم الحديث ۷۵۵۳، الجامع الكبير ج ۲، رقم الحديث ۲۲۱۱۸، "مجموع الفتاویٰ" ج ۵، ص ۱۲۳)

حافظ ابوشیخ متوفی ۸۰۶ھ لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں اسحاق بن عبداللہ بن کثیر ہے۔ حاکم اور ابن ماجہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۱، ص ۳۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ص ۳۳۳)

حافظ جلال الدین ابو النجاشی یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ نے متحدہ سند حدیث کے حوالوں سے اسحاق بن عبداللہ کا ضعف نقل کیا ہے۔ امام ابو داؤد نے اسحاق بن عبداللہ کی طرف ایک حدیث متبرجہ درج کی ہے اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس کی روایات کو درج کیا ہے۔ اسحاق بن عبداللہ بن کثیر ۳۴ھ میں فوت ہوا تھا۔

(تذیب الکمال ج ۹، ص ۷۲، میزان الاعتدال ج ۱، ص ۳۳۶، کتاب البرج و الاعتدال ج ۲، ص ۲۲۸)

ہر چند کہ یہ حدیث ضعیف ہے، لیکن نفاذی اعلیٰ میں حدیث ضعیف کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

دعائے اذان کے بعض دیگر کلمات کی تحقیق

اس بحث کے اخیر میں ہم ایک اور حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں جس میں "انک لا تحلوس المعباد" کا ذکر ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے لڑائی میں کریم دعا کی "اے اللہ! میں تجھ سے اس دعوت کلمہ اور اس کے نتیجہ میں کھڑی ہونے والی نماز کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ سیدنا محمد

پیچھے کو جنت میں وہ مقام عطا فرما جو آپ کے لیے مخصوص ہے اور آپ کو فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز کر جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ بے شک تو وعدہ کی مخالفت نہیں کرتا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنے صحیح میں علی بن عیاش سے روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۳۴۰ مطبوعہ مکتبہ المکرمین)

اس دعا میں الوسیلۃ اور العزیلۃ کے بعد والدرجۃ المرتبۃ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کی اصل یہ حدیث ہے:

اللہم عبد الرزاق بن ہمام متونی ۱۱۱ روایت کرتے ہیں:

ایوب اور جابر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اکھت کے وقت کہا: اے اللہ! اس دعوت تبارہ اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب سیدنا محمد پیچھے کو جنت میں وہ مقام عطا فرما جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کے درجات بلند فرما تو اس کے حق میں نبی پیچھے کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المصنف ج ۳ ص ۴۹۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

وسیلہ یہ معنی مرشد کامل

ایمان اصل صالح فرائض کی ادائیگی، اتباع سنت، اور عمرات اور کھدات سے بچنا۔ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور جس موصلاً اور مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک مسلمان گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کا مدد کرتا ہے، جو اس کو مسلسل نیکی کی تحقیر کرتا ہے، اور اس کی روحانی تربیت کرتا ہے، اس شیخ کے وسیلہ اور قرب الہی کے ذریعہ میں کس کو شہید ہو سکتا ہے۔ شہادتی اللہ دہلی قول، خلیل میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ اور شیخ اسماعیل دہلوی متنی ۳۶ ص ۱۱۱ لکھتے ہیں:

اہل سلوک اس آیت کو دلوہ حقیقت کے سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اس بناء پر حقیقی پہلا بی اور مجدد سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے مساکین حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے۔ اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس راد کا نشانہ شلوار ہے۔ (اصول مستقیم افکار ص ۵۰ مطبوعہ مکتبہ سفیہ لاہور)

اسلام میں بیعت کا تصور شیخ طریقت کی شرانگہ بیعت، برکت، بیعت اولیٰ، تہذیبی بیعت، اور تجدد بیعت کا حکم میا ہر شخص پر بیعت ہونا فرض ہے، ان تمام عنوانات پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد رابع کے اخیر میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ جو حضرات ان مباحث سے دلچسپی رکھتے ہوں، وہ اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، اگر ان کے قبضہ میں روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں اور اتنی اور بھی ہوں تاکہ قیامت کے دن عذاب سے نجات کے لیے وہ ان چیزوں کو فدیہ میں دے دیں تو وہ (فدیہ) ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے لعنت دردناک عذاب ہے۔ (المائدہ ۳۶)

آیا اللہ نے کافر کے کفر کا ارادہ کیا تھا یا اس کے ایمان کا؟

اللہ عزوجل نے یہ بتایا ہے کہ جن یہودیوں نے اللہ کی رویت کا انکار کیا اور محمدؐ کی عبادت کی، اور جن مشرکوں نے بتوں، انسانوں یا عناصر کی عبادت کی اور وہ توبہ کرنے سے پہلے مر گئے تو وہ اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے اگر تمام روئے زمین کے برابر فدیہ بھی دے دیں، تب بھی ان سے قبول نہیں کیا جائے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو اٹھا اور روئے والے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اس آیت میں جن یہودیوں کا رد فرمایا ہے، جنہوں نے کہا تھا ہم کو صرف چند دن عذاب ہو گا اور اسی طرح بت پرست

کافروں کو عذاب کی وعید سنائی ہے کہ تم یہ نہ سمجھ لینا کہ تم اپنے آپ کو اہل اور کے وسیلہ سے دوزخ کے دائمی وارد دیتے والے عذاب سے بچ جاؤ گے۔

اہم محدثین اسماعیل بخاری حنفی ۵۸۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کافر سے کہا جائے گا یہ بتا کر تیرے پاس روئے زمین جتنا سونا ہو تو کیا تو اس کو نقد ہی میں دے دے گا؟ وہ کہے گا ہاں پھر اس سے کہا جائے گا (دینا میں) تجھ سے اس کی بہ نسبت بہت آسان سوال کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۳۸۸) صحیح مسلم ۵۳۰۰ (۳۸۰۵) ۴۸۵۰

حافظ احمد بن حنبل بن حجر عسقلانی حنفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں۔

ابو عمران کی روایت میں ہے "اللہ فرمائے گا جس وقت تو آدم کی پشت میں تھا میں نے تجھ سے اس کی بہ نسبت آسان چیز کا سوال کیا تھا یہ کہ تو میرے ساتھ شرک نہ کرنا مگر تو شرک کے بغیر نہیں ملا اور ثابت کی روایت میں ہے ہم نے تجھ سے اس کی بہ نسبت کم چیز کا سوال کیا تھا۔ پس تو نے نہیں کیا پھر اس کو دوزخ میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا۔ غرضی عیاض نے کہا اس حدیث میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

وَرَأَىٰ آدَمَ رَجُلًا مِّنْ نَّبِيِّهِ يَمْشِي فِي الْوَادِعِ  
فَرَسَدَ عَنْهُمْ وَآتَاهُمْ عَنْهُمْ أَلْفَ نَفْسٍ  
يَسْتَكْفُمُ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا  
أَلْفَيْتُمَا وَإِنْ كُنَّا مِنْ هَذَا غَافِلِينَ۔

اور یاد دیجئے بپ آپ کے رب نے جو آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کے اوپر انہیں گواہ بنا دیا میں تمہارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ ہم نے گواہی دی کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔

(الاعراف: ۱۷۲)

یہ وہ حد ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ان کی اولاد سے لیا تھا۔ جس نے بعد میں اگر دینا میں اس حد کو پورا کیا وہ مومن ہے اور جس نے اس حد کو پورا نہیں کیا وہ کافر ہے۔ سو اس حد سے کٹا سنی یہ ہے کہ میں نے تم سے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں جب تم کو دنیا میں نکالوں گا تو تم اس حد کو پورا کرنا لیکن تم نے اس کا انکار کر کے شرک کیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ارادہ سے مراد طلب ہو۔ یعنی میں نے تم کو ایمان لانے کا حکم دیا تھا اور تم ایمان نہیں لائے کیونکہ اس کائنات میں دہی ہو نا ہے جس کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے۔ مستزک نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کا حکم دے جس کا وہ ارادہ نہ کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل نہیں ہے۔ علامہ مازنی نے کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کے ایمان کا ارادہ کرتا ہے اور کافر کے کفر کا اور اگر اللہ تعالیٰ کافر کے ایمان کا ارادہ کرتا تو وہ ایمان لے آتا یعنی اگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایمان کو مقدر کرتا تو وہ ایمان لے آتا اس کے برخلاف مستزک کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کے ایمان کا ارادہ کیا۔ مومن نے اس پر ایک کہا اور کافر نے انکار کیا۔

من کی دلیل یہ ہے کہ کفر شر اور برائی ہے اور کفر کا ارادہ بھی شر اور برائی ہے اور اللہ تعالیٰ شر اور برائی سے منہ ہے۔ اس لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ کسی کے کفر کا ارادہ کرے۔ اہل سنت نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ مخلوق کے حق میں شر کا ارادہ کرنا شر ہے۔ مناقب کے حق میں شر کا ارادہ کرنا شریں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک مطلق ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے۔ مخلوق کے لیے شر کا ارادہ کرنا اس لیے شر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس سے منع کیا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اوپر کوئی حاکم نہیں ہے جو اس کو امر کرے۔ اس لیے مخلوق کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ نیز مخلوق جب کسی

چیز کا لہو کہے اور وہ نہ ہو تو یہ خلق کے ضعف اور اس کے بھڑکی دج سے ہو تا ہے اور اللہ تعالیٰ ضعف اور بجز سے پاک ہے۔ اس لیے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کافر کے ایمان کا لہو کرے اور وہ ایمان نہ لائے۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ (الزمر: ۲۶)

تو جب اللہ کفر سے راضی نہیں ہے تو وہ کافر کے کفر کا لہو کیسے کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ارادہ اور چیز ہے اور رضا اور چیز ہے۔ رضا کا معنی ہے قوابل یعنی وہ کفر کو قوابل نہیں دیتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ارادہ عام ہے اور رضا خاص ہے۔ رضا کا معنی ہے خیر کا لہو کرنا جس طرح ہمارا منی اور غضب کا معنی ہے شر کا لہو کرنا۔

(فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۰۳-۳۰۴ مطبوعہ دار فکرا لکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۹۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اہل سنت و جماعت کا جو مذہب نقل کیا ہے اس کے دلائل حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی الترمذی ص ۵۴ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن قنہ السلی جرحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرمایا ہوئے شاہ کے اللہ نے آدم کو پیدا کیا پھر ان کی پشت سے ایک خلق کو نکلا۔ پھر فرمایا یہ جنت میں ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اور یہ دوزخ میں ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! پھر ہم کس پر عمل کریں؟ آپ نے فرمایا تقدیر پر۔

الحج ابن حبان ج ۲ رقم الحدیث ۳۳۸۸ مسندہ رک ج ۱ ص ۳۸۱ مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۸ فتح قدیم علامہ ابی نعیمی نے کہا اس حدیث کے راوی اللہ ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۸۸

امام ابویوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب جرحہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے حلق پر چھایا اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے ہو آدم کی پشتوں سے حق کی اولاد کو نکلا اور اللہ ﷻ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے شک اللہ نے آدم کو پیدا کیا پھر ان کی پشت پر ہتھکڑیاں باندھ پھیرا اور اس سے اولاد کو نکلا۔ پھر فرمایا: میں نے حق کو ان لوگوں کو جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ جنتیوں کے عمل کریں گے۔ پھر حق کی پشت پر ہتھکڑیاں باندھ پھیرا اور اس سے اولاد کو نکلا۔ پھر فرمایا: میں نے حق کو ان لوگوں کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ دوزخیوں کے عمل کریں گے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! پھر عمل کس لیے کریں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ کسی بندہ کو جنت کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے جنتیوں کے عمل کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اہل جنت کے اعمال کرتا ہوا مرنا ہے۔ پس اللہ اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ اور جب کسی بندہ کو دوزخ کے لیے پیدا کرتا ہے تو اس سے دوزخیوں کے عمل کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اہل دوزخ کے اعمال کرتا ہوا مرنا ہے۔ پس اللہ اس کو دوزخ میں داخل کر دیتا ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

ابن ترمذی رقم الحدیث ۳۰۸۶ سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۴۷۳۷ سنن کبریٰ للشیخ ج ۲ رقم الحدیث ۱۱۰۰ موطا امام مالک رقم الحدیث ۳۳۷۷ مسند احمد ج ۲ رقم الحدیث ۳۷۷۷ الحج ابن حبان رقم الحدیث ۳۷۷۷ مسندہ رک ج ۱ ص ۳۸۱ فتح قدیم علامہ ابی نعیمی نے کہا اس حدیث کی ہے

ص ۵۴۳ کہم دہم نے تین حدیثوں میں حاکم کی سوانح کی ہے

امام ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن محمد ترمذی ص ۵۴۷ روایت کرتے ہیں:

ابن دعلجی بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں تقدیر کے حلق ایک شک پیدا ہوا اور مجھے یہ خوش ہو ا کہ کہیں اس سے میرا



اسلمی کتابوں کو غزل کرنا اور آخرت میں جزا اور سزا کا نظام قائم کرنا سب بے معنی اور خلاف حکمت ہو گا۔  
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں) ہاتھ کو کاٹ دو یہ ان کے کیے ہوئے کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک توبہ ہے اور اللہ بہت مہربان اور نہایت حکمت والا ہے (۱۸۱ تا ۱۸۴)۔  
 آیات سابقہ سے مناسبت

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بتلایا تھا کہ ڈاکو کے ہاتھ اور ہر کٹ دیے جائیں اور اس آیت میں چور کے بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے اور حدیث میں ہے کہ دوسری چوری پر اس کا ہر کٹ دیا جائے گا۔ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا جب کسی شخص نے چوری کی تو اس کا دایاں ہاتھ کٹ دیا جائے گا اور اگر دوبارہ چوری کی تو اس کا بایاں ہر کٹ دیا جائے گا۔

۱۔ کتاب الآثار لمحمد بن الحسن الشیبانی ص ۱۳۸  
 دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انسان کی جان کی اہمیت بیان کی تھی کہ ایک انسان کو قتل کرنا اللہ کے نزدیک گویا تمام انسانوں کو قتل کرنا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر کسی انسان ڈاکہ ڈالے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور یہاں فرمایا کہ اگر انسان چوری کرے تو اس کا ہاتھ کٹ دیا جائے گا۔

سرقہ کا لغوی معنی

علامہ جلال الدین ابن منکدر افریقی متوفی ۷۷۷ھ لکھتے ہیں:  
 اہل عرب چور اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی محفوظ جگہ میں چھپ کر جائے اور اہل غیرے کو چلا جائے۔ اگر وہ چھپ کر لینے کے بجائے حکم کھلاے تو وہ اونچا اور لیر (مختلس اور منہب) ہے اور اگر زبردستی چھینے تو صاحب ہے۔  
 (لسان العرب ج ۱۰ ص ۱۵۶ مطبوعہ مکتبۃ الشریعۃ دار الفکر بیروت ۱۳۰۵ھ)

سرقہ کا اصطلاحی معنی

علامہ کل الدین محمد بن عبد الواحد بن ہمام حنفی متوفی ۸۸۷ھ لکھتے ہیں:  
 عاقل بالغ کسی ایسی محفوظ جگہ سے کسی کے دس درہم (یا اس سے زیادہ) یا اتنی مالیت کی کوئی چیز چھپ کر بغیر کسی شبہ اور توبہ کے اٹھائے جس جگہ کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو اور آٹھ ایک وہ چیز جلدی خراب ہوئے وال نہ ہو تو وہ سرقہ (چوری) ہے۔  
 (فتح القدیر ج ۵ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

شان نزول

اہم ہوا الحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۳۷۸ھ لکھتے ہیں:  
 یہ آیت عیسیٰ بن ابیرق کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے زرہ کی چوری کی تھی۔ اس کی تفصیل ہم احادیث ۱۰۵ میں بیان کر چکے ہیں۔ (اسباب النزول ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)  
 جاہلیت اور اسلام میں جن کے ہاتھ کاٹے گئے  
 علامہ عبد العزیز محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۳۷۸ھ لکھتے ہیں:

زندہ جاہلیت میں بھی چور کا ہاتھ کٹ دیا جاتا تھا۔ زندہ جاہلیت میں جس کا سب سے پہلے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا وہ ولید بن مغیرہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام میں بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اسلام میں جس چور کا سب سے پہلے مردوں میں رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کاٹا وہ خیبر بن ہدی بن نوفل بن عبد مناف تھے مگر عورتوں میں جس چور کے سب سے پہلے ہاتھ کاٹے گئے وہ عروہ بنت



سفیان بن عبد اللہ تھیں۔ ان کا قتل جو مخدوم سے قتل حضرت ابو بکر نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹا جس نے بار بار لیا تھا حضرت عمر نے عبد الرحمن بن سمرہ کے بھائی کا ہاتھ کاٹا تھا ان واقعات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

### چور کا ہاتھ کاٹنے کی حکمت

اللہ تعالیٰ کا یا افضل اور احسان ہے کہ اس نے چور کا ہاتھ کاٹنے کی حد مقرر فرما کر مسلمانوں کے اموال کو محفوظ کر دیا اور اگر کوئی شخص اپنی کر کوئی چیز لے جائے یا لوٹ کر لے جائے یا غصب کرے تو اس پر حد مقرر نہیں ابھر چو کہ اس میں توبہ ہے کیونکہ یہ جرائم چوری کی بہ نسبت معمول ہیں اور ان کے خلاف کوئی قائم کیے جاسکتے ہیں اور گواہوں کے ذریعہ حد الٹ سے اپنا حق آسانی سے وصول کیا جاسکتا ہے۔ اس کے برخلاف چور چھپ کر مل لے جاتا ہے لہذا اس پر گواہی قائم کرنا مشکل ہے اس لیے اس کی سزا سخت رکھی تاکہ اس سزا کو دیکھ کر دوسرے لوگ بہت پکڑیں اور چوری کرنے سے باز رہیں اور مسلمانوں کے اموال محفوظ رہ سکیں۔

بعض علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد اس کو فوراً جوڑ دیا جائے تو یہ جائز ہے لیکن یہ فتویٰ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چور کے ہاتھ کاٹنے کو فرمایا ہے یہ اللہ کی طرف سے عبرت نامہ توبہ ہے اگر چور کا ہاتھ جوڑ دیا گیا تو پھر یہ عبرت نہیں رہے گا اور یہ قرآن مجید کے صریح خلاف ہے اس کی مکمل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد رابع میں کی ہے۔ ایک بحث یہ ہے کہ چور ہاتھ سے چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو زانی جب زندہ کرتا ہے تو اس کا آئہ حاصل کیوں نہیں کاٹا جاتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چور کا جب ایک ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے تو اس کا دوسرا ہاتھ موجود ہوتا ہے جس سے وہ کام کاج کر سکتا ہے جبکہ زانی کے پاس دو سرائے نہیں ہوتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حد دہاں لے مقرر کی گئی ہیں کہ لوگ دیکھ کر عبرت پکڑیں۔ کہنا ہوا ہاتھ تو دکھائی دیتا ہے اور آئہ مستور ہوتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ تکہ حاصل کاٹ دینے سے فروغ نسل کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور ہاتھ کاٹنے میں یہ فعلہ نہیں ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ زانی سزا میں جرم تو صرف ایک جز نے کیا ہے اور کوئی دوسرا جرم کی شکل میں سزا پورے جسم کو ملتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زانی کرنے سے پورا جسم لذت حاصل کرتا ہے اس لیے پورے جسم کو سزا دی جاتی ہے۔

### محبت حد سے پر دہل

اس آیت میں کئی وجوہ سے اجمل ہے۔ اول یہ کہ مطلقاً چوری کرنے پر حد واجب نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک پیسہ یا روپہ چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ ایک مہینہ مقدار کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور اس آیت میں اس مقدار کا بیان نہیں ہے۔ ثانیاً اس آیت میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے اور ہاتھ کا اطلاق انگلیوں پر متصل پر پہنچے تک نکالنے کے وسط تک کسی تک اور بازو تک پر ہاتھ کا اطلاق ہوتا ہے۔ ثالثاً اس آیت میں یہ بیان نہیں ہے کہ ہاتھ کاٹنے کا حکم امت کے عام افراد کو دیا گیا ہے یا یہ حکم صرف مسلمان حاکم کے لیے ہے۔ ان تمام امور کا بیان نبی کریم ﷺ کی سنت اور احادیث میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ احادیث کے بغیر قرآن مجید کے معنی کو سمجھنا اور اس کے حکم پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔

حد سرقہ کے نصاب میں امام شافعی کا نظریہ

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن شافعی متوفی ۲۰۴ھ لکھتے ہیں

جب چور کسی چیز کو چرائے تو اس چیز کی قیمت کا اس دن سے لٹا کیا جائے گا جس دن اس نے چوری کی تھی۔ اگر اس کی قیمت چھٹائی دنار کو پہنچی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا ورنہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(الام: ج ۶ ص ۶۷، مسطورہ دار الفکر، بیروت ۱۴۳۰ھ)

امام شافعی کا استدلال اس حدیث سے ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری حنفی ۵۶۱ھ روایت کرتے ہیں:  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو چھٹائی دنار یا اس سے زیادہ میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

(صحیح ابوداؤد: ج ۲، رقم الحدیث: ۴۷۹۹، صحیح مسلم: حدود: ۱، (۲۷۳) ۳۳۸، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۳۳۸۳، سنن نسائی: ج ۸، رقم الحدیث: ۴۷۹۹، سنن ابی یوسف: ج ۲، رقم الحدیث: ۲۳۳۳، سنن کبریٰ للبخاری: ج ۸، ص ۲۵۳، مسطورہ دار الفکر: ج ۵، ص ۵۵، مسند ابی شیبہ: ج ۴، ص ۴۰، صحیح ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۴۳۳۳، سنن عید: رقم الحدیث: ۴۷۹۹، سنن شافعی: ج ۲، رقم الحدیث: ۸۳، شرح حسن البغوی: رقم الحدیث: ۴۵۹۹)

دانش رو ہے کہ چھٹائی دنار تین درہم کے مساوی ہے۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو چھٹائی دنار میں ہاتھ کاٹو اور اس سے کم میں نہ کاٹو اور ان دنوں میں جو چھٹائی دنار تین درہم کے برابر تھا اور پندرہ درہم کا تھا اور اگر چوری چھٹائی درہم سے کم ہوئی تو میں اس کا ہاتھ کاٹنے کا نہ کہتی۔

(اعلام احمد شاکر نے کلاس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد: تحقیق احمد شاکر: ج ۱، رقم الحدیث: ۲۳۳۹۶-۲۳۹۶۰، طبع دار حدیث: حد سرقہ کے نصاب میں امام مالک کا نظریہ  
امام حنبل بن سعید اشعری مالکی متوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:

میں نے امام مالک سے پوچھا: یہ بتائیے کہ اگر کوئی شخص آج تین درہم کی چوری کرے اور وہ چھٹائی دنار کے برابر آج نہ ہو، کیونکہ ہمارے ہاں قیمت بڑھ گئی ہو تو کیا آپ کے قول کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟ امام مالک نے فرمایا: میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، جبکہ اس نے اس دن تین درہم کی دہشت کی چوری کی ہو۔ کیونکہ نبی ﷺ نے تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین درہم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا۔

(الرد المحتار: ج ۶، ص ۲۶۵، مسطورہ مطبعہ المطارد، مصر ۱۳۲۳ھ)

امام مالک کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام مالک بن انس ابی حنفی متوفی ۱۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ذوالحلیہ کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

(الموطا امام مالک: رقم الحدیث: ۵۷، مسند الشافعی: ج ۲، رقم الحدیث: ۸۳، صحیح ابوداؤد: ج ۲، رقم الحدیث: ۴۷۹۹، صحیح مسلم: حدود: ۱، (۲۷۳) ۳۳۸، سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۳۳۸۵، سنن ترمذی: رقم الحدیث: ۳۳، سنن نسائی: ج ۸، رقم الحدیث: ۴۷۹۹، مسند احمد: ج ۲، رقم الحدیث: ۵۳۱، صحیح ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۴۳۳۳، سنن کبریٰ للبخاری: ج ۸، ص ۲۵۳، سنن دار قطنی: ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸۵، سنن کبریٰ للبخاری: ج ۸، ص ۲۵۶، شرح حسن البغوی: رقم الحدیث: ۴۵۹۹)

حد سرتہ کے نصاب میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی حنفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

تمام فقہاء کے نزدیک نصاب سے کم چوری میں ہاتھ نہیں کٹا جائے گا۔ البتہ حسن بصریؒ، داؤد ظاہریؒ، امام شافعیؒ کے لئے اور خواص کا قول یہ ہے کہ گھیل چیز کی چوری ہو یا کٹری کی چور کا ہاتھ کٹ دیا جائے گا کیونکہ قرآن مجید میں مطلقاً ارشاد ہے: **وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا (المائدہ: ۳۸)** چوری کرنے والے مولود چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کٹ دے اور حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ چور پر لعنت فرمائے، وہ رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کٹ دیا جاتا ہے اور وہ بیضہ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کٹ دیا جاتا ہے (صحیح بخاری و صحیح مسلم) نیز گھیل چیز کی چوری کرنے والا بھی حرز (جس جگہ کی حفاظت ہو) سے چیز چراتا ہے تو کٹری چیز کی چوری کی طرح اس پر بھی اس کا ہاتھ کٹ دیا جائے گا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا صرف تین چو قتل و تباہی اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کٹا جائے گا صحیح بخاری و صحیح مسلم اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے اور اہل علم کی وجہ سے آیت کے عموم میں تخصیص کی جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ اس رسی پر ہاتھ کٹا جائے جس کی بلیت رطل و تباہی ہو (جیسے جھانڈی کی رسی، مسیدی اور پیٹھ سے مروا مرغی کا تار) نہ ہو، بلکہ لوہے کا پیڑ یعنی "خود" مروا ہو۔

امام احمد سے نصاب سرتہ میں مختلف روایات ہیں۔ ابو اسحق جز جہنی سے رطل طلائع و تباہی تین چاندی کے درہوں کی روایت ہے، ابو حنن کی بلیت ہو۔ امام مالک اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور اثرم سے یہ روایت ہے کہ اگر سولے چاندی کے علاوہ کسی چیز کی چوری کی ہے تو چو قتل و تباہی تین درہم کی بلیت نصاب ہے، کورن میں سے کم تر بلیت کو نصاب ملنا جائے گا، بیٹ اور ابو ثور سے بھی یہی مروی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا صرف چو قتل و تباہی اس سے زیادہ کی چوری پر ہاتھ کٹا جائے گا حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے بھی یہی روایت ہے۔ عمر بن عبد العزیزؒ، "کوزاخی" امام شافعیؒ اور ابن منذرؒ کا بھی یہی قول ہے اور عثمان بن عفانؓ نے کہا کہ ایک درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کٹ دیا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چار درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کٹا جائے گا اور حضرت عمرؓ سے ایک روایت ہے کہ صرف پانچ درہم میں ہاتھ کٹا جائے گا۔ سلیمان بن یسارؒ، ابن ابی نعلیؒ اور ابن شبرہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ جو جہنی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس واصل کے عوض ہاتھ کٹ دیا جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ علامہ امام ابو حنیفہؒ اور ابن کے اصحاب کا یہ قول ہے کہ ایک و تباہی اس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کٹا جائے گا کیونکہ قلیح بن ارقطاعؒ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا اس درہم سے کم میں قطع نہیں ہے اور حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک واصل کے عوض ایک کوئی کا ہاتھ کٹ دیا اس کی قیمت ایک و تباہی اس درہم تھی اور نضی سے روایت ہے کہ چالیس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کٹا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس واصل کی چوری میں ہاتھ کٹ دیا جس کی قیمت تین درہم تھی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) علامہ ابن عبد البرؒ نے کہا یہ حدیث اس باب میں صحیح ترین حدیث ہے اور اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی جو پہلی حدیث (جس میں ایک و تباہی اس درہم کی واصل پر قطع ہے) کا ذکر ہے اس پر دلالت نہیں کرتی کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ کٹا جائے نہیں کیونکہ جو تین

درہم کی چوری پر ہاتھ کٹتے ہیں، وہ دس درہم کی چوری پر بھی ہاتھ کٹتے ہیں۔

(المفتی "ج ۹، ص ۹۵-۹۴" مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۵ھ)

حد سرقۃ کے نصاب میں امام ابو حنیفہ کا نظریہ اور ائمہ ثلاثہ کے جوایات

میں لائحد محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُصل کی قیمت کے سامنے ہاتھ نہیں کاٹا جائے، اور من دونوں اس کی قیمت دس درہم کے برابر تھی مگر اس میں یہ دلیل ہے کہ چور کا ہاتھ کٹنے کے لیے سرقۃ میں نصاب معتبر ہے۔

پھر نصاب کی مقدار میں اختلاف ہے۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ نے کمایہ نصاب دس درہم یا ایک دینار ہے۔ امام شافعی نے کمایہ قہلی دینار ہے۔ امام مالک نے کمایہ تین درہم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری نے کمایہ پانس درہم ہے۔ امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ ازہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: چو قہلی درہم یا اس سے زیادہ میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور اس لیے کہ من کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں صرف اُصل کی قیمت میں ہاتھ کاٹا جاتا تھا، اور اُصل کی قیمت میں اختلاف ہے اور اختلاف کے وقت اس کی کم سے کم قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، اور کم سے کم قیمت جو محض ہے، وہ تین درہم ہے۔ اس لیے امام مالک نے سرقۃ کا نصاب تین درہم قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دینار کی قیمت بارہ درہم تھی تو تین درہم چو قہلی دینار ہو گئے اور ہمارے علماء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

از محمود بن شعیب از والد خود از جد خود روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دینار یا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفہ اور عرفہ موی سے کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی موی ہے اور حدیث مشہور میں ہے کہ دس درہم سے کم میں حد نہیں ہے، اور دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور ابن ابی ایمن، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے موی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جس اُصل کی چوری میں ہاتھ کاٹا گیا تھا، وہ دس درہم کی تھی، اور ان صحابہ کرام کے قول کی طرف رجوع کرنا زیادہ لائق ہے۔ کیونکہ وہ مہاجرین میں سے تھے اور ہجیرادوں کی قیمت اور لوگوں کی یہ نسبت زیادہ جاننے والے تھے، اور یہ کہ حد درست نہیں ہے کہ اُصل کی اس قیمت کا اعتبار کرنا چاہیے جو کم سے کم ہو، کیونکہ چوری شدہ مال کی کم قیمت اس لیے لکھی جاتی ہے، تاکہ حد کو ساقط کیا جاسکے، اور یہی حد کو ساقط کرنا اس وقت متحقق ہو گا جب اُصل کی قیمت زیادہ سے زیادہ لکھی جائے۔

اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کو لایا گیا، جس نے کپڑا چاہا، حضرت عمر نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی چوری دس درہم کے مساوی نہیں ہے، پھر اس کی قیمت معلوم کی گئی تو اس کی قیمت آٹھ درہم ڈالی گئی تو اس شخص سے حد ساقط کر دی گئی۔ یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نصاب سرقۃ کا دس درہم ہونا صحابہ کے درمیان معروف اور مشہور تھا۔ نیز نصاب حد کو نصاب مرقع قیاس کیا گیا ہے اور یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ کم از کم مرقع قیاس درہم ہے، اور نکل اور ہاتھ کٹنے دونوں میں ایک عضو پر تعریف کیا جاتا ہے، جو شریعت میں تعریف کرنے سے محفوظ اور مامون ہے۔ اس لیے اس تعریف کا اختلاف بلکہ کثیر کے بغیر نہیں ہونا چاہیے۔



حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عمار دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۳۳۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عمار دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۳۳۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۳۷۷، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۷۷، کتاب التکلیف لایم محمد

ص ۳۷۷، سنن دارقطنی ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۷۸، ۳۳۷۹)

ایم محمد بن حسن شیبانی حنفی ۸۹ھ روایت کرتے ہیں:

ابراہیم نعیمی نے کہا کہ اصل سے کم قیمت میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس وقت ذہل کی قیمت دس درہم تھی اور اس سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

(کتاب الآثار ص ۷۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۳۰ھ)

ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب چور اس قدر (مال کی) چوری کرے جو ذہل کی قیمت کو پہنچ جائے

تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اس وقت ذہل کی قیمت دس درہم تھی۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۳۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۳۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر عمار تین درہم یا چوتھائی دینار کو ہاتھ کاٹنے کا نصاب قرار دیتے ہیں اور ایم ابو حنیفہ اور ابن کے

اصحاب دس درہم یا ایک دینار کو نصاب قرار دیتے ہیں۔ دس درہم دو اعشاریہ چھ دوپانچ (۲۷۵) تھوڑا اور تیس اعشاریہ چھ ایک

آٹھ (۳۷۸) گرام چاندی کے برابر ہے۔ نو تین درہم ستر اعشاریہ سات آٹھ سلت پانچ (۸۷۵) تھوڑا اور نو اعشاریہ ایک

آٹھ پانچ چار (۵۷۵) گرام چاندی کے برابر ہے۔

کون سا ہاتھ کس جگہ سے کاٹا جائے ؟

چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا کیونکہ ایم نعیمی نے ابراہیم نعیمی سے روایت کیا ہے۔ ہماری قرائت میں ہے "فانقطعوا

ایمساہما" چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے دائیں ہاتھ کو کاٹ دو۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۷۷۰، مطبوعہ نشر المشرقین)

دایاں ہاتھ پیچھے سے کاٹا جائے گا۔

ایم دارقطنی حنفی ۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

از عروبن شیبہ از داود خود از ہد خود: حضرت صفوان بن امیہ بن خلف مسجد میں سوئے ہوئے تھے، ان کے سرانے ان

کے کپڑے تھے، ایک چور آکر دیکھنے لے گیا وہ اس چور کو پکڑ کر نبی ﷺ کے پاس لے آئے، اس نے چوری کا اقرار کر لیا۔

نبی ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت صفوان نے کہا یا رسول اللہ! کیا عرب کے ایک شخص کا میرے کپڑوں کے عوض

ہاتھ کاٹا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میرے پاس پکڑ کر لانے سے پہلے یہ عرب نہیں تھا؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

جب تک مجرم حاکم کے پاس نہ پہنچے، تم شفاعت کر سکتے ہو۔ اور جب وہ حاکم تک پہنچا، پھر اس کو معاف کیا تو اللہ اس کو معاف نہ

کے، پھر آپ نے حکم دیا کہ پیچھے (پیشانی اور کلاں کا جوڑا سے) اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

(سنن دارقطنی ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۳۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

ایم ابو بکر احمد بن حنبل بنی حنفی ۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

ہدی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے چور کا ہاتھ پھٹی کے جوڑے کٹ دیا۔  
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک چور کا ہاتھ پھٹی کے جوڑے کٹ دیا۔ عمرو بن دھار  
بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چور کا ہاتھ پھٹی کے جوڑے کٹ دیتے تھے۔

(سنن کبریٰ ج ۸ ص ۷۷۱ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

جن صورتوں میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا

فقہی عالمگیری میں ہاتھ کاٹنے کی حسب ذیل شرائط بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ جو چیز دارالاسلام میں مباح یا فحش اور حرام ہو اس کے چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ جیسے اقلہ کلزی، گھاس، پھوس،  
سرکنڈا، پھلی، ہڑتیل اور چوہ وغیرہ۔ (درایہ کافی، نور البیان)

۲۔ سونا، چاندی، اگر مٹی یا چرمیں محفوظ ہو اور اس کو اس شکل میں چرایا جائے تو اس پر حد مرتد نہیں ہے۔ (غایہ الروایہ)

۳۔ جو چیز جلد خراب ہو جاتی ہے، جیسے لادہ، گوشت اور تازہ پھل، ان کے چرانے پر حد نہیں ہے۔ (درایہ)

۴۔ جو پھل درخت پر لگے ہوں یا کندم کھیت میں ہو، اس کے چرانے پر حد نہیں ہے۔ (المرآۃ الوہاب)

۵۔ قطعہ کے ایام میں طہم کی چوری پر حد نہیں ہے۔ خواہ طہم جلد خراب ہوئے والا ہو یا نہ ہو، حفاظت میں رکھا گیا ہو یا نہ  
ہو، نور قطعہ کامل نہ ہو لیکن جس طہم کو چرایا ہے وہ جلد خراب ہوئے والا ہے، پھر بھی حد نہیں ہے اور اگر طہم جلد خراب  
ہوئے والا نہ ہو، لیکن غیر محفوظ ہو، پھر بھی حد نہیں ہے۔ (انفرد)

۶۔ مٹی کی دھبہ کی چوری میں حد نہیں ہے۔ (تہذیب)

۷۔ درخت کو بلغ سے جز سمیت چرانے پر حد نہیں ہے۔ (المرآۃ الوہاب)

۸۔ ہاتھی کے دانت کی چوری میں حد نہیں ہے بشرطیکہ اس سے کوئی چیز پھٹی نہ لگی ہو۔ (امین)

۹۔ شیشہ کی چوری میں حد نہیں ہے۔ (فتح اللہ)

۱۰۔ جن جانوروں کا شکار کیا جاتا ہے، ان کے چرانے پر حد نہیں ہے، خواہ وہ وحشی ہوں یا فیروشی، بڑی ہوں یا بھری۔

(تآر خانہ)

۱۱۔ مندی، ہیزوں، تیز پھلوں، گھاس، پانی، پھٹی اور جانوروں کی کھالوں کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (تآر خانہ)

مصلیٰ یا کوئی اور چیز پھٹی لگی ہو۔ (مجاہد)

۱۲۔ غم، خنود، ہتھی پرندوں، وحشی جانوروں، کتے، چیتے، مرغی، بچ اور کبوتر کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (ترمذی)

۱۳۔ خیر، دلف، مزار اور باقی گائے بیلے کے کلات کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (المرآۃ الوہاب)

۱۴۔ طبل اور بھنگا اگر نمود عیب کے لیے ہوں، تو ان کے چرانے میں حد نہیں ہے، اور اگر جملہ کامل ہے تو اس میں اختلاف

ہے۔ (مجاہد)

۱۵۔ خیر اور روٹی کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (المرآۃ الوہاب)

۱۶۔ شریح، کور، چرخ، سوئے کی بتی ہوئی ہوں، ان کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (مجاہد)

۱۷۔ صحیفہ (قرآن مجید) کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (المرآۃ الوہاب)

۱۸۔ لقمہ، نحو، لغت اور شعر و ادب کی کتابوں کے چرانے میں بھی حد نہیں ہے۔ (المرآۃ الوہاب)

۱۹۔ تیر کے چرانے میں مدد نہیں ہے۔ (اخیر)

۲۰۔ سونے یا چاندی کی صلیب یا بت کے چرانے میں مدد نہیں ہے۔ البتہ اسونے اور چاندی کے جن سکوں پر تصویریں ہوں ان پر مدد ہے۔ (مکمل ہے)

۳۱۔ بڑی عمر یا سمجھ دار غلام کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (ہنزاقی)

۲۲۔ جس شخص نے اپنے مقروض سے دس درہم غیر موکل قرض لینا ہو اور وہ اس سے انہی بلیت کی چیز چرائے تو حد نہیں ہے اور اگر قرض موکل ہو تو قیاس کاغناہ ہے کہ حد ہو اور اتھمن کاغناہ ہے کہ حد نہیں ہے۔ (الراجاعہ لولہ)

۲۳۔ اگر مبلغ بچے کے مقروض کے بل سے چوری کی تو حد نہیں ہے۔ (حمید)

۲۳۔ اگر چاندی کے برتن میں نیند یا جلد خراب ہونے والی کوئی چیز (مثلاً دودھ) تھی اس کو حیا پا تو حد نہیں ہے۔

۲۵۔ جس برتن میں خمر (شراب) تھی اس کو چالیا تو اس میں حد نہیں ہے۔ (مبیہ)

۳۶۔ اگر قبر سے دور ہم دُعا کا کفن کے علاوہ کوئی اور چیز رکھ لیں تو اس پر حد نہیں ہے۔ (السرائع والولاء)

۴۷۔ کفن جانے پر حد نہیں ہے۔ (کافی)

۲۸۔ مل قیمت باسٹلوں کے بیت اللہ سے جوڑی کر کے رعد نہیں ہے۔ (نفس)

۲۹۔ جس چتر ایک بار گنگ پانی ہو اس کو دوبارہ جانے کے بعد نہیں ہے۔ (شجر الملوک، نظمیں)

۳۰۔ حلی مستحق کے لئے جو روئے کرنے واجب نہیں ہے۔ (مبسوط)

علاء الدین ہمام خلجی لکھتے ہیں :

۳۱۔ مسجد کا سالن مثلاً چٹائیاں اور قندیل چراغے برقعہ نہیں ہے۔

۳۲۔ کہہ کے رزواں کو حرا نے رخصت فرمایا۔

۳۳۔ جن کاغذوں پر کچھ لکھا ہوا تھا ان کے دربار میں منظر۔

۳۳۔ اگر کسی شخص نے امانت میں خواتین کے تمام حصے دیکھے۔

۳۵۔ علم ہے اور انجکشن نہیں ہے۔

۳۷. اگر کسی غصه یا خشک کرانده و در آن وقت که بخواهد بخورد

[illegible]

۳۸۔ اگر محرم کریم کے کسی بانی کا جنازہ جنازہ منسحب ہو

۱۸۔ اگر سرمے ہرے کی اور ہلکی پائی اواں پہ حد میں ہے۔

۴۹۔ اگر دو تین میں سے کسی ایک کے دوسرے کو اپنا اس پر حد میں ہے۔

۱۰۔ عظام یا ٹوٹنے والے اپنے مالک کو چاہیے کہ وہ ان کو ٹوٹنے والے کے پاس لے جائے۔

۱۱۔ اگر مالک نے اپنے مطالبہ کو ایا کو اس پر حد میں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۵۹-۱۵۵، مطبوعہ مطبعہ امیر، کمرہ فی الواقع، مصر، ۱۳۱۰ھ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مخالف!) کیا تو نے نہیں جانتا کہ بلاشبہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک اللہ ہی کا ہے اور  
 جسے چاہے غلبہ دیتا ہے اور جسے چاہے غلبہ بخشتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (الاحزاب: ۲۵)



اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر چہ رے توبہ نہ کی اور وہ کچرا گیا تو اس پر حد بھی جاری ہوگی اور آخرت میں عذاب بھی ہوگا اور اگر اس نے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو اللہ آخرت کی سزا معاف فرما دے گا۔ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب دنیا یا معاف فرما دے اس وجہ سے ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز کا مالک ہے۔ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے عذاب دے۔ اس کا عذاب دنیا بھی حسن اور حکمت پر مبنی ہے اور اس کا معاف فرمنا بھی حسن اور کرم پر مبنی ہے۔ اہل سنت کا مذہب ہے عذاب دینا اس کا عدل ہے اور معاف فرمنا اور توبہ عطا فرمنا اس کا کرم ہے اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے ہم اس کے عذاب سے اس کی پٹھ طلب کرتے ہیں اور اس کے بخود مکر اور رحم و کرم کو طلب کرتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزَنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ

اسے رسول ! آپ کو وہ لوگ غم زدہ نہ کریں جو کفر میں تیزی کے ساتھ سرگرم ہیں ، ان میں سے

الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِمَا فُورَاهُمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَمِنَ

بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنے بھروسے کیا کہ ہم ایمان لے آئے ، حالانکہ ان کے دل یمن نہیں ہیں اور بعض

الَّذِينَ هَادُوا ۖ سَمِعُوا لِلْكَذِبِ سَمْعُونَ لِقَوْمٍ آخِرِينَ ۚ

یہودی ہیں جو جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور ان لوگوں کی ذاتیں بہت زیادہ سنتے ہیں جو آپ کے

لَمْ يَأْتُوكَ يُخَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَا أُصِغَ يَقُولُونَ إِنَّ

پاس نہیں آئے ، لہذا کلمہ کو اس کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں ، وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ

أَوْتِيْتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتُوهُ فَاخْذَرُوا وَمَنْ يَرِدْ

دکم ، دیا جائے تو اس کو مان لو ، اور اگر یہ (دکم) نہ دیا جائے تو اس سے احتساب کرو ، اور دے (عذاب) چمے

اللَّهُ فَتَنَّتْهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

اللہ تعالیٰ نے آزمایا ہے ، تو تو ہرگز اس کے سامنے اندر کے تباہی میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا ، یہ وہ لوگ ہیں جن کے

لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَظْهَرِ قُلُوبُهُمْ طَلَبُوا فِي الدُّنْيَا خِزْيًا وَلَهُمْ

دلوں کو پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ نہیں فرمایا ، ان کے لیے دنیا میں دھواں ہے اور آخرت میں

فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ سَمِعُوا لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ

ان کے لیے بڑا عذاب ہے ۝ (یہ) جھوٹی باتیں بہت زیادہ سنتے ہیں اور حرام بہت زیادہ

شہان القرآن

جلد سوم

لِلسُّحْرِ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ

کھاتے ہیں، سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں (آپ کو اختیار ہے) خواہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں خواہ ان سے اصرار نہ کریں

وَأِنْ تَعْرَضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۚ وَإِنْ حَكَمْتَ

اور اگر آپ ان سے اصرار کریں گے تو یہ آپ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور اگر آپ فیصلہ کر دیں تو

فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۚ وَكَيْفَ

ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۵ اور وہ آپ

يُحْكُمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ

کو کیسے نصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس قدرت ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر اس کے باوجود وہ

بَعْدَ ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۚ

دور گردانی کرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں ۶

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسول! آپ کو وہ لوگ تم زد نہ کریں جو تکفیری تہذیب کے ساتھ سرگرم ہیں (المائدہ ۳۱) اس سے پہلے آجوں میں اللہ تعالیٰ نے ذاکر اور چوری سے متعلق احکام شریعہ ارشاد فرمائے اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ مخالفین بہت گرم جوشی کے ساتھ کفر کا اعتراف کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو میری تلقین کی۔ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ آپ تکفیری لوگوں کی سرگرمیوں کی پروا نہ کریں، ان میں سے بعض منافقین ہیں جو کفار کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں، آپ ان کو اہمیت نہ دیں۔ اللہ عزوجل آپ کے لیے کافی ہے مگر ان کے کفر فریب کے خلاف آپ کی مدد فرمائے۔ اسی طرح آپ یہودی روایت والوں کی بھی فکر نہ فرمائیں، یہ دونوں فرقہ پرستوں کے احبار اور رہبر ہیں، دین اسلام کے متعلق جھوٹی باتیں بہت سننے ہیں۔ آپ کی نبوت میں شبہات اور توہمات میں غلط فہمی پر مشتمل باتیں خوب سننے ہیں اور ان کو قبول کرتے ہیں۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو یہودی آپ کے پاس نہیں آتے یہ لوگ کے جالوں میں ہیں، آپ پر جھوٹ باندھنے کے لیے یہ آپ کی باتیں سننے ہیں، تاکہ جو کچھ آپ سے سنیں اس میں تغیر اور تبدل کر کے پورے اپنے پس سے جھوٹ لگا کر یہودیوں کو پہنچائیں۔

قرآن مجید میں دو جگہ آپ کو ہابشا الرسول کے ساتھ خطاب فرمایا ہے۔ ایک یہ جگہ ہے (المائدہ ۳۱) اور دوسری آیت یہ ہے ہابشا الرسول بلغ ما انزل الیک (المائدہ ۴۷) ان کے علاوہ باقی ہر جگہ آپ کو ہابشا السبی کے ساتھ خطاب فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت معتمد و اہم آیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اللہ کے احکام کو اس کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو اس کو میں لوگوں کو اگر یہ حکم نہ دیا جائے تو اس سے اجتناب کرو) (المائدہ ۴۱)

یہود کا تورات میں فطنی اور معنوی تحریف کرنا

یہود تورات میں فطنی تحریف بھی کرتے تھے اور معنوی بھی۔ فطنی تحریف یہ تھی کہ کسی لفظ کو درمیان سے چھوڑ دیتے تھے یا کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیتے تھے یا اس لفظ کو زبان موڑ کر اس طرح پڑھتے تھے کہ اس کا معنی بدل جاتا تھا اور معنوی تحریف یہ تھی کہ کسی آیت کی الٹ تفسیر بیان کرتے یا باطل تبویل کرتے اگر ان سے آخری نبی کی مخالفت ہو یہی باتیں تو وہاں کی مخالفت پڑھ کر مٹا دیتے۔

امام ابو جعفر ابن جریر طبری حنفی ۳۲۰ھ نے بیان کیا ہے کہ یہود بنو قریظہ اپنے آپ کو بنو نضیر سے افضل کہتے تھے۔ اگر بنو قریظہ کا کوئی شخص بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو وہ قصاص کے لیے تیار نہ ہوتے صرف موت دیتے تھے اور اگر بنو نضیر کا کوئی شخص بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کرتا تو پھر اس سے قصاص لینے تھے۔ جب نبی ﷺ مدینہ آئے تو وہ اسی طریقہ پر کاربند تھے۔ بنو قریظہ نے بنو نضیر کے کسی آدمی کو حرام قتل کر دیا۔ اس وقت منافقوں نے کہا کہ اگر یہ (نبی ﷺ) عدالت ادا کرنے کا حکم دیں تو ان لینا ورنہ ان کے حکم سے اجتناب کر لیں اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ۶ ج ۱ ص ۳۳۳)

امام ابن جریر نے یہودی تحریف کی یہ مثال دی ہے کہ تورات میں یہ حکم تھا کہ اگر شکاری شہید ہو یا عورت زنا کرے تو ان کو رجم کر دیا جائے۔ انہوں نے اس حکم میں یہ تحریف کر دی کہ ان کو کوڑے لگائے جائیں مگر ان کا نہ کھانا کھایا جائے۔

(جامع البیان ۶ ج ۱ ص ۳۳۱)

نبی ﷺ کا یہودی زانیوں کو رجم کرانا

امام مسلم بن حجاج قشیری حنفی ۲۵۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی مولود عورت کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ یہود کے پاس تحریف لے گئے آپ نے فرمایا جو شخص زنا کرے اس کے حقیقی قصاص نزدیک تورات میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا ہم ان کا نہ کھانا کھاتے کہ ان کو سوا دی پر بٹھاتے ہیں اور دونوں کے چہرے مختلف جانب میں کرتے ہیں پھر ان کا پھر لگایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو تورات لانا تو ان سے کہو کہ انہوں نے کہا کہ ان کو پڑھا اور جب رجم کی آیت سے گزرے تو پڑھنے والے نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس کے آگے اور پیچھے سے پڑھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام چڑچڑا کر آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا آپ اس سے فرمائیں کہ اپنا ہاتھ اٹھائے جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے پیچھے رجم کی آیت تھی پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کو رجم کیا گیا۔ (صحیح مسلم ۳۱۱۱، ۳۱۱۲، ۳۱۱۳، ۳۱۱۴، ۳۱۱۵، ۳۱۱۶، ۳۱۱۷، ۳۱۱۸، ۳۱۱۹، ۳۱۲۰، ۳۱۲۱، ۳۱۲۲، ۳۱۲۳، ۳۱۲۴، ۳۱۲۵، ۳۱۲۶، ۳۱۲۷، ۳۱۲۸، ۳۱۲۹، ۳۱۳۰، ۳۱۳۱، ۳۱۳۲، ۳۱۳۳، ۳۱۳۴، ۳۱۳۵، ۳۱۳۶، ۳۱۳۷، ۳۱۳۸، ۳۱۳۹، ۳۱۴۰، ۳۱۴۱، ۳۱۴۲، ۳۱۴۳، ۳۱۴۴، ۳۱۴۵، ۳۱۴۶، ۳۱۴۷، ۳۱۴۸، ۳۱۴۹، ۳۱۵۰، ۳۱۵۱، ۳۱۵۲، ۳۱۵۳، ۳۱۵۴، ۳۱۵۵، ۳۱۵۶، ۳۱۵۷، ۳۱۵۸، ۳۱۵۹، ۳۱۶۰، ۳۱۶۱، ۳۱۶۲، ۳۱۶۳، ۳۱۶۴، ۳۱۶۵، ۳۱۶۶، ۳۱۶۷، ۳۱۶۸، ۳۱۶۹، ۳۱۷۰، ۳۱۷۱، ۳۱۷۲، ۳۱۷۳، ۳۱۷۴، ۳۱۷۵، ۳۱۷۶، ۳۱۷۷، ۳۱۷۸، ۳۱۷۹، ۳۱۸۰، ۳۱۸۱، ۳۱۸۲، ۳۱۸۳، ۳۱۸۴، ۳۱۸۵، ۳۱۸۶، ۳۱۸۷، ۳۱۸۸، ۳۱۸۹، ۳۱۹۰، ۳۱۹۱، ۳۱۹۲، ۳۱۹۳، ۳۱۹۴، ۳۱۹۵، ۳۱۹۶، ۳۱۹۷، ۳۱۹۸، ۳۱۹۹، ۳۲۰۰، ۳۲۰۱، ۳۲۰۲، ۳۲۰۳، ۳۲۰۴، ۳۲۰۵، ۳۲۰۶، ۳۲۰۷، ۳۲۰۸، ۳۲۰۹، ۳۲۱۰، ۳۲۱۱، ۳۲۱۲، ۳۲۱۳، ۳۲۱۴، ۳۲۱۵، ۳۲۱۶، ۳۲۱۷، ۳۲۱۸، ۳۲۱۹، ۳۲۲۰، ۳۲۲۱، ۳۲۲۲، ۳۲۲۳، ۳۲۲۴، ۳۲۲۵، ۳۲۲۶، ۳۲۲۷، ۳۲۲۸، ۳۲۲۹، ۳۲۳۰، ۳۲۳۱، ۳۲۳۲، ۳۲۳۳، ۳۲۳۴، ۳۲۳۵، ۳۲۳۶، ۳۲۳۷، ۳۲۳۸، ۳۲۳۹، ۳۲۴۰، ۳۲۴۱، ۳۲۴۲، ۳۲۴۳، ۳۲۴۴، ۳۲۴۵، ۳۲۴۶، ۳۲۴۷، ۳۲۴۸، ۳۲۴۹، ۳۲۵۰، ۳۲۵۱، ۳۲۵۲، ۳۲۵۳، ۳۲۵۴، ۳۲۵۵، ۳۲۵۶، ۳۲۵۷، ۳۲۵۸، ۳۲۵۹، ۳۲۶۰، ۳۲۶۱، ۳۲۶۲، ۳۲۶۳، ۳۲۶۴، ۳۲۶۵، ۳۲۶۶، ۳۲۶۷، ۳۲۶۸، ۳۲۶۹، ۳۲۷۰، ۳۲۷۱، ۳۲۷۲، ۳۲۷۳، ۳۲۷۴، ۳۲۷۵، ۳۲۷۶، ۳۲۷۷، ۳۲۷۸، ۳۲۷۹، ۳۲۸۰، ۳۲۸۱، ۳۲۸۲، ۳۲۸۳، ۳۲۸۴، ۳۲۸۵، ۳۲۸۶، ۳۲۸۷، ۳۲۸۸، ۳۲۸۹، ۳۲۹۰، ۳۲۹۱، ۳۲۹۲، ۳۲۹۳، ۳۲۹۴، ۳۲۹۵، ۳۲۹۶، ۳۲۹۷، ۳۲۹۸، ۳۲۹۹، ۳۳۰۰، ۳۳۰۱، ۳۳۰۲، ۳۳۰۳، ۳۳۰۴، ۳۳۰۵، ۳۳۰۶، ۳۳۰۷، ۳۳۰۸، ۳۳۰۹، ۳۳۱۰، ۳۳۱۱، ۳۳۱۲، ۳۳۱۳، ۳۳۱۴، ۳۳۱۵، ۳۳۱۶، ۳۳۱۷، ۳۳۱۸، ۳۳۱۹، ۳۳۲۰، ۳۳۲۱، ۳۳۲۲، ۳۳۲۳، ۳۳۲۴، ۳۳۲۵، ۳۳۲۶، ۳۳۲۷، ۳۳۲۸، ۳۳۲۹، ۳۳۳۰، ۳۳۳۱، ۳۳۳۲، ۳۳۳۳، ۳۳۳۴، ۳۳۳۵، ۳۳۳۶، ۳۳۳۷، ۳۳۳۸، ۳۳۳۹، ۳۳۴۰، ۳۳۴۱، ۳۳۴۲، ۳۳۴۳، ۳۳۴۴، ۳۳۴۵، ۳۳۴۶، ۳۳۴۷، ۳۳۴۸، ۳۳۴۹، ۳۳۵۰، ۳۳۵۱، ۳۳۵۲، ۳۳۵۳، ۳۳۵۴، ۳۳۵۵، ۳۳۵۶، ۳۳۵۷، ۳۳۵۸، ۳۳۵۹، ۳۳۶۰، ۳۳۶۱، ۳۳۶۲، ۳۳۶۳، ۳۳۶۴، ۳۳۶۵، ۳۳۶۶، ۳۳۶۷، ۳۳۶۸، ۳۳۶۹، ۳۳۷۰، ۳۳۷۱، ۳۳۷۲، ۳۳۷۳، ۳۳۷۴، ۳۳۷۵، ۳۳۷۶، ۳۳۷۷، ۳۳۷۸، ۳۳۷۹، ۳۳۸۰، ۳۳۸۱، ۳۳۸۲، ۳۳۸۳، ۳۳۸۴، ۳۳۸۵، ۳۳۸۶، ۳۳۸۷، ۳۳۸۸، ۳۳۸۹، ۳۳۹۰، ۳۳۹۱، ۳۳۹۲، ۳۳۹۳، ۳۳۹۴، ۳۳۹۵، ۳۳۹۶، ۳۳۹۷، ۳۳۹۸، ۳۳۹۹، ۳۴۰۰، ۳۴۰۱، ۳۴۰۲، ۳۴۰۳، ۳۴۰۴، ۳۴۰۵، ۳۴۰۶، ۳۴۰۷، ۳۴۰۸، ۳۴۰۹، ۳۴۱۰، ۳۴۱۱، ۳۴۱۲، ۳۴۱۳، ۳۴۱۴، ۳۴۱۵، ۳۴۱۶، ۳۴۱۷، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۳۴۲۱، ۳۴۲۲، ۳۴۲۳، ۳۴۲۴، ۳۴۲۵، ۳۴۲۶، ۳۴۲۷، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۳۴۳۰، ۳۴۳۱، ۳۴۳۲، ۳۴۳۳، ۳۴۳۴، ۳۴۳۵، ۳۴۳۶، ۳۴۳۷، ۳۴۳۸، ۳۴۳۹، ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۳۴۴۲، ۳۴۴۳، ۳۴۴۴، ۳۴۴۵، ۳۴۴۶، ۳۴۴۷، ۳۴۴۸، ۳۴۴۹، ۳۴۵۰، ۳۴۵۱، ۳۴۵۲، ۳۴۵۳، ۳۴۵۴، ۳۴۵۵، ۳۴۵۶، ۳۴۵۷، ۳۴۵۸، ۳۴۵۹، ۳۴۶۰، ۳۴۶۱، ۳۴۶۲، ۳۴۶۳، ۳۴۶۴، ۳۴۶۵، ۳۴۶۶، ۳۴۶۷، ۳۴۶۸، ۳۴۶۹، ۳۴۷۰، ۳۴۷۱، ۳۴۷۲، ۳۴۷۳، ۳۴۷۴، ۳۴۷۵، ۳۴۷۶، ۳۴۷۷، ۳۴۷۸، ۳۴۷۹، ۳۴۸۰، ۳۴۸۱، ۳۴۸۲، ۳۴۸۳، ۳۴۸۴، ۳۴۸۵، ۳۴۸۶، ۳۴۸۷، ۳۴۸۸، ۳۴۸۹، ۳۴۹۰، ۳۴۹۱، ۳۴۹۲، ۳۴۹۳، ۳۴۹۴، ۳۴۹۵، ۳۴۹۶، ۳۴۹۷، ۳۴۹۸، ۳۴۹۹، ۳۵۰۰، ۳۵۰۱، ۳۵۰۲، ۳۵۰۳، ۳۵۰۴، ۳۵۰۵، ۳۵۰۶، ۳۵۰۷، ۳۵۰۸، ۳۵۰۹، ۳۵۱۰، ۳۵۱۱، ۳۵۱۲، ۳۵۱۳، ۳۵۱۴، ۳۵۱۵، ۳۵۱۶، ۳۵۱۷، ۳۵۱۸، ۳۵۱۹، ۳۵۲۰، ۳۵۲۱، ۳۵۲۲، ۳۵۲۳، ۳۵۲۴، ۳۵۲۵، ۳۵۲۶، ۳۵۲۷، ۳۵۲۸، ۳۵۲۹، ۳۵۳۰، ۳۵۳۱، ۳۵۳۲، ۳۵۳۳، ۳۵۳۴، ۳۵۳۵، ۳۵۳۶، ۳۵۳۷، ۳۵۳۸، ۳۵۳۹، ۳۵۴۰، ۳۵۴۱، ۳۵۴۲، ۳۵۴۳، ۳۵۴۴، ۳۵۴۵، ۳۵۴۶، ۳۵۴۷، ۳۵۴۸، ۳۵۴۹، ۳۵۵۰، ۳۵۵۱، ۳۵۵۲، ۳۵۵۳، ۳۵۵۴، ۳۵۵۵، ۳۵۵۶، ۳۵۵۷، ۳۵۵۸، ۳۵۵۹، ۳۵۶۰، ۳۵۶۱، ۳۵۶۲، ۳۵۶۳، ۳۵۶۴، ۳۵۶۵، ۳۵۶۶، ۳۵۶۷، ۳۵۶۸، ۳۵۶۹، ۳۵۷۰، ۳۵۷۱، ۳۵۷۲، ۳۵۷۳، ۳۵۷۴، ۳۵۷۵، ۳۵۷۶، ۳۵۷۷، ۳۵۷۸، ۳۵۷۹، ۳۵۸۰، ۳۵۸۱، ۳۵۸۲، ۳۵۸۳، ۳۵۸۴، ۳۵۸۵، ۳۵۸۶، ۳۵۸۷، ۳۵۸۸، ۳۵۸۹، ۳۵۹۰، ۳۵۹۱، ۳۵۹۲، ۳۵۹۳، ۳۵۹۴، ۳۵۹۵، ۳۵۹۶، ۳۵۹۷، ۳۵۹۸، ۳۵۹۹، ۳۶۰۰، ۳۶۰۱، ۳۶۰۲، ۳۶۰۳، ۳۶۰۴، ۳۶۰۵، ۳۶۰۶، ۳۶۰۷، ۳۶۰۸، ۳۶۰۹، ۳۶۱۰، ۳۶۱۱، ۳۶۱۲، ۳۶۱۳، ۳۶۱۴، ۳۶۱۵، ۳۶۱۶، ۳۶۱۷، ۳۶۱۸، ۳۶۱۹، ۳۶۲۰، ۳۶۲۱، ۳۶۲۲، ۳۶۲۳، ۳۶۲۴، ۳۶۲۵، ۳۶۲۶، ۳۶۲۷، ۳۶۲۸، ۳۶۲۹، ۳۶۳۰، ۳۶۳۱، ۳۶۳۲، ۳۶۳۳، ۳۶۳۴، ۳۶۳۵، ۳۶۳۶، ۳۶۳۷، ۳۶۳۸، ۳۶۳۹، ۳۶۴۰، ۳۶۴۱، ۳۶۴۲، ۳۶۴۳، ۳۶۴۴، ۳۶۴۵، ۳۶۴۶، ۳۶۴۷، ۳۶۴۸، ۳۶۴۹، ۳۶۵۰، ۳۶۵۱، ۳۶۵۲، ۳۶۵۳، ۳۶۵۴، ۳۶۵۵، ۳۶۵۶، ۳۶۵۷، ۳۶۵۸، ۳۶۵۹، ۳۶۶۰، ۳۶۶۱، ۳۶۶۲، ۳۶۶۳، ۳۶۶۴، ۳۶۶۵، ۳۶۶۶، ۳۶۶۷، ۳۶۶۸، ۳۶۶۹، ۳۶۷۰، ۳۶۷۱، ۳۶۷۲، ۳۶۷۳، ۳۶۷۴، ۳۶۷۵، ۳۶۷۶، ۳۶۷۷، ۳۶۷۸، ۳۶۷۹، ۳۶۸۰، ۳۶۸۱، ۳۶۸۲، ۳۶۸۳، ۳۶۸۴، ۳۶۸۵، ۳۶۸۶، ۳۶۸۷، ۳۶۸۸، ۳۶۸۹، ۳۶۹۰، ۳۶۹۱، ۳۶۹۲، ۳۶۹۳، ۳۶۹۴، ۳۶۹۵، ۳۶۹۶، ۳۶۹۷، ۳۶۹۸، ۳۶۹۹، ۳۷۰۰، ۳۷۰۱، ۳۷۰۲، ۳۷۰۳، ۳۷۰۴، ۳۷۰۵، ۳۷۰۶، ۳۷۰۷، ۳۷۰۸، ۳۷۰۹، ۳۷۱۰، ۳۷۱۱، ۳۷۱۲، ۳۷۱۳، ۳۷۱۴، ۳۷۱۵، ۳۷۱۶، ۳۷۱۷، ۳۷۱۸، ۳۷۱۹، ۳۷۲۰، ۳۷۲۱، ۳۷۲۲، ۳۷۲۳، ۳۷۲۴، ۳۷۲۵، ۳۷۲۶، ۳۷۲۷، ۳۷۲۸، ۳۷۲۹، ۳۷۳۰، ۳۷۳۱، ۳۷۳۲، ۳۷۳۳، ۳۷۳۴، ۳۷۳۵، ۳۷۳۶، ۳۷۳۷، ۳۷۳۸، ۳۷۳۹، ۳۷۴۰، ۳۷۴۱، ۳۷۴۲، ۳۷۴۳، ۳۷۴۴، ۳۷۴۵، ۳۷۴۶، ۳۷۴۷، ۳۷۴۸، ۳۷۴۹، ۳۷۵۰، ۳۷۵۱، ۳۷۵۲، ۳۷۵۳، ۳۷۵۴، ۳۷۵۵، ۳۷۵۶، ۳۷۵۷، ۳۷۵۸، ۳۷۵۹، ۳۷۶۰، ۳۷۶۱، ۳۷۶۲، ۳۷۶۳، ۳۷۶۴، ۳۷۶۵، ۳۷۶۶، ۳۷۶۷، ۳۷۶۸، ۳۷۶۹، ۳۷۷۰، ۳۷۷۱، ۳۷۷۲، ۳۷۷۳، ۳۷۷۴، ۳۷۷۵، ۳۷۷۶، ۳۷۷۷، ۳۷۷۸، ۳۷۷۹، ۳۷۸۰، ۳۷۸۱، ۳۷۸۲، ۳۷۸۳، ۳۷۸۴، ۳۷۸۵، ۳۷۸۶، ۳۷۸۷، ۳۷۸۸، ۳۷۸۹، ۳۷۹۰، ۳۷۹۱، ۳۷۹۲، ۳۷۹۳، ۳۷۹۴، ۳۷۹۵، ۳۷۹۶، ۳۷۹۷، ۳۷۹۸، ۳۷۹۹، ۳۸۰۰، ۳۸۰۱، ۳۸۰۲، ۳۸۰۳، ۳۸۰۴، ۳۸۰۵، ۳۸۰۶، ۳۸۰۷، ۳۸۰۸، ۳۸۰۹، ۳۸۱۰، ۳۸۱۱، ۳۸۱۲، ۳۸۱۳، ۳۸۱۴، ۳۸۱۵، ۳۸۱۶، ۳۸۱۷، ۳۸۱۸، ۳۸۱۹، ۳۸۲۰، ۳۸۲۱، ۳۸۲۲، ۳۸۲۳، ۳۸۲۴، ۳۸۲۵، ۳۸۲۶، ۳۸۲۷، ۳۸۲۸، ۳۸۲۹، ۳۸۳۰، ۳۸۳۱، ۳۸۳۲، ۳۸۳۳، ۳۸۳۴، ۳۸۳۵، ۳۸۳۶، ۳۸۳۷، ۳۸۳۸، ۳۸۳۹، ۳۸۴۰، ۳۸۴۱، ۳۸۴۲، ۳۸۴۳، ۳۸۴۴، ۳۸۴۵، ۳۸۴۶، ۳۸۴۷، ۳۸۴۸، ۳۸۴۹، ۳۸۵۰، ۳۸۵۱، ۳۸۵۲، ۳۸۵۳، ۳۸۵۴، ۳۸۵۵، ۳۸۵۶، ۳۸۵۷، ۳۸۵۸، ۳۸۵۹، ۳۸۶۰، ۳۸۶۱، ۳۸۶۲، ۳۸۶۳، ۳۸۶۴، ۳۸۶۵، ۳۸۶۶، ۳۸۶۷، ۳۸۶۸، ۳۸۶۹، ۳۸۷۰، ۳۸۷۱، ۳۸۷۲، ۳۸۷۳، ۳۸۷۴، ۳۸۷۵، ۳۸۷۶، ۳۸۷۷، ۳۸۷۸، ۳۸۷۹، ۳۸۸۰، ۳۸۸۱، ۳۸۸۲، ۳۸۸۳، ۳۸۸۴، ۳۸۸۵، ۳۸۸۶، ۳۸۸۷، ۳۸۸۸، ۳۸۸۹، ۳۸۹۰، ۳۸۹۱، ۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۸۹۴، ۳۸۹۵، ۳۸۹۶، ۳۸۹۷، ۳۸۹۸، ۳۸۹۹، ۳۹۰۰، ۳۹۰۱، ۳۹۰۲، ۳۹۰۳، ۳۹۰۴، ۳۹۰۵، ۳۹۰۶، ۳۹۰۷، ۳۹۰۸، ۳۹۰۹، ۳۹۱۰، ۳۹۱۱، ۳۹۱۲، ۳۹۱۳، ۳۹۱۴، ۳۹۱۵، ۳۹۱۶، ۳۹۱۷، ۳۹۱۸، ۳۹۱۹، ۳۹۲۰، ۳۹۲۱، ۳۹۲۲، ۳۹۲۳، ۳۹۲۴، ۳۹۲۵، ۳۹۲۶، ۳۹۲۷، ۳۹۲۸، ۳۹۲۹، ۳۹۳۰، ۳۹۳۱، ۳۹۳۲، ۳۹۳۳، ۳۹۳۴، ۳۹۳۵، ۳۹۳۶، ۳۹۳۷، ۳۹۳۸، ۳۹۳۹، ۳۹۴۰، ۳۹۴۱، ۳۹۴۲، ۳۹۴۳، ۳۹۴۴، ۳۹۴۵، ۳۹۴۶، ۳۹۴۷، ۳۹۴۸، ۳۹۴۹، ۳۹۵۰، ۳۹۵۱، ۳۹۵۲، ۳۹۵۳، ۳۹۵۴، ۳۹۵۵، ۳۹۵۶، ۳۹۵۷، ۳۹۵۸، ۳۹۵۹، ۳۹۶۰، ۳۹۶۱، ۳۹۶۲، ۳۹۶۳، ۳۹۶۴، ۳۹۶۵، ۳۹۶۶، ۳۹۶۷، ۳۹۶۸، ۳۹۶۹، ۳۹۷۰، ۳۹۷۱، ۳۹۷۲، ۳۹۷۳، ۳۹۷۴، ۳۹۷۵، ۳۹۷۶، ۳۹۷۷، ۳۹۷۸، ۳۹۷۹، ۳۹۸۰، ۳۹۸۱، ۳۹۸۲، ۳۹۸۳، ۳۹۸۴، ۳۹۸۵، ۳۹۸۶، ۳۹۸۷، ۳۹۸۸، ۳۹۸۹، ۳۹۹۰، ۳۹۹۱، ۳۹۹۲، ۳۹۹۳، ۳۹۹۴، ۳۹۹۵، ۳۹۹۶، ۳۹۹۷، ۳۹۹۸، ۳۹۹۹، ۴۰۰۰، ۴۰۰۱، ۴۰۰۲، ۴۰۰۳، ۴۰۰۴، ۴۰۰۵، ۴۰۰۶، ۴۰۰۷، ۴۰۰۸، ۴۰۰۹، ۴۰۱۰، ۴۰۱۱، ۴۰۱۲، ۴۰۱۳، ۴۰۱۴، ۴۰۱۵، ۴۰۱۶، ۴۰۱۷، ۴۰۱۸، ۴۰۱۹، ۴۰۲۰، ۴۰۲۱، ۴۰۲۲، ۴۰۲۳، ۴۰۲۴، ۴۰۲۵، ۴۰۲۶، ۴۰۲۷، ۴۰۲۸، ۴۰۲۹، ۴۰۳۰، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲، ۴۰۳۳، ۴۰۳۴، ۴۰۳۵، ۴۰۳۶، ۴۰۳۷، ۴۰۳۸، ۴۰۳۹، ۴۰۴۰، ۴۰۴۱، ۴۰۴۲، ۴۰۴۳، ۴۰۴۴، ۴۰۴۵، ۴۰۴۶، ۴۰۴۷، ۴۰۴۸، ۴۰۴۹، ۴۰۵۰، ۴۰۵۱، ۴۰۵۲، ۴۰۵۳، ۴۰۵۴، ۴۰۵۵، ۴۰۵۶، ۴۰۵۷، ۴۰۵۸، ۴۰۵۹، ۴۰۶۰، ۴۰۶۱، ۴۰۶۲، ۴۰۶۳، ۴۰۶۴، ۴۰۶۵، ۴۰۶۶، ۴۰۶۷، ۴۰۶۸، ۴۰۶۹، ۴۰۷۰، ۴۰۷۱، ۴۰۷۲، ۴۰۷۳، ۴۰۷۴، ۴۰۷۵، ۴۰۷۶، ۴۰۷۷، ۴۰۷۸، ۴۰۷۹، ۴۰۸۰، ۴۰۸۱، ۴۰۸۲، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۰۸۵، ۴۰۸۶، ۴۰۸۷، ۴۰۸۸، ۴۰۸۹، ۴۰۹۰، ۴۰۹۱، ۴۰۹۲، ۴۰۹۳، ۴۰۹۴، ۴۰۹۵، ۴۰۹۶، ۴۰۹۷، ۴۰۹۸، ۴۰۹۹، ۴۱۰۰، ۴۱۰۱، ۴۱۰۲، ۴۱۰۳، ۴۱۰۴، ۴۱۰۵، ۴۱۰۶، ۴۱۰۷، ۴۱۰۸، ۴۱۰۹، ۴۱۱۰، ۴۱۱۱، ۴۱۱۲، ۴۱۱۳، ۴۱۱۴، ۴۱۱۵، ۴۱۱۶، ۴۱۱۷، ۴۱۱۸، ۴۱۱۹، ۴۱۲۰، ۴۱۲۱، ۴۱۲۲، ۴۱۲۳، ۴۱۲۴، ۴۱۲۵، ۴۱۲۶، ۴۱۲۷، ۴۱۲۸، ۴۱۲۹، ۴۱۳۰، ۴۱۳۱، ۴۱۳۲، ۴۱۳۳، ۴۱۳۴، ۴۱۳۵، ۴۱۳۶، ۴۱۳۷، ۴۱۳۸، ۴۱۳۹، ۴۱۴۰، ۴۱۴۱، ۴۱۴۲، ۴۱۴۳، ۴۱۴۴، ۴۱۴۵، ۴۱۴۶، ۴۱۴۷، ۴۱۴۸، ۴۱۴۹، ۴۱۵۰، ۴۱۵۱، ۴۱۵۲، ۴۱۵۳، ۴۱۵۴، ۴۱۵۵، ۴۱۵۶، ۴۱۵۷، ۴۱۵۸، ۴۱۵۹، ۴۱۶۰، ۴۱۶۱، ۴۱۶۲، ۴۱۶۳، ۴۱۶۴، ۴۱۶۵، ۴۱۶۶، ۴۱۶۷، ۴۱۶۸، ۴۱۶۹، ۴۱۷۰، ۴۱۷۱، ۴۱۷۲، ۴۱۷۳، ۴۱۷۴، ۴۱۷۵، ۴۱۷۶، ۴۱۷۷، ۴۱۷۸، ۴۱۷۹، ۴۱۸۰، ۴۱۸۱، ۴۱۸۲، ۴۱۸۳، ۴۱۸۴، ۴۱۸۵، ۴۱۸۶، ۴۱۸۷، ۴۱۸۸، ۴۱۸۹، ۴۱۹۰، ۴۱۹۱، ۴۱۹۲، ۴۱۹۳، ۴۱۹۴، ۴۱۹۵، ۴۱۹۶، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۰۰، ۴۲۰۱، ۴۲۰۲، ۴۲۰۳، ۴۲۰۴، ۴۲۰۵، ۴۲۰۶، ۴۲۰۷، ۴۲۰۸، ۴۲۰۹، ۴۲۱۰، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۴۲۱۳، ۴۲۱۴، ۴۲۱۵، ۴۲۱۶، ۴۲۱۷، ۴۲۱۸، ۴۲۱۹، ۴۲۲۰، ۴۲۲۱،

نازل کیا۔ کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی حد اسی طرح جانتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ نور اگر آپ مجھے یہ قسم نہ دیتے تو میں آپ کو اس کی خبر نہ دیتا۔ ہم اس حد کو جہاں جاتے ہیں، لیکن ہمارے سزوں لوگوں میں ڈٹا بکرتا ہوئے لگ سوجب ہم کسی سزہ آدمی کو پکارتے تو اس کو چھوڑ دیتے، اور جب ہم کسی معمولی آدمی کو پکارتے تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ ہم نے سوچا کہ چلو ہم ایسی سزا پر اتفاق کر لیں جس کو ہم سزہ نور غیر سزہ نوروں پر لاگو کر سکیں تو پھر ہم نے رجم (سنگسار کرنے) کی جگہ مت کاڑھ کر کے نور کو ڈسے لگانے کو مقرر کر دیا۔ سورسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے تیرے اس حکم کو زندہ کیا جس کو لوگوں نے مٹا دیا تھا۔ پھر آپ کے حکم سے اس کو رجم کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (اللہ کے کلام کو اس کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں) وہ کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ (حکم) دیا جائے تو اس کو یوں نور اگر یہ (حکم) نہ دیا جائے تو اس سے اجتناب کرو۔ (العائدہ ۳۲) (یعنی) وہ کہتے ہیں کہ (سیدنا) محمد ﷺ کے پاس جاتا اگر وہ تم کو مت کاڑھ کر کے نور کو ڈسے لگانے کا حکم دیں تو اس کو قبول کر لو اور اگر تم کو رجم کرنے کا حکم دیں تو اس سے اجتناب کرو۔ سورسول اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ دیں، سو وہی لوگ کافر ہیں۔ (العائدہ ۳۳)

جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ دیں، سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ (العائدہ ۳۵)

اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے موافق حکم نہ دیں، سو وہی لوگ فاسق ہیں۔ (العائدہ ۳۷)

یہ تمام کافروں کے متعلق ہیں۔

(صحیح مسلم، حدیث ۲۸۰۰، ۱۱۷۰۰، ۳۳۶۰، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۳۳۸، ۴۳۳۹، سنن ابن ماجہ، ۲۵۵۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نور (اے خطاب) جسے اللہ فتنہ میں ڈالتا ہے، تو تو ہرگز اس کے لیے اللہ کے مقابلہ میں کسی چیز کا ٹک نہیں ہوگا۔ (العائدہ ۳۱)

یہودیوں کے ایمان نہ لانے پر نبی ﷺ کو قتل دینا

جس کو اللہ فتنہ میں ڈالتا ہے، اس کا معنی ہے جس کو اللہ دنیا میں گمراہ نور و سوا کرنا چاہے اور آخرت میں عذاب دینا چاہے۔ تو اے خطاب! تو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے اور اس کے عذاب کو اس شخص سے دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہاں پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جب اللہ نے بندہ کو گمراہ کر دیا، تو پھر اس کو دنیا میں طاقت کیوں کی جاتی ہے؟ اور آخرت میں اس کو عذاب کیوں دیا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعد جب کوئی ایسا بندہ جرم کر لیتا ہے جس کی اللہ کے نزدیک معافی نہیں ہے، تو وہ اس کے بدل پر گمراہی کی مگر اسے دیتا ہے۔ اب کوئی خواہ مخواہ کیوں نہ کہے، وہ اس کو راجو پر نہیں لاسکتا۔

اللہ تعالیٰ سے کسی مجتہد کو طلب کہے اور مجتہد دیکھنے کے بعد پھر ایمان نہ لانے یا نبی ﷺ کی اہانت اور گستاخی کرے، تو پھر دنیا میں گمراہی اور رسوائی اور آخرت کا عذاب اس کا حقد ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دنیا میں ان کے لیے رسوائی ہے، یعنی ان پر جہر مسلط کیا جائے گا اور وہ مسلمانوں سے خوف زدہ رہیں گے، نیز فرمایا: اور آخرت میں ان کے لیے عذاب ہے، یعنی وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اس آیت میں نبی ﷺ کو قتل دی گئی ہے کہ یہودیوں اور منافقوں کے ایمان نہ لانے اور انھیں سے اطاعت نہ کرنے پر آپ مغموم نہ ہوں نور آپ یہ خیال نہ کریں کہ آپ کی تبلیغ نور پیغامِ رسالتی میں کوئی کمی ہے جو یہ ایمان نہیں لارہے نور انھیں سے اطاعت نہیں کر رہے، آپ کی تبلیغ کمال ہے اور آپ کی پیغامِ رسالتی مکمل ہے۔ دراصل ان کی عقیم ایمان اور موت دھرمیوں کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، نور اللہ نے ان کو اس قاتل میں جانا کہ ان کو آپ کے قتل میں نور لاطعات گزاروں میں شامل کرے۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ آپ پر ایمان نہیں لارہے، نور آپ کو منصب



مسلم بن صالح بیان کرتے ہیں کہ مسوق نے کسی شخص کی کسی کام میں شفاعت کی اس شخص نے یہ میں انہیں ہادی پیش کی تو مسوق بہت سخت غصیاں کھائے اور کھڑا کر مجھے معلوم ہوتا کہ تم میرا کون گے تو میں تمہارے کام میں سفارش نہ کرتا اور آئندہ کسی کام میں تمہاری سفارش نہیں کروں گا۔ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ جو شخص کسی کا حق دلانے کے لیے سفارش کرے یا کسی سے عزم دور کرنے کے لیے سفارش کرے پھر اس کو بد یہ دیا جائے جس کو وہ قبول کرے تو یہ سحت ہے۔ ان سے کہا گیا اے ابو عبد الرحمن! ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ فیصلہ کرنے پر کچھ لینا سحت ہے آپ نے فرمایا: فیصلہ کرنے پر لینا مکروہ ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: 'رگ کٹنے والے کی اجرت، زانیہ کی اجرت، بکتے کی قیمت، جلد فیصلہ کرانے کی اجرت، نبوی کی مصلحت، نرکی، جنتی کی اجرت، عظم میں رشوت، شراب کی قیمت اور مہواری کی قیمت سحت ہے۔'

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر وہ گوشت جس کو سحت (ہل) حرام نے پڑھ لیا ہو اس کے ساتھ دو دفعہ کی آگ زیادہ لٹا کر ہے۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! سحت کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا عظم میں رشوت دینا (جامع البیان، ج ۶، ص ۳۲۵-۳۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

رشوت کی اقسام اور اس کا شرعی حکم

علامہ حسن بن منصور نو زہدی (المعروف بہ القاضی غلی) حنفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

رشوت کی حسب ذیل چار قسمیں ہیں:

۱۔ منصب قضا کو حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا اس رشوت کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

۲۔ کوئی شخص اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لیے قاضی کو رشوت دے یہ رشوت جائزین سے حرام ہے، خواہ وہ فیصلہ حق اور انصاف پر مبنی ہو یا نہ ہو، کیونکہ فیصلہ کرنا قاضی کی ذمہ داری ہے اور اس پر فرض ہے۔ (اسی طرح کسی امر کو اپنا کام کرانے کے لیے رشوت دینا یہ بھی جائزین سے حرام ہے کیونکہ وہ کام اس امر کی ذمہ داری ہے۔ (سعیدی منفرد)

۳۔ اپنی جان اور مال کو عظم اور ضرر سے بچانے کے لیے رشوت دینا یہ رشوت صرف لینے والے پر حرام ہے دینے والے پر حرام نہیں ہے، اسی طرح اپنے مال کو حاصل کرنے کے لیے بھی رشوت دینا جائز ہے اور لینا حرام ہے۔

۴۔ کسی شخص کو اس لیے رشوت دی کہ وہ اس کو بد شل یا حاکم تک پہنچا دے تو اس رشوت کا لینا جائز ہے اور لینا حرام ہے۔

(الذہبی قاضی غلی حاشی اللہ علیہ، ج ۲، ص ۳۳۳، بیانی علی اللہ علیہ، ج ۸، ص ۷۷، فتح القہد، ج ۲، ص ۲۳۳، البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۳، رد المحتار، ج ۳، ص ۳۳۳، انکح القرآن، ج ۲، ص ۳۳۳)

امام ابو بکر محمد بن حسین بن یحییٰ متوفی ۵۸۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن کبریٰ، ج ۱۰، ص ۳۳۳، مسند احمد، ج ۲، رقم الحدیث ۴۴۳۳)

وہب بن منہ بیان کرتے ہیں کہ جس کام میں رشوت دینے والا گنہگار ہو تا ہے یہ وہ نہیں ہے جو اپنی جان اور مال سے عظم اور ضرر دور کرنے کے لیے دی جائے رشوت وہ چیز ہے جس میں رشوت دینے والا اس وقت گنہگار ہو تا ہے جب تم اس چیز کے لیے رشوت دو جس پر تمہارا حق نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ، ج ۱۰، ص ۳۳۳، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر وہ آپ کے پاس آئیں (تو آپ کو اختیار ہے) خواہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں، خواہ ان

سے اعراض فرمائیں اور اگر آپ ان سے اعراض کریں گے تو یہ آپ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (المائدہ: ۴۴)

اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق ائمہ اربعہ کا نظریہ

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا ہے، یہ عہد کے وہ یہود تھے جن سے نبی ﷺ نے عہد میں خیریت لانے کے بعد معاہدہ کیا تھا، یہ اہل ذمہ نہیں تھے اور جب کفار اہل ذمہ نہ ہوں تو ان کے درمیان فیصلہ کرنا ہم پر واجب نہیں ہے۔

اہل ذمہ جب ہمارے پاس اپنا مقدمہ پیش کریں تو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق اہم شافعی کے دو قول ہیں اور اگر مسلمان اور ذمی کے درمیان نزاع ہو تو ان کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے۔ علامہ محدوی نے کہا ہے کہ اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ مسلمان اور ذمی کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے۔ البتہ ذمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے۔ اہم ہلک اور اہم شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس میں حاکم کو اختیار ہے ان کا استدلال اس آیت سے ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت محکمہ ہے۔ البتہ اہم ہلک اہل ذمہ پر حد قائم کرنے کے قائل نہیں ہیں، اگر مسلمان کتابیہ کے ساتھ ذنبا کرے تو مسلمان پر حد لگائی جائے گی اور کتابیہ پر حد نہیں لگے گی۔ اگر ذنبا کرنے والے دونوں ذمی ہوں تو کسی پر حد نہیں لگے گی۔ اہم ابو حنیفہ، اہم محمد بن حسن شیبانی اور دیگر کا یہی مذہب ہے۔ اہم ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ ان کو کوڑے لگائے جائیں گے اور ان کو رجم نہیں کیا جائے گا۔ اہم شافعی اور اہم ابو حنیفہ و غیر حمانی نے کہا ہے کہ اگر وہ ہمارے فیصلہ پر راضی ہوں تو ان پر حد لگائی جائے گی۔

ابن خوطب متروک نے کہا ہے کہ جب ذمی ایک دوسرے پر زیادتی کریں تو اہم ان کو طلب نہیں کرے گا، بلکہ اگر وہ ایسی کارروائی کریں جس سے ملک میں فساد اور اغرائی ہو، مثلاً وہ لوگوں کو قتل کریں اور لوٹ مار کریں، تو پھر اہم اس کا سد باب کرے گا، لیکن ان کے جہاد کی قرضوں، مطلق اور دیگر نجی معاملات میں اہم ان کی مرضی کے بغیر فیصلہ نہیں کرے گا، البتہ اگر وہ علی الاعلان شراب فروخت کریں یا زنا کریں یا اور کوئی برا کام کریں، تو ان کو اس سے روکا جائے گا، تاکہ اس سے مسلمانوں کے اخلاق نہ بگڑنے پائیں۔

عمر بن عبد العزیز اور عقیلی نے یہ کہا ہے کہ زیر بحث آیت دوسری آیت سے منسوخ ہو گئی ہے، وہ آیت یہ ہے:

وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ ۚ وَآپ ان کے درمیان اللہ کے نازل کیے ہوئے

(المائدہ: ۴۹)۔ (قرآن) کے مطابق فیصلہ کیجئے۔

اہم زہری نے کہا ہے، اس پر عمل ہوتا ہے کہ اہل کتاب کو ان کے حقوق اور ذوات کے معاملات میں ان کے دینی احکام کی طرف لوٹایا جائے گا، بلکہ اگر وہ اللہ کے حکم سے اعراض کریں تو انہیں اللہ کے حکم کی طرف لوٹایا جائے گا۔ علامہ سرقندی نے کہا ہے قول اہم ابو حنیفہ کے قول کے مطابق ہے کہ جب تک وہ ہمارے فیصلہ پر راضی نہ ہوں، ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور اہم نحاس نے ان کا منسوخ میں زیر تفسیر آیت کے متعلق کہا ہے کہ یہ (المائدہ: ۴۹) سے منسوخ ہے، کیونکہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب نبی ﷺ ابتداً مدینہ میں آئے تھے۔ اس وقت مدینہ میں یہودی بہت زیادہ تھے اور اس وقت کے حالات کے یہی مناسب تھا کہ انہیں ان کے احکام کی طرف لوٹایا جائے، اور جب اسلام قوی ہو گیا تو اللہ عز و جل نے یہ آیت نازل کی اور آپ ان کے درمیان اللہ کے نازل کیے ہوئے (قرآن) کے مطابق فیصلہ کیجئے، حضرت ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، زہری،

عمر بن عبد العزیز اور سدی کا یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا صحیح قول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:  
 حَتَّىٰ يُمِطُوا الصَّيْرَةَ عَنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَهُمْ صَاغِرُونَ  
 حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں، اور آئنا تک وہ ذلیل  
 (المائدہ: ۴۹) ہوں۔

ان کے ذلیل ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان پر مسلمانوں کے احکام جاری کیے جائیں اور ان کو ان کے احکام کی طرف نہ لوٹایا جائے اور جب یہ واجب ہے تو زیر تفسیر آیت کا منسوخ ہونا واجب ہوا۔ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے اس میں ان کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب اہل کتاب امام کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کریں تو امام کے لیے اس کا فیصلہ کرنے سے اعراض کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ جب عورت اور اس کا خلیفہ آئے تو امام ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کرے اور اگر صرف عورت آئے اور اس کا خلیفہ راضی نہ ہو تو فیصلہ نہ کرے۔

(المباح احکام القرآن ج ۳ ص ۱۳۳-۱۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)  
 قاضی عبداللہ بن عمر بنیولوی شافعی حنفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

جب قاضی کے پاس اہل کتاب (ذی) مقدمہ دلا کر کریں تو اس پر فیصلہ کرنا واجب ہے یا اس کو فیصلہ کرنے پانہ کرنے کا اختیار ہے۔ امام شافعی کا یہ قول یہ ہے کہ اس کو اختیار ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر فیصلہ کرنا واجب ہے کیونکہ ہم نے جزیہ لے کر ان سے ظلم کو دور کرنے کا التزام کیا ہے اور یہ آیت اہل ذمہ کے متعلق نہیں ہے۔

(انوار التفسیر ج ۱ ص ۲۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ)  
 علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنفی حنفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے کہا صحیح یہ ہے کہ یہ آیت سورۃ المائدہ ۴۹ سے منسوخ ہے اور اسے عام پر لازم ہے کہ جب اس کے پاس اہل ذمہ مقدمہ لائیں تو وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ، عطاء، مجاہد، سہرہم اور سدی کا یہی قول ہے۔

(ازاد المسیر ج ۲ ص ۳۶۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)  
 علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی، صاحب منی متوفی ۷۴۰ھ لکھتے ہیں:

زیر بحث آیت فان جاء وکف صاحبک ببسهم او اعرض عنهم (المائدہ ۴۹) سے ظاہر ہے کہ اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنے پانہ کرنے کا حکم کو اختیار ہے لیکن یہ اختیار اس کے بعد مائل ہونے والی آیت وان احکم ببسهم بمسالہ انزل اللہ (المائدہ ۴۹) سے منسوخ ہو گیا۔ نیز اختیار کے منسوخ ہونے پر یہ آیت بھی دلائل کرتی ہے:

وَسَنَ نَسْأَلُكَ بِمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فَاعْلَمْ أَنَّكَ مُعْذِرٌ لَّنَا  
 اَلْكَافِرُونَ (المائدہ: ۴۳)  
 سو جس نے اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ نہیں کیا وہ اس و معذرت کا حقد حق ہو گیا۔

یہ بھی اہل ہے کہ پہلے یہ آیت مائل ہوئی فان جاء وکف صاحبک ببسهم او اعرض عنهم (المائدہ: ۴۹) اس وقت یہودیوں کو ذی نہیں قرار دیا تھا اور نہ ان پر جزیہ فرض کیا گیا تھا اور جب اللہ تعالیٰ نے ان سے جزیہ لینے کا حکم دیا اور ان پر اسلام کے احکام جاری کیے تو پھر ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے مائل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۲۳۵ مطبوعہ مکتبہ السیئ، کتب خانہ لاہور ۱۳۰۰ھ)  
 خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک زیر بحث آیت (المائدہ: ۴۹) منسوخ ہو گئی ہے اور ابتداء اسلام میں



حاکم کو یہ اختیار تھا کہ جب اہل کتاب اپنا مقدمہ پیش کریں تو وہ من کے درمیان فیصلہ کرے یا نہ کرے، لیکن اب یہ اختیار منسوخ کر دیا گیا اور اب حاکم پر من کے درمیان فیصلہ کرنا واجب ہے۔ لیکن من کے عائلی کاروباری اور نجی معاملات میں مسلمان حاکم مداخلت نہیں کرے گا اور وہ ان معاملات میں اپنے مذہب کے مطابق اپنے عقائد سے فیصلہ کرائیں گے۔ البتہ اگر وہ مکمل عام ایسے کلام کریں جس سے ملک کے امن اور سلامتی کو خطرہ لاحق ہو، یا بے حیائی اور بد چلتی کو فروغ ہو تو پھر مسلمان حاکم ان کو اس سے روک دے گا اور جب وہ از خود اپنا کوئی مقدمہ مسلمان حاکم کے سامنے پیش کریں تو اس پر من کے درمیان عدل سے فیصلہ کرنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے ملائکہ من کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے باوجود وہ روگردانی کرتے ہیں اور وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ (المائدہ ۴۳)

موجودہ تورات میں آیت رجم اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ زندا کرنے والوں کے لیے رجم (سنگسار) کرنے کا حکم تورات میں موجود ہے اور اس سے پہلے ہم صحیح مسلم حدیث نمبر (۲۴۸۸) ۴۷ ۴۳ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ جب نبی پیچھے کے پاس یہودی دو زانیوں (مرد اور عورت) کا مقدمہ لے کر آئے تو نبی پیچھے نے فرمایا تورات کو پڑھو جب یہودی عالم نے تورات کو پڑھا شروع کیا تو اس نے رجم کی آیت پڑھنا ہاتھ رکھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے رسول اللہ پیچھے سے عرض کیا اس سے فرمائیں یہ اپنا ہاتھ ہٹائے، ہاتھ ہٹایا تو اس کے پیچھے رجم کی آیت تھی۔ اس موقع پر یہ آیت بتائی ہوئی اور اب ۱۳۱ سال گزر گئے اس عرصہ میں تورات میں بہت تحریکات کی گئیں، لیکن یہ قرآن کا تجزیہ ہے کہ تورات میں آج بھی یہ آیت اسی طرح موجود ہے۔

پھر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے تو وہ اس لڑکی کو اس کے کہنے کے گھر کے دروازہ پر نکل لائیں، اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے، کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں ہاتھ پن کھیلے تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا اگر کوئی مرد کسی شہر والی عورت سے زندا کرتے پکڑا جائے تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں، یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی۔ یوں تو اسرائیل میں سے ایسی برائی دفع کرنا۔

اگر کوئی کنوارا لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی ہو اور کوئی دوسرا اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے تو تم دونوں کو اس شہر کے چٹان پر نکل لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں، لڑکی کو اس لیے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لیے کہ اس نے اپنے ہمسلایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا، یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔

(کتاب حدیث (م احمد ناصر) استثناء، باب ۲۲ - آیت ۲۳ - ۲۱ - آیت ۱۸، مطبوعہ بائبل سوسائٹی لاہور)

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ

جیسا کہ ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے اور اس کے نبی جو ہمارے پیغمبر تھے

الَّذِينَ اسْلَمُوا لِلدِّينِ هَادُوا أَوِ النَّبَرَانِيُونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا

اس کے مطابق یہودی کا فیصلہ کرتے رہے، اور اللہ والے اور علماء (فیصلہ کرتے رہے) کیوں کہ ان سے

اسْتَحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَتَّبِعُوا

کتاب اللہ کی حفاظت کرانی چاہی تھی ، اور وہ اس پر گواہ تھے ، سو تم لوگوں سے نہ ڈرو

النَّاسَ وَأَخْشَوْنَ وَلَا تَتَّبِعُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَمَنْ لَمْ

بدم سے ڈرو ، اور میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو ، اور جو اللہ کے نازل

يَحْكُمُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿۳۴﴾ وَكُتِبَ عَلَيْكُمْ

کیسے برے (احکام) کے موافق فیصلہ د کریں سو وہی لوگ کافر ہیں ۳۴ ○ اور ہم نے ان پر تورات

فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ

میں یہ فرض کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ، اند آئندہ کا بدلہ آنندہ ، اور ناک کا بدلہ ناک

بِالْأَنْفِ وَالْأَذْنَ بِالْأَذْنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ

اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت ہے اور زخموں میں بدلہ

قِصَاصٌ مِمَّنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ

ہے ، تو جس نے عرصی سے بدلہ دیا تو وہ اس (کے گناہ) کا کفارہ ہے ، اور جو اللہ کے نازل کیے

بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۳۵﴾

ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ د کریں سو وہی لوگ ظالم ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے۔ (طحا ۳۴)

شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا

اس آیت میں ہدایت سے مراد احکام شریعہ ہیں اور نور سے مراد اصول اور عقائد ہیں۔ دو سرائق یہ ہے کہ ہدایت سے مراد دین حق کی طرف رہنمائی ہے اور نور سے مراد حق انکام کو کھول کر بیان کرنا ہے جو حق پر مبنی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ہدایت سے مراد مسافری ہیں جن کو وہ نمی پہنچھ سے پہنچتے تھے اور نور سے مراد اس ہلت کا بیان ہے کہ نمی پہنچھ برحق نمی ہیں۔ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ہم سے پہلی شریعت بھی ہم پر لازم ہے نہ کہ فقہ اس کا منسوخ ہو نام کو معلوم ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تورات میں ہدایت اور نور ہے مگر تورات کے احکام حجت نہ ہوں تو ہدایت اور نور نہیں رہے گی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ ذرائع کا جو مقدمہ لے کر یہ ہمارے نمی پہنچھ کے پاس آئے ہیں انبیاء سابقین جو اللہ تعالیٰ کے مبلغ اور فرماہوار تھے انہی سے احکامات کا نور کے مطابق فیصلے کرتے رہے ہیں اور ان کو لوہا اور طلا بھی اس کے

مطابق فیصلہ کرتے رہے ہیں، اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے ان ذاتوں کے متعلق جو رحم کا فیصلہ کیا ہے، وہ بھی تو رات کے مطابق ہے، اور ان علماء سے تو رات کی حفاظت کرائی گئی ہے اور یہ علماء اس کی شہادت دیتے تھے کہ ہمیں نے جو یہودیوں کے مقدمات میں تو رات کے مطابق فیصلہ کیا ہے، وہ صحیح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ وہ اللہ والے اور علماء نبی ﷺ کے متعلق شہادت دیتے تھے کہ آپ اللہ کے برحق نبی ہیں، آپ پر اللہ کی طرف سے حکام نازل ہوئے ہیں، اور یہودیوں کے اس مقدمہ میں آپ نے جو فیصلہ کیا ہے، وہ صحیح ہے اور تو رات کے مطابق ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود کے علماء اور راہبوں سے فرمایا: سو تم لوگوں سے نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو اور میری آنکھوں کے بدلہ میں تمہاری قیمت نہ لو، یعنی امیر لوگوں پر اللہ کی حدود نافذ کرنے کے سلسلہ میں تم یہ خوف نہ کرو کہ پھر تمہارے خزانے اور وقفے جو امیروں سے ملتے تھے، وہ ہٹ ہو جائیں گے، بلکہ اس بات سے ڈرو کہ اگر تم نے اللہ کی حدود کو نافذ نہ کیا اور امیروں کے خزانوں کے لالچ میں تو رات کی آنکھوں کا لفظ مطلب بیان کیا تو پھر آخرت میں تم کو مت ہو ناک اور دائمی عذاب ہو گا۔ اس آیت کے اس حصہ سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ تو رات کے جو احکام قرآن اور حدیث میں بغیر انکار کے بیان کیے گئے ہیں، وہ بھی ہم پر حجت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں، سو وہی لوگ کافر ہیں۔

(المائدہ: ۴۴)

### قرآن کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کا کفر ہونا

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے موافق حکم نہ کرنا کلمہ کبیرہ ہے، کفر نہیں ہے۔ اور اس آیت میں اس کو کفر قرار دیا ہے، اور اس سے یہ ظاہر و خارج کے لزوم کی تائید ہوتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص جائز اور حلال سمجھتے ہوئے اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے موافق فیصلہ نہ کرے، وہ کافر ہے اور اس آیت سے بھی مراد ہے، اور یا اس سے مراد یہ ہے کہ جو قرآن کا انکار کرتے ہوئے یا قرآن کا رد کرتے ہوئے یا قرآن مجید کی توجہ نہ کرتے ہوئے، اس کے موافق فیصلہ نہ کرے، وہ کافر ہے۔ یا اس سے مراد ہے کہ جو شخص اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے موافق فیصلہ نہ کرے، وہ کافر کے مشابہ ہے۔ ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت کا سیاق و سباق یہود کے متعلق ہے، سو یہ دھیرے یہود کے بارے میں ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں، سو وہی لوگ کفار ہیں۔ (المائدہ: ۴۵) اور اس کے بعد فرمایا: اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق فیصلہ نہ کریں، سو وہی لوگ کافر ہیں۔

(المائدہ: ۴۵)

اور من آئندہ کا معلوم عام ہے، کیونکہ قرآن مجید کے موافق فیصلہ نہ کرنا ظلم اور فساد ہے، خواہ فیصلہ نہ کرنے والا مسلمان ہو یا یہودی ہو یا عیسائی۔

- ۱۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکام پر تین باتیں فرض کی ہیں۔  
۱۔ فیصلہ کرنے میں اپنی نفسانی خواہشات کی ابتلا نہ کریں، بلکہ اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ کریں۔
- ۲۔ فیصلہ کرنے میں لوگوں سے نہ ڈریں، نہ ڈریں، نہ ڈریں۔
- ۳۔ اللہ کی آنکھوں کے بدلہ میں تمہاری قیمت نہ لیں۔

اس کا معنی یہ ہے کہ رشوت یا نذرانہ لے کر عدل کو ترک کر کے بے انصافی سے فیصلہ نہ کریں، اس سلسلہ میں یہ حدیث پیش نظر رکھنی چاہیے:

امام احمد بن علی التہمی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قرلیماتم میں سے کسی شخص کو نوگوں کا خوف حق گوئی یا تعلیم نصیحت کرنے سے باز نہ رکھے، جب اس کا علم ہو گیا کہ یہ خوف نہ موت کو نذر ایک کر سکتا ہے نہ رزق کو دور کر سکتا ہے۔

اسناد ابو یعلیٰ 'ج' ۲، رقم الحديث: ۱۳۸، التكم للاوسط 'ج' ۲، رقم الحديث: ۲۸۵، المطاب العالی ۲۵۶، حاشیہ المثنیٰ کے نام ہے کہ  
اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد 'ج' ۲، ص ۴۴۴، ۴۴۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان پر توریت میں یہ فرض کیا تھا کہ جن کا بدلہ جان لو، آگے کا بدلہ آگے اور ناک کا بدلہ ناک اور کھن کا بدلہ کھن اور دانت کا بدلہ دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔ (المائدہ: ۳۵)

قصاص کے حکم کا شان نزول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں جب بنو قریظہ نے یہ دیکھا کہ یسوعی کلب میں رجم کو چماتے تھے اور نبی پیچیدہ نے ان کے درمیان رجم کا فیصلہ کر دیا تو بنو قریظہ نے کہا اسے مہاجر پیچیدہ ہمارے درمیان اور ہمارے بھائی بنو نضیر کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ نبی پیچیدہ کے تشریف لائے سے پہلے بنو نضیر اپنے آپ کو بنو قریظہ سے افضل "برتر اور عزت دار" سمجھتے تھے۔ اگر بنو نضیر میں سے کوئی شخص بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو وہ اسے آدمی مت دیئے تھے اور اگر ان کے کسی فرد کو بنو قریظہ کا کوئی شخص قتل کر دیتا تو اس سے پوری مت لیتے تھے۔ نبی پیچیدہ نے قرینا قریظہ کا خون نضیری کے برابر ہے۔ یہ سن کر بنو نضیر غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے کہا ہم رجم کے معاملہ میں آپ کی اطاعت نہیں کریں گے اور ہم اپنی حق حدود کو جاری کریں گے۔ جن پر پہلے حمل کرتے تھے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کیا تم جاہلیت کے حکم کو طلب کر رہے ہو؟ (الاحزاب: ۵۰) اور یہ آیت نازل ہوئی اور ہم نے ان پر قرآن پڑھ دیا۔ یہ فرض کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ۔ (الاحزاب: ۵۱)

می کے بدلے مسلمان کو قتل کرنے میں مذاہب فقہاء

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے اور اس میں مسلمان یا کافر کی قید نہیں رکھ لی۔ اس لیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان نے ذی کافر کو قتل کر دیا تو اس کے بدلہ میں مسلمان کو قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ اس آیت کے عموم اور اخلاق سے واضح ہو تا ہے اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ یہ فرماتے ہیں کہ ذی کافر کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ان کلامہ لال اس حدیث سے ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

ابو حنیفہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا آپ کے پاس ایسی کوئی چیز ہے جو قرآن میں نہ ہو؟ حضرت علیؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو کچر اور مدح کو بیدار کیا ہمارے پاس قرآن کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ سو اس قسم کے جو قرآن کو سمجھنے کے لیے دی گئی ہے، اور ہمارا اس کے جو اس حنیفہ میں ہے۔ میں نے پوچھا اس حنیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا بہت اور قیدیوں کو چھڑانے کے احکام اور یہ حکم کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(مصحح بلادی : ج ۳، رقم المحدث : ۳۰۴، ج ۸، رقم المحدث : ۳۰۳، سنن ترمذی : ج ۳، رقم المحدث : ۱۶) /  
سنن نسائی : رقم المحدث : ۵۸۸، سنن ابن ماجہ : ج ۲، رقم المحدث : ۳۵۸، مسند احمد : ج ۲، رقم المحدث : ۱۷۹۳

اللہ اعلم اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث میں کافر سے مراد کافر حلی ہے یعنی کافر حلی کے بدلے میں

مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا، تاکہ قرآن مجید اور حدیث میں تضاد نہ ہو اور قرآن کے عموم کو تنقید کرنے کے بجائے حدیث کو تنقید کر کے قرآن مجید کے تابع کرنا اصول کے مطابق ہے۔ امام اعظم کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام علی بن عمر دار قطنی حنفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کو ایک معابد (جس کا فرسے معابد ہوا ہو) کے بدلہ میں قتل کر دیا اور فرمایا جو لوگ اپنے معابد کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے بڑھ کر کرم ہوں۔

(سنن دار قطنی، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۲۳۲، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۸، ص ۳۰)

عبد الرحمن بن البیہقی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس مسلمان سے قصاص لیا جس نے ایک یہودی کو قتل کر دیا۔ مدلی نے کہا مسلمان سے ذی کا قصاص لیا اور فرمایا جو لوگ اپنے حد کو پورا کریں میں ان میں سب سے زیادہ کرم ہوں۔

(سنن دار قطنی، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۲۳۳)

عبد الرحمن بن البیہقی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ذی کے بدلہ میں اہل قبیلہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا اور فرمایا جو لوگ اپنے حد کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے زیادہ کرم ہوں۔

(سنن دار قطنی، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۲۳۴)

ہر چند کہ ان احادیث کی اسانید ضعیف ہیں لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ احادیث حسن ضمیرہ ہیں اور لائق استدلال ہیں جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اصل استدلال قرآن مجید سے ہے اور یہ احادیث تائید کے مرتبہ میں ہیں۔

تورات میں قرآن مجید کی صداقت

قرآن مجید نے تورات کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے۔ (الح) یہ آیات اہل نبی تورات میں موجود ہیں اور جو کوئی کسی آدمی کو مار ڈالے وہ ضرور جان سے مارا جائے اور اگر کوئی شخص اپنے ہمسلہ کو عیب دار بنادے تو جیسا اس نے کیا ویسا اس سے کیا جائے۔ یعنی قصو توڑنے کے بدلہ میں قصو توڑنا ہو اور آنکھ کے بدلہ آنکھ اور دانت کے بدلہ دانت، جیسا صاحب اس نے دوسرے آدمی میں پیدا کر دیا ہے ویسا اس میں بھی کر دیا جائے۔

(ابو احمد ہاشم، اہبار، باب ۲۳، آیت ۲۰-۲۱-۱۸، کتاب مقدس، ص ۱۱۸، مطبوعہ لاہور)

اور تھ کو ذرا ترس نہ آئے۔ جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں

ہو۔ (ابو احمد ہاشم، التثابہ، باب ۸، آیت ۲۱، کتاب مقدس، ص ۱۱۵، مطبوعہ لاہور)

یہ نکلوں سب مگر گئے تورات میں بہت زیادہ تحفظات کی گئی ہیں۔ اس کے باوجود قرآن مجید نے تورات کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ آج بھی تورات میں اسی طرح موجود ہے اور یہ قرآن مجید کے صلوق اور برحق ہونے کی بہت قوی دلیل ہے، حالانکہ یہودی اس آیت کو تورات سے نکل سکتے تھے اور پھر مسلمانوں سے کہتے کہ قرآن نے یہ کہا ہے کہ تورات میں یہ حکم ہے، حالانکہ تورات میں یہ حکم نہیں ہے، لیکن وہ ایسا نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے مخالفین کے ہاتھوں سے اس آیت کی حفاظت کرائی جو قرآن مجید کی صداقت ہے۔

اعضاء کے قصاص کی کیفیت میں مذہب اربعہ

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی حنفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

آنکھ کا بدلہ آنکھ ہے ہمارے نزدیک اس کا یہ معنی ہے کہ ایک آنکھ پر پانی پاندھ دی جائے اور بیشہ گرم کر کے دوسری آنکھ

پر رکھ دیا جائے حتیٰ کہ اس کی روشنی چلی جائے۔ کیونکہ جس شخص نے کسی کی آنکھ نکالی ہے اس کی آنکھ نکال دی جائے تو پورا بدلہ نہیں ہو گا اور قیاس کا تقاضا پورا نہیں ہو گا کیونکہ قصاص کا معنی ہے کسی شے کی مثل لیکن اسی طرح پوری ناک میں بھی قصاص متصور نہیں ہے کیونکہ ہڈی میں قصاص نہیں ہو سکتا البتہ اگر ناک کا صرف نرم حصہ کاٹا ہے تو اس میں قصاص لیا جائے گا۔ امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر ناک کا جڑ سے کاٹ دی گئی ہے تو اس میں قصاص لیا جائے گا۔ اسی طرح اگر ناک کا جڑ سے کاٹ دیا ہے تو اس میں بھی قصاص لیا جائے گا اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کی ناک، زبان یا آنکھ کا جڑ سے کاٹ دیا ہے تو اس میں قصاص نہیں لیا جائے گا۔ (کیونکہ یہ اعضاء دوسرے اعضاء کی مثل اور مسلول نہیں ہوتے) اگر کلن کاٹ دیا جائے تو اس میں قصاص لیا جائے گا۔ اسی طرح دانت میں بھی قصاص لیا جائے گا اور دانت کے علاوہ اور کسی ہڈی میں قصاص نہیں لیا جائے گا۔

(الحکام القرآن ج ۲ ص ۳۳۳ مطبوعہ سبیل الایضی لاہور ۱۳۰۰ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بن حنبلہ شافعی حنفی ۷۸۵ھ لکھتے ہیں:

آنکھ کے بدلہ آنکھ، ناک کے بدلہ ناک، کلن کے بدلہ کلن اور دانت کے بدلہ دانت کو نکال دیا جائے گا۔

(الانوار التنزیلی مع انکشاف روئی ج ۲ ص ۳۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۶ھ)

علامہ عبداللہ بن قدامہ مقدسی حنبلی حنفی ۳۸۰ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی ان اعضاء میں قصاص لیا جائے گا۔

(الکافی فی فقہ الامام احمد ج ۳ ص ۲۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ۱۳۱۳ھ)

علامہ قرطبی مالکی حنفی ۳۸۸ھ نے لکھا ہے کہ ان اعضاء کے قصاص میں ظاہر قرآن پر عمل کرنا کافی ہے۔

(المجامع الحکام القرآن ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

### بدلہ نہ لینے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: 'جو جس نے خوشی سے بدلہ دیا تو وہ اس (کے گنہگار کا کفارہ ہے)۔' (المائدہ: ۳۵)

اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اگر جہنمت (جرم) کرنے والے نے توبہ ہو کر خود کو خوشی کے ساتھ حد کے لیے پیش کر

دیا تو اس کا یہ عمل اس کے گنہگار کا کفارہ ہو جائے گا۔ امام مسلم حضرت عبداللہ بن اصلمت چرخڑ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے ہم سے عہد لیا ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، پھرتی نہ کریں، زنا نہ کریں اور کسی کو ناحق قتل نہ کریں۔

جس نے یہ عہد پورا کیا اس کا اجر اللہ کے ذمہ (اگر ہم پر ہے اور جس نے ان میں سے کوئی کام کیا اور اس پر حد جاری ہوئی تو یہ اس

کے گنہگار کا کفارہ ہے۔) (صحیح مسلم ج ۳ ص ۴۴۴) بخاری ج ۴ ص ۴۴۴ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اگر بدلہ لینے والے نے جہنمت (جرم)

کرنے والے کو معاف کر دیا اور اس سے بدلہ نہ لیا تو اس کا یہ عمل اس کے گنہگاروں کا کفارہ ہو جائے گا۔

قرآن مجید میں اس کی تائید یہ آیت ہے:

فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ

(الشوری: ۴۰) (ذمہ اگر ہم پر ہے۔)

اور اس کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابو یحییٰ بن محمد بن یحییٰ ترمذی حنفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

ابو اسر بیان کرتے ہیں کہ قریش کے ایک شخص نے انصار کے ایک شخص کا ذات توڑ دیا، انصاری نے حضرت معلوہ جریجی کے پاس مقدمہ پیش کیا کہ حضرت معلوہ نے اس سے کیا ہم جنس راضی کریں گے۔ اس قریشی نے حضرت معلوہ سے بہت متانت کی کہ اس سے بدلہ نہ لیا جائے، حضرت معلوہ نے اس انصاری کو بہت کھینچا، لیکن اس کو بدلہ نہ لینے پر راضی نہ کر سکے۔ پھر حضرت معلوہ نے اس سے کہا تم اس سے بدلہ لے لو۔ اس مجلس میں حضرت ابو الدرداء جریجی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے، جس کو میں نے اپنے نکلوں سے خود سننا اور میرے دل نے یاد رکھا۔ آپ نے فرمایا جس شخص کوئی تکلیف پہنچے اور وہ اس کو صدقہ کر دے تو اللہ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ انصاری نے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے خود یہ حدیث سنی ہے۔ حضرت ابو الدرداء نے کہا میں نے اپنے نکلوں سے خود سننا اور میرے دل نے یاد رکھا تب انصاری نے کہا میں اس کا بدلہ چھوڑتا ہوں۔ حضرت معلوہ نے کہا ہم جنس بھی عروہ میں کریں گے، پھر اس کو بل دینے کا حکم دیا۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحديث ۳۵۸، سنن ابن ماجہ، رقم الحديث ۳۷۳، سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۴۷۴، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸، ص ۵۵، جامع البیان ج ۲، ص ۳۵۳)

نیز امام احمد بن حنبل متنی ۳۱۱ اور روایت کرتے ہیں:

حضرت عباد بن الصامت جریجی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس شخص کے جسم میں کوئی زخم لگے اور وہ اس کو صدقہ کر دے تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کے برابر اس کے گناہ مٹا دے گا۔  
(اطلاہ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مسند احمد، تحقیق ابو شاکر ج ۲، رقم الحديث ۴۷۴، معلوہ دار الحديث ۴۷۴)

**وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ**

اور ہم نے ان (نبیوں) کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اس قرأت کی تصدیق کرنے والے تھے

**يَدَّيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَإِنَّمَا إِلَهُ الْنُجُيلِ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ لِّلَّذِينَ**

جو ان کے سامنے تھے، اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی جس میں ہدایت اور نور تھا، اور وہ

**مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَنُورٌ لِّلَّذِينَ**

اس قرأت کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان کے سامنے تھے، اور وہ (انجیل) متین کے لیے ہدایت اور

**لِّلْمُتَّقِينَ ۝ وَلِيَحْكُمَ أَهْلُ الْإِنجِيلِ إِنَّمَا أُنْزِلَ اللَّهُ فِيهِ ذِكْرُ**

نہایت متقی ۝ اور اہل انجیل اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے، اور

**مَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝**

جو کسی اللہ کے نازل کئے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ فاسق ہیں ۝ اور

أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ

دوسرے رسولِ کرم، ہم نے یہ کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل کی ہے اور اس کے سامنے جو (آسمانی) کتاب ہے اس

الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ

کی تعمیل کرنے والی ہے اور اس کی مخالفت ہے، تو آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کیجیے

أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شَرْعَةً

اور آپ کے پاس جو حق آیا ہے اس سے اعراض نہ کریں کہ ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے

وَمِنْهَا جَاذًا وَكَوْشَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ

ایک ایک شریعت اور دماغ راہِ عمل بنائی ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن اس نے تمہاری آزمائش کے لیے

فِي مَا أَنْتُمْ فِيهِ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ

(ایک ایک) احکام میں، اس میں ایک دوسرے سے بڑھ کر نیکیاں کرو، تم سب اللہ کی طرف لوٹنا ہے، پھر وہ تمہیں ان چیزوں کی

بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ وَإِنْ أَحْكَمُ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ

ممبروں کے جان میں تم اختلاف کرتے تھے ۝ اور یہ کہ آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا

موافق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے بڑھ کر اچھاریں، کہیں یہ آپ کو ان بعض احکام سے ہٹا

أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُفْضِلَ

ذوین جہان سے آپ کی طرف نازل کیے ہیں، مہر اگر یہ روگردانی کر لی تو آپ جانیں کہ اللہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے

بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنْ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۝

سزا دینا چاہتا ہے اور یہ ملک بہت سے لوگ فاسق و فاسق ہیں ۝

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا

کیا وہ جاہلیت کا حکم طلب کرتے ہیں، اور کون سے اللہ کے لیے اللہ سے بہتر اور



لَقَوْمٌ يُؤْتُونَ<sup>ع</sup>  
(۵۰)

کس کو حکم ہو سکتا ہے ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ان (نبیوں) کے بعد یسعی بن مریم کو بھیجا جو اس تورات کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان کے سامنے تھی اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ اس تورات کی تصدیق کرنے والی تھی جو اس کے سامنے تھی اور وہ (انجیل) مستغنیٰ کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔ (المائدہ ۳۳)

آیات سابقہ سے ارتباط

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یسوع کے دو قسم کے اعراض بیان فرمائے تھے۔ ایک یہ کہ انہوں نے زمانہ حد میں تحریف کر دی تھی پھر وہ حرج میں جلا ہوئے اور اس مسئلہ میں نئی چیزیں جو حاکم بنیاد پر اور اس کے انہوں نے قصاص کے حکم میں تحریف کر دی اور بنو نصیر کے خون کی پوری ریت اور بنو موطہ کے خون کی کوئی ریت مقرر کی۔ اب اللہ تعالیٰ ان کے تیسرے اعراض کو بیان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے نبیوں و مہاتمن اور علماء کے بعد حضرت یسعی علیہ السلام کو بھیجا۔ حضرت یسعیؑ حضرت زکریا کے بعد مبعوث کیے گئے تھے۔ حضرت یسعی تورات کے صدق تھے کیونکہ بنو اسرائیل نے تورات کے جن احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا حضرت یسعی علیہ السلام نے ان احکام کو زندہ کیا۔ یہ حقیقی تصدیق ہے اور انجیل نے جو تورات کی تصدیق کی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ انجیل کے احکام تورات کے موافق ہیں۔ لہذا ان احکام کے جن کو انجیل نے منسوخ کر دیا۔ نیز فرمایا۔ انجیل مستغنیٰ کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے یعنی وہ پابندی و عمل سے منع کرتی ہے اور پسندیدہ اعمال کی طرف ہدایت دیتی ہے۔ مستغنیٰ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور ان لوگوں سے اعتبار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پکارا تھی اور اس کے عذاب کا موجب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اہل انجیل اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کریں سو ہی لوگ فاسق ہیں۔ (المائدہ ۴۳)

نزول قرآن کے بعد انجیل پر عمل کے حکم کی توجیہ

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب ہم نے عیسائیوں کو انجیل عطا کی اس وقت ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان احکام پر عمل کریں جو انجیل میں مذکور ہیں۔ اگر یہ اعراض کیا جائے کہ قرآن مجید کے نزول کے بعد انجیل پر عمل کرنے کے حکم کی کیا توجیہ ہوگی؟ اس کے چند جوابات ہیں۔ اول یہ کہ انجیل میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر جو دلائل موجود ہیں اہل انجیل کو چاہیے کہ ان دلائل کے مطابق آپ پر ایمان لے آئیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اہل انجیل ان احکام پر عمل کریں جن کو قرآن نے منسوخ نہیں کیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ انجیل کے احکام پر عمل کرنے سے مراد یہ ہے کہ انجیل میں تحریف نہ کریں جس طرح یسوع نے تورات میں تحریف کر دی ہے۔ لیکن حقیقی یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے انجیل کو نازل کیا تھا اور نزول قرآن کے بعد قرآن مجید کے علاوہ کسی آسمانی کتب پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر اسلام کے علاوہ اور کوئی دین مقبول نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے رسولِ کرم!) ہم نے آپ پر یہ کتب حق کے ساتھ نازل کی ہے اور اس کے سامنے جو (آسمانی) کتب ہے یہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس کی حفاظت ہے۔ تو اب اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اور آپ کہیں جو حق آیا ہے اس سے اعراض کر کے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ (المائدہ ۴۸)

قرآن مجید کا سابقہ آسمانی کتابوں کا محافظ ہونا

اس آیت میں قرآن مجید کو سابقہ کتب مطویہ کا محافظ اور نمبران فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تورات، زبور اور انجیل میں کی پیشی اور تحریف ہوتی رہی۔ اس لیے ان کتابوں کا آسمانی اور الہامی کتب ہونا مستحکم ہو گیا۔ اس لیے کسی ایسی مستحکم دلیل کی ضرورت تھی جس سے ان کا آسمانی کتب ہونا ثابت ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اور یہ دعویٰ کیا کہ اس میں کمی نہیں ہو سکتی۔

لَا تَأْتِيَنَّكَ السُّورَةُ الْكَافِرَةُ وَلَا تَحْطُوتُ ۝ (الحجر: ۹۰) بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے والے ہیں۔

نیز قرآن مجید نے دعویٰ کیا کہ اس میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا جاسکے فرمایا:

لَا تَأْتِيَنَّكَ السُّورَةُ الْبَاطِلَةُ مِنْ تَحْتِهَا يَدُوتُ وَلَا يَمِينُ حَلْفُهُ (الحج: ۳۲) اس میں باطل نہیں آسکتا نہ اس کے سامنے سے نہ ان کے پیچھے سے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے پہنچ فرمایا کہ کوئی شخص قرآن مجید کی یا اس کی کسی ایک سورت کی مثل نہیں لاسکتا

وَأَنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ ذَلِكَ نَبِّئْنَاهُ عَلَى عَذَّتِنَا مَا نُنْزِلُ بِهِ سُورَةٌ تَنْزِيلُهُ وَإِذْ نَحْنُ نُنْزِلُهَا فَتَرَى الْوَيْلَ مِنْهَا وَتَرَى السُّجُودَ لَهَا وَتَرَى الْكَلْبَ يَنْزِلُهَا وَتَرَى السُّجُودَ لَهَا وَتَرَى الْكَلْبَ يَنْزِلُهَا (البقرہ: ۲۳۲) اگر تم اس (کلام) کے حلقہ شک میں ہو جو ہم نے اپنے (مقدس) بندے پر نازل کیا ہے تو اس کی مثل کوئی سورت لے آؤ اور اللہ کے سوائے عافیتوں کو بھی بلاؤ، اگر تم سچے ہو۔

چودہ صدی گزر چکی ہیں اور دن بہ دن علم و فن میں ترقی ہو رہی ہے اور اسلام کے مخالف بھی بہت زیادہ ہیں، لیکن آج تک کوئی شخص قرآن مجید میں کسی کلمہ کی زیادتی نہ کر سکا نہ کسی اور نہ اس کی کسی سورت کی کوئی مثل لاسکا۔ اس لیے ہر دور میں قرآن مجید کا کلام اللہ ہونا ثابت ہو رہا اور جو تکہ قرآن مجید نے تورات، انجیل اور زبور کو آسمانی کتابیں قرار دیا ہے اس لیے ان کا رد بھی ثابت ہو گیا۔ اس طرح ظاہر ہو گیا کہ قرآن مجید سابقہ آسمانی کتابوں کا حقیق اور محافظ ہے کیونکہ اگر قرآن مجید نہ ہوتا تو محض ان کتابوں سے تو ان کا آسمانی کتابیں ہونا ظاہر نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہر دور میں ان میں تغیر اور تبدل ہوتا رہا ہے حتیٰ کہ اب وہ عبرانی نسخے بھی موجود نہیں ہیں جس عبرانی زبان میں یہ کتابیں نازل ہوئی تھیں۔

اس سے پہلے فرمایا تھا کہ وہ آپ کے پاس آئیں (آپ کو اختیار ہے کہ آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں یا ان سے اعراض کریں)۔ (المائدہ: ۳۷) اور اس آیت میں فرمایا ہے تو آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (کلام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ (المائدہ: ۴۳) اس آیت سے پہلی آیت منسوخ ہو گئی ہے یا پہلی آیت جزیہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی ہے اور دوسری آیت جزیہ کا حکم نازل ہونے کے بعد کی ہے۔ یا پہلی آیت ان اہل کتب کے حلقہ ہے جن سے ابتدا و ہجرت میں سابقہ چار اقوام اور دوسری آیت اہل ذمہ کے حلقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک الگ شریعت اور راجح رول عمل عطا کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ہم سب کو ایک امت بنا دیتا، لیکن اس نے تمہاری آزمائش کے لیے (الگ الگ) رکھا۔ (مائدہ: ۴۸) سو تم ایک دوسرے سے بڑھ کر نیکیاں کرو، تم سب نے اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے، چودہ صدیوں کی فیروں کی خبروں میں تم اختلاف کرتے تھے۔ (المائدہ: ۴۸)

شرائع سابقہ کے حجت ہونے کی وضاحت

اس آیت میں منسلح سے مراد وہ ہیں اور دین سے مراد وہ عقائد اور اصول ہیں جو تمام انبیاء عظیم السلام میں مشترک

رہے۔ مثلاً تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات 'نہیت' 'آجلی تکلیف' 'قرشتوں' 'مرنے کے بعد اٹھنے اور جزا اور سزا پر ایمان لانا اور جو احکام سب میں مشترک رہے۔ مثلاً قتل، جھوٹ اور زنا کا حرام ہونا اور شریعت سے مراد ہر نبی کے بیان کیے ہوئے عہدات اور معاملات کے مخصوص طریقے ہیں۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے 'شرائع سابقہ ہم پر حجت نہیں ہیں اور انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ہر نبی کی الگ الگ شریعت ہوتی ہے۔ اگر سابقہ شریعت ہم پر حجت ہو تو پھر ہمارے نبی کی الگ شریعت کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سابقہ شرائع کے جو احکام بغیر انکار کے ہم سے بیان فرمائے، وہ دراصل ہماری ہی شریعت ہیں، کیونکہ ہم ان کو ہمارے نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ ہم ان احکام پر اس لیے عمل نہیں کرتے کہ وہ پچھلی شریعتوں کے احکام ہیں، بلکہ ہم ان پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ ان کو ہمارے نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ مثلاً حج کے اکثر و بیشتر احوال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہی عطا فرمائے ہیں، قرآنی کتاب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، اسی طرح وہ ضو میں نلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا اور طہارت کی دیگر سنی شیئیں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں، رجم اور قصاص کے احکام تو رات میں بھی تھے اور شروع میں نبی ﷺ نے زنا کار یودیوں کو قورات کے فیصلے کے مطابق رجم کرنے کا حکم دیا اور ہم ان تمام احکام پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ یہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں بیان کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ کہ آپ اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے موافق ان کے درمیان فیصلہ کریں اور ان کی فراہم شدہ کی پیروی نہ کریں، اور ان سے ہو شیار رہیں، کہیں یہ آپ کو ان بعض احکام سے ہٹانہ دیں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کیے ہیں۔ پھر اگر یہ روگردانی کریں تو آپ جان لیں کہ اللہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے سزا عطا چاہتا ہے، اور بے شک مسرت سے لوگ ضرور قاتل ہیں۔ (المائدہ: ۴۹)

شان نزول

امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام متوفی ۳۸۵ھ کہتے ہیں:

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ کعب بن اسد، ابن سلول، عبد اللہ بن مسعود اور شام بن قیس نے ایک دوسرے سے کہا چلو (سیدنا) محمد ﷺ کے پاس جائیں۔ شاید ان کو ان کے دین سے دور نکالنے میں کامیاب ہوں۔ کیونکہ وہ بشر ہیں وہ گئے اور آپ سے کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پہنچتے ہیں کہ ہم یود کے معزز علماء اور سردار ہیں اور اگر ہم آپ کی پیروی کریں گے تو تمام یود آپ کی پیروی کریں گے اور ہماری مخالفت نہیں کریں گے، ہمارا اپنی قوم کے بعض لوگوں سے جھگڑا ہے، ہم آپ کو اس مقدمہ میں حاکم بنائیں گے۔ آپ ہمارے حق میں اور ان کے خلاف فیصلہ کریں، تو پھر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(المائدہ: ۵۰-۴۹)

(المیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۹۰-۹۱) دار احیاء التراث العربی، بیروت، جامع البیان ج ۶ ص ۳۵۸، حار الفکر، بیروت، اسباب النزول للواحیدی ص ۲۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں جزا دے گا اور ان کو قتل کرنے کی سزا عطا چاہتا ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا وہ جاہلیت کا حکم طلب کرتے ہیں اور جنہیں دیکھنے والوں کے لیے اللہ سے بہتر اور کس کا حکم

ہو سکتا ہے؟ (المائدہ ۵۰)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ یود جنہوں نے اپنے مقدس میں آپ کو حاکم بنایا اور آپ نے ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کر دیا، پھر آپ کے فیصلے سے راضی نہیں ہوئے تو کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے تھے، یعنی بت پرستوں اور مشرکوں کا فیصلہ چاہتے تھے۔ حالانکہ ان کے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے اور اس میں وہی فیصلہ مذکور ہے جو آپ نے ان کے درمیان کیا تھا اور یہی حق ہے اور اس کے خلاف کوئی اور فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان یودوں سے فرمایا جو غصہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہو اور اس کی رخصت پر یقین رکھتا ہو اس کے نزدیک اللہ کے حکم اور اس کے فیصلے سے بہتر اور کس کا فیصلہ ہو سکتا ہے؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ ایک دوسرے

بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٌ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَيَأْتِهِ مِنْهُمْ ۖ

کے دوست ہیں، تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا وہ ان ہی میں سے (شمار) ہو گا،

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۱﴾ فَتَدْرَى الَّذِينَ فِي

بہ شک اللہ عام لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۵۱ ○ سو آپ دیکھیں گے کہ جی لوگوں کے ہوں

قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ

میں افغان کی بیماری ہے وہ ان کی طرف سے کچھ ہونے والی ہے جس سے ڈرتے ہیں یہ غرض ہے کہ ہم پر کوئی گروہی

تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۖ فَعَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ

در آ جائے ہمیں قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے یا اپنی طرف سے فتح کی کرنی

عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ ﴿۵۲﴾ وَ

حالات تو انہوں نے جو کہ اپنے دلوں میں چھپایا ہے وہ اس پر پچھتائے واسے ہو جائیں ○ اور

يَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدًا

ایمان والے یہ کہیں کہ کیا یہی ہیں جنہوں نے اللہ کی ہمتیں کھا کر یہ کہا تھا کہ بہ شک ہم ضرور

أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَبَعَكُمْ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَاصْبِرُوا خَيْرَ مِّنْ

تجاربے ساقط ہیں، ان کے سب عمل ضائع ہو گئے اور وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے ○

﴿۵۲﴾ تَبَارَكَ الَّذِي مَلَكَ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ هَٰذَا الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَنَكُونُ لَهُ

بزرگوار ہے وہ جس نے سناؤ اور دیکھنا ہمارے لئے مقرر کیا اور جس نے ہمارے لئے اس کو

مَخْرُوجًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ جَعَلَ لَكُم مِّنْهُ مَوَاقِدَ مَقُودَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝۱۰۳

نکالنے والا ہے اور جس نے ہمارے لئے اس کو مخرج بنایا اور جس نے ہمارے لئے اس کو

وقف الازھر  
وقف عثمان  
وقف عبدالعزیز

۱۰۳

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَلَمْ يَزِدْكُمْ مِّنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي

اسے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے تڑپ کر جائے گا، تو مغرب اللہ اس

اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ

قوم کرے آئے گا جس کو اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی، وہ کمزوروں پر نرم ہوگی اور کمزوروں

عَلَى الْكَافِرِينَ ذِي جَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ

پر سختی ہوں گے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی لومت کے لئے اللہ کی علامت سے نہیں ڈریں گے

لَا يُمْذِكُ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۵۶﴾

یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑی رحمت والا بہت علم والا ہے ۵

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ

تمہارا دوست صرف اللہ ہے اللہ کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور

الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ﴿۵۷﴾ وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ

زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ اللہ کے سامنے راکع ہیں (۵) اور جو اللہ اور اس کے رسول

وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴿۵۸﴾

اور ایمان والوں کو دوست بنائے تو بے شک اللہ کی جماعت ہی غالب ہے ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! یہودی اور نصاریٰ کو دوست نہ بنانا، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں

سے جو ان کو دوست بنائے گا وہ ان میں سے شر ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ سو آپ دیکھیں گے کہ

جن لوگوں کے دلوں میں انصاف کی بات ہے وہ ان کی طرف سے کہنے ہوئے دوزخیں گے ہمیں یہ خدا ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ

آجائے۔ پس قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے یا اپنی طرف سے (فتح کی) کوئی علامت تو انہوں نے جو کچھ اپنے دلوں میں چھپایا ہے

وہ اس پر بچھتائے والے ہو جائیں۔ اور ایمان والے یہ کہیں کہ جنہوں نے اللہ کی قسمیں کھا کر یہ کہا تھا کہ بے شک ہم ضرور

تمہارے ساتھ ہیں، ان کے سب محل خالی ہو گئے اور وہ نقصان اٹھائے والے ہو گئے (المائدہ ۵۷-۵۸)

شان نزول

امام ابو محمد عبد الملک بن مسلم رضی اللہ عنہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ولید بن عبد اللہ بن حبیب نے بیان کیا کہ جب جو کچھ اللہ نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تو محمد اللہ بن ابی بنی سول

نے جو قیقتاً کا ساتھ دیا اور ان کی حمایت میں کھڑا ہوا۔ حضرت عہدہ بن اہصامت رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور وہ بھی بنو حنف کے لوگوں میں سے تھے جنہوں نے عبد اللہ بن ابی کی طرف سے کفن کی حمایت کرنے کا حلف اٹھایا ہوا قتلہ انہوں نے اس حلف کو توڑ دیا اور عبد اللہ عزد جل اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر کفن کے حلف سے بری ہو گئے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں اللہ سے اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی رکھتا ہوں اور ان کافروں کے حلف اور کفن کی دوستی سے بری ہوتا ہوں۔ سو حضرت عہدہ بن اہصامت اور عبد اللہ بن ابی کے متعلق سورۃ المائدہ ۳۳-۳۴ کی آیات نازل ہوئیں۔

(المسيرة التوجيهية ج ٣ ص ٥٥ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت جامع البیان ١٤١٢ هـ ص ٤٣٣ مطبوعه دار الایمکو اسباب نزول القرآن الراودي ص ٢٠٠-٢٠١ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت میں قرآن مجید کی آیات

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قطعی طور پر مسلمانوں کو کفار کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرمادیا ہے اور حسب ذیل آیتوں میں بھی اس پر دلیل ہے:

وَلَا تَرْحَبُوا إِلَى الَّذِينَ يَكْفُرُوا أَنْتُمْ كُنْتُمْ عَلَيْهِمْ لَازِقِينَ ۖ فَعَلُوا مَتَّعُونَكَ ۖ فَلَمْ يُغْنِ عَنْكُمْ مَتَاعُكُمْ ۚ فَتَكُونُ مِنَ الْكَافِرِينَ (هود: ۳۴)

عالم لوگوں سے مل جاتے نہ رکھو نہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ پہنچے گی۔

لَا تَحْبِيزُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْكَاذِبِينَ أَزْوَاجًا مِمَّنْ  
 قُتِلَ الْمُؤْمِنُونَ (ال عمران ۳۸)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بنانا۔

عَذُّوْكُمْ اَوَّلِيَّاءُ تُلْفُوْنَ اَلَيْهِمْ بِالسَّوَادِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا سَأَلَكُمْ عَنْ الْحَقِّ الْمُبْتَدِعِ ۝

تم انہیں دوستی کے پیغام بھیجے جو حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے، تم ہمارے پاس آنا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
يُوَلِّقُونَ مَنْ حَاكَمَ إِلَهُهُمُ وَسْوَئَهُ وَلَوْ كَانَ

جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے آپ  
امین اللہ اور اس کے رسول سے ہدایت رکھنے والوں کے

کفار کے ساتھ دوستی کی ممانعت میں احادیث اور آثار

امام مسلم بن الحجاج قشیری حنفی و مسعودی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سو لوہور نصاریٰ کو کہتے ہیں کہ: اسلام نہ کرو، جب تم ان میں

۷ کسی سے واحد میں ملوث اسے نگہ راستہ پہ چلنے میں مجبور کرو۔  
 (صحیح مسلم، السلام، ۳، ۵۵۵، سنن ترمذی، ج ۲، رقم الحدیث: ۴۸۸، صحیح ابن حبان، ۵۰۰، مسند احمد، ج ۳، رقم الحدیث: ۱۶۹۸)

۷۱۔ مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۴۳۵، کتاب المغزو، رقم الحديث ۱۱۱، مسند کبریٰ لمصطفیٰ ج ۱، ص ۴۴۳  
 الامام ابو یوسف، محمد بن یحییٰ بن زری حنفی، ص ۷۷، حدیث روایت کرتے ہیں۔

اور کوئی شمار کتابت نہ کیا۔

(سنن ترمذی 'ج ۳' رقم الحدیث ۲۳۰۳ سنن ابوداؤد 'ج ۲' رقم الحدیث ۳۸۳۲ مسند احمد 'ج ۲' رقم الحدیث ۳۳۶۶ شعب

الایمان 'رقم الحدیث ۴۳۸۶)

امام ابو بکر محمد بن حسین رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر بن عبد اللہ کھلی جڑی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مشرکین کے ساتھ ٹھہرا اس کی ذمہ داری میں ہے۔ (شعب الایمان 'ج ۲' رقم الحدیث ۳۰۰۳ دار الکتب العلمیہ 'ج ۲' ص ۳۳۰)

حضرت انس بن مالک جڑی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنی انگوٹھوں میں حلی کو نقش نہ کرو اور مشرکین کی آگ سے روشنی حاصل نہ کرو۔ حضرت انس نے اس کی تفسیر میں فرمایا یعنی تم اپنی انگوٹھوں میں محمدؐ کے لکھو اور اپنے معاملات میں مشرکین سے متوازن نہ کرو۔ (شعب الایمان 'ج ۲' رقم الحدیث ۴۳۸۶)

عیاض اشعری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس ایک نصرانی کتاب تھی حضرت عمرؓ جڑی اس کی کتابت سے منع فرما دی تھی۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا وہ نصرانی ہے تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا حضرت عمرؓ نے مجھے انکار اور میری رائے پر ضرب لگائی اور فرمایا اس کو نکل دو اور یہ آیت پڑھی اے ایمان والو! اپنے گور میرے دشمن کو دوست نہ بنانا۔ (المستزاد: ۱) اور یہ آیت پڑھی:

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بنانا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا وہ ان ہی میں سے شمار ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (المائدہ: ۵۱)

حضرت ابو موسیٰ نے کہا یہ خدا میں اس سے دوستی نہیں رکھتا یہ صرف کتابت کرنا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تمہیں مسلمانوں میں کوئی کتاب ملے گا؟ جب اللہ نے ان کو دودھ کر دیا ہے تو تم ان کو قرب نہ کرو۔ اور جب اللہ نے ان کو خلیفہ قرار دیا ہے تو تم ان کو امین نہ بنانا؟ اور جب اللہ نے ان کو ذلیل کیا ہے تو تم ان کو عزت مت دو۔ سنن کبریٰ کی کتاب التہام میں ہم نے اس حدیث کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (شعب الایمان 'ج ۲' رقم الحدیث ۳۸۳۲)

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ جڑی نے فرمایا اللہ کے دشمنوں یہود اور نصاریٰ سے ان کی عیدوں اور ان کے اجتماع کے دنوں میں ان سے اجتناب کرو کیونکہ ان پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے مجھے خدا ہے کہ تم پر بھی وہ غضب نہ آ جائے اور ان کو پسند نہ آئے۔ (سنن ترمذی 'ج ۲' رقم الحدیث ۳۸۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے مجھوں کے ملک میں ٹھہرنا پائی اور ان کے نو روزہ اور عریان کو مٹایا اور ان کی مخالفت اختیار کی اور اسی طریقہ پر عمر کا وہ قیامت کے دن اسی طرح اٹھایا جائے گا۔

(شعب الایمان 'ج ۲' رقم الحدیث ۴۳۸۶)

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر بن عبد اللہ جڑی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شہم کی طرف ایک لشکر بھیجا وہاں کے لوگوں نے مسجدوں میں پناہ لی شروع کر دی۔ لشکر نے ان کو جلدی جلدی قتل کرنا شروع کر دیا جب نبی ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے لیے آدمی دے کر حکم فرمایا اور فرمایا میں تمہیں مسلمانوں سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کہیں ہے؟ آپ نے فرمایا ان دونوں کے (جولوگوں کی) آگ انہیں نہ دکھائی دے۔

حضرت سرور بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مشرکین کے ساتھ سکونت نہ کرو نہ ان کے ساتھ جمع ہو، جس نے ان کے ساتھ سکونت رکھی یا ان کے ساتھ جمع ہوا، وہ ان کی مثل ہے۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۶۳۵، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۴۹۳۱) علامہ تھناتی نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ حج مکہ سے پہلے ایک قوم اسلام لانے کے بعد مکہ میں مشرکین کے ساتھ رہتی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرک کے ساتھ رہتا ہو۔ پوچھا گیا: کیا میں؟ تو آپ نے فرمایا: ان دونوں کی ایک ایک ساتھ دکھائی نہ دے، یعنی یہ واجب ہے کہ جب ایک آگ جلائے تو دوسرا نظر نہ آئے، وہ دونوں ایک دوسرے سے اتنی دور رہیں۔ علامہ ابن اثیر جزیری نے کہا ہے کہ واجب ہے کہ مسلمان کافر مشرک کے گھر سے دور ہو، اور جب اس کے گھر آگ ملے تو اس سے مشرک کافر نظر نہ آئے، مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ رہے۔

کفار سے دوستی کے حق میں منافقوں کے برائوں کا بظلمان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا وہ ان ہی میں سے شمار ہو گا۔ (المائدہ: ۵۱)

اس آیت میں یہود و نصاریٰ سے دور اور انک و ہمنے پر نصیحت کی گئی ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منع کرنے کے باوجود جو شخص کافروں سے دوستی رکھے گا وہ کافروں کی طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا۔ لہذا کافروں کی طرح اس سے بدولت و رکنانہی واجب ہے اور وہ بھی دونوں کا مستحق ہو گا جیسے کافروں کے مستحق ہیں اور وہ کافروں کے اصحاب سے شمار کیا جائے گا اور یا اس لیے کہ کافروں اور یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنے والے منافق تھے اور ان کا شمار بھی کافروں میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن کے دلوں میں (خلفی کی) بھاری ہے، وہ ان کی طرف سے کہتے ہوئے دوڑیں گے، ہمیں یہ خبر ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آجائے۔ (المائدہ: ۵۲)

منافق یہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ کا ساتھ دینے کی وجہ سے کہیں ان پر قحط نہ طاری ہو جائے۔ اور کہیں حالات بدل گئے اور یہود و نصاریٰ آگے اور (مسلمان) محمد ﷺ کی حکومت نہ رہی تو ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا: میں نے بے کثرت یہودیوں سے دوستی اور حملت کا عہد کیا ہوا تھا، لیکن میں اللہ اور رسول کی خاطر اس عہد کو توڑنا ہوں، عبداللہ بن ابی نے کہا میں گردش ایام سے ڈرنا ہوں اور اپنے دوستوں سے بچے ہوئے عہد کو نہیں توڑ سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے یا اپنی طرف سے (فتح کی) کوئی علامت، تو جو کچھ انہوں نے اپنے دلوں میں چھپایا ہے، وہ اس پر بچنے والے ہو جائیں گے۔ (المائدہ: ۵۳)

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو اپنے دشمنوں پر فتح عطا فرمائے اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمائے۔ یا رسول اللہ ﷺ کو منافقوں کی سازشوں سے مطلع فرمادے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ فتح کہ جو قحط و بخل کے جو ان کو قتل کیا گیا اور ان کے بچوں کو قید کر لیا گیا اور جو نصیر کو جلا وطن کر دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ مشرکین کے شہوں پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور فتح کی علامت سے مراد یہ ہے کہ اہل کتاب پر جزیہ مقرر کیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ منافقوں کی سازشوں سے مطلع کیا گیا، ان کے نام پھیل گئے اور ان کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کی فصل بہت اچھی ہوئی تھی اور مالی نعمت کی کثرت سے وہ خوش حال ہو گئے اور جب منافقوں نے مسلمانوں کا غلبہ، خوش حالی اور ان پر اللہ کی نصرت دیکھی، تب وہ کفار سے دوستی رکھنے پر غم ہوئے اور اس وقت غلام ہوئے جب انہیں موت کے وقت عذاب دکھایا



مکہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایمان والے یہ کہیں کہ کیا یہ وہی ہیں جنہوں نے اللہ کی قسمیں کھا کر یہ کہا تھا کہ بے شک ہم ضرور تمہارے ساتھ ہیں مگر سب عمل ضائع ہو گئے اور وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔ (المائدہ: ۵۳)

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہودیوں پر غلبہ عطا فرمایا اور یہودیوں کو قتل کرنے اور جلاوطن کرنے کا حکم دیا گیا تو مسلمانوں نے یہودیوں کو جھڑکتے ہوئے منافقین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ کیا یہ وہی ہیں جنہوں نے تمہارے لیے پختہ نہیں کھائی تھیں کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کے خلاف تمہاری مدد کریں گے؟ کیا مسلمانوں نے ایک دوسرے سے کہا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی پختہ قسمیں کھا کر ہمیں یقین دلایا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ حالانکہ اب اللہ تعالیٰ نے خلق کا پردہ چاک کر دیا اور یہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے کیونکہ انہیں ثواب کے بدلہ عذاب ہو گا۔ اور دنیا میں یہودیوں کے قتل اور جلاوطن ہونے کے بعد ان کا کوئی سارا نہ رہا اور یہودیوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے انہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو مغرب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی وہ مومنوں پر نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت ہوں گے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے۔ (المائدہ: ۵۴)

محمد رسالت اور بعد کے مرتدین کا بیان

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا جو کافروں کے ساتھ دوستی رکھے گا اس کا ان ہی میں شمار ہو گا اور اس آیت میں صراحتاً فرمادیا جو شخص دین اسلام سے مرتد ہو جائے گا اس سے اللہ کو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ نبی ﷺ کے عہد میں بھی کچھ لوگ مرتد ہوئے اور کچھ آپ کے بعد مرتد ہوئے۔ علامہ زبیدی نے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

علامہ جبار اللہ محمود بن عمر زبیدی متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں:

مرتدین کے گیارہ فرقے تھے جن میں رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھے۔

ایک فرقہ بنو عدی تھا جن کا رئیس ذوالحر تھا اور یہی اسود حسی تھا یہ شخص کابن تھا اس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ان مشرکوں پر غلبہ پالیا اس نے رسول اللہ ﷺ کے بعض عاملوں کو قتل دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سرداروں کے ہم خط لکھ کر اللہ تعالیٰ نے فیروز دہلی کے ہاتھوں اس کو ہلاک کرا دیا انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ جس رات وہ قتل ہوا اس رات رسول اللہ ﷺ نے اس کے قتل کی خبر مسلمانوں کو دے دی تھی جس سے مسلمان خوش ہوئے پھر اس کے دوسرے روز رسول اللہ ﷺ وحشی اعلیٰ سے واصل ہو گئے اور وہیں سے اس کی خبر بنی اللہ کے آخر میں پہنچی تھی۔

دوسرا فرقہ بنو حنیفہ ہے۔ یہ میلہ کی قوم تھی اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف مکتوب لکھا ۱۳ میلہ رسول اللہ ﷺ پر اسے محمد رسول اللہ بعد از میں یہ کہتا ہے کہ یہ زمین آدمی آپ کی ہے اور آدمی میری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواب دیا ۱۴ محمد رسول اللہ پر اسے میلہ کذاب بعد از میں یہ کہتا ہے کہ تمام زمین اللہ کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور نیک انجام متقین کے لیے ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ساتھ اس سے جنگ کی اور یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ حضرت وحشی کہتے تھے میں نے

اپنی جاہلیت کے زمانہ میں سب سے نیک شخص کو قتل کیا اور اپنے اسلام کے زمانہ میں سب سے بدتر شخص کو قتل کیا۔ تیسرا فرقہ بنو ساعد تھا یہ طحیہ بن خزیلہ کی قوم تھی اس شخص نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس سے جنگ کے لیے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا یہ شکست کھانے کے بعد شام بھاگ گیا پھر مسلمان ہو گیا اور اس نے نیک عمل کیے۔ حضرت ابو بکر چیتھ کے عہد میں مرتدین کے سبب فراتے تھے۔ (۱) عینہ بن صحن کی قوم فزارہ (۲) قروہ بن قیس کی قوم خثعلن (۳) لہوہ بن عبد مالک کی قوم بنو سلیم (۴) ملک بن نویرہ کی قوم بنو براء (۵) صالح بن جندبہ۔ یہ وہ عورت تھی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور مسئلہ کذاب سے نکل گیا اور اس کی قوم حنیم کے بعض لوگ۔ (۶) اشعث بن قیس کی قوم کنعہ (۷) عظیم بن نید کی قوم بنو کر بن واکل یہ بحرین میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر چیتھ کے ہاتھوں ان ساتوں مرتد فراتوں کا مکمل استعلا کر دیا۔ اور حضرت عمر چیتھ کے عہد میں ایک شخص مرتد ہوا تھا یہ شخص کی قوم کاہلہ بن اسم تھا اس کو ایک تھپڑ نے نصرانی بنادیا اور یہ اسلام سے مرتد ہو کر روم کے شہروں کی طرف نکل گیا جیل کی چابو کی چابو پر گیا اس نے اس کے تھپڑ پر اس شخص نے حضرت عمر سے شکایت کی حضرت عمر نے فرمایا اب یہ تمہارے تھپڑ پر لے گا اس نے تھپڑ کے بدلہ میں دس ہزار روم کی دھنسی کی عمروہ شخص نہ ملے بدلہ بدلے سبب طلب کی اور روم جا کر مرتد ہو گیا۔

(۱) کتاب ج ۱ ص ۶۳۶-۶۳۷ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ ۱۴۱۳ھ

اللہ کی محبوب قوم کے مصداق میں متعدد اقوال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو محبوب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی (المائدہ ۵۴)

اس آیت کے مصداق کے حلقہ کی اقول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت کے مصداق حضرت ابو بکر اور ان کے اصحاب ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کے وصال کے بعد اہل مدینہ اہل مکہ اور اہل بحرین کے سوا تمام عرب اسلام سے مرتد ہو گئے۔ انہوں نے کہا ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا خدا کی قسم اگر اللہ اور اس کے رسول نے فرض کیا ہے اگر اس میں سے ایک دسی بھی نہ دیتی تو میں فن سے جنگ کروں گا پھر حضرت ابو بکر نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان سے قتل کیا حتیٰ کہ انہوں نے زکوٰۃ دینے کا اقرار کر لیا۔

(ابحان البیان ۶۲ ص ۳۸۳-۳۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابو موسیٰ اشعری چیتھ کی جماعت ہے۔

عیاض اشعری بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری چیتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ قوم یہ ہیں۔ (ابحان البیان ۶۲ ص ۳۸۳-۳۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

تیسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کا مصداق اہل یمن ہیں۔

محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے فن کے پاس ایک پیغام بھیجا وہ ان دنوں مدینہ کے امیر تھے ان سے اس آیت کا مصداق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا اس سے مراد اہل یمن ہیں۔ عمر بن عبد العزیز نے کہا کاش میں اس قوم سے ہو گیا۔ (ابحان البیان ۶۲ ص ۳۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

لہم ابن جریر نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ اس سے مراد کل یمن ہیں اور وہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی قوم ہیں۔ کیونکہ اس کے متعلق نبی ﷺ کی حدیث موجود ہے۔ اور لہم راہزی نے دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ہیں۔

حضرت ابو بکر کی خلافت پر دلائل

ردافض اور شیعہ یہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت ابو بکر کی خلافت اور امت کا اقرار کیا وہ سب کافر اور مرتد ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی امت کی نص صریح کا انکار کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر باخضر یہ بات صحیح ہو تو لازم تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ایک محبوب قوم کو لانا جو جن سب سے بدلو کرتی اور جن کو حضرت علی کی امت اور خلافت ملنے پر مجبور کر دیتی، جیسا کہ اس آیت کا خلاصہ ہے اور جب یہاں میں ہوا تو معلوم ہوا کہ ردافض اور شیعہ کا مضمون غلط ہے۔

چنانچہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حق میں بتل ہوئی ہے کیونکہ یہ آیت جن کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے مرتدین کے ساتھ جنگ کی اور یہ بات تدریج سے ثابت ہے کہ اسلام میں مرتدین کے ساتھ سب سے پہلے حضرت ابو بکر نے جنگ کی اور رسول اللہ ﷺ کو اس آیت کا صدق قرار دیا صحیح نہیں ہے۔ لہذا اس لیے کہ آپ کے عہد میں مرتدین کے ساتھ جنگ کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ چنانچہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا متربہ اللہ ایسی قوم کو ملے آئے گا اس سے معلوم ہوا کہ وہ قوم اس وقت موجود نہیں تھی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابو بکر تو اس وقت موجود تھے تو پھر وہ بھی مراد نہیں ہونے چاہئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اس وقت موجود تھے، یمن پہ حیثیت سرمد موجود نہیں تھے اور ان کی حیثیت اس وقت ایسی نہیں تھی کہ مسلمانوں کو کسی پر حملہ کرنے کا حکم دے، اور اس آیت کے صدق حضرت علی بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ جن کو مرتدین کے ساتھ قتل کرنے کا اتفاق پیش نہیں آیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جس نے ان کی امت کا انکار کیا وہ مرتد ہو گیا اور امت کے معرکین کے خلاف انہوں نے جنگ کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مرتد کا معنی یہ ہے جو شریعت اسلام سے مرتد ہو جائے اور اگر مرتد کا یہی معنی کیا جائے جو حضرت علی کی امت سے مرتد ہو؟ تو پھر خلفاء ثلاثہ اور ان کے ملنے والے تمام مسلمان مرتد تھے کیونکہ انہوں نے اس وقت میں حضرت علی کی امت کو نہیں مانتا چاہیے تھا کہ حضرت علی ان سے جنگ کرتے اور جب حضرت علی نے ان سے جنگ نہیں کی بلکہ اس کے برعکس ان کی بیعت کی اور ان سے تعلق کیا اور کل یمن بھی اس آیت کا صدق نہیں ہو سکتے کیونکہ انہوں نے مرتدین کے ساتھ جنگ نہیں کی اور حدیث کا عمل یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی اس قوم میں سے ہیں کیونکہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں اور اسی طرح دیگر کل یمن بھی اور اس تقریر سے یہ واضح ہو گیا کہ یہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ متعلق ہے۔

اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت علی نے بھی مرتدین کے ساتھ جنگ کی تھی تب بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو مرتدین کے ساتھ جنگ کی تھی وہ مدت اہل اور افضل تھی اور اسلام میں مدت و دروس جنگ کی حامل تھی کیونکہ حضرت ابو بکر کی جنگ اسلام کے لیے تھی اور حضرت علی کی جنگ اپنی خلافت کی جگہ کے لیے تھی۔ کیونکہ یہ امر قاتر سے ثابت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے بعد اعراب مرتد ہو گئے تو نبوت کے مدعیوں اور ذکوۃ کے معرکوں کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوار افضل اور مرتدین کے ساتوں فرقوں کا عمل امتیض کیا اور حضرت ابو بکر کی جدوجہد کے نتیجہ میں اسلام کو استقامت ملی اور شرق و غرب میں اسلام پھیلنے لگا اور تمام حوال دنیا کے معرکین مطلوب ہونے لگے اور اسلام کے علاوہ باقی لوہان اور مل کے چراغ بجنے

گئے اور آفتاب اسلام پوری آب و تاب سے جھلکے لگا اور حضرت علیؓ کی خلافت کے وقت تک اسلام پوری دنیا میں ایک غالب دین کی حیثیت سے متعارف ہو چکا تھا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابو بکرؓ کی مرتدین کے ساتھ جو جنگیں ہوئیں وہ صرف اسلام کی نصرت اور اس کی شہداء اشاعت کے لیے ہوئیں۔ اس کے برعکس حضرت علیؓ کی جو جنگیں ہوئیں امن کی خلافت کے عکسین کے ساتھ تھیں۔ اگر بتول شیعہ بن کو باقرض مرتدین بھی لیا جائے تب بھی حضرت ابو بکرؓ کی جنگیں ان سے ہر حال افضل اور اعلیٰ تھیں۔

اس آیت میں حضرت ابو بکرؓ کی امت پر یہ دلیل بھی ہے کہ مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے والی قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ اللہ کے محبوب اور اللہ کے محبوب ہیں اور جو اللہ کا محبوب اور محبوب ہو وہی خلافت کا زیادہ مستحق ہے۔

لہذا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی صفت یہ ذکر کی کہ وہ مسومنوں پر نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت ہوں گے اور پوری امت میں سب سے زیادہ مسومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت حضرت ابو بکرؓ ہیں۔

امام ابو یوسفؒ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے اور اللہ کا حکم نافذ کرنے میں سب سے زیادہ سخت ابو بکرؓ ہیں اللہ صحت صحت صحت ہے۔

(سنن ترمذی ج ۵، رقم الحديث ۳۸۶۸، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم الحديث ۵۴۰، صحیح ابن ماجہ ج ۱، رقم الحديث ۴۳۸۷، السنن رک ۳، ج ۳، ص ۳۳۳، یہ حدیث یحییٰ بن شہابؒ پر ہے اور امام زہبیؒ نے امام حاکمؒ کی موافقت کی ہے۔ مسند ابی یوسفؒ ج ۱، ص ۲۰۶، مسند ابی حنبلہؒ ج ۲، رقم الحديث ۴۹۳۳، فضائل اصحابہ للنسائی، رقم الحديث ۵۸۸، سنن کبریٰ للبخاری ج ۱، ص ۳۲، ص ۱۳۲، حضرت ابو بکرؓ مسومنوں پر بہت نرم تھے۔ نبوت کی ابتدا میں جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں تھے۔ اس وقت مسلمان بہت کم تھے اور حضرت ابو بکرؓ مسلمانوں کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے تھے۔ ہر وقت حضور کے پاس رہتے تھے اور آپ کی خدمت کرتے تھے اور بڑے بڑے کافر سرداروں کی مخالفت کی پروا نہیں کرتے تھے۔ امام بخاریؒ حضرت

عمومین العالمینؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو مشرکین نے سب سے سخت تکلیف جو پہنچی وہ یہ تھی کہ ایک دن نبی ﷺ حکیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اچانک عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے اپنا کپڑا رسول اللہ ﷺ کی گردن میں ڈالا اور آپ کا کمر بستی سے گھونٹا شروع کر دیا۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ آئے اور اس کو کندھے سے پکڑ کر نبی ﷺ سے پرے دھکیلا اور کہا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ اس نے کما ک میرا رب اللہ ہے۔ (بخاری ج ۱، ص ۲، رقم الحديث ۳۸۵۶)

اور مسلمانوں کے ساتھ رحمت کی واضح مثال یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے سب سے پہلے ایسے غلاموں اور یتیموں کو خرید کر آزاد کیا جن کو اسلام لانے کی پاداش میں مکہ میں سخت غلاب دیا جاتا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں: حضرت بلالؓ، حضرت عامر بن فہرہؓ، حضرت زیدؓ، حضرت نعدیہ اور ان کی بیٹی بنو مویٰ کی باندی اور ام حبیبہؓ۔ (اصحاب ج ۲، ص ۳۳۳) اور جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بہت جرات اور دلیری کے ساتھ تمام مرتدین سے جنگ کی اور صحابہ کرام کے منع کرنے کے باوجود حاکم کی طرف لشکر روانہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی صفت میں فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی طاقت کرنے والے کی طاقت سے نہیں ڈریں گے۔ ہر چند کہ دوسرے ظفادہ اور انہ سے بھی جہاد کیا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جس نے سب سے

ظہیان القرآن

جلد سوم



دنیاوی انسان میں ہے جس کا بدلہ دیا جائے اس نے صرف اپنے رب الہی کو راضی کرنے کے لیے جہل کو خرید کر آزاد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو راضی کر دے گا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ امر مزاد و تکرار اپنے فضل سے حکایا ہے اسی طرح نبی ﷺ نے بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جبر شریف فرماتے۔ آپ نے فرمایا اللہ نے اپنے ایک بندہ کو دنیا کی تر و تازگی میں جو وہ چاہے اسے دینے کا اور آخرت میں اس کے پاس جو امر ہے اسے دینے کا اختیار دیا اس بندہ نے اللہ کے پاس جانے کو اختیار کر لیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رونے لگے اور کہنے لگے ہماری مائیں اور ہمارے باپ آپ پر فدا ہو جائیں۔ ہمیں امن پر توجہ ہوا اور لوگوں نے کہا اس بوڑھے کو دیکھو رسول اللہ ﷺ ایک ایسے بندہ کے حقیقی خبردار رہے ہیں جس کو اللہ نے اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی تر و تازگی کے بدلے اپنے اللہ کے پاس آجائے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ پر ہمارے باپ اور ہماری مائیں فدا ہو جائیں اور دراصل یہ اختیار رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا تھا اور اس بات کو ہم میں سے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت ابو بکر تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی وفات کو اپنے دل کے ذریعہ میرے ساتھ سب سے زیادہ حسن سلوک کرنے والے ابو بکر ہیں اور میں اپنی امت میں سے اگر کسی کو ظلیل یا ناقص ہو کر کو ظلیل یا ناقص لیکن من کے ساتھ اسلام کی حالت (دستی) ہے سہرا لای میں اس ابو بکر کی کمزری کے سوا اور کوئی کمزری باقی نہ رہی جائے۔

(صحیح بخاری ج ۳، رقم الحديث ۳۴۳۳، صحیح مسلم رقم الحديث ۲۳۸۳، سنن ترمذی ج ۵، رقم الحديث ۳۷۷۹، صحیح ابن ماجہ ج ۱، رقم الحديث ۱۷۸۶)

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے بھی ہمارے ساتھ کوئی نیکی کی ہم نے اس کا بدلہ دے دیا، مگر ابو بکر کے لیے نہ کہ انہوں نے ہمارے ساتھ ایک ایسی نیکی کی ہے جس کا بدلہ انہیں اللہ تعالیٰ کے دان دے گا اور کسی شخص کے دل نے مجھے ہرگز نہ نفع نہیں پہنچایا جو ابو بکر کے دل نے نفع پہنچایا اور اگر میں کسی کو ظلیل یا ناقص ہو کر کو ظلیل یا ناقص ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کے ظلیل میں سے ہوتا۔ اس سند کے ساتھ یہ حدیث حسن قریب ہے۔

(سنن ترمذی ج ۵، رقم الحديث ۳۷۸۱، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم الحديث ۱۷۸۶)

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۲۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ایک نوعی دوجہ میں اللہ کی رلا میں خراج کرے اس کو جنت میں بلایا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے یہ خبر ہے سو جو لذت ہو گا اس کو باپ الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو عباد ہو گا اس کو باپ الجلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو صدقہ دینے والا ہو گا اس کو باپ الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو روزہ دار ہو گا اس کو باپ الزمان سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے دل باپ فدا ہوں کیا کوئی ایسا شخص ہو گا جس کو ان تمام روزانہوں سے بلایا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو۔

(صحیح ابن ماجہ ج ۱، رقم الحديث ۱۷۸۶، صحیح مسلم رقم الحديث ۸۵۵، سنن نسائی ج ۳، رقم الحديث ۴۲۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک ایسا شخص داخل ہو گا جس

کے متعلق جنت کے ہر گھر والے اور ہر خانہ والے یہ کہیں گے اگرچہ "محباً" ہمارے پاس آئیں۔ حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ! اس شخص کو اس دن کوئی قصص نہیں ہو گا آپ نے فرمایا اے اسے ابو بکر وہ شخص تم ہو گے۔

الحج بن حبیب "ج ۵۵" رقم طبع ۱۶۸۷ "المکرم کبیر" ج ۲ رقم طبع ۱۳۳۷ "المکرم کبیر" ج ۲ رقم طبع ۱۳۸۵ "مناہ البیہقی" نے لکھا ہے اس حدیث کے دہلی صحیفہ کے دہلی ہیں "روایت ابن ابی بکر سانی کے "نورہ" میں بھی مذکور ہے۔ "مناہ البیہقی" ج ۲ ص ۳۶۱ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل کے متعلق ہم نے شرح مسلم (جلد سولہ) میں بہت تفصیل سے دلائل بیان کیے ہیں "اہل علم اور ارباب فضل کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

حضرت ابو بکر کے فضائل میں موضوع احادیث

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بعض علماء نے موضوع اور بہ اصل اصطلاح کو بھی درج کر دیا ہے۔ اسی قبیل سے امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ اصطلاح ذکر کی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے لیے عام حلی فرمائے گا اور ابو بکر کے لیے خاص حلی فرمائے گا اور آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینہ میں ڈالا ہے وہ سب میں نے ابو بکر کے سینہ میں ڈال دیا۔

(تفسیر کبیر "ج ۳" ص ۳۱۸ مطبوعہ دار الفکر "دروت" ۱۳۹۸ھ)

طاعی بن سلطان محمد التتاری الشرنوبی لکھتے ہیں:

جو جاہل خود کو سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں "انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں یہ حدیثیں وضع کر لی ہیں" اللہ قیامت کے دن لوگوں کے لیے عام حلی فرمائے گا اور ابو بکر کے لیے خاص حلی فرمائے گا اور حدیث جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا ہے وہ سب میں نے ابو بکر کے سینہ میں ڈال دیا اور حدیث "رسول اللہ ﷺ کو جب جنت کا شرف ہوتا تو وہ ابو بکر کے سفید بالوں کو بوسہ دیتے اور حدیث "میں اور ابو بکر گھڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کی طرح ہیں" (ابو ضرب المثل ہے "اس کا معنی ہے دونوں مسلول ہیں اور حدیث "جب اللہ نے دو حوں کو پسند کیا تو ابو بکر کی روح کو پسند کیا"

(موضوعات کبیر ص ۱۰۶ مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ دہلی)

شیخ عبدالحق محدث دہلی متوفی ۱۰۸۵ھ عن اصطلاح کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ وہ اصطلاح ہیں جن کو محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔ اسی طرح شیخ محمد بن شیرازی نے شرح صراط میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ فن اصطلاح کا باطل ہو گا بہت مسئلہ سے معلوم ہے۔ (شیخ عبدالحق فرماتے ہیں) تاہم اس کی وجہ یہ ہے کہ فن اصطلاح سے حضرت ابو بکر کی تمام حقیقت لازم آتی ہے۔ جس میں انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں اور حضرت ابو بکر کی سید المرسلین رضی اللہ عنہ سے مسلول لازم آتی ہے۔ اگرچہ فن حدیث کی تحریف مستحسن نہیں ہے اور حدیث اللہ قیامت کے دن تمام لوگوں کے لیے عام حلی فرمائے گا اور ابو بکر کے لیے خاص حلی فرمائے گا اس کو "تجزیہ الشریعہ" میں حضرت انس سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کو خلیفہ اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے اور ابن حبیب نے اس کا ضعیفہ میں ذکر کیا ہے "ابو نعیم نے اس کو موضوع کہا ہے اور بعض نے اس کو حسن کہا ہے "حاکم نے اس کو مستدرک میں اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں درج کیا ہے۔

(اشعۃ الطلوع "ج ۴" ص ۶۳۳ مطبوعہ مکتبہ دار الفکر)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارا دوست صرف اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں

اور زکوٰۃ دے کر رہتے ہیں اور وہ اللہ کے ساتھ (معاہذی) سے جھگڑنے والے ہیں۔ (طہ ۵۵)

آیت مذکورہ کے شان نزول میں متعدد اقوال

امام ابو محمد عبد الملک بن شام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جب بنو قینقاع نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کی تو عبد اللہ بن ابی بنی سطل نے ان کا ساتھ دیا۔ حضرت عبدہ بن الصامت رضی اللہ عنہ جو عرف سے تھے اور انہوں نے بھی عبد اللہ بن ابی کی طرح قینقاع کا ساتھ دینے کا حلف اٹھایا ہوا تھا۔ حضرت عبدہ نے یہ حلف توڑ دیا اور بنو قینقاع سے بری ہو گئے اور کہا میں اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں کو دوست بنا تا ہوں تو ان کے متعلق سورۃ النور کی آیت ۵۵ اور آیت ۵۵ ٹل ہوئی تمہارا دوست صرف اللہ ہے اسکا رسول ہے اور ایمان والے ہیں۔ (الایہ)

(السیرۃ النبیہ 'ج ۳' ص ۵۶-۵۵ 'جامع البیان' ۶/۲ ص ۳۸۸-۳۸۹)

امام ابو الحسن علی بن احمد واحدی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! اے اللہ اور فیصلہ اور فیصلہ نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم سے الگ ہو گئے اور انہوں نے قسم کھائی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں بیٹھا کریں گے اور ہم آپ کے اصحاب کے ساتھ مجلس کی استطاعت نہیں رکھتے کیونکہ ان کے گھر ہم سے دور ہیں۔ اس موقع پر یہ آیت ٹل ہوئی تمہارا دوست صرف اللہ ہے اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے ان پر یہ آیت تلاوت کی تو انہوں نے کہا ہم اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں کو دوست بنانے پر راضی ہو گئے۔

(اسباب نزول القرآن' ص ۲۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز امام واحدی لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن سلام اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ آئے جو اسی دوران ایمان لائی تھی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے گھر دور ہیں اور ہماری کوئی مجلس اور بات کرنے کی جگہ نہیں ہے اور ہماری قوم جب یہ دیکھے گی کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور ان کی تہذیب کر چکے ہیں تو وہ ہم کو چھوڑ دیں گے اور ہمارے ساتھ نشست و برخاست نہ کر دیں۔ یہاں پر یہ آیت پڑھی کہ اللہ اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں پھر نبی ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہیں مسلمان قیام اور رکوع میں تھے۔ آپ نے ایک سائل کو دیکھ کر پوچھا کیا کسی نے تم کو کچھ دیا ہے اس نے کہا ہاں ہمارے کسی ایک انگوٹھی۔ آپ نے پوچھا تم کو وہ انگوٹھی کس نے دی ہے؟ اس نے حضرت علی بن ابی طالب کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ جو نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا انہوں نے تم کو یہ کس حال میں دی ہے؟ اس نے کہا انہوں نے حالت رکوع میں مجھ کو یہ انگوٹھی دی ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا اکیرا بکرا آپ نے یہ آیت پڑھی اور جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے تو ہے شک اللہ کی جماعت ہی غالب ہے۔

(المائدہ ۵۶ 'اسباب نزول القرآن' ص ۲۰۲ 'جامع البیان' ۶/۲ ص ۳۹۰)

امام طبرانی نے سائل کو حضرت علی کی انگوٹھی دینے کا واقعہ حضرت عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے۔

(المعجم الاوسط 'ج ۲' رقم الحدیث ۶۲۲۸)

حضرت علی کے مستحق خلافت ہونے پر علماء شیعہ کی دلیل

شیخ طوسی حنفی رحمہ اللہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت اور



امامت کے مستحق تھے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے تمہارا ولی اللہ ہے اس کا رسول ہے اور مومنین ہیں اور مومنین سے مروی اس آیت میں حضرت علیؓ ہیں کیونکہ یہی مومنین کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اور مذکور الصدر ثلث نزل کے مطابق حضرت علیؓ ہی اس آیت کے حذاق ہیں کیونکہ آپؓ ہی نے حالت رکوع میں سائل کو سونے کی انگوٹھی دی تھی۔ لہذا حضرت علیؓ پر چڑھنے والوں کے ہونے اور ولی کا معنی کوئی اور اہل حق ہے۔ سو حضرت علیؓ پر چڑھنے والوں کے حاکم ہونے اور یہی خلافت اور امامت کا معنی ہے۔ لہذا اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علیؓ پر چڑھنے والوں کے ولی یعنی ان کے امام اور ولیفہ ہیں۔

(التبیان فی تفسیر القرآن ج ۳ ص ۵۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علماء شیعہ کی دلیل کا جواب

شیخ طوسی کا یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔

۱۔ ولی کا معنی کوئی اور اہل حق نہیں ہے، بلکہ ولی کا معنی حب اور نامحب ہے۔

علامہ محمد الدین محمد بن یحییٰ زبیدی نے اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ولی جب اسم ہو تو اس کا معنی حب (دوست) اور صبر ہے اور مصدر ہو تو اس کا معنی المارۃ اور سلطان ہے۔

(القاموس المحیط ج ۲ ص ۵۸۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۲ھ)

۲۔ اس آیت میں ولی حب (دوست اور مددگار) کے معنی میں ہے کیونکہ اس سے پہلے آیت میں فرمایا تھا اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو اولیاء نہ بنانا یعنی ان کو دوست نہ بنانا۔ سو اس آیت میں فرمایا تمہارا ولی یعنی دوست اللہ ہے۔ اس کا رسول ہے اور مومنین ہیں۔

۳۔ اگر اس آیت میں ولی کا معنی کوئی بلا امت ہو اور مومنین سے مراد حضرت علیؓ ہوں تو یہ لازم آئے گا کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت مسلمانوں کی امامت کے زیادہ لائق حضرت علیؓ ہوں، حالانکہ اس وقت تو رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں موجود اور تشریف فرماتے اور آپؐ کے ہوتے ہوئے کسی اور کا امامت اور حکومت کے زیادہ لائق اور حقدار ہونا قطعاً باطل اور مردود ہے۔

۴۔ اگر یہ آیت حضرت علیؓ کی امامت کے حقدار ہونے پر دلائل کوئی نہ حضرت علیؓ پر چڑھنے ضرور کسی نہ کسی محل میں اس آیت سے استدلال کرتے، حالانکہ آپؓ نے بھی بھی اس آیت سے اپنی امامت پر استدلال نہیں کیا۔ آپؓ نے شوریٰ کے دن حدیث غدیر پر اور آیت مباہلہ سے اپنے فضائل پر استدلال کیا لیکن اس آیت کو آپؓ نے بھی پیش نہیں کیا۔

۵۔ شیخ طوسی اور دیگر علماء شیعہ کا استدلال اس پر موقوف ہے کہ اس آیت میں مومنین سے مراد حضرت علیؓ ہوں۔ مگر جبکہ تفسیر جامع کا واحد پر اطلاق جاتا ہے، لیکن یہ ممکن ہے کہ اس آیت میں مومنین سے مراد حضرت علیؓ ہوں۔ مگر امامت کا واحد پر اطلاق جاتا ہے، لیکن یہ ممکن ہے کہ اس آیت میں مومنین سے مراد حضرت علیؓ ہوں۔

۶۔ نیز ایہ استدلال اس پر موقوف ہے کہ حضرت علیؓ نماز کی حالت میں سائل کی طرف متوجہ ہوں اور حالت رکوع میں سونے کی انگوٹھی سائل کو دینے کی نیت سے گرائیں اور نماز میں نماز کے علاوہ کوئی اور عمل کریں۔ حالانکہ حضرت علیؓ پر چڑھنے جس طرح اہل حق اور استقامت اور خضوع و خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، یہ کمالی اس کے سراسر خلاف ہے۔

۷۔ عہد رسالت میں حضرت علیؓ پر چڑھنے سے تنگ دست تھے، بعض لوقات آپؓ اپنے صدر کی روٹی سائل کو دے کر خود بچہ کے رات گزارتے تھے۔ ایسے شخص کے حلق یہ فرض کرنا کہ وہ صاحب زکوٰۃ تھے اور ان کے پاس سونے کی انگوٹھی تھی۔ یہ





سے مسلمانوں کو منع فرمادیا۔

ملکی اور جنگی معاملات میں کفار سے خدمت لینے میں مذہب

اہم مسلم بن حجاج قسوسی متوفی ۳۶۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف گئے جب آپ حرۃ انورہ (امید سے چار میل ایک جگہ) پہنچے تو آپ کو ایک شخص ملا جس کی جرأت اور بدکاری کا مت جہ چاقہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس کو دیکھ کر مت خوش ہوئے اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کی تبلیغ کوں اور مل قیمت حاصل کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا واپس چلو میں کسی مشرک سے مدد نہیں لوں گا وہ چلا گیا حتیٰ کہ جب ہم ایک درخت کے پاس پہنچے تو اس نے پھر اپنی پیشکش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر بھی جواب دیا کہ میں مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا وہ چلا گیا پھر مقام ہمدان پر ملا اور اس نے پھر پیشکش کی۔ آپ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو۔ اس نے کہا میں اتنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چلو۔

الحجج مسلم "الموطا" ۱۵۰ (۸۸۷) سنن ترمذی ج ۳ رقم الحدیث: ۱۵۳۳ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۲۲ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۸۳۳ سنن دارمی ج ۲ رقم الحدیث: ۲۳۶۱ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۲۲ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۲۲ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۲۲ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۲۲

علامہ بیہقی بن شرف نووی شافعی متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

اہم شافعی اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے اگر مسلمانوں کے مصلحت کا فخری رائے اچھی ہو اور اس کی مدد کی ضرورت ہو تو اس سے مدد لی جائے ورنہ اس سے مدد لینا مکروہ ہے اور یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے کہ جب مسلمانوں کی اہمیت سے کافر سے خدمت لی جائے تو اسے کچھ معلوم نہ دے دیا جائے اور اس کا حصہ نہ نکلا جائے۔ امام مالک "اہم شافعی" امام ابو حنیفہ اور جمہور کا یہی مسلک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم نماز کے لیے نہ اکرے ہو تو وہ اس کو ذائقہ اور کھیل بنالیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حق سے کام نہیں لیتے۔ (الحاکم ۵۸)

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلے عمومی طور پر یہ بیان کیا گیا تھا کہ کفار دین اسلام کا ذائقہ اڑاتے ہیں اور اس آیت میں دین اسلام کے ایک خاص شعبہ اذان کے مصلحت من کا سترہ بیان فرمایا ہے۔

اہم ابوالحسن علی بن احمد واحدی متوفی ۳۸۸ھ بیان کرتے ہیں:

کفار نے جب اذان کو سنا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے حد کیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے دین میں ایک نئی چیز نکالی ہے جس کا ذکر ہم نے اس سے پہلے احسن میں نہیں سنا۔ اگر آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو آپ نے اس اذان کو ایجاد کر کے انبیاء سابقین کے طریقہ کی مخالفت کی ہے اور اگر اس دین میں کوئی خیر ہوتی تو آپ سے پہلے نبیوں اور رسولوں کا طریقہ ہی بہتر تھا جس طرح قافلے والے چلائے ہیں آپ نے اس طرح چلانے کو اپنا شعار بنالیا ہے یہ کس قدر بری آواز ہے اتنا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور درج ذیل آیت نازل کی:



اللہ تو خواب کی کوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا۔ میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ (الحديث)  
 (کتف الاستار من زوائد البربر ج ۱ ص ۸۷) علقہ الحبشی نے کہا اس کی سند میں ایک رووی زیادہ بن النذر ہے اس کے ضعیف  
 ہونے پر اتفاق ہے۔ (معجم الزوائد ج ۱ ص ۳۲۹)

امام ابو داؤد و مسلم بن الحنفیہ جہتلی حتی ۵۷۵ حدیث روایت کرتے ہیں۔  
 ابو حمیرہ بن انس اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہ مشورہ کیا کہ نماز کے لیے لوگوں کو کس طرح جمع کیا  
 جائے؟ آپ نے کہا کیا کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے، جب لوگ اس جھنڈے کو دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو نماز کی  
 اطلاع دیں گے۔ نبی ﷺ کو یہ بات پسند نہیں آئی پھر آپ کو یوق (بگل) (نرسنگ) کا مشورہ دیا گیا۔ آپ نے اس کو پسند نہیں فرمایا  
 اور کہا کہ یہ سود کا طریقہ ہے۔ پھر آپ کو باتوس (ٹوپے کا ٹکڑا جو گلڑی سے بھلیا جاتا ہے) کا مشورہ دیا گیا۔ آپ نے اس  
 کو بھی پسند نہیں کیا اور فرمایا: یہ مسائیں کا طریقہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید چڑھ دیوں سے اٹھ کر گئے وہ اسی ٹکڑی تھے۔  
 پھر انہیں خواب میں اذان دکھائی گئی وہ صبح رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہے کہ اس خواب کی خبر دی۔ انہوں نے کہا  
 یا رسول اللہ! میں خیفہ اور بیداری کی حالت میں تھا میرے پاس ایک آلہ والا آیا اور اس نے مجھے اذان دکھائی۔ اس سے پہلے  
 حضرت عمر بن الخطاب نے بھی اذان کا خواب دیکھا تھا، لیکن انہوں نے میں دن تک اس خواب کو غفلت رکھا پھر نبی ﷺ کو اس  
 کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا تم کو مجھے خبر دینے سے کس چیز نے روکا تھا؟ انہوں نے کہا میرا اللہ بن زید مجھ پر سبت لے گئے اور مجھے  
 حیاؤ آئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بلال! تم کھڑے ہو اور عبداللہ بن زید تم کو جو کلمات بتائیں وہ چڑھو پھر حضرت بلال نے  
 اذان دی ابو حمیرہ یہ کہتے تھے کہ اگر اس دن حضرت عبداللہ بن زید جہان سے ہوتے تو وہ اذان کہتے۔

(سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۸۷ رقم الحديث: ۳۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری حتی ۵۶۶ حدیث روایت کرتے ہیں۔  
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمان عہد میں آئے تو وہ نماز کے اوقات میں جمع ہوتے تھے اور  
 ان کو برا نہیں کی جاتی تھی۔ ایک دن انہوں نے اس سلسلہ میں مشورہ کیا: بعض نے کہا نصاریٰ کی طرح باتوس بٹو۔ بعض نے کہا  
 یسود کے بگل کی طرح بگل بٹو۔ حضرت عمر چڑھ گئے کہ تم ایک آدمی کو کیوں نہیں بھیجتے جو نماز کی دعا کرے تو رسول اللہ ﷺ  
 نے فرمایا ۳ بٹل یا تم کھڑے ہو کر نماز کی دعا کرو۔

(اصح ابوددی ج ۱ ص ۲۶۳ رقم الحديث: ۳۶۳ صحیح مسلم الاذان ص ۱۷۳ سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۸۰ سنن نسائی ج ۲ ص ۲۶  
 الحديث: ۳۵۵ سنن ابی یوسف ج ۲ ص ۲۶۳ رقم الحديث: ۳۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کلمات اذان میں یہ اہم ائمہ  
 امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اذان میں پندرہ کلمات ہیں اور ان میں ترجیح نہیں ہے۔ اور امام مالک اور  
 امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک اذان میں ترجیح ہے یعنی دو مرتبہ شلو تین کو پست آواز سے کہا جائے اور دو مرتبہ شلو تین کو بلند  
 آواز سے کہا جائے۔ جیسا کہ حضرت ابو حمزہ و چڑھ کی روایت میں ہے۔

(المعنی ج ۱ ص ۲۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت المجلد ج ۱ ص ۷۶ مطبوعہ دار الفکر)

امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کا استدلال اس سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید چڑھ نے خواب میں فرشتے سے  
 اذان کے جو کلمات سنے تھے ان میں ترجیح نہیں تھی۔ انہوں نے یہی کلمات حضرت بلال چڑھ کو بتائے اور انہوں نے ان ہی









الحديث ۵۹۱ سنن نسائي ج ۲ رقم الحديث ۶۷۷ سنن ابن ماجه ج ۲ رقم الحديث ۷۲۷ مسند احمد ج ۵ رقم الحديث ۳۸۳۳ صحيح  
 دار الفکر مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳ صحيح تميم عمل اليوم والليلة للناشي رقم الحديث ۳۶۱ عمل اليوم والليلة لابن  
 السسي رقم الحديث ۳۰۰ صحيح كراچی المصنف الصغير للبرقي ج ۱ ص ۲۳۰ صحيح الدين بن قدامة شرح عبد الرزاق ج ۲ رقم الحديث ۱۸۵  
 سنن كبري للهيتمي ج ۱ ص ۳۱۰ صحيح ابن حبان ج ۳ رقم الحديث ۲۸۸ شرح كنز الدقائق ج ۲ رقم الحديث ۳۲۱ صحيح ابن خزيمة ج ۱  
 رقم الحديث ۳۲۰

امام ابو القاسم سليمان بن احمد طبراني حثي ۳۳۰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو الدرداء چڑھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اذان سنتے تو دعا کرتے اے اللہ اس غلام کامل اور اس  
 کے بعد قائم ہونے والی غزا کے رب اپنے بندہ کو اپنے رسول محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی  
 شفاعت میں (داخل کر دے) (رسول اللہ ﷺ کا یہ دعا فرمایا پوری تعلیم کے لیے ہے۔ سعیدی منفرد)

(المصنف الادب ج ۲ رقم الحديث ۳۶۷۵ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی  
 "اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله" اے اللہ! آپ پر صلوة نازل فرما  
 اور آپ کو اس مقام پر پہنچا جو میرے نزدیک جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے اور قیامت کے دن ہم کو آپ کی شفاعت میں  
 (داخل کر دے) سو جو شخص یہ دعا کرے گا اس کے لیے شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المصنف المجلد ج ۲ رقم الحديث ۷۵۵۴ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۳ المصنف المجلد ج ۲ رقم الحديث ۲۲۸۸ مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۳)  
 اذان کی فضیلت میں احادیث

امام یحییٰ اسماعیل بخاری حثي ۵۶۶ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن ابی معمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری چڑھ سے فرمایا میں تمہیں دیکھتا ہوں  
 کہ تم بکریوں اور جنگل سے محبت کرتے ہو میں جب تم اپنی بکریوں یا جنگل میں ہو تو نماز کے لیے اذان دیا کرو اور یہ آواز بلند  
 اذان کہنا کیونکہ موزن کی آواز کو جو بھی جن یا انسان سنتا ہے اور جو چیز بھی سنتی ہے وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی  
 دے گی۔ حضرت ابو سعید نے کہا میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔

(مجمع البحار ج ۲ رقم الحديث ۶۰۹ سنن نسائي ج ۲ رقم الحديث ۷۲۷ سنن ابن ماجه ج ۲ رقم الحديث ۷۲۷ مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۳  
 رقم الحديث ۵۸۸ مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳ مسند حمیدی ج ۲ رقم الحديث ۳۷۷ مسند عبد الرزاق ج ۲ رقم الحديث ۱۸۵ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۳)

امام مسلم بن حجاج قشیری حثي ۷۷۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر چڑھ بیان کرتے ہیں کہ شیطان جب اذان کی آواز سنتا ہے تو روح ایک مقام پر ہلکا جاتا ہے۔ راوی نے  
 پوچھا کہ روح کتنی دور ہے؟ تو حضرت جابر نے کہا وہ منہ سے چھتیس میل ہے۔

(مجمع مسلم ج ۱ ص ۸۸۸ مجمع الزوائد ج ۲ رقم الحديث ۳۷۷ مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۷ شرح كنز الدقائق ج ۲ رقم الحديث ۳۲۱  
 مجمع ابن حبان ج ۳ رقم الحديث ۲۸۸ سنن كبري للهيتمي ج ۱ ص ۳۱۱)

حضرت ابو ہریرہ چڑھ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا شیطان جب نماز کی آواز سنتا ہے تو زور سے پونگاتا ہے تاکہ

لڑائی کی آواز نہ سن سکے اور جب موذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر واپس آکر سو سوتا ہے۔

(صحیح مسلم، صلوٰۃ: ۱۱، ۱۲، ۱۳، صحیح ابن حبان، ج ۲، رقم الحدیث: ۱۳۳۳، مسند احمد، ج ۲، ص ۲۳۳، مطبوع قدیم، صحیح ابن قریب، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۳، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۲، ص ۳۲۲، شرح السنن، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے لیے اہل کتاب تم کو صرف یہ یادگار لگا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل ہو اور اس پر جو پہلے نازل ہو اور بے شک تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔ (الحاکم: ۵۹)

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا تھا کہ اہل کتاب نے دین اسلام کو غشی مذقن کیا ہے اور اب اس آیت میں بتایا ہے کہ انہوں نے دین اسلام کو عزت اور احترام سے جو قبول نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے؟

امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودیوں کی ایک جماعت آئی، جس میں ابو یاسر بن اخطب، بلغ بن ابی نضیر، عازر بن ابی عازر وغیرہ تھے۔ انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ رسولوں میں سے کس کس پر ایمان لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو حضرت امیر ایم، حضرت اسماعیل، حضرت اسماعیل، حضرت یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو حضرت موسیٰ اور حضرت یحییٰ کو دیا گیا اور جو نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے لیے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں، جب آپ نے حضرت یحییٰ ابن مریم کا ذکر کیا تو انہوں نے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا اور کہا ہم یحییٰ ابن مریم پر ایمان نہیں لائے اور نہ اس شخص پر جو ان پر ایمان لایا ہو۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

آپ کہنے کے لیے اہل کتاب تم کو صرف یہ یادگار لگا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔ (آل عمران)

(السیرۃ النبیہ، ج ۲، ص ۱۸۰، جامع البیان، ج ۶، ص ۳۹۳، اسباب نزول القرآن، ص ۲۰۳)

یہود کا بعض نبیوں پر ایمان لانا اور بعض پر ایمان نہ لانا قطعاً باطل ہے کیونکہ مجبور کی ولایت کی وجہ سے نبی پر ایمان لایا جاتا ہے اور جب یہود مجبور کی ولایت کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تو پھر مجبور کی ولایت کی وجہ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام پر کیوں ایمان نہیں لائے؟ اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کیوں نہیں لائے؟ جبکہ آپ نے بکثرت حسی اور معنوی معجزات پیش کیے۔

آیت مذکورہ کی ترکیب پر شبہات کے جوابات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں

اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہود تو تمام کفار اور فاسق ہیں، یہی اکثر لوگ فاسق کیوں فرمایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر یہود دنیا کی عزت اور روپے پیسے کے لالچ میں حق کو چھپاتے تھے۔ اس لیے فرمایا تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں، لہذا تم اپنے دین کے اعتبار سے بھی نیک نہیں ہو، فاسق اور بدکار ہو۔ کیونکہ کافر اور بدعتی بھی بعض اوقات اپنے دین کے اعتبار سے سچا اور دیانت دار ہوتا ہے، جبکہ تم اپنے دین کے اعتبار سے بھی جھوٹے اور خائن ہو اور ظاہر ہے کہ سب یہودی اس طرح نہیں تھے۔ اس لیے فرمایا تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض یہودی ایمان لے آئے تھے۔ اگر یہ فرمایا جاتا کہ کل یہودی فاسق ہیں تو وہ سب کے کوئی شخص ان کے حقیقی بھی فاسق کا وہم کرتا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اور یہ شک تم میں سے اکثر لوگ قائل ہیں اس کا مفسد اس جملہ پر ہے ہم اللہ پر ایمان لائے اور اب اس کا معنی اس طرح ہو گا تم کو صرف یہ ناگوار لگے کہ تم میں سے اکثر لوگ قائل ہیں جبکہ یہودیوں کے نزدیک ان کا نفی ناگوار نہیں تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ قائل ہیں۔ یہ من سے تعریضاً خطاب ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ ہم مسلمان قائل نہیں ہیں بلکہ نیک اور صالح ہیں اور مسلمانوں کا نیک اور صالح ہونا ان کو ناگوار مگر ناقابل دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں اختلاف کا نقطہ مٹوفا ہے یعنی تم کو اپنے نفس کا مقتدا ناگوار مگر ناہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں سب کا نقطہ مٹوفا ہے یعنی تم کو ہمارا اللہ پر ایمان لانا اس لیے ناگوار مگر ناہے کہ تم میں سے اکثر لوگ قائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کو کیا میں تم کو بتاؤں کہ اللہ کے نزدیک کن لوگوں کی سزا اس سے بھی بدتر ہے جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے بعض کو بندہ اور بعض کو خنزیر بنادیا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی ان کا ٹھکانہ قرین ہے اور یہ سیدھے راستے سے ہٹکے ہوئے ہیں۔ (المائدہ: ۶۴)

یہود کو ظلم تھا کہ ان کے اسلاف میں ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ کا غضب پڑا ہو اور ان پر اللہ نے لعنت کی۔ یہود میں سے جنہوں نے منافقت کے بل بوتہ ہفتہ کے دن شکار کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی ان کو بندہ بنادیا گیا اور جن عیسائیوں نے ماندہ (دستر خوان) کے معاملہ میں نافرمانی کی تھی ان کو خنزیر بنادیا گیا ایک قول یہ ہے کہ ہفتہ کے دن جن یہودیوں نے نافرمانی کی تھی ان میں سے جو اہل کو بندہ بنادیا گیا اور یوں خنزیر بنادیا گیا موجودہ بندہ اور خنزیر ان کی نسل سے نہیں ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود جہیز سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے بندہ اور خنزیروں کے حلق سوال کیا گیا کیا یہ وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسح کر دیا تھا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو ہلاک کر کے یا مسخر کر کے ہر اس کی نسل نہیں چلائی۔ بندہ اور خنزیر اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم قد: ۳۲-۳۳ (۲۷۳۳) مسند احمد تحقیق احمد شاکر ج ۳، رقم الحدیث: ۳۷۰۰ مسند احمد ج ۱، ص ۳۹۰ طبع قدیم) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے، حالانکہ وہ آپ کے پاس کفر کے ساتھ داخل ہوئے تھے اور کفر ان کے ساتھ خارج ہوئے اور اللہ خوب جانتے والا ہے سے وہ چھپاتے تھے۔ (المائدہ: ۶۵)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ یہودیوں نے دین اسلام کو نبی اور تکمیل بنالیا تھا اور وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو مسلمانوں کا ایمان اور تقویٰ ناگوار معلوم ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو ان کے کرتوتوں کی جو سزا آخرت میں ملے گی وہ ان کو اس سے زیادہ ناگوار ہوگی اور اب اس آیت میں دین اسلام کے صدق اور برحق ہونے کی ایک اور دلیل بیان فرمائی کہ جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپاتے تھے اس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمادیا۔

امام ابو جعفر طبری متوفی ۴۵۰ھ نے بیان کیا ہے کہ بعض یہودی نبی ﷺ کے پاس آکر یہ بیان کرتے کہ وہ مومن ہیں اور اسلام کے تمام احکام پر راضی ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے کفر اور کمرائی پر ڈنکے رینگتے تھے۔ اور اسی کفرانہ عقیدہ پر نبی ﷺ کی خدمت میں آتے اور اسی کفرانہ عقیدہ پر رخصت ہوتے۔ (اباح البیان ج ۲، ص ۳۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۵۵ھ)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایک لحظہ کے لیے بھی ان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا وہ کفر کے جس حال میں آپ کے پاس آتے تھے اسی حال میں لوٹ گئے کیونکہ ان کے دل سخت تھے اور ان کا یہ قول کہ ہم ایمان لائے بالکل خلاف واقع اور جھوٹ ہے اور اس جھوٹ سے ان کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ کد فریب کرنے کی بہت کوشش اور چودہ کریں کیونکہ وہ مسلمانوں سے بہت بغض اور بدعت رکھتے تھے۔

وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدَاوَانِ وَالْكِدِّمْ

آپ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ گناہ ، سرکشی اور حرام خوری میں تیزی سے بڑھتے

السَّخْتِ لِبَيْسٍ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۶۲﴾ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّائِيُونَ

ہیں ، یہ بہت بری حرکتیں کر رہے ہیں ۵ ان کے راہب اور پادری انہیں

وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمْ الْإِثْمَ وَالْكِدِّمْ السَّخْتِ لِبَيْسٍ مَا كَانُوا

گناہ کی بات کہنے اور حرام گناہ سے کیوں نہیں روکتے ، یہ جو کہو کر رہے ہیں یہ بہت

يَصْنَعُونَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يُدْعِي اللَّهُ مَغْلُوبَةً عُلَّتْ أَيْدِيهِمْ

بڑے کام ہیں ۵ اور یہودیوں نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں ، خدا ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں

وَلَعَنُوا إِبْرَاهِيمَ قَالَوْا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ

اور ان کے اسی قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی ، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے ،

وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا

اور آپ پر جو حکام آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کے کفر اور

وَكُفْرًا وَالْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

سرکشی کو زیادہ کرے گا ، اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت اور بغض کو ڈال دیا ہے ،

كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ

وہ جب بھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے ، وہ زمین میں فساد پھیلانے کی کوششیں کر رہے ہیں

فَسَادًا ۖ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿۶۴﴾ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ

کر رہے ہیں اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا ۵ اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور

آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكُنَّا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَادْخُلُهُمْ جَنَّتٌ

اللہ سے دیکھتے رہتے تو ہم ان کے گناہوں کو معذور مانتے دیتے اور ہم ان کو جہنم کی جہنموں میں معذور مانتے

جہان القرآن

التَّعْبِیُّ ۝۱۰ وَكَوَانَهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ

کرتے ۰ اور اگر یہ لوگ تورات اور انجیل کو عالم رکھتے اور اس کو (قائم رکھتے) جو ان کی حق

إِلَيْهِمْ وَمَنْ رَبِّهِمْ لَا كَلُومًا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمَنْ تَحْتَ أَرْجُلِهِمْ

ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے قرآن کے اور سے بھی ان پر رزق برستا اور جس سے بھی ان کے لیے رزق

مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُقْتَصِدَةٌ ۝ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ۝۱۱

آیت ۱۰ میں سے کچھ لوگ میانہ روی پر ہیں اور ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو برے کام کر رہے ہیں ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ گنہگار، سرکش اور حرام خوردی میں تیزی سے

پڑھتے ہیں۔ یہ بہت ہی حرکتیں کر رہے ہیں۔ (المائدہ ۳۳)  
اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ یہودی ہر قسم کے گنہگار ہیں اور وہ کسی قسم کے گنہگار میں جھجک محسوس نہیں  
کرتے۔ خود وہ گنہگار ہی ہیں نہ ہو۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں اٹھ سے مراد کفر ہے، اور ہر دین کے سنی اللہ  
تعالیٰ کی نظر کی ہوئی حد سے آگے بڑھتا ہے۔

اللہ نے یہ کہا ہے کہ اس آیت سے یہودی حکام مراد ہیں اور اس کا سنی یہ ہے کہ جن یہودیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ اللہ  
تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کرنے اور حلال و حرام میں اس کی حدود سے تجاوز کرنے اور رذلت کے رجحان سے نیلے کرنے میں  
بہت تیزی سے درون دوش ہیں اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے رہبر اور پوری انہیں گنہگار بناتے ہوئے حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے یا جو  
کچھ کر رہے ہیں یہ بہت برے کام ہیں۔ (المائدہ ۳۳)

نیک کا حکم نہ دینے اور برائی سے نہ روکنے کی مذمت

گنہگار بننے سے مراد بھوت ہونا ہے۔ وہ ایمان نہیں لاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے کتنے تھے ہم ایمان لاتے ہیں  
اور جو بھوت ہے اور تورات میں بھوت ہونے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح وہ رذلت کے رجحان سے نیلے کرتے تھے اور اس  
سے بھی تورات میں منع کیا گیا ہے اور ان کے علماء اس سے بھی منع نہیں کرتے تھے اور گنہگار بننے کی یہ نسبت گنہگار سے منع نہ کرنا  
زیادہ مذموم ہے کیونکہ گنہگار بننے والا گنہگار سے لذت حاصل کرتا ہے اس لیے گنہگار بننے اور گنہگار سے منع نہ کرنا محض گنہگار  
لذت ہے اس لیے اس کی زیادہ مذمت ہے۔ اس آیت میں یہودیوں کے ان علماء کی مذمت کی ہے جو ان کو گناہوں سے نہیں  
روکتے تھے۔

حسین بھری نے کہا ہے کہ یہودیوں سے مراد یہودیوں کے علماء ہیں اور انہوں نے مراد یہودیوں کے علماء ہیں اور ایک قول یہ  
ہے کہ یہودیوں کے علماء ہیں کیونکہ یہ آیات یہودیوں کے حلقہ ہیں۔ ایک فقہ سے مراد یہودیوں کے رویش ہیں اور  
دوسرے فقہ سے مراد یہودیوں کے علماء ہیں۔ علماء ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا علماء کی  
حجۃ کے باپ میں سے سب سے خف آیت ہے۔ خفاک نے کہا کہ قرآن مجید کی جس آیت سے سب سے زیادہ خوف پیدا ہوا



چھوڑ دیا تو سب ڈوب کر ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ان کے ہاتھوں کو سوراخ کرنے سے روک لیا تو وہ بھی نجات پائیں گے اور  
پہلی منزل والے بھی۔

۱ صحیح البخاری ج ۳ رقم الحدیث: ۲۳۸۲۳۳۳ سنن ترمذی ج ۲ رقم الحدیث: ۲۸۸۰ صحیح ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث: ۲۸۷۱  
امرو ج ۲ رقم الحدیث: ۳۸۸۱ مطبع دار الفکر ج ۳ ص ۴۳۲ ۲۸۷۲ ۲۸۷۳ مطبع قدیم سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۲۸۸ (۶)  
حضرت جریر بن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم میں گناہوں کے کام  
کیے جا رہے ہوں اور وہ ان گناہوں کو مٹانے کی قدرت رکھتے ہوں اور پھر نہ مانیں تو اللہ ان کو مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا  
کر دے گا۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند حسن ہے۔

۲ صحیح ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث: ۳۰۰۰ سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث: ۳۳۳۹ سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث: ۳۰۰۹ سنن امرو  
ج ۳ ص ۳۲۲ ۳۳۳۳ قدیم المکتب الکبیر للعلیانی ج ۲ رقم الحدیث: ۲۳۸۲ ۲۳۸۳ (۱۲)

ایک روایت میں ہے جس قوم میں گناہ کیے جائیں وہ قوم زیادہ اور غالب ہو پھر بھی عافیت کرے اور خاموش رہے اور  
برائی کو بدلنے کی کوشش نہ کرے تو پھر ان پر عذاب آئے گا۔

۳ المکتب الکبیر ج ۲ رقم الحدیث: ۲۳۸۵ ۲۳۸۶ ۲۳۸۷ ۳۳۳۳ ۳۳۳۴ مطبع قدیم سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۲۸۸  
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا سب سے بڑا جملہ یہ ہے کہ ظالم بد شلہ کے سامنے  
انصاف کی بات بیان کی جائے یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۴ سنن ترمذی ج ۲ رقم الحدیث: ۲۸۸۱ سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث: ۳۳۳۳ سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث: ۳۰۰۹ سنن  
ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث: ۳۳۳۳ صحیح ابوداؤد ج ۲ ص ۴۳۲ (۱۲)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۱۹۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اسرائیل میں سب سے پہلی فرما لیا یہ واقع  
ہوئی کہ ایک شخص دوسرے شخص سے طاقت کر کے یہ کہتا اے شخص اللہ سے ڈر اور جو کلام تو کر رہا ہے اس کو چھوڑ دے  
کیونکہ یہ کلمہ میرے لیے جائز نہیں ہے۔ پھر جب دوسرے دن اس سے طاقت کرنا تو اس کا وہ کلام اس کو اس کے ساتھ کھانے  
پینے اور اٹھنے بیٹھنے سے منع نہ کرتا جب انہوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک جیسے کر دیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے  
فرمایا جو اسرائیل میں سے جنہوں نے نکر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی  
اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے۔ جو وہ کرتے تھے اور جو کچھ وہ کرتے تھے  
وہ بہت برا کام تھا (المائدہ: ۹۵-۹۸) پھر آپ نے فرمایا ہرگز نہیں باندھ لایم ضرور تنگی کا حکم دیتے رہتا اور برائی سے روکتے رہتا اور تم  
ضرور ظلم کرنے والے کے ہاتھوں کو پکڑ لیا اور تم اس کو ضرور حق پر عمل کے لیے مجبور کرنا اور نہ اللہ تمہارے دل بھی ایک جیسے  
کر دے گا پھر تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی تھی۔

۵ سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث: ۳۳۳۳ ۳۳۳۴ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے سنن ترمذی ج ۲ رقم الحدیث:  
۳۰۵۸ ۳۰۵۹ سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث: ۳۰۰۹ سنن امرو ج ۳ ص ۳۲۲ ۳۳۳۳ مطبع قدیم امام امرو کی سند میں اختلاف ہے اس لیے یہ سند  
ضعیف ہے۔ سنن امرو متفقین امرو شاکر ج ۲ رقم الحدیث: ۳۳۳۳ مطبع دار الحدیث قاہرہ المکتب الاسلامی ج ۲ رقم الحدیث: ۳۳۳۳ حافظ ابوشی  
نے کہا کہ امام طبرانی کی سند کے تمام راوی صحیح ہیں صحیح ابوداؤد ج ۲ ص ۴۳۲ (۱۲)



اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، خود ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ من کی اسی قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کٹا دیے گئے، جس طرح چاہتا ہے، خرچ کرتا ہے۔ (آلایہ)

(المائدہ: ۶۴)

### مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کی برائیاں اور ان کے گنہگار فرمائے تھے کہ وہ گنہگار سرکش میں تیزی سے دوڑتے ہیں، حرام کھاتے ہیں اور حلال اور حرام کی تمیز کے بغیر مال حاصل کر کے جمع کرتے ہیں۔ اس آیت میں ان کی سب سے بڑی برائی اور سب سے بڑا گنہگار کیا کہ انہوں نے اللہ عزوجل کی طرف بخل کو منسوب کیا، اور یہ ایسی جرات ہے جس کا ارتکاب کوئی صاحب عقل نہیں کر سکتا، ہم اس قول سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسی نسبت سے پاک، بلند اور برتر ہے۔

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی مشرقی ۳۰۳۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود میں سے ایک شخص نباش بن قیس قلیس نے کہا آپ کا رب بخل ہے، خرچ نہیں کرے گا، جب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔

(المکرم الکبیر ج ۱۲، رقم الحدیث ۱۲۴۹۷، مسطور دار احیاء التراث العربی بیروت)

ہر چند کہ کسی ایک یہودی نے یہ غیبت قول کہا تھا، لیکن چونکہ بقی یہود میں سے کسی نے اس قول سے براہت کا اعتراف نہیں کیا اور اس کا رد نہیں کیا، اس لیے پوری قوم یہود کی طرف اس قول کی نسبت فرمائی۔

امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ حکمرانے کہا ہے کہ یہ آیت انہیں یہودی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(جامع البیان ۶۲، ص ۳۰۵، مسطور دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

ایک قول یہ ہے کہ جب یہود نے دیکھا کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے پاس دنیاوی مال نہیں ہے اور اکثر مسلمان فقر اور فاقہ میں مبتلا ہیں، اور انہوں نے یہ آیت سنی:

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا

کوئی ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے۔

(الحجہ: ۱۱۰)

تو انہوں نے کہا کہ (سیدنا) محمد ﷺ کا خدا فقیر ہے اور بالوقت کہا بخل ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ یہود نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اس کا یہی معنی ہے، کیونکہ جو شخص خرچ نہ کرے اس کے متعلق کہا جاتا ہے اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَحْمِلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ

اور نہ رکھ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا۔

(الاسراء: ۳۹)

ان کا یہ مقصد نہیں تھا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ لیکن ان کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رزق کے ذرائع بند کر دیئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس انشاء کا رد کرتے ہوئے فرمایا: خود ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اس آیت میں ہماری زبانوں سے ان کے خلاف دعا ضرر فرمائی ہے، یعنی ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا، وہ اس بخل کی وجہ سے ہر خیر سے محروم ہیں۔ ان سے کسی کو خیر حاصل نہیں ہو سکتی اور وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ بخل ہیں۔ غل کا معنی طوق بھی ہے، سو اس کا یہ



خیر میں جو سیر (الشوری: ۳۷)

جنا جاتا ہے 'رزق' انکار ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں سے  
خوب واقف ہے اور انہیں بہت دیکھنے والا ہے۔

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ

اللہ جس کے لیے چاہتا ہے 'رزق' کثاہہ کرتا ہے اور (جس  
(الرعد: ۳۳) کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔

قرآن مجید کی جن آیات میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ چمڑے اور پنڈلی دنیو کا ذکر کیا گیا ہے 'فرقہ' بمعنی آیات سے اللہ  
تعالیٰ کے لیے سمیت جیت کرنا تھا اس فرقہ کا باطل ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ جسم اپنے ترکب میں اپنے اجزاء کا قیام ہوتا  
ہے اور قیام خدا انہیں ہو سکتا ہے نیز اگر جسم قیام ہوتا ہے اور ہر قسمی طوط ہوتا ہے اور طوط خدا انہیں ہو سکتا ہے نیز اگر جسم یا  
محرک ہو گا یا ساکن ہو گا اور حرکت و سکون دونوں طوط ہیں اور طوط خدا انہیں ہو سکتا  
خواہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اعضاء اور جسم ہونے سے پاک اور خدہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے لیے جو یہ دنیو کا اطلاق کیا گیا ہے  
اس میں اہل اسلام کے حسب ذیل مذاہب ہیں۔

علامہ سعد الدین مسعودی نے مرتبہ تازی حنفی ۷۷۷ھ لکھتے ہیں:

شریعت میں جن امور کا ذکر ہے 'مثلاً استواء' یہ 'دو' (چرومین) (آئمہ) دنیو بن میں حق ہے کہ یہ مجازات اور تمثیلات  
ہیں۔ یعنی جن امور کا ظاہر شرع میں ذکر ہے اور ان کو حقیقی معنی پر محمول کرنا محال ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى (طہ: ۵)

بَدَّ اللُّو قُوِّيْ اَبْلَهِيْهِمْ (الفتح: ۳۰)

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْعُدَ لِمَا عَلَفْتَ يَدَيَّ

(ص: ۷۵) اپنے ہاتھوں سے بلا۔

وَيَهِيْ وَجْهَهُ رَوَّحَكَ (الرحمن: ۳۷) اور ہاتھی ہے آپ کے رب کا چہرہ۔

وَلَنُصَبِّحَنَّ عَلَى عَیْنِيْ (طہ: ۳۹) تاکہ میری آنکھ کے سامنے آپ کی پرورش کی جائے۔

شیخ ابو الحسن اشعری نے کہا ہے کہ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی صفت زائدہ ہیں اور جسور کے نزدیک یہ تمام اطلاق مجازی  
ہیں۔ استواء سے مراد قلم ہے یا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفت کی تشبیل اور تصویر ہے اور یہ سے مراد قدرت ہے اور دو  
(چروہ) سے مراد ذات اور دو ہے اور زمین (آنکھ) سے مراد ہر ہے اور شیخ اشعری کا ایک قول بھی جہود کے موافق ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بنی ہیں پھر حضرت آدم علیہ السلام کے حلقی خصوصیت  
سے کیوں فرمایا کہ میں نے ان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے شرف اور مرتبہ کو ظاہر  
کرنے کے لیے خصوصیت سے فرمایا کہ میں نے ان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا جس طرح بیت اللہ میں بیت کی مناسبت بھی تشریف  
اور کریم کے لیے ہے یا وہیں پر کل قدرت کا اعلان مراد ہے۔ نیز علامہ بیان نے بھی کہا ہے کہ استواء سے مجازاً قلم اور یہ اور  
یعین سے مجازاً قدرت اور زمین سے مجازاً ابر مراد یا اللہ تعالیٰ کی طرف تجسیم اور تشبیہ کے وہم کی نفی کرنے کے لیے ہے 'دو' نہ  
ان الفاظ سے 'و' معانی عقیدہ برابر ہیں جو ان کے مقابلہ میں صود صید میں ہوتے ہیں۔

(شرح القاعدہ ج ۵ ص ۱۷۵-۱۷۴ مطبوعہ منشورات الرضی ایران ۱۳۰۹ھ)

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی ۷۷۷ھ لکھتے ہیں:

شیخ ابو الحسن اشعری کا ایک قول یہ ہے کہ ان امور کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، کیونکہ وہ اللہ کے حق میں عمل ہے۔ اس لیے ان سے مراد اللہ کی صفت زائدہ ہیں اور ہمیں ان کی کسے معلوم نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اطلاق مجازی ہیں۔

(شرح المواقف، ج ۸، ص ۱۱۱-۱۱۰، "ملخصاً" مطبوعہ منشورات الرضی، ایران)

امام غزالی نے محمد بن ضیاء الدین عمر ازہری متوفی ۵۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لیے قرآن مجید میں جو یہ کائنات آیا ہے اس کے متعلق جسور مسلمین کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کائنات آیا ہے۔ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے اور چونکہ عقل اس پر دلائل کرتی ہے کہ اللہ کے لیے جسم اور جسمانی اعضاء عمل ہیں، سو ہمارا اس پر بھی ایمان ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ ہے اور اس کی حقیقت اور کسے ہم کو معلوم نہیں ہے، سلف صالحین کا یہی عقیدہ تھا۔ دوسرا قول متکلمین کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ کے کئی معانی ہیں۔ ایک معنی یہ ہے، غصہ مخصوص ہے، اللہ کے حق میں عمل ہے۔ اس کا دوسرا معنی ہے نفرت۔ تیسرا معنی ہے قوت، چونکہ معنی ہے ملک، جیسے قرآن مجید میں ہے الہی بیدہ عقدہ السکاح جس کی ملک میں فلان کی گھر ہے۔ پانچواں معنی ہے خصوصی توجہ اور خصوصیت جیسے "لما خلقت بیدی" ص ۱۷۵ اور غزلہ کر چاروں معانی مرلو لیے جاسکتے ہیں۔ اس بحث میں ایک اور قول بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام ابو الحسن اشعری نے کہا کہ یہ "اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور یہ ایک صفت ہے جو قدرت کے علاوہ ہے۔ اس کی شان سے کسی چیز کو خصوصیت کے ساتھ پیدا کرنا ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کائنات استعمال ہو تو اس سے قدرت اور نفرت مراد ہوتی ہے۔

(تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۲۸، "ملخصاً" مطبوعہ دار الفکر، بیروت، طبع قدیم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ پر جو حکام آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، وہ ان میں سے زیادہ تر لوگوں کے کفر اور سرکشی کو زیادہ کر دے گا اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت اور بغض کو ڈال دیا ہے، وہ جب بھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ اسے بھجواتا ہے۔ وہ زمین میں فساد پھیلانے کی نیک دو کر رہے ہیں اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا (الحاکم، ص ۴۳)

اس آیت کا تعلق علماء یہود سے ہے، کیونکہ ان کا موقف غلط اور باطل تھا۔ اس لیے اس کے رد میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں، اور ہر آیت کے نازل ہونے کے بعد علماء یہود اس کا انکار کر دیتے، تو پھر قرآن مجید کے نازل ہونے سے ان کے کفر اور سرکشی میں زیادتی ہوتی رہی۔

علماء یہود حسد اور بغض کی وجہ سے میدانِ پیچیدہ کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور چونکہ یہ دنیاوی مل و دولت اور منصب اور عہدوں کے روپے تھے، اس لیے یہود اور نصاریٰ میں سے ہر فرقہ شد و دھ کے ساتھ اپنے مذہب کا پرچار کرتا تھا اور دوسرے فرقہ کا رد کرتا تھا، تاکہ دنیاوی کامیابی صرف اسی کو حاصل ہو۔ اس لیے یہود اور نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے سے حسد اور بغض رکھتے تھے یا پھر ان کے اپنے اندر بدست فرقتے تھے اور ہر فرقہ دوسرے سے بغض رکھتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت اور بغض کو ڈال دیا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہود جب بھی جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ اس کو بھجواتا ہے۔ جب انہوں نے فساد پھیلایا اور تورات کی مخالفت کی، تو اللہ نے ان کے لیے عداوت ضرور بھیج دی، انہوں نے پھر فساد کیا، تو ان پر پطرس روٹی کو بھیج دیا۔ انہوں نے پھر فساد پھیلایا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بھوس کو بھیج دیا۔ انہوں نے پھر فساد پھیلایا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلمانوں کو بھیج دیا۔

قلہ نے کہا جس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی پیغمبر کو مبعوث کیا تو یہ محسوس ہوا کہ اس کے بعد قریبا یہ زمین میں فساد پھیل رہا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اسلام کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ زمین میں سب سے بڑا فساد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر اہل کتب ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈرتے رہتے تو ہم ان کے گناہوں کو ضرور مٹا دیتے اور ہم ان کو نعمتوں کی بہتوں میں ضرور داخل کرتے۔ (المائدہ: ۶۵)

اس آیت کا معنی ہے کہ اگر اہل کتب اللہ اور اس کے رسول یعنی سیدنا محمد پیغمبر پر ایمان لے آتے اور اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرنے اور کلمہ کرنے اور سرکشی کرنے سے اللہ سے ڈرتے، یعنی اللہ کی کتاب میں نقلی اور معنوی تحریف نہ کرتے، رشوت لے کر حرام بل نہ کھاتے تو ہم نہ صرف یہ کہ ان کے گناہوں کو مٹا دیتے، بلکہ ان کو جنت کی نعمتوں میں داخل کر دیتے۔ اس سے پہلے آجوں میں اللہ تعالیٰ نے یہودی کی خرابی اور ان کے مرض کا ذکر کیا تھا اور اس آیت میں اس کے تدارک اور علاج کا ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر یہ لوگ تورات اور انجیل کو قائم رکھتے اور اس کو (قائم رکھتے) جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، تو ان کے اوپر سے بھی ان پر رزق پرستار و زمین سے بھی ان کے لیے رزق بہت ان میں سے کچھ لوگ سناہ روی ہیں، اور ان میں سے زیادہ تر وہ ہیں جو بے کام کر رہے ہیں۔ (المائدہ: ۶۶)

گناہوں کو ترک کرنے اور نیکیاں کرنے سے رزق میں وسعت اور فراخی اس سے پہلے آیت میں یہ فرمایا تھا کہ اگر اہل کتب اللہ اور رسول پر ایمان لے آئیں اور کفر اور سرکشی میں اللہ سے ڈرتے رہیں، تو وہ اخروی عذاب سے محفوظ رہیں گے، اور آخرت میں جنت کی نعمتوں کو حاصل کریں گے اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اگر یہ تورات اور انجیل کو قائم رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دنیا کو بھی جنت بنادے گا۔ تورات اور انجیل کو قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ:

۱۔ وہ تورات اور انجیل میں اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کریں اور ان میں سے عہد بھی ہے کہ وہ سیدنا محمد پیغمبر پر ایمان لائیں گے اور تورات اور انجیل میں آپ کی نبوت پر جو دلائل ہیں اور آپ کی جو علامات مذکور ہیں، ان کو ظاہر کریں گے۔  
۲۔ تورات اور انجیل کے احکام پر عمل کریں گے اور اس میں مذکور حدود کو بخاند کریں گے۔

۳۔ اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اگر وہ عسور اسلام سے پہلے تورات اور انجیل کی شریعت کو قائم رکھتے اور اس کے احکام پر عمل کرتے تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ رہتے، لیکن انہوں نے تورات کے احکام پر عمل نہیں کیا اور انجیل کا انکار کیا اس لیے ان پر معاشی غلّی اور رزق میں کمی کی اور دنیا میں رسوائی اور خواری مسئلہ کر دی گئی۔

اس آیت میں فرمایا ہے اور اس کو (قائم رکھتے) جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر میں کئی قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے، دوسرا قول یہ ہے اس سے مراد باقی انبیاء پر نازل کیے ہوئے صحیفے ہیں، مثلاً حضرت اسماعیل، حضرت جعفر، اور حضرت داؤد کے صحائف۔

نیز فرمایا تو یہ اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور اپنے پیروں کے نیچے سے بھی کھاتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہود نے سیدنا محمد پیغمبر کی تکذیب پر اصرار کیا تو ان پر قلعہ اور غلّی مسئلہ کر دی گئی، حتیٰ کہ انہوں نے کہا اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر یہ کفر کو چھوڑیں تو ان کے حالات بدل جائیں گے اور ان کی غلّی خوش حالی سے اور قلعہ کی خرابی سے بدل جائے گی۔

جائے گا۔ اور یہ جو فرمایا تو یہ اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور اپنے پیوں کے لیے سے بھی کھاتے، اس کی کئی تفسیریں ہیں۔

۱۔ اس سے مراد خدائی اجناس کی پیداوار میں مہلک اور وسعت ہے

۲۔ اوپر سے کھاتے سے مراد ہے بارشوں کا پورا پورا پیوں کے نیچے سے کھاتے سے مراد ہے زمین کا نالہ اگانا

۳۔ اوپر سے کھاتے سے مراد ہے درختوں کا پھلوں سے لوہا اور پیوں کے نیچے سے کھاتے سے مراد ہے کھیتوں کا لگانا

۴۔ اوپر سے مراد درختوں سے پھل اگانا اور نیچے سے مراد ہے زمین پر پڑے ہوئے پھلوں کو چٹنا

خلاصہ یہ ہے کہ خوف خدا سے گناہوں کو ترک کرنے اور عبادت اور نیکیوں کے کرنے سے آسمان سے بھی رزق برستا ہے اور زمین بھی سونا نکلتی ہے۔ اس کی تائید اور نظم میں سب ذیل آیات ہیں

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا  
عَلَيْهِمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ  
اور اگر ہستیوں والے ایمان لے آتے اور ڈرتے رہتے تو  
ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے۔

(الاعراف: ۹۷)

وَأَن لَّوِ اسْتَغْنَوْا عَلَى الْقَوْمِ لَآتَيْنَهُم  
تَمَنًا وَعَدْنَاهُمُ الْخَبَرَ  
اگر وہ سیدھی رو پر قائم رہتے تو ہم انہیں ضرور کثیر پانی  
سے تیرا پ فرماتے۔

وَمَنْ يَتْلِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا مِّنْ حَبْثِ  
لَا يَمْحُوتُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ  
جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کیلئے بہت سی راہیں آکر  
دے گا اور اسکو وہاں سے روزی دے گا جہاں اسکا گمان بھی نہ  
ہو گا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

(الطلاق: ۳)

اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تم کو زیادہ دوں گا۔

لَا تَشْكُرُنَّ لِي أَهْلًا لَكُمْ (ابراہیم ۷)

اس کے بعد فرمایا: من میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو مہمانہ روی پر ہیں۔ من نے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب میں سے مسلم  
انفطرت تھے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا، جیسے یہودیوں میں سے حضرت عبداللہ بن سلام اور عیسائیوں میں سے نچاشی اور ی  
کفار میں سے وہ لوگ مروی ہیں جو معتدل تھے اور انہوں نے جلد یا بدیر اسلام قبول کر لیا۔

اس آیت کے آخر میں کی گئی ہے جو تورات اور انجیل میں تحریف کرتے تھے۔ حق کو چھپاتے تھے اور حرام کھاتے تھے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَّمْ

تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

اے رسول! ہم آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجیے اور اگر (بالفرض)

تفعل فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا، اور اللہ آپ کو لوگوں (دکے شر) سے محفوظ رکھے گا،

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ

بیشک اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا ۰ آپ کہیے کہ سنے اہل کتاب!

بیشک اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا ۰ آپ کہیے کہ سنے اہل کتاب!

جلد سوم

لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا

آئیوں پر تکلیف کسی چیز پر نہیں جو جب تک کہ تم قرأت اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو

أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّنْ رَبِّكُمْ وَلِيُذِيقَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا أَنْزَلَ

جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف سے نازل کیا گیا ہے اور ان میں سے بہت سے لوگوں کے لئے اور سرکشی کو وہ ضرور زیادہ

إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ

کرنے کو جو آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، سو آپ کافروں کی قوم پر افسوس

الْكَافِرِينَ ﴿٥٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ

نہ کریں ۵۸ ○ ہے شک ایمان کے مٹنے اور یہودی اور صابئین اور نصاریٰ جو بھی اللہ

وَالنَّصَارَىٰ مِنْ أَمْنٍ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا

اور قیامت پر (دیکھ) ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو نہ ان پر غم ہو گا

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٥٩﴾ لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ

اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ بیک ہم نے بڑ اسرائیل

بَنِي إِسْرَءِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ رُسُلًا كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ

سے پہنچا اور ان کی طرف سے رسول بھیجے، جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا علم کے

بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٦٠﴾

آیا جو ان کی نفسانی خواہشوں کے خلاف تھا تو انہوں نے (دو گروہ) ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کر دیا

وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةً فَعَمُوا وَصَمُوا ثُمَّ تَابَ اللهُ عَلَيْهِمْ

اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان کو اس کی کوئی سزا نہیں ہے گی، موروہ اندھے اور بہرے بہرے، پھر اللہ نے ان کی

ثُمَّ عَمُوا وَصَمُوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٦١﴾

تو بہرے نہال، پھر بھی ان میں سے بہت سے لوگ اندھے اندھے ہو گئے اور اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے ○

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ

بیٹک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا یسوع مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔ حالانکہ یسوع

الْمَسِيحُ ابْنُ إِسْرَءِيلَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ

کہا تھا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے، بیٹک جس نے

يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا لَهُ الثَّامِرُ

اللہ کے ساتھ شریک کیا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے،

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿۴۷﴾

اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے ۴۷

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے رسول! جو آپ کے رب کی طرف سے ٹپس کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے اور اگر

(پافرض) آپ نے ایمان نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا بے شک

اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (النساء: ۶۷)

ایک آیت کی تبلیغ نہ کرنے سے مطلقاً تبلیغ رسالت کی نفی کس طرح درست ہے؟

اس سے پہلی آیتوں میں یہود و نصاریٰ کے غیبت عقائد اور ان کے باطل اقوال دین میں ان کی تحریقات اور ان کی

بد اعمالیوں بیان کی گئی تھیں۔ اس طرح مشرکوں کی خرابیوں کو بھی بیان کیا گیا تھا اور مشرکوں کے متعلق آیات نازل ہوئیں تھیں۔

اب آپ سے فرمایا ہے کہ آپ کے اور جو کچھ بھی آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ سب کو پہنچا دیجئے اور اس تبلیغ

میں یہود و نصاریٰ اور مشرکوں اور کافروں کی مخالفت کی مطلقاً پروا نہ کیجئے۔ اللہ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اگر یہ

فرض محلی آپ نے ایمان نہ کیا اور کسی آیت کو بھی نہ پہنچایا تو آپ نے کار و رسالت انجام نہیں دیا اور آپ نے اپنے رب کا پیغام

نہیں پہنچایا۔

اس آیت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اس آیت کا معنی یہ ہو اگر آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا تو آپ نے اپنے

رب کا پیغام نہیں پہنچایا تو یہ کلام غیر مفید ہے۔ کیونکہ شرط اور جزا میں فرق ہوتا ہے اور یہی فرق نہیں ہے اور اگر اس آیت کا

معنی یہ ہے کہ اگر آپ نے ایک آیت بھی نہیں پہنچی تو آپ نے اپنے رب کا پیغام بالکل نہیں پہنچایا تو یہ کلام مفید ہے۔ لیکن واقع

کے خلاف ہے کیونکہ ایک آیت کے نہ پہنچانے سے اس ایک آیت کے پہنچانے کی نفی ہونی چاہیے، باقی تمام آیات جو پہنچی جا

چکی ہیں ان کی نفی کیسے صحیح ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معنی یہی ہے کہ اگر آپ نے پافرض ایک آیت کو بھی نہیں پہنچایا تو

آپ نے اپنے رب کا پیغام بالکل نہیں پہنچایا۔ کیونکہ ایک آیت کو بھی نہ پہنچانے سے باقی تمام آیات کا پہنچانا ضائع اور غیر مستبرو

جائے گا جیسے کوئی شخص قرآن مجید کی ایک آیت پر ایمان نہ لائے تو اس کا باقی تمام قرآن پر ایمان لانا ضائع ہو گیا یا جیسے کوئی

مفسر نماز کا ایک رکن کو اذیت کرسے اور باقی تمام ارکان کو اذیت کرسے تو اس کی نماز ضائع ہوگی کیونکہ جب کسی ایک آیت کو چھپایا جائے



کا تو دعوت اسلام سے جو فرض اور مقصود ہے، وہ فوت ہو جائے گا اس کی نظیر یہ آیت ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِمَا كُنْتُ نَفْسًا أَوْ فَسَادًا يُمْسِي  
الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا  
(ماحق) قتل کیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کر دیا۔

(العائدہ: ۳۳)

کیونکہ جس طرح ایک شخص کو باحق قتل کرنا اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے، اسی طرح سب لوگوں کو باحق قتل کرنا بھی اللہ کی ممانعت ہے، اور جو ایک شخص کے قتل باحق پر جرأت کر سکتا ہے، اگر اس کے بس میں ہو تو وہ سب لوگوں کے قتل باحق پر بھی جرأت کر سکتا ہے۔ اسی طرح جو بافرض ایک آیت کے چھپانے پر جرأت کر سکتا ہے، وہ سب آیتوں کے چھپانے پر بھی جرأت کر سکتا ہے۔ اس لیے فرمایا: اگر آپ نے بافرض ایک آیت کو بھی چھپایا تو آپ نے ہزار رسالت ہائیکل انجیل نہیں دیا۔  
امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس آیت کا معنی ہے آپ پر آپ کے رب کی جانب سے جو کچھ نازل ہوا ہے، اگر (بافرض) آپ نے اس میں سے ایک آیت بھی چھپالی تو آپ نے اللہ کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔

(جامع البیان ۶: ۲۷۲، ص ۳۱۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۱۵ھ)

تبلیغ رسالت اور لوگوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھنے کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

مسوق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سارے سے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے ابو عائشہ! جس شخص نے جن باتوں میں سے ایک بات بھی کہی، اس نے اللہ پر بست بڑا جھوٹ پاندہ جس میں بے پیمانہ کون سی باتیں ہیں؟ فرمایا: جس نے یہ کہا کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، اس نے اللہ پر بست بڑا جھوٹ پاندہ جس میں سارے سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں سنہل کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا اے ام المؤمنین! مجھے مسرت دیں اور جلدی نہ کریں، کیا اللہ عز وجل نے یہ نہیں فرمایا؟ اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا (الانکبوت: ۲۳) اور فرمایا اور بے شک انہوں نے اسے ضرور دوسری بار دیکھا (انجیم: ۳۳) حضرت عائشہ نے فرمایا اس امت میں، میں سب سے پہلی ہوں جس نے ان باتوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: جبرائیل ہیں، جس صورت پر جبرائیل کو پیدا کیا ہے، آپ نے اس صورت پر جبرائیل کو صرف دوبار دیکھا ہے۔ آپ نے جبرائیل کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا، ان کی عظیم خلقت (بطول اور جسامت) نے تمام آسمان اور زمین کو بھر لیا تھا۔ پھر حضرت عائشہ نے فرمایا کیا تم نے اللہ عز وجل کا یہ قول نہیں سنا، ہمیں اللہ کا اور اک (احاطہ کرتے ہوئے) نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا اور اک کرنا ہے اور وہی بارہ کیوں کو جلتے دھوا اور ظاہر باطن سے خداداد ہے (الاحقاف: ۱۰۳) اور کیا تم نے اللہ عز وجل کا یہ قول نہیں سنا اور کسی بشر کے یہ لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وہی سے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے اس کو وہ پہنچا دے جو اللہ چاہے (الشوری: ۵۰) اور جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی کتاب سے کچھ چھپایا ہے تو اس نے اللہ پر بست بڑا جھوٹ پاندہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، اس کو پہنچا دیجئے اور اگر (بافرض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا (العائدہ: ۷۲) اور جس نے یہ کہا کہ آپ کل کی ہفت کی (از خود) خریدتے ہیں، تو اس نے اللہ پر بست بڑا جھوٹ پاندہ اللہ فرماتا ہے: آپ کہنے کے آسمانوں اور زمینوں میں کوئی بھی (از خود) شیب کو نہیں چاہتا، سو اللہ کے (الزلزل: ۶۵)

الحج مسلم (۲۸۷) ۲۸۷، صحیح البخاری (۳۲۲) ۳۲۲، رقم الحديث ۳۸۵۵، سنن ترمذی (۵۲) ۵۲، رقم الحديث ۳۰۷۰، سنن کبریٰ للعلانی (۵۲) ۵۲، رقم الحديث ۳۳، مسند احمد (۲۰) ۲۰، رقم الحديث ۳۲۹۹، مطبوع طبع الفکر، مسند احمد (۲۰) ۲۰، مطبوع قدیم جامع البیان (۲۲) ۲۲، ص ۳۲۹

لام ابو یحییٰ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا (المائدہ ۱۷) تب رسول اللہ ﷺ نے خیر سے اپنا سر یا ہر نکل کر فرمایا۔ اسے لوگوں واپس جانے سے شک اللہ نے مجھے محفوظ کر دیا ہے۔ (سنن ترمذی (۵۲) ۵۲، رقم الحديث ۳۰۷۰، مسند احمد (۲۰) ۲۰، ص ۳۳۳)

لام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان مسلمانوں میں سے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا تو رسول اللہ ﷺ نے حفاظت کے انتظام کو ترک کر دیا۔

(المصنف (۲۸) ۲۸، رقم الحديث ۳۸، المصنف (۳۸) ۳۸، رقم الحديث ۲۵۳۳، حنفیہ البیہقی نے کہا اس حدیث کی سند میں علیہ العرفی ایک ضعیف راوی ہے۔ صحیح الترمذی (۵۲) ۵۲، ص ۳۳۳)

لام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نبی کی طرف ایک غزوہ میں گئے اور جب رسول اللہ ﷺ واپس ہوئے تو وہ آپ کے ساتھ واپس آئے۔ ایک راوی جس میں خوار و درشت بہت زیادہ تھے اس میں انہوں نے دوسرے کے وقت قیام کیا مسلمانوں و درختوں کے سائے میں بکھر کر آرام کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ ٹکڑے ٹکڑے کے ایک درخت کے نیچے اتارے اور آپ نے اس میں کھوار نکادی۔ حضرت جابر نے کہا ہم لوگ سو گئے۔ اچانک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بلایا، ہم آپ کے پاس پہنچے تو وہاں ایک امرابی بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سو یا ہوا تھا اس شخص نے میری کھوار نکال لی، میں بیدار ہوا تو وہ کھوار اس کے ہاتھ میں سونپی ہوئی تھی اور وہ مجھ سے کہنے لگا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ اور وہ یہ بیٹھا ہوا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

(الحج البخاری (۵۲) ۵۲، رقم الحديث ۳۳۵، مسند احمد (۲۰) ۲۰، حنفیہ البیہقی نے کہا اس حدیث کی سند میں علیہ العرفی ایک ضعیف راوی ہے۔ صحیح الترمذی (۵۲) ۵۲، ص ۳۳۳)

علامہ علی بن یحییٰ بن محمد بن علی بن یحییٰ متوفی ۳۳۳ھ نے اس واقعہ کو زیادہ تحصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اس شخص کا نام غیر ثبوت بن الحارث تھا۔ اس نے اپنی قوم سے کہہ دیا میں تمہارے لیے اسید (مہم) بھیج دوں گا تو کون؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ تم ان کو کیسے قتل کرو گے؟ اس نے کہا میں ان کی غفلت میں ان کے پاس جوں گا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔ اس وقت کھوار آپ کی گود میں تھی اس نے کہا اے محمد! پیچھا پیچھا ذرا اپنی کھوار مجھے دکھائیں۔ پھر کھوار آپ کی گود سے لے کر آپ پر سون لی اور کہنے لگا اے محمد! پیچھا پیچھا آپ مجھ سے ڈرتے نہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ اللہ مجھ سے تم سے بچائے گا پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کو کھوار دے دی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے کھوار لے کر فرمایا اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا آپ بڑبڑا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم یہ گوی ہو کہ اللہ کے سوا کوئی مخلوق کا مستحق نہیں





حضرت علی کی خلافت کا موقع ہو گا اس وقت وہی اولی خلافت ہوں گے مگر خلفاء ثلاثہ کا ان سے پہلے خلیفہ نور امیر ہوا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

۴۔ اگر یہ حدیث حضرت علی کی خلافت پر نص ہوئی تو حضرت علی اس سے حضرت ابو بکر کی خلافت کے خلاف اپنی خلافت پر استدلال کرتے، لیکن حضرت علی اور حضرت عباس میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔

۵۔ مسند یزید میں ہے حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تو میں کسی کو کیسے اپنا خلیفہ بنا سکتا ہوں۔ اگر یہ حدیث حضرت علی کی خلافت پر نص ہوئی تو حضرت علی اس طرح نہ فرماتے۔

۶۔ اس حدیث میں مولیٰ دوست محب اور ناصر کے معنی میں ہے، جیسا کہ اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں اے اللہ اس سے دوستی رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے، یہ دعائیں پر قید ہے کہ مر کست مولانا علی مولانا کافری ہے میں جس کا دوست یا محب یا ناصر ہوں، علی اس کے دوست یا محب یا ناصر ہیں۔

اہل تشیع کے اس اعتراض کے اور بھی متعدد جوابات ہیں، لیکن ہم نے اختصار کے پیش نظر صرف اہم جوابات پر اکتفاء کیا ہے۔

آیا رسول اللہ ﷺ صرف احکام شرعیہ کی تبلیغ پر مامور تھے یا اپنے تمام علوم کی تبلیغ پر؟  
علامہ کرام نے اس مسئلہ پر بھی بحث و تحقیق کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر جو کچھ بھی وحی کی تھی خواہ وہ وحی جلی ہو یا وحی فنی رسول اللہ ﷺ نے وہ سب امت تک پہنچادی یا کچھ علوم ایسے تھے جو نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص تھے۔  
علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں،

بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جو احکام بندوں کی مصلحت سے متعلق ہیں، ان کی تبلیغ آپ پر ضروری ہے اور جن آیات سے مقصود بندوں کو اطلاع پہنچانا ضروری ہے، ان کو بندوں تک پہنچانا ضروری ہے اور جو غیب آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور امت کی مصلحت کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اس کا امت تک پہنچانا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کا ان سے چھپانا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَاَوْحَىٰ إِلَىٰ عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ الْمَسْحُومِ (۱۱۰)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب پر بلا واسطہ ایک راز کی وحی فرمائی اور اس راز کو آپ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس کا آخرت میں پتا ملے گا۔ جب آپ اپنی امت کی حفاظت فرمائیں گے اور علامہ واسطی نے کہا اللہ نے اپنے عبد مکرم کی طرف اللہ کا جو اللہ کا اور اس کو بالکل ظاہر نہیں کیا، کیونکہ اللہ سبحانہ نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص رکھا ہے اور جس چیز کو آپ کے ساتھ مخصوص رکھا ہے وہ مستور ہے اور جس چیز کے ساتھ آپ کو مخلوق کی طرف مبعوث کیا ہے وہ ظاہر ہے اور صوفیاء اس کو اسرار الہیہ اور حقیقت کاظم کہتے ہیں۔

علامہ آلوسی اس نظریہ سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صوفیاء نے اس مسئلہ میں بہت طویل کلام کیا ہے، لیکن میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ کے پاس احکام شرعیہ اور اسرار الہیہ کا جو بھی علم تھا وہ سب قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا روشن بیان

ہے۔ (النحل: ۸۹)

مَافَقَ تِلْكَ نَافِیَ الْكِتَابِ مِنْ شَیْءٍ (الانعام ۳۸) ہم نے کتب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔  
 اور امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غلبہ فتح ہوں گے۔ آپ سے پوچھا گیا ان سے  
 لکھنے کی کوئی سی جگہ ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں تم سے پہلے اور تمہارے بعد کے لوگوں کی خبریں ہیں اور  
 تمہارے حقیقی احکام ہیں اور امام ابن جریر اور امام ابن حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید  
 میں ہر علم کو نازل کیا گیا ہے اور ہمارے حقیقی ہر چیز کا بیان کیا گیا ہے لیکن ان کو قرآن کریم سے حاصل کرنے سے ہمارا علم قاصر  
 ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا نبی ﷺ نے جس قدر احکام دیے ہیں آپ نے ان سب کو قرآن سے مستطیع کیا ہے اور  
 اس کی تائید اس سے ہوتی ہے امام طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اسی چیز  
 کو حلال کرتا ہوں جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور اسی چیز کو حرام کرتا ہوں جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا  
 ہے۔ (المعجم الصغیر ۱/۲۷۲ رقم الحديث ۷۷۷۷ سنن کبریٰ فی تصحیح ج ۱ ص ۷۷)

علامہ حری نے کہا کہ قرآن مجید میں تمام لوگوں اور آفرین کے علوم جمع ہیں اور اس کا حقیقی اعطاء اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور  
 اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔ ہمارا ان علوم کے جن کو اللہ سبحانہ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ پھر معلم رسالت  
 صحابہ کرام ان علوم کے وارث ہوئے مثلاً خلفہ اربعہ اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم پھر صحابہ کرام  
 کے بعد تابعین عظام ان علوم کے وارث ہوئے پھر دفعتاً مفسرین کی ہتھیں اور فن کے درجہ تکمیل ہوئے گئے اور افاضل  
 صحابہ اور اخبار تابعین جن علوم کے حامل تھے بعد کے مسلمان وہ مقام حاصل نہ کر سکے۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ تمام علوم اور معارف قرآن مجید میں موجود ہیں تو قرآن مجید کی تبلیغ ان تمام علوم و معارف کی  
 تبلیغ ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر رکعت ہر روز اور ہر ہر حکم تفصیل کے ساتھ ہر ہر شخص کے لیے قرآن مجید کی  
 صریح مہارت سے ظاہر نہیں ہے اور جو شخص یہ ممکن کرنا ہے کہ کچھ ایسے اسرار ہیں جو قرآن مجید سے خارج ہیں اور ان کو صوفیہ  
 نے براہ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا ہے تو یہ صریح محبت ہے۔ علامہ فسطاطی نے کہا کہ عالم دین کا اپنی قسم سے قرآن  
 مجید سے اسرار اور حکمتوں اور احکام کا استخراج کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ اصول شریعت کے موافق ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ صوفیاء کا کام بھی اسی اعتبار سے ہے۔ البتہ ان کی بعض مہارات ظاہر شریعت کے خلاف ہوتی ہیں اور  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے لوگوں سے من کے حرف کے مطابق بات کرو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول  
 ﷺ کی کھفہ کی جائے؟ (صحیح ابوداؤد ۱۱۷۷۷ رقم الحديث ۷۷۷۷) ہمارے موقف کے قریب یہ حدیث ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حشرہ سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا  
 تھا کہ من کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا ہم سے لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی خاص علم ہے جس کو رسول  
 اللہ ﷺ نے لوگوں سے بیان نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے رسول!  
 آپ پر جو آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کو پتہ نہ ہو۔ (بخاری ۱۱۷۷۷ رقم الحديث ۷۷۷۷) (قرآن مجید کے سوا)  
 کسی تحریر کا وارث نہیں کیا اور امام بخاری نے ابو حمزہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ کے  
 پاس کوئی کتاب ہے؟ فرمایا نہیں! صرف کتاب اللہ ہے! زیادہ قسم ہے جو ہر مسلمان شخص کو دی گئی ہے! یا جو اس شخص میں ہے۔  
 میں نے پوچھا اس شخص میں کیا ہے؟ فرمایا: اللہ کے احکام ہیں اور قیدیوں کو چھڑانے کے لیے کہ مسلمانوں کو کافر (حربی) کے بدلہ  
 میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ (صحیح ابوداؤد ۱۱۷۷۷ رقم الحديث ۷۷۷۷)

خلاصہ یہ ہے کہ صوفیاء کی جو عبارات قرآن و سنت کے موافق ہیں، وہ مقبول ہیں اور جو عبارات کتب و سنت کے خلاف ہیں، وہ مردود ہیں اور یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو کتب و سنت سے ایسے اسرار اور احکام مستنبط کرنے کی قسم عطا فرمائے جو ان سے پہلے مشرکین، فقیہ اور جہتہدین نے مستنبط نہ کیے ہوں اور جب آیات اور احادیث سے ائمہ اربعہ کے اجتہاد اور مستنبط کو مان لیا گیا ہے، علائم وہ ایک دو سرے کے خلاف ہیں تو بعد کے علماء کے لیے یہ کیوں جائز نہیں ہے؟ کہ وہ کتب اور سنت سے ایسے مسائل اور حکمتیں مستنبط کریں جو ائمہ اربعہ نے نہ مستنبط کیے ہوں۔ البتہ ضروری ہے کہ یہ استخراج اجماع امت کے خلاف نہ ہو۔ (درعہ المصطفیٰ ج ۲ ص ۸۸۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

### نبی ﷺ کے علم کی تین قسمیں

علاء مہد محمود انوسی کے اس کام کی محتاج اور غفلت میں ہمیں کام نہیں ہے، لیکن دلائل محمدی روشنی میں بعض محققین کا یہ نظریہ ہے کہ نبی ﷺ پر صرف احکام شریعہ کی تبلیغ واجب تھی اور تمام علوم کی تبلیغ آپ پر واجب نہیں تھی۔ بعض علوم ایسے تھے جو آپ نے سب کو نہیں بتائے، بلکہ جو ان کے اہل تھے، ان کو بتا دیے اور بعض علوم ایسے تھے جو آپ نے کسی کو نہیں بتائے، وہ صرف آپ کی ذات مقدسہ کے ساتھ محض تھے گویا آپ کے علوم کی تین قسمیں ہیں:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی ص ۵۵۷ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے میرے پروردگار نے کوئی چیز چھپی جس کا جواب میں نہیں دے سکتا، اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی طرف کہ میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اوسیں اور آخرین کا علم عطا فرمایا اور مجھے کسی اقسام کا علم عطا فرمایا۔ ایک علم کی وہ قسم تھی جس کے حلقہ مجھ سے محدود کیا کہ میں کسی کو اس پر مطلع نہیں کروں گا اور میرے علاوہ اور کوئی شخص اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ دوسری علم کی وہ قسم تھی جس کو ظاہر کرنے یا پوشیدہ رکھنے کا مجھے اختیار عطا فرمایا اور تیسری علم کی وہ قسم تھی جس کے حلقہ مجھے حکم دیا کہ میں امت کے ہر خاص و عام کو اس کی تبلیغ کروں۔ (درعہ المصطفیٰ ج ۲ ص ۸۸۹، مطبوعہ مکتبہ (وریہ رضویہ) سکرہ ص ۱۵۳)

وہ علم جس کو تمام امت تک پہنچانا آپ پر فرض ہے

جن علوم کی امت کے ہر خاص و عام کو تبلیغ واجب ہے، ان کا تعلق احکام شریعہ سے ہے اور زیر بحث آیت میں آپ کو ان ہی کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ نے قرآن مجید کی تمام آیات کو پڑھ لیا اور احادیث میں ان کی وضاحت فرمائی، زیر بحث آیت کی تفسیر میں سب سے مشرکین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں آپ کو احکام شریعہ کی تبلیغ کا حکم دیا ہے۔

قاضی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ص ۸۸۵ ح ۱۸۵ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کا ظاہر مستحق یہ ہے کہ ہر جو چیز نازل ہوئی اس کی تبلیغ واجب ہے، اور شاید اس سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کے ساتھ بندوں کی مصلحتیں حلق ہوں، اس کی تبلیغ واجب ہے اور اس کے نازل کرنے سے قصود ان کو مطلع کرنا ہو، کیونکہ بعض اسرار الہیہ کا اظہار کرنا حرام ہے۔ (الترغیب والترہیل، مکتبہ رضوی ج ۲ ص ۳۳۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علاء شلب الدین احمد خفای حنفی ص ۳۸۷ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس آیت کے حکم کا تعلق دین اور بندوں کی مصلحتوں کے ساتھ ہے، اور آپ کو انہیں مطلع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور جو اسرار نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہیں، ان کا یہ حکم نہیں ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو قسم کے علوم محفوظ کیے، ایک علم تو میں نے لوگوں میں پھیلایا

دیا اور اگر دوسرے علم کو میں پھیلاؤں تو یہ نزعہ نکٹ دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری ج ۱، رقم الحدیث: ۳۰) اور یہ علم الحقیقت اور حکمت ہے جس سے سکوت کیا گیا ہے۔ مصنف (علامہ بیہدلی) نے بھی اپنے قول میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۷۷: ۷۲) تفسیر: ج ۳، ص ۳۶۳-۳۶۴، مطبوعہ دار صادر، بیروت۔

علامہ ابو السعود محمد بن محمد مملوی حنفی متوفی ۹۸۲ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آپ پر جس قدر بھی احکام نازل کیے گئے ہیں، ان کو پختہ دیکھتے، کیونکہ جن امور کا تعلق احکام سے بالکل نہیں ہے جیسے اسرار غیبیہ ان کی لوگوں کو تبلیغ کرنا مقصود نہیں ہے۔

(تفسیر ابی السعود علی حاشیہ الکبیر، ج ۳، ص ۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۹۸ھ)

علامہ سلیمان بن عمر الجمل متوفی ۷۰۳ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جو امور احکام سے متعلق ہیں، ان کو پختہ دیکھتے۔ کیونکہ جو اسرار آپ کے ساتھ خاص کر دیئے گئے ہیں، ان کی تبلیغ کرنا آپ کے لئے جائز نہیں ہے۔ (حاشیہ الجمل علی البیہدلی، ج ۳، ص ۷۰، مطبوعہ ندوی کتب خانہ گرامی)

وہ علم جس کی تبلیغ میں آپ کو اختیار ہے

علامہ طاہر بن عاشر متوفی ۸۰۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نہی پیچھے رکھی بعض لوگوں کو خصوصیت کے ساتھ بعض ایسے علوم سے مطلع فرماتے جن کا تعلق احکام شریعہ کے ساتھ نہیں ہوتا تھا اور بعض اصحاب کو کسی راز سے مطلع فرماتے تھے، جیسے آپ نے صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ راز بتلایا کہ نبی پیچھے کے اہل میں سے سب سے پہلے وہ آپ کے ساتھ آپ کے وصل کے بعد لائق ہوں گی۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۳۳) اور حضرت ابوبکر چوڑے کو اس راز سے مطلع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کی اجازت دے دی ہے (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۰۰) اور حضرت حذیفہ چوڑے کو اس راز سے مطلع کیا کہ خارجی حضرت عثمان چوڑے کو شہید کر دیں گے، جیسا کہ حضرت حذیفہ نے حضرت عمر کو بتلایا تھا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۲۵) اور جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ پیچھے سے دو قسم کے علوم حاصل کیے ہیں۔ ایک علم تو انہوں نے پھیلا دیا اور دوسرا علم اگر وہ پھیلا دیں تو ان کی رگ جال نکٹ دی جائے گی۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۰) اور یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ پیچھے نے مرض وفات میں کچھ لکھوانا چاہا اور پھر لکھوانے سے اعراض کر لیا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۳) تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا تعلق احکام شریعہ سے نہیں تھا، کیونکہ اگر اس کا تعلق احکام شریعہ سے ہوتا تو آپ اس کو لکھوانے سے کبھی اعراض نہ فرماتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا ہے اے رسول! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اس کو پختہ دیکھتے اور اگر (بافترض) آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پچھلایا۔ (المائدہ: ۶۷) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو شخص تم سے یہ کہے کہ (سیدنا) محمد پیچھے اے کسی ایسی چیز کو پچھلایا جو آپ پر نازل کی گئی تھی تو اس نے جھوٹ بولا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۸۵۵، تقریر و اشعار، ج ۲، ص ۳۶۰)

جن علوم کے متعلق رسول اللہ پیچھے کو اختیار دیا گیا تھا کہ جس کو چاہیں مطلع فرمائیں اور جس کو چاہیں نہ مطلع فرمائیں، ان میں سے بعض کا ذکر احادیث کے حوالہ سے علامہ ابن عاشر کی تحریر میں آگیا ہے اور اسی سلسلہ میں ایک حدیث یہ ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک چوڑے بیان کرتے ہیں کہ ایک سواری پر حضرت سیدہ چوڑے رسول اللہ پیچھے کے پیچھے بیٹھے ہوئے



تھے۔ آپ نے فرمایا اے محقرین جیل انہوں نے کہا بیک یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں (یہ مکالمہ تین بار ہوا) آپ نے فرمایا جو شخص بھی صدق دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے، اللہ اس کو دوزخ پر حرام کر دے۔ مگر حضرت محقر نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ خبر سنائوں کہ وہ خوش ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا پھر لوگ اسی پر غیہ کریں گے۔ پھر حضرت محقر بیڑی سے موت کے وقت گمٹے نہ بچنے کے لیے (تاکہ علم کا چھپا ملازم نہ آئے) یہ حدیث بیان کر دی۔

(صحیح البخاری ج ۱، رقم الحدیث: ۱۲۸۱)

حضرت انس بیڑی بیان کرتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ نبی ﷺ نے حضرت محقر بیڑی سے فرمایا: جس شخص نے اللہ سے اس محل میں طاقت کی کہ اس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کیا ہو، وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ مگر حضرت محقر نے یہ چھاپیں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سناؤں؟ آپ نے فرمایا میں اچھے نہ شہ ہے کہ پھر لوگ اسی پر غیہ کریں گے۔

(صحیح البخاری ج ۱، رقم الحدیث: ۱۲۸۹)

قرآن مجید میں بھی اس سلسلہ کی ایک نظیر ہے:

وَاذْ أَسْرَ التَّيْسِ إِلَىٰ بَعْضِ أَرْوَاحِهِ سَيِّئًا  
فَلَمَّا تَبَيَّنَ أَنَّهُ لَا يَخْلُقُهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَذَابٌ بَعْضُهُ  
وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضِهِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ أَنَّ اللَّهَ بِهِ قَالَتْ مَنْ  
أَشْبَهَ هَذَا قَالَ تَبَّكَرَىٰ الْعَالَمِينَ (النحریم: ۳)

اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی بات فرمائی  
پھر جب انہوں نے اس راز کا انکسار کیا (تاکہ اللہ سے انکار کر دیا اور اللہ نے  
نبی پر اس کا عذاب فرمادیا) تو نبی نے انہیں کچھ بتا دیا اور کچھ  
تائے سے اعراض فرمایا۔ پھر جب نبی نے انہیں اس کی خبر دی  
تو وہ کہنے لگیں آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا  
مجھے بہت ظلم والے نہایت خبر کئے والے نے خبر دی۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابن مردودہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور امام ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت صفد رضی اللہ عنہما سے یہ راز بیان کیا کہ آپ نے اپنے اوپر حضرت ماریہ کے حرام کر لیا ہے۔ بعض روایات میں شد کے حرام کرنے کا ذکر ہے۔ اس سے مراد شرعی حرام نہیں ہے بلکہ قسم کا ماحول ہے (اور یہ فرمایا کہ آپ کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما غلطہ ہوں گے۔ حضرت صفد نے یہ راز حضرت عائشہ کو بتا دیا تب نبی ﷺ نے حضرت صفد سے فرمایا کہ تم نے ماریہ کے حرام کرنے کو انشاء کر دیا ہے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت کے راز کو انشاء کرنے سے آپ نے اعراض فرمایا، تاکہ وہ مزید شرمندہ ہوں اور امام ابو نعیم اور امام ابن مردودہ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تمہارے والد اور عائشہ کے والد میرے بعد غلطہ ہوں گے، سو تم یہ راز کسی کو بتائے سے بہت گرتا۔

(روح المعانی ج ۲۸ ص ۱۵۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ہم نے باحوالہ دلائل سے یہ بیان کر دیا ہے کہ نبی ﷺ کے علم کی ایک وہ قسم تھی جس کی ہر خاص و عام پر تبلیغ کرنا آپ پر فرض تھا۔ یہ قرآن مجید کی تمام آیات جن کو وہ احادیث ہیں جن کا تعلق احکام شریعہ سے ہے اور آپ کے علم کی دوسری قسم وہ ہے جس میں آپ کو اختیار تھا کہ آپ جس کو چاہیں بیان فرمائیں۔ اس پر بھی ہم نے باحوالہ دلائل بیان کر دیئے ہیں۔ اب دوسری قسم یعنی وہ علم جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور جس کا انشاء آپ پر واجب ہے اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

وہ علم جس کا اخفاء آپ پر واجب ہے

نہی پیچیدہ کو اللہ تعالیٰ نے قطبیت کا علم عطا فرمایا ہے اور عام مسلمانوں کو یہ علم عطا نہیں فرمایا۔ فقہاء متبع کا یہی مذہب ہے اور سلف صالحین کا بھی یہی مذہب تھا کہ آیات قطبیت کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کے سوا اور کسی کو نہیں عطا فرمایا۔

لاحیون قطبہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

قطبہ اس چیز کا اسم ہے جس کی معرفت کی امید منقطع ہو اور اس کے ظاہر ہونے کی املا امید نہ ہو۔ وہ عایت خفائیس ہوتا ہے اور حکم کی ضد ہے جو عایت ظہور میں ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس لفظ سے جو مراد ہے وہ حق ہے۔ اگرچہ ہم کو قیامت سے پہلے یہ پتا نہیں چلے گا کہ اس لفظ قطبہ سے کیا مراد ہے اور قیامت کے بعد اس کی مراد ان شاء اللہ ہر شخص پر مکشوف ہو جائے گی اور یہ حکم امت کے حق میں ہے اور نبی ﷺ کے حق میں یہ اعتقاد ہے کہ آپ کو لفظ قطبہ کی مراد قطعاً معلوم ہو، ورنہ آپ سے اس کے ساتھ خطاب کا فائدہ باطل ہو جائے گا اور یہ ایسا ہو گا جیسے لفظ مصل کے ساتھ خطاب کیا جائے گا کسی عربی کے ساتھ حبشی میں متکلم کی جائے۔ (ذکر اللہ نور ص ۳۳ مطبوعہ سید ابیہ کنین عراقی)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی ص ۷۷ لکھتے ہیں:

اور یہ ہمت جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقت وقوع قیامت کی کمال اطلاع دی ہو مگر اس طریقہ سے نہیں کہ آپ اللہ کے علم کی حکایت کریں۔ بلکہ مگر اللہ سبحانہ نے کسی حکمت کی وجہ سے آپ پر اس علم کا اخفاء واجب کر دیا ہے اور یہ علم آپ ﷺ کے خواص میں سے ہے لیکن میرے نزدیک اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے۔

(روح المعانی ج ۲ ص ۸۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ شلب الدین احمد بن علی بن حجر مستطانی حنفی ص ۸۷ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں فرمایا بلکہ یہ جائز ہے کہ آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع فرمایا ہو اور آپ کو لوگوں کو اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو اور علم قیامت کے متعلق بھی انہوں نے اسی طرح کہا ہے۔

(فتح الباری ج ۸ ص ۳۰۳ مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۰۱ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی حنفی ص ۷۷ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کو سورہ فہر (قیامت) بارش ہونے والی کے پہلے مکمل کیا ہو گا اور کون کس مرسے گا کا علم دیا گیا ہے اور وقت وقوع قیامت اور روح کا علم بھی دیا گیا ہے لیکن آپ کو ان کے عقلی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(خصائص کبریٰ ج ۳ ص ۱۶۰ طبع مصر شرح العدد ص ۳۱۹ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت)

علامہ احمد قسطلانی حنفی ص ۷۷ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے بیان فرمایا ہے کہ قرآن کی آیت میں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حقیقت روح پر مطلع نہیں فرمایا بلکہ جائز ہے کہ آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع فرمایا ہو اور دوسروں کو بتلانے کا حکم نہ دیا ہو اور علماء نے قیامت کے علم کے متعلق بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ (المواہب اللہ فی مع اللہ ص ۳۷۵)

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک خواب بیان کیا کہ حضرت ابو بکر

نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اس خواب کی تعبیر کی اجازت دیں، پھر حضرت ابو بکر نے اس خواب کی تعبیر بیان کی، بعد ازاں عرض کیا آپ فرمائیں کہ میری تعبیر صحیح ہے یا غلط، آپ نے فرمایا: ہنسی صحیح ہے، بعض غلط، حضرت ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ! خدا کی قسم! آپ ضرور بتلائیں میں نے کیا غلطی کی ہے، آپ نے فرمایا: تم نہ دو۔

(صحیح البخاری ج ۸، رقم الحدیث: ۶۳۶، مختصر)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خواب کی تعبیر غیب کا علم ہے اس لیے جائز تھا کہ آپ اس غیب کو اپنے ساتھ خاص رکھتے اور دوسروں سے مخفی رکھتے۔

(فتح الباری ج ۳، ص ۳۳۶، مطبوعہ دار الفکر، کتب الاسلامیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

ہم نے تفصیل سے دلائل کے ساتھ یہ بیان کر دیا ہے کہ نبی پیغمبر کے علم کی تین قسمیں تھیں۔ ایک وہ علم جس کی تمام امت کو تبلیغ کرنا آپ پر فرض تھا، یہ تمام قرآن کریم ہے اور وہ اعلیٰ ہے جن کا تعلق قرآن مجید کی تفصیلی اور بیان سے ہے، اور دوسرا وہ علم ہے جس کی تبلیغ میں آپ کو اختیار تھا اور اس کا تعلق عموماً غیب کی خبروں سے ہے، اور تیسرا وہ علم جس کا انشاء آپ پر واجب ہے۔ جیسے آیات مشابہت، اللہ پر وقت وقوع قیامت اور دوع کا علم اور یہ وہ اسرار ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس نے صرف اپنے حبیب اکرم پیغمبر کو فن پر مطلع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے لیے اہل کتاب تم (دین برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو۔ جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف بٹھلایا گیا ہے۔ اور فن میں سے امت سے لوگوں کے کفر اور سرکشی کو وہ ضرور زیادہ کر دے گا جو آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف بٹھلایا گیا ہے، سو آپ کا فنوں کی قوم پر انفسوس نہ کریں۔ (الحاکم ۵/۱۸)

شان نزول

امام عبدالملک بن ہشام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رسول اللہ پیغمبر کے پاس رافع بن حرارہ، سلام بن مشکم، مالک بن اعین اور رافع بن حرہ آئے اور کہنے لگے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ آپ حضرت ابراہیم کی ملت اور فن کے دین پر ہیں اور آپ اس تورات پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارے پاس ہے اور آپ کو اسی دین پر ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے برحق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نہیں، لیکن تم نے دین میں کچھ نئی بدعت نکالی ہیں اور اللہ نے تم سے جو عہد لے لیا ہے تم نے ان کا انکار کر دیا اور اللہ نے تم کو جن چیزوں کے ایمان کرنے کا حکم دیا تھا، تم نے ان کو چھپا لیا، سو میں تمہاری بدعت سے بری ہوں۔ انہوں نے کہا ہم جن چیزوں پر عمل کرتے ہیں جو ہمارے پاس ہیں اور بے شک ہم ہدایت اور حق پر ہیں اور ہم آپ پر ایمان لائے ہیں گے، نہ آپ کی اتباع کریں گے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ کہنے کے لیے اہل کتاب تم (دین برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو۔ (الطبری)

(المعجم الصغیر ج ۲، ص ۱۸۱-۱۸۰، جامع البیان ج ۲، ص ۳۱۸-۳۱۷)

یسود و نصاریٰ کے کسی عمل کا لائق شمار نہ ہونا

اہل کتاب سے مراد یسود اور نصاریٰ ہیں، یسود اس لیے ہیں کہ فن کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ تورات کے فن احکام پر عمل کریں جن کو منسوخ نہیں کیا گیا اور سیدنا محمد پیغمبر کی بعثت تک انجیل پر ایمان لائیں اور آپ کی بعثت کے بعد قرآن کریم پر ایمان لائیں جو تورات اور انجیل دونوں کا منقطع ہے اور قرآن مجید کے احکام پر عمل کریں، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، اور نصاریٰ اس

لے مراد ہیں کہ انہوں نے انجیل کی ان بشارتوں سے اعراض کیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے حلق دی تھیں۔

تم کسی چیز پر نہیں ہو اس کا معنی یہ ہے کہ تم دینِ برحق کی کسی چیز کے حامل نہیں ہو۔ تم میں تقویٰ ہے نہ دیانت ہے نہ ہدایت ہے اور تم پر جو کتب نازل کی گئی تھی تم اس کی کسی چیز پر قائم نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل کے اصل احکام پر عمل نہ کرو اور قرآن مجید پر ایمان لا کر اس کے احکام پر عمل نہ کرو۔ اس وقت تک تم میں دینِ داری اور ہدایت کا ایک شے بھی نہیں ہو گا اور اس سے متصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا کوئی عمل قابلِ ذکر اور لائقِ ثناء نہیں ہے اور دینِ داری اور صاحبِ کتب ہونے کے تمہارے تمام دعووی جموں نے اور باطل ہیں، خلو تم دنیا میں اہل کتب کہلاتے رہو لیکن آخرت میں تمہارا کوئی عمل مقبول نہیں ہے۔

نزولِ قرآن سے ان کے کفر اور سرکشی کا اور زیادہ ہونا

نیز یہ فرمایا کہ قرآن مجید کا نزول ان کے کفر اور سرکشی کو اور زیادہ کرے گا کیونکہ قرآن مجید نے ان کی شریعت کو منسوخ کر دیا ہے اور ان کی بدعتیں گویں کو باطل کیا ہے اور ان کو کافر قرار دیا ہے۔ اس لیے یہ قرآن مجید سے حسد اور بغض رکھتے ہیں اور جو جن قرآن مجید کی آیات نازل ہوئی ہیں ان کے حسد اور بغض میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ زیادہ شد و دہ سے قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں۔ نیز یہ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں اور قرآن مجید کی ہر آیت آپ کی نبوت کی دلیل ہے اور اسلام کے دینِ مستقیم ہونے پر مدعا ہے۔ اس لیے جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی ہے یہ اس کا انکار کرتے ہیں اور ان کا کفر اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ نیز اسکتے ہی تاریخی حقائق انہوں نے غلط بیان کیے تھے جن کی قرآن مجید نے ٹھیک کر دی اس لیے یہ قرآن مجید کے خلاف اور زیادہ سرکشی کرتے ہیں۔

نبی ﷺ پر چونکہ رحمتِ عظیم تھی اس لیے ان کے کفر اور سرکشی سے آپ کو رنج اور افسوس ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کا زور ان کی (اس) قوم پر افسوس نہ کریں کیونکہ سرکشی ان کی سرشت بن چکی ہے یہ لوگ راہِ راست پر آنے والے نہیں ہیں لہذا آپ ان کے انجام پر افسوس نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ایمان کے مدعی اور یہودی صابئین اور نصاریٰ جو بھی اللہ اور قیامت پر (صحیح) ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو نہ ان پر خوف ہو گا اور نہ وہ شکیں ہوں گے۔ (المائدہ ۴۶)

الصابئون کے رفقی حالت میں ہونے کی توجیہ

اس آیت میں الصابئون حالتِ دفع میں ہے اور نحوی قاعدہ کے اعتبار سے اس کو حالتِ نصب میں الصابئین ہونا چاہیے تھا۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ الصابئون ہندو ہے اور اس کی خبر مقدمہ ہے۔ کد الکد جس پر ان کی خبرولات کرتی ہے اور مقدمہ عبارت میں ہے ان الذین امسوا والذین ہادوا والنصارى من آمن بالله واليوم الآخر وعمل صالحا فلا خوف علیہم ولا هم یحزنون والصابئون کد الکد۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ صابئین فعل کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے اس لیے عامل ضعیف ہے۔ اگر معطوف علیہ میں اس کا عمل ظاہر ہو (یعنی ظاہر اسم پر نصب ہو) تو معطوف میں بھی اس کے عمل کا ظاہر ہونا ضروری ہے اور اگر معطوف علیہ میں اس کے اسم پر ظاہر نصب نہ ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے تو پھر معطوف میں بھی نصب کا عمل ضروری نہیں ہے اور اس کے اسم پر ابتداء کی وجہ سے رفع بھی جائز ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

کیا صرف نیک عمل کرنے سے یہودیوں اور عیسائیوں کی نجات ہو جائے گی!

اس آیت پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مبتداء اور خبر میں متکافہ ہوتا ہے اور اس آیت میں ایسا نہیں ہے کیونکہ اس آیت کا حاصل معنی یہ ہے کہ بے شک جو لوگ ایمان لائے۔۔۔ جو بھی اللہ پر اور آخرت پر ایمان لایا اس کو خوف اور غم نہیں ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت ان کے متعلق ہے جو صرف زبان سے ایمان لائے تھے۔ جیسے منافق "ان کے متعلق فرمایا جو بھی محض زبان سے ایمان لایا ہے" مگر وہ دل سے ایمان لایا تو اس کو خوف اور غم نہیں ہو گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جواب ایمان لایا ہے اگر وہ ایمان پر دائم اور برقرار رہا "مرتد نہ ہوا اور اس کا ایمان پر ہی قائم رہا تو اس کو خوف اور غم نہیں ہو گا۔

اس آیت پر تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت کے اقباض سے نجات کے لیے اسلام لانا ضروری نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہودی "نصرانی اور ستارہ پرست جو بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے اس کو کوئی خوف اور غم نہیں ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ صحیح ایمان لائیں اور یہودی جو عزیر کو خدا مانتے ہیں اور عیسائی جو حضرت عیسیٰ کو خدا مانتے ہیں "اور صلیبین جو ستاروں کی پرستش کرتے ہیں اس کا ایمان صحیح نہیں ہے "نہ کا ایمان اس وقت صحیح ہو گا جب وہ اپنی بدعت پر قائم رہیں۔ ہم نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ یہ دونوں اعتراض ترجمہ سے ہی دور ہو جاتے ہیں۔ تاہم دوسرے اعتراض کے جواب کی مزید وضاحت کے لیے ابترہ "۳۳" کی تفسیر بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے بنو اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے۔ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول ایسا حکم لے کر آیا جو ان کی نفسانی خواہشوں کے خلاف تھا تو انہوں نے (دوسروں کے) ایک گروہ کو بھجوا دیا اور ایک گروہ کو قتل کر دیا۔ (المائدہ: ۷۱)

اس آیت سے مقصود یہ تھا ہے کہ بنو اسرائیل اپنی سرکشی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ سے یکے ہوئے پختہ عہد کو پورا نہیں کرتے "انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ وہ اللہ کے تمام احکام کو سن کر قبول کریں گے "اور ان تمام احکام پر عمل کریں گے" لیکن انہوں نے ان پختہ عہد کو توڑ دیا اور اپنی آراء اور خواہشوں کو احکام شریعہ پر مقدم کیا۔ شریعت کا جو حکم ان کی رائے اور خواہش کے موافق ہوتا "اس پر عمل کرتے اور جو اس کے خلاف ہوتا "اس کو رد کر دیتے۔ انہوں نے حضرت زکریا اور یحییٰ علیہما السلام اور سب انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا "اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا "لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے یہ عمل کیا کہ ان کو (اس کی) کوئی سزا نہیں ملے گی "سو وہ اندھے اور بہرے ہو گئے" پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی "پھر بھی ان میں سے بہت سے لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔ (المائدہ: ۷۲)

فتنہ کے معنی:

فتنہ کے کئی معانی ہیں۔ تفصیلات اور مصائب کو بھی فتنہ کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بد اعمالیوں کو سزا دیتا ہے اس کو بھی فتنہ کہتے ہیں "اور اس آیت میں یہی معنی مرلو ہے اور اللہ کے نیک بندوں کو جس آزمائش میں ڈالا جاتا ہے "اس کو بھی فتنہ کہتے ہیں۔ اس فتنہ کی وجہ سے نیک لوگوں کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے ہاروت اور ماروت کو بھی فتنہ فرمایا ہے "کیونکہ ان کی وجہ سے لوگ آزمائش میں مبتلا ہو گئے تھے "اور نیا پیچہ بننے والے ہیں۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بنو اسرائیل کا مگن یہ تھا کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو نادر اسلوک کیا ہے اس کی دنیا میں ان کو کوئی سزا نہیں ملے گی اور اس وجہ سے ان پر مصائب طاری نہیں ہوں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ آخرت میں بھی ان کو عذاب سے نجات ہو جائے گی کیونکہ وہ اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں اور ان کو عذاب ہوا تو صرف چند دن عذاب ہوگا جتنے دن انہوں نے چھڑے کی پرستش کی تھی۔

بنو اسرائیل کا بد آیت سے دو پار اندھا اور بہرا ہونا

اس آیت میں بنو اسرائیل کے حلقے دو مرتبہ فرمایا ہے کہ وہ اندھے اور بہرے ہو گئے اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے دیکھ کر بد آیت حاصل کی اور نہ سن کر بد آیت حاصل کی، ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے ان پر قحط مسلط ہو گیا اور ان پر دباؤیں طاری کی گئیں لیکن انہوں نے اس سے کوئی نصیحت حاصل نہیں کی۔ پھر ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف حسد اور بغض پیدا کر دیا گیا وہ ایک دوسرے کے خلاف لڑتے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے لیکن انہوں نے اس سے بھی کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔

بنو اسرائیل بد آیت کو حاصل کرنے سے دو مرتبہ اندھے اور بہرے ہوئے ایک مرتبہ حضرت زکریاؑ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان میں سے بعض کو ایمان لانے کی توفیق دی۔ ان میں سے پھر بہت سے لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے اور سیدنا محمدؐ پیغمبر کے زمانہ میں انہوں نے آپ کی نبوت اور رسالت کا انکار کیا اور کم لوگ ایمان لائے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام بن مرثد۔

اس آیت کا دوسرا عمل یہ ہے کہ پہلی بار یہ اندھے اور بہرے اس وقت ہوئے جب انہوں نے چھڑے کی پرستش کی پھر انہوں نے توبہ کی اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی پھر دوبارہ یہ اندھے اور بہرے ہو گئے جب انہوں نے سرکش اور بدھرمی کی اور یہ لگاؤ کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو حکم نکلا دیکھ نہ لیں۔

اور اس کا تیسرا عمل یہ ہے کہ جب ان کے پاس حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام بھیجے گئے توبہ بد آیت حاصل کرنے سے اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور اس کے بعد پھر یہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔

علامہ طاہر بن عاشر رضی اللہ عنہ ۸۰ھ نے لکھا ہے کہ اس آیت میں دو تاریخی حکیم مناوش کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنو اسرائیل کو پیش آئے۔ پہلا مناوش وہ تھا جب اشور کا بادشاہ کی مرتبہ بیت المقدس پر حملہ آور ہوا یہ ۶۰۶ء ۵۹۸ء ۵۸۸ء میں قتل سب کے واقعات ہیں وہ تیسری مرتبہ یرودھم میں داخل ہوا۔ اس نے مسجد کو جلا دیا اور تمام بنو اسرائیل کو بانک کر پٹل لے گیا اور وہیں ان کو قید کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور فارس کا بادشاہ کو شہنشاہ انوشروئن پر غالب آیا اور اس نے ۵۴۰ء میں قتل سب پٹل پر قبضہ کر لیا اور یہودیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے شہروں میں واپس چلے جائیں اور ان کو آبد کر دیں۔ سو وہ واپس گئے اور انہوں نے اپنی مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا اس کے بعد انہوں نے پھر نافرمانی اور سرکشی کی اور یہ پھر بد آیت اور رافضی سے اندھے اور بہرے ہو گئے اور جب دوسرا مناوش پیش آیا۔ جب قیصر بن ابیہاطور رومانی نے یرودھم کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ یہودیوں کو بھوک سے مجبور ہو کر چڑا کھانے لگے اور بعض اوقات بھوک سے ہلکا کر ایک دوسرے کو کھا جاتے تھے۔ اس نے دس لاکھ یہودیوں کو قتل کر دیا اور ستائیس ہزار یہودیوں کو قید کر لیا یہ ۷۰ء کا واقعہ ہے۔ پھر ابن ابیہاطور رومانی ۷۷ء سے ۸۸ء تک اس کے بعد حکمران رہا اس نے ان کے شہر کو منہدم کر کے پھاٹ زمین بنادیا اور اس وقت دنیا میں یہودیوں کی حکومت ختم ہو گئی حتیٰ اور ان کا وطن ملیا میٹ ہو چکا تھا (القریہ و الحضرہ ج ۱ ص ۲۷۷-۲۷۸)

یہ دونوں تاریخی طوطے جو بنو اسرائیل کی بد اعمالیوں کی پاداش میں روٹا ہوئے تھے ان کی طرف قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں اشارہ کیا گیا ہے:

وَقَصَبْنَا إِلَىٰ آبِیْ إِسْرَٰئِیْلَ فِی الْكِتَابِ  
لَنَعْبُدَنَّ فِی الْأَرْضِیْنَ مَرْثَیَّیْنَ وَنَعْمَلَنَّ  
كَيْفَیْرًا ۝ فَبَادَا جَاءَهُ وَعْدُ أُولَٰئِكَ بَعَثْنَا عَلَيْكُم  
عِبَادًا ۝ الْأُولَیْنَ بَأْسَیْنِ سَیِّئُوْهُ فَحَسَبُوْهُ  
الَّذِیْنَ بَادَوْا وَكَانَ وَعْدًا مَّتَعُوْلًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ  
الْخِطْرَ ۝ عَلَیْهِمْ ۝ وَأَمَدَدْنٰكُمْ بِأَمْنٍ وَّالِیِّیْنَ ۝ وَ  
حَمَلْنٰكُمْ ۝ أَخْفَر ۝ سَیِّئَرًا ۝ إِنْ أَحْسَنْتُمْ  
أَحْسَنْتُمْ ۝ لِنَعْمٰیكُمْ ۝ وَلَیْنِ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۝ فَبَادَا  
جَاءَهُ وَعْدُ الْآخِرِ ۝ فَبِأَمْرٍ وَّاحِدٍ ۝ وَخَوَّعَهُمْ  
لِیَدِّ عَمَلِهِمُ السَّحَابَ ۝ كَمَا دَحَّخْنَاهُ أَتْلَٰ مَتْرُوْۤوًا  
لِّیَسْیُرُوْا ۝ مَا عَلَمُوْا كَيْفَیْرًا ۝ عَسٰی رَجَعْتُمْ ۝ أَنْ  
تَجْرَحَ كُمْ ۝ وَلَیْنِ عُدَّتُمْ عِدًّا ۝ وَجَعَلْنَا حَتَمَهُمْ  
لِیُخْفِرُوْا ۝ فَبِأَمْرِ سَیِّئَرًا ۝ (بنو اسرائیل ۸۰-۸۴)

ہم نے بنو اسرائیل کو کتاب میں قطعی طور پر یہ بتادیا تھا کہ تم ضرور زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور تم ضرور بہت بڑی سرکشی کرو گے ۝ تو جب ان میں سے پہلے وعدہ کا وقت آ پہنچا تو ہم نے تم پر اپنے سخت جگمگہندے مسلط کر دیئے سو وہ تمہاری تلاش کے لیے ضرور میں پھیل گئے اور یہ ایسا وعدہ تھا جو ضرور پورا ہونا تھا ۝ پھر ہم نے ان پر تمہارا طلبہ دوبارہ لوٹا دیا ۝ اور مال اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائی اور تمہاری تعداد بڑھا دی ۝ اگر تم نے نیک کام کیے تو تم نے اپنی جانوں کے ساتھ بھلائی کی ۝ اور اگر تم نے برے کام کیے تو اپنے ساتھ برائی کی ۝ پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آ پہنچا تو ہم نے دوسرے ظالموں کو تم پر مسلط کر دیا ۝ تاکہ وہ تمہارے چہروں کو سٹھل کر دیں اور مسجد میں داخل ہوں جیسا کہ پہلی بار اس میں داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے چاہو بار کر دیں ۝ مغرب تمہارا بپ تم پر دم فرمائے گا اور اگر تم نے پھر سرکشی کی تو ہم پھر تمہارا بپ دیں گے ۝ اور ہم نے دو زخ کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا دیا ہے۔

ان آیات کی تفسیر میں بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو رات میں لکھ دیا تھا کہ بنو اسرائیل دوبارہ شرارت کریں گے۔ اس کی سزا میں دشمن ان کے ملک پر غلبہ ہو جائیں گے۔ پہلے وعدہ سے عرصہ بخت خراب کا ملہ ہے جو ولادت تک سے ۵۸۸ سال قبل ہوا ۝ اور دوسرے وعدہ سے قیض (میلوس) اردنی کا ملہ ہے جو ۶۷۹ میں ہوا۔ ان دونوں حملوں میں یہودیوں پر مکمل جہاں آئی اور مقدس بیتل کو برباد کر دیا گیا!

چونکہ یہودیوں نے یہ مکمل کیا تھا کہ انہوں نے رسولوں کی جو تکذیب کی ہے ۝ اور ان کو قتل کیا ہے ۝ ان کو اس کی کوئی سزا نہیں ملے گی ۝ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کا رد کرنے کے لیے فرمایا کہ انہوں نے دوبارہ سرکشی کی اور ہر بار اللہ نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی ۝ جس سے تمام یہودی دیر ان لوہا برباد ہو گئے اور ہر سزا کے بعد انہوں نے توبہ کی اور توبہ کے بعد دوبارہ اندھے طور سے برے ہو گئے۔ سو اب اگر انہوں نے ہمارے رسول سیدنا محمدؐ کی تکذیب کی اور آپ کو قتل کرنے کی سعی کی تو یہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی سزا سے نہیں بچ سکیں گے ۝ اور ایسا ہی ہوا ۝ انہوں نے آپ کی تکذیب بھی کی اور دوبارہ آپ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ آپ کو اللہ نے ان کے شر سے محفوظ رکھا اور ان کو قتل کیا گیا اور جلاوطن کیا گیا اور دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا یقیناً مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔ حالانکہ مسیح نے کہا

قہارے نبی اسرائیل اللہ کی مہلت کو جو میرا اور تمہارا آپ ہے، بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور غلاموں کا کوئی مددگار نہیں ہے (المائدہ ۴۳)

عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کا رد

یہ آیت ان عیسائیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کو خدا کہتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کو حقین میں کا تیرا قرار دیتے تھے۔

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یسوع کی بدنامیوں کا بیان فرمایا اور ان کے ثبوت کا بطلان کیا اور اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کا رد شروع کیا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جو ان کا الوہیت کا عقیدہ تھا، اس کو باطل کیا ہے اور خود حضرت مسیح علیہ السلام کے قول سے ان کا رد کیا ہے اور یہ ان کے خلاف حجت قاطعہ ہے۔

نصاریٰ میں سے ایک فرقہ یعقوبیہ ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ حقین اہلیم (اصلوں) سے مرکب ہے۔ باپ، بیٹا اور روح القدس۔ باپ اللہ ہے اور بیٹا مسیح ہے اور باپ (اللہ) بیٹے (مسیح) میں طوس کر کے انکے ساتھ جھوٹھو گیا اور وہ روح القدس بن گیا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مین ہے اور انکے اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح ہی اللہ ہے، علامتہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے یہاں ہوتے ہی جو کلمہ سب سے پہلے کہا وہ یہ تھا، "میں اللہ کا بندہ ہوں۔"

قَالَ رَبِّيَ عِنْدَ اللّٰهِ اَنْبِيَاۤى الْكِتٰبَاتِ وَحَمَلْتَنِي  
نَيْبًا ۝ وَحَمَلْتَنِيْ مُسَارِكًا اَمْرًا مَا كُنْتُ وَا  
اَوْصَانِيْ بِالْقِسْلُوۃِ وَالْاَسْرِ كَوْنًا دُمْتُ حَيًّا  
ا (مہریم ۳۰: ۳۱) کا حکم دیا۔

اور اس آیت میں حضرت مسیح کا یہ قول نقل فرمایا ہے خواہ اسرائیل اللہ کی مہلت کو جو میرا اور تمہارا آپ ہے، بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ ثَلَاثٌ ثَلَاثَةٌ وَمِمَّا يُنْفِرُ

بیشک وہ لوگ کافر بن گئے جنہوں نے کہا بلاشبہ اللہ تین تین میں سے تیسرا ہے، علامتہ سوا ایک ممبر کے

اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ

کوئی ستم جہاد نہیں اور اگر وہ اپنے ان اقوال سے باز نہ آئے تو ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے

كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۰۱ اَفَلَا يَتُوبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْهُ

ان کو نہایت دردناک عذاب فرزندہ ہے گا ۱۰۱ وہ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے بخشش کیوں نہیں

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰۲ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ

طلب کرتے مالا کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے ۱۰۲ کیا ابن مریم صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت

ظہیان القرآن جلد سوم



خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَأَنَّا يَأْكُلُ الطَّعَامَ

رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں بہت پیکی ہیں وہ دروں کاٹا کھاتے تھے ،

أَنْظِرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ أَنْظِرْ أَنِّي يُؤْفِكُونَ ﴿٤٥﴾ قُلْ

دیکھیے ہم کس طرح وضاحت سے ان کے بے لاف بیان کرتے ہیں چروکھیے وہ کیسی اذہمائی تائی کر رہے ہیں ۰ آپ کہے کیا

تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ

تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کر رہے ہو جو کہا ہے یہ کسی نقصان اور نفع کے ملک نہیں ہیں اور اللہ ہی سب

هُوَ السَّيِّدُ الْعَلِيمُ ﴿٥٦﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ

پھر سنے والا اوسب پھر جاننے والا ہے ○ آپ کیسے! اے اہل کتب! تم اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور

الْحَقُّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَصْلُوا كَثِيرًا

ان نروں کی گھاسی کو اچھڑانے کے لئے پچھلے کے لئے مزہ جو پچھلے میں اور اس کے لئے بہت زیادہ نروں

وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝٤٤

○ کوکمر گاہ کیا اور وہ خود راہ راست بھٹک چکے ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا بلاشبہ اللہ نہیں میں سے میرا ہے، حالانکہ سوائے ایک معبود کے کوئی ستمق مبادلت نہیں اور اگر وہ اپنے ان اقوال سے باز نہ آئے تو ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے، ان کو

نصائح و روایات عذابِ غرور پر مبنی جگہ (المائدہ: ۷۳)

نہایت دردناک عذاب ضرور پہنچے گا (المائدہ: ۷۳)

متقدمین اور متاخرین عیسائیوں کا نظریہ تثلیث اور اس کا رد

قدیم ہمسائی یہ کہتے تھے کہ اللہ مہربم اور بخشن تمہیں خدا ہیں اور قرآن مجید نے انہی لوگوں کا رد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى اِبْنُ مَرْيَمَ ؕ اَنْتَ قُلْتَ

لَيْسَ إِلَهِكَ وَنَبِيِّكَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْمُنْزِلِ

قَالَ مُبَحَّكٌ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ

میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق ہو۔

”اور ساری جیسی یہ ہے کہ میں نے جو ہر واحد بنی المسمیٰ (اس کا) میں۔ پاپ بن گیا اور روح القدس اور یہ جیوں ایک خدا ہیں۔

سب سے پہلے یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اپنی مرضی کے مطابق بنایا ہے۔ اگرچہ وہ جسمانی طور پر ایک ہی ہے، مگر اس کی فطرت اور صفات مختلف ہیں۔ بعض لوگ زیادہ شرمیلے ہیں، کچھ تو بہت ہی جراتور اور دلیر ہیں۔

ضمیمہ القرآن

مخلوط ہو جاتا ہے، یا پانی و دودھ میں مخلوط ہو جاتا ہے، نور ابن کاظم ہے کہ باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے اور روح خدا ہے۔  
عیسائیوں کا یہ قول بدیہی اہلسنن ہے، کیونکہ جن ایک نہیں ہو تالور ایک جن نہیں ہو تالور عیسائیوں کے اس قول سے زیادہ قاسد اور باطل قول دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اللہ سے تو بہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے بخشش کیوں نہیں طلب کرتے، حالانکہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے (المائدہ ۷۷)

یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی کرم ہے اور اس کا یہ حد لطف اور احسان ہے کہ عیسائیوں کے اس کذب اور افتراء اور ان کے شرک کے باوجود ان کو توبہ اور استغفار کی دعوت دے رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مگر ان مہرم صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت رسول مکرر چکے ہیں اور ان کی ماں بہت چچی ہیں، وہ دونوں کہتا کھاتے تھے، دیکھئے ہم کس طرح وضاحت سے ان کے لیے دلائل بیان کرتے ہیں، پھر دیکھئے وہ کیسی لوندی مایوسی کر رہے ہیں۔ (المائدہ ۷۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا نہ ہونے پر دلائل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان رسولوں کی جنس میں سے ایک رسول ہیں جو ان سے پہلے مکرر چکے ہیں، جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہجرات پیش کیے۔ اس طرح ان رسولوں نے بھی ہجرات پیش کیے تھے، اگر حضرت عیسیٰ نے بارہ زلوا اندھے دیکھے، گڑھیوں کو شفا دی اور مردوں کو زندہ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاشی کو زندہ کیا اور اس کو دوڑتا ہوا اور دھابا دیا اور سمندر کو چیر کر اس میں بارہ راستے بنادے اور لاشی کو زمین پر لہا تو اس سے بخشے اٹھ گئے اور اگر حضرت عیسیٰ بغیر خدا کے پیدا ہوئے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام مورا اور عورت دونوں کے بغیر پیدا ہوئے، جب وہ سرے انبیاء مجربہ دکھانے سے خدا نہیں ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مجربہ دکھانے سے خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟

اس آیت میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں دونوں کہتا کھاتے تھے، اس سے مقصود حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں کے مخلوق عیسائیوں کے اس دعویٰ کو باطل کرنا ہے کہ وہ دونوں خدا ہیں، نور اس کی حسب ذیل وجہ ہیں:

۱۔ ہر وہ شخص جس کی ماں ہو، وہ مخلوق ہوتا ہے، یعنی وہ پہلے موجود نہیں تھا، اس کے بعد موجود ہوا اور جس شخص کی یہ صفت ہو، وہ مخلوق ہے خالق نہیں۔

۲۔ حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں دونوں کہتا کھاتے تھے اور جو شخص اپنی نشوونما اور بتا میں کھانے کا محتاج ہو، وہ مخلوق ہے خدا نہیں ہے۔

۳۔ اگر حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں خدا ہوتے تو وہ خلق اور ایجاد پر قادر ہوتے اور جب وہ خلق اور ایجاد پر قادر ہوتے تو کھانے کے بغیر، محو کی تکلیف کو مٹانے پر قادر ہوتے اور جب وہ میا نہ کر سکتے تو مظلوم ہوا کہ وہ خدا نہیں ہیں۔

موجودہ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا چہرہ خوب لکھا ہوا ہے۔

یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہام کا نسب: ابراہام سے اصفیٰ پیدا ہوا اور اصفیٰ سے یعقوب پیدا ہوا اور یعقوب سے یسوع اور اس کے بھائی پیدا ہوئے۔ (الی قورن) اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا، یہ اس مہرم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوئے جو مسیح کہلاتا ہے۔

لیکن سب ہشتی ابراہام سے داؤد تک چودہ ہشتی ہوئیں اور داؤد سے لے کر کرگر قار ہو کر بائبل جانے تک چودہ ہشتی

اور گرفتار ہو کر پہل جانے سے لنگر سچ تک چودہ ہفتیں ہو گئیں۔ (حق کی انجیل 'باب' آیت ۵۷، 'مطبوعہ لاہور')  
اب یسوع کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی عقلی پوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اگلے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حملہ پائی گئی، پس اس کے شوہر پوسف نے جو رابطہ تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا اسے بچے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ فن بائرن کو سوچا ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتے نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد! اپنی بیوی مریم کو اپنے پاس لے آئے سے نہ ڈر۔ کیونکہ جو اس کے بیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔ اس کے بیٹا ہو گا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو فن کے گناہوں سے نجات دے گا۔

(حق کی انجیل 'باب' آیت ۲۲-۱۸، 'مطبوعہ لاہور')

غور کیجئے! جس شخص کا پورا اثبوت سب موجود ہے جو اپنی ماں مریم کے بیٹ سے پیدا ہوا ہے! پیدائش ہونے سے پہلے موجود نہیں تھا وہ اپنی پیدائش سے پہلے موجود سارے جنم کا خالق کیسے ہو سکتا ہے؟ اور اس کو خدا کی اور اختصا عہد کب زیادہ ہے؟  
قرآن مجید نے حضرت یسعی علیہ السلام کے کھانے پینے کا ذکر کر کے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر وہ خدا ہوتا تو کھانے پینے کے محتاج نہ ہوتا۔ فن کے کھانے پینے کا ذکر موجودہ بائبل میں بھی ہے۔

وہ یہ باتیں کری رہے تھے کہ یسوع آپ ان کے بچ آگیا ہو اور فن سے کلمہ تمہاری سلامتی ہو! مگر انہوں نے گھر آکر اور خوف کھا کر یہ سمجھا کہ کسی روح کو دیکھتے ہیں 'اس فن سے کلمہ تم کیوں گھبراتے ہو؟ اور کس واسطے تمہارے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں؟ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ میں ہی ہوں مجھے چھو کر دیکھو کیونکہ روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا مجھ میں دیکھتے ہو اور یہ کہ اس نے انہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے! جب مارے خوشی کے فن کو یقین نہ آیا اور تعجب کرتے تھے تو اس نے ان سے کہا میں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے! انہوں نے اسے سمجھائی چھٹی کا کھانا دیا! اس نے لے کر ان کے دروازہ کھایا۔ (لوقا کی انجیل 'باب' ۲۴، آیت ۴۳-۳۶، 'مطبوعہ لاہور')

انجیل کے اس اقتباس میں حضرت یسعی علیہ السلام لوگوں کو یقین دلارہے ہیں کہ وہ گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنے ہوئے انسان ہیں، روح نہیں ہیں اور وہ کھاتے بھی ہیں۔ حضرت یسعی علیہ السلام نے یقین دلایا ہے کہ وہ مادی انسان ہیں، روح نہیں اور مادہ سے بنے نہیں ہیں تو پھر وہ خدا کیونکر ہو سکتے ہیں؟ نیز انجیل میں ہے اور جب صبح کو پھر شر کو جا رہا تھا اسے بھوک لگی (حق کی انجیل 'باب' ۲۱، آیت ۱۳-۱۲، 'مطبوعہ لاہور')

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت یسعی علیہ السلام کو بھوک لگتی تھی اور وہ کھانے پینے کے محتاج تھے اور جو کسی چیز کا بھی محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

موجودہ بائبل کے مطالعہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح انسان تھے، فن کے بیٹ سے پیدا ہوئے، ان کا جسم انسانوں کی طرح گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنا ہوا تھا۔ فن میں تمام انسانی صفات تھیں، انہیں بھوک لگتی تھی، وہ کھاتے پیتے بھی تھے، سوئے جاتے بھی تھے، انہیں درد سے تکلیف بھی ہوتی تھی، کیونکہ انجیل میں مذکور ہے اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا ابلی ابلی لسا شیفنسی یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا (حق 'باب' ۲، آیت ۷، 'م' ۳۳) اب ایسے شخص کے حلق کوئی صاب مل انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا شخص خدا ہے تمام جہان کا پیر کرنے والا ہے! بائبل کے حلق حضرت یسعی کو یسوعوں نے چٹائی پر پٹکایا اور تین دن تک وہ مر رہا، اس کے بعد جی اٹھے سوال یہ ہے کہ اگر مسیح خدا تھے تو جب وہ تین دن مر رہے تو ان کے پیروں کے نکالت کیسے چلتی رہی؟ انجیل میں ہے۔

یاد کرو جب وہ تکلیف میں تھا تو اس نے تم سے کہا تھا ضرور ہے کہ ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حرام کیا جائے اور مصلوب ہو اور تیسرے دن جی اٹھے۔ (نورانی انجیل 'باب' ۲۳ آیت ۷-۸ ص ۸۸ مطبوعہ لاہور)

اس بات پر بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو ابن آدم فرمایا تھا نہ کہ ابن اللہ اسواں کے متعلق الوہیت کا عقیدہ رکھنا اور ان کو خدا یا خدا کا یا کائنات پر انفرادی اور بہتکین ہے اور اس مضمون کی آیات خود سائنس اور من گھڑت ہیں جو بعد کے عیسائی مصنفین نے وضع کر کے اللہ کے اصل کلام میں ملا دی ہیں۔ یہ بات اچھی طرح دہن نشین کرنی چاہیے کہ موجودہ انجیل میں کچھ عبارت تو وہ ہیں جو دراصل اللہ کا کلام ہیں۔ ہم سورۃ آل عمران کی ابتدا میں ان کی مثالیں دی ہیں اور قرآن مجید ان ہی کا صدق ہے اور دوسری عبارت وہ ہیں جو عیسائی مصنفین نے بہ طور خور لکھی ہیں۔

حضرت مریم کے فیہ ما نہ ہونے پر دلائل

اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے اور ان کی مہر بست بھی ہیں، ان کو صدیقہ اس لیے فرمایا کہ وہ گناہوں سے بہت پاک تھیں اور اللہ کی عبادت کرنے کی بہت جدوجہد کرتی تھیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تمام آیات کی تصدیق کی۔

شیخ ابن حزم عورتوں کی نبوت کے قائل ہیں۔ وہ حضرت سارہ، حضرت موسیٰ کی مہر اور حضرت عیسیٰ کی مہر سیدہ مریم کو بیہ مانتے ہیں، کیونکہ قرآن مجید میں ان کی طرف وحی کرنے کی نسبت کی گئی ہے۔ جنسور علماء اسلام کے نزدیک یہ وحی بہ معنی الہام ہے اور نبی صرف موبوئے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْهِمْ اَلْبَيِّنَاتِمْ قَدْ اَمْلَا الْغُرٰى (یسوف ۱۱۰)

نہیں بھیجا، جن کی طرف ہم بتیوں کے رہنے والوں سے وحی کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہتے ہیں کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کر رہے ہو جو تمہارے لیے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ (انعامہ ۷۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت گزاری سے ان کے خدا نہ ہونے پر استدلال

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا نہ ہونے پر ایک اور دلیل قائم کی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ذاتی طور پر کسی کو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ انہوں نے جو پرندے دعا کر اڑائے، جن مردوں کو زندہ کیا، جن کوڑھیوں کو شفا دی اور جن بلور زونڈوں کو بھانپا، یہ سب کلام انہوں نے اللہ کی دی ہوئی قدرت سے کیے۔ وہ اپنی ذاتی طاقت اور قدرت سے کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے پر قادر نہیں تھے۔ موجودہ بائبل میں مست جبکہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا سے دعا کرتے تھے، مگر وہ خود دعا تھے اور نفع اور نقصان پہنچانے کے مالک تھے تو ان کو خدا سے دعا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر ان باتوں کے کوئی آئندہ روز دیوا یا ہوا کہ وہ پطرس اور یوحنا اور یعقوب کو کھانے پر دعا کرنے کیا، جب وہ دعا کر رہا تھا تو ایسا ہوا کہ اس کے چہرے کی صورت بدل گئی اور اس کی پوشاک سفید براق ہو گئی۔

(نورانی انجیل 'باب' ۴ آیت ۲۹-۲۸ ص ۶۳ مطبوعہ لاہور)

اور ان دنوں میں ایسا ہوا کہ وہ پہاڑ پر دعا کرنے کو نکلا اور خدا سے دعا کرنے میں ساری رات گزار دی۔

(نورانی انجیل 'باب' ۶ آیت ۱۲ ص ۵۸ مطبوعہ لاہور)

پھر ایسا ہوا کہ وہ کسی جگہ دعا کر رہا تھا، جب کہ چکا تو اس کے شاگردوں میں سے ایک نے اس سے کہا اے خداوند! جیسا چاہتا

نے اپنے شاگردوں کو دعا کرنا سکھایا تو بھی ہمیں سکھانے میں اس نے ان سے کہا جب تم دعا کرو تو کہو اے باپ تیرا نام پاک مانا جائے تیری بادشاہی آئے ہماری روز کی روزی ہمیں ہر روز دعا کرو اور ہمارے گناہوں کو معاف کر دے کیونکہ ہم بھی اپنے ہر قرعہ دار کو معاف کرتے ہیں اور ہمیں آزمائش میں نہ لانا۔ (الو کا انجیل 'باپ' آیت ۲۴ ص ۱۶۳ مطبوعہ لاہور)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساری ساری رات دعا کرتا ہے کثرت دعا کرتا اور اپنے پیروں کو بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی تعلیم دیتا اس کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنی ذات سے نفع اور نقصان کے مالک نہیں تھے بلکہ وہ ان کے پیروکاروں کو ایسا جانتے تھے اور نہ ان کو خدا سمجھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کی مہلت کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اس کے سوا کسی کی مہلت جائز نہیں پھر انہیں اسے ایک مدت اونچے پناز پر لے گیا اور دنیا کی سب مخلوقیں اور ان کی شہن و شرکت اسے دکھائی اور اس نے کہا اگر تو مجھے جب تک کہ جہد کرے تو یہ سب کچھ تجھے دے دوں گا۔ یسوع نے اس سے کہا اے شیطان اور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی مہلت کر۔ (متی کا انجیل 'باپ' آیت ۲۳ ص ۸۵ مطبوعہ لاہور)

پس رسول یسوع مسیح کے متعلق لکھتے ہیں:

اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آفسو بہا کر اس سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا اور خدا ترسی کے سبب سے اس کی سنی گئی اور بلوغت پر نہ آنے کے اس نے دکھ اٹھا کر قربانی داری کی۔

(مہرانوں کے نام پر رسول کا خط 'باپ' آیت ۸ ص ۷۰ مطبوعہ لاہور)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ پس رسول کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت مہلت گزار قربانی دہندہ اور زورور کرشمہ سے دعائیں کرنے والے تھے اور جو تمام جہان کا خدا ہو اور اپنی قدرت سے نفع اور نقصان کا مالک ہو وہ کسی کی مہلت اور قربانی داری کرنے اور کسی سے رو کر دعا نہیں کرنے سے پاک اور خضر ہوتا ہے۔ نیز پس رسول لکھتے ہیں:

ہمارے خداوند یسوع مسیح کے خدا اور باپ کی حمد ہو جو رحمتوں کا باپ اور ہر طرح کی قسلی کا خدا ہے۔

(کو تھونوں کے نام پر رسول کا دوسرا خط 'باپ' آیت ۳ ص ۱۶۸ مطبوعہ لاہور)

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ پس رسول کے نزدیک یسوع مسیح خدا نہ تھے بلکہ یسوع مسیح خود خدا کو ماننے والے تھے۔ اسی کی وہ مہلت کرتے تھے اسی کی قربانی داری کرتے تھے اور اسی سے رو کر دعا نہیں کرتے تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ کا پس رسول کا اور ہم سب کا خدا ہے۔ اس کو باپ کہتا اور حضرت عیسیٰ کو ان کا بیٹا اور خداوند کہتا ہے سب عیسائی علماء کی بعد کی تحریکات ہیں۔ باپ ہونا اور بیٹا نہ کہنا مخلوق کی صفت ہیں اللہ عز و جل اس سے بلند و برتر ہے اس کی صفات وہی ہیں جو صرف اس کے شایان شان ہیں اور مخلوق کے لیے ممکن نہیں ہیں جیسے وہ مہلت کا مستحق ہے اس کا کوئی شریک اور شریک نہیں وہ واجب الوجود اور قدیم بلا امت ہے۔ اس کی ہر صفت مستقل اور غیر جے مستغنی ہے اور وہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہتے اسے اہل کتاب تم اپنے دین میں باطل زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے بہت زیادہ لوگوں کو گمراہ کیا اور وہ خود راہ راست سے ہٹ چکے ہیں۔ (العائدہ ص ۷۷)

غلو حق اور غلو باطل کی تعریفیں

اللہ تعالیٰ نے پہلے یسوع کے باطل عقائد بیان کیے اور ان کا رد کیا پھر نصاریٰ کے باطل عقائد بیان کیے اور ان کا رد فرمایا۔

اب دونوں فریقوں کو خطاب کر کے فرما رہا ہے اے اہل کتاب تم اپنے دین میں غلو نہ کرو غلو وہ قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک حق اور ایک باطل۔ غلو حق یہ ہے کہ کسی صحیح اور حق چیز کے بیان میں مبالغہ کیا جائے جس سے اس کو مسخر کرنا مقصود ہو۔ اور غلو باطل یہ ہے کہ کسی چیز کی حقیر میں زیادتی کی جائے یا کسی چیز کی تعظیم میں زیادتی کی جائے۔ یہود نے انبیاء علیہم السلام کی شہن میں کسی کی حق کہ حق کی طرف زیادہ کو منسوب کیا لیکن حق کی عکسب کی اور حق کو قتل کیا اور یہیساویوں نے انبیاء کی تعظیم میں غلو کیا حتیٰ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کہلا۔

اللہ تعالیٰ نے حق کے متعلق فرمایا یہ خود بھی گمراہ ہیں اور انہوں نے لوگوں کو بھی گمراہ کیا اور یہ بہت بڑی گمراہی ہے۔ اس آیت میں اس زیادہ کے اہل کتاب کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تم اپنے اہل اور روہان کی پیروی نہ کرو وہ گمراہ ہو چکے ہیں اور تم کو بھی گمراہ کر دیں گے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہود سے یہ فرمایا ہو کہ تم عزیر کی تعظیم میں غلو نہ کرو کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا اور یہیساویوں سے فرمایا تم یحییٰ کی تعظیم میں غلو نہ کرو کہ حق کو خدا یا خدا کا بیٹا کہلا۔

لَعْنُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ

جز اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی

عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿۵﴾

عجی ۱۔ یہوں کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے ۵

كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۶﴾

وہ ایک دوسرے کو اس برے کام سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیا تھا، وہ ایک بڑا کام تھا جو وہ کرتے تھے ۶

تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ

آپ ان میں سے زیادہ لوگوں کو دیکھیں گے جو کافروں سے دوستی رکھتے ہیں، وہ کسی بری چیز سے جو انہوں نے اپنی

لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ لَهُمْ خِلْدُونَ ﴿۷﴾

آخرت کے لیے بھی ہے کہ اللہ ان پر ناراض ہوا اور وہ دائمی عذاب میں رہنے والے ہوں گے ۷

وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا نَزَّلَ إِلَيْهِمْ مَا اتَّخَذُواهُمْ

اور اگر وہ ایمان لاتے اور اس میں نبی پر اللہ اس پر اس میں نبی کی قوت نازل کیا گیا تو کافروں کو درست

أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿۸﴾ لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ

دشمناتے لیکن ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں ۸ آپ بھی لوگوں کو سناؤں گے ساتھ ساتھ

عَدَاوَةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ

زیادہ دشمنی رکھنے والا پائیں گے وہ یہود اور مشرکین ہیں ۔ اور آپ بن مرگن کو

أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي ذَلِكَ

سہارا کا سب سے قریب دوست پائیں گے ۔ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم یہاں ہیں ، کیوں کر ان

بِأَنَّهُمْ قَتِيلٌ سَيِّئِينَ وَرَهْبَانٌ كَاذِبُونَ ۝۸۷

میں ہیں ظالم اور رابب ہیں اور وہ تکبر جیسے کرتے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ کیونکہ انہوں نے نابھیقی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے (المائدہ ۷۸)

تبلیغ نہ کرنے کی وجہ سے جو اسرائیل پر لعنت کا بیان امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جو اسرائیل پر ہر زبان میں لعنت کی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ان پر قرأت میں لعنت کی گئی، حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں ان پر زبور میں لعنت کی گئی اور سیدنا محمد مجتبیٰ کے عہد میں ان پر قرآن مجید میں لعنت کی گئی۔ (جامع البیان ۶: ۳۲۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ مجتبیٰ نے فرمایا جو اسرائیل میں سے کوئی شخص جب اپنے کسی بھائی کو گنہگار کہتے ہوئے دیکھتا تو اس کو سختی سے منع کرتا اور دوسرے دن جب اس کو گنہگار کہتے ہوئے دیکھتا تو اس کو منع نہ کرتا اور اس کے ساتھ مل جل کر رہتا اور کھانا پیتا جب انہوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دل ایک دوسرے کی طرح کر دیئے اور ان کے نبی حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی زبانوں سے ان پر لعنت کی۔ پھر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہند و قدس میں میری جان ہے اتم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہتا اور برائی سے روکتے رہتا اور ضرور برائی کرنے والے کے ہاتھوں کو پکڑ لیتا اور اس کو حق پر عمل کرنے کے لیے مجبور کرتا، ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے کی طرح کر دے گا اور تم پر بھی اسی طرح لعنت کرے گا جس طرح ان پر لعنت کی ہے۔

(جامع البیان ۶: ۳۲۸-۳۲۷) مسند ابویعلیٰ ۸ ج ۸، رقم الحدیث ۵۰۳۵، مسند احمد ۱ ج ۱، ص ۳۹، مطبع قدیم) المائدہ ۷۸ کی تفسیر میں ہم نے اس حدیث کی زیادہ تفصیل کی ہے اور اس کو سنن ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ اور المعجم الاوسط کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

ابن زید اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جو اسرائیل پر انجیل ابود زبور میں لعنت کی گئی ہے، رسول اللہ مجتبیٰ نے فرمایا ایمن کی نیکی کا حکم دے رہی ہے۔ جس طرف قرآن پھرے، تم اس طرف پھر جاؤ۔ جن چیزوں کو فرخ کرنا تھا اللہ تعالیٰ ان سے قائل ہو چکا ہے۔ بے شک جو اسرائیل میں سے ایک گروہ نیک لوگوں کا تھا، وہ نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے روکتے تھے، ان کی قوم نے ان کو پکار کر آروں سے چیر دیا اور ان کو سولی پر لٹکا دیا۔ ان میں سے کچھ لوگ باقی بچے جن کو بدشاہوں کے پاس جانے

نور ان کی مجلس میں بیٹھے بغیر قرار نہیں آیا، پھر ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے پھر ان کو چین نہیں آیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دل ایک جیسے کر دیئے تو یہ اس آیت کی تفسیر ہے۔ جو اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا، ان پر آواز اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ (جامع البیان ۱۲: ۳۲۹)

مفتاح عبد اللہ بن جعفر زہلی حنفی ص ۷۷ گتے ہیں:

امام ابو یعلیٰ سمری نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن الحارث سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا: جب وہ گئے تو وہیں لہو (گالے بجانے) کو سنا تو حضرت ابن مسعود واپس آ گئے۔ اس نے پوچھا آپ کیوں واپس آئے؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس شخص نے کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کیا وہ ان ہی میں سے ہو گا اور جو شخص کسی قوم کے عمل سے راضی ہو، وہ اس عمل کے مرتکبین میں شریک ہو گا۔ اور امام ابن المبارک نے کتاب الزہد والرقائق میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ایک ویرانہ میں بلایا گیا۔ انہوں نے وہیں (گالے بجانے کی) آواز سنی تو واپس آ گئے، ان سے پوچھا گیا: آپ کیوں نہیں گئے؟ تو فرمایا میں نے آواز سنی اور جس شخص نے کسی جماعت میں اضافہ کیا، اس کا شمار ان ہی میں ہو گا اور جو کسی عمل سے راضی ہو، وہ اس عمل میں شریک ہو گا۔

نصیب الراہی ج ۳ ص ۳۳۹-۳۴۰ اتفاق الملة المتین ج ۲ ص ۸۸ مسند القردوس للہ علی رقم الحديث ۵۳۱، المطالب العالی للعثماني ج ۲ رقم الحديث ۳۰۵

مفتاح زہلی، مفتاح مستطانی اور طلاس زبیدی نے یہ حدیث مسند ابو یعلیٰ کے حوالے سے بیان کی ہے، لیکن مجھے یہ حدیث مسند ابو یعلیٰ کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملی اور نہ ہی مجھے حضرت ابو ذر کی روایت امام ابن المبارک کی کتاب الزہد میں ملی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایک دوسرے کو اس برے کام سے نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیا تھا، وہ کیا برائیاں انجام دے کر رہے تھے (النار ۷۹)۔

جو اسرائیل حرام کام اور گنہگار کرنے والوں کو منع نہیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتا ہے کہ ان گناہوں سے نہ روکنا حرام کلاموں کو کرنا اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا سب بڑا کلم قتل۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ برائی سے نہ روکنے کی تبلیغ میں وہ سب شریک تھے۔ نیز ایہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مجرموں کے ساتھ ملنا جلتا اور سوشل اور سماجی روابط رکھنا بھی بجا کر حرام ہے، اور ان سے ترک فعلی کرنا واجب ہے۔ ہم نے اس آیت کی تفسیر میں اور اس سے پہلے (العائذہ ۵: ۸۲) کی تفسیر میں جن احادیث اور آثار کا ذکر کیا ہے، ان کا بھی یہی مقنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ ان میں سے زیادہ لوگوں کو دیکھیں گے جو کافروں سے دوستی رکھتے ہیں، وہ کسی بڑی چیز ہے جو انہوں نے اپنی آخرت کے لیے کیجی ہے کہ اللہ ان پر ناراض ہو اور وہ دائمی عذاب میں رہنے والے ہوں گے (النار ۸۰)۔

اس آیت میں نبی ﷺ سے خطاب ہے یا یہ خطاب عام ہے اور ہر مخاطب مراد ہے، اور ان میں سے اس سے مراد اہل کتاب ہیں یا جو اسرائیل اور فریسا ہے تب ان میں سے زیادہ لوگوں کو دیکھیں گے اس سے مراد کتب ابن اشرف اور اس کے اصحاب ہیں، بعض روایات میں ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت مکہ گئی تھی، تاکہ ان مشرکین مکہ کے ساتھ اشتراک کر کے نبی ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں، لیکن بات نہیں بنی۔ انہوں نے جو حکم دیا ہے، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دائمی عذاب کا موجب ہیں۔



حافظ ابن کثیر نے جلد سے نقل کیا ہے کہ ان لوگوں سے مراد منافقین ہیں اور اللہ کی بڑا فسق کے حلق یہ حدیث سے نقل کی ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمانو! تم زنا سے بچ رہنا کیونکہ زنا پر چھ چیزیں حرج ہوتی ہیں۔ تین دنیا میں اور تین آخرت میں دنیا میں اس فعل سے روٹی چلی جاتی ہے۔ تنگ دہی اور مٹھی آتی ہے اور عمر کم ہوتی ہے اور آخرت میں اس فعل کی وجہ سے رب تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور حساب سخت ہوتا ہے اور دوزخ میں دائمی عذاب ہوتا ہے (دوام سے مراد لمبا عرصہ ہے) پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو تلاوت کیا۔ امام ابن مردودہ نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن اس کی ہر سند ضعیف ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۳۲)

میں کہتا ہوں کہ تعدد اسناد کی وجہ سے یہ حدیث حسن ضعیفہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ اللہ پر ایمان لائے اور اس نبی پر اور اس پر جو اس نبی کی طرف نازل کیا گیا تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن میں زیادہ تر لوگ منافقین ہیں۔ (المائدہ ۸۷)

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں:

۱۔ اگر یہ یہودی اللہ پر صحیح ایمان لائے اور حضرت موسیٰ پر اور تورات پر تو کافروں کو دوست نہ بناتے

۲۔ اگر یہ یہودی اللہ پر کامل ایمان لائے اور سیدنا محمد ﷺ پر اور قرآن مجید پر تو کافروں کو دوست نہ بناتے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ جن لوگوں کو سب سے زیادہ مسلمانوں کے ساتھ دشمنی رکھنے والا پائیں گے وہ یہودی اور مشرکین ہیں اور آپ جن لوگوں کو مسلمانوں کا سب سے قریب دوست پائیں گے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم یہودی ہیں کیونکہ ان میں بعض عالم اور راہب ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ (المائدہ ۸۴)

نہجاشی کا اسلام لانا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی ۳۵۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبش بیان کرتے ہیں کہ نہجاشی نے نبی ﷺ کے پاس ایک وفد بھیجا نبی ﷺ نے ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا وہ مسلمان ہو گئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: پھر وہ وفد نہجاشی کے پاس گیا اور اس کو خبر دی تو نہجاشی بھی مسلمان ہو گیا اور وہ کلمہ مرگ مسلمان رہا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا یہی نہجاشی فوت ہو گیا۔ اس کی نماز جنازہ پڑھو پھر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اس پر نماز پڑھی اور نہجاشی (کا جنازہ) اس وقت جوش میں تھا۔

(جامع البیان ج ۷ ص ۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

مسلمانوں کا حبشہ ہجرت کرنا اور کفار مکہ کا ان کو واپس بلانے کی سعی کرنا

امام احمد بن حنبل حنفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ جب ہم حبشہ میں پہنچے تو ہمیں نہجاشی نے وہاں پناہ دی ہم نے اپنے دین کی حفاظت کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ ہم کو نہ کوئی ایذا دی جاتی تھی نہ ہم کوئی ناگوار بات سننے تھی۔ جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو انہوں نے ہام مشورہ کیا کہ ہمارے حلق نہجاشی کے پاس دو قوی آدمی بھیجے جائیں اور مکہ کی عمدہ چیزوں میں سے نہجاشی کے لیے دو چیزیں بھیجے جائیں۔ ان لوگوں کو چھاپنا تھا تو انہوں نے بہت سے چمڑے جمع کر لیے ان کے سرداروں میں سے ہر شخص کو انہوں نے چمڑے اور خنجر دینے کا فیصلہ کیا پھر انہوں نے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو یہ کہنے

دے کر روانہ کیا اور من سے کلمہ مسلمانوں کے حلق نباشی سے بات کرنے سے پہلے تمام سرداروں کو ہدیہ دے دیئے جائیں۔ وہ جیٹ بیچ گئے اور نباشی کے ساتھ طاقت سے پہلے تمام سرداروں کو ہدیہ دیئے اور ہر سردار سے یہ کہا تمہارے بلاشلہ کے ملک میں تمہارے چند بھائیوں کو لڑکوں نے آکر پتلا ہے۔ وہ اپنی قوم کے دین کو چھوڑ چکے ہیں اور تمہارے دین میں داخل نہیں ہوئے۔ وہ ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جس کو ہم پہچانتے ہیں نہ تم جانتے ہو۔ اور ہماری قوم نے اپنے معزز لوگوں کو بھیجا ہے تاکہ وہ ان کو واپس لے جائیں۔ سو جب ہم بلاشلہ سے اس معاملہ میں بات کریں تو تم بلاشلہ کو یہ مشورہ دینا کہ وہ ان کو ہمارے حوالے کر دیں اور بلاشلہ ان سے بات نہ کرے۔

کیونکہ ہماری قوم ان کے کردوتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ سرداروں نے کہا اچھا پھر انہوں نے نباشی کو ہدیہ اور تحفے پیش کیے جن کو اس نے قبول کر لیا۔ پھر انہوں نے کہا اے بلاشلہ آپ کے ملک میں تمہارے کچھ بھائیوں کو لگ آگئے ہیں جو اپنی قوم کے دین کو چھوڑ چکے ہیں اور آپ کے دین میں داخل نہیں ہوئے۔ وہ ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جس کو ہم پہچانتے ہیں نہ آپ اور ہم کو آپ کی طرف ان کی قوم کے معزز لوگوں نے بھیجا ہے۔ جن کو ان کے آہوا وید اور رشتہ دار ہیں تاکہ آپ انہیں واپس بھیج دیں۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا عبداللہ بن ابی رہبہ اور عمر بن العاص کو اس سے زیادہ اور کوئی بات نہ چنیں جس کی نباشی مسلمانوں کی بات سے اس کے سرداروں نے کہا ان دو آدمیوں نے جج کہا ہے۔ ان لوگوں کے کردوتوں کو ان کی قوم ہی بہتر طور سے جانتی ہے۔ سو آپ ان لوگوں کو ان دو لوگوں کے حوالے کر دیجئے تاکہ یہ ان کو ان کی قوم کے پاس واپس لے جائیں۔

حضرت ام سلمہ نے فرمایا یہ سن کر نباشی غضبناک ہو اس نے کہا میں خدا کی قسم میں ان لوگوں کو ان کے حوالے نہیں کروں گا جن لوگوں نے میری پتلا ہے اور میرے ملک میں آئے ہیں اور جنہوں نے دوسروں کی بجائے مجھے اختیار کیا ہے جب تک میں ان سے سوالات کر کے تحقیق نہ کروں ان کو تم لوگوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ اگر وہ ایسے ہی لگے جیسا تم نے کہا ہے تو میں ان کو تمہارے حوالے کروں گا اور اگر ایسا نہ ہو تو میں ان کی حفاظت کروں گا اور جب تک یہ میری پتلا میں رہیں گے ان سے حسن سلوک کروں گا۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو بلایا۔ جب مسلمان آگئے تو نباشی نے اپنے علماء کو بھی بلایا اور وہ اس کے گرد اپنی کتابیں کھول کر بیٹھ گئے۔

حضرت جعفر کا نباشی کے دربار میں اسلام کا تعارف کرانا

پھر نباشی نے مسلمانوں سے سوال کیا کہ کون سا دین ہے جس کی وجہ سے تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور تم اس کی وجہ سے نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ ان ادیان میں سے اور کسی دین میں داخل ہوئے؟ حضرت ام سلمہ نے فرمایا جس شخص نے ان کو جواب دیا وہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضوان اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے کہا اے بلاشلہ ہم جابلوں کی قوم تھے جن کی عہدت کرتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بے حیائی کے کام کرتے تھے۔ رشتوں کو توڑتے تھے۔ پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے۔ ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ ہم اسی محل پر تھے کہ فتنہ نے ہم میں سے ہی ہماری طرف ایک رسول بھیج دیا۔ جن کے نسب ان کے صدق ان کی امانت داری اور ان کی پاکیزگی کو ہم پہلے سے جانتے تھے۔

انہوں نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی تاکہ ہم اس کو دامن لیں اور اسی کی عہدت کریں اور اس سے پہلے ہم اور ہمارے باپ دادا جن بھروسوں اور جنوں کی عہدت کرتے تھے اس کو چھوڑ دیں اور انہوں نے ہمیں سچ بولنے کی امانت دلا کر ان کے رشتوں کو ملانے پڑوسیوں سے نیک سلوک کرنے غرام کھوں اور خون ریزیوں سے باز رہنے کا حکم دیا اور بے حیائی کے کلاموں جو بھوت بولنے، جہیم کابل کھانے اور پاک دامن عورتوں کو تمست لگانے سے منع کیا اور ہم کو حکم دیا کہ ہم فقط اللہ کی عہدت

کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم کو نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا انہوں نے اسلام کے تمام احکام منوائے۔ سو ہم نے اس رسول کی تصدیق کی اور ہم اس پر ایمان لے آئے اور وہ اللہ کے پاس ہے جو احکام لائے تھے ہم نے ان پر عمل کیا اور فقط اللہ وحدہ کی عبادت کی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کیا اور جن چیزوں کو انہوں نے ہم پر حرام کیا تھا ان کو ہم نے حرام قرار دیا اور جن چیزوں کو انہوں نے ہمارے لیے حلال کیا تھا ان کو ہم نے حلال رکھا اس بنا پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی۔

انہوں نے ہم کو عذاب میں مبتلا کیا اور ہم کو ہمارے دین سے چھڑانے کے لیے آزمائشوں میں مبتلا کیا تاکہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے چھڑا کر جن کی عبادت کی طرف لے آئیں اور پھر نبی بدکاروں کو حلال کرنے لگیں جن کو ہم پہلے حلال سمجھ کر کرتے تھے۔ سو جب انہوں نے ہم پر قہر اور ظلم کیا اور ہم پر ہماری حیثیت کو ٹھک کر دیا اور ہمارے دین کے درمیان مداخلت ہو گئی تو ہم آپ کے ملک کی طرف نکل آئے اور ہم نے دوسروں کی بجائے آپ کو پسند کر لیا اور آپ کی بندگی میں رغبت کی اور ہم نے یہ امید رکھی کہ اے بادشاہ! آپ کے پاس ہم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا پھر نبیاشی نے کہا کیا تم کو اللہ کے کام کی کچھ آیتیں یاد ہیں؟ حضرت جعفر نے کہا ہاں نبیاشی نے کہا مجھے سنو۔ تو حضرت جعفر نے سورۃ مریم کی ابتدائی آیات پڑھیں۔ حضرت ام سلمہ نے کہا نہ اکی چھادہ آیتیں سن کر نبیاشی رونے لگا اور اس کی داڑھی آنسوؤں سے بہہ گئی اور اس کے ملاو بھی رونے لگے اور ان کے مصافحہ بن کے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ پھر میں نے نبیاشی نے کہا بے شک یہ دین اور جس دین کو یحییٰ نے لے کر آئے تھے یہ دونوں دین ایک ہی حلق سے نکلے ہیں پھر ان دونوں شرکوں سے کدہ جلاؤ تم دائیں جلاؤ بائیں ان مسلمانوں کو تسمارے حوالے ہو کر نہیں کروں گا۔

کفار قریش کا مسلمانوں کو نکلوانے کی مصمم میں ناکام ہونا

حضرت ام سلمہ نے فرمایا جب وہ دونوں نبیاشی کے دربار سے نکل گئے تو عمرو بن العاص نے کہا کدہ! اس کل بھر اس کے پاس جاؤ گا اور اس کے سامنے ایسی چیز پیش کروں گا جس سے ان کی جرئت جائے گی۔ عبداللہ بن ربیعہ نے کہا کیا نہ کروں اگرچہ یہ ہمارے مخالف ہیں لیکن ہماری ان کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں اس نے کہا میں نبیاشی کو ضرور بتاؤں گا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یحییٰ اللہ کے بندے ہیں پھر اگلے دن وہ گیا اور نبیاشی سے کدہ اے بادشاہ! یہ یحییٰ ابن مریم کے حلق سے نکلے ہیں۔ آپ ان کو بلا کر ان سے پوچھئے کہ یہ ان کے حلق کیا کہتے ہیں؟ حضرت ام سلمہ نے فرمایا پھر بادشاہ نے ہم کو بلوایا اور اس یحییٰ آزمائش ہم پر پہلے نہیں آئی تھی جب سب لوگ جمع ہو گئے تو بادشاہ نے پوچھا تم لوگ یحییٰ بن مریم کے حلق کیا کہتے ہو؟ جب ان کے متعلق سوال کیا گیا تو ہے؟

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا ہم ان کے حلق وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی پیغمبر کہتے ہیں۔ وہ اللہ کے بندے اس کے رسول اور اس کی پیغمبرندہ روح ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے کنواری پاک دامن مریم کی طرف اتھاویا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر نبیاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک ٹکڑا اٹھایا پھر کدہ! بتاؤ تم نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ یحییٰ بن مریم اس سے ایک ٹکڑے سے بھی زیادہ نہیں ہیں۔ جب نبیاشی نے یحییٰ بن مریم کے حلق سے یہ کدہ تو اس کے گرد بیٹھے ہوئے سرداروں نے غصہ سے پھٹکارا شروع کر دیا۔ نبیاشی نے کدہ چونکہ کہ تم غصہ سے پھٹکار رہے ہو اور مسلمانوں سے کہا تم میری سرزمین میں مہمان ہو جو شخص تم کو گلہ دے گا اس پر جہنم ہو گا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے پاس سونے کا بھاڑ ہو اور میں اس کے بدلہ میں تم میں سے کسی شخص کو لیتا ہوں پھر ان لوگوں کے پدے اور تختے ان کو داہیں کر دو۔ ہم کو ان کی ضرورت



آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسوؤں کو بہتا ہوا دیکھتے ہیں وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ (المائدہ: ۸۳)

### شان نزول

امام ابن جریر طبری حنفی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہ آیت نبیؐ کی گواہی اور اس کے اصحاب کے حلقہ نازل ہوئی ہے۔ (پاسح البیان ج ۲ ص ۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۲۵ھ)  
امام عبد الرحمن بن علی بن عمر الجزی المزی نے ۷۹۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب نبیؐ کے اصحاب نبیؐ کے پاس پہنچے اور انہوں نے قرآن کریم پڑھا اور ان کے علماء اور راہبوں نے قرآن مجید سنا تو حق کو پہچاننے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور سعید بن جبیر نے کہا کہ نبیؐ نے اپنے ہمیں بحرین اصحاب رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجے۔ آپ نے ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا ان پر رقت طاری ہو گئی اور وہ رونے لگے انہوں نے کہا یہ خدا ہم اس کو پہچانتے ہیں اور وہ مسلمان ہو گئے اور نبیؐ کو جا کر خبر دی تو وہ بھی مسلمان ہو گیا جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

”ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے“۔ اس کی تفسیر میں چار قول ہیں:

- ۱۔ علی بن ابی طلحہ نے کہا اس سے مراد سیدنا محمد ﷺ اور آپ کی امت ہے۔
  - ۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد سیدنا محمد ﷺ کے اصحاب ہیں۔
  - ۳۔ حسن بصری نے کہا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان کی گواہی دیتے ہیں۔
  - ۴۔ زبجانی نے کہا اس سے مراد انبیاء علیہم السلام اور مومنین ہیں۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۳۰۹ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۲۰ھ)
- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہمیں کیا ہو اگر ہم ایمان نہ لائیں تو اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے اور ہم کیوں نہ یہ خواہش کریں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کرے۔ (المائدہ: ۸۳)
- نیک لوگوں کی تفسیر میں تین قول ہیں۔ (۱) حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہیں۔ (۲) ابن زید نے کہا اس سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب ہیں۔ (۳) مقاتل نے کہا اس سے مراد صاحبزین اولین ہیں۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۳۱۰ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سوائے ان کے اس قول کے صلے میں من گواہی جتنی صافرائیں جن کے بچے سے دریا بہتے ہیں اور یہی نیک کرنے والوں کی چیز ہے اور جن لوگوں نے نکر کیا اور ہماری آیتوں کو بھٹایا اور دوزخی ہیں۔ (المائدہ: ۸۲-۸۵)

جن یہ سائیں نے دین حق کو پہچان لیا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کے صلے میں جتنی عطا فرمائیں اور جن یہ سائیں اور یہود اور مشرکین نے واضح دلائل اور معجزات دیکھنے کے باوجود کبر اور ہٹ دھرمی سے اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی وحدانیت اور اس کے انبیاء کے صدق کا انکار کیا اللہ تعالیٰ ان کو اپنے بدل کے تقاضے سے دوزخ میں ڈال دے۔ مگر اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ ثواب اللہ کا فضل ہے اور عذاب اللہ کا بدل ہے۔

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا**

اسے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے اور

تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ

حد سے نہ بڑھو۔ جبکہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۵ اور اللہ کے دیے ہوئے حلال پانچویں روز

حَلَالًا طَيِّبًا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿۸۸﴾ لَا

سے کھاؤ ، اور اللہ سے ڈرستے رہو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو ۵ اللہ

يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا

تمہاری ہے عقد کسروں پر تمہاری گزرت نہیں فرمے گا لیکن تمہاری پختہ کسروں پر تمہاری عزت

عَقَدْتُمُ الْإِيمَانَ ۖ فَكْفَارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ

فرمائے گئے ، سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درسیان قسم کا کھانا کھانا ہے

أَوْ سِطْرًا مِمَّا تَطْغَمُونَ ۚ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ

جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو ، یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے ،

فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا

جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری کسروں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ اور

حَلَفْتُمْ ۖ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ

تقریر دے اور اپنی کسروں کی حفاظت کرو۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۸۹﴾

تاکہ تم شکر ادا کرو ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا

ہے اور حد سے نہ بڑھو نہ تک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا (العائدہ ۸۷)

حلال چیزوں سے احتیاط کی ممانعت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! جن حلال چیزوں کی طرف تمہارا دل مائل ہوتا ہے ان کی لذت حاصل کرنے سے

اپنے آپ کو منع نہ کرو جس طرح یہ ایمانوں کے علاوہ اور زبانہوں نے کھانے پینے کی عمدہ اور لذت بخش چیزوں کو اور عورتوں کو اپنے

اوپر حرام کر لیا اور بعض نے اپنے آپ کو گرجوں میں تنہا کر لیا اور بعض سیاحت کرنے لگے۔ سو اے مسلمانو! تم ان کی طرح حد

سے نہ بڑھ

اس مضمون کی قرآن مجید میں اور بھی آیات ہیں :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنَّا لَهُ جَنَّةٌ (البقرہ: ۱۷۲)

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ الثَّوَابِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالتَّطَيُّبَاتِ مِنَ الثَّوَابِ (الاعراف: ۳۲)

اے ایمان والو! ان طلال چیزوں کو کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

آپ کہنے لگے کہ اللہ کی اس نعمت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے اور طلال چیزوں کو (کس نے حرام کیا ہے؟)

عبادات اور معاملات میں میانہ روی کے متعلق آیات اور احادیث

اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ غلی سے کام لیتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا میانہ روی سے ہوتا ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا (العرفان: ۲۷)

اور اے طالب! رشہ داروں کو ان کا حق ادا کرو اور مسکینوں اور مسافروں کو اور بے جا خرچ نہ کرو۔ اور اپنا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ اس کو پوری طرح کھول دے کہ بیمار ہے علامت زدہ لگتا رہے۔

وَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَالْيَسِيرَ وَالسَّيْلَ وَلَا تَنسُوا نِسْيَ الْبَرِّ (سوا سرائیل ۳۷) وَلَا تَحْمِلْ بَعْدَ كُلِّ مَقْلُوبَةٍ أَلْسِنَةً حُشِيكَةً وَلَا تَتَّبِعْهَا كُلَّ الْبَسِطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا (سوا سرائیل ۳۸)

امام محمد بن اسماعیل بخاری ص ۵۶۱ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ازان کے مجرور میں تین شخص آئے۔ ان میں حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن عمرو بھی تھے۔ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۵۰۶۳ اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کی مہلت کے متعلق سوال کیا۔ جب انہیں آپ کی مہلت کے معمول کے متعلق بتایا گیا تو انہوں نے اس مہلت کو کم سمجھا اور کہہ دیا کہ ہم اور کہیں نبی کریم ﷺ؟ آپ کے تو ہر انگے اور پچھلے (بہ ظاہر) زنب کی منقرت کردی گئی ہے۔ (منقرت سے مراد آپ کے درجہ کی بلندی ہے) تو ان میں سے ایک نے کمائیں کو بیسہ ساری رات نماز پڑھیں گا اور دوسرے نے کمائیں بیسہ روزہ رکھیں گا اور کبھی انظار نہیں کروں گا اور تیسرے نے کمائیں کو بیسہ ساری رات نماز پڑھیں گا اور دوسرے نے کمائیں بیسہ روزہ رکھیں گا اور تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا تم وہ لوگ ہو جنہوں نے اس طرح کہا ہے۔ سنا یہ خدا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ تقی ہوں۔ لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور کھانا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سونا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ سو جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(صحیح البخاری ج ۶ رقم الحدیث: ۵۰۶۳ مصنف عبدالرزاق ج ۶ رقم الحدیث: ۱۰۳۷)

حضرت ابو یوسف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو آپس میں بھلی بتایا۔ ایک دن حضرت سلمان، حضرت ابوالدرداء سے ملنے گئے تو انہوں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو پہنے پرانے

شہادۃ القرآن

کھڑے پئے دیکھا انہوں نے کہا یہ آپ نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا آپ کے بھائی ابو الدرداء کو دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جب حضرت ابو الدرداء آئے تو انہوں نے ان کے لیے کھانا تیار کیا حضرت سلمان نے کہا آپ بھی کھائیے۔ انہوں نے کہا میں روزے سے ہوں۔ حضرت سلمان نے کہا جب تک آپ کھانا نہیں کھائیں گے میں بھی نہیں کھائوں گا۔ پھر حضرت ابو الدرداء نے کھانا کھایا۔ جب رات ہوئی تو حضرت ابو الدرداء نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت سلمان نے کہا سو جائیں وہ سو گئے۔ پھر نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے پھر کھانا سو جائیں۔ جب رات کا آخری حصہ رو گیا تو حضرت سلمان نے کہا اب کھڑے ہوں۔ پھر دونوں نے نماز (تہجد) پڑھی۔ پھر حضرت سلمان نے کہا آپ کے رب کا آپ پر حق ہے اور آپ کے نفس کا آپ پر حق ہے اور آپ کے اللہ (یعنی) کا آپ پر حق ہے۔ پھر خدا کو اس کا حق ادا کریں۔ حضرت ابو الدرداء نے نماز پڑھ کر سو گئے اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا سلمان نے سچ کہا۔

(صحیح ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۷۸۸، سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۲۱، صحیح ابن حبان ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۰۰، سنن کبریٰ للبخاری ج ۳، ص ۱۷۷)

امام مسلم بن حجاج شامی متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے چند نفوس نے نبی کریم ﷺ کی ازواج سے غلوٹ میں آپ کی مہلت کے متعلق سوال کیا۔ پھر بعض اصحاب نے کہا میں کبھی نکاح نہیں کروں گا اور بعض نے کہا میں گوشت نہیں کھائوں گا۔ بعض نے کہا میں بستر نہیں سوؤں گا۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد فرمایا فلاں فلاں لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو اس اس طرح کہتے ہیں۔ لیکن میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں روزہ بھی رکھتا ہوں اور کھانا پیتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ سو جس نے میری سنت سے (بظاہر پیروی کی) اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

(صحیح مسلم، نکاح ۵، (۱۲۰۱) ۳۳۳، سنن ابی حاتم ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۱۷)

امام احمد بن اسحاق بخاری متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو نکاح نہ کرنے کی اجازت نہیں دی، اگر آپ ان کو اجازت دیتے تو ہم غصی ہو جاتے۔

(صحیح ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۷۸۸، صحیح مسلم، نکاح ۵، (۱۲۰۱) ۳۳۳، سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۲۱، سنن ابی حاتم ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۱۷، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۱۷۳۸، مسند احمد ج ۲، ص ۱۷۷، مطبوعہ قدیم، مصنف عبدالرزاق ج ۲، رقم الحدیث: ۱۰۳۷۵)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ خولہ بنت حکیم جو حضرت عثمان بن مظعون کے نکاح میں تھیں وہ میرے پاس آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بہت اتر مل میں دیکھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے عائشہ! خولہ کس قدر اتر مل میں ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! جس عورت کا غلوٹ دن کو روزہ رکھتا ہو اور ساری رات نماز پڑھتا ہو وہ اس عورت کی طرح ہے جس کا کوئی غلوٹ نہ ہو۔ سو اس نے اپنے آپ کو ضائع کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کو بلوایا۔ جب حضرت عثمان بن مظعون آئے تو آپ نے فرمایا اے عثمان! کیا تم میری سنت سے اعراض کرتے والے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں اے خدا یا رسول اللہ! لیکن میں آپ کی سنت کو طلب کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں



سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں روزہ بھی رکھتا ہوں اور کھانا پیتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ اے عثمان! اللہ سے ڈرو کیونکہ تمہارے اہل (بیوی) کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے صہبان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ سو تم روزہ رکھو اور کھانا پیتو بھی اور نماز بھی پڑھو اور سو بھی۔

(علامہ ابو شامہ حنفی ص ۳۳۷ کے نام اس حدیث کی سند صحیح ہے 'مسند احمد' ج ۱۸ رقم الحدیث: ۳۸۸۷، طبع دار الحدیث قاہرہ، مسند احمد' ج ۱۰ رقم الحدیث: ۳۳۷۸، طبع دار الفکر 'مسند احمد' ج ۱ ص ۳۸، طبع قدیم سنن ابوداؤد' ج ۲ رقم الحدیث: ۳۶۱۹، سنن دارمی' ج ۲ رقم الحدیث: ۳۳۸، مصنف عبدالرزاق' ج ۲ رقم الحدیث: ۱۰۳، صحیح ابن حبان' ج ۲ رقم الحدیث: ۹، موارد الطریق' ج ۱ رقم الحدیث: ۷۸۸، مسند ابوزہرہ' ج ۲ رقم الحدیث: ۳۵۵، ۳۵۸، ۳۵۷، اس کی سند صحیح ہے۔ صحیح ابوداؤد' ج ۲ ص ۳، طبع قدیم 'المعجم الکبیر' ج ۲ رقم الحدیث: ۸۳۸، مسند ابویعلیٰ' ج ۲ رقم الحدیث: ۷۳۲)

مسند ابویعلیٰ میں یہ روایت اس طرح ہے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما سے ملے تو آپ نے فرمایا اے عثمان! کیا تمہارے لیے میری ہیرت میں نمونہ نہیں ہے! انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے بل پاپ خدا ہوں اس اور شلو کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا تم رات بھر نیند پڑھتے ہو اور دن کو روزہ رکھتے ہو، حالانکہ تمہارے اہل (زوجہ) کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تم نماز بھی پڑھو اور سو بھی اور روزہ بھی رکھو اور کھانا پیتو بھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد ان کی بیوی نے نبی ﷺ کی افواج مطہرات کے پاس اس طرح خوشبو میں بسی ہوئی آئیں کہ وہ دھن ہوں! افواج نے ان سے پوچھا کیا ہو؟ انہوں نے کہا وی ہوا جس طرح وہ عورتیں ہوتی ہیں جن کی طرف ان کے خلونہ رغبت کرتے ہیں۔

نور مصنف عبدالرزاق، سنن دارمی، صحیح ابن حبان اور المعجم الکبیر میں یہ روایت اس طرح ہے: نبی ﷺ حضرت عثمان بن مظعون سے ملے تو آپ نے فرمایا اے عثمان! ہم پر رہبانیت فرض نہیں کی گئی یہی تمہارے لیے میری ہیرت میں اچھا نمونہ نہیں ہے؟ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس کی حدود کی حفاظت کرتے والا ہوں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی ص ۳۱۰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں ابو قلاب بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے بعض صحابہ نے یہ ارادہ کیا کہ دنیا کو ترک کر دیں اور عورتوں کو چھوڑ دیں اور راض ہو جائیں، رسول اللہ ﷺ نے ان سے ناراض ہو کر فرمایا تم سے پہلے لوگ صرف (دین میں) سختی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سختی کی ان کے بچے کھچھ لوگ مندروں اور گرجوں میں ہیں۔ لہذا کی عہدیت کہہ لو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، حج کرو اور عمرہ کرو، تم سیدھے رہو تو تمہارے لیے استقامت ہوگی اور ان ہی لوگوں کے حلق یہ آیت نازل ہوئی۔

اے اہل ان والہ! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ قلاب بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ان صحابہ کے حلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے ارادہ کیا تھا کہ اچھے کپڑے اتار دیں عورتوں کو چھوڑ دیں اور زناہن جائیں ان میں حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما تھے۔

(جامع البیان' ج ۷ ص ۱۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث حنفی ص ۷۷ روایت کرتے ہیں

میرے بلیے اپنے والد یا چچا سے روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے، پھر واپس چلے آئے۔ پھر ایک سال کے بعد دوبارہ آپ سے ملنے گئے، اس وقت من کا جسم کمزوری کی وجہ سے بہت خفیر ہو چکا تھا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ملاں بلی ہوں جو ایک سال پہلے آپ سے ملنے آیا تھا۔ آپ نے پوچھا تم کس وجہ سے اس قدر بدل گئے تم تو بہت خوبصورت تھے؟ انہوں نے کہا میں جب سے آپ کے پاس سے گیا ہوں، میں نے کبھی دن کو کھانا نہیں کھایا، صرف رات کو کھانا کھایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے اپنے نفس کو کیوں عذاب میں ڈالا؟ پھر آپ نے فرمایا رمضان کے روزے رکھا کرو اور ہر مہینہ میں ایک روزہ رکھ لیا کرو۔ انہوں نے کہا زیادہ کریں مجھ میں اس کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا ہر ماہ دو روزے رکھ لو، انہوں نے پھر کہا زیادہ کریں، آپ نے فرمایا ہر ماہ تین روزے رکھ لو۔ انہوں نے پھر کہا زیادہ کریں۔ فرمایا حرم کے مہینہ میں روزہ رکھو۔ پھر چھوڑ دو، حرم کے مہینہ میں روزہ رکھو پھر چھوڑ دو، حرم کے مہینہ میں روزہ رکھو پھر چھوڑ دو۔ آپ نے تین انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا، پھر چھوڑ دو۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ حرم کے مہینہ میں تین مسلسل روزے رکھو، پھر تین دن چھوڑ دو، اور اس طرح تین بار کرو، یعنی حرم کے مہینہ میں نو نقل روزے رکھنے کی اجازت دی۔) (حرم کے مہینہ سے مراد ایام حج کے مہینے ہیں۔)

(سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۴۳۲۸، مسند ابوداؤد، کتاب الطہرۃ، ۱۳۱۹ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ من کے پاس نبی ﷺ تشریف لائے، اس وقت ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا یہ ملاں عورت ہے، اس کی نمازوں کا بڑا چرچا ہے۔ آپ نے فرمایا چھوڑ دو، اے من! کہ جو عورت کو کسو بخدا اللہ اس وقت تک نہیں آتا جب تک تم نہ آتو، اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر بندہ تنگی کرے۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۳۳، صحیح مسلم، مسازن ۲۲۱، (۷۸۵) سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث ۳۳۱، ج ۸، رقم الحدیث ۵۰۵۰، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث ۳۳۳۸، مسند احمد ج ۹، رقم الحدیث ۲۳۲۹۹، مطبوعہ دار الفکر، مسند احمد ج ۶، ص ۱۵، مطبوعہ دار الفکر، رقم الحدیث ۳۳۰۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو دو ستونوں کے درمیان ایک دی بندھی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا یہ دی کیسی ہے؟ تو بتایا یہ زینب کی دی ہے جب وہ (نماز میں) ٹھک جاتی ہیں تو اس دی کے سارے کھڑکی ہو جاتی ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا نہیں اس کو کھول دو، تم میں سے کوئی شخص جب تک خوشی سے نماز پڑھ سکتا ہے پڑھے اور جب ٹھک جائے تو بیٹھ جائے۔ (صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۵۰۰، سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث ۳۳۲)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ خطبہ دے رہے تھے، اچانک ایک شخص کو (دھوپ میں) کھڑے ہوئے دیکھا، آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ صحابہ نے کہا یہ یہو اسرائیل ہے۔ اس نے مذہب باطنی ہے کہ یہ کھڑا ہے گا، بیٹھے گا نہیں، نہ سایہ میں آئے گا اور نہ کسی سے بات کرے گا اور روزہ رکھے گا، نبی ﷺ نے فرمایا اس سے کوئی بات کرے، سایہ میں آئے گا اور بیٹھے گا اور اپنا روزہ پورا کرے۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۷۷۳، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۳۳۰۰، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث ۲۳۳۶، مسند ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۳۳۰۰)



کے لیے میں بھیجے گئے۔ (صحیح بخاری ج ۲، رقم الحدیث ۲۲۰) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۳ھ

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَرْبِكُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْيَسْرَ وَلَا يَزِيدُكُمْ عُسْرًا

اللہ تمہارے لیے آسانی کا ارادہ فرماتا ہے، تم کو مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں فرماتا۔

(البقرہ: ۸۵)

اسلام معتدل، سہل اور دینِ فطرت ہے

ان آیات اور احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام دینِ فطرت ہے، وہ توسط اور اعتدال کا تقاضا کرتا ہے اور اس میں افراط اور تفریط ممنوع اور مذموم ہے، اسی طرح اسلام میں سخت اور مشکل عبادات مطلوب نہیں ہیں، بلکہ اسلامی احکام میں نرمی، لطافت، سہولت اور آسانی مرغوب ہے۔ اسلام کا کوئی حکم خلاف فطرت نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کا رشتہ گرامی ہے ہم میں رہنمائی نہیں ہے۔ (اصول الاعتقاد، ج ۲، ص ۴۵)

اور آپ نے فرمایا اے عثمان بن عامر پر رہنمائی فرض نہیں کی گئی۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۲، رقم الحدیث ۱۰۳۵، سنن دارمی ج ۲، رقم الحدیث ۲۲۲۸) اسلام میں ترک لذائذ، سخت ریاضات اور عبادات شدت ممنوع ہیں، مصنوعی زہدوں اور جعلی صوفیوں نے جو غلو ساختہ شریعت وضع کر لی ہے اس کا اسلام میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

نیکی اور فضیلت حاصل کرنے کا اصل اور صحیح طریقہ وہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا اور جو راستہ ہمارے لیے مقرر کیا اور جس طریقہ پر صحابہ کرام گھڑیں رہے اور انبیاء علیہم السلام نے جس کو اپنایا۔

حضرت عرفان بن ساریہ، حبشہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہم کو دستِ بلخ نصیحت کی، جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ہمارے دل خوفِ زدہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور امیر کا حکم سننے اور اس پر عمل کرنے کی، خواہ وہ جھٹی غلام ہو، کیونکہ جو شخص تمہیں سے زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا، اور تم بدعت (ایسا) سے بچتے رہنا کیونکہ وہ گمراہی ہیں، تم میں سے جو شخص اس اختلاف کو پائے گا اس پر لازم ہے کہ وہ میری سنت پر عمل کرے، اور خلفاء راشدین، مہدیین کی سنت پر عمل کرے اور اس کو دواڑھوں سے پکڑے۔ امام ترمذی نے کمایہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث ۲۸۵۵، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۳۶۰۰، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث ۳۲، سنن دارمی ج ۲، رقم الحدیث ۲۲۲۸، سنن ابی یوسف ج ۲، رقم الحدیث ۴۳۵)

سنن ترمذی کے علاوہ باقی کتب حدیث میں اس طرح مذکور ہے، کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا، تو تم پر لازم ہے کہ میری سنت پر عمل کرو، اور خلفاء راشدین، مہدیین کی سنت پر عمل کرو اور اس کو دواڑھوں سے پکڑو۔

آیا حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟

ذی بحث آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اے ایمان والو! تم ان چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے، اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (المائدہ: ۸۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حلال کو حرام کرنے کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ یہ قسم ہے اور نہ اس پر کفارہ لازم کیا ہے۔ اس وجہ سے امام مالک اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ حلال کو حرام کرنا قسم نہیں ہے، اور نہ اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔ اس کے

برخلاف امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔  
 امام مالک کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟  
 علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی حنفی ص ۲۶۸ لکھتے ہیں:

جو شخص اپنے نفس پر طعم کو یا شرب کو یا اپنی باندی کو حرام کرے یا کسی بھی حلال چیز کو حرام کرے وہ اس پر حرام نہیں ہوگی اور نہ امام مالک کے نزدیک اس پر ان میں سے کسی چیز کے حرام کرنے کی وجہ سے کفارہ ہے۔ بلکہ اگر وہ باندی کو حرام کر کے اس کو آزاد کرنے کی نیت کرے تو وہ آزاد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر اس نے اپنی بیوی سے کہہ دے کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس پر حین طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مباح کر دیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے خواہ مر اسٹا خواہ کنایا اور حرام کرنا نکلیات طلاق میں سے ہے۔ اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کسی چیز کو حرام کرے گا وہ چیز اس پر حرام ہو جائے گی اور جب وہ اس چیز کو تبدیل کرے گا تو اس پر کفارہ لازم آئے گا اور یہ آیت ان پر رد کرتی ہے۔

(المایع الاحکام القرآن ۶ ج ۱ ص ۶۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

علامہ قرطبی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے یہ آیت امام ابو حنیفہ کے اس وقت خلاف ہوئی جب اس میں یہ مذکور ہوتا کہ حلال کو حرام کرنا قسم نہیں ہے یا اس میں کفارہ نہیں ہے کفارہ کا ذکر نہ کرنا عدم کفارہ کے ذکر کو کب مستلزم ہے؟  
 امام شافعی کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟  
 علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی حنفی ص ۱۷۶ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تم مجھ پر حرام ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر وہ اس قول سے طلاق کی نیت کرے تو یہ طلاق ہے اور اگر اس سے عہد کی نیت کرے تو یہ عہد ہے اور اگر طلاق اور عہد کے بغیر یہ نیت کرے کہ وہ بیعت اس پر حرام ہے تو یہ قسم نہیں ہے لیکن اس پر قسم کا کفارہ لازم ہے اور اگر اس نے بغیر نیت کے یہ الفاظ کہے تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس میں کفارہ قسم لازم ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کلام لغو ہے اور اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا یہ اہل اذہب ہے۔

(الحج مسلم مع شرد نووی ۶ ج ۱ ص ۳۰۰ مطبوعہ مکتبہ زار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام مالک امام شافعی اور جہور کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ طعم مجھ پر حرام ہے یا یہ پانی یا یہ کپڑا یا گھر میں داخل ہونا یا زید سے بات کرنا اور بیوی اور باندی کے علاوہ اپنی چیزوں میں سے کسی بھی چیز کے حلقی یہ کہے یہ مجھ پر حرام ہے تو یہ کلام لغو ہو گا اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہو گا اور نہ وہ چیز اس پر حرام ہوگی اور جب وہ اس چیز کو تبدیل کرے گا تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہو گا۔ (الحج مسلم مع شرد نووی ۶ ج ۱ ص ۳۰۰ مطبوعہ مکتبہ زار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

امام احمد کے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے یا نہیں؟

علامہ سوافی الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی حنفی ص ۳۰ لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے کہا اگر میں نے فلاں کلمہ کیا تو اللہ نے جو مجھ پر حلال کیا ہے وہ حرام ہے۔ پھر اس نے اس کلمہ کو کر لیا تو اس کو اختیار ہے یا تو جن چیزوں کو اس نے اپنے نفس پر حرام کیا ہے ان کو ترک کر دے یا چاہے تو کفارہ دے۔ حضرت ابن مسعود حسن بصری جابر بن زید قتادہ اسحاق اور اہل عرق کا یہی مسلک ہے۔ اور سعید بن جبس نے کہا جس شخص نے کہا طلال مجھ پر

حرام ہے۔ یہ قسم ہے۔ اور وہ اس کا کفارہ دے لگ اور حسن نے کہا یہ قسم ہے ہوا اس صورت کے کہ وہ اس سے اپنی بیوی کی طلاق کا ارادہ کرے۔ اب اہم نفعی سے بھی اس کی حاشی موی ہے۔ اور ان کا وہ سراقول ہے کہ اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہے تو درست ہے۔ ورنہ یہ قول ٹھو ہے۔ شفاک سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود سے یہ روایت ہے کہ حرام قسم ہے اور طلاس نے کہا یہ اس کی نیت پر موقوف ہے۔ لام مالک اور امام شافعی نے کہا حرام قسم نہیں ہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ کیونکہ طلال کو حرام کرنا شریعت کو بدلنے کا قصد کرنا ہے۔ اس لیے اس کا قصد ٹھو ہے۔ ہماری دلیل یہ آیت ہے یا ایہا النبی لم تحرم ما أحل الله لک (الاحزاب: ۳۵) اللہ تعالیٰ کے طلال کو حرام کرنے پر اللہ تعالیٰ نے قسم کا طلاق فرمایا ہے اور اس قسم سے نکلنے کے لیے کفارہ کو مشروع فرمایا ہے۔ جیسا کہ شد یا حضرت ماری کی تحریم کا وہ کتب احادیث میں مذکور ہے اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے بھی طلال کو حرام کرنے پر قسم کا طلاق فرمایا ہے۔ (المعنی: ۷۴) مس ۳۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۰۵ھ

امام ابو حنیفہ کے نزدیک طلال کو حرام کرنا قسم سے یا نہیں؟

۴۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک حلال کو حرام کرنا حرام ہے اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے لیکن کاستہلال قرآن مجید کی اس آیت سے

اے نبی! آپ (اپنے اوپر) اس چیز کو کیوں حرام قرار دیتے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی رضاعتی کرتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا ہے اور ہم فرماتے والا ہے۔ (اے ایمان والو!) بے شک اللہ نے تمہاری قوموں کا کھانا حلال قرار دیا ہے۔ (یعنی کفارہ)

اس آیت کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت زینب بنت عسل رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرا کرتے تھے وہ آپ کو شہد پلائی جس۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ہمیں نے اور حضرت صفہ نے اتفاق کیا کہ جس کے پاس بھی نبی کریم ﷺ تشریف لائیں وہ یہ کہے کہ آپ سے مغایر کی برائی ہے کیا آپ نے مضامیر ایک قسم کا گوند اکٹھا ہے؟ آپ ان دونوں میں سے کسی ایک حضرت صفہ کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے یہی کلمہ آپ نے فرمایا بلکہ میں نے زینب بنت عسل کے پاس شہد پایا ہے اور اس کو دوبارہ ہرگز نہیں بول گا تب یہ آیت نازل ہوئی سلم تحرم ما احل الله لك (الحج الاقریم) ص ۴۳

(صحیح البخاری ج ۱، رقم الحديث ۵۰۸۹، صحیح مسلم طبع ۱۴۰۰ھ ص ۳۳۳ سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحديث ۴۷۳۷، سنن اصفہانی ج ۱، رقم الحديث ۵۵۵۵، ج ۲، رقم الحديث ۴۷۳۷)

قرآن مجید کا مذکور الصدر آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ طہال کو حرام کرنے پر اللہ تعالیٰ نے قسم کا طلاق فرمایا ہے اور اس قسم کا طہال نہ صرف حرام ہے بلکہ کفر بھی ہے۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی باندی حضرت ساریہ قبلہ کو اپنے نفس پر حرام فرمایا تھا۔

امام سعید بن منصور غراسفی متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

شواہک بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفہ ام المومنین ایک دن اپنے والد کی زیارت کے لیے حنبل اور اس دن حضور کی ابن

کے گھر میں باری تھی جب رسول اللہ ﷺ گھر آئے تو آپ نے ان کو گھر میں نہیں دیکھا تب آپ نے اپنی باندی حضرت بارہہؓ تبدیلہ کو بلا لیا اور حضرت صفہؓ کے جہیز میں ان سے اپنی خواتین پوری کی اور اسی حالت میں حضرت صفہؓ آپ کی بیوی بن گئیں۔  
 یا رسول اللہ! آپ میرے گھر میں اور میری باری میں یہ عمل کرو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھ پر حرام ہے اور تم یہ کسی کو نہ بتانا۔  
 حضرت صفہؓ حضرت عائشہؓ کے پاس گئیں اور ان کو یہ واقعہ بتایا۔ تب سورہ تحریم کی ایک آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ قسم کا کفارہ دیں اور اپنی باندی سے رجوع کریں۔

(سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۷۰، جامع البیان، ۲۸۲، سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۵۳)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:  
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حرام کرنا قسم ہے اس کا کفارہ دوا کرے۔ اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ (کی سیرت) میں اچھا نمونہ ہے۔

(صحیح البخاری، ج ۶، رقم الحدیث: ۵۲۶۶، ۳۹۱۱، صحیح مسلم، طلاق، ۱۸، ۱۳، ۱۱۳، سنن ابن ماجہ، ج ۱، رقم الحدیث: ۲۰۷۳)

امام سعید بن مسعود غسانی متوفی ۲۴۷ھ روایت کرتے ہیں:  
 یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری سے سوال کیا گیا ایک شخص نے کہا طلاق مجھ پر حرام ہے۔ انہوں نے کہا جب تک وہ اس سے اپنی بیوی کی نیت نہ کرے اس پر قسم کا کفارہ ہے۔

(سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۶۸۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۳۵۱)

مطالعہ نے کہا جب کوئی شخص یہ کہے کہ اس پر طلاق حرام ہے تو یہ قسم ہے وہ اس کا کفارہ دوا کرے۔

(سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۶۸۸)

سعید بن جبش نے کہا جب کوئی شخص یہ کہے کہ طلاق اس پر حرام ہے تو یہ قسم ہے وہ اس کا کفارہ دے۔

(سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۶۹۴)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا حرام کرنے قسم ہے۔ (سنن سعید بن مسعود، رقم الحدیث: ۱۶۹۳)

شماک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے کہا حرام قسم ہے۔

(سنن سعید بن مسعود، رقم الحدیث: ۱۶۹۵)

ابو اییم غصی نے کہا جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے، اگر اس نے اس قول سے تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاقیں ہوں گی اور ایک طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق ہوگی اور اگر کوئی نیت نہیں کی تو یہ قسم ہے جس کا وہ کفارہ دے گا۔

(سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۶۹۹)

حضرت ابن عباس نے فرمایا حرام قسم ہے۔ (سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۷۰۳)

ابو اییم غصی اور عبیدہ نے کہا جس شخص نے اپنی باندی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو یہ قسم ہے جس کا وہ کفارہ دے گا۔

(سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۷۰۵)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفہؓ کیلئے قسم کھائی کہ آپ اپنی باندی سے مقاربت نہیں کریں گے اور فرمایا یہ مجھ پر حرام ہے تب آپ کی قسم کیلئے کفارہ نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے جو چیز اللہ نے طہال کی ہے آپ اسکو حرام نہ کریں۔ (سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۷۰۸، سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۳۵۳)

(سنن سعید بن مسعود، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۷۰۸، سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۳۵۳)

(فقہ العبدہ اعلیٰ اور آثار مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۴-۳۹۵ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۷۵-۷۶ سنن کبریٰ للبخاری ج ۵ ص ۳۵۰-۳۵۱ اور جامع البیان ۲۸۷ ص ۸۸۲-۸۸۳ میں بھی مذکور ہیں اور ان اعلیٰ اور آثار میں اس پر صریح دلیل ہے کہ حلال کو حرام کرنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد یعنی حنفی حنفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے اپنے نفس پر کسی ایسی چیز کو حرام کر دیا جس کا وہ مالک نہیں ہے مثلاً کما جھ پر یہ کپڑا یا یہ کھانا حرام ہے تو اس پر وہ چیز حرام نہیں ہوگی اور اس کے لیے اس کو بحال کرنا جائز ہے اور اگر اس نے وہ کپڑا پہن لیا یا وہ کھانا کھا لیا تو اس پر کفارہ قسم ہے۔ امام شافعی نے کہا اس پر کفارہ نہیں ہے کیونکہ یہودی اور ہندی کے مساوی ہیں قسم میں ہے اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے (یہ علامہ یعنی کا قائل ہے) امام احمد کا قول امام اعظم کے موافق ہے جیسا کہ ہم علامہ ابن تہامہ حنبلی سے نقل کر چکے ہیں۔ سعیدی (غفرلہ) اور امام مالک نے کہا جس شخص نے یہودی کے سوا اپنے نفس پر کسی چیز کو حرام کیا تو یہ قسم نہیں ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں آتا کیونکہ حلال کو حرام کرنا شریعت کو بدلنا ہے۔ فقہ اس سے ایک شرعی عقد (قسم) منقطع نہیں ہوگا ہم کہتے ہیں کہ یہ لفظ حرمت حاجت کرنے کی خبر دیتا ہے۔ ہر چند کہ اس سے بیہر حرمت حاجت نہیں ہوگی کیونکہ وہ تو نفس قرآن سے حاجت ہوتی ہے لیکن اس سے حرمت لحدہ حاجت ہو سکتی ہے جو کہ قسم کا قضا ہے تو جب ایک عاقل بالغ کے کلام کو صحت پر محمول کرنا ممکن ہے تو اس کلام کو صحت پر محمول کیا جائے گا اور اس سے قسم ملوٹی جائے گی اور اس کلام کو نفی میں قرار دیا جائے گا اور قسم توڑنے سے اس پر کفارہ لازم ہوگا اور قرآن مجید کی سورہ تحریم کی آیت ۱۰۲ سے مراد حاجت ہے کہ حلال کو حرام کرنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے اور صریح آیت کے مقابلہ میں آراء کا اخبار نہیں کیا جائے گا۔

(البیہ شرح اللہ ایہ ج ۲ ص ۳۴۰ ملخصاً: مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۳۵ھ فتح القدر ج ۵ ص ۸۵-۸۶ مطبوعہ دار الکتب اعلیٰ بیروت ۱۵۳۵ھ)

یہودی سے کہا "تو مجھ پر حرام ہے" اس میں مفتی بہ قول

اگر کوئی شخص اپنی یہودی سے کہے کہ "تو مجھ پر حرام ہے" تو اس کے حلق امام اعظم کا وہ بیان کرتے ہوئے علامہ حنفی حنفی لکھتے ہیں:

اگر اس نے اس قول سے طلاق کی نیت کی تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر تین طلاقیں کی نیت کی تو تین طلاقیں ہوں گی اور اگر دو طلاقیں کی نیت کی تو ایک طلاق ہوگی اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو یہ قسم ہے اور اگر اس نے جھوٹ کی نیت کی تو یہ کام نفی ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا وہ ہے۔ (امداد القاری ج ۲ ص ۲۳۸ مسجع مع شرح التلوی ج ۲ ص ۳۰۰)

علامہ محمد بن علی بن محمد صفحی حنفی حنفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص نے اپنی یہودی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو اگر اس نے تحریم کی نیت کی یا کوئی نیت نہیں کی تو یہ ایلاء ہے (ایلاء یہ ہے کہ ایک شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چارہ تک اپنی یہودی سے مقاربت نہیں کرے گا۔ اگر اس نے قسم پوری کی تو چارہ بچھد اس کی یہودی پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر قسم توڑ دی تو اس کو کفارہ قسم دینا ہوگا سعیدی (غفرلہ) اور اگر اس نے کھمار کی نیت کی تو یہ کھمار ہے اور اگر اس نے جھوٹ کی نیت کی ہے تو یہ کلام نفی ہے۔ یہ ہم دیات ہے اور قضا یہ ایلاء ہے۔ (یعنی اس کے جھوٹ کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس لیے یہ ایلاء پر محمول کیا جائے گا)

(در مختار علی رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۰ھ)



علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کتاب الامان میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا ہر طلاق مجھ پر حرام ہے تو یہ قول کھانے پینے پر محمول ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ بغیر نیت کے اس کی بیوی پر طلاق پانچ پڑ جائے گی۔ ہدایہ میں مذکور ہے کہ عرف کی وجہ سے یہ قول کھانے پینے پر محمول ہے، مگر اس نے کھلایا یا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، اور بغیر نیت کے اس کا یہ قول اس کی بیوی کو شل نہیں ہو گا اور اگر وہ نیت کر لے تو پھر یہ ایلاء ہے۔ یہ جواب ظاہر الروایہ کے مطابق ہے۔ پھر مشل متاخرین کا مختار یہ ہے کہ بغیر نیت کے اس کی بیوی پر طلاق پانچ پڑ جائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ مثنیٰ میں جو مذکور ہے کہ اس نے عورت کے حرام ہونے کی نیت کی یا کوئی نیت نہیں کی تو یہ ایلاء ہے اور اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو یہ کفار ہے، اور اگر اس نے جھوٹ کی نیت کی تو یہ کلام لغو ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب اس نے بالخصوص بیوی سے کلمہ ثبوحہ پر حرام ہے، اس کے برخلاف جب اس نے عام لفظ بولا مثلاً اللہ کا ہر طلاق مجھ پر حرام ہے تو یہ قول عرف کی بنا پر کھانے پینے کے ساتھ خاص ہے، اور یہ کلام بیوی کو اس وقت شل ہو گا جب وہ اس کلام سے بیوی کی نیت کرے، اور فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے کہ وہ عام لفظ بولے (مثلاً ہر طلاق مجھ پر حرام ہے) یا خاص لفظ بولے (مثلاً بیوی سے کلمہ ثبوحہ پر حرام ہے) ہر صورت میں اس کی بیوی پر طلاق پانچ پڑ جائے گی۔ (کیونکہ یہ یا عرف ہے، لوگ طلاق دینے کے لیے یہ کہتے ہیں) اس کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اس قول (ثبوحہ پر حرام ہے) میں دو عرف ہیں، ایک عرف اصلی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ قول ایلاء کے معنی میں قسم ہے اور دو سماع عرفیہ ہے اور وہ اس قول سے طلاق کا ارادہ ہے اور فتویٰ نے عرف پر ہے، کیونکہ ہر عقد کرنے والے اور قسم کھانے والے کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کیا جاتا ہے، خواہ وہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہو۔ جیسا کہ فقہاء نے کہا ہے کہ حکم اور معنی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ظاہر الروایہ پر فیصلہ کرے یا فتویٰ دے، اور عرف کو ترک کر دے، اس لیے صحیح یہی ہے کہ اس قول کو طلاق پر محمول کیا جائے گا کیونکہ یہی عرف حادث اور معنی ہے۔ لہذا اس قول سے بلا نیت طلاق واقع ہو جائے گی، خواہ کلام عام ہو، مثلاً ہر طلاق مجھ پر حرام ہے، یا کلام خاص ہو مثلاً بیوی سے کہے کہ ثبوحہ پر حرام ہے اور یہ قسم نہیں ہے، نہ اس پر نفاذ ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۵۳، مفسر موضحہ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ)

عالمگیری میں مذکور ہے فتویٰ اس پر ہے کہ اس کلام سے بلا نیت طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ اب اس کلام کا غالب استعمال ارادہ طلاق میں ہے۔ (عالمگیری ج ۲ ص ۵۹، مطبوعہ مبعہ امیرہ کبریٰ بلاق مصر ۱۳۳۵ھ)

امام احمد رضا قادری کی بھی یہی تحقیق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵، ص ۵۹۷، مطبوعہ مکتبۃ دارالاشاعت، فیصل آباد، پاکستان)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کے دیئے ہوئے حلال پاکیزہ رزق سے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو، جس پر تم ایمان رکھتے والے ہو۔ (المائدہ: ۸۸)

افضل یہ ہے کہ کبھی نفس کے جائز تقاضوں کو پورا کرے اور کبھی نہ کرے

ہر چند کہ اس آیت میں اللہ کے دیئے ہوئے حلال رزق سے کھانے کا ذکر ہے، لیکن اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے سہرا اندوز ہو۔ اس میں کھانے پینے کے علاوہ لباس، مکان، سواری اور ازدواج کی نعمتیں شامل ہیں اور بالخصوص کھانے پینے کی نعمتوں کا اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ یہ انسان کی اولین اور بنیادی ضرورت ہے۔ کھانے اور لباس میں لذائذ اور مرغوبت کے متعلق بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ ان کو ترک کرنا اور ان سے اعراض کرنا افضل ہے، تاکہ انسان نفسانی خواہشوں



وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ (الحاقہ ۳۴۳۵)  
اور اگر وہ (رسول) کوئی بھی بات ہم پر بنا کر اپنی طرف سے کہتے تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے۔

یہین کا معنی راہا ہاتھ بھی اس وجہ سے ہے کہ اس میں زیادہ قوت ہوتی ہے۔ یحییٰ بن معنی دایاں ہاتھ اس آیت میں ہے: **وَأَشْكَرَ كَثْرًا مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝ فَكَلِمٌ** اور اگر وہ (مرنے والا) دائیں طرف والوں سے ہو (تو اس سے کہا جائے گا) تم پر سلام ہو (تو) دائیں طرف والوں سے **لَكَدَرٍ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝ (الواقعة ۹۰)**

۴۔

یہین کا تیسرا معنی قسم ہے جیسا کہ ذریعہ بحث آیت میں ہے اور قسم پر یہین کا اطلاق اس لیے ہوتا ہے کہ جب لوگ ایک دوسرے کے لیے حلف اٹھاتے تو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے۔ نیز احم کے ذریعہ سے قسم کھانے والا اپنے کام کو قوی اور موکلہ کرتا ہے۔

**قسم کھانے کا جواز اور مشروعیت**

قسم کھانا مشروع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود بھی قسم کھائی ہے اور نبی ﷺ کو بھی قسم کھانے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قسم کھانے کی یہ چند مثالیں ہیں:

روشن ستارے کی قسم: <b>أَجِبْ دُحُوبًا</b> ۔	وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ (النجم: ۱)
میں اس شرکی قسم فرماتا ہوں۔	لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ (البلد: ۱)
سورج اور اس کی پٹری کی قسم۔	وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ۝ (الشمس: ۱)
چاند کی قسم اور رات کی قسم: <b>أَجِبْ دُحُوبًا</b> ۔	وَالضُّحَىٰ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ۝ (الضحیٰ: ۱-۲)

۵۔

اور نبی ﷺ کو ان آیات میں قسم کھانے کا حکم دیا ہے:

وَيَسْتَفِيقُونَكَ أَحَقُّ هُوَ قَوْلُ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقُّ قَوْلًا أَنْتُمْ مُعْتَصِرُونَ (ابن مسعود: ۵۴)

اور آپ سے پوچھتے ہیں کیا واقعی وہ (دائمی عذاب) برحق ہے؟ آپ کہتے: ہاں! میرے رب کی قسم اور برحق ہے اور تم (میرے رب کو) عاجز کر کے والے نہیں ہو۔

اور کافروں نے کہا ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ آپ کہتے: میرے رب عالم الغیب کی قسم اور ضرور تم پر آئے گی۔ کافروں نے اپنے غاصد کمان سے کہا وہ مرے کے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ آپ کہتے: کیوں میں! میرے رب کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِيكُمُ السَّاعَةُ قَطُّ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ (سبا: ۳)  
رَقِمَ الَّذِينَ كَفَرُوا كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُجْعَلُوا قَطُّ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ (التعاہن: ۷)

احادیث میں نبی ﷺ کے قسم کھانے کا ذکر ہے۔ امام مسلم بن حجاج قسطنطینی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے سواری طلب کی۔ آپ نے فرمایا: جس سواری کے لیے میرے پاس سواری نہیں ہے۔ یہ وہی قسم تھی کہ سواری نہیں کروں گا پھر رسول اللہ ﷺ نے جاری طرف چٹکھوڑے کو ہان دالے تین اونٹ پیچھے۔ ہم نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سواری طلب کرنے گئے تھے تو

آپ نے قسم کھائی تھی کہ ہم کو سواری نہیں دیں گے ہم نے آپ کے پاس جا کر آپ کو اس قسم کی خبر دی، آپ نے فرمایا میں جب بھی کسی چیز کی قسم کھاتا ہوں پھر اس کے غیر کو بہتر سمجھتا ہوں تو میں وہی کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰/۱۰۳۴) صحیح البخاری: ۵۲۸۵، رقم الحدیث: ۳۲۸۵، ج ۲، رقم الحدیث: ۵۵۵۵، سنن نسائی: ج ۲، رقم الحدیث: ۵۸۰۰، سنن ابی داؤد: ج ۲، رقم الحدیث: ۴۵۳۳

جسوت کا خدشہ نہ ہو تو زیادہ قسمیں کھانے کا جواز

فقہاء کے نزدیک ہر چند کہ قسم کھانا حلال ہے لیکن یہ کثرت قسم کھانا مکروہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ قسم کھانے کی مذمت کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُطِيعُوا كُفْلَ حَلَابٍ مِّنْهُنَّ (الفرغ: ۳۰)

اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے۔

لیکن اگر یہ افراد قسمیں نہ کھائی جائیں تو پھر قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ بلا کراہت جائز ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ قسم کھانا مطلقاً مکروہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَحْمِلُوا اللَّيْلَ عُرْضَةً لِّأَهْلِكُمْ

(البقرہ: ۲۲۳)

ہماری دھلی یہ ہے کہ نبی پیچھے بہت قسم کھاتے تھے بعض لوگ ایک حدیث میں کئی قسمیں ہوتی ہیں۔

آپ نے غلبہ کوف میں فرمایا اے محمدی امت اللہ کی قسم اللہ سے زیادہ اس پر کوئی غیرت دار نہیں ہے کہ اس کا بندہ زندہ کسے یا اس کی ہمدی زندہ کرے اے امت محمدی اللہ کی قسم اگر تم وہ چیزیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم فساد اور درد زیادہ۔

(صحیح البخاری: ج ۲، رقم الحدیث: ۱۰۳۳، مسند ابی داؤد: ج ۲، رقم الحدیث: ۵۵۵۵)

آپ نے ترک دنیا کرنے کا ارادہ کرنے والے صحابہ سے فرمایا سنو اللہ کی قسم ا میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور انظار بھی کرتا ہوں اور میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔

(صحیح البخاری: ج ۲، رقم الحدیث: ۵۰۶۳)

آپ نے ابو طالب سے اس کے مرتے وقت فرمایا سنو اللہ کی قسم میں تمہارے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے تمہاری استغفار سے منع نہ کیا جائے صحیح البخاری: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۶۰۰

عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ پیچھے لے فرمایا اللہ کی قسم میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا اللہ کی قسم میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا اللہ کی قسم میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا پھر فرمایا ان شاء اللہ۔

(سنن ابی داؤد: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۴۸۵)

اس ایک حدیث میں نبی پیچھے نے تین بار قسم کھائی ہے۔

اور یہ افراد قسمیں کھانا اس لیے مکروہ ہے کہ اس میں یہ خدشہ ہے کہ انہیں کسی جسوت پر اللہ کی قسم کھانے اور مصلحت سے جو آیت پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں من کی ذیل میں ہے کیونکہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَلَا تَحْمِلُوا اللَّيْلَ عُرْضَةً لِّأَهْلِكُمْ أَنْ تَسَرُّوْا

اللہ کے نام کو اپنی ایسی قسموں کے لیے بھانڈنا جو اس سے

تَنَفُّوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ (البقرہ: ۲۲۴)

متحد علی خد اخفی اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے سے باز

رہا ہو۔

یعنی کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ نیکی نہیں کرے گا خدا کوئی نہیں کرے گا اور لوگوں کے درمیان صلح نہیں کرے گا پھر اور ایک کاموں سے یہ کہہ کر باز رہے کہ میں تو یہ کام نہ کرنے کی قسم کھا چکا ہوں سو ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ نیکی کرے قسم توڑے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی چیز کی قسم کھائی پھر وہ اس چیز کے خلاف کرنے کو مقرر جائے تو وہ اس قسم کے خلاف کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔

(صحیح مسلم، ایمان، ۱/۱۱۰، ۲/۶۵۰، ۳/۱۹۴)

### فی نفسہ قسموں کی اقسام

فی نفسہ قسموں کی پانچ اقسام ہیں۔ واجب، مستحب، مباح، مکروہ اور حرام

واجب: اگر کسی بے قصور مسلمان کو قتل یا ہلاکت سے بچانا قسم کھانے پر موقوف ہو تو قسم کھانا واجب ہے۔

حضرت سید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ارادہ سے نکلے ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی تھے، ساتھیوں نے قسم کھانے میں باگواری محسوس کی اور میں نے قسم کھائی کہ یہ میرے بھائی ہیں تو دشمن نے ان کو چھوڑ دیا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، میں نے بتایا کہ ساتھیوں نے قسم کھانے میں باگواری محسوس کی تھی اور میں نے قسم کھائی کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے حج کد مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

(سنن ابوداؤد، ۲/۲۸۱، رقم الحدیث: ۲۸۵۶، سنن ابن ماجہ، ۲/۲۸۱، رقم الحدیث: ۲۸۵۶، مطبع دالوالفکر)

مسند احمد، ۳/۴۷، مطبع قدیم

مستحب: جب دو مسلمانوں میں رنجش ہو اور ان میں صلح کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو یا کسی مسلمان کے دل سے کینہ کو زائل کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو یا کسی شر کو دفع کرنا قسم کھانے پر موقوف ہو تو ان صورتوں میں قسم کھانا مستحب ہے۔ اسی طرح کسی مہلت کے کرنے یا کسی نکلہ کے ترک کرنے پر قسم کھانا مستحب ہے۔

مباح: کسی مباح کام کے کرنے یا اس کو ترک کرنے پر قسم کھانا مباح ہے جس خبر کے معلق ہونے کا یقین ہو یا اس کے صدق کا ظہر عن ہو اس پر قسم کھانا بھی مباح ہے۔

مکروہ: کسی مکروہ کام کے کرنے پر یا کسی مستحب کام کے ترک پر قسم کھائی جائے تو یہ قسم مکروہ ہے۔ روایت ہے کہ حضرت صلح جبریل، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تحت لگانے والوں میں شامل تھے، ملائکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت صلح کو خرچ دیتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس تحت سے برأت بیان کر دی تو حضرت ابو بکر نے قسم کھائی کہ وہ پہلے جو حضرت صلح کو خرچ دے کر ان کی عہد کرتے تھے وہ اب بند کر دیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا يَأْتِيَنَّكُمُ الْقُرْآنُ يَنْتَقِلُ فِيكُمْ وَالشَّعْوَىٰ  
يُخَوِّفُكُمُ أَولِيَا الْقُرْبَىٰ وَالْمُسْكِينُ وَ  
الْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْلَمُوا  
لَيَصْفَحُوا أَلَمْ تُحِبُّوا أَنْ يَتَوَكَّلَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ  
عَفُورٌ رَحِيمٌ (الطور: ۲۲)

اور تم میں سے جو لوگ صائب و سست اور خوش حال ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہیں دیں گے ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور دوز گرد کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا ہے

عذر دہم فرمائے والا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کا رخ کو ترک کرنے کی قسم کھانا پبندیہ اور مکروہ ہے۔

حرام: جموں قسم کھانا اور خلاف واقع قسم کھانا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ عُلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝  
أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ  
مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (المجادلہ: ۳۳-۳۴)  
اور منافق جان بوجہ کہ بھرتی قسمیں کھاتے ہیں ۝ اللہ نے  
ان کے لیے عتذاب تیار کر رکھا ہے، بے شک وہ (انجائیں)  
مست برا کام کرتے تھے۔

اسی طرح معصیت پر اور ترک واجب پر قسم کھانا حرام ہے۔ مثلاً کوئی شخص عیادت کا کام کرنے کے لیے قسم کھائے تو یہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الْيَوْمَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ  
ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا تَصْلَحُ فِي شَيْءٍ لَّهُمْ فِيهِ الْأَجْرُ وَ  
لَا يَكْفِي لَهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْتَظِرُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
وَلَا يُرَبِّحُونَ بِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ  
بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض  
تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ  
نہیں اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن کلام فرمائے گا اور نہ  
ان کی طرف غور و محنت فرمائے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا۔  
(آل عمران: ۷۷) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اپنا حق ثابت کرنے کے لیے قسم کھانے کے متعلق فقہاء کے نظریات

جب حاکم کے سامنے اپنے حقوق پر قسم کھائی ہو تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اپنا حق ترک کر دیا  
جائے اور قسم نہ کھائی جائے اور یہ اولیٰ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اپنے حق پر قسم کھانا جائز ہے۔ پہلی رائے کی تائید اس سے  
ہوتی ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت مقداد میں اس رقم کے متعلق اختلاف تھا جو حضرت عثمان سے قرض لی تھی۔ چونکہ حضرت  
عثمان کے پاس گولہ نہیں تھے اس لیے حضرت عمر نے حضرت مقداد پر قسم لازم کی۔ حضرت مقداد نے حضرت عثمان پر قسم لوہا  
دی۔ حضرت عثمان نے قسم کھانے کی بجائے ان کے قول کے مطابق رقم لے لی اور خود قسم نہیں کھائی۔ اور فرمایا میں نہیں چاہتا  
کہ مقداد پر کوئی معصیت آئے اور وہ کہے کہ یہ معصیت عثمان کی قسم کی وجہ سے آئی ہے۔ سو دونوں صحابہ نے قسم پر اپنا حق  
چھوڑنے کو ترجیح دی اور دوسرے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محمد بن کعب القرظی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی  
میں کر سکتے تھے اور آپ کے ہاتھ میں مصافحہ آپ نے فرمایا اے لوگو! قسم کھانے کی وجہ سے اپنے حقوق نہ چھوڑنا اس ذات  
کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے ابے شک میرے ہاتھ میں مصافحہ اور عمر بن شہب نے کتاب فقہاء الامیرہ میں اس ذات  
اپنی سند کے ساتھ طبعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابی راضی اللہ عنہما نے ایک بھجور کے درخت کے متعلق  
حضرت زید بن ثابت کے پاس مقدمہ دائر کیا۔ حضرت ابی بن کعب کا اس درخت پر دعویٰ تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید  
نے کا تمام امیر المومنین سے قسم کو معاف کر دیا۔ حضرت عمر نے فرمایا امیر المومنین کو کیس معاف کیا جائے؟ اگر مجھے معلوم ہو کہ  
کسی چیز پر میرا حق ہے اور قسم کھانے سے مجھے وہ حق مل جائے گا تو میں ضرور قسم کھاؤں گا ورنہ میں قسم کو ترک کر دوں گا اور  
اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی مہلوت کا مستحق نہیں ہے یہ بھجور کا درخت میرا درخت ہے اور اس پر ابی کا کوئی حق نہیں ہے۔  
جب وہ دونوں عدالت سے نکلے تو حضرت عمر نے وہ درخت ابی کو بخش دیا۔ ان سے کہا کیا اے امیر المومنین! آپ نے قسم کھانے  
سے پہلے ابی کو درخت کیس نہیں دے دیا؟ حضرت عمر نے کہا مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں نے قسم میں کھائی تو توگ میرے بعد  
اپنے حقوق پر قسم نہیں کھاؤں گے اور یہی طریقہ مقرر ہو جائے گا اور یہ حق پر جی قسم ہے تو جس طرح یہ قسم حاکم کے علاوہ

دوسروں کے سامنے کھانا جاتے ہیں، وہ حاکم کے سامنے بھی جاتے ہیں۔ (المعنی ج ۳ ص ۳۸۸-۳۸۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)  
قسم کھانے کا طریقہ

قسم اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کے اسماء میں سے کسی اسم یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی کھائی جاتی ہے۔ مثلاً اس طرح قسم کھائے اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے یا اس ذات کی قسم جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ نبی ﷺ اس طرح قسم کھاتے تھے اس ذات کی قسم جو میری جان جس کے قبضہ و قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء مثلاً یہ ہیں اللہ الرحمن الرحیم خالق ہادی رزاق رب وغیرہ۔ ان اسماء کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے اور اللہ کی صفات میں ہیں اللہ کی عظمت اللہ کا جلال اللہ کی قدرت اللہ کا علم اللہ کا کلام وغیرہ۔ نبی ﷺ عوام قسم کھاتے تھے لا و مقبل القلوب "دلوں کے پچھنے والے کی قسم۔" (صحیح البخاری ج ۴ رقم الحدیث: ۳۹۷۷) سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۰۳ اگر کسی شخص نے کہا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اس میں اگر وہ قسم کی نیت کرے گا تو قسم ہے "ورنہ نہیں۔"

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی تحقیق

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سواروں کی ایک جماعت میں اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو نہ اکر کے فرمایا: سوا اللہ تمہیں تمہارے تباہی کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔ سو جس شخص نے قسم کھائی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے "ورنہ خاموش رہے۔"

(صحیح البخاری ج ۷ رقم الحدیث: ۷۱۰۸ صحیح مسلم الامان ۳: ۱۶۳۶) (۳۱۷۸)

غیر اللہ کی قسم سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے اس کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اور حقیقی تعظیم اللہ عز و جل کے ساتھ خاص ہے اس لیے غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہ نہیں کیا جائے گا نیز جس کی قسم کھائی جائے اس کو گواہ بنایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی یہ شان نہیں کہ وہ ہر وقت ہر چیز کو گواہ ہو۔ اس لیے اللہ کے سوا اور کسی کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر میں سو مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر اس کو توڑ دوں تو یہ اس سے بڑھ کر میں ایک بار غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کروں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے خود غیر اللہ کی قسم کھائی ہے مثلاً فرمایا والطور والطور (۱) پھاڑ طور کی قسم اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی حکم کا پابند نہیں ہے۔ وہ ملک علی الاطلاق ہے جو چاہے کرے اس پر کوئی سوال یا اعتراض نہیں ہے اور پھاڑ طور "دوست انجیر وغیرہ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی فضیلت ظاہر کی ہے۔ نیز ایہ ظاہر کیا ہے کہ یہ چیزیں اللہ کی ذات پر گواہ ہیں۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں:

کیا اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھانا مکروہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جہاں کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے "اور علم فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے "اور ہمارے زمانہ میں فقہاء نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور حدیث میں ممانعت اس پر محمول ہے جب اس قصد سے غیر اللہ کی قسم کھائے کہ اگر قسم پوری نہیں کی تو وہ حدیث ہو گا اور اس کا کفارہ ادا کرے گا "اور جب یہ قصد نہ ہو تو پھر غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے جیسے کوئی کہے کہ تمہارے باپ کی قسم یا تمہاری زندگی کی قسم

(در مختار علی حاشیہ رد المحتار ج ۳ ص ۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۰ھ)

علامہ سید محمد امین ابن علی بن شای حنفی متوفی ۳۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے زمانہ میں چونکہ لوگ اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کرنے میں تسلل برتتے ہیں اس لیے لوگ بیکار اور توشیح کے لیے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ تم طلاق کی قسم کھاؤ مثلاً اگر میں نے فلاں تارخ کو فلاں کام نہ کیا تو میری بیوی کو طلاق تو توشیح کے حصول کے لیے طلاق کی قسم کھائی جاتی ہے۔ اس میں حرف قسم نہیں ہوتا اور کبھی حرف قسم کے ساتھ باپ یا زندگی کی قسم کھائی جاتی ہے اس لیے توشیح مطلوب نہیں ہوتی اور نہ اس میں قسم پوری نہ کرنے سے کفارہ لازم آتا ہے۔ جس کی قسم کھائی جائے صرف اس کے ساتھ حلف اور محبت کا اظہار مقصود ہوتا ہے اور اگر طلب توشیح کے لیے حرف قسم کے ساتھ غیر اللہ کی قسم کھائی جائے تو یہ بلا حلف کر وہ ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ کو تقسیم میں اللہ کے ساتھ مشابہ کرنا ہے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۳۶۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۳۰ھ)

### یہیں نفو کی تعریف

اوپری نے کہا ہے کہ نفو کے کلام عرب میں دو معنی ہیں۔ ایک معنی ہے ناکہ اور باطل کلام جس سے کوئی عقد نہ کیا جائے۔ دوسرا معنی ہے فحش اور بے ہودہ کلام جو گناہ کا موجب ہو۔ قرآن مجید میں ہے **الایسمعون فیہا لعلوا الا سلسلا** (۱۸ ص ۳۷) اور جنت میں کوئی فضول اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے۔ بجز سلام کے۔

علامہ ابو الحسین ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ۳۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کا ارادہ قسم کھانے کا نہ ہو اور بلا قصد اس کی زبان پر قسم کے الفاظ آجائیں یا وہ شخص کسی چیز پر قسم کھائے کا ارادہ کرے اور اس کی زبان سے کوئی اور چیز نکل جائے تو یہ یہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا اور حضرت ابن عمرؓ بن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی قسم یا ادا اللہ کی قسم اور جو چیز زبان پر بلا قصد آجائے اس میں مواخذہ نہیں ہوتا جیسے سبقت لکھنے سے کلہ کفر نکل جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہے۔ (المذہب ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی قرطبی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں:

انسان کو گناہ ہو کہ جنتی طور پر فلاں واقعہ ہو اور وہ اس پر قسم کھائے اور در حقیقت واقعہ اس کے خلاف ہو تو یہ یہیں نفو ہے۔ اس میں نہ کفارہ ہے نہ گناہ ہے۔ (بدایہ المجتہد ج ۲ ص ۲۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۷۴۰ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص اپنے گناہ کے مطابق کسی چیز پر قسم کھائے اور وہ اس کے گناہ کے مطابق نہ ہو تو یہ یہیں نفو ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس میں کفارہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابوبالکؓ حضرت زرارہ بن ابیوفی رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے۔ حسن بصریؒ نے بھی "امام مالک امام ابو حنیفہ امام اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے کہا اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اس میں کفارہ ہے۔ امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

(المفتی ج ۹ ص ۳۹۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۳۰ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۷۵۵ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص بائیس کے کسی واقعہ پر قسم کھائے اور اس کے گناہ میں وہ واقعہ اسی طرح ہو اور در حقیقت واقعہ اس کے برخلاف ہو تو یہ یہیں نفو ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے مواخذہ نہیں فرمائے گا اور ایک شخص کے حلف



قسم کھائے کہ یہ زید ہے اور اس کا یہی گمان ہو اور وہ درحقیقت عمرو ہو تو یہ بھی یحییٰ بن قنوع ہے۔

(خط ایہ اولین، ص ۷۹-۸۰، مطبوعہ مکتبہ شرکت علیہ، ملتان)

یہاں منعقدہ کی تعریف

مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی جائے تو یہ یحییٰ منعقد ہے۔ اس قسم کو پورا کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اچھی قسموں کی حفاظت کرو۔ (الاحکامہ: ۸۹) اور جب اس قسم کو توڑ دے تو اس کا کفارہ دینا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیکن اللہ تمہاری پانچ قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا۔ سو ان کا کفارہ دس معینوں کو درمیانی قسم کا کفارہ کھانا ہے۔ (الباقیہ: ۸۹) اس قسم میں کفارہ بالاشاق مقرر ہے 'خواہ کسی طاعت پر قسم کھائی ہو یا کسی معصیت پر' لیکن اگر اس نے کسی معصیت پر قسم کھائی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ معصیت نہ کرے اور اس قسم کا کفارہ دے 'جیسا کہ ہم اس سے پہلے صحیح مسلم (ایمان: ۳۷۵۷) کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک قسم توڑنے پر کفارہ لازم ہے 'خواہ اس نے عہد اہم توڑی ہو یا بھول کر یا غلط سے یا جبر سے کیونکہ قرآن مجید نے قسم توڑنے پر مطلقاً کفارہ لازم کیا ہے اور اس میں عہد اور لیان کا فرق نہیں کیا۔

(برای چاپ: جلد ۱، ص ۳۰۲، ذائقه صنایع، ج ۳، ص ۱۷)

امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے لیسان "خطایا جبرے" قسم تو زدی "تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

(المذهب ج ٢ ص ١٢٨ المصنف ج ٩ ص ٣٩١)

امام شافعی نور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت سے خطا لیں اور جبر سے مواخذہ نہ لیں۔ (المعجم الاوسط ج ۱، رقم الحديث ۸۳۳۸، مطبوعہ مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۰۵ھ)

یہیں غموس کی تعریف

ماضی یا محل کے کسی واقعہ پر محض اجماعی قسم کھائی جائے تو یہ یمن قسوس ہے اور اس کے اثر ٹکاپ پر جمہونی قسم کھانے والا عذاب کا مستحق ہو گا۔ اس میں کفارہ نہیں ہے اس پر تو بلا لازم ہے۔ کیونکہ جھوٹ گنہ گہیرہ ہے اور گنہ گہیرہ پر قوب لازم ہے۔ فقہاء اختلاف، فقہاء مالکیہ اور فقہاء شافعیہ کا یکو مذہب ہے۔

ابدان الصالح ج ٢ ص ١٥ الشرح الكبير على حاشي الله مرق ج ٢ ص ١٢٨ المغني ج ٩ ص ٣٩٢

حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے قسم کھائی اور دواں میں جھوٹا گواہی دے کسی مسلمان شخص کے دل کو حاصل کرے تو اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کو دوزخ میں داخل کر دے گا۔

(صحیح مسلم، ایڈیشن ۲۱۸، ۳۴۶، سنن ابن ماجہ، رقم الحديث: ۲۲۲۴، سنن الدارمی، رقم الحديث: ۲۵۰۵، صحیح ابن حبان، رقم

الحديث ۵۰۸: منہ ماہ ۵، ص ۲۲۰ سنن کبریٰ، ج ۱، ص ۱۷۹  
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کوئی فیصلہ  
کرا یا دہ اپنا کھانا دوغ میں ملائے۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحديث ۳۲۳۲، منہ ماہ ۳، ص ۳۳۳)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمو بن العاص جو صحابہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا گناہ کبیرہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ شریک کرنا، ماں باپ کی

غافل کرنا فرمایا: یسوع غموس (جھوٹی قسم) اور شہرہ کہتے ہیں کہ تم نے فرمایا کہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ شریک کرنا یسوع غموس، ہم آپ کی غافل کرنا فرمایا: کسی کو قتل کرنا۔

(صحیح بخاری 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۵۵۳۷، سنن ترمذی 'رقم الحدیث: ۳۰۳۲، سنن نسائی 'رقم الحدیث: ۳۰۳۲، صحیح ابن حبان 'رقم الحدیث: ۵۵۳۷، مسند احمد 'ج' ۲، ص ۲۸۸)

امام شافعی کے نزدیک یسوع غموس میں کفارہ واجب ہو تا ہے اور یسوع غموس میں جھوٹ کا لفظ کفارہ سے ساتھ ہو جاتا ہے۔  
جیسے یسوع منقذہ میں قسم توڑنے کا لفظ کفارہ سے ساتھ ہو تا ہے۔ (المذنب 'ج' ۲، ص ۳۸)  
کفارہ قسم کی مشروعیت

کفارہ کا لفظ کفر سے مشتق ہے، کفر کا معنی ہے سزا اور دھمکی۔ سو قسم توڑنے کی وجہ سے جس گنہ کار تکلیف ہو تا ہے کفارہ اس گنہ کو دھمکیا جاتا ہے۔ کفارہ کی مشروعیت سورہ نائدہ کی زیر تفسیر آیت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سو ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھانا ہے۔ جیسا کہ اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے۔ جب تم قسم کھانا (اور توڑو) اور اپنی قسموں کی مخالفت کرو (المائدہ: ۸۹) اور حسب ذیل حدیث سے بھی کفارہ کی مشروعیت ثابت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی کام کے کرنے کی قسم کھائی، پھر وہ اس کے خلاف کرنے کو بہتر جانے، تو وہ اس قسم کے خلاف کرے اور اس قسم کا کفارہ دے۔

(صحیح مسلم 'ایمان' ۱۱، ۱۶۵۰، ۱۳۱۴)

کفارہ قسم کے احکام میں مذہب ائمہ

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ کفارہ قسم میں دس مسکینوں کو کھانا کھانا ہے، یا ان کو کپڑے پہنانا ہے اور یا غلام آزاد کرنا ہے، اور جو شخص ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

فقہاء احناف کے نزدیک کھانا کھانے سے مراد یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا پیش کر دیا جائے اور ان کو کھانے کی اجازت دی جائے، اس کو اصطلاح میں ایات کہتے ہیں۔ اس سے مراد ان کو اس کھانے کا مالک بنانا نہیں ہے، بلکہ وہ باقی فقہاء کے نزدیک اس طعام کا مالک بننا ضروری ہے۔ کھانے کی مقدار میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک ہر مسکین کو ایک کلو گرام گندمی دی جائے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہر مسکین کو دو کلو گرام یا چار کلو گرام جو دیے جائیں یا ان کی قیمت دی جائے۔

اگر ایک مسکین کو دس روز صبح و شام کھانا کھلایا جائے یا دس دن تک ہر روز اس کو دو کلو گرام یا اس کی قیمت دی جائے تو یہ جائز ہے، لیکن اگر ایک مسکین کو ایک دن میں یا ایک وقت دس آدمیوں کا کھانا دے دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دس مسکینوں کی جگہ کو ملانے کا حکم دیا ہے، 'خوبیہ یک وقت یا دس دنوں میں اور یہ مقصود اس صورت میں حاصل نہیں ہو گا۔

جن مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے وہ مسلمان ہوں۔ فقہاء احناف کے نزدیک زنی کو بھی کھانا کھلایا جاسکتا ہے، اور باقی فقہاء کے نزدیک کافر کو قسم کا کفارہ کھانا کھانا جائز نہیں ہے۔

اگر کفارہ میں کپڑے دینے جائیں تو فقہاء احناف کے نزدیک بھی ان کا مالک بننا ضروری ہے، 'بخلاف کھانا کھانے کے'۔

کیونکہ اس سے تصور بھوک کو محتاج ہے اور وہ فقط کھانے کی اجازت سے بھی مٹ جاتی ہے۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اتنا کھانا کھانا چاہیے جس سے عام بدن چھپ جائے اور امام احمد کے نزدیک جتنی مقدار سے نماز جائز ہو جائے اور امام مالک کے نزدیک جتنے کھنڈے جس سے تمام بدن چھپ جائے اور امام شافعی کے نزدیک کھنڈے کا اطلاق دو چادروں پر ہوتا ہے 'یہ مقدار ضروری ہے' ورنہ مومن کو قیص 'شہوار اور ٹولی دی جائے اور عورتوں کو قیص 'شہوار اور روپیہ۔

اس دور میں غلامی کا رواج ختم ہو گیا ہے 'اس لیے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ تمام ضابطہ یہ ہے کہ ایسا غلام آزاد کیا جائے جو کامل الاعضاء ہو اور عیب دار نہ ہو۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ غلام عام ہے 'مومن ہو یا کافر' کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں مطلق فرمایا ہے 'اور تحریر رقبۃ (المائدہ ۸۸) اور اس کو کسی قید سے متعین نہیں کیا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ضروری ہے 'کیونکہ کفارہ قتل غلام فرمایا ہے۔ فتنہ حریر رقبۃ مؤمنۃ (احسان ۳۳) ائمہ ثلاثہ مطلق کو متعین پر عمل کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کا اصول یہ ہے کہ جب مطلق اور متعین دو الگ الگ احکام میں ذکر کیے جائیں تو مطلق کو متعین پر عمل نہیں کیا جاتا اور جس حکم میں کوئی چیز مطلق ذکر کی گئی ہے وہی اس کے اطلاق پر عمل کیا جائے گا اور جس میں اس کو متعین ذکر کیا ہے وہی اس کی تحدید پر عمل ہوگا۔

اس پر تشہد کا اتفاق ہے کہ اگر قسم توڑنے والا دس مہینوں کو کھانا کھائے یا ان کو کھنڈے پہنائے یا غلام آزاد کرے پر قہور نہ ہو 'تو تین دن کے روزے رکھے گا۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مسلسل تین دن کے روزے رکھنا ضروری نہیں ہے 'لیکن اگر اس نے لگاتار تین دن کے روزے رکھے تو یہ مستحب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں مطلق فرمایا ہے 'فصیام ثلاثۃ اہام' (المائدہ ۸۸) اور امام اعظم ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک لگاتار تین روزے رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ حضرت ابن مسعود کی قرأت میں ہے 'فصیام ثلاثۃ اہام' منساہمات ہر چہ کہ یہ قرأت متواتر نہیں ہے 'لیکن یہ آیت خبر واحد اور آپ سے روایت کے درجہ میں ہے اور خبر واحد جت ہوتی ہے اور اس سے قرآن کے کسی حکم میں زیادتی ہو سکتی ہے۔ جس طرح محمد اور وہ توڑنے کے کفارہ میں جو ساتھ روزے لگاتار رکھے جاتے ہیں 'ان کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور ان کا لگاتار رکھنا صرف حدیث سے ثابت ہے۔ سو اس طرح اس کا حکم ہے۔

(الکافی فی فقہ امام احمد 'ج ۳' ص ۴۵۵ 'الذہب' 'ج ۲' ص ۳۰۴ 'بدایہ المجتہد' 'ج ۲' ص ۷۷۷ 'رد المحتار' 'ج ۳' ص ۳۰۳ 'محیط' 'ج ۵' ص ۷۷۷)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ

لے ایمان دار! خراب اور جرا اور تیرن کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر

رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۹۰﴾ إِنَّمَا

ممن ناپاک عمل، شیطان کاموں سے ہیں سو تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم کامیاب ہو ○ شیطان

يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ

موت یہ چاہتا ہے کہ خراب اور جرے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کرے اور تم

وَالْمَيْسِرَ وَيُحْذِرُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ

اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے

مَنْتَهُونَ ﴿۹۱﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ

داسے ہو ۰ اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور محتاط رہو، پھر اگر تم نے

تَوَكَّلْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ عَلَى رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى

حکم مڑنے کی وجہ سے کہ ہمارے رسول پر تو حمت احکام کو صاف طور سے پہنچا دیتا ہے ۰ ایمان والے اور

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا

بیک عمل کرنے والے جو بچہ (بچے) کھائی بچے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی بشرطیکہ وہ اللہ

وَأَمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَمْنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَاحْسِنُوا

سے ڈرتے رہے اور ایمان پر برقرار رہے اور نیک عمل کرتے رہے، پھر اللہ سے ڈرتے رہے اور بدتر ایمان پر قائم رہے پھر ان

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۹۳﴾

سے ڈرتے رہے اور بچے کا کہتے رہے اور اللہ بچے کا کہنے والوں کو پسند کرتا ہے ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بھول کے پاس نصب شدہ حجر اور قال کے تیر محل ہماک ہیں شیطان کاٹوں سے ہیں سو تم ان سے احتیاب کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔ شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے اور جسیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟ (المائدہ: ۹۰-۹۱)

مشکل الفاظ کے معانی

حجر: انگور کا کچا شیرہ جو چڑے چڑے سڑک رہا ہو اور جو جانے اور بھاگ چھوڑ دے تو وہ نشہ آور ہو جاتا ہے اس کو حجر کہتے ہیں۔ حجر کا معنی ہے ذہانت اور نشہ انسان کی عقل کو ذہانت لیتا ہے۔

میسر: ہر وہ عقد جس کی رو سے ہارنے والا جیتنے والے کو ایک مہینے اور پہلے سے طے شدہ رقم ادا کرے، اس کو میسر کہتے ہیں۔ میسر برسر سے بتا ہے اور جوئے کے ذریعے جیتنے والے فرق کو ہارنے والے فرق کی رقم آسانی سے مل جاتی ہے۔ اس لیے اس کو میسر کہتے ہیں۔

انعام: تمہارے کی خدمت کی چلی چلی گزریاں ان سے نیک جاہلیت میں قسمت کا حال اور شگون معلوم کرتے تھے اور نفل نکالتے تھے۔

انصاب: جس کے پاس نصب شدہ پتھر جن کی عبادت کی جاتی تھی اور بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان پر جانور ذبح کیے جاتے تھے۔ (المفردات ج ۶ ص ۳۸)

رجس: جو چیز صلیبا معاندی اور نپاک ہو، انسان کی طبیعت اس سے گمن کھائے یا عقل اس کو برا جانے یا شریعت نے اس کو نیک قرار دیا ہو۔

### شراب کی تحریم کے متعلق احادیث

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن قیس بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ آئے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوا کھیتے تھے۔ مسلمانوں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہئے کہ اس میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے (واقعی) فائدہ ہے ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدوں سے زیادہ بڑا ہے۔ (البقرہ: ۲۱۹) تو لوگوں نے کہا اس میں ہمارے لیے رخصت ہے، ہم شراب پئیں گے اور جوا کھیں گے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کریں گے، حتیٰ کہ ایک شخص نے سورۃ کافرون کی پہلی آیت اس طرح پڑھی "قل یا ایہا الکفارون اعبدوا ما نعبدون۔ آپ کہئے کہ اے کافرو! میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو اور ان کو چاہئیں چلا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! تم نماز کے قریب مت جاؤ اور آتماہیکہ تم نشہ میں ہو۔ (البقرہ: ۲۳) پھر بھی لوگ شراب پیتے رہے اور جب نماز کا وقت آتا تو شراب پیتا چھوڑ دیتے اور اس وقت نماز پڑھتے جب انہیں علم ہو تا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں وہ اسی معمول پر برقرار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور قل کے تیر حص نپاک ہیں..... کیا تم باز آنے والے ہو، تو مسلمانوں نے کہا اے رب! ہم باز آگئے۔

(جامع البیان ج ۷ ص ۳۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری وجہ سے کئی آیات نازل ہوئی ہیں، ایک (ایمان: ۱۵) ہے۔ دوسری (انفال: ۱) ہے۔ (حضرت سعد نے ان کی تفصیل بیان کی ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور ایک یہ آیت ہے اس کی تفصیل یہ (ہے) میں مساجد میں اور انصار کی ایک جماعت کے پاس گیا انہوں نے کہا چلو ہم جہیں کچھ کھائیں اور شراب پیائیں اور یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، میں ان کے ساتھ جاؤں گا۔ وہ ان کے پاس ایک اونٹ کا بھنسا ہوا سرقہ اور ایک مشک میں شراب تھی۔ میں نے اس میں سے کھلایا اور شراب پی، پھر ان کے درمیان مساجد میں اور انصار کا ذکر چھڑ گیا۔ میں نے کہا مساجد میں انصار سے زیادہ اچھے ہیں، ایک شخص نے اونٹ کے بڑے کی ہڈی میری ناک پر ماری جس سے میری ناک زخمی ہو گئی، میں نے جا کر رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ تب اللہ عزوجل نے میری وجہ سے شراب کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور قل کے تیر حص نپاک ہیں۔ (البقرہ: ۲۱۹)

(صحیح مسلم، فضائل الصحابہ، ۳۳، ۳۸، ۱۶۱۲) مسند احمد ج ۹، رقم الحدیث: ۱۵۶۷۷، سنن کبریٰ للبخاری ج ۸ ص ۲۸۵)

امام محمد بن جعفر بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مجلس شراب میں بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے اس وقت شراب حلال تھی۔ اچانک میں انصار اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام پیش کیا اس وقت شراب کی تحریم کے متعلق یہ

آیت نازل ہوئی اسے الیٰہن والو! شراب اور جوار اور ہتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور قال کے تیر حصے ٹپاک ہیں۔ (المائدہ: ۹۰) اور اس کے آخر میں قہہ کیا تم باز آنے والے ہو؟ میں اپنے اصحاب کے پاس گیا اور ان پر یہ دو آیتیں پڑھیں۔ بعض کے ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا جس سے انہوں نے شراب پی لی تھی اور بعض کی شراب برتن میں تھی انہوں نے گلاس سے شراب انہیں دی اور برتن کی شراب بھادی اور کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم باز آگئے۔ اے ہمارے رب! ہم باز آگئے۔ (ابن ماجہ) البیہقی ج ۲، ص ۳۱۱، المستدرک ج ۳، ص ۲۸۶، سنن ابی داؤد ج ۱، ص ۲۸۵-۲۸۶

شرکی حقیقت میں مذہب فقہاء

قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع فقہاء سے حرام ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک حقیقت میں خمر، انگوڑے کے کپے شیرہ کو کہتے ہیں، جو پڑے پڑے سوکر جھاگ چھوڑ دے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں لخت میں خمر کا بھی معنی ہے اور یہی حقیقت ہے۔ البتہ! جازا، ہرنشہ اور مشروب کو خمر کہا جاتا ہے۔ اصلیت اور آثار میں جلی ہرنشہ اور مشروب کو خمر کہا گیا ہے وہ اطلاق مجازی ہے۔ اس کے برعکس اگر مٹھا یہ کہتے ہیں کہ خمر کا معنی ڈھانچا ہے۔ شراب کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عقل کو مہلپ لیتی ہے اور ہرنشہ اور مشروب حقیقتاً خمر ہے۔ اب ہم لخت کے حوالوں سے خمر کا معنی بیان کرتے ہیں۔

علامہ جلال الدین محمد بن کرم بن منصور افرقی حنفی ص ۷۷ لکھتے ہیں:

خمر انگوڑے کے کپے شیرہ کو کہتے ہیں جو نشہ آور ہو، کیونکہ وہ عقل کو مہلپ لیتے ہیں۔ ابو حنیفہ دوسری نے کہا کہ دانوس سے جو شراب بنائی جاتی ہے اس کو خمر کہتے ہیں۔ ابن سیدم نے کہا میرے مگن میں یہ علامہ دوسری کا مسلک ہے کیونکہ شرکی حقیقت انگوڑے کے کپے دوسری اشیاء اور عرب انگوڑوں کو خمر کہتے ہیں۔ ابن سیدم نے کہا میرے مگن میں انگوڑوں کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ خمر انگوڑوں سے بنائی جاتی ہے۔ ابو حنیفہ دوسری نے اس قول کی حکایت کی ہے اور کہا کہ یہ سخن کی لخت ہے۔ نیز انہوں نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے نہی اوتی اعصر حسو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خمر خور ہوں اور میں خمر سے مراد انگوڑے ہیں۔ ابن عرفہ نے کہا کہ خمر خور نے لختی ہے انگوڑے ذکر خمر حاصل کرنا اور جب انگوڑے خورے جائیں تو اس سے خمر حاصل ہوتی ہے اس لیے اس نے کہا میں خمر خور ہوں۔ ابو حنیفہ نے بعض راویوں سے نقل کیا کہ انہوں نے سخن کے ایک شخص کو دیکھا کہ انگوڑے جلد ہاتھ میں لے کر اس سے پوچھا کہ تیرے کیا ٹھکانا ہے اس نے کہا خمر سواس نے انگوڑوں پر خمر کا اطلاق کیا۔

(اسان العرب ج ۳، ص ۲۵۵ مطبوعہ ایران، تاریخ العرب ج ۳، ص ۱۸۶-۱۸۷ مطبوعہ مطبعہ قریہ، مصر، اقرب المآثر ج ۲، ص ۳۰۷ مطبوعہ ایران)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرزینی الحنفی المتوفی ۵۵۳ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک شرکی تعریف یہ ہے، انگوڑے کا پانی جب نشہ آور ہو جائے۔ اہل لخت اور اہل علم کے نزدیک بھی خمر کا یہی معنی معروف ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ہرنشہ اور جوار کو خمر کہتے ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہرنشہ اور جوار خمر ہے۔

(کنج مسلم الاثر ج ۱، ص ۱۲۰-۱۲۱، کنج البخاری، رقم الحدیث: ۳۳۲۲ سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۳۷۸۳ سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۵۵۳۳) اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے خمران دودرختوں سے (بنائی جاتی ہے) یہ فرا کر آپ نے انگوڑے کی تیل اور کھجور کے درخت کی طرف اشارہ فرمایا۔

(کنج مسلم الاثر ج ۱، ص ۱۲۰-۱۲۱، کنج البخاری، رقم الحدیث: ۳۷۸۳ سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۷۸۳ سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۵۵۳۳-۵۵۳۴)

تبیان القرآن

نیز خمر کا نشہ طامرۃ العقل سے بنا ہے اور یہ وجہ اشتغال ہر نشہ آور چیز میں پائی جاتی ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ انگو کے نشہ آور شہہ کو خر کھتے ہیں۔ اسی بنا پر خمر کا اشتغال صرف اس معنی میں مشروب ہے۔ نیز خمر کی حرمت قطعی ہے اور باقی نشہ آور مشروبات کی حرمت غلطی ہے۔ اور ان کی حرمت کے دلائل بھی غلط ہیں اور باقی نشہ آور مشروبات کو جو خمر کہا جاتا ہے، طامرۃ العقل کی وجہ سے نہیں کہا جاتا بلکہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کا انشہ بھی خمر کی طرح نکروا ہوتا ہے (یعنی یہ اطلاق بطور مجاز و استعارہ ہے) نیز اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ خمر کا نشہ طامرۃ العقل سے مشتق ہے تب بھی یہ وجہ اشتغال اس بات کے معنی نہیں ہے کہ خمر انگو کے ساتھ مخصوص ہو، کیونکہ نجس کا نشہ نجوم سے ماخوذ ہے جس کا معنی تلور ہے اس کے باوجود نجس کا نشہ شراب کے ساتھ مخصوص ہے اور ہر ظاہر چیز کو نجس نہیں کہا جاتا۔ ائمہ ثلاثہ نے جو پہلی حدیث پیش کی ہے (ہر نشہ آور چیز خمر ہے) اس کو بخین بن مسلم نے معنیوں میں رد فرما دیا ہے۔ (بخین بن مسلم نے کہا ہے حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور بخین بن مسلم امام حنفی اور نشہ ہیں) حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل نے کہا جس حدیث کو بخین بن مسلم نے نہ پہچانتے ہوں وہ حدیث نہیں ہے۔ (حنبل) اور دوسری حدیث (فخران و درختوں سے بنی جاتی ہے) اس سے رسول اللہ ﷺ کا منشاء کجیوری شراب کا حکم بیان کرنا قیادور بھی بیان منصب رسالت کے لائق ہے۔ (یعنی جب کجیوری شراب کی مقدار کثیر نشہ آور ہو تو وہ بھی خمر کی طرح ہے اور حرام ہے) اور اس سے حد لازم آتی ہے۔ (حنبل) (ابو ایہ الخیرین ص ۳۸۳) مطبوعہ شرکت طبعہ لبنان) خمر کا بے حد حرام ہونا اور غیر خمر کا مقدار نشہ میں حرام ہونا

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب مطلقاً حرام ہے، خواہ اس کی مقدار کثیر ہو یا قلیل اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خمر تو مطلقاً حرام ہے اور خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات جس مقدار میں نشہ آور ہوں اس مقدار میں حرام ہیں اور اس سے کم مقدار میں حرام ہیں نہ نجس، اور ان کا بیضا ملال ہے۔ امام ابو حنیفہ کا استدلال ان احادیث سے ہے:

امام ابو عبد الرحمن احمد بن حنبل شیعہ نقلی متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خمر کو بے حد حرام کیا گیا ہے، خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) کو حرام کیا گیا ہے۔

(سنن الترمذی ج ۸، رقم الحدیث: ۵۷۹۹-۵۷۹۸-۵۷۹۷-۵۷۹۶، سنن کبریٰ ج ۸، ص ۲۹۷، کتاب الاطعمہ لابو یوسف، ص ۲۲۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵، ص ۸، سنن دارقطنی ج ۳، رقم الحدیث: ۳۷۹۱، التلخیص الکبیر للعلبرانی ج ۱۰، رقم الحدیث: ۱۰۸۳۰-۱۰۸۳۱-۱۰۸۳۲، رقم الحدیث: ۵۳۸۸-۵۳۸۷-۵۳۸۶، مجمع الزوائد ج ۵، ص ۱۵۳)

جس مشروب کی تیزی سے نشہ کا شہہ ہو، اس میں پانی ملا کر پینے کا جواز

جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو، اس کی قلیل مقدار کے جائز ہونے پر فقہاء ائمہ نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ جب نبیؐ میں شدت اور حدت ہو اور وہ اس شدت کی بنا پر نشہ آور ہو، اس نیز میں پانی ملا کر اس کی شدت کو کم کر کے اور اس کی حدت کو کم کر دیا جائز ہے، اور یہ عمل خود رسول اللہ ﷺ اور یہ کثرت صحابہ اور فقہاء ائمہین سے ثابت ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

ابراہیم نقلی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں ایک نشہ میں مدھوش اعرابی لایا گیا، حضرت عمرؓ نے اس سے عذر طلب کیا۔ جب وہ اپنی مدھوشی کی وجہ سے کچھ نہ بتا سکا تو آپ نے فرمایا اس کو ہانڈ دو، جب اس کو ہوش آجائے تو اس کو کوڑے لگا دو، پھر حضرت عمرؓ نے اس اعرابی کے منکیرہ میں پئے ہوئے مشروب کو منگو لیا، پھر آپ نے اس کو چکھتا ہوا دیکھا تو تیز اور

مختلج نیز تھا آپ نے پانی منگو کر اس کی شدت اور حدت کو توڑا پھر آپ نے اس کو پیا اور اپنے ساتھیوں کو پلایا پھر آپ نے فرمایا جب اس کی تیزی اور نشہ تم پر غالب آجائے تو اس کو پانی سے توڑ لیا کرو۔ امام محمد فرماتے ہیں ہمارا اس پر عمل ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔

(کتاب الامارۃ امام محمد ص ۱۸۳-۱۸۲ کتاب اللہ امام ابی یوسف ص ۲۲۶ مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۲۴)  
امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ صنفی متوفی ۱۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آئے اور فرمایا مجھے اس سے پانی پلاؤ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم آپ کو وہ چیز نہ پلائیں جس کو ہم اپنے گھر میں تیار کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں مجھ کو وہ چیز پلاؤ جس کو لوگ پیئے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایک پیالہ لے کر آئے آپ نے اس کو چمکا پھر پیتے پر حکم ڈال کر فرمایا پانی لاؤ پھر آپ نے اس میں پانی ملا کر پھر دو تین بار فرمایا اور زیادہ ملا اور فرمایا جب تم کو (نیزہ) تیز لگے تو اس میں طرح کیا کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۱۳۰-۱۳۹ مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۲۶ سنن کبریٰ للبخاری ج ۸ ص ۳۰۰-۳۰۵-۳۰۴)  
حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد طواف کر رہے تھے آپ کو پیاس لگی اور آپ نے پانی مانگا آپ کے پاس ایک برتن سے نیزہ لایا گیا آپ نے اس کو سونکا اور پھر پیتے پر حکم ڈال کر فرمایا میرے پاس زمر کا ڈول لاؤ پھر آپ نے اس میں پانی ملا کر اس کو پیا لیا ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۱۳۰ سنن کبریٰ ج ۸ ص ۳۰۳ سنن نسائی ج ۸ رقم الحدیث ۱۵۷۸)  
جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

میں لاکھ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا خمر کو بینہ حرام کیا گیا ہے، خود قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مشروب کا وہ آخری گھونٹ حرام ہے جس سے نشہ پیدا ہو، اور خمر بینہ حرام ہے۔ خواہ قلیل ہو یا کثیر اور مثلث اور کشش اور چھوڑوں کے یکے ہوئے پانی (یعنی نیزہ) میں قلیل اور کثیر کا فرق ہے۔ اس کی قلیل مقدار حلال ہے اور جس گھونٹ کے بعد نشہ پیدا ہو وہ حرام ہے، اور وہ کثیر مقدار کا آخری گھونٹ ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا جو پیالہ نشہ آور ہو، صرف وہ حرام ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا اس کی مثل کپڑے میں خون کی طرح ہے۔ اگر کپڑے میں قلیل خون ہو تو اس کے ساتھ نماز ہاتھ ہے، اور اس کی مثل نقد کی طرح ہے اگر انسان اپنی کٹلی سے اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے تو ہاتھ ہے اور اگر خرچ میں اسراف کرے (یعنی ہاتھ پر خرچ کرے) تو یہ ہاتھ ہے۔ اسی طرح نیزہ ہے اگر اس کو کھانے کے بعد یا کوئی خرچ نہیں ہے، اور اگر اس کو بہ قدر نشہ یا تو ہاتھ ہے۔ کیونکہ یہ اسراف ہے اس لیے جب نیزہ پیئے ہوئے نشہ ہونے لگے تو اس کو چھوڑ دے۔ دیکھئے مثلاً درودہ حلال ہے، لیکن اگر کسی شخص کو زیادہ درودہ پیئے سے نشہ ہونے لگے تو وہ زیادتی ہاتھ ہوگی، اور اس تمام تفصیل سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حرمت کا دار نشہ لانے والے جڑ پر ہے۔ البتہ اگر مطلقاً حرام ہے نیزہ کو توڑی مقدار میں چٹا زیادہ پیئے کا حرکت ہو تا ہے اس لیے اس کی توڑی مقدار بھی حرام ہے اس کے برخلاف مثلث (انگور کا شیرہ) جب جو ش دے کر پکایا جائے اس کا وہ قلیل اڑ جائے اور ایک مثالی پانی رہ جائے تو اگر وہ شیریں ہو تو سب کے نزدیک اس کا پانی حلال ہے اور جب وہ خوش دینے سے گاڑھا ہو جائے اور نشہ آور نہ ہو تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو



یوسف کے نزدیک اس کا پناہ حاصل ہے اور امام محمد کے نزدیک اس کا پناہ جائز نہیں اس کو مشقت کہتے ہیں۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۱۳۸) اس کی قلیل مقدار کثیر کی حرکت نہیں ہوتی بلکہ اس کی قلیل مقدار کھلنے کو ہضم کرتی ہے اور حرارت کرنے کی قوت دیتی ہے اور اس کی کثیر مقدار سر میں درد پیدا کرتی ہے۔ کیا یہ مشابہہ نہیں ہے کہ جو لوگ نشہ آور مشروبات کو پیتے ہیں وہ مشقت میں بالکل رعبت نہیں کرتے۔ (المبسوط ج ۲ ص ۲۳۸، ۸۰۹ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۸۸ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد یعنی حنفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نشہ آور چیز کی قلیل مقدار حرام نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو حرام کرنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ خمر اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے اور بغض اور عدولت پیدا کرتی ہے اور نشہ آور مشروبات کو قلیل مقدار میں پینے سے یہ اوصاف پیدا نہیں ہوتے اور اگر ہم قیاس کا لٹاؤ کریں تو قلیل مقدار میں بھی خمر حرام نہیں ہونی چاہیے لیکن ہم نے خمر کی قلیل مقدار میں اس قیاس کو چھوڑ دیا کیونکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ خمر مطلقاً حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ البتہ خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات میں ظاہر آیت کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ ان کی قلیل مقدار اللہ کے ذکر سے روکتی ہے نہ نماز سے اور نہ بغض و عدولت پیدا کرتی ہے۔ (امنیات ج ۵ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۸۳ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شافعی حنفی حنفی ۵۲ھ لکھتے ہیں:

خمر کے علاوہ دیگر مشروبات جو کثیر مقدار میں نشہ آور ہوں اور قلیل مقدار میں نشہ آور نہ ہوں تو اگر ان کی قلیل مقدار پینے سے کھلنے کو ہضم کرنے کا ارادہ کیا جائے اور قیام میل پر قوت حاصل کرنے کا ارادہ کیا جائے یا دن میں روزہ رکھنے پر قوت کے حصول کا ارادہ کیا جائے یا اہل اسلام سے قتال کی قوت کے حصول کا ارادہ کیا جائے یا مرض کو دور کرنے اور دوا کے قصد سے ان کو پیا جائے تو یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک حلال ہیں اور امام محمد کے نزدیک مطلقاً حرام ہیں۔ خواہ ان کی مقدار قلیل ہو یا کثیر اور چونکہ اب فلو عام ہو گیا ہے اور لوگ بیش و طرب اور لود و لعب کے لیے عین مشروبات کو پیتے ہیں اس لیے متاخرین نے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۲۹۳، ۲۹۴ مخصصا موشما مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۳ھ)

انگریزی دواؤں اور رفیو کم کا شرعی حکم

مصنف کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آج کل کی غیر خمر موجد شرابیں پیتا ہے تو یہ ائمہ ثلاثہ اور امام محمد کے قول کے مطابق حرام ہے خواہ قلیل مقدار میں پئے یا کثیر مقدار میں اور اصلیت صحیحہ کا بھی یہی تقاضا ہے لیکن اگر اسپرٹ یا الکوحل کی نہایت قلیل مقدار ملائے دواؤں میں شامل ہو یا پھر لہو میں شامل ہو تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے فتویٰ کے مطابق ان کو بواہر پر محمول کرنا چاہیے کیونکہ ان دواؤں کے استعمال سے یہ قول حلق نہیں آئے گا کہ وہ شخص نشہ آور مشروبات کی قلیل مقدار کو پیا رہا ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہ شخص ایک چھوڑا ہوا رہا ہے جس میں ایک یا دو قطرے الکوحل کے شامل ہیں اور جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ خمرینہ حرام ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور مقدار حرام ہے اور جس طرح اصلیت سے ثابت ہے کہ تیز اور تلخ مشروبات میں پانی ملا دیا جائے تو وہ حلال ہے سو اگر الکوحل یا پھر تیز اور تلخ بھی ہو تو دوسری دواؤں اور کیمییکلز کے بعد اس کی تیزی اور تلخی جاتی رہتی ہے اور جس طرح علامہ مینی نے کہا ہے کہ خمر کے حرام ہونے کی علت اس کا نازا اور اللہ کے ذکر سے روکنا ہے اور مسلمانوں میں بغض اور عدولت کا پیدا کرنا ہے اور دوا کی ایک خوراک جو ایک یا دو قطرے ہوتی ہے اور اس میں جو نہایت قلیل مقدار میں الکوحل ہوتی ہے وہ الکوحل نہ تو خمر ہے نہ نماز اور نہ

لغہ کے ذکر سے روکتی ہے اور نہ بغض اور عدولت پیدا کرتی ہے۔ سو ان دلائل کے اعتبار سے دو اداؤں میں جو اہمیت قلیل مقدار میں الگو مل جاتی ہے وہ حرام نہیں ہے اور یہ مانع وہ انہیں حلال ہیں اور کسی بیماری کے علاج کے لیے یا خلعت حاصل کرنے کے لیے ان دو اداؤں کو پڑنا جائز اور حلال ہے۔ اسی طرح ہر قوم میں جو سپرٹ اور الگو مل جاتی ہے وہ بھی ان دلائل کے اعتبار سے جائز اور پاک ہے۔

مفتی محمد طہر اللہ دہلوی متوفی ۸۶۱ھ انگریزی دو اداؤں کے حلقہ لکھتے ہیں:

(۱) اگر اسپرٹ غم سے تیار ہوتی ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تو یہ مطلقاً حرام ہے اس سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں مگر بوقت اضطرار کہ وہ بغض "الاما اضطرار سم الیہ" اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ پس اس کی بیع و شراء بھی جائز نہیں اور اس کا بذریعہ ہینکے کے متفرک یا اس کی حرمت کو زائل نہیں کرتا۔ ہر ایسے شرف میں ہے: "والتاسع ان الطبع لا یؤثر فیہا لانه للمنع من ثبوت الحرمة لا لرفعہا بعد ثبوتہا۔ اسنہی" لیکن ہم نے جہاں تک ڈاکٹروں کی ذہنی تائیدی معلوم ہو کہ یہ اس شراب سے نہیں بنتی جاتی جس کو شراباً خمر کہا جاتا ہے بلکہ یہ ایسی شراب کا جو ہرے جو گئے وغیرہ سے بنتی گئی ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہے تو اس کا استعمال بمرض صحیح (اس مقدار میں جو مسکر نہیں ہے) حرام نہیں اور اس کی بیع و شراء بھی جائز ہے۔ یہی حکم اس قدر پر ہے جب کہ بڑی یا معصوم یا قلعہ زیب و حرے بنتی گئی ہو اس لیے کہ اس میں جوش دے دیا گیا ہے۔ لہذا علماء علماء کے نزدیک اس کا قلیل مطلقاً حرام نہیں۔ کما صرحت من قبل اور اگر اس میں شک ہے کہ یہ شراب سے بنتی گئی ہے یا نہیں یا یہ تو معلوم ہے کہ یہ شراب سے بنی ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ کون سی شراب سے بنی ہے تب بھی یہی حکم ہے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو اور وہ اپنی درمیں حرکت محسوس کرے اور اس کو یہ اشکل ہو کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے یا نہیں تو غصہ اس وقت تک نماز سے توڑے جب تک کہ تورا نہ سنے یا بدو نہ محسوس کرے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور فقہاء نے کہا ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور اصل اشیاء میں طہارت اور طہارت ہے۔

(۲) جن صورتوں میں اس کی بیع جائز ہے ان ہی صورتوں میں اس کی خرید بھی جائز ہے۔ فقط۔

(۳) اگر اسپرٹ علاوہ غم کے کسی دوسری شراب سے بنتی گئی جیسا کہ بعض ڈاکٹروں کا بیان ہے تو اس کی خرید و فروخت جائز لیکن مکروہ ہے۔ علامہ شامی نے کہا ہے کہ فیہ غم کی بیع ہر چند کہ صحیح ہے لیکن مکروہ ہے جیسا کہ غلیہ میں مذکور ہے۔ پس اس کا ترک اولیٰ ہے۔ فقط۔

(۴) جب ادویہ میں اسپرٹ شامل ہے تو جو حکم اسپرٹ کا ہے وہی ان ادویات کا بھی ہے۔ پس اگر اسپرٹ یقیناً غم سے تیار ہوئی ہے تو دیکھا جائے کہ اس سے شفا کا صرف احتمال ہی ہے یا عن غلبہ اگر صرف احتمال ہے تو جائز نہیں اور اگر عن غلبہ ہے تو اگر دوسری جائز دوا اس مرض کے لیے پائی جاتی ہے تب بھی ناجائز ہے ورنہ اختلاف ہے۔ درمیان میں ہے:

حرام دوا کے ساتھ علاج میں اختلاف ہے اور ظاہر ہے کہ میں یہ ممانع ہے جیسا کہ انحراف الرئہ کی کتاب الرضاع میں مذکور ہے۔ لیکن معصوم نے وہاں اور یمل الملوئی سے نقل کیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ جب حرام دوا سے شفا کا یقین ہو اور کسی دوسری دوا کا علم نہ ہو تو اس کے ساتھ علاج کی رخصت دی جائے گی جیسا کہ پیاسے کو خمر (شراب) پینے کی رخصت دی جاتی ہے۔

ہیں اس صورت میں اگر اس کا بطور دو استعمال کیا جائے تو گنجائش ہے لیکن کوئی بھی ہے کہ اس سے بچا جائے اور اگر اس کی ساخت بطریق تغیر سوائے شراب کے دوسری اشیا سے ہے تب بھی بہتر تو یہی ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس چیز میں شک ہو اس کو چھوڑ کر اس کو اختیار کرنا جس میں شک نہ ہو لیکن اگر زیادہ ضرورت دیکھی جائے تو اس کے استعمال میں بھی گنجائش ہے۔ لہذا اختلاف ولعموم البلوی چنانچہ علامہ شامی نے انکام الملوٰن کے بارے میں فرمایا:

خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز نشہ آور ہو اس کی کثیر مقدار کو استعمال کرنا تو مطلقاً حرام ہے اور قلیل مقدار اگر بہ طور نمونہ و سبب ہو تب بھی حرام ہے اور اگر علاج کے لیے ہو تو پھر حرام نہیں ہے۔  
لیکن یہ حکم جب ہے کہ قلیل استعمال کیا جائے اور نہ قدر مکر بجز اضطراب کے بطور دو ابھی جائز نہیں۔ کما قالہ العلماء والاشیاء مفقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(ازروحمہ مقراۃ غفرلہ ولوالدیہ امام مسجد فتح پوری دہلی)

نوٹ: مفتی مظہر اللہ دہلوی نے حدیث اور فقہ کی صرف عربی عبارت ذکر کی تھیں ہم نے ان عبارت کا اردو ترجمہ ذکر کیا ہے۔  
سیدی غفرلہ (الذی منیٰ عنہ ۲۸۹-۲۹۰ مطبوعہ مدینہ وبلشنگ کہنہ کراچی)  
شراب نوشی پر وعید کی احادیث

امام ابو عبد الرحمن احمد بن حنبل شیعہ اشعری متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس وقت زانیہ نکرتا ہے وہ سو من نہیں ہوتا اور جس وقت شراب پینے والا نکلے (شراب) پیتا ہے وہ سو من نہیں ہوتا اور جس وقت چور چوری کرتا ہے وہ سو من نہیں ہوتا اور جس وقت ظالم لوگوں کے سامنے لوٹ مار کرتا ہے وہ سو من نہیں ہوتا۔

(سنن ابی حنیفہ ج ۸، رقم الحدیث: ۵۷۷۵، صحیح ابی یوسف ج ۲، رقم الحدیث: ۷۷۷۷، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۳۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص نشہ کرے تو اس کو کوڑے مارو پھر اگر نشہ کرے تو پھر کوڑے مارو پھر اگر نشہ کرے تو پھر کوڑے مارو اور جو شخص بار فرمایا اس کی گردن اڑا دو۔

(سنن ابی حنیفہ ج ۸، رقم الحدیث: ۵۷۷۵، سنن ابی یوسف ج ۲، رقم الحدیث: ۷۷۷۷، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۳۳۶)

عروہ بن رویم بیان کرتے ہیں کہ ابن الدہلی سوار ہو کر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی تلاش میں گئے جب ابن کے پاس پہنچے تو کہا اے عبداللہ بن عمرو کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے خمر (انگور کی شراب) کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص میری امت میں سے خمر پئے گا اللہ اس کی چالیس دن کی نازیں قبول نہیں فرمائے گا (سنن ابی حنیفہ ج ۸، رقم الحدیث: ۵۷۷۵، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۳۳۶)

حضرت عیسیٰ بن یونس نے فرمایا عترت سے اعتنا نہ کرو یہ تمام گناہوں کی اصل ہے تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص عبارت گزار تھا اس پر ایک بدکار عورت فریفتہ ہو گئی اس نے اپنی باندی بھیج کر اس کو گواہی کے بلانے سے بلایا۔ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو دروازہ بند کر دیا اس نے دیکھا وہاں ایک حسین عورت ہے ایک غلام ہے اور ایک شراب کار تھ ہے۔ اس عورت نے کہا اے اکی قسم میں نے تم کو کوئی کے لیے نہیں بلایا لیکن میں نے تم کو اس لیے بلایا ہے کہ تم میری خواہش نفس پوری کرو۔ یا

اس شراب سے ایک پیالہ پیا اس غلام کو قتل کر دو۔ اس عابد نے کہا مجھے اس شراب سے ایک پیالہ پلاؤ، اس نے اس کو ایک پیالہ شراب پلائی، اس نے کہا اور پیالہ پھر اس نے اس عورت سے بدکاری کی اور اس غلام کو قتل بھی کر دیا۔ سو تم خمر سے اجتناب کرو کیونکہ خدا کی قسم ادا خدا شراب نوشی کے ساتھ ایمان باقی نہیں رہتا۔ سنن ابی نعیم ج ۸، رقم الحدیث: ۱۵۷۸۷

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے خمر کو پیا، چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی، پھر اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، پھر اگر دوبارہ شراب پئے تو اللہ چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہیں کرتا، پھر اگر توبہ کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، پھر اگر وہ شراب پئے تو اللہ پر حق ہے کہ وہ اس کو دوبارہ جہنم کی پھینک دے۔

(سنن ابی نعیم ج ۸، رقم الحدیث: ۵۶۸۶، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۷۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے دنیا میں شراب پی، پھر اس سے توبہ نہیں کی تو وہ آخرت میں شراب (طہور) سے محروم رہے گا۔

(سنن ابی نعیم ج ۸، رقم الحدیث: ۵۶۸۷، صحیح ابی داؤد، رقم الحدیث: ۵۵۷۵، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۶۰۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: احسن جنانے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا، نہ اس باپ کا نافرین اور نہ داعی شراب نوش۔ (سنن ابی نعیم ج ۸، رقم الحدیث: ۱۵۷۸۸)

خمر کی حد کا بیان

خرینے والے پر حد لگائی جائے گی، 'خود وہ ایک قطرہ خرینے اور خواہ اس کو نشہ نہ ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص خرینے اس کو کوڑے مارو، اگر دوبارہ پئے تو پھر کوڑے مارو، اگر سہ بارہ پئے تو پھر کوڑے مارو، اور اگر چہ تیس بار خرینے تو اس کو قتل کر دو۔ (ترمذی و ابوداؤد) البتہ قتل کرنے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے اور کوڑے مارنے کا حکم باقی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کا خون صرف تین وجہ سے جائز ہے۔ قتل کے بدلہ میں قتل کیا جائے یا شادی شدہ زانیہ کو زبردستی زانیہ یا جو شخص مرتد ہو کر دین بدل لے اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے۔ (مسلم) اور جو شخص خر کے علاوہ اور کوئی نشہ آور شروب پئے تو اس پر اس وقت حد واجب ہے جب اس کو نشہ ہو جائے اور خمر کی حد اجتماع صحابہ سے اسی کوڑے مقرر کی گئی ہے۔ نیز شراب کے نشہ میں انسان پاک و امین مسلمان کو حمت لگاتا ہے اور حمت لگانے کی سزا قرآن مجید نے اسی کوڑے مقرر کی ہے۔

بھنگ اور افیون کا شرعی حکم

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متقی ج ۵ ص ۵۹ لکھتے ہیں:

الشرع اراقی کی تکلیف اعتدالی میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مودعہ کے قصد سے بھنگ پئے یا افیون کھائے اور اس کی عقل برباد ہو جائے تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ یہ معصیت ہے، 'اور اگر اس نے علاج کی فرض سے بھنگ پی یا افیون کھائی تھی تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اب اس کا کھانا اور پینا معصیت نہیں ہے۔ فقہ اللہ پر میں بھی اسی طرح تذکرہ ہے۔ اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ بغیر فرض علاج کے بھنگ پینا یا افیون کھانا حرام ہے۔ اور بزاز میں لکھا ہے کہ اس علت سے معلوم ہوا کہ علاج کی فرض سے بھنگ اور افیون کا استعمال جائز ہے۔ (الشرائع فی حق بھی اس تفصیل کو لکھنے کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (اردو المجلد ج ۵ ص ۲۵۳) مکتبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۵ھ)

## سکون آور دواؤں کا شرعی حکم

سکون آور دواؤں کا شرعی حکم ہے۔ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَقْرَءُوا الْقُرْآنَ حَتّٰی تَغْتَسِلُوا" (نہ نہیں) اور میٹھو یا ایسے امراض میں باہر ڈاکٹری ہدایت کے مطابق استعمال کرنا جائز ہے۔ لیکن ان دواؤں کو بطور عادت یا نشہ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ تمام دواؤں کو بھی بطور اصلی (منشی) کو دودھ کرنا نہیں لیکن ان کے بعد اثرات زندگی اور صحت کے لیے بہت ضرر ہیں۔ ان دواؤں کو بہت کم استعمال کرنے سے اصل کمزور ہو جاتے ہیں اور آخر عمر میں رشتہ طاری ہو جاتا ہے۔

## تہبا کو نوشی کا شرعی حکم

اگر انسان کبھی کبھی تہبا کو پی لے تو یہ مباح ہے، لیکن تہبا کو نوشی کو عادت بنالینے اور مستقل تہبا کو پینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اب جدید میڈیکل سائنس کی اس تحقیق کو ہم دیکھیں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ تہبا کو نوشی انسانی صحت کے لیے مضر ہے، تہبا کو پینے سے ہاضمہ لوگوں کو کمزور ہو جاتی ہے۔ یہ ایک عام مشاہدہ ہے۔ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، تہبا کو سے کھجوروں کی پیازیاں پیدا ہوتی ہیں، خون کی شریانیں تنگ ہو جاتی ہیں، بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے، کینسر ہو جاتا ہے اور بہت امراض پیدا ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس یہ جسم اللہ تعالیٰ کی امت ہے، ہمیں اس جسم کو نقصان پہنچانے کا کوئی حق نہیں ہے اور ہر وہ چیز جس سے اس جسم کو نقصان پہنچے، اس سے احتراز لازم ہے اور اس کا رد ٹھک کرنا منوع ہے۔

علامہ بخاری بن شرف نووی حنفی ۷۷۱ھ لکھتے ہیں:

جو چیزیں نقصان دہ ہوں، ان کا کھانا جائز نہیں ہے۔ مثلاً زہر، شیشہ، مٹی اور چھرا اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

ترجمہ: "اے آپ کو کھل نہ کرو" اور یہ ارشاد ہے "اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" اور ان چیزوں کا کھانا

ہلاکت ہے، اس لیے ان کا کھانا نہ ہو گا جب ہے۔ (شرح المذنب، ج ۹، ص ۳۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

جوئے کی تعریف اور اس کے حرام ہونے کا بیان

اس آیت میں جو کھینے کو بھی حرام قرار دیا ہے، تو نہیں مطلق قرار دیا گئی لکھتے ہیں:

ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط لگائی جائے کہ غلبہ، مطلوب سے کوئی چیز لے لے گا، خود وہ چاندی ہو یا کوئی اور چیز۔

(المجدد ص ۶۵۳، مطبوعہ المجمع الفقہ الکواثریک، بیروت، ۱۹۷۲ھ)

میر سید شریف جرجانی حنفی ۸۸۱ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ مطلوب کی کوئی چیز غلبہ کو دی جائے گی، حرام ہے۔

(احترقات ص ۷۷، مطبوعہ المجمع الفقہ الخیر، مصر، ۱۳۰۶ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی ۱۲۵۴ھ لکھتے ہیں:

قمار، قمر سے ماخوذ ہے۔ جو بھی کم ہو تا ہے اور کبھی زیادہ ہو کر جوئے کو قمار اس لیے کہتے ہیں کہ جو کھیلنے والوں میں سے ہر

ایک اپنا مال اپنے ساتھی کو دینے اور اپنے ساتھی کا مال لینے کو (شرط کے ساتھ) جائز سمجھتا ہے۔ اور یہ نص قرآن سے حرام ہے اور

اگر صرف ایک چھب سے شرط لگائی جائے تو جائز ہے۔

(رد المحتار، ج ۵، ص ۲۵۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی حنفی ۸۴۱ھ لکھتے ہیں:

اہل علم کا جوئے کے جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور باہم شرط لگائی جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ

منہائے فرمایا آپس میں شرط لگانا جو ہے 'نہایت جاہلیت میں لوگ اپنے مال اور بیوی کی شرط لگاتے تھے۔ پہلے یہ مباح تھا بعد میں اس کی تحریم ثانی ہو گئی' جب سورۃ دوم ثانی ہوئی تو حضرت ابو بکر نے رومیوں کے امیرانوں سے غالب ہونے پر شریکین سے شرط لگائی تھی۔ نبی پیغمبر نے فرمایا: شرط میں زیادتی کرو اور مدت پچاسواں بکر بعد میں اس سے منع فرمادیا اور جوئے کی حرمت ثانی ہو گئی۔ اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ شتر سواری، گھوڑے سواری اور نیزہ بازی میں سہایت کی شرط لگانے کی رخصت ہے، یعنی سب سے آگے نکلنے والے کو انعام دیا جائے اور پیچھے رہنے والے کو انعام نہ دیا جائے۔ یہ انعام کوئی تیرا انعام یا مقابلہ کرانے والا دے گا اور اگر یہ شرط لگائی جائے کہ دونوں میں سے جو آگے نکل جائے گا وہ لے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا وہ دے گا تو یہ شرط بجا ہے اور اگر وہ کسی تیسرے شخص کو داخل کر دیں تو یہ جائز ہے اور اس کو نبی پیغمبر نے مکمل فرمایا ہے۔ (الحکم القرآن ۱۲: ۲۲) 'مطبوعہ سہیل انڈین لائبریری' (۱۳۸۵ھ)

معہ لاٹری اور سٹاکا شرعی حکم

ہمارے زمانہ میں معہ اور لازمی کاروبار ہے۔ معہ میں یہ ہوتا ہے کہ ایک مقررہ فیس ادا کر کے لوگ اس معے کو مل کر کے صاحب معہ کے پاس قسمت آؤں گے اس کے لیے بھیج دیتے ہیں اور لاکھوں شریکوں کی فیسوں کے ذریعہ جو رقم جمع ہوتی ہے اس میں سے تین چار انعام مقرر کیے جاتے ہیں۔ ملکی حیثیت سے تو اس معے کے مت سے مل جیج ہو سکتے ہیں لیکن انعام اس شخص کو ملتا ہے جس کا مل کسی مسئول کو شش کی بنا پر نہیں بلکہ جس شخص سے کھیلنے کے مل کے مطابق ہو۔ چونکہ معے میں بھی ٹریک کا دار خطرہ (Risk) ہے اس لیے یہ بھی میسر ہو کہ قلعہ ہے اور شرما بجا ہے اور حرام ہے۔

اسی طرح لازمی بھی خواہے۔ لازمی میں بڑے بڑے انعامات کا لالچ دے کر لاکھوں ٹکٹ فروخت کیے جاتے ہیں اور ٹکٹوں کے ذریعہ جو رقم جمع ہوتی ہے اس میں سے قمار اندازی کے ذریعہ چند لاکھ روپے تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں ہلال امر اور قلعہ قلعہ بڑا شہن کے رسل ٹکٹ کا دار بار عام ہے یہ کاروبار خاص خواہے اگر کوئی شخص چاہے حق کے مریضوں کی مدد اور غریب بیماروں کے لیے خون میا کرے تو سیدھے اور صاف طریقہ سے اگر فن لوادوں میں طبیعت جمع کرانے لازمی کے ٹکٹ خرید کر قسمت آؤں گے اس کے راست سے غریب اور بیمار مریضوں کے لیے جوئے کی رقم مہیا کرے اسی طرح وہ سارے کھیل اور کام جوئے میں داخل ہیں جن میں اشیاء کی تقسیم کا دار حق اور خدمات اور عقلی فیصلوں پر رکھنے کے بجائے شخص کسی اتفاق امر پر دیا جائے۔ گھوڑوں کے مقابلوں میں اور بین الاقوامی کھیلوں میں ہار جیت پر جائیں سے شرط لگانا اسی طرح بارش ہونے نہ ہونے پر یا کسی بھی اتفاق امر پر جائیں سے شرط لگانا صراحتاً معہ اور خواہے اور بجا ہے اور حرام ہے۔

کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر

جسمانی ورزش اور باہمی دلچسپی کے لیے جو کھیل کھیلے جاتے ہیں ان کے کھیلنے سے اگر کسی غیر شرعی امر کا ارتکاب نہ ہوتا ہو اور کوئی مہلت ضائع نہ ہوتی ہو تو ان کا کھیلنا جائز ہے۔ مثلاً بعض کھیل ایسے ہیں جن میں کھلاڑی ٹکٹوں سے اونچا نیچا پہنتے ہیں، بعض کھیل ایسے ہیں جو صبح سے شام تک جاری رہتے ہیں اور ظہر کی نماز کا وقت کھیل کے دوران آکر نکل جاتا ہے اور کھلاڑی اور کھیل دیکھنے والے نماز کا کوئی خیال نہیں کرتے کھیلنے اور چلنے کا وقت کیا جاتا ہے لیکن نماز کا کوئی وقفہ نہیں ہوتا بعض دفعہ کسی کھیل میں ہار جیت پر کوئی شرط رکھی جاتی ہے۔ یہ سب امور بجا ہے۔

انسان کی صحت اور جسم کو چاق و چمد رکھنے کے لیے کھیل اور ورزش دونوں بہت ضروری ہیں۔ بعض لوگ میز کرے پر بیٹھ کر دن رات بٹے بٹے کھیلنے کا کام کرتے ہیں ان کو اپنے کام کی وجہ سے زیادہ چلنے پھرنے اور جسمانی مشقت کا موقع نہیں ملتا اس

کی وجہ سے ان لوگوں کی توجہ نکل آتی ہے اور خون میں کھینچ کر دل کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ لوگ ذیابیطس (خون میں شکر کا ہونا) پائی بلڈ پریشر دل کی بیماریوں، معدہ کا ضعف اور گیس کا افکار ہو جاتے ہیں، ان بیماریوں سے محفوظ رہنے یا بیماری لاحق ہونے کے بعد ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مختلف قسم کے کھیلوں اور ورزشوں میں مشغول رہنا حفظانِ صحت کے لیے نہایت ضروری ہے۔

اسلام میں مختلف کھیلوں اور ورزشوں کی بھی مناسب حد تک حوصلہ افزائی کی گئی ہے، نبی ﷺ نے گھڑ سواری کا مقابلہ کرایا، پیدل دوڑ کا مقابلہ کرایا، آپ ﷺ نے خود بے غش تیس دوڑ کے مقابلہ میں حصہ لیا، اسی طرح آپ ﷺ نے کشتی بھی کی اس سلسلہ میں ہم نے تمام احادیث شرح صحیح مسلم، جلد سولس میں بیان کر دی ہیں۔

جسم کو چاق و چمرند اور صحت کو قائم رکھنے کے لیے جو کھیل کھیلے جائیں اور جسمانی ورزشیں کی جائیں، ان میں یہ نیت ہونی چاہیے کہ ایک صحت مند اور طاقتور جسم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر زیادہ اچھی طرح عمل کر سکتا ہے اور حقوقِ اعلیٰ کی لڑائی اور غلبہ خدا کی خدمت میں سرورست اور توانا جسم سے بہتر طور پر کی جاسکتی ہے۔ اس لیے اچھی صحت اور طاقت کے حصول کے لیے مناسب کھیلوں اور ورزشوں میں حصہ لینا چاہیے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

بغیر کسی عوض کی شرط کے مقابلہ میں حصہ لینا مطلقاً جائز ہے اور نہ اس میں کسی معین جنس کے مقابلے کی قید ہے۔ خواہ پیادہ دوڑ کا مقابلہ ہو، کشتیوں کا ہو یا پرندوں، چمچوں، گدھوں اور باتھوں یا بندوقوں کا مقابلہ ہو۔ اسی طرح کشتی لڑنا بھی جائز ہے اور طاقت آزمائی کے لیے چمچ لڑنا بھی جائز ہے، کیونکہ ایک سزیم نبی ﷺ نے حضرت عائشہ سے دوڑ میں مقابلہ کیا ہے۔ حضرت سلم بن اکوع نے ایک انصاری سے دوڑ میں مقابلہ کیا، نبی ﷺ نے حضرت زکندہ سے کشتی لڑی اور نبی ﷺ ایک قوم کے پاس سے گزرے، جو پھراٹھا کر طاقت آزمائی کر رہی تھی، آپ ﷺ نے ان کو منع نہیں فرمایا۔ (المعنی، ج ۲، ص ۳۸، مطبوعہ بیروت)

ان تمام احادیث اور آثار میں اس کا ثبوت ہے کہ صحت اور قوت کو برقرار رکھنے کے لیے صحت مند کھیلوں اور جسمانی ورزشوں کو اختیار کرنا چاہیے، اور ان کھیلوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے مقابلہ مستعد کرنا بھی جائز ہے۔ البتہ کسی بھی مقابلہ پر ہار جیت کی شرط رکھنا جائز ہے۔

چو سراور شطرنج کے متعلق مذہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

برہ کھیل جس میں قمار ہو، وہ حرام ہے اور جس کھیل میں کسی بھی جہت سے کسی عوض کی شرط نہ ہو، ان میں سے بعض حرام ہیں اور بعض مباح ہیں۔ حرام تو نہ شیر ہے۔ لہم ابو حنیفہ اور اکثر شافعیہ کا بھی قول ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ وہ ہے حرام نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ لہم ابو ہریرہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ جریر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے نہ شیر (چو سراور) کو کھلایا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی غارتگری کی اور حضرت بریدہ جریر سے روایت کیا ہے کہ جس نے نہ شیر کو کھلایا، اس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے خون اور گوشت میں رنگ لیے اور سید بن جبہ جو نہ شیر (چو سراور) کھیلنے والوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام نہیں کرتے تھے۔

ابن دلائل کی بناء پر جو شخص بار بار نہ شیر (چو سراور) کھیلے، اس کی گواہی مقبول نہیں، عام ازیں کہ وہ جوئے کے ساتھ کھیلے یا غیر جوئے کے۔ لہم ابو حنیفہ اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا ظاہر مذہب ہے، "شطرنج بھی چو سراور کی طرح حرام ہے۔"

البتہ اگر سر کی حرمت زیادہ شدید ہے، کیونکہ اس کی حرمت میں صریح نص وارد ہے اور شرع کو چھو سر قیاس کر کے حرام کیا گیا ہے۔ کاظمی ابو الحسن نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، سعید بن مسیب، قاسم، سالم، عروہ، محمد بن علی بن حسین، ذریق اور امام مالک کے نزدیک شرع حرام ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ شرع مباح ہے۔ حضرت ابو ہریرہ، سعید بن مسیب اور سعید بن جبہ کا بھی یہی مذہب ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ اصل اشیا میں اباحت ہے اور شرع کی تحریم میں کوئی نص وارد نہیں ہے اور نہ ہی شرع اور روایت میں کوئی علت مشترکہ ہے۔ لہذا یہ اپنی اصل پر مباح ہے نیز شرع سے جنگی چالوں کی مٹھ ہوتی ہے لہذا یہ نیزہ بازی، تیر اندازی اور گھوڑے سواری کے مشابہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں، ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے معنی جوئے کو حرام کیا ہے۔ (المائدہ ۹۰) اور حضرت علی نے شرع کو بھی میرا فرمایا اور شرع کھیلنے والے اس کھیل سے جنگی چالوں کی تربیت حاصل کرنے کا قصد نہیں کرتے، ان کا اس سے قصد صرف کھیل یا جوا ہوتا ہے۔ نیز اس میں مشغول ہو کر انسان نمازوں اور خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے امام احمد نے قریبا کہ شرع کھیلنے والے کی شلوت بھی مردود ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ ابو جبر نے لکھا کہ جو شخص شرع کو کھیلے تو یہ فعل حرام ہے اور اگر اس کو مباح سمجھنے والا دیکھے تو اس کی شلوت مسترد نہیں ہوگی، لہذا یہ کہ اس کھیل کی وجہ سے وہ نمازوں سے غافل ہو جائے یا اس کھیل میں وہ جھوٹی قسمیں کھائے یا بازار میں بیٹھ کر کھیلے یا اس کی وجہ سے کوئی اور سستی اور بے وقت حرکت ہو۔ یہ امام شافعی کا مذہب ہے، سو شرع کا بھی دعویٰ علم ہے جو باقی مختلف فیہ مسائل کا حکم ہو تا ہے۔ (المعنی ج ۲، ص ۲۵۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ علاء الدین، الحنفی لکھتے ہیں:

نرد (چو سرا) اور شرع کھیلنا مکروہ تحریمی ہے، امام شافعی نے شرع کھیلنے کو مباح کہا ہے۔ امام ابو یوسف سے ایک روایت یہی ہے، یہ اس وقت ہے جب اس میں شرع نہ لٹکی جائے اور نہ اس کو کھیلنے کی علت بتائی جائے اور نہ اس میں مشغولیت کی بناء پر کسی وجہ کو ترک کیا جائے، ورنہ شرع کھیلنا بدعت حرام ہے۔

(در مختار علی بائیں رد المحتار، ج ۵، ص ۲۵۳-۲۵۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

کرکٹ میچ کے متعلق امام احمد رضا کی ہدایت

مولانا اقبال احمد نوری لکھتے ہیں:

مرورہ ۱۴۰۲ھ کا ہوا اعلیٰ احمد حسین صاحب نے نجیب آباد میں انتہائی طاقت کے دو ران ایک عجیب واقعہ بیان کیا کہ جب میں بریلی جلی سکول میں پڑھ رہا تھا اور وہیں بورڈنگ ہاؤس میں رہتا تھا اور ہفتہ میں دو تین بار اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ میرٹھ کی ایک ٹیم ہرچنگ سے جیت کر کامل میچ کھیلنے بریلی آئی، ہیڈ ماسٹر انگریزی بھی ساتھ تھا۔ پہلے روز بریلی کی ٹیم کھیل اور میں رانا بنا کر چوری ٹیم آؤٹ ہو گئی، جس کے سبب بڑی سراسیمگی پیدا ہو گئی اور جیتنے کا کوئی امکان نہ رہا۔ اسی روز بعد مغرب میں اور غلام بیٹائی کہ ہم دونوں ہم سبق اور پڑھ لیتے تھے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری کیفیت بیان کی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ میرٹھ اور بریلی جڑو چمک کے کھیلنے والے یہی امید لیے ہوئے ہیں کہ ہماری جیت ہو۔ پھر بریلی کے طلبہ کی اگر اندوکی جائے جب کہ ہر دو فریق میں مسلم اور غیر مسلم طلبہ موجود ہوں گے۔



مرض کیا ہے حضور! بت تو کی ہے، مگر مشرقیہ صاحب جو سید ہیں، حضور انہیں خوب جانتے ہوں گے۔ فرمایا ہوا عرض کیا، تو ان کو گیند بلائی کھلائے ہیں اور ڈل ماسٹر بھی ہیں، ان کی تحلوں میں چند روپیے ترقی اس شرط پر قرار پائی ہے کہ بریلی والے جیت جائیں، فرمایا یہ بات قاتل غور ہے۔

ارشاد فرمایا اگر میرٹھ والوں کے سولہ نمبر انہیں تو بریلی والوں کی جیت ہے۔ عرض کی یہی حضور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ کل صبح جب بریلی کے لڑکے کھیلنے کے لیے پلٹیں تو انہیں جو مسلمان ہوں انہیں سکھا دیا جائے کہ ہم اللہ پڑھ کر قدم بنائیں اور سیدھے ہاتھ کی انگلیوں پر، پھٹکیلی سے شروع کریں اور کبھی بعض یہ پانچ حروف ہیں ہر حرف پڑھتے جائیں اور ایک ایک انگلی بند کرتے جائیں، پھر اٹے ہاتھ پر جمعہ یعنی یہ بھی پانچ حروف ہیں ہر حرف پڑھتے جائیں اور ایک ایک انگلی بند کرتے جائیں، جب دونوں مٹھیاں بند ہو جائیں تب سورۃ "السم تر کیف" پڑھیں۔ جب تر میہم پڑھیں تو اس کو دس بار پڑھیں اور ہر بار سیدھے ہاتھ کی ایک ایک انگلی کھولتے، پھر اٹے ہاتھ کی پہلی تک دس بار تر میہم پڑھنے میں دس انگلیاں کھل جائیں گی، پھر پتھر سورۃ بحارۃ من سحیل فہلعلہم کعصف ماکول پڑھ کر اپنی جگہ جا کر کھڑے ہو جائیں اور جولا گیند پھینکے اسے سکھائیں کہ ہر مرتبہ حم مصرون پڑھ کر گیند پیچھے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹ دن تک میرٹھ کے وہ سب لڑکے اکٹھے ہو گئے جو نہ معلوم کمال کمال سے جیت کر آئے تھے۔

یہ تھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی فن رماشی، کمال کئے یا کرامت کہ۔ آپ نے بیش ایک ایسا عمل عطا فرمایا کہ اس عمل کے ذریعہ ہر قسم کے مغالوں میں فتح حاصل کی جاسکتی ہے، بعض عاملین نے اس پر یہ کہا کہ کسی بھی جیت پر میرٹھ والوں کے سولہ دن سے زیادہ بن ہی نہیں سکتے تھے، کیونکہ اس عمل میں بھی ایک عجیب غلط اور حکمت ہے۔ کبھی بعض میں پانچ حروف ہیں جمعہ میں پانچ حروف ہیں اور تر میہم میں چھ حروف ہیں۔ اس طرح کل مل کر سولہ حروف ہوئے، پس اعلیٰ حضرت نے اس عمل کے ذریعہ ہر شے کر دی تھی۔ لہذا سولہ دن سے آگے بڑھنا اور اس سے کم ہونا ممکن تھا۔

(شیخ شہستان رضا، ص ۵۰-۴۸، مطبوعہ روی، بیکنی شہر، لاہور)

شراب پر زیادہ تفصیل بحث شرح صحیح مسلم جلد سولس اور خاص میں ہے اور جوئے پر زیادہ تفصیل مکتوہ شرح صحیح مسلم جلد رابع اور خاص میں ہے۔

شراب اور جوئے کی دینی اور دنیاوی خرابیاں

اس آیت میں دس وجوہ سے شراب اور جوئے کی حرمت بیان کی گئی ہے:

۱۔ شراب اور جوئے کو جوں اور فل کے تیروں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور ہفت اور فل کے تیر حرام ہیں، سو شراب اور جو

اگر حرام ہیں۔

۲۔ شراب اور جوئے کو جس یعنی نیاک فرمایا ہے اور نیاک چیز حرام ہے، اس لیے شراب اور جو

اگر حرام ہیں۔

۳۔ ان کو شیطان کا عمل فرمایا اور شیطان کا عمل حرام ہے۔

۴۔ ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور جس سے اجتناب کرنا واجب ہو اس کا ارتکاب کرنا حرام ہے۔

۵۔ ان سے اجتناب کرنے پر انہی خود و کلام موقوف ہے اور ان کا ارتکاب خود و کلام کے معنی ہے اور جو چیز انہی خود و کلام کے معنی ہو وہ حرام ہے۔

۶۔ ان کے ذریعہ شیطان تمہارے درمیان بغض پیدا کرتا ہے اور بغض حرام ہے۔



صحیح البخاری کی حدیث الحرجت میں مذکور ہے کہ سراقہ بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر کا بچہ کیا تو میں نے حیر سے قسمت معلوم کی 'کیا مجھے نفع ہو گا یا نقصان' تو وہی نکلا جس کو میں پسند کرتا تھا (ج ۳، رقم الحدیث: ۳۹۰۹) امام ابن جریر نے کہا نہ جانیت میں وہ عین قسم کے تھوں پر اکتفا کرتے تھے۔ ایک پر لکھا ہو 'تھا' 'کام کرو' دوسرے پر لکھا ہو 'تھا' نہ کرو' اور تیسرا سلاو ہو 'تھا' قرآن نے کہا ایک پر لکھا ہو 'تھا' میرے رب نے حکم دیا ہے۔ دوسرے پر لکھا ہو 'تھا' میرے رب نے منع کیا ہے۔ اور تیسرا سلاو ہو 'تھا' جب ابن میں سے کوئی شخص کام کرنا چاہتا تو وہ حیر سے قل نکلتا، اگر لکھا ہو 'تاکر' تو وہ کام کرنا اور اگر لکھا ہو 'تا' نہ کرو' تو وہ کام نہ کرتا اور اگر تیسرا سلاو نکلتا تو وہ دوبارہ قل نکالتا امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ قریش کا سب سے بڑا بت میل تھا یہ کعب کے درمیان میں نصب تھا اس کے پاس تیر رکھے ہوتے تھے۔ جب انہیں کوئی صم درپیش ہوتی تو وہ ان تھوں سے قل نکالتے اور جس قسم کا تیر نکلتا اس پر عمل کرتے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ افرازی طور پر تھوں کا استعمال کرتے ہوں جس طرح سراقہ نے کیا تھا' امام ابن جریر طبری نے سعید بن جریر سے روایت کیا ہے کہ ازلام سفید نکلیں قصی اور حجاب سے نقل کیا ہے کہ وہ چرتے، جن پر کچھ لکھا ہو 'تھا' اور وہ اپنے سر میں خواوہ سزہنگ کا ہو یا تجارت کا فن چروں کے ساتھ سفر کرتے تھے یہ تفسیر اس پر محمول ہے کہ وہ کعبہ والے ازلام کے علاوہ تھے۔ مہ شین کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے ازلام (قل نکالتے کے حیر) عین قسم کے تھے۔ (۱) یہ عین قسم کے حیر تھے اور یہ ہر ایک کے پاس تھے (۲) یہ احکام کے حیر تھے اور یہی کعب میں تھے اور یہ عرب کے ہر حاکم اور کانن کی دسترس میں ہوتے تھے یہ حیر ملت قسم کے تھے اور ان پر قصص اور سنت و فیہو کے احکام لکھے ہوتے تھے اور ایسے امور جو بہ کثرت پیش آتے تھے۔ (۳) یہ جوئے کے حیر تھے یہ دس قسم کے تھے 'ملت و حداری دارتے اور عین سلاو تھے اور وہ ان تھوں کے ساتھ جو اکیتے تھے۔

ابو عبیدہ نے کہا قسمت معلوم کرنے یا قل نکالتے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ تیر کو چمکاتے تاکہ ان کی قسمت معلوم ہو۔ آیا وہ سفر کریں یا نہ کریں، جنگ میں جائیں یا نہ جائیں اور جو کچھ لکھا ہو انکا اس کے مطابق عمل کرتے۔

(صحیح البخاری ج ۸، ص ۴۷۸-۴۷۹، مطبوعہ لاہور ۱۳۰۱ھ)

ازلام کی تفسیر میں مزید مباحث اور مسائل اسی سورت کی آیت نمبر ۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔  
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کا حکم ہو اور رسول کا حکم ہو اور مصلحت ہو پھر اگر تم نے حکم دہلی کی تو چاہن لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف احکام کو صاف طور سے پہنچانے کا ہے (المائدہ: ۳)

یعنی اللہ اور اس کے رسول نے فرم جوئے اور دیگر عمرات سے اجتناب کا جو حکم دیا ہے اس حکم پر عمل کرو اور اس بات سے ڈرو کہ اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کی تو دنیا میں تم پر کوئی مصیبت آجائے گی یا تم آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ  
جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ انہیں کوئی آفت پہنچے یا دردناک عذاب۔

(النور: ۳۳)

اور اگر تم نے اعراض کیا اور ہمارے رسول کے حکم پر عمل نہیں کیا تو رسول اللہ ﷺ تو ہمیں تبلیغ فرما چکے ہیں اللہ کی محبت تم پر پوری ہو چکی ہے اور اب تمہارے لیے کسی عذر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔

اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کمالی پیکے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی بشرطیکہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور ایمان پر برقرار رہیں اور نیک عمل کرتے رہیں پھر اللہ سے ڈرتے رہیں اور بدستور ایمان پر قائم رہیں۔ پھر اللہ سے ڈرتے رہیں اور اچھے کام کرتے رہیں اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(المائدہ: ۹۳)

### شان نزول کا بیان

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب شراب حرام ہونے کا حکم نازل ہوا تو صحابہ نے کیا یا رسول اللہ! ہمارے ان بھائیوں کا کیا حال ہو گا جو شراب پیتے تھے اور اسی حال میں فوت ہو گئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کمالی پیکے ہیں اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔

(اسد امروہ ج ۱، رقم الحديث: ۲۰۸۸۳-۲۰۸۸۴، معجم ابن جریر، ج ۱، ص ۲۳۳، طبع قدیم، جامع الہیان، ج ۱، ص ۵۰، امام حاکم نے کیا یہ حدیث صحیح ہے اور امام ابی نے ان کی سوانح کی، المستدرک ج ۳، ص ۳۳۳)

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت براہ پرچہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے فوت ہو گئے۔ جب شراب حرام کر دی گئی تو صحابہ نے کیا حال ہو گا جو شراب پیتے رہے اور فوت ہو گئے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ امام ابو یوسف نے کیا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(اصح ترمذی، ج ۱، رقم الحديث: ۳۰۳۳۰-۳۰۳۳۱، معجم ابن جریر، ج ۱، رقم الحديث: ۲۰۸۵۰-۲۰۸۵۱، معجم ابو یوسف، ج ۱، ص ۵۰، جامع الہیان، ج ۱، ص ۵۰)

### تحريم خمر کی تاریخ

حافظ شب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں نے سورۃ مائدہ کی تفسیر میں یہ لکھا تھا کہ شراب حجۃ کے سال (۶۱۰ھ) میں حجۃ کے پہلے حرام کی گئی تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ علامہ واسطی نے اپنی بیروت میں حرام کے ساتھ لکھا ہے کہ شراب کو حدیبیہ کے سال حرام کیا گیا اور حدیبیہ کا واقعہ چھ بھری میں ہوا تھا اور امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ حکم غزوہ فسطح کے واقعہ میں نازل ہوا تھا اور یہ جنگ احد کے بعد کا واقعہ ہے اور واقعہ قول کے مطابق یہ چار بھری کا واقعہ ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس (انسان) لوگوں کو شراب پلا رہا تھا اور اس وقت قوم میں سب سے چھوٹا صحابہ صحیح ابی بکر ص ۱۰۰، رقم الحديث: ۵۵۸۳، تو اگر چار بھری میں شراب کی تحریم نازل ہوئی تو حضرت انس اس وقت چودہ سال کے ہوں گے تو پھر وہ ان میں سب سے چھوٹے کیسے ہوئے۔ (صحیح ابی بکر ص ۱۰۰، مسلم ج ۱، ص ۳۰۴، لاہور، ۱۳۰۴ھ)

شراب کو حرام کر کے اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے کیونکہ شراب عقل کو زائل کر دیتی ہے سو جو چیز عقل کو زائل کر دے اس کو حرام کر دینا ہم پر رحمت بڑا انعام ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے تو پھر گذشتہ امتوں میں خمر کو کیوں حلال رکھا گیا جبکہ عقل کی ان کو بھی ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نشہ کرنا تمام ادیان میں حرام رہا ہے، ان پر خمر کی قلیل مقدار حلال تھی، ہم پر خمر کی قلیل مقدار بھی حرام کر دی گئی تاکہ قلیل مقدار میں خمر کا پتہ کثیر مقدار میں خمر سے خراب نہ بن جائے اور یہ اللہ

تقویٰ کا ہم پر خصوصی کرم ہے، کیونکہ اس نے ہم کو خیرِ اہم قرار دیا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر اس حکمت کی وجہ سے ایسا نہ ہو، اسلام میں شرک حرام کیوں نہیں قرار دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہ اسلام میں شرک کو مباح رکھا تاکہ مسلمان غم کے لہذا کا خدا مشاہدہ کریں، حتیٰ کہ جب ان پر غم حرام کر دی گئی تو انہوں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم برحق ہے۔ اللہ کے خوف کو تین بار ذکر کرنے کی توجیہات

اس آیت میں فرمایا ہے کہ شریکِ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور ایمان پر برقرار رہیں اور نیک عمل کرتے رہیں، پھر اللہ سے ڈرتے رہیں اور بدستور ایمان پر قائم رہیں، پھر اللہ سے ڈرتے رہیں اور اچھے کام کرتے رہیں۔

اس آیت میں دو مرتبہ ایمان لانے اور تین مرتبہ اللہ سے ڈرنے کا ذکر فرمایا ہے، اس کی کئی تفسیریں ہیں۔

۱۔ پہلے ایمان اور تقویٰ سے مراد اصل ایمان اور اصل تقویٰ ہے، یعنی انہوں نے شرک اور کفر کو ترک کیا اور اللہ پر ایمان لائے اور دوسری مرتبہ اللہ سے ڈرنے اور اس پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس ایمان اور تقویٰ پر برقرار رہے اور تیسری مرتبہ اللہ سے ڈرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے خوف سے اس کے بندوں پر ظلم کرنے سے باز رہے، اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہے۔

۲۔ پہلی بار اللہ کے ڈر اور اس پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اس کے نازل کیے ہوئے سابقہ احکام مثلاً نماز، روزہ اور جملہ فیوض پر ایمان لائے اور دوسری مرتبہ اللہ کے خوف اور اس پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے خوف سے بعد میں نازل ہونے والے احکام پر ایمان لائے، مثلاً بعد میں شراب، بھگے، انصاف اور ازلام کو حرام کیا گیا تو وہ ان کی حرمت پر ایمان لے آئے، پھر تیسری بار اللہ کے ڈر سے مراد یہ ہے کہ وہ خوفِ خدا سے محبت سے اجتناب کرنے پر برقرار رہے اور نیک سلوک کرتے رہے۔

۳۔ پہلی بار اللہ کے ڈر اور اس پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ وہ خوفِ خدا سے محبت سے بچتے تھے اور ایمان اور اعمال صالحہ پر برقرار رہتے تھے، اور دوسری بار ذکر سے مراد یہ ہے کہ وہ خوفِ خدا سے بعد میں حرام کی جانے والی چیزوں، مثلاً شراب سے مجتنب ہوئے اور اس کی تحکیم پر ایمان لائے اور تیسری بار ذکر سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے ڈر سے اس اجتناب اور اعمال صالحہ پر برقرار رہے۔

۴۔ تین بار ذکر سے تین مواضع مراد ہیں، یعنی وہ ہر جگہ اللہ سے ڈرتے تھے، محل میں بھی اللہ سے ڈرے اور مستقبل میں بھی اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

۵۔ تین بار ذکر سے تین احوال مراد ہیں، یعنی وہ خوفِ خدا سے کوئی ایسی بات نہیں کہتے جو اللہ عز و جل کی شان کے لائق نہ ہو، اور نہ کوئی ایسی بات کہتے ہیں جو آپ و رسالت کے مطابق ہو، اور نہ کوئی ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے اپنے نفس اور عام مسلمانوں کے لیے باعثِ ضرر ہو، بلکہ اس کے برعکس وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، پیغمبر اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں کوشش رہتے ہیں۔

۶۔ وہ خوفِ خدا سے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں، خلافِ سنت اور خلافِ اولیٰ کاموں سے بچتے ہیں اور بعض ایسے مباح کاموں سے بچتے ہیں جو بدعت اور عمتِ نفس کا سبب ہوں۔

۷۔ اس سے مراد سلوک کی ابتداء، سلوک کا دوسرا اور سلوک کی اختتام ہے جس میں انسان محبوبِ حقیقی سے واصل ہو جاتا ہے۔

۸۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے عمر کے تین اودار مرلو ہوں یعنی وہ عمر کی ابتدا میں بھی اللہ سے ڈرتے تھے و سلا میں بھی نور آغریں بھی۔

۹۔ وہ شراب کی تحریم نازل ہونے سے پہلے بھی اس سے اجتناب کرتے تھے اس کی تحریم نازل ہونے کے بعد بھی اس سے اجتناب کرتے رہے اور باقی اہل میں خوف خدا سے گناہوں سے اجتناب کرتے رہے اور نیک عمل کرتے رہے۔

۱۰۔ اس عمار سے اہل اور خوف خدا کی تاکید اور اس میں مبالغہ مقصود ہے تاکہ مسلمان اس پر نہایت اہمیت کے ساتھ برقرار رہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الْيْلُوكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصِّدِّ تَنَالُهُ

اے ایمان والو! اللہ تم کو مژدہ ایسے شکار سے آڑنے کا جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے

اُیدیگم ورماحکم لیعلم اللہ من یخاؤہ بالغیب فہن اعتدی

نیز سے پہنچ سکیں تاکہ اللہ ظاہر کر دے کہ کون اس سے خفا نہ ڈرتا ہے اور جس نے اس (خفیہ)

بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا

کے بعد اسے جہنم کی اس کے لیے دردناک عذاب ہے ۵ اے ایمان والو! حالت اعرام میں شکار نہ

الصِّدِّ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ وَمَنْ قَتَلَ مِنْكُمْ مَّتَعِدًا فَجَزَاءُ مِثْلٍ

نارو ، اور تم میں سے جس نے خدا شکار مارا تو میں جائز کہ اس نے مارا ہے

مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدَلٍ مِّنْكُمْ هَدِيًّا بَلِغٌ

اس شخص کو پیشوں میں سے اسی کی مثل قرآن کہتا ہوں ، تم میں سے دو نصف اس کی

الْكُغْبَةِ أَوْ كَفَّارَةً طَعَامٍ مِّسْكِينَ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكَ مِیَامًا

حلیت کا نیکو کر کے وہاں مایک یہ قرآن کہہ کر پہنچنے والی برائی (اس پر) چند میسرین کا کھانا ہے یا ان کی تعداد کے برابر

لِيَذُوقُوا وَبِالْأَمْرِ عَفَا اللَّهُ عَنْمَا سَلَفٌ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ

خدا سے رکھتا ہے مگر وہ اپنے کثرت کا مزہ چھے ، مگر اگر یہی اس کو اللہ نے صاف کر دیا ، اور جو دوبارہ کام کرے گا تراش

اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ اُجْلٌ لَّكُمْ صِيْدُ الْبَحْرِ

اس انتقام سے کہ اور اللہ بہت غالب منتقم ہے ۵ تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام

طَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلْغِيَّارَةِ ۚ وَحُذِرَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ

حلال کر دیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے۔ اور جب تک تم احرام میں ہو تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام

حُرْمًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۹۶﴾

کر دیا گیا ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے حضور تم سب پیش کیے جاؤ گے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ تم کو ضرور ایسے شکار سے آزاد کرے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے  
نیوے پہنچیں تاکہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ کون اس سے عتابزدہ رہتا ہے جو جس نے اس حیر کے بعد حد سے جلوہ کیا اس کے  
لیے دردناک عذاب ہے۔ (المائدہ ۹۴)  
شان نزول اور مناسبت

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حدیبیہ کے سال میں نازل ہوئی، بعض مسلمانوں نے احرام باندھا ہوا تھا اور بعض نے احرام  
نہیں باندھا ہوا تھا اور جب ان کے سامنے شکار آتا تو ان کے احوال اور افضل مختلف ہوتے اور ان پر احکام مختلف ہو جاتے۔ تب  
اللہ نے ان کے احوال اور افضل کے احکام بیان کرنے اور حج اور عمرہ میں ممنوع کام بیان کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

(الجامع لاحکام القرآن ۶/۲۶۶ ص ۲۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابن ابی حاتم نے مقاتل سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت مجزہ حدیبیہ میں نازل ہوئی، جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وحشی  
جانوروں کے شکار کی اجازت میں جلا کیا اور وہ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے، وحشی جانور بکھرتا ان کی سواروں کے گرد بھر  
رہے تھے، اور وہ ان کے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں تھے۔ حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر عدد کے چوڑے اور وحشی جانوروں  
کے بچے اور انڈے ان کے ہاتھوں کی زد میں تھے اور بڑے جنگلی جانور مثلاً جنگلی گدھا، گائے اور اونٹ وغیرہ ان کے نیزوں کی زد  
میں تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو شکار قہر تھے، وہ ان کے ہاتھوں کی دسترس میں تھے اور جو شکار دور تھے، وہ ان کے نیزوں کے  
نشانوں پر تھے۔ نیزہ گاڑ کر اس لیے فرمایا ہے کہ وہ شکار کرنے کا برا اختیار ہے، حیر اور دیگر ہتھیار بھی اس میں شامل ہیں۔

(روح المعانی ۷/۷ ص ۲۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے پہلے آجوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا جن پاکیزہ اور پسندیدہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے، ان  
کو حرام نہ قرار دو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کو مستحکم فرمایا اور فرمایا کہ یہ حرام اور نجس ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحشی  
جانوروں کے شکار کرنے کو حرم پر حرام قرار دیا، اور شکار کرنے پر اس کی غلبہ اور تذکرہ کے لیے تینوں بیان فرمایا۔  
”تاکہ اللہ یہ جان لے“ کی توجیحات

اس آیت کے دوسرے جز کا حقیقی معنی یہ ہے، تاکہ اللہ یہ جان لے کہ کون اس سے عتابزدہ رہتا ہے۔ اس پر یہ اعتراض  
ہو تا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیش سے پہلے دلا ہے اور کسی شخص کے کسی کام کرنے یا نہ کرنے پر اس کا علم موقوف نہیں ہے،  
اس لیے ہم نے اس کا معنی یہ کیا ہے، تاکہ اللہ یہ ظاہر کر دے کہ کون اس سے عتابزدہ رہتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علم سے  
مراو علم ضرور ہے۔ اس کو حکماء کی اصطلاح میں علم تصبیلی سے تعبیر کرتے ہیں، جو معلومات کا مین ہے، اس کے برخلاف علم  
ادبالی عالم کا مین ہوتا ہے۔

علامہ بیہولی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کا ذکر کیا ہے اور اس سے مراد معلوم کو واقع کرنا اور اس کو ظاہر کرنا ہے۔ نیز علامہ بیہولی نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص اللہ سے ٹکارتا ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا علم باطن متعلق ہو جائے اور بعض مفسرین نے کہا میں پر منفی معذوف ہے، یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ کے کوئی اور جان لیں کہ کون اللہ سے ٹکارتا ہے اور اسے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ نے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے، تاکہ اللہ پہچان کرادے اس کی جو بین دیکھے اللہ سے ڈرتا ہے۔

### حالات احرام میں شکار کرنے کی مزا

اس کے بعد فرمایا جس نے اس حبیہ کے بعد حد سے تھوڑا کیا اس کے لیے دردناک عذاب ہے کیونکہ حبیہ کے بعد حرم کا شکار کے روپے ہوا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے محض لاپرواہی برتا ہے اور سوہا ہلکی ہے اور اس کے ڈر اور خوف سے اپنے آپ کو آزاد کرنا ہے اور جو شخص اپنے فہم کو نکال دالتے پر قدرت ہو اور اس حکم کے آسان احکام میں آزمائش پر پورا نہ اتر سکے اس سے کب توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ بڑے بڑے اور سخت احکام میں آزمائش پر پورا اتر سکے گا۔ تھوڑا یہ ہے کہ یہ عذاب آخرت میں ہو گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کی پشت پر ہند کر کے اس پر کوڑے لگائے جائیں گے اور شیخ الاسلام نے کہا اس کو دنیا میں بھی سزا دی جائے گی اور وہ آخرت میں بھی عذاب کا مستحق ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! حالت احرام میں تم شکار نہ کرو اور تم میں سے جس نے عموماً شکار مارا تو جس جانور کو اس نے مارا ہے اس شخص کو مہینوں میں اس کی مثل قربانی کرنی ہوگی، تم میں سے وہ شخص اس (کی مثلیت) کا فیصلہ کریں گے اور انعامیکہ یہ قربانی کب کو پہنچنے والی ہو (اس پر) چند مسکینوں کا کھانا ہے یا ان (کی تعداد) کے برابر روزے رکھنا ہیں تاکہ وہ اپنے کثرت کا سزا پہنچے۔ جو کر گیا اس کو اللہ نے معاف کر دیا اور جو دوبارہ یہ کام کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ سخت عذاب ختم ہے۔ (المائدہ: ۹۵)

### فحش کے جانوروں کے قتل کی ممانعت سے پانچ فاسق جانوروں کا استثناء

فحش کے شکار کو نامحرم پر حرام ہے اور سمندری شکار کو مباح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهُ . تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا مَنَاعَا لَكُمْ وَلَئِنْ تَارَکُوْا (المائدہ: ۹۶) ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لیے۔

فحش کا شکار وہ ہے جو فحش میں پیدا ہوا ہو اور فحش ہی میں رہتا ہو اور سمندری شکار وہ ہے جو پانی میں پیدا ہوا ہو (خود پیدا ہوا یا سمندری پیدا ہوا ہو) اور پانی میں رہتا ہو اور شکار اس جانور کو کہتے ہیں جو اپنی اصل خلقت کے اعتبار سے انسانوں سے غیر مانوس ہو اور ان سے خوف اور وحش ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فحش کے جانوروں کو قتل کرنے کی ممانعت کے حوالی حکم سے پانچ طبیعت جانوروں کو مستثنیٰ فرمایا ہے۔ گائے، لکڑی، بھینس، خیل، گوا، سانپ اور بچھو۔ کیونکہ یہ جانور ایسا نہ ہو۔ حملہ آور ہیں اور ایذا پہنچاتے ہیں اور کوڑے سے مراد وہ ہے جو مواد کھاتا ہے۔

امام مسلم بن حجاج قصیدی حنفی ۲۵۲ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا پانچ جانور فاسق ہیں جن کو حرم یا غیر حرم میں قتل کر دیا جائے گا۔ سانپ، گوا، (اس کی پشت پر ہند کر کے) پھانسی دیا جائے گا اور گائے، لکڑی، بھینس اور خیل۔

(صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۶ (۱۱۸۸) ۲۸۱۵ سنن نسائی ج ۵ ص ۲۸۴۹ سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۸۱۵ سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۳۰۸)



حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں 'پانچ جانور کل کے کل قاص ہیں' من کو حرم میں بھی قتل کر دیا جائے لگہ کو 'قتل' کاٹنے والا کتا چھو اور چوہ۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث: ۱۸۲۵، صحیح مسلم ج ۱، ۲۸۲۰ (۱۱۹۸)، سنن الترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۲۸۹۰)

علامہ بخاری بن شرف لودی متوفی ۷۷۱ھ لکھتے ہیں:

علامہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حرم اور غیر حرم کے لیے کاٹنے والے کتے کو حرم اور غیر حرم میں قتل کرنا جائز ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس سے مراد کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ اس سے یہی معصوم کتا مراد ہے۔ لہذا لوزانی 'لہم اوبوا ضیفہ' اور حسن بن صالح کا یہی قول ہے اور انہوں نے بھیضیے کو بھی اسی کے ساتھ لاحق کیا ہے 'اور لہم اوبوا ذفر کے نزدیک کتے سے مراد صرف بھیضیہ ہے' اور جہور علامہ نے یہ کہا ہے کہ کاٹنے والے کتے سے مراد بالخصوص یہی معصوم کتا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہر وہ درندہ ہے جو عداوت حملہ کرتا ہو' مثلاً بھیضیہ اور خیرہ۔ لہذا شافعی 'لہم اوبوا' سفیان ثوری وغیرہم کا یہی قول ہے۔ قاضی عیاض نے اس قول کو جہور علامہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(صحیح مسلم مع شرح لودی ج ۵، ص ۳۲۳، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

بھیتوں کے کوئے کے علاوہ ہر کوئے کو قتل کرنے کا حکم

شیخ شیر احمد مثنی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ کا اس پر اتفاق ہے کہ کوئے کو قتل کرنے کے حکم سے وہ چوہا کرا مستثنیٰ ہے جو دانہ کھاتا ہے۔ اس کو غراب زرع اور زارع کہا جاتا ہے۔ اس کے کھلنے پر جو زارع کاٹوئی دیا گیا ہے 'اس کے علاوہ کوئے کی بھٹی تھیں ہیں' ان سب کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ فتح البہاری کے مطابق کوئے کی پانچ تھیں ہیں۔ ایک حقیق ہے۔ تھوس میں لکھا ہے کہ یہ سفید اور سیارہ رنگ کا بڑا ہے۔ اس کی آواز عین اور حلق کے مشابہ ہے اور وہ سراپلے ہے جس کی پینہ اور پیٹ پر سفیدی ہے۔ تیسرا نڈا الف ہے۔ اہل لغت اس کو ابلیع کہتے ہیں اور اس کو غراب عین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ جب لوح علیہ السلام نے اس کو زمین کی خبر لانے کے لیے بھیجا تو یہ ان سے ملکہ ہو کر مزار کھلنے میں مشغول ہو گیا جو قسم قسم ہے۔ یہ ہے جس کی ٹانگہ ڈاکٹر یا پیٹ میں سفیدی یا سرخی ہو اور پانچ قسم زارع ہے 'اس کو غراب زرع بھی کہتے ہیں یہ چوہا کرا ہے جو دانہ کھاتا ہے۔

(فتح الملکم ج ۳، ص ۲۳۱، مطبوعہ مکتبہ الباز کراچی)

شیخ مثنی نے زارع یا غراب زرع کے سوا کوئے کی باقی اقسام کو حرام قرار دیا ہے اور فقہاء کی عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ زارع (غراب زرع) اور حقیق کے سوا کوئے کی باقی اقسام حرام ہیں۔ یہ بات واضح رہے کہ زارع (غراب زرع) اور حقیق دونوں اس عام کوئے سے چھوٹے ہوتے ہیں 'ان تصریحات سے واضح ہوا کہ یہ عام معصوم کو اوجھڑا دے درختوں پر چلنا جانا ہے حرام ہے۔

تین صورتوں میں محرم کے لیے شکاری جانوروں کو قتل کرنے کی اجازت

اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر محرم شکار کو قتل کر دے تو اس پر اس کی جزا (نکاح) واجب ہوتی ہے جیسا کہ سورہ مائدہ کی اس آیت ۹۵ میں صراحتاً مذکور ہے۔ شکار کے قتل کی بھی تھیں ہیں 'ایک قسم مباح ہے اور ایک قسم حرام ہے۔ حرام وہ قسم ہے جس میں محرم شکار کو بغیر کسی سبب موجب یا سبب مباح کے قتل کر دے۔ سبب موجب یہ ہے کہ کوئی جانور محرم پر حملہ کر دے 'اور اس کو قتل کیے بغیر اس جانور سے جان بچانے کی کوئی صورت نہ ہو 'اس صورت میں اس جانور کو قتل کرنا واجب

ہے کیونکہ جان بچانا فرض ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے مکتبہ کے مطابق ہے اور سب صحیح یہ ہے کہ انسان کے پاس طلاق ذرائع سے کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہو اور جان بچانے کی صرف یہ صورت ہو کہ انسان کسی جانور کو شکار کر کے کھائے تو اس صورت میں اپنی جان بچانے کے لیے اس جانور کو شکار کر کے کھانا مباح ہے۔  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا بِأَهْلِهِمْ اِلٰى الشَّهْلِكَةِ  
اور اپنے انہوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو  
(البقرہ: ۱۹۵)

تیسری صورت یہ ہے کہ وہ کسی جانور کو کسی دوندہ یا کسی کے پھندہ سے پھانے کی کوشش کرے اور وہ جانور ہلاک ہو جائے تو اس پر حلیٰ نہیں ہے۔  
محرم عداً قتل کرے یا خطا۔ ہر صورت میں اس پر ضمان کا وجوب  
ائمہ ذہب کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ محرم شکار کو مرنے یا قتل کرے ہر صورت میں اس پر ضمان واجب ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی حنفی سے حدیث روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس بچہ کو محرم شکار کرے اس کا تلون رسول اللہ ﷺ نے ایک سینہ حاکم قرار دیا اور اس کو شکار میں شمار فرمایا۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۰۸۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا محرم شتر مرغ کا اور شکار سے حاصل کرے تو اس کا تلون اس کی قیمت ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۰۸۶، مطبوعہ دار الفکر)  
وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس جن کو محمد کے ساتھ شہید نہیں فرمایا بلکہ شکار کرنے پر مطلقاً تلون کو واجب فرمایا ہے۔

شکار کی تعریف

شکار کو قتل کرنا محرم پر جرم ہے، خواہ اس نے حج کا حرام یا نہ حرام ہو یا عموماً شکار وہ ہے جس میں تین اوصاف ہوں۔ اس کا کھانا حلال ہو اس جانور کا کوئی مالک نہ ہو وہ فی نفسہ پتو جانور نہ ہو اور انسانوں سے غیر موس ہو، من کو دیکھ کر کھانے والا شکار اور وحشی ہو۔ سوا کوئی شخص کسی دوندہ کو یا چارنے چرنے والے پرندے کو یا حشرات الارض میں سے کسی جانور شکار چمکی یا گھمٹ دھمکے اور دھمکے نہ کھڑے کو قتل کر دے تو اس پر حلیٰ نہیں ہے اسی طرح محرم اگر کسی پتو جانور کو ذبح کر دے شکار گائے، بکری اور مرغی دھمکے نہ کھڑے کو قتل کر دے تو اس پر بلا شق حلیٰ نہیں ہے اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سمندری اور دریائی جانور کو شکار کرنا جائز ہے، صرف خشکی کے جانور کو شکار کرنا محرم کے لیے جائز نہیں ہے۔

شکار پر ولایت کرنے کی وجہ سے ضمان کے ثبوت میں مذہب ائمہ

امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک جس طرح شکار کو قتل کرنے سے محرم پر جرم لازم آتی ہے۔ اسی طرح اگر محرم کسی اور کو شکار کی طرف رہنمائی کرے یا اس پر ولایت کرے تو اس پر بھی ضمان لازم آتی ہے اور امام شافعی اور امام مالک یہ فرماتے ہیں کہ حلیٰ کا تعلق قتل سے ہے اور شکار پر ولایت کرنا اس کو قتل کرنا نہیں اور یہ ایسا ہے جیسے غیر محرم یا غیر محرم کو کسی شکار پر ولایت کرے، فقہاء اختلاف کا استدلال اس حدیث سے ہے۔

امام مسلم بن حجاج القشیری حنفی ۳۲۹ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو قتادہ جریجی بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکے حقی کہ ہم "قاد" میں پہنچے، ہم میں سے بعض عرم اور بعض غیر عرم تھے، چاکہ میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی کسی چیز کو دیکھ رہے ہیں، میں نے دیکھا کہ وہ ایک جنگل کو حاقا تھا، میں نے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی، پہنا نیزہ، سنبلا اور سوار ہو گیا۔ اتفاقاً میرا چاکہ گر گیا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا مجھے چاکہ الحاقہ، "ساخ" عرم تھے، انہوں نے کہا نہ اکی قسم، ہم تساری اس مسئلہ میں بالکل مدافیس کریں گے، میں نے اتر کر چاکہ اٹھایا اور سوار ہو گیا، میں نے اس جنگل کو دھسے کو چبھے سے جا کر پکڑ لیا اور آٹھایک دو ٹیکہ کے پیچھے تھا، میں نے نیزہ مار کر اس کی کوئی کٹ ڈالیں اور اس کو اپنے ساتھیوں کے پاس لایا۔ بعض ساتھیوں نے کہا کھاؤ اور بعض نے کہا نہ کھاؤ، یہی صحیح ہے، ہمارے آگے تھے، میں گھوڑا بڑھا کر آپ تک پہنچا، آپ نے فرمایا وہ حلال ہے اس کو کھاؤ۔

(صحیح مسلم، ج ۱، ص ۵۱، ۲۸۳، صحیح ابوداؤد، ج ۲، رقم الحديث: ۸۳۳، سنن ترمذی، رقم

الحديث: ۸۳، سنن النسائی، ج ۵، رقم الحديث: ۳۸۶۱)

درج ذیل حدیث میں زیادہ وضاحت ہے۔

حضرت ابو قتادہ جریجی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حج کے لیے مکے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے، آپ نے بعض صحابہ کو ایک طرف روانہ کیا جس میں ابو قتادہ بھی تھے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلو۔ پھر مجھ سے آگیا، پھر وہ سب سمندر کے کنارے کنارے چل پڑے، جب وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف جانے لگے تو حضرت ابو قتادہ کے سوا سب نے اہرام باندھ لیا، انہوں نے اہرام نہیں باندھا تھا، پلٹے پلٹے انہوں نے جنگل کو دھسے دیکھے۔ حضرت ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ایک گدھی کی کوئی کٹ ڈالیں، پھر سب نے اتر کر اس کا گوشت کھایا۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے سوچا کہ ہم نے (شکار کا) گوشت کھایا ہے، حلال کہ ہم عرم ہیں۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس جنگل کو دھسے کا باقی باندھ گوشت اپنے ساتھ رکھ لیا اور جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے اہرام باندھ لیا تھا اور ابو قتادہ نے اہرام نہیں باندھا تھا، ہم نے جنگل کو دھسے دیکھے، ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ان کی کوئی کٹ ڈالیں، پھر ہم نے اتر کر اس کا گوشت کھایا۔ پھر میں خیال آیا کہ ہم عرم تھے، اور ہم نے شکار کا گوشت کھایا، پھر ہم نے باقی گوشت رکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے شکار کا امر کیا تھا اس کی طرف کسی قسم کا اشارہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا اس کا باقی باندھ گوشت بھی کھاؤ۔

شبیان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی شخص نے اس کو حملہ کرنے کا حکم دیا تھا؟

اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ اور شبیہ کی روایت میں ہے کیا تم نے اشارہ کیا تھا یا نہ لو کی قسم؟ یا شکار کیا تھا؟

(صحیح مسلم، ج ۱، ص ۵۱، ۲۸۳، صحیح ابوداؤد، ج ۲، رقم الحديث: ۸۳۳، سنن ترمذی، رقم الحديث: ۸۳۸، سنن نسائی، رقم الحديث: ۸۳۵، سنن ابن ماجہ، رقم الحديث: ۳۰۳، صحیح ابن حبان، رقم الحديث: ۳۹۹، مصنف عبد الرزاق، رقم

الحديث: ۸۳۷، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۵، ص ۳۲۲، سنن دائرہ کلتی، ج ۲، ص ۲۵، مسند احمد، ج ۵، ص ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱

طرف اشارہ کرنا یا اس کی طرف رجوع کرنا حرام ہے، اور اس کے اس اشارہ کرنے کی وجہ سے اس شکار کا امن زائل ہو گیا اور اس کی جان تک ہو گئی اور اس کے اشارہ اور ولایت کی وجہ سے وہ شکار قتل کر دیا گیا سو شکار کی طرف اشارہ کرنے والے محرم پر بھی وہی حکم ہو گیا جو شکار کو قتل کرنے والے محرم پر ہوئی ہے۔ مصلوٰۃ نے کہا ہے کہ تمام لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ شکار پر ولایت کرنے والے پر بھی حکم ہے، اور اس نذر کے لوگ صحابہ کرام اور تابعین تھے۔ علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں لکھا ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مذہب ہے اور امام طحاوی نے اس کو متحد صحابہ سے نقل کیا ہے اور کسی صحابی سے اس کے خلاف فتوٰی نہیں ہے تو اس پر اجماع صحابہ ہے اور حضرت ابن عمر سے جو یہ حقیق ہے کہ ولایت کرنے والے پر حکم نہیں ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ جب ولایت کرنے سے شکار کو قتل نہ کیا جائے۔

(فتح اللہ، ج ۳، ص ۶۳-۶۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ ضحلی حنفی ۷۵۰ھ لکھتے ہیں:

شکار پر ولایت کرنے سے بھی ضامن بنایا جائے گا، جب کسی محرم نے کسی غیر محرم کو شکار پر ولایت کی اور اس نے اس شکار کو تکف کر دیا تو اس کی پوری جزا محرم پر ہوگی۔ یہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور مجاہد، بکر بن زنی، اسحاق اور قتادہ احناف کا بھی یہی مذہب ہے، اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ولایت کرنے والے پر کچھ حکم نہیں ہے، کیونکہ ولایت جنابیت سے لازم آتی ہے، ولایت سے لازم نہیں آتی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے صحابہ سے فرمایا تھا کیا تم میں سے کسی نے اس کو حملہ کرنے کا حکم دیا تھا؟ یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ نیز شکار پر ولایت کرنا اس کو تکف کرنے کا ذریعہ ہے، لہذا اس کی وجہ سے حکم لازم آئے گی اور یہ حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، اور صحابہ میں سے کوئی ان کا مخالف نہیں ہے۔

(المغنی، ج ۳، ص ۳۳، مطبوعہ دار الفکر، ۱۴۰۵ھ)

شکار کی جزا میں اس کی مثل ضروری ہے یا اس کی قیمت؟

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک شکار کو قتل کرنے کی جزا یہ ہے کہ جس مقام پر شکار کو قتل کیا گیا یا جو جگہ اس کے قریب ترین ہو وہیں اس شکار کی قیمت مقرر کی جائے اور دو ایک شخص اس کی قیمت مقرر کریں، پھر فدیہ دینے میں محرم کو اختیار ہے، اگر انہی رقم سے قربانی کا جانور خرید یا سکا ہے تو اس رقم سے قربانی کا جانور خرید کر اس کو ذبح کر دے اور اگر چاہے تو اس رقم سے حلیم خرید کر مسکینوں پر صدقہ کرے، ہر مسکین کو دو کلو گرام گندم یا چار کلو گرام کھجوریں یا جو صدقہ کرے اور اگر چاہے تو تینے ساکین پر صدقہ لازم آتا ہے اتنے دنوں کے روزے رکھے، مثلاً فدیہ کی رقم سے دس کلو گرام آتی ہے، جو پانچ مسکینوں پر صدقہ کی جائے گی تو اس کو اختیار ہے کہ وہ پانچ مسکینوں پر دس کلو گرام صدقہ کرے، اور چاہے تو اس کے بجائے پانچ دنوں کے روزے رکھے۔

امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ جس شکار کی نظیر ہو، اس میں اس کی نظیر کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ ہرن کی نظیر بکری ہے، اور بکری کی نظیر بھی بکری ہے اور خرگوش کی نظیر بکری کا بچہ ہے، اور جنگلی چوہے کی نظیر چارہ لاکھری کا بچہ ہے اور شتر مرغ کی نظیر اونٹ ہے اور جنگلی گدھے کی نظیر گائے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَصَحْرَاءَ قَتَلْتُمْ مَا قَتَلْتُمْ مِنَ النَّعِيمِ

تو اس کا تو ان اس جانور کی مثل ہے جس کو اس نے قتل کیا

(المائدہ: ۹۵) ہے۔



اور ظاہر آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختیار ان مسکینوں کی طرف راجع ہے۔

طعام کا صدقہ مکہ میں کرنا ضروری ہے یا دوسرے شہر میں بھی جائز ہے؟

قریبی کا باور صرف مکہ میں نذ کیا جائے گا اور مسکینوں کو طعام کا صدقہ کسی اور شہر میں بھی دیا جاسکتا ہے۔ امام شافعی صدقہ طعام کو قربانی پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ یہ طعام بھی مکہ کے مسکینوں پر صدقہ کیا جائے اور ان دونوں میں مشترک چیز ہے کہ حرم کے رہنے والوں کے ساتھ حسن سلوک ہو۔ امام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ شکاری جہاں میں کسی جانور کو ذبح کرنا غیر معقول فعل ہے، لہذا وہ زمین اور مکان کے اعتبار سے اپنے امور میں بند رہے گا اور صدقہ کرنا ایک معقول فعل ہے۔ اس لیے وہ ہر جگہ ہو سکتا ہے اور روزہ میں اشقیق ہے کہ وہ کسی بھی شہر میں رکھے جاسکتے ہیں۔

(ابو ایوب الدین، ص ۲۸۰-۲۷۲، مفردا، مطبوعہ مکتبہ شرکت علیہ، لبنان)

دوسری بار شکار کو مارنے سے جہاد لازم ہوگی یا نہیں؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کڑو گریاں اس کو اللہ نے معاف کر دیا اور جو دوبارہ یہ کام کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ بہت عذاب بختم ہے۔ (الحکمہ: ۵۵)

اس آیت کا معنی ہے عرم نے پہلی بار شکار کو قتل کیا اور اس کی مٹان یا جہاد ادا کر دی تو اللہ اس کو معاف کر دے گا اور جس عرم نے دوسری بار شکار کو قتل کیا، وہ آخری عذاب کا مستحق ہو گا۔

دوسری بار شکار کو قتل کرنے والا مٹان ادا کرے گا یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں۔ عطاء، امیر اہم، ابن جبر، حسن اور جہاد کا قول یہ ہے کہ عمار قتل سے عمار جہاد واجب ہوتی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حاضی شریع کا قول یہ ہے کہ اگر عرم نے دوبارہ شکار کو قتل کیا تو اس کو کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، حتیٰ کہ جب من سے کوئی عرم سوال کرے کہ اس نے شکار کو قتل کر دیا ہے، اس کو کیا کرے تو وہ اس سے سوال کرے کہ اس نے پہلی بار شکار کو قتل کیا ہے یا دوسری بار۔ اگر اس نے پہلی بار قتل کیا ہو تو اس کو کفارہ کا حکم دیتے اور اگر دوسری بار قتل کیا ہو تو اس کو کفارہ کا حکم دیتے اور وہ چونکہ عذاب آخری کا مستحق ہے، اس لیے اس پر صرف توبہ کرنا لازم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے کہ اس کی توبہ قبول فرمائے یا اس کو عذاب دے، جس طرح پہلی کبیرہ گناہوں کا حکم ہے۔

اس آیت کی توجہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے دوبارہ حالت احرام میں شکار کو قتل کیا اور کفارہ نہیں دیا، تو اللہ اس سے انتقام لے گا، لیکن یہ توجہ ظاہر آیت سے بعید ہے۔ اس آیت میں گناہ کبیرہ پر اصرار کرنے والے کے لیے بہت سخت وعید ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس گناہ کو دوبارہ کرنے پر انتقام لینے کی وعید سنائی ہے۔ بندہ کو چاہیے کہ ہر آن اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا رہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا رہے اور کسی بھی گناہ کو دوبارہ کرنے سے اجتناب کرے۔ مبادا وہ اللہ تعالیٰ کے انتقام کا شکار ہو جائے، جس جہاں بھی اس آیت کو پڑھا ہوں، تو مجھ پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔

اضطرار کی صورت میں شکار اور مردار میں سے کس کو اختیار کرنا اولیٰ ہے؟

اگر عرم کو کھانے پینے کے لیے کچھ نہ ملے اور وہ بھوک سے جاں بلب ہو اور اس کو مردار اور شکار دونوں میسر ہوں تو اس میں اختلاف ہے کہ وہ مردار کھا کر جان بچائے یا شکار کو مار کر کھائے۔ امام زفر نے کہا کہ مردار کھانے کے لیے کچھ مردار ایک وجہ سے حرام ہے اور شکار کو قتل کر کے کھانا ایک وجہ سے حرام ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وہ شکار کو قتل کر کے کھا لے اور اس کی جہاد ادا کرے، کیونکہ مردار کی حرمت زیادہ غلیظ ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ شکاری حرمت عارضی ہے، احرام سے

لنگھ کے بعد یہ حرمت ختم ہو جاتی ہے اس کے برخلاف مردار کی حرمت دائمی ہے اور جب اسے دو حروں میں سے کسی ایک حرمت کا ارتکاب کرنا پڑے تو زیادہ غلیظ حرمت کے مقابلہ میں ضعیف حرمت کو اختیار کرے جیسا کہ دو معصیتوں میں سے کم درجہ کی معصیت کو اختیار کیا جاتا ہے جس کو فقہاء اہل البیہین سے تعبیر کرتے ہیں۔ مبسوط میں اسی طرح مذکور ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ اس صورت میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے قول کے مطابق مردار کھانا شکار کو قتل کر کے کھانے سے اولیٰ ہے۔ امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے کہا کہ شکار کو زخم کر کے اور اگر شکار حلال ہو اور ذبح ہو تو سب کے نزدیک شکار کو کھانا مردار سے اولیٰ ہے اور اگر ایک طرف شکار ہو اور دوسری طرف خنزیر کا گوشت ہو تو جان بچانے کے لیے حرم کے واسطے اولیٰ ہے کہ وہ شکار کھائے۔

(روح البانی '۲۷' ص ۳۰۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مبسوط اور فتاویٰ قاضی خان کی نقل میں تعارض ہے ہمارے نزدیک مبسوط کی نقل مستند ہے اور قوت دلیل کے اعتبار سے وہی رائج ہے۔

لہذا فتاویٰ کاوشلو ہے: ہمارے لیے سمندری شکار اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے ہمارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے اور جب تک تم احرام میں ہو ہمارے لیے خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے حضور تم سب پیش کیے جاؤ گے۔ (المائدہ ۹۵)

سمندری شکار کی تعریف اور اس میں مذہب ائمہ

سمندری شکار سے مراد ہے جس جانور کو پانی میں شکار کیا جائے خواہ وہ پانی سمندر میں ہو، دریا میں ہو، نہر میں ہو یا تھاب میں ہو اور اس سے مقصود وہ جانور ہے جو پانی میں پیدا ہو اور اس کی نشوونما اور بچہ پانی میں ہو اور اس کے طعام سے مراد پانی میں کیا ہو یا شکار ہے۔ فقہاء اہل سنت کے نزدیک اس سے مراد صرف مچھلی ہے۔ غن کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں مچھلی اور مڈی۔ اسن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث ۳۲۸۸ مسند احمد 'ج ۲' رقم الحدیث ۵۵۴۷

اس حدیث کی سند کا ایک راوی عبدالرحمن بن زید ضعیف ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس سے مراد پانی کے تمام جانور ہیں ان کا استدلال اس آیت کے ظاہر سے ہے اور حضرت عمرؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سمندری طعام سے مراد وہ تمام جانور ہیں جن کو سمندر ساحل پر پھینک دے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا سمندری طعام سے مراد ہر وہ چیز ہے جو سمندر سے نکلی جائے اس کو کھانا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور سمندر کی ہر چیز کھائی جائے گی خواہ وہ مردار ہو سمندر میں ہو یا سمندر کے ساحل پر ہو۔

(جامع البیان '۲۷' ص ۸۸-۸۶)

خشکی کے شکار سے مراد وہ جانور ہیں جو خشکی میں پیدا ہوئے ہوں اور جن کی نشوونما اور بچہ خشکی میں ہو اور شکار سے مراد وہ جانور ہیں جو اپنی اصل خلقت کے اعتبار سے انسانوں سے غیر نفوس اور حوش اور خضر ہوں جیسے ہرن اور خیل گائے وغیرہ اور بکری گائے اور اونٹ وغیرہ شکار نہیں ہیں کیونکہ وہ انسانوں سے نفوس ہیں۔ خشکی کے جانوروں کو قتل کرنے کا حکم بغیر اللہ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ نے پانچ مفسق جانوروں کو مسمیٰ فرما دیا ہے۔ وہ یہ ہیں: بچھو، چوہا، کائے، دلاکنا، کاکا اور خیل ان کی تفصیل اور تحقیق ہم اس سے مشعل پہلی آیت کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔

شکار کا گوشت محرم کے لیے ناجائز ہونے کے متعلق احادیث

اس آیت میں فرمایا ہے اور جب تک تم احرام میں ہو تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام کر دیا ہے۔ ائمہ ملاح نے اس آیت سے یہ استنبط کیا ہے کہ اگر غیر محرم، محرم کے لیے کسی جانور کو شکار کرے تو محرم کے لیے اس کو کھانا جائز نہیں ہے اور حسب ذیل احادیث سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قسوسی متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت صعب بن جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جنگی گدھا (شکار کر کے) پیش کیا رسول اللہ ﷺ نے وہ جان کو واپس کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے پر انوس کے آثار دیکھے تو آپ نے فرمایا ہم نے تم کو یہ صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ تم محرم ہیں۔

(صحیح مسلم، ج ۵، ص ۵۰، ۵۱، ۵۲، صحیح ابوداؤد، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۷۲۵، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۸۸۸، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۰۹۰، ۴۰۹۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حارث کو طائف کا گورنر مقرر کیا تھا اس نے کچھ برعدوں اور جنگلی جانوروں کا شکار کیا اور یہ طعام حضرت عثمان کی طرف بھیجا حضرت عثمان نے یہ طعام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا جس وقت ان کا قصد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو وہ اپنے اونٹوں کے لیے اپنے ہاتھ سے درختوں سے پتے بھار رہے تھے لوگوں نے آپ سے کہا یہ طعام کھائیں۔ آپ نے فرمایا تم لوگ کھالو کیونکہ میں محرم ہوں۔ پھر فرمایا قبیلہ اشجع کے جو لوگ یہاں موجود ہیں میں ان کو قسم دے کر پوچھا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے جنگی گدھے کا گوشت پیش کیا اور اٹھا لیا کہ آپ محرم تھے؟ آپ نے اس گوشت کو کھانے سے انکار کیا؟ انہوں نے کہا ہاں!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے زید بن ارقم کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شکار کی دسی چیش کی گئی تو آپ نے اس کو قبول نہیں کیا اور فرمایا میں محرم ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں!

(سنن ابوداؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۱۸۵۰-۱۸۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۲ھ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارے لیے خشکی کا شکار حلال ہے، جب تک کہ تم اس کو خود شکار نہ کرو یا اس کو تمہارے لیے شکار نہ کیا جائے۔

امام ابوداؤد نے کتاب غنم، بیڑی، ج ۱، صفحہ ۱۷۵ میں تحریر فرمایا ہے کہ اس حدیث پر عمل کیا جائے جس پر آپ کے اصحاب نے عمل کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۱۷۵۰، سنن ترمذی، ج ۲، رقم الحدیث: ۸۳، سنن ابی حنیفہ، ج ۵، رقم الحدیث: ۴۲۸)

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

نوفل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے ایک ساتھ ج کھیلے ایک غیر محرم نے شکار کر کے حضرت عثمان کے پاس اس کا گوشت بھیجا حضرت عثمان نے اس میں سے کھایا اور حضرت علی نے نہیں کھایا۔ حضرت عثمان نے فرمایا ہے خدا ہم نے شکار کیا ہے، نہ اس کا حکم دیا ہے، نہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حضرت علی نے یہ آیت پڑھی جب تک تم احرام میں ہو تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے۔

مذہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جو شخص شکار کرے تو شکار کو نہیں کھاتے، خواہ اس کو غیر محرم



نے شکار کیا ہو۔ (جامع البیان ج ۷ ص ۹۷) مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ  
محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے متعلق مذہب ائمہ  
علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۷۴۰ھ لکھتے ہیں:

جب محرم خود شکار کرے یا شکار کو ذبح کرے تو محرم پر اس کے حرام ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب تک تم احرام میں ہو تمہارے لیے خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے۔ (المائدہ ۹۷) پھر اگر محرم اس شکار میں اعانت کرے یا اس پر ولالت کرے یا اس کی طرف اشارہ کرے تب بھی وہ محرم کے لیے جائز نہیں ہے پھر اگر غیر محرم محرم کی خاطر شکار کرے تو یہ عمل اختلاف ہے امام احمد امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں بھی اس شکار کو کھانا محرم پر حرام ہے اور یہی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس صورت میں محرم کے لیے شکار کو کھانا جائز ہے کیونکہ حدیث صحیح میں اس کا جواز ہے۔

مصلحہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے احرام باندھ لیا تھا اور ابو قتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا ہم نے جنگی گدھے دیکھے۔ حضرت ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ان کی کونچیں کاٹ ڈالیں ہم نے ان کو اس کا گوشت کھایا پھر ہمیں خیال آیا کہ ہم محرم تھے اور ہم نے شکار کا گوشت کھایا پھر ہم نے ہلی گوشت دکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے شکار کا مارا کیا تھا یا اس کی طرف کسی قسم کا اشارہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا ہلی باندھ گوشت بھی کھاؤ۔

(صحیح البخاری ج ۲ رقم الحدیث ۷۸۲۳ صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۰ ۱۰۱۱ ۲۸۱۰ سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۷۸۵۲ سنن ترمذی رقم الحدیث ۸۳۸ سنن النسائی رقم الحدیث ۲۸۲۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۰۹۳ صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۳۴۴۱ مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث ۸۳۷ سنن کبریٰ للحمصی ج ۵ ص ۵۲۲ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۹۹ متن مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۶ ۳۰۵ ۳۰۴ مطبوعہ قدیم)  
اور حضرت علیؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت عائشہؓ پھر حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہم کا موقف یہ ہے کہ شکار کا گوشت محرم پر ہر محل میں حرام ہے۔ (المعنی ج ۳ ص ۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۰۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں عین نظر کا ہے:

۱۔ حضرت علیؓ حضرت ابن عمرؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا موقف یہ ہے کہ شکار کا گوشت محرم پر ہر محل میں حرام ہے۔

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موقف یہ ہے کہ اگر غیر محرم نے محرم کی خاطر شکار کیا ہے تو محرم پر اس شکار کا گوشت حرام ہے اور نہ نہیں اور یہی ائمہ خلافت کا موقف ہے۔

۳۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ اگر محرم نے شکار میں غیر محرم کی اعانت نہیں کی نہ اس کی طرف اشارہ کیا نہ ولالت کی تو پھر محرم کے لیے اس شکار کو کھانا جائز ہے خواہ غیر محرم نے محرم کی خاطر شکار کیا ہو۔

محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلائل

قوت دلائل کے اعتبار سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا نظریہ راجح ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور وہ صحیح بخاری صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں ہے اور ائمہ خلافت نے حضرت جابر کی حدیث سے استدلال کیا ہے وہ سنن ابوداؤد سنن ترمذی اور سنن نسائی میں ہے پھر صحاح کی احادیث سنن کی احادیث پر مقدم ہیں۔ اور

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر کی حدیث میں لام تنکیک کے لیے ہے، یعنی شکار کا گوشت تمہاری ملک کر دیا جائے تو پھر تمہارے لیے اس کا کھانا جائز نہیں، جبکہ تم حرم ہو۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جب تمہاری امانت سے تمہارے لیے شکار کیا جائے اور اس صورت میں اس کا کھانا مطلقاً حرام ہے۔

حضرت مصعب بن بشام کی حدیث میں ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنگی گدھا پیش کیا تو آپ نے یہ فرما کر رد کر دیا کہ میں حرم ہوں۔ یہ حدیث ائمہ غلاف کے بھی خلاف ہے اور امام ابو حنیفہ کے بھی، ائمہ غلاف اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت مصعب بن بشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر شکار کیا تھا اس لیے آپ نے اس شکار کو واپس کر دیا اور امام ابو حنیفہ کی طرف سے یہ جواب ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے۔ صحیح مسلم 'الحج' ۵۰ میں ہے کہ حضرت مصعب نے آپ کی خدمت میں جنگی گدھا پیش کیا اور 'الحج' ۵۰ میں ہے 'جنگی گدھے کا گوشت پیش کیا اور 'الحج' ۵۰ میں ہے جنگی گدھے کی ایک ٹانگ پیش کی اور حدیث مضطرب سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ اس لیے یہ حدیث امام اعظم ابو حنیفہ کے موقف کے خلاف حجت نہیں ہے، کیونکہ امام ابو حنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے جو بخاری، مسلم اور دیگر کتب صحاح میں ہے اور غیر مضطرب ہے۔

اسی دہائیہ سوال کہ قرآن مجید کی زیر تفسیر آیت میں ہے جب تک احرام میں ہو تمہارے لیے جنگی کاشکار حرام کر دیا گیا ہے یہ آیت بھی بظاہر امام ابو حنیفہ اور ائمہ غلاف دونوں کے خلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس پر محمول ہے کہ جنگی کاشکار تم پر حرام کر دیا گیا ہے جبکہ تم نے حالت احرام میں خود شکار کیا ہو یا شکار کرنے والے غیر حرم کی امانت کی ہو، امام اعظم ابو حنیفہ کی تنہا میں مزید احادیث حسب ذیل ہیں۔

امام محمد بن حسن شیبانی سنن ۸۸۹ روایت کرتے ہیں:  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حجر بن عسافر کے پاس سے گزرا تو مجھ سے سوال کیا گیا کہ اگر غیر حرم شکار کرے تو کیا اس کا گوشت حرم کے لیے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا، لیکن میرے دل میں کچھ اضطراب تھا، میں نے حضرت عمر سے اس کا ذکر کیا، حضرت عمر نے فرمایا اگر تم اس کے خلاف فتویٰ دیتے تو تباہی تم کو لیتی نہ دے سکتے۔

(کتاب الآثار، رقم الحدیث ۳۵۹، مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی)  
امام ابن جریر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں، 'اگر تم اس کے خلاف فتویٰ دیتے تو میں تمہیں دس مارا۔'

(جامع البیان، ج ۷، ص ۷۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)  
حضرت زہیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دھوپ میں کھلیا ہوا شکار کا گوشت لے کر جاتے اور اس کو سڑ میں کھاتے تھے، حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام میں ہوتے تھے۔ (کتاب الآثار، رقم الحدیث ۳۶۰، مطبوعہ کراچی)

حضرت طہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اس میں بحث کر رہے تھے کہ حرم شکار کا گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تھے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے پوچھا، 'تم کس چیز میں بحث کر رہے تھے؟ ہم نے عرض کیا کہ حرم شکار کا گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے ہمیں اس کے کھانے کا حکم دیا۔ امام محمد نے فرمایا ہم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں جب غیر حرم شکار کرے تو حرم کے لیے اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ اس کو حرم کی خاطر ذبح کیا گیا ہو' اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار، رقم الحدیث ۳۶۱، مطبوعہ کراچی)

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ

اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنادیا، اور حرمت والے مہینہ کو

وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ

اور کبیرہ کی قربانی کو اور جانوروں کے گول میں پٹے ہوئے چٹوں کو یہ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ ایک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں

وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۹۷﴾ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، ایک اللہ ہر چیز کو بہت جانتے والا ہے ۵ جان لو کہ اللہ کا عذاب بہت

شَدِيدٌ الْعِقَابِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا

سخت ہے اور یہ کہ اللہ بہت بخشنے والا ہے، اے ہدازم فرماتے والا ہے ۵ رسول پر صرف علم پہنچانا ہے

الْبَلْغُ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَا يَسْتَوِي

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو ۵ آپ کہیے کہ پاک اور ناپاک

الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ

برابر نہیں ہو سکتا، غراہ (بے طہارت) تم کو ناپاک کی کثرت اچھی لگتی ہو، مگر بے عقل والو! تم

يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۰۰﴾

اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم غلام پاؤ ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنادیا اور حرمت والے مہینہ کو

اور کعبہ کی قربانی کو اور جانوروں کے گولوں میں پٹے ہوئے چٹوں کو یہ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو

کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے، ایک اللہ ہر چیز کو بہت جانتے والا ہے ۵ جان لو کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے

اور یہ کہ اللہ بہت بخشنے والا ہے ہدازم فرماتے والا ہے۔ (المائدہ: ۹۷-۹۹)

مشکل الفاظ کے معنی

کعبہ: یہ جو گورہ بلندیت ہے جس کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے مکہ میں بنایا کعبہ کے معنی بلند

ہوتا ہے اور یہ جو گدہ بلندیت ہے اس لیے اس کو کعبہ کہا گیا۔

قیاما للناس: جس چیز کے سب سے لوگوں کے معاملات قائم اور درست ہوں کعبہ کی زیارت کر کے اور اس کا طواف

کر کے لوگ حج اور عمرہ کی عبادت کو انجام دیتے ہیں جس سے حق کی آخرت درست ہوتی ہے اور جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو

اس کی جگہ بخاریہ کے نور قائم دنیا سے تجارقی سلطان کھنچ کر کعبہ کی سرزمین میں چلا آئے اس سے ان کی دنیا و دست ہوتی ہے۔  
الشہر الحرام: چار حرمت والے مینے ہیں۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ ان مہینوں کے سببے بھی حق کے  
معلقات قائم اور دست رہتے ہیں کیونکہ ان مہینوں میں جنگ اور قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

الہدی: جن جانوروں کو قربان کرنے کے لیے حرم میں بھیجا جائے، ان کو الہدی کہتے ہیں، فریاد اور خیر و ان کا کشت کھاتے ہیں، جس سے ان کی مدد ہوتی ہے۔

الغلاطی: قلمیہ بچے کو کہتے ہیں، اس سے مراد قرینی کا وہ جاور ہے جس کے گلے میں بار یا پٹا ہو۔ اہل عرب کا طریقہ تھا کہ جس جاور کو قرینی کے لیے کبہ کی طرف بھیجے، اس کے گلے میں پٹا ڈال دیتے، اس کی اہمیت کی وجہ سے اس کا خصوصیت سے ذکر کیا۔

مرثاسیت

اس سے پہلے آیت میں اللہ تعالیٰ نے محرم پر فحاش کرنے کو حرام فرمایا تھا، اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ جس طرح حرم وحشی جانوروں اور پرندوں کے لیے باعث امن ہے، اسی طرح وہ انسانوں کے لیے بھی باعث امن کا باعث ہے اور دنیا اور آخرت کی بھلائیوں اور سعادتوں کے حصول کا سبب ہے۔

کعبہ اور دیگر شعائر حرم کالوگوں کے لیے مصلح اور مقوم ہونا

عرب میں کوئی امیر اور رئیس نہیں تھا جو ضعیف اور مظلوم کا حق قوی اور ظالم سے دلا سکے اور جو کسی بدکار کو سزا اور نیکو کار کو جزا دے سکے تو اللہ تعالیٰ نے کعب کو جو البیت الحرام ہے "لوگوں کے معاملات کی درستگی اور اصلاح کا سبب بنانا" جیسے کسی ملک کا پادشاہی ریت کے معاملات کو درست اور قائم رکھتا ہے اور لوہن میں عدل و انصاف برقرار رکھتا ہے، اسی طرح سے کعب اور حرمت والے مینے ذلہ جاہلیت میں ان کی اصلاح اور درستگی کا سبب بنے کیونکہ وہ البیت الحرام کی تقسیم کرتے تھے "اور اس شہر میں جنگ و جدال سے اجتناب کرتے تھے اور صل کے چار حرمت والے مینوں میں بھی لڑائی بھڑے سے پرہیز کرتے تھے" کیونکہ ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں لوگ حج کے لیے سفر کرتے تھے اور محرم میں سفر حج سے واپس جاتے تھے "اور جب میں عمرو کے لیے سفر کرتے تھے اور وہ زائرین بیت کو بیت اللہ کی تقسیم کی وجہ سے مہمون اور محفوظ رکھتے تھے۔ اسی طرح مدائن کے جو جانور حرم میں لے جاتے چاہتے تھے جن کو الہدی اور القلائد کہا جاتا تھا ان کی بھی بیت اللہ کی وجہ سے تقسیم کرتے تھے" بیت اللہ کی تقسیم ان کے دل و دماغ میں منظم ہو چکی تھی جو ان کے دگ و بے میں سرایت کر چکی تھی۔

نور زمانہ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی تعظیم کو اسلامی عبادات کا اہم حصہ بنادیا سو فرمایا۔

وَلَدًا جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْثَارًا  
تُحْذَرُوا مِن مَّقَامِ الزَّوْجِ مَصْعَدًا وَعَهْدًا  
لِّسَائِرِ رُكُوعِهِمْ وَأَسْمِعُوا أَن طَهَّرْنَا بَيْتِي  
لِلْعَالَمِينَ وَالْعَرِيفِينَ وَالرَّحِيمِ الشُّحُودُ  
(البقرة: ۳۵)

اور جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لیے مرکز اجتماع اور مقام  
اس میں بنا دیا اور (ہم نے حکم دیا کہ) مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی  
جگہ بنالو اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ وہ  
میرے بیت کو طواف کرنے والوں کا اعتراف کرنے والوں اور  
دو کعبہ اور حجہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں۔

منزلت کی کواٹنگی کی وجہ سے اس پہلے آب و گیلہ و فزول اور خمر زمین میں تمام دنیا سے مسلمان ٹوٹ کر آتے ہیں اور ہر  
 سے پہلے تجارتی مسلمان پہل اور غلہ پہنچانے اور کوریوں اس بیت کی وجہ سے مساکین حرم کے لیے اسبابِ زیلت فرام ہوتے

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا

أَوَلَمْ تَسْمَعُوا لِمَ يَنْذِرُكُمُ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ إِلَهُكُمُ اللَّهُ فَقَدْ نَزَّلْنَا نَزَارًا وَجِئْنَا مِنْكُمْ خِزْفًا مُنْتَصِفًا يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (القصص ۵۵)

کیا ہم نے انہیں حرم میں آباد نہیں کیا جو اسن والا ہے جس کی طرف ہر قسم کے پھل لاتے جاتے ہیں جو ہماری طرف سے عطا کردہ ہیں، لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

دور دور سے لوگ حرم میں آکر عبادت کرتے ہیں اور دنیا کی زین و دولت سے اجتناب کرتے ہیں، احرام کی ممنوعات سے باز رہتے ہیں، قرآن مجید کی حرم میں تلاوت کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ حرم میں نماز پڑھتے ہیں اور طواف کرنے کی سعی کرتے ہیں، حج کے اجتماع کو دیکھ کر محشر کو یاد کرتے ہیں، ان کے دلوں میں خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف زیادہ ہوتا ہے اور وہ برے کاموں سے باز رہتے اور بقیہ عمر میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کا عہد کرتے ہیں، حرم میں کی ہوئی نیکیوں کا اللہ تعالیٰ ایک لاکھ گنا اجر عطا فرماتا ہے، زائرین میں آتے ہیں اور وہاں جلتے ہوئے اپنا دل ہمیں چھوڑ جاتے ہیں اور ساری عمر ہمیں آنے کی پیاس رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رسول پر صرف حکم پہنچاتا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ (المائدہ ۹۹)

کسی کو جبراً بدعت یافتہ بنانا قرآن فی سبیل اللہ میں سے نہیں ہے

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: اللہ کا عذاب بہت سخت ہے اور اللہ بہت بخشنے والا ہے، بعد رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے عذاب کا ذکر کیا تاکہ لوگ اللہ کے عذاب کے ڈر سے گناہوں سے باز رہیں، پھر اپنی مغفرت اور رحمت کا ذکر فرمایا تاکہ اگر انسان سے شمت نفس سے کوئی گند ہو جائے تو پھر اللہ کی رحمت پر فخر کرے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر لوگوں کو عمل کی ترغیب دی اور فرمایا رسول کا کام صرف تبلیغ کرنا اور بدعت دینا ہے، نیک کاموں کی ترغیب دینا اور برے کاموں سے روکنا اور ان کو عذاب سے ڈرانا ہے، تم کو نہ تہجد کا اصلح اور نیکو کار بنانا رسول کا منصب ہے اور نہ تم میں ایمان اور تقویٰ پیدا کرنا رسول کی ذمہ داری ہے اور نہ نیکیوں پر ثواب عطا کرنا اور برائیوں پر عذاب دینا رسول کا کام ہے، بس رسول اللہ ﷺ نے تم کو نیکی اور برائی کے راستے دکھلائے تھے تو ان کا کام ختم ہو گیا، اب ان پر عمل کرنا نہ کرنا تمہارا مسئلہ ہے اور اس پر ثواب عطا کرنا یا عذاب دینا یہ اللہ کا کام ہے۔

ایہ قرآن مجید کی دیگر آیات اور احادیث مجھ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ گناہوں کی مغفرت کے لیے اور نیکو کاروں کے درجہ میں ترقی کے لیے شفاعت فرمائیں گے، جس کی تحصیل اپنے مقام پر آچکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کپ کپنے کے پاک اور ناپاک برابر نہیں ہو سکتا، خواہ (اے مخاطب) تم کو ناپاک کی کثرت اچھی لگتی ہو، سو اے صلح والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم فلاح پاؤ (المائدہ ۱۰۰)

اللہ کے نزدیک نیکو کاروں اور بدکاروں کا برابر نہ ہوتا

پاک اور ناپاک کو برابر کرنا اور صلح اور فاسق و فاجر کو برابر کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ الْمُفْسِدِينَ كَالْعَمَّارِينَ (ص ۲۸۷)

کیا ہم ایمان والوں اور نیکو کرنے والوں کو زمین میں مساوی کرنے والوں کی طرح کر دیں گے یا ہم پر بیزار گروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے۔

جن لوگوں نے گناہ کیے ہیں، کیا انہوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم انہیں ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دیں گے کہ ان (سب) کی زندگی اور موت برابر ہو جائے گی؟ وہ کیا برا فیصلہ کرتے ہیں؟

کیا ہم اطاعت گزاروں کو مجرموں کی مثل کر دیں گے؟ جس کی بنا پر انہوں نے تم کو کھینچ کر لے کر؟

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا الشَّيْءَ أَنْ يَسْتَمْلَهُمْ كَذَٰلِكَ لَوْ هُنَّ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءٌ بِكُمْ عَلَيْهَمْ وَمَا نُهُم بِشَيْءٍ مِّنْهُم بِحُسْنٍ ۝ (الحانبہ، ۴۱)

أَسْتَحْمِلُ السُّلَيْمِيْنَ كَذَٰلِكَ الْمُحَرَّرِيْنَ ۝ لَكُمْ حَيْثُ تَعْمَلُونَ ۝ (القصم، ۴۵-۴۶)

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اے رسول! آپ انہیں بتا دیجئے کہ کھرا اور کھوتا، نفع بخش اور ضرر رساں، نیک اور بد، حلال اور حرام، عادل اور ظالم، سچی برابری میں ہو سکے، خواہ وہ کھینچے والوں کو دنیا میں بد کر دیا میں بد کر دیا اور بے ایمان لوگ زیادہ عیش و عشرت اور زیادہ عزت و جلال میں کہیں نہ دکھائی دیتے ہوں، جیسے مسلمانوں کی یہ نسبت کھار زیادہ ترقی یافتہ اور زیادہ قوی اور مستحکم ہیں، حتیٰ کہ امریکہ جس ملک پر چاہے فضائی پابندی لگوا کر رہے، جیسے کئی سالوں سے لیبیا پر پابندی لگوائی ہوئی تھی، اور جس ملک پر چاہے جہاز کی اور اسلحہ سازی کی پابندی لگوا دے، جیسے کئی سالوں سے عراق پر یہ پابندی لگوائی ہوئی ہے، اسی طرح مسلمانوں میں بھی زیادہ عزت و اور زیادہ خوشحال اور زیادہ طاقتور وہ لوگ ہیں جو بد عنوان سیاست دان اور بد دیانت سرمایہ دار ہیں، جو سنگت اور چور بازاری کرتے ہیں، سودی کاروبار کرتے ہیں، ٹیکس لوٹتے ہیں، قوی ملک و پادری مصلحتوں میں رشتہ اور ناجائز تکیہ لیتے ہیں اور دیگروں سے قرضے لے کر کھا جاتے ہیں یا موقوفہ کرا لیتے ہیں۔ معاشرہ میں یہی لوگ عزت دار سمجھے جاتے ہیں اور سڑک کے کنارے بیٹھا ہوا سوچی جو اپنی محنت سے رزق حلال کما رہے، اخبار فروش، گلوں میں کام کرنے والے محنت کش اور راج اور مسز کی لاکھ کرنے والے مزدور جو اپنے خون اور عینہ سے حلال کھائی کھاتے ہیں، ان کو معاشرہ میں ذلیل اور پسماندہ خیال کیا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال کھانے والے اور حرام کھانے والے، پاک اور ناپاک، طیب اور خبیث، ہرگز برابر نہیں ہیں۔

سو اے صاحبانِ عقل! ان خبیث لوگوں کی ظاہری آن بان کو نہ دیکھو، شیطان کے دام میں نہ آؤ، اور مال حرام کی زینب و زینت سے محروم مت ہو، کیونکہ محلِ مہدی کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اللہ سے ڈرے اور فانی کو باقی پر غارتی کو دائمی پر، باطل کو حق پر، کھار کو حلال پر اور حرام کو حلال پر ترجیح نہ دے اور دنیا کے بدلہ میں آخرت کا سودا نہ کرے کہ یہ سراسر گھاتے کا سودا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنَ أَشْيَاءٍ إِنْ تُبَدَّلَ لَكُمْ

اسے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار

تَسْأَلُكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبَدَّلُ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ

بہول! اللہ اگر تم ایسے وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی، اللہ نے

عَنْهَا وَاللَّهُ عَفْوٌ رَّحِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ

ان سے درگزر کیا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت علم والا ہے ۝ تم سے پہلے ایک قوم نے اس قسم کے سوالات کیے تھے، پھر وہ

أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ﴿۳۳﴾ مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ

رُكْنِ انہی سوالات کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو گئے ۱۰۵ اللہ نے (جانوروں میں) کوئی بیرو نہیں بنایا اور نہ سائبہ

ذَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى

اللہ نہ وصیدہ اور نہ حامی مگر یہ کافر جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان تراشتے ہیں ۱۰۶

اللَّهُ الْكَذِبُ ۖ وَكَثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۳۴﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا

ان میں اکثر لوگ حق سے کلم نہیں لیتے ۱۰۷ اور جب ان سے کہا جاتا ہے اُڑو اس دین

إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

کی طرف جو اللہ سے نازل کیا ہے اور رسول کی شریعت کی طرف تو کہتے ہیں ہمیں وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے

أَبَاءَنَا أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿۳۵﴾

باپ اور دادا کو پایا خواہ ان کے باپ دادا کسی چیز کا علم نہ رکھتے ہوں نہ ہدایت یافتہ ہوں ۱۰۸

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناکارہ ہوں اور اگر تم ایسے وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی، اللہ نے ان سے روگرد کیا اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔ (النور: ۱۱۰)

نبی ﷺ سے سوالات کرنے کے متعلق احادیث

لوگ نبی ﷺ سے بکثرت سوال کرتے تھے جن میں مسلمان بھی تھے اور منافق بھی۔ مسلمان تو اس واقعہ کو دریافت کرنے کے لیے سوال کرتے تھے اور منافق احتجاجاً استہزاء اور محض اسوئل کرتے تھے کوئی پوچھتا کہ میرا باپ کون ہے؟ اور کوئی پوچھتا کہ میری لونگی کئی ہے؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری سن ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے میرا خطبہ دیا کہ میں نے اس خطبہ کو بھی نہیں سنا تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم میں چیزیں کو بچن لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم فہم و فہم و روزہ زیادہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے اپنے چہرے ڈھانپ لیے اور بلند آواز سے رونے لگے ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! مجھ پر میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ قتیبہ ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناکارہ ہوں۔

(صحیح ابوداؤد ج ۵، رقم الحديث: ۳۷۸۱، صحیح مسلم، لفظاً: ۳۳۰۱، سنن ترمذی ج ۶، رقم الحديث: ۳۷۸۱، سنن

کبریٰ للبخاری ج ۶، رقم الحديث: ۳۷۸۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے استہزاء سوائل کرتے تھے کوئی پوچھتا کہ میرا باپ کون

ہے؟ کوئی کتابی نوٹش کم ہوگئی وہ لوٹشی کہاں ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(صحیح البخاری، ج ۵، رقم الحديث ۳۷۲۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے نبی ﷺ سے سوالات کیے جن کی بہت زیادہ سوال کیے تو ایک دن نبی ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا تم مجھ سے جس چیز کے متعلق سوال کرو گے میں تمہیں اس چیز کے متعلق بیان کروں گا میں دائیں اور بائیں دیکھ رہا تھا اس وقت ہر شخص اپنے کپڑوں میں سر ڈالے ہوئے رہا تھا ایک شخص کا جب کسی سے جھڑا ہوتا تھا تو لوگ اس کو اس کے باپ کے غریبی طرف منسوب کرتے تھے کہ کہنے لگائے اللہ کے نبی یا میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا میرا باپ خدا ہے پھر حضرت عمرؓ کا ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں، انور اسلام کو دین مان کر اور (سیدنا) محمد ﷺ کو رسول مان کر ہم برے قتلوں سے اللہ تعالیٰ کی پندہ میں آتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا میں نے آج کی طرح خیر و شر کو نہیں دیکھا میرے سامنے جنت اور دوزخ کی تصویر کو پیش کیا یا نبی ﷺ کی کہ میں نے ان کو اس دلوں کے پاس دیکھا۔ لہذا اس حدیث کا اس آیت کو پڑھتے وقت ذکر کرتے تھے: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو۔

(صحیح البخاری، ج ۸، رقم الحديث ۵۸۹، صحیح مسلم، تفاسل ۷۳ (۳۳۵۹) سنہ احمد، ج ۸، رقم الحديث ۵۶۶، طبع دار الحديث، قاہرہ، سنہ احمد، ج ۳، رقم الحديث ۳۳۶۴، ۳۳۶۵، طبع دار الفکر، بیروت، سنہ احمد، ج ۳، ص ۷۷، طبع قدیم)

لہذا ابو یحییٰ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کے راستے کی استطاعت رکھتے ہوں (آل عمران، ۹۷) تو صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہر سال میں؟ آپ خاموش رہے، انہوں نے پھر پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہر سال میں؟ آپ نے فرمایا نہیں اور اگر میں ہر سال میں ہوں کہ دستاویز ہر سال حج فرض ہو جاتا اور اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو گوارا ہوں۔ (الانعام، ۱۱۱)

(ترمذی، ج ۵، رقم الحديث ۳۰۶۶، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحديث ۲۸۸۳، صحیح مسلم، ج ۳، ص ۷۷ (۳۳۷۱)، سنن نسائی، ج ۵، رقم الحديث ۳۷۹)

لہذا ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے، دو آدمیاں آپ کا چہرہ فیسے سے سرخ تھا آپ جبر بیٹھ گئے، ایک شخص نے سوال کیا میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں، دوسرے نے سوال کیا میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا خدا ہے؟ حضرت عمر بن الخطابؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں، اسلام کو دین مان کر اور (سیدنا) محمد ﷺ کو نبی مان کر اور قرآن کو لہام مان کر یا رسول اللہ! ہم زندہ جاویدت اور شرک سے تازہ تازہ نکل کر آئے ہیں اور ہمارے آباؤ اجداد کو اللہ جانتا ہے، پھر نبی ﷺ کا غصہ فطرتاً ہی ہوا کیا اور یہ آیت نازل ہوئی اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو۔

(جامع البیان، ج ۷، ص ۱۱۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

آپ سے سوال کرنے کی ممانعت کی وجوہات

نبی ﷺ سے جن چیزوں کے متعلق سوال کیے جاتے تھے ان میں سے بعض حقیقی ہوتی تھیں جن کے ظاہر ہونے سے کمی کا یہ دعائش ہو سکتا تھا اور اس کی رسوائی کا خطرہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عذافہ السهمی نے پوچھا تھا کہ میرے باپ کون ہیں؟



فرض کیجئے کہ ان کے ہاپ حذافہ نہ ہوتے، کوئی اور ہوتے تو لوگوں میں رسوا ہو جاتے اور ان کی بی بی یا سوس پر دھبہ لگ جاتا۔  
اسی طرح جس شخص نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ اگر آپ ہاں فرمادیجئے تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور  
مسلمان محض اس وجہ سے مشکل میں پڑ جاتے۔

امام ابو یوسفؒ، محمد بن یحییٰ ترمذی حنفیؒ اور احمد روایت کرتے ہیں:

مسلمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کبھی بخیر اور جنگی مکررے کے حلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا طلال وہ  
ہے جو اللہ کی کتاب میں حلال ہے اور حرام وہ ہے جو اللہ کی کتاب میں حرام ہے اور جس سے اللہ نے سکوت کیا وہ منع ہے۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۱۷۳۲، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۶۷)

حضرت ابو حلیہؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں، ان کو ضائع  
مت کرو اور کچھ حدود مقرر کی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں سے منع فرمایا ہے، ان میں طوط نہ ہو اور کچھ اشیاء سے  
سکوت فرمایا، ان میں کھارے لیے رخصت ہے، اللہ انہیں بخولا نہیں ہے، تم ان سے بحث نہ کرو۔

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱، ص ۱۲، المستدرک ج ۲، ص ۱۲۲)

حضرت سعد بن وقاصؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے  
کسی ایسی چیز کے حلق سوال کیا جو مسلمانوں پر حرام نہیں تھی اور اس کے سوال کرنے کی وجہ سے وہ ان پر حرام کر دی تھی۔

(صحیح البخاری ج ۸، رقم الحدیث: ۷۲۸۹، صحیح مسلم، تفاسل ج ۱، ص ۱۳۲، سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۶۱۰)

حضرت ابو ہریرہؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو جن چیزوں سے منع کیا ہے، ان سے  
اجتناب کرو اور جن کا حکم دیا ہے، ان کو بجالاؤ، حتیٰ تمہاری استطاعت ہے، کیونکہ تم سے پہلے لوگ محض زیادہ سوالات کرنے اور  
اپنے بیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ (صحیح مسلم، تفاسل ج ۱، ص ۱۳۰، سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۵۹۸۸)

آپ سے سوال کرنے کی ممانعت اور اجازت کے محال

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ذہر تفسیر آیت اور احادیث مذکورہ اللہ میں سوالات کرنے سے منع فرمایا ہے، مگر اللہ قرآن

مجید کی ایک اور آیت اور ایک حدیث میں سوال کرنے کا حکم فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَسْأَلُوهُ أَهْلَ الْكِتَابِ خَيْرًا إِنَّكُمْ لَتَتَعَلَّمُونَ۔ اگر تم میں جانتے تو علم والوں سے سوال کرو۔

(الانبیاء: ۷)

امام ابوداؤد، سلیمان بن اشعث حنفیؒ اور احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت جابرؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں گئے، ہم میں سے ایک شخص کو چرگ گیا، جس سے اس کا سر پھٹ  
گیا، پھر اس کو استقام ہو گیا، اس نے اپنے اصحاب سے پوچھا کیا میرے لیے حکم کرنے کی رخصت ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، تم  
پانی کے استعمال پر غور ہو، تمہارے لیے حکم کی رخصت نہیں۔ سو اس نے غسل کیا اور وہ فوت ہو گیا، جب ہم نبی کریم ﷺ  
کے پاس پہنچے تو ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی، آپ نے فرمایا انہوں نے اس کو مار ڈالا، اللہ ان کو ہلاک کر دے، جب ان کو  
مسئلہ کا حکم نہیں تھا تو انہوں نے سوال کیوں نہیں کیا؟ کیونکہ جہالت کی شقا سوال کرنا ہے، اس لیے کہ حکم کرنا کافی تھا یا وہ اپنے زعم  
پر نبی پاندہ کر اس پر مسلح اور باقی جسم پر پانی بہا۔

(سنن ابوداؤد ج ۱، رقم الحدیث: ۳۳۶۷، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم الحدیث: ۵۷۵، مسند احمد ج ۱، ص ۷۰، مطبع قدیم)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کا اتھان لینے کے لیے یا آپ سے استہزاء کے طور پر سوال کرنے سے من کو منع کیا گیا تھا یا جس عبادت کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم نہیں دیا تھا۔ نہ اس کا اپنی کتاب میں ذکر کیا تھا، اس کے متعلق سوال کرنے سے مسلمانوں کو منع فرمایا تھا، یا جس چیز سے کسی پر وہوری ہوتی ہو اس کے متعلق سوال کرنے سے منع فرمایا تھا لیکن جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو اور اس کا وجہ ثابت ہو چکا ہو، اس کی وضاحت کے متعلق سوال کرنا جائز ہے، جیسا کہ اس آیت کے آخری حصہ میں فرمایا اور اگر تم ایسے وقت سوال کرو کہ جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو گو تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائے گی۔ (المائدہ: ۱۰۱) اللہ وحی میں جو حکم بھل ہو اس کی وضاحت کے لیے سوال کرنا جو چیز سمجھ میں نہ آئے، اس کو پوچھنا کسی چیز آمد عبادت کے متعلق سوال کرنا، یہ تمام سوالات جائز ہیں اور قرآن مجید اور احادیث میں ان کی بہت نظر ہیں۔

آپ سے کیے ہوئے سوالات کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ نے مطلق کی حدت بیان فرمائی، اور جس کا تلفوت ہو گیا ہو اس کی حدت بیان فرمائی اور حائل کی حدت بیان فرمائی اور اس صورت کی حدت بیان نہیں فرمائی جس کو حیض آتا ہو، نہ حمل ٹھہرا ہو، یعنی وہ بہت بوجھ ہو تو صحابہ نے اس کے متعلق سوال کیا تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِينَ يَخْتَفُونَ مِنْ الْأُنْثَىٰ مِنْ الْمَحْجُوظَاتِ مِنْ نِسَائِكُمْ  
إِنَّ أَرْبَعَهُمْ فَلَا ضَرَرَ وَلَا فَتْنًا لَّهِ الْوَطْأُ (۳۰)

اسی طرح حسب ذیل آیات میں صحابہ کرام کے ان سوالات کا ذکر فرمایا ہے جو وہ کسی شرعی حکم پر عمل کرنے کی وضاحت کے سلسلہ میں کرتے تھے۔

بَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُؤْتِيهِمْ قُلْ مَا آتَيْتُكُمْ  
مِنْ خَمِيرٍ قُلُوا لِلَّذِينَ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَ  
الْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ (البقرہ: ۱۷۵)

بَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قُلْ فِيهِ  
قُلْ فِيهِ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدَقَ سَبِيلُ اللّٰهِ  
كُفْرٌ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْأَسْوَاحِ أَفْلَهِيَ  
أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْيَتَمَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ  
(البقرہ: ۱۷۶)

بَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمِيرِ وَالْخَمِيرِ قُلْ  
فِيهِمَا كَرَامٌ كَبِيرٌ وَمَا يَفْعَلُ الْبَاسِ وَلَا تَمُوتَا  
أَكْبَرُ مِنَ تَقْوِيهِمَا (البقرہ: ۱۷۷)

بَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ  
خَيْرٌ (البقرہ: ۱۷۸)

ضمیمہ القرآن

يَسْتَلْزِمُونَكَ عَنِ الْمَحْضِ قُلْ هُوَ آذَىٰ مَا عَنَدَكُمْ أَوْ لِسَانِي الْمَحْضِ — وہ آپ سے جس کے حکم کا سوال کرتے ہیں آپ کہنے کہ وہ گندگی ہے میں عورتوں سے حالت حیض میں انگہ رہو۔

(البقرہ: ۲۲۲)

قرآن مجید میں اس طرح کے سوالات کی پندرہ آیتیں ہیں جن میں سے بارہ آیتوں میں صحابہ کرام کے سوالات ہیں ان آیات سے معلوم ہوا کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ میں کسی چیز کا حکم معلوم کرنے کے لیے کسی شرعی حکم کی وضاحت کے لیے اور کسی شبہ کو دور کرنے کے لیے سوال چاہئے، احادیث میں بھی اس کی بہت نگارہیں۔

آپ سے کیے ہوئے سوالات کے متعلق احادیث

نئی پیچھے سے صحابہ کرام امور مستنبطہ کے متعلق بھی سوال کرتے تھے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری بخاری ۵۹۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ایک مجلس میں نبی پیچھے صحابہ کرام سے گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک امراہ نے آپ کی حدیث کے دوران سوال کیا قیامت کب ہوگی؟ آپ نے اپنی حدیث جاری رکھی پھر سائل کو متوجہ کر کے فرمایا جب القامت ضلّج کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا اس نے پوچھا القامت کیسے ضلّج ہوگی؟ آپ نے فرمایا جب کوئی منسوب باہل کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا (صحیح البخاری ج ۱، رقم الحدیث: ۵۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۳۳ھ)

صحابہ کرام کسی پیش آمدہ مسئلہ اور حدیث میں آپ پیچھے سے سوال کرتے تھے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبہ الوداع میں رسول اللہ پیچھے لوگوں کے لیے فھر گئے لوگ آپ سے سوال کر رہے تھے ایک شخص نے کہا مجھے پتا نہیں چلا اور میں نے ذبح سے پہلے سر منڈا لیا آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں (ابن ابی) اور کو ایک اور شخص نے کہا کہ مجھے پتا نہیں چلا میں نے دبی سے پہلے غز کر لیا۔ آپ نے فرمایا اب دبی کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی پیچھے سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کیا گیا جس کو مقدم یا موخر کیا گیا ہو۔ آپ نے فرمایا کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱، رقم الحدیث: ۸۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۳۳ھ)

امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک مقدم یا موخر میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس سے دم لازم آتا ہے۔ حضرت ابن عباس سے اسی طرح مروی ہے اور اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اس سے آخرت میں حرج یعنی گناہ نہیں ہوگا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابو اسلمہ کی بیٹی سے شادی کی ایک عورت نے ان سے کہا میں نے عقبہ اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے حضرت عقبہ نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے پہلے مجھے بتایا تھا پھر دودھ رسول اللہ پیچھے کے پاس عینہ پہنچے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ پیچھے نے فرمایا تم اس سے انگہ کیوں نہیں ہوتے؟ جبکہ یہ کہا گیا ہے تو عقبہ اس عورت سے انگہ ہو گئے۔ (صحیح البخاری ج ۱، رقم الحدیث: ۸۸۸، بیروت)

آپ کا یہ ارشاد بطور استنباط ہے، دودھ ایک عورت کے قول سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی، ثبوت رضاعت کے لیے دو مردوں کی کوئی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی کوئی ضروری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے مذی بہت آئی تھی میں نے حضرت مقداد سے کہا کہ وہ اس کے متعلق سوال کریں انہوں نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس میں وضو ہے۔ (صحیح البخاری ج ۱، رقم الحدیث: ۳۳۲، بیروت)

خواتین آپ سے عورتوں کے خصوصی مسائل دریافت کرتی تھیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ حق سے حیا نہیں فرماتا کیا عورتوں پر بھی احکام کی وجہ سے غسل فرض ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! جب وہ پانی دیکھ لے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کپڑے میں اپنے منہ کو چھپا کر کہہ دیا رسول اللہ! عورت کو بھی احکام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں یا چہرہ پر کس وجہ سے اس کے مشابہ ہوتا ہے۔

(صحیح البخاری، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۰، بیروت)

قرآن مجید کی کسی اصطلاح کے حعلق بھی مشابہ آپ سے سوال کرتے تھے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی راہ میں قتل کرنے کی کیا تعریف ہے؟ ہم میں سے کوئی شخص قصب کی وجہ سے قتل کرنا ہے، کوئی گروہی قصب کی وجہ سے قتل کرنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سراغ دیا اس وقت وہ شخص کھڑا ہوا تھا آپ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے دین کی سرپرستی کے لیے قتل کیا وہی اللہ عزوجل کی راہ میں قتل کرنا ہے۔ (صحیح البخاری، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۳، مطبوعہ بیروت)

بعض اوقات مشابہ آپ کی حدیث کے معارف میں قرآن مجید کی آیت پیش کرتے تھے پھر آپ اس کا جواب دیتے تھے ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی آپ سے کوئی حدیث سنیں اور آپ اس کے مطلب کو نہ پہنچیں تو آپ سے رجوع کرتی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے حسب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چوتھی نے کہا یا اللہ! یہ نہیں فرماتا اس سے مقترب بہت آسان حسب لیا جائے گا۔ (الاشفاق ۸) آپ نے فرمایا اس آیت میں حسب کا پیش کرنا مراد ہے، لیکن جس سے حسب میں مشابہ کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(صحیح البخاری، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۰۳، مطبوعہ بیروت)

مشکل سوالات اور بھارت ڈالنے کی ممانعت

طائفہ ابو عمرو یوسف بن عبد البر القرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معلویہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلیوں اور بھارتوں کے ڈالنے سے منع فرمایا کسی کو ساکت اور عاجز کرنے کے قصد سے اس پر بھارت ڈالنا منع ہے اور شاکر دوں کا استحقاق لینے کے لیے بھارت ڈالنا جائز ہے، خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے، بتاؤ وہ کون سا درخت ہے۔ (صحیح البخاری، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۷)

حضرت معلویہ رضی اللہ عنہا ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے سامنے لوگوں نے سوالات کیے تو انہوں نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکل سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے افضل کوئی قوم نہیں دیکھی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف تیرہ سوالات کیے جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ وہ تیرہ سوالات یہ ہیں:

- (۱) واداء سالک عبادی عسی۔ (۲) یسئلونک عن الاہلۃ۔ (۳) یسئلونک ما اذا یسقون۔ (۴) یسئلونک عن الشہر الحرام۔ (۵) یسئلونک عن الحمر والمیسر۔ (۶) ویسئلونک عن البیتامی۔ (۷) ویسئلونک ما اذا ینقون۔ (۸) ویسئلونک عن

- المحبص۔ یہ آٹھ سوالات سورۃ البقرۃ میں ہیں۔ (۹) یسئلونک ماذا اٰحل لہم۔ (المائدہ)  
 (۱۰) یسئلونک عن الساعۃ۔ (الاعراف) (۱۱) یسئلونک عن الانفال۔ (الانفال)  
 (۱۲) یسئلونک عن الحبال۔

تحقیق یہ ہے کہ صرف بارہ سوالات صحابہ نے کیے تھے قرآن مجید میں یسئلونک کے صیغہ سے ملتی جو سوال ہیں وہ یسئلونک مشرکین کے ہیں۔ ملائک بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس چیز کے متعلق سوال کرے جو نہیں ہے کیونکہ جو چیز بھی ہونے والی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ کر دیا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۲، ص ۱۳۲، ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سوالات کرنے کے جائز اور ناجائز مواقع

بہر حال اب حصول علم کے لیے شرعی سوالات کا کرنا جائز ہے کیونکہ اب یہ خوف نہیں کہ کسی کے سوال کرنے کی وجہ سے کسی شے کی حرمت نازل ہو جائے گی، طہل و حرام انکام نازل ہونے کا معاملہ وحی پر موقوف ہے اور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد سلسلہ وحی ختم ہو چکا ہے۔ پس اگر کوئی شخص پیش آمدہ مسئلہ میں یا کسی نئے مسئلہ میں یا کسی غیر مخصوص صورت نازلہ میں کسی مسئلہ کا حل دریافت کرنے کے لیے علماء سے سوال کرتا ہے تو اس کا یہ سوال کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے "اگر تم کو علم نہیں ہے تو علم والوں سے سوال کرو۔" (الانبیاء: ۱۷۴) اور نبی ﷺ نے فرمایا جنت کی شفا سوال کرنا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۶) اور جو شخص کسی پر اپنا علمی تفوق ظاہر کرنے کے لیے سوال کرے تاکہ اس کو جواب نہ آئے اور وہ عاجز ہو جائے یا جو شخص شخص ضد اور ہمت دھری کے لیے سوال کرے یا جو شخص مسئلہ سوال کرے "سوائے سوائے طہل و ناجائز ہیں" "خو لا کم ہوں یا زیادہ" البتہ علماء کسی مسئلہ میں ایک دوسرے کی رائے معلوم کرنے کے لیے جو سوال کرتے ہیں اور مذاکرہ اور مباحثہ کرتے ہیں وہ جائز ہے۔ اسی طرح کسی کی دلیل پر تنقید وارد کرنا اور مسلمات میں التفریقین سے معارضہ کرنا بھی جائز ہے اور اہل حق اور اہل باطل کے لیے مناظرہ کرنا بھی جائز ہے "انہم مناظرہ میں فریق مخالف کو حکمت کے ساتھ کسی کفریہ نکتہ سے پہنچا چاہیے" اور اگر یہ چاہے کہ وہ کوئی کفریہ نکتہ کے اور میں اس کی تکفیر کروں تو یہ خود کفر ہے اور اگر یہ چاہے کہ وہ دین میں کوئی ثار و بات کے اور میں اس کی مذمت کروں تو یہ حرام ہے بلکہ یہ نیت ہونی چاہیے کہ میں دلائل پیش کر کے حکمت کے ساتھ فریق مخالف کو حق کا قائل کر لوں نہ یہ کہ اس کو مناظرہ میں شکست دوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم سے پہلے ایک قوم نے اس قسم کے سوالات کیے تھے "پھر وہ لوگ انہی سوالات کی وجہ سے

کفر میں مبتلا ہو گئے۔" (المائدہ: ۱۰۴)

کثرت سوالات اور مطالبات کی وجہ سے پچھلی امتوں کا ہلاک ہونا

اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ تم سے پہلی قوموں نے اپنے نبیوں سے چند فرمائشی مجزبات کا سوال کیا تھا "جب اللہ تعالیٰ نے ان کے سوالات کو پورا کر دیا اور ان نبیوں کو وہ مجزبات عطا فرما دیئے تو وہ ان نبیوں پر ایمان لانے کی بجائے اپنے انکار اور کفر میں پختہ ہو گئے" جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے کوئی کفر کا سوال کیا تھا "اور جب وہ کوئی آگئی تو انہوں نے اس کی کو نہیں کٹ دیں" اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قوم نے یہ سوال کیا تھا کہ "ہاں پر آسمان سے ستر و خن نازل کیا جائے اور جب ان پر ستر و خن نازل کر دیا گیا تو وہ کفر میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے نبی ﷺ کی رسالت سے اور ان کی زبان سے تنبیہ کی ہے کہ وہ سوالات کرنے کے معاملہ میں اپنے سے پہلی امتوں کے راست پر نہ چل جائیں" اس لیے فرمایا کہ تم فرمائشی

مجموعات کا سوال نہ کرو نہ کسی کا پیشہ اور نہ معلوم کرو، اور جو چیز تم پر فرض یا حرام نہیں کی گئی اس کا سوال نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا بیان کیا جائے تو تم کو ناگوار ہو یا تم کسی دشواری میں پڑ جاؤ۔

امام مسلم بن قزح قصصی مثنوی ۳۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو جن چیزوں سے منع کیا ہے، ان سے اجتناب کرو، اور جن چیزوں کا حکم دیا ہے، ان کو بجالاؤ، جتنی تمہاری استطاعت ہے، کیونکہ تم سے پہلے لوگ محض زیادہ سوالات کرتے اور اپنے عیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ (صحیح مسلم، فضائل، ۳۰، ۳۱، ۱۳۳، ۵۹۸)

امام محمد بن اسماعیل بخاری مثنوی ۲۵۶ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے تمہارے لیے جو چیزیں جموڑی ہیں، تم بھی ان کو جموڑو، تم سے پہلے لوگ اپنے سوالوں کی وجہ سے اور اپنے عیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، پس جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس سے اجتناب کرو، اور جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو بجالاؤ، اپنی استطاعت کے مطابق۔

(صحیح بخاری، ۸، رقم الحدیث: ۲۸۸۸، صحیح مسلم، ۱/۱۱۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، سنن ترمذی، ۳، رقم الحدیث: ۳۷۸۸، سنن نسائی، ۵، رقم الحدیث: ۳۷۸۸، صحیح ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، رقم الحدیث: ۷۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے (چاندروں میں) کوئی بچہ نہیں بتایا اور نہ ساتھ اور نہ وسیلہ اور نہ حاکم، مگر یہ کافر محسوس ہوا کہ اللہ پر بہمن تراشتے ہیں اور ان میں اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ (الانعام: ۱۰۳)

اس سے پہلی آیتوں میں کثرت سوال سے منع فرمایا تھا، پہلا کوئی چیز حرام نہ ہو اور تمہارے سوال کی وجہ سے حرام نہ رہی، جائے، اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ مشرکوں نے از خود بعض چاندروں کو حرام کر لیا تھا، اللہ نے ان کو حرام نہیں کیا، وہ بدستور حلال ہیں، سو جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام نہ کیا ہو، اس کو حرام قرار دے کر شریعت سازی نہ کرو۔

السبحرہ کا معنی

بحر کے معنی وسعت ہے، جب کسی اونٹنی کے کلن کو دست لبا چڑ دیا جائے تو اسے بچہ کہتے ہیں، جب کوئی اونٹنی دس بچے جنٹی تو وہ اس کے کلن چر کر اس کو آزاد چھوڑ دیتے، اس پر سواری کی جاتی نہ اس پر سفلن لاد جاتا۔

(الفردات، ص ۳، مطبوعہ ایران، ۱۳۶۲ھ)

مسلوق نے بیان کیا کہ جب اونٹنی کے پانچ یا ست بچے ہو جائے تو وہ اس کا کلن چڑ دیتے اور کہتے ہیں بچہ رہے۔

قلوہ نے بیان کیا کہ جب کسی اونٹنی کے پانچ بچے ہو جائے تو وہ پانچویں بچے کو دیکھتے اگر وہ نہ ہو تا تو اس اونٹنی کو ذبح کر دیتے اور اس کو صرف مرد کھاتے، اور اگر وہ بچہ مرد ہو تا تو اس اونٹنی میں مرد اور عورت دونوں شریک ہوتے، اور اگر پانچویں ہار اونٹنی مونث کو جنم دیتی تو اس کو آزاد چھوڑ دیا جاتا، اس کا دودھ دیا جاتا، اس پر سواری کی جاتی، نہ اس کے پلوں کو حاصل کیا جاتا، اور نہ اس کو ذبح کیا جاتا۔ (جامع تبیین، ج ۷، ص ۳۳، ۳۴، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

السائبہ کا معنی

جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جن لے تو اس کو چار اکلہ میں چھوڑ دیا جاتا تھا، اور اس کو پانی اور چارے سے منع نہیں کیا جاتا تھا، اس کو سائبہ کہتے تھے۔ (الفردات، ص ۳۶، مطبوعہ ایران، ۱۳۷۷ھ)

شمعی نے بیان کیا کہ زندہ جاہلیت میں لوگ اپنی نوشتیں اور بکریوں کو اپنے جوں کے پاس ذبح کے لیے چھوڑ دیتے تھے وہ لوگوں کی بکریوں کے ساتھ غلط مصلحت ہو جاتیں، ان کا دودھ صرف مرد دہتے تھے، اور جب ان میں سے کوئی مر جاتی تو مرد اور عورت دونوں اس کا گوشت کھاتے تھے۔ یہ سائبہ کی تفسیر ہے۔

سدی نے سائبہ کی تفسیر میں بیان کیا کہ زندہ جاہلیت میں جب کسی شخص کا دل بہت زیادہ ہو جاتا یا وہ کسی بیماری سے شفا یاب ہو جاتا یا کسی سفر سے کامیاب لوٹتا تو وہ اپنی کسی نوشتی کو آڑ لہو چھوڑ دیتا تو کوئی شخص اس سے نفع حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ ابن السیب نے کہا جس نوشتی کو وہ جوں کے لیے چھوڑ دیتے وہ سائبہ کہلاتی۔

(جامع البیان ۷: ۷۷ ص ۱۲۳-۱۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

سائبہ وہ نوشتی ہے جس کی جوں کے لیے خرچ کی جاتی اور اس کو جوں کے خد نام اور محافظوں کے سپرد کر دیا جاتا۔ وہ جوں جاتی، چرتی اس پر سہل لدا جاتا نہ اس کا لون کاٹا جاتا نہ اس کا دودھ دیا جاتا البتہ مسلمان مستثنیٰ تھا۔

(التفسیر النبی ۷: ۷۷ ص ۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

### الویلہ کا معنی

جب کسی شخص کی بکری زور اور دودھ دینے جتنی تو کہتے کہ یہ بکری اپنے بھائی سے واصل ہو گئی ہے، پھر اس دودھ بچے کی وجہ سے نہ بچے کو بھی ذبح نہیں کرتے تھے، اس بکری کو شریکین زندہ جاہلیت میں "الویلہ" کہتے تھے۔

(المفردات ص ۵۵ مطبوعہ ایران ۱۳۶۲ھ)

مقدم نے الویلہ کی تفسیر میں کہا جب نوشتی صرف نہ بچے کو جنم دیتی تو اس نوشتی کو مرد کھاتے تھے، اور جب ایک ساتھ زور اور دودھ دیتی تو کہتے یہ نوشتی اپنے بھائی کے ساتھ واصل ہو گئی ہے، پھر ان دونوں کو نہیں کھاتے تھے، اور جب مر جاتا تو اس کو صرف مرد کھاتے تھے، لہذا ان کے ساتھ پیدا ہونے والی نوشتی ویلہ تھی۔

ابن السیب نے بیان کیا کہ ویلہ وہ نوشتی تھی جو پہلی بار دودھ کو جنم دے، دوسری بار پھر دودھ کو جنم دے، وہ کہتے تھے کہ یہ ویلہ ہے، دودھ وہ نوشتیں کے درمیان نہیں ہے، اس نوشتی کو وہ جوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔

(جامع البیان ۷: ۷۷ ص ۱۲۳-۱۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

### الحامی کا معنی

وہ زور دس مرتبہ دودھ کو کیا بھجن کر دے، اس کو حامی کہتے تھے، اس پر سہل لدا جاتا تھا، نہ اس پر سواری کی جاتی تھی۔

(المفردات ص ۱۳۳-۱۳۲ مطبوعہ ایران ۱۳۶۲ھ)

قدو نے کہا جو اونٹ اور اس کا بیٹا دس مرتبہ بھجن کر دے، وہ حامی ہے۔

امام ابن جریر نے کہا کہ جس اونٹ کی شرب سے مسلسل دس نوشتیاں پیدا ہوں، درمیان میں زندہ ہو، اس کو حامی کہتے تھے، اس پر سواری کی جاتی، نہ اس پر سہل لدا جاتا، نہ اس کا لون کاٹا جاتا، اس کو پہلی اور چار گھ سے منع نہیں کیا جاتا تھا۔

(جامع البیان ۷: ۷۷ ص ۱۲۳-۱۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

### بکیرہ اور سائبہ وغیرہما کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسلم بن بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

سید بن السیب نے بیان کیا کہ بکیرہ وہ نوشتی ہے جس کا دودھ دیتا جوں کی وجہ سے منع کر دیا جاتا تھا، اور کوئی شخص اس کا

دودھ نہیں دیتا تھا اور ساتھ وہ اونٹنی ہے جس کو وہ اپنے بچوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے اور اس پر کسی چیز کو لادنا نہیں چاہتا تھا اور حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی آستوں کو گھسیٹ رہا تھا اور میری وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے ساتھ اونٹنیوں کو چھوڑا تھا اور وہ صلیہ وہ اونٹنی ہے جو پہلی بار اونٹ جنتی ہے اور دوسری بار اونٹنی جنتی ہے وہ اس کو اپنے بچوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے بشرطیکہ وہ کیے بعد دیکرے مادہ کو جنم دے اور ان کے درمیان رشتہ ہو اور حاکم تراوٹ ہے جو چند معین مرتبہ بھیجا کرسے جب وہ اپنا عدد پورا کرے تو وہ اس اونٹ کو بچوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے اور اس پر مسلمان نہیں لادتے تھے اور اس کو اٹھائی کہتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ دوزخ کی بعض آگ بعض کو کھا رہی تھی اور میں نے دیکھا کہ عمرو اپنی آستوں کو گھسیٹ رہا تھا اور یہ پہلے شخص تھا جس نے ساتھ اونٹنیوں کو چھوڑا۔

(مجمع البحار ج ۵، رقم الحدیث: ۴۶۲۳-۴۶۲۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو الاحوص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا جب تمہاری اونٹنیاں پیدا ہوتی ہیں تو ان کے کل سالم ہوتے ہیں پھر تم سترائے کر ان کے کان کٹ ڈالتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ بخیرہ ہے اور ان کے کان چر دیتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ حرام ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا اللہ کی گلائی بہت سخت ہے اور اس کا ستر بہت تیز ہے اور تمہارا ہر بل جو تمہارے لیے عدل ہے اس میں سے کوئی چیز حرام نہیں کی گئی۔

(مسند احمد ج ۵، رقم الحدیث: ۵۵۸۸۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۶۰، جامع البیہان ج ۷ ص ۱۱۹-۱۱۸،

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام عبد الرزاق ۱۵۱ھ ابن ابی شیبہ اور امام ابن جریر نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس شخص کو ضرور پکارتا ہوں جس نے سب سے پہلے ساتھ اونٹنیوں کو چھوڑا اور انہوں نے اسے ذبح کرنے کے پھر نصب کیے اور جس شخص نے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو تبدیل کیا۔ صحابہ نے پوچھا رسول اللہ! ﷺ یہ کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو کعب کا بھائی عمرو بن لہی ہے۔ میں نے اس کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی آستیں گھسیٹ رہا تھا اور اس کی آستوں کی بدولت وہ دوزخیوں کو ذبح دیتی تھی اور میں اس شخص کو پکارتا ہوں جس نے سب سے پہلے بخیرہ کے کان چیرے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! ﷺ یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ نبی کا ایک شخص ہے جس کی دو اونٹنیاں تھیں اس نے ان کے کان چیرے اور ان کا دودھ دوسلوں کو دیا اور ان پر سامان لادنا حرام کر دیا پھر اس کو ضرورت ہوئی تو اس نے ان کو دودھ پلا دیا اور ان کی پشت پر سوار ہوا میں نے اس کو دوزخ میں دیکھا وہ اونٹنیاں اس کو اپنے منوں میں سے بھینھو ڈھری تھیں اور اپنے کھروں سے دوزخ ڈھری تھیں یہ حدیث مرسل ہے)

(در مشرق ج ۲ ص ۳۳۸، جامع البیہان ج ۷ ص ۱۱۸، روح المعانی ج ۷ ص ۳۴)

ایصالِ ثواب کے لیے نامزد جانوروں کا حلال اور طیب ہونا

اللہ تعالیٰ نے ان چار جانوروں کو حرام نہیں کیا لیکن زمانہ جاہلیت میں مشرکوں نے بخیرہ، ساتھ، صلیہ اور حامی گھمرائے ان کو اپنے بچوں کے لیے نامزد کیا اور ان سے نفع حاصل کرنے کو حرام قرار دیا اور یہ محض اللہ پر اعتراض ہے سو ان جانوروں کو جب مسلمان، اللہ کے نام پر ذبح کرے گا تو ان کا کھانا حلال اور طیب ہو گا اسی طرح قربانی کے لیے جو جانور لوگوں کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں یہ عبد اللہ کی گائے ہے، یہ عبد الرحمن کا بکرا ہے، اور اولیاء اللہ کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے جو جانور ان کی طرف



منسوب کیے جاتے ہیں کہ مثلاً اس کبرے کو ذبح کر کے اس کے طباق کے صدقہ کے ثواب کو محنت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ یا حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ کی روح کو پہنچایا جائے گا اور اس اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ یہ غوث پاک کا کبر ہے یا یہ راجا صاحب کا کبر ہے؟ تو جب اس کو مسلمان اللہ کے ہم پر ذبح کرے گا تو اس کا گوشت بھی حلال اور طیب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان سے کہا جائے کہ تو اس دین کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول (کی شریعت) کی طرف تو کہتے ہیں۔ ہمیں وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ اور دادا کو پایا، خرواہن کے باپ اور دادا کسی چیز کا علم نہ رکھتے ہوں نہ ہدایت یافتہ ہوں۔ (المائدہ: ۱۰۴)

بحیرہ وغیرہ کی تحریم کا خلاف عقل ہونا

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے زناہتِ جاہلیت کے کفار کی فطریع کو رد کر دیا ہے اور یہ اعلان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حرام نہیں کیا ہے اور نہ یہ اس کی سنت ہے اور نہ شریعت میں اس کو عیلت قرار دیا ہے اور اگر یہ جہلِ محض سے کام لیتے تو اول تو کفر اور شرک نہ کرتے اور اپنے انھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا نہ کرتے اور ان جانوروں کو بتوں کے لیے وقف کر کے اور ان سے حصولِ نفع کو حرام کہے مزید گمراہ نہ ہوتے جو چتر کشی قسم کے نفع اور نقصان پر مصلحتاً طور نہیں ہیں نہ ان کی ہڈیاں سن سکتے ہیں نہ اس کا جواب دے سکتے ہیں ان کی پرستش کرنے سے کیا حاصل؟ اور ان جانوروں کو ان کی خاطر حرام کرنے سے کیا فائدہ ہے؟

تقلید مذموم اور تقلید محمود

محض سے کام لیتے تو بت پرستی نہ کرتے اور نہ بتوں کی خاطر ان جانوروں کو حرام کرتے لیکن وہ بغیر غور و فکر کے اپنے آباء اجداد کی اندھی تقلید میں گرفتار ہیں، حالانکہ ان کے تہذیب و تمدن اور جاہل اور گمراہ تھے اور جانوروں کی تقلید ضرر محض ہے۔ محض، علم اور دین کے متعلق ہے اور مصلحت کے خلاف ہے اس آیت میں مطلقاً تقلید کی مذمت نہیں کی بلکہ ان لوگوں کی تقلید کی مذمت کی ہے جو جاہل اور گمراہ ہوں اور اس سے یہ معلوم نکلا ہے کہ جو لوگ عالم اور ہدایت یافتہ ہوں ان کی تقلید جائز اور صحیح ہے امام رازی نے لکھا ہے کہ ہدایت یافتہ عالم کی تقلید اس وقت صحیح ہے جب مقلد کو معلوم ہو کہ اس عالم کا قول دلیل اور حجت پر مبنی ہے اور بوقت ضرورت وہ اس عالم سے دلیل معلوم کر کے بیان کر سکے اس صورت میں یہ محض اندھی تقلید نہیں ہوگی اور وہ محض دراصل اسی دلیل کے مطابق عمل کر رہا ہے اور یہ چیز محض اور علم کے خلاف نہیں ہے۔

ہر دور میں ان چارہ حرام اپنے پیش آمدہ مسائل میں علماء اور متنبوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور عالم اور مفتی اس مسئلہ کا جو حل بیان کرتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں کیونکہ ان کو علم ہوتا ہے کہ یہ فطری قرآن اور حدیث کی کسی دلیل پر مبنی ہے اور بوقت ضرورت وہ دلیل بیان بھی کر دی جاتی ہے اور حقیقت وہ محض قرآن اور حدیث پر عمل کر رہا ہے مقلد محض نہیں ہے اور ہدایت یافتہ عالم کا مقلد ہے جاہل اور گمراہ کا مقلد نہیں ہے اسی طرح احمد اربوب کے مقلدین ہیں وہ اپنے امام کے قول پر اس لیے عمل نہیں کرتے کہ یہ ان کے امام کا قول ہے بلکہ اس قول پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ ان کا قول قرآن اور حدیث کی کسی دلیل پر مبنی ہے تو حقیقت وہ قول امام پر عمل نہیں کر رہا بلکہ قرآن اور حدیث پر عمل کر رہا ہے اور چونکہ عالم آدمی کا علم قرآن اور حدیث کو محیط نہیں ہے اور وہ ان سے مسائل کے استنباط پر قادر نہیں ہے اور قرآن و حدیث سے حاصل شدہ احکام کو اپنے پیش آمدہ مسئلہ پر منطبق کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا اس لیے اسے کسی قرآن اور حدیث کے قیور اور ماہر عالم کی طرف رجوع کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے وہ کسی ہدایت یافتہ قیور اور ماہر عالم دین کی تقلید کرتا ہے اور احمد اربوب ہدایت یافتہ اور قرآن و حدیث کے علوم کے ماہر اور امام تھے سو ان کی تقلید کرنا بالکل جائز صحیح اور محض سلیم کے مطابق ہے ان کے اقوال قرآن و حدیث پر

جی ہیں یہ دلائل انہوں نے خود بھی بیان کیے اور ان کے قیام نے بھی بیان کیے اس کے باوجود ان کی نیک قسمی اور علم و دانت کا یہ حال ہے کہ انہوں نے کہا اگر ہمارا کوئی قول کسی حدیث صحیح کے خلاف ہو تو اس قول کو مسترد کر دو اور حدیث پر عمل کر دو یہی ہمارا مذہب ہے سو ان ائمہ کی تقلید کرنا دراصل قرآن و حدیث کے انکسار پر عمل کرنا ہے۔ یہ شخص ان کی تقلید نہیں ہے اور نہ ہی ائمہ کی تقلید ہے کیونکہ ان کے اقوال قرآن و حدیث پر جتنی ہیں اور نہ یہ کسی جہل اور گمراہ کی تقلید ہے بلکہ یہ ان کی تقلید ہے جو اپنے اپنے دور میں علم اور ہدایت کے آفتاب و یلکتاب تھے سو اس آیت سے ائمہ اربعہ کی تقلید پر طعن کرنا علم اور دانت کے خلاف ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَن ضَلَّ إِذَا

اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی سے نہیں کرنی

اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

مرد نہیں ہو گے، اللہ ہی کی عزت تم سب نے لوٹا ہے، پھر وہ تم کو خبر دے گا کہ تم کیا کرتے

تَعْمَلُونَ ﴿۱۰۹﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا أَحْضَرُ

لے جے تھے ۱۰۹ اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت (کا وقت) آجائے اور وہ

أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ آخَرَ

وصیت کر رہا ہو تو تمہاری شہادت کا نصاب ہے جسے کہ تم میں سے دو نیک آدمی (گواہ ہوں) اور اگر تم نہیں ہو

مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَمْوَاجِ فَأَصَابَكُمْ مِصْرَبَةٌ

سفر کر رہے ہو اور تم میں سے کسی کی موت آپہنچے تو طیروں میں سے ہی دو شخص (گواہ ہوں)، اگر

الْمَوْتُ تَحِيصُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمُنِ بِاللَّهِ إِنَّ آيَتَهُمَا

کے ان پر شک ہو تو تم ان دو گواہوں کو نماز کے بعد روک کر، وہ ان کی قسم لگا کر کہیں کہ ہم دیکھی غلطی کی وجہ

لَا تَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَا تَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّكَ

سے اس قسم کے عوض کوئی مال نہیں لے گے اور خواہ قریبی ہشتاد ہوں (جہاں ان کی رعایت نہیں کریں گے) مگر تم ان کی گواہی نہیں چھپاؤ گے

إِذَا أَلَيْسَ الْأَتَمِينَ ﴿۱۱۰﴾ فَإِنْ عَثَرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَأَخْرَجَ

وہ ہم موت گناہوں میں شمار ہوں گے ۱۱۰ پھر اگر مسلم ہو جائے کہ وہ دو گواہی لگائے کہ تم نے اس قسم کے عوض کوئی مال نہیں لیا تو ان کا حق

يَقُولُ مِنْ مَقَامِهِمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأُولٰئِكَ فَيَقْسِمُنَّ

ان گواہوں نے شائع کیا ہے ان کی ہمت سے دو گراہ ان کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ گراہ اشد کی قسم کھا کر

بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا عَدَدْنَاكُمْ إِنَّا إِذًا لَإِلٰهِنَّ

کہیں کہ ہماری شہادت ان (دوسروں) کی شہادت سے زیادہ بہتر ہے اور ہم نے عد سے تجاوز نہیں کیا، اور ہمارا شمار ظالموں

الظٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ يَّاتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَا اَوْ

یہ جو گواہ ۱۰۸ یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ (دوسرے) اس طرح شہادت دیں جس طرح شہادت دینے کا

يَخَافُوْنَ اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانُۢ بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمِعُوا

حق ہے یا وہ اس بات کو (دروغہ) کہیں کہ بعد ان کے ایمان کے دوبارہ ایمان سے واپس آجائیں اور ان کے دلوں میں (اس کے حکم) کا

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

سزا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۱۰۹

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم اپنی فکر کو جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی سے جس کی کوئی ضرر نہیں ہو گا اللہ ہی کی طرف تم سب نے لوٹنا ہے پھر وہ تم کو خبر دے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔ (المائدہ: ۱۰۵)

مناصب اور شان نزول

اس سے پہلے آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جب شرکین کو اللہ کے دین کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ اور دادا کو پایا غرض ان چاہوں اور گمراہوں کو اسلام کی طرف بلانے کی مسلمانوں نے پوری کوشش کی۔ اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور اخروی انصاف کی ترغیب دی۔ اس کے باوجود جب ان چاہوں نے اپنی جہالت اور گمراہی پر اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مسلمان! ان کی جہالت اور گمراہی کی پروا نہ کرو اور ان کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔ بلکہ تم اللہ کے احکام کی اطاعت کرتے رہو اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان سے اعتنا نہ کرو۔ اس لیے اس آیت میں فرمایا اے ایمان والو! تم اپنی فکر کو جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی سے جس کی کوئی ضرر نہیں ہو گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اہل کتاب سے جزیہ قبول کر لیتے تھے اور عرب کے مشرکین سے جزیہ قبول نہیں کرتے تھے۔ ان کے لیے صرف دو راستے تھے یا اسلام قبول کر لیں یا پھر جنگ کے لیے تیار رہیں۔ تب منافقوں نے مسلمانوں کو ملامت کی کہ تم بعض کفار سے جزیہ قبول کرتے ہو اور بعض سے قبول نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم ہدایت پر ہو تو ان کی ملامت کی پروا نہ کرو، مسلمانوں کو اس سے امت سخت تکلیف ہوتی تھی کہ نبی ﷺ کی بشارت پہنچے اس قدر معجزات کے مشاہدہ اور آپ کی اپنی کوششوں کے باوجود یہ کفار کفر کو نہیں چھوڑتے اور اپنی گمراہی پر ڈنکے بٹکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی قسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی جس کا معنی یہ ہے کہ تم ان کو

سلطان کرنے کے ملک نہیں ہو تم صرف اپنی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو ان کی جہالت اور گمراہی سے جس کوئی ضرر نہیں ہوگا (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۹ مطبوعہ دارالحدیث کوئٹہ ۱۳۹۸ھ)

نجات کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ضروری ہونا

"تم اپنی فکر کرو" کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو گناہوں کے ارتکاب سے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محفوظ رکھو اور اپنی آخرت اور عبادت ستوارنے کی فکر کرو۔ اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر لوگ برے کام کر رہے ہیں تو کرنے دو تم صرف اپنی فکر کرو جس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ کسی کو نیکی کا حکم دینا یا برائی سے روکنا واجب نہیں ہے صرف اپنی اصلاح کر لینا کافی ہے۔ حالانکہ یہ معنی قرآن مجید اور احادیث کی دوسری نصوص کے خلاف ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دوسروں کو نیکی کا حکم نہیں دیتا اور برائی سے نہیں روکتا تو وہ عذاب کا مستحق ہو گا کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے اس لیے تم اپنی فکر کرو کا معنی یہ ہے کہ تم اپنی اصلاح کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتے رہو اس کے باوجود اگر لوگ برے کاموں سے باز نہ آئیں تو تم فکر نہ کرو جب تم ہدایت پر ہو نیکی کرو ہو اور نیکی کا حکم دے رہے ہو تو کسی کی برائی سے جس میں ضرر نہیں ہوگا

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کے متعلق احادیث

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی حنفی ص ۲۷۹ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بنو اسرائیل میں گناہ بہت بڑھ گئے تو ان کے علماء نے منع کیا وہ باز نہیں آئے۔ وہ علماء ان کی مجلسوں میں بیٹھتے رہے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے تو اللہ نے ان کے دل بھی ان کی طرح کر دیے اور حضرت داؤد اور حضرت یحییٰ ابن مریم کی زبان سے ان پھلتی گئی کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نیک لگائے ہوئے تھے پھر آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ (امام ابو داؤد کی روایت میں ہے) تم ان کو ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا اور تم خالصوں کے ہاتھوں کو پکڑ لینا اور اس کو حق کے مطابق عمل پر مجبور کرنا۔

(سنن ترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۳۰۵۸، سنن ابو داؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۳۳۶، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۴۰۰۶)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث حنفی ص ۵۷۵ روایت کرتے ہیں:

قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا اے لوگو! تم یہ آیت تلاوت کرتے ہو اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کی گمراہی سے جس کوئی ضرر نہیں ہوگا (المائدہ ۱۰۵) اور تم اس آیت سے غلط مطلب نکالتے ہو اور ہم نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب لوگ ظالم ہو دیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں تو اللہ ان سب پر عذاب لے آئے گا اور جہنم کی روایت میں ہے جس کسی قوم میں گناہوں پر عمل کیا جاتا ہے اور وہ ان گناہوں کو مٹانے پر قادر ہوں پھر نہ مٹائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب لے آئے گا۔

(سنن ابو داؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۳۳۸، سنن ترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۳۰۵۸، سنن کبیر لاشعری ج ۶، رقم الحدیث: ۸۵۷)

سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۰۰۵

المائدہ ۸۰ کی تفسیر میں ہم نے اس سلسلہ میں بہت احادیث پیش کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت (کا وقت) آجائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو

تمہاری شہادت کا مصاب یہ ہے کہ تم میں سے دو نیک آدمی (گو لو ہوں) اور اگر تم زمین میں ستر کر رہے ہو اور تم میں سے کسی کو موت آچینے تو تمہوں میں سے دو شخص (گو لو ہوں) اگر تمہیں فن پر شک ہو تو تم ان دو کو ہوں کو نماز کے بعد روک لو۔ وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم (کسی قاعدہ کی وجہ سے) اس قسم کے عوض کوئی بل نہیں لیں گے 'نور خلاق قرہی رشتہ داروں (ہم ان کی رعایت نہیں کریں گے) اور ہم اللہ کی کوئی قسم چھپائیں گے 'ورنہ ہم سخت گنہ گاروں میں شمار ہوں گے' پھر اگر مظلوم ہو جائے کہ وہ دونوں کو کسی گنہ گار کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن لوگوں کا حق ان کو ہوں نے ضائع کیا ہے ان کی طرف سے دو گو لو ان کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ گو لو قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان (دوبوں) کی شہادت سے زیادہ برحق ہے 'اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا' ورنہ ہمارا شمار ظالموں میں ہو گا یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ (دوسری) اس طرح شہادت دیں جس طرح شہادت دینے کا حق ہے 'یادہ اس بات سے ڈریں کہ (در تاء کی) قسموں کے بعد ان کی قسمیں مسترد کر دی جائیں گی 'اور اللہ سے (ڈرتے رہو اور اس کے انکسار) سنو اور اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت فرمائیں (العائذہ ۲۸۵-۲۸۶)

سفر میں وصیت پر اہل کتاب کو گواہ بنانے کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جو سہم (عاص بن داغل سہمی کے قبیلہ) میں سے ایک شخص حیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ (سفر میں) گیا۔ سہمی ایسی جگہ میں فوت ہو گیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا جب وہ دونوں سہمی کا ترکہ لے کر آئے تو اس کے در تاء نے اس میں چاندی کا پیالہ گم کیا جس میں سونے کے پتھر تھے جو رسول اللہ ﷺ نے ان سے طلب کیا 'پھر وہ پیالہ کہ میں بنایا گیا اور ان لوگوں نے کہا تم نے یہ پیالہ حیم اور عدی سے خریدا ہے' پھر سہمی کے در تاء میں سے دو حصوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور یہ پیالہ ان کے ساتھی کا ہے اور انہیں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے۔ (العائذہ ۲۸۵-۲۸۶)

(مجمع البحار ج ۳، رقم الحدیث ۲۷۸۰، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۳۶۶۰)

امام ابو یوسف ترمذی متوفی ۲۴۹ھ نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت (العائذہ ۲۸۶) کے متعلق حیم داری سے روایت کرتے ہیں 'حیم داری نے کہا وہ اور عدی بن بداء دونوں نصرانی تھے 'اور اسلام لانے سے پہلے شام کا ستر کرتے رہتے تھے۔ ایک بار وہ دونوں تجارت کے لئے شام روانہ ہوئے تو ان کے پاس جو سہم کے آزاد شدہ غلام بھی تجارت کے مقصد سے آئے ان کا نام بدیل بن ابی مریم تھا ان کے پاس چاندی کا ایک پیالہ تھا وہ اس کو بشارتہ کے پاس لے جانا چاہتے تھے 'وہ راستہ میں تیار ہو گئے۔ انہوں نے ہم دونوں کو وصیت کی اور یہ کہ ان کا ترکہ ان کے لڑکے کو بچاؤ دیں۔ حیم نے کہا جب وہ فوت ہو گئے تو ہم نے اس پیالہ پر قبضہ کر لیا 'اس کو ہم نے ایک ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔ پھر میں نے نور عدی بن بداء نے اس رقم کو انہیں میں تقسیم کر لیا جب ہم بدیل سہمی کے گھر پہنچے تو اس کا بقیہ ترکہ جو ہمارے پاس تھا وہ ہم نے اس کے گھر والوں کو دے دیا 'انہوں نے اس ترکہ میں پیالہ کو گم کیا تو ہم سے اس کے متعلق سوال کیا۔ ہم نے کہا اس نے اس کے سوالور کچھ نہیں چھوڑا تھا 'نور نے اس کے سوالور کوئی چیز ہمیں دی تھی۔

حیم نے کہا جب میں رسول اللہ ﷺ کے عند تشریف لانے کے بعد مسلمان ہو گیا تو میں نے اس فصل میں گنہ جانا میں ان کے گھر گیا اور ان کو اصل واقعہ کی خبر دی 'اور ان کو بچاؤ سودر ہم واپس کر دینے 'اور ان کو بتایا کہ میرے ساتھی کے پاس بھی اتنے درہم ہیں۔ وہ (عدی بن بداء) کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے 'آپ نے سہمی کے در تاء سے گواہ طلب کیے 'ان کے

پاس گولہ میں تھے۔ پھر آپ نے فن کو حکم دیا کہ وہ عدی بن بداء سے قسم طلب کریں، جو ان کے دین میں سب سے بڑی قسم ہو۔ اس نے قسم کھائی، جب یہ آیت نازل ہوئی (الاحقہ: ۸-۱۰) پھر عمرو بن العاص اور ایک اور شخص نے (اور چاہو سکی کے موقف پر) اور عدی کے خلاف قسم کھائی تو عدی بن بداء سے پانچ سو درہم وصول کیے گئے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد صحیح نہیں ہے۔ (سنن ترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۳۰۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سفر میں وصیت کرنے اور غیر مسلموں کو گواہ بنانے کے جواز پر امام احمد کے دلائل

ان آیتوں میں سزا اور حضرت میں وصیت کرنے پر ترقیب دی گئی ہے، وصیت کے ثبوت اور اس کو بخیر کرنے کے لیے گواہ مقرر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اصل میں مسلمان گواہوں کو مقرر کرنا چاہیے، اور یہ کہ ضرورت یا حاجت کے پیش نظر غیر مسلموں کو بھی گواہ بنایا جاسکتا ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے تم میں سے دو شخص گواہ ہوں اس کا معنی ہے تمہارے دین اور تمہاری ملت سے دو گواہ ہوں یہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، سعید بن مسیب، سعید بن جبشہ، شریح، ابن سیرین اور شعبی کا قول ہے۔ امام احمد کا بھی یہی حکم ہے۔ پھر فرمایا ہے اور سفر میں غیروں میں سے سی دو گواہ مان لیے جائیں حضرت ابن مسعود، حضرت عباس اور دیگر زکوة الصدر فقہاء تابعین کے نزدیک اس سے مراد ہے جو لوگ تمہارے دین اور تمہاری ملت کے غیر ہوں، یعنی اہل کتاب میں سے ہوں، اور حسن اور عکرہ کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے اقرباء اور رشتہ داروں کے غیر ہوں۔

جب یہ مراد لی جائے کہ غیروں سے مراد غیر مسلم اور اہل کتاب ہیں اور یہ کہ سفر میں وصیت پر اہل کتاب کو گواہ بنایا جائے، تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت نکلے اور غیر منسوخ ہے یا یہ کہ سب یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ حضرت ابن عباس، ابن المسیب، ابن جبشہ، ابن سیرین، قتادہ، شعبی، ثوری اور امام احمد کے نزدیک یہ آیت نکلے ہے اور اب بھی اہل کتاب کو سفر میں وصیت پر گواہ بنانا جائز ہے اور وہ اس قول یہ ہے کہ یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہوئی:

وَأَشْهِدُوا ذُنَىٰ عَدْلِي جُنَّتْ كَيْفَ تَصْلُحُ (الطلاق: ۱۲) اور انہوں (یعنی مسلمانوں) میں سے دو نیک شخصوں کو گواہ

بنائے۔

زید بن اسلم، امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ کا بھی اسی طرف میلان ہے، انہوں نے کہا کہ اہل کفر و عدل (نیک) نہیں ہیں اور پلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ حاجت اور ضرورت کا مقام ہے اور ایسے مواقع پر صرف عورتوں کی گواہی بھی صحیح ہوتی ہے۔ جیسے حیض، نفاس اور بچے کی پیدائش میں عورتوں کی گواہی صحیح ہوتی ہے۔

(رد المحتار ج ۲، ص ۴۳۷-۴۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

سفر میں وصیت پر غیر مسلموں کو گواہ بنانے کے عدم جواز پر جمہور فقہاء کے دلائل

جمہور فقہاء کے نزدیک مسلمانوں کے معاملات میں کفار کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے، اور اس آیت میں جو غیروں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے، اس آیت میں غیروں سے مراد غیر مسلم ہو تو پھر یہ آیت منسوخ و ادوی عدل مکہ سے منسوخ ہے اور یا اس آیت سے منسوخ ہے:

وَأَشْهِدُوا ذُنَىٰ عَدْلِي جُنَّتْ كَيْفَ تَصْلُحُ  
لَمْ يَكُنْ لَكُمْ رَحْمَةٌ  
تَرْمِضُونَ مِنَ الشَّهَادَةِ (البقرہ: ۲۸۲)

اور اپنے (مسلمان) مردوں میں سے دو گواہ بناؤ، اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو۔

نہیان القراء

اور ظاہر ہے کہ ذی یال کتاب شرعاً غیر بندیدہ ہیں سو یہ آیت سورۃ مائدہ کی زیر تفسیر آیت کے لیے مطلق ہے۔ اور ماضی میں مسلمانوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے اہل کتاب کو سفر میں وصیت پر گواہ بنانے کی اجازت دی گئی کیونکہ اس وقت مسلمان صرف مدینہ میں تھے اور آج کے دور میں تو ہر جگہ مسلمان موجود ہیں اس لیے کفار کی شہادت مطلق ہو جائے گی اس لیے اب مسلمانوں کا کافروں کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے۔

علامہ بدر الدین محمد بن احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ شرح سے روایت کیا ہے کہ یسود و نصاریٰ کو صرف سفر میں وصیت پر گواہ بنانا جائز ہے اور کسی موقع پر جائز نہیں ہے۔ (جامع البیان 'جزء ۳' ص ۳۳۳) امام احمد بن حنبل سے بھی ایسی کی مثل مروی ہے اور وہ اس میں مضبوط ہیں۔ اگرچہ علامہ نے ابن سے اختلاف کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف اہل ذمہ کی گواہی جائز نہیں ہے۔ (جامع البیان 'جزء ۳' ص ۳۳۳) اور امام طہوی نے ابوداؤد سے روایت کیا ہے کہ ایک مسلمان شخص وقت قیامت فوت ہو گیا اور اس کو مسلمانوں میں سے کوئی شخص نہیں ملا جس کو وہ اپنی وصیت پر گواہ بنانا تو اس نے دو اہل کتاب عیسائیوں کو گواہ بنالیا وہ دونوں کو ذمہ میں حضرت ابوموسیٰ کے پاس آئے حضرت ابوموسیٰ نے گمانی بیچاروں کے عہد کے بعد اہل طرح نہیں ہوا تھا پھر مصر کے بعد ابن دونوں سے حلف لیا کہ انہوں نے خیانت کی ہے نہ جھوٹ بولا ہے نہ وصیت میں کوئی تبدیلی کی ہے پھر ان کی شہادت کو جائز کر دیا۔ (سنن ابوداؤد 'ج ۲' رقم الحدیث ۳۶۰۵ جامع البیان 'جزء ۳' ص ۳۳۳) امام طہوی نے کہا یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ آیت محکم (غیر منسوخ) تھی اور میرے علم کے مطابق صحابہ میں سے کسی نے ابن کی مخالفت نہیں کی ہے اور اکثر فقہاء تابعین کا بھی یہی نظریہ ہے اور تماس نے ذکر کیا ہے کہ جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اور کسی حال میں کافری شہادت جائز نہیں ہے جس طرح قاتل کی شہادت جائز نہیں ہے۔ وہ زید بن اسلم امام شافعی اور نعمان (امام ابو حنیفہ) ہیں۔ البتہ امام ابو حنیفہ نے کافروں کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت کو جائز کہا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ 'ج ۳' ص ۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۳۸ھ)

اہل ذمہ کی آپس میں گواہی کے جواز پر امام ابو حنیفہ کے دلائل

امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ کافروں کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی جائز ہے اور مسلمانوں کے خلاف ابن کی گواہی جائز نہیں ہے کیونکہ شہادت کی تمام آیات اپنے سابق و سبق کے اعتبار سے مسلمانوں کے متعلق ہیں اور کافروں کی گواہی ایک دوسرے کے متعلق قبول کی جائے گی۔ قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَّبِعْتُهُمْ آؤُلِيَاءُ يَتَّبِعُهُ

(الانفال: ۷۳)

قرآن مجید نے کافروں کی ایک دوسرے پر ولایت ثابت کی ہے اور ولایت شہادت سے اعلیٰ درجہ ہے اور حدیث میں بھی اہل کتاب کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت کا ثبوت ہے۔ امام ابوداؤد بحسنی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یسود ایک مولا اور عورت کو لے کر آئے جنہوں نے زنا کیا تھا آپ نے فرمایا تم میرے پاس ایسے دو مردوں کو لے کر آؤ جو تمہارے سب سے بڑے عالم ہوں وہ صورتوں کے دو بیٹوں کو لے کر آئے۔ آپ نے ان کو قسم دی کہ یہ بتاؤ کہ قرات میں اس جرم کی کیا سزا ہے؟ انہوں نے کہا قرات میں یہ مذکور ہے کہ جب چار آدمی یہ گواہی دیں کہ انہوں نے مودے کے تار کو عورت کے اندام نفی میں اس طرح دیکھا ہے جس طرح سلاخی سر مردانی میں

ہوتی ہے تو ان دونوں کو رجم کر دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا پھر تم کو انہیں رجم کرنے سے کیا چیز مانتے ہے؟ انہوں نے کہا ہماری سلطنت (مقتدرہ) ملی گئی تو پھر ہم نے قتل کرنے کو بچہ نہ جانا پھر رسول اللہ ﷺ نے کہا ہوں کہ بلایا مسو چار گلو آئے اور انہوں نے یہ شہادت دی کہ انہوں نے اس مو کے نکل کو اس عورت کے اندام منافی میں اس طرح دیکھا ہے جس طرح سلائی سرسہ دانی میں ہوتی ہے تب نیا پیچیز نے ان کو رجم (نگار) کرنے کا حکم دیا۔

(سنن ابوداؤد ج ۳ رقم الحدیث: ۴۳۵۲، سنن دارقطنی ج ۳ رقم الحدیث: ۴۳۰۵)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اہل کتاب کی اہل کتاب کے خلاف شہادت جائز ہے ایک اور حدیث سے بھی یہ بات منہما نکلی ہے۔

اہل علی بن محمد دارقطنی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک ملت والے دوسری ملت والوں کے وارث نہیں ہوتے اور ایک ملت والوں کی دوسری ملت والوں کے خلاف شہادت جائز نہیں ہے۔ ماسوا میری امت کے کیونکہ ان کی شہادت دوسروں کے خلاف جائز ہے۔

(سنن دارقطنی ج ۳ رقم الحدیث: ۶۸، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۶ رقم الحدیث: ۵۳۳۰، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۰۱)

اس حدیث کا مضموم یہ ہے کہ ایک ملت کے افراد کی اپنی ملت والوں کے خلاف شہادت جائز ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الرضی اللہ عنہ ج ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اہل ذمہ کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت قبول کی جائے گی، خواہ ان کی ملتیں مختلف ہوں۔ (مثلاً یہودی کو اپنی نصاریٰ کے خلاف مقبول ہوگی) امام مالک اور امام شافعی نے کہا ان کی کوئی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ فاسق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا والمکافرون ہم المماسفون (قرآن مجید میں یہ آیت نہیں ہے یہ صاحب ہدایہ کا نسخہ ہے۔ البتہ اس معنی میں یہ آیت ہے ومن کفر بعد ذلك ما لکندک ما لکندک ہم المماسفون (انور ۵۵)

اس لیے ان کی خبر پر توقف کرنا واجب ہے اسی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف ان کی کوئی قبول نہیں کی جاتی اور وہ بہ منزلہ مرتد ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ تمنا پیچیز نے نصاریٰ کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔ نیز ان کو اپنے اوپر اور اپنے چھوٹے بچوں کے اوپر ولایت حاصل ہے۔ لہذا ان کو اس کی جنس پر شہادت کا حق بھی حاصل ہو گا اور فرق اعتقادی شہادت کو قبول کرنے سے منع نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے دین میں جس چیز کو حرام اعتقاد کرتے ہیں اس سے اعتنا کرتے ہیں اور جھوٹ بولنا تمام ادیان میں حرام ہے اس لیے وہ جھوٹی کوئی نہیں دیں گے اور ان کو مرتد پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مرتد کو کسی پر بھی ولایت حاصل نہیں ہوتی اور ذہبیوں کی کوئی مسلمانوں کے خلاف اس لیے مقبول نہیں ہے کہ ذہبیوں کو مسلمانوں پر ولایت حاصل نہیں ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

كَيْفَ تَتَّقِلُ الْهُلَّةَ وَلَكِنَّ يَرَىٰ عَلَى الْكُفْرِ مِيرَاسًا  
سَبَّحَانَ (النساء: ۸۳)

اور چونکہ کافر مسلمان سے دشمنی رکھتا ہے اور دار اسلام میں اس سے مغلوب ہے اس لیے وہ اس پر غلبہ پانے کے لیے جھوٹ بولے گا اور کفر کی ملتیں ہر چند کہ مختلف ہیں لیکن دار اسلام میں وہ ایک دوسرے سے مغلوب نہیں ہیں اس لیے ان میں باہم دشمنی نہیں ہوگی جو ان کو جھوٹی کوئی پر اکسائے اور حلی مستحسن (جو کافر یا سپورٹ لے کر ہمارے ملک میں آئے) کی کوئی



ذی کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی اور جو کافر الگ الگ ملکوں میں رہتے ہیں ان کی کوئی ایک دوسرے کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی۔ (ادایہ اخیرین ص ۲۳ مطبوعہ مکتبہ شرکت طبعہ مکتبہ)

اور اس سے پہلے جو ہم نے حدیث ذکر کی ہے کہ ایک ملت والوں کی کوئی دوسری ملت والوں کے خلاف قبول نہیں ہوگی اس سے مراد دو مختلف ملکوں میں رہنے والے کافر ہیں اور جو مختلف ملتوں والے ایک ملک کے کافر ہمارے ملک میں پناہ دہ لے کر آئیں ان کی کوئی ایک دوسرے کے خلاف قبول کی جائے گی کیونکہ یہاں وہ ایک دوسرے پر غالب نہیں ہیں اور ان میں باہم دشمنی نہیں ہے جو ان کو ایک دوسرے کے خلاف جمعونی کوئی پر ہمارے۔ لہذا مسائل کی شہادت ذی کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی اور نہ مختلف ملکوں میں رہنے والے کافروں کی شہادت ایک دوسرے کے خلاف قبول کی جائے گی۔

(ادایہ اخیرین ص ۱۶۳)

امام ابو حنیفہ کے استدلال پر علامہ قرطبی کے اعتراض کا جواب

نقضاء مالکیہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک اہل ذمہ کی شہادت مطلقاً مقبول نہیں ہے، مسلمان کے خلاف نہ اہل کتاب کے خلاف۔ اس لیے علامہ محمد بن احمد انکی قرطبی حوالی ۶۸۸ھ نقضاء اختلاف کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ نے اس آیت (المائدہ ۱۰۸-۱۰۹) سے یہ استدلال کیا ہے کہ اہل ذمہ کی آپس میں شہادت جائز ہے کیونکہ وہ انصران من غیر کرم کا سہمی ہے یا ان کو گواہ بناؤ جو دین میں ہمارے ہمسارے غیر ہیں اور جب اہل ذمہ کو مسلمان گواہ بنا سکتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بطریق اولیٰ گواہ بنا سکتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہمارے نزدیک تو مسلمانوں کا اہل ذمہ کو گواہ بنا جائز نہیں ہے اور ہمارے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے اس لیے ہمارے استدلال جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت عبارت انص سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ اہل ذمہ کو مسلمانوں کے خلاف گواہ بنا جائز ہے اور یہ طریق حنیفہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ اہل کتاب کی آپس میں کوئی بھی جائز ہے کیونکہ جب ان کی شہادت مسلمانوں کے خلاف جائز ہے تو اپنی ملت والوں کے خلاف یہ طریق اولیٰ جائز ہوگی۔ پھر جب دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کے خلاف ان کی شہادت باطل ہے تو آپس میں ان کی شہادت کا جو از اپنے حال پر بقی رہا لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اہل ذمہ کی آپس میں شہادت کا جائز ہونا اس مسئلہ کی فرع ہے کہ اہل ذمہ کی مسلمانوں کے خلاف شہادت جائز ہو اور جب اہل ذمہ کی مسلمانوں کے خلاف شہادت باطل ہوگی جو اصل تھی تو جو اس کی فرع ہے یعنی اہل ذمہ کی آپس میں شہادت کا جو از وہ یہ طریق اولیٰ باطل ہو جائے گا۔

(الماہج لاحکام القرآن ج ۶ ص ۶۰-۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

علامہ قرطبی کی اس عبارت بحث کی حجت سے ہمیں انکار نہیں ہے لیکن امام ابو حنیفہ نے اہل ذمہ کی آپس میں شہادت کے جو از پر اس آیت سے استدلال نہیں کیا بلکہ ان کا استدلال اس آیت سے ہے والدین کسروا بعضہم اولیاء بعض (الانفال ۷۳) یہ آیت اور اس کے علاوہ دو حدیثیں جن سے امام اعظم نے استدلال کیا ہے ہم اس سے متصل پہلے عنوان میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اہل ذمہ آپس میں خرید و فروخت کرتے ہیں، ہجرت اور قرض کالین دین کرتے ہیں اور ان میں سے کوئی دوسرے کے ساتھ زیادتی بھی کرتا ہے مثلاً قتل کرتا ہے یا زخمی کرتا ہے اور ان میں دیگر جرائم بھی ہوتے ہیں اور باہمی عازمت بھی ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ اپنے عہد امت مسلمہ حاکموں کے پاس لے جاتے ہیں، اگر ان کے معاملات، جرائم اور عازمت میں ان کی اپنی شہادت قبول نہ ہو تو ان کے حقوق محض ہو جائیں گے۔ ہمارے ملک میں ان کو انصاف نہیں مل سکے گا

اور علم اور فضل کا مظہر ہو گا اور یہ اسلام کے فتنہ کے خلاف ہے جس لیے ضرورت تھی کہ دوا الاسلام میں اہل مذہب میں ایک دوسرے کے متعلق شہادت کو قبول کیا جائے اور اس مسئلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہ کا موقف ہی قرآن مجید، احادیث اور عقل سلیم کے مطابق ہے۔

ناگزیر صورت میں غیر مسلموں کو گواہ بنانے کا جواز

بعض اوقات میں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی مسلمان کو میت کے وقت کوئی مسلمان گواہ میرزا ہو تو آپ اگر مسلمانوں کے معاملات میں اہل کتاب کی شہادت بالکل میرزا ہو تو بعض مواقع پر مسلمانوں کے حقوق معطل ہو جائیں گے۔ اس لیے جن ایسی صورت ہو وہیں کسی غیر مسلم سے اس کے مذہب کے مطابق قسم لے کر امام احمدی جنیل کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے اس کو گواہ بنایا جائے تو اس کی گنجائش ہے کیونکہ اس آیت کا منہج ہونا متعلق علیہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ ابن مسیبؓ ابن جابرؓ ابن سیرینؓ قتادہؓ شعبیؓ ثوریؓ اور امام احمدؓ کے نزدیک یہ آیت محکمہ ہے اور منہج نہیں ہے۔ لہذا اگر کسی ایسی صورت میں کسی غیر مسلم کو اس کے مذہب کے مطابق قسم لے کر گواہ بنایا جائے تو یہ ظاہر قرآن کے بھی مطابق ہے اور اس میں آسانی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کا بھی تحفظ ہے۔

شک اور شبہ کی بناء پر ملزم یا متهم کو قید میں رکھنے کا جواز اس آیت میں فرمایا ہے:

اگر تمہیں ان پر شک ہو تو تم ان دو گواہوں کو نماز کے بعد روک لو۔

اس آفت میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص پر کسی قسم کا شبہ ہو اس کو روکنا اور قید کرنا جائز ہے۔

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث حنفی ۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

بہترین حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کی بنا پر قید کر لیا۔  
 اہم تفسیر کی روایت میں ہے 'بعد میں اس کو رہا کر دیا۔'

(سنن النوادة ج ٢، رقم الحديث: ٣٦٣٠، سنن ترمذي ج ٣، رقم الحديث: ١٣٢٧، سنن نسائي ج ٨، رقم الحديث: ٣٨٩١)

علامہ احمد بن محمد خطابی متوفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

قید کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ بطور سزا کے قید کرنا اور بطور عقیقہ کے قید کرنا اور بطور سزا کے اس وقت قید کیا جائے گا جب اس پر کوئی حق واجب ہو گا یا حرم ثابت ہو گا اور جس شخص کو تصدق کی بنا پر قید کیا جائے گا تو اس کی عقیقہ کی جائے گی اور حد میں ہے "نبی مجاہد" نے ایک شخص کو دن کے تھوڑے وقت کے لیے قید کیا پھر اس کو رہا کر دیا۔

(معالم السنن مع مختصر سنن ابوداؤد ج ۵ ص ۲۳۷ مطبوعہ دارالعرف، بیروت)

نیز الیم ابوداؤد و رواحت کرتے ہیں۔

عبداللہ حمادی بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ کلاھن کے لوگوں کی چوری ہو گئی، انہوں نے ماکہ کے کچھ لوگوں پر چوری کی نکتہ لگائی، وہ لوگ نماز میں تھے، صحابی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، حضرت نعمان نے ماکہ کے لوگوں کو چند روز دیکھا، پھر ان کو رہا کر دیا۔ کلاھن حضرت نعمان کے پاس گئے اور کہا: آپ نے ان لوگوں کو بغیر مائدے پینے اور بغیر سمن لے کر رہا کر دیا۔ حضرت نعمان نے فرمایا: تم چاہو تو میں ان کو مار لوں گا، پھر اگر تمہارا اسلحہ نکل آیا تو تمہارا دوندہ میں تمہاری پشت پر اتنے گوندے لگاؤں گا جتنے ان کو لگائے ہوں گے۔ انہوں نے کہا: آپ کا فیصلہ ہے؟ حضرت نعمان نے کہا: یہ اللہ کا حکم ہے۔



ہو اس بن حبیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس اپنے مقروض کو لے کر آیا، آپ نے فرمایا اس کو قید کرلو، پھر مجھ سے فرمایا: اے بنو حنیم کے بھائی! تم اپنے قیدی کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ (سنن ابوداؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۶۲۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث میں بخیرہ مقروض کو قید میں رکھنے کی دلیل ہے۔  
عمو بن الشریہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا متحول آدمی کی (قرض واپس کرنے میں) سستی اور تاخیر اس کی عزت اور سزا کو حاصل کر دیتی ہے۔

امام ابن المبارک نے کہا کہ عزت کو حاصل کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس سے سختی اور درشت کلام کے ساتھ تقاضا کیا جائے اور سزا حاصل کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے۔ (مطالعہ لودی اور علامہ سندھی نے بھی یہی تفسیر کی ہے)  
(سنن ابوداؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۷۳۸، سنن ترمذی، ج ۲، رقم الحدیث: ۴۰۳۴، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۲۲۲۷، سنن احمد، ج ۲، رقم الحدیث: ۴۶۹۸، طبع جدید دار الفکر، مسند احمد، ج ۴، ص ۳۸۸-۳۸۹، طبع قدیم، امام بخاری نے اس حدیث کو حلیۃ ذکر کیا ہے۔ کتاب الاستراض، باب ۳)

نیز امام بخاری نے حلیۃ ذکر کیا ہے کہ قاضی شریع مقروض کو مسجد کے ستون سے باندھنے کا حکم دیتے تھے۔

(کتاب الصلوٰۃ، باب ۷۶)

تاؤ حندہ مقروض کو قید کرنے کے متعلق مذہب ائمہ

علامہ محمد بن عمر خطیبی ستونی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تنگ دست اور قریب مقروض کو عدم لواغی پر قید نہیں کیا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی سزا کو جائز کہا ہے جو ادائیگی پر قادر ہو اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ قاضی شریع کا نظریہ یہ تھا کہ متحول اور تنگ دست دونوں کو قید کر دیا جائے، اصحاب رائے کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (فتاویٰ مختلف کا یہ نظریہ نہیں ہے سعیدی غفرلہ) امام مالک نے کہا تنگ دست کو قید نہیں کیا جائے گا، اس کو لواغی کے لیے صلت دی جائے گی، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص بے ظاہر تنگ دست ہو، اس کو قید نہیں کیا جائے گا اور جو شخص بظاہر متحول ہو اور وہ اپنے حق کو ادا نہ کرنا ہو، تو اس کو قید کیا جائے گا اور بعض اصحاب شافعی نے اس میں مزید قیود کا اضافہ کیا ہے۔ (اسلم السنن مع تفسیر سنن ابوداؤد، ج ۵، ص ۲۳۶-۲۳۷)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی ستونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب مقروض قرض ادا کرنے پر قادر ہو (اور قرض ادا نہ کرے) تو اس پر سختی کرنے کے لیے اس کو قید کرنا جائز ہے۔ (رحمہ اللہ، ج ۵، ص ۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۳۳ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد بخاری ستونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب مقروض قرض ادا کرنے پر قادر ہو (اور قرض ادا نہ کرے) تو اس پر سختی کرنے کے لیے اس کو قید کرنا جائز ہے، کیونکہ اس وقت وہ غلام ہے اور ظلم حرام ہے، بخیرہ وہ قلیل ہو اور اگر مقروض کا تنگ دست ہونا ثابت ہو تو اس کو صلت دینا واجب ہے اور اس کو قید کرنا حرام ہے، اور جس شخص کا تنگ دست ہونا ثابت ہو گیا ہو اور اس کو قید سے نکل دیا گیا ہو تو اس میں اختلاف ہے کہ آیا قرض خواہ مقروض کے ساتھ لازم رہے یا نہیں۔ امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جب تک اس کے پاس کسی اور مالی کا ثبوت نہ ہو، وہ اس کے ساتھ لازم نہ رہیں اور امام ابو حنیفہ یہ فرماتے

ہیں کہ حاکم قرض خواہوں کو اس کے ساتھ قیوم سے منع نہ کرے۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ ادارۃ المطابع العلمیہ النیریہ ۱۳۳۸ھ)

جس طرح مالی حقوق میں اس شخص کو قید کرنا جائز ہے جس پر کسی کا مالی حق ہو اسی طرح بدنی حقوق میں استغناء کو حق دلانے کے لیے اس شخص کو قید کرنا جائز ہے جس پر قصاص لازم ہو اسی طرح جس شخص نے حدود میں سے کسی حد کا ارتکاب کیا ہو اس پر حد بخاند کرنے کے لیے اس کو قید کرنا جائز ہے۔

مگر وہ بتانے کے لیے بعد از نماز وقت کی خصوصیت

اس آیت میں فرمایا ہے:

اگر تمہیں ان پر شک ہو تو تم ان دو گروہوں کو نماز کے بعد روک لو، وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں۔

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں "بعد از نماز" سے مراد بعد از نماز عصر ہے، کیونکہ قیوم لوہن میں اس وقت کو عظیم گردانا جاتا ہے اور وہ اس وقت میں جمعوت ہونے سے اور جموتی قسم کھانے سے اجتناب کرتے ہیں۔ اس وقت میں دن کے فرشتے بندہ کے اہل لکھ کر چارہ ہوتے ہیں اور رات کے فرشتے اس کے اہل لکھنے کے لیے آ رہے ہوتے ہیں اور یہ وقت دونوں فرشتوں کے اجتماع کا ہوتا ہے اور اس وقت جو عمل کیا جائے اس کو دن کے فرشتے بھی لکھ لیتے ہیں اور رات کے فرشتے بھی لکھ لیتے ہیں اسی وقت بندوں کے اہل قبول کیے جانے کے لیے عرش کی طرف فرشتے لے جاتے ہیں اس لیے اس وقت میں زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرنے کی کوشش کی جانی ہے، مگر برے اعمال سے حتی الامکان گریز کیا جاتا ہے، خصوصیت سے اس وقت میں جموتی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری ص ۵۶ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن شخصوں سے اللہ کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت (فریشتے) کا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، ایک وہ شخص جس کے پاس راستہ میں فاضل پانی ہو اور وہ مسافروں کو پانی (پینے) سے منع کرے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی شخص سے محض دنیا کے لیے بیعت کرے، اگر وہ اس کی فرائض کے مطابق دے تو اس سے بیعت کو چار کرے، ورنہ بیعت پوری نہ کرے۔ اور تیسرا وہ شخص جو عصر کے بعد کسی آدمی کو کسی چیز کی قیمت بتائے، اور اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اسے وہ چیز اتنے اتنے میں ملی ہے اور وہ آدمی اس کو لے لے، حلاکت اسے اتنے میں نہ ملی ہو۔ (صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۶۷ رقم الحدیث: ۱۷۳۷)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص عصر کے بعد جموتی قسم کھائے گا اللہ عزوجل اس سے کلام نہیں کرے گا نہ اس کی طرف نظر رحمت فریشتے کا نہ اس کو پاک کرے گا اور اس کو دردناک عذاب ہوگا۔

حافظ ابن علی بن جریر عسقلانی ص ۸۵۴ روایت کرتے ہیں:

عصر کے وقت کو زیادہ گناہ کے ساتھ خاص کیا ہے۔ حلاکت جموتی قسم ہر وقت کھانا حرام ہے، کیونکہ یہ عظیم الشان وقت ہے اس وقت میں غنا گناہ جمع ہوتے ہیں اور یہ اعمال کے ختم ہونے کا وقت ہے اور امور کا دار خاتمہ پر ہے۔ اس لیے اس وقت میں گناہ کے ارتکاب پر سخت سزا رکھی ہے، تاکہ لوگ اس وقت میں گناہوں پر جرات نہ کریں اور حقدین عصر کے بعد حلف لیتے تھے اور اس سلسلہ میں حدیث بھی ہے۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۰۴ مطبوعہ دار الفکر اکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۸۰ھ)

قسم دلانے اور گواہ بنانے میں مقام کی خصوصیت میں غائب

جس طرح قسم کو پختہ کرنے کے لیے ذہن کے اعتبار سے عصر کے بعد کے وقت کی خصوصیت ہے، اسی طرح ممکن اور مقام کے اعتبار سے کسی جگہ کی بھی اہمیت ہے یا نہیں؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ مدعی علیہ جہل چاہے قسم کھائے اور اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جائے گا اور اس کے تحت یہ اثر ذکر کیا ہے کہ مروان نے حضرت زید بن ثابت کے خلاف فیصلہ کیا کہ وہ منبر پر قسم کھائیں، حضرت زید نے کہا میں اپنی جگہ قسم کھائے گا، پھر زید قسم کھانے لگے اور انہوں نے منبر پر قسم کھانے سے انکار کیا، مروان کو اس سے تعجب ہوا، حضرت زید نے کہا کہ نبی پیچھے نہ فرمایا، تم دو گواہ پیش کرو یا وہ قسم اٹھائے گا اور آپ نے کسی جگہ کی تخصیص نہیں فرمائی۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد یعنی حنفی حنفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک قسم دلانے کے لیے کسی خاص مقام کی ضرورت نہیں ہے، اور امام بخاری کا بھی اسی طرف میلان ہے۔ علامہ ابن عبد البر مالکی نے کہا قسم میں امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جب چوتھائی دینار یا اس سے زائد کے معاملہ پر قسم کھائی ہو تو جامع مسجد میں یا جامع مسجد کے منبر پر قسم دلائی جائے گی، اور جب اس سے کم کا معاملہ ہو تو حاکم کی مجلس میں، بازار میں یا کسی بھی جگہ قسم کھائی جا سکتی ہے، اور اس پر قبلہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری نہیں ہے، اور امام مالک منبر دینے کے سوا اور کسی منبر کو نہیں پہچانتے تھے، اور جو شخص منبر دینے کے پاس قسم کھانے سے انکار کرے، وہ ان کے نزدیک قسم کھانے سے منکر ہے اور قسمت کی قسموں میں امام مالک کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ وہ رکن اور مقام کے درمیان قسم کھائے۔ علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ امام شافعی کا مذہب بھی امام مالک کی طرح ہے، لیکن ان کے نزدیک منبر دینے یا نہ دینے میں رکن اور مقام کے نزدیک قسم کھانا اس وقت ضروری ہے جب میں دینار یا اس سے زائد کا معاملہ ہو اور امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے نزدیک کسی شخص سے کسی بھی معاملہ میں غلو، قلیل، مل کا معاملہ ہو، یا کثیر، مل کا بھی پیچھے کے منبر پر قسم لینا ضروری نہیں ہے، اور نہ قصاص اور دیت میں اور نہ کسی اور چیز میں، اور جس شخص پر قسم واجب ہو تو حاکم اپنی مجلس میں اس سے قسم لے لیں۔

امام ابو حنیفہ نے حضرت زید بن ثابت کے قول سے استدلال کیا ہے، کیونکہ انہوں نے منبر پر قسم نہیں کھائی اور جو اس کو ضروری قرار دیتے ہیں، وہ مروان کے قول سے بلا دلیل استدلال کرتے ہیں۔ صاحب التوضیح نے امام شافعی کی طرف سے استدلال کیا ہے کہ اگر حضرت زید بن ثابت کو یہ یقین ہوتا کہ منبر پر قسم کھانا سنت نہیں ہے تو وہ مروان پر رد کرتے اور کہتے کہ نہیں، خدا کی قسم میں منبر پر قسم نہیں کھائے گا، میں صرف تمہاری مجلس میں قسم کھائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ عجیب استدلال ہے، اگر حضرت زید کو علم ہوتا کہ منبر پر قسم کھانا سنت ہے، تو وہ مروان کی مجلس میں قسم نہ کھاتے اور منبر پر ہی قسم کھاتے، لیکن انہوں نے مروان کے کام کی طرف توجہ نہیں کی اور اسی مجلس میں قسم کھائی اور یہ عنوان کا رد نہیں تو اور کیا ہے؟

(امروۃ القاری، ج ۱۳، ص ۲۵۲-۲۵۳، مطبوعہ دارۃ الایمان المصریہ، مصر ۱۳۳۸ھ)

حافظ شلب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی حنفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تائید میں یہ اثر ہے۔ امام ابو حنیفہ نے کتب القضاء میں سند صحیح کے ساتھ بائع سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے دسی تھے، ان کے پاس ایک شخص ایک دستاویز لے کر آیا، جس میں گواہوں کے نام مٹ چکے تھے۔ حضرت ابن عمر نے بائع سے کہا اس کو منبر پر لے جا کر اس سے حلف نو۔ اس شخص نے کہا جب یہ منبر پر مجھ سے حلف لے گا تو آپ تو نہیں سن رہے ہوں گا، حضرت ابن عمر نے فرمایا تم نے بیچ کھا اور اس شخص

سے اسی مجلس میں طفق کیا۔

مروان کی تائید میں بھی اثر ہے۔ امام کراچی نے تو اب القضاہ میں سند قوی کے ساتھ سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ ایک شخص نے کسی آدمی پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اس شخص کا لونٹ نصب کر لیا ہے اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ پیش کیا، حضرت عثمان نے اس کو حکم دیا کہ وہ منبر پر قدم کھائے اس نے قدم کھائے ہے انکار کیا اور کہا منبر کے علاوہ اور آپ جہاں چاہیں جس قسم کھاتوں کا حضرت عثمان نے فرمایا میں تم کو منبر پر قدم کھائی ہو گی، ورنہ لونٹ تلوان میں دینا پڑے گا اس شخص نے لونٹ تلوان میں دے دیا اور منبر پر قدم نہیں کھائی۔

جس طرح زبان کے اعتبار سے قسم کی حلیہ میں عصر کے بعد کے وقت کی تخصیص ہے اسی طرح ممکن کے اعتبار سے قسم کی حلیہ میں منبر رسول رضی اللہ عنہ کی تخصیص ہے، اور اس سلسلہ میں دو مرفوع حدیثیں ہیں:

۱۔ امام مالک، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام ابن خزمہ نے صحیح کے ساتھ اور امام ابن حبان اور امام حاکم وغیرہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص میرے اس منبر پر جھوٹی قسم کھائے وہ ایک ہز مسواک پر قسم کھائے، وہ اپنا کھانا دوزخ میں بنائے۔

۲۔ امام نسائی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے حضرت ابو عبد اللہ بن عبد بن حبیلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے میرے اس منبر پر جھوٹی قسم کھائی جس سے وہ کسی مسلمان شخص کا دل بڑپ کرنا چاہتا ہو اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ اس کا کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

الحیاتی ج ۵ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۲ھ

اس میں کوئی شک نہیں کہ منبر رسول پر جھوٹی قسم کھانا بڑا مکمل ہے، اور جس قسم میں حلیہ مقصود ہو تو وہ منبر رسول پر قسم دینا چاہیے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ واجب ہے؟ اور کیا تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے اس پر عمل کرنا ممکن ہے؟ عصر کے بعد کا وقت تو دنیا میں ہر جگہ حاصل ہو سکتا ہے اس لیے سخت اور قوی قسم دینے کے لیے عصر کے وقت کی خصوصیت درست ہے۔ لیکن رکن اور مقام پر قسم دینا یا منبر رسول پر قسم دینا یہ عملاً صرف حرمین طہین میں ہی ممکن ہے اور اب اسلام تمام دنیا میں پھیل چکا ہے۔ خصوصاً مسیحیوں اور وہ جسے کی پابندی کے اس دور میں معقول مذہب صرف امام ابو حنیفہ اور امام احمد کا ہے، اور وہی قابل عمل ہے۔

صرف اللہ کی ذات کی قسم کھائی جائے یا اس کی صفات کا بھی ذکر کیا جائے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد بیہقی حنفی حنفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس ذات کی قسم کھائی جائے اس کی صفات کے ذکر میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک نے کہا ابن الفلق کے ساتھ قسم کھائے "بسم اللہ الذی لا الہ الا هو عالم العیب والشہادۃ الرحمن الرحیم" امام شافعی نے کہا اس میں یہ اضافہ بھی کرے "الذی یعلم حاتمۃ الاعیس وما تخفی الصدور والذی یعلم من السر ما یعلم من العلانیۃ" علامہ حنون مانگی نے کہا اللہ اور مصحف کی قسم کھائے اور ہمارے اصحاب اختلاف کے نزدیک صرف اللہ کے نام کی قسم کھانا کافی ہے، طلاق کی قسم نہ کھائے (یعنی اگر میں نے یہ کام کیا ہے تو میری بیوی کو طلاق) یا اگر فرق مخالف اللہ کی قسم کو اہمیت نہ دیتا ہو اور طلاق کی قسم کا مطالبہ کرے تو پھر طلاق کی قسم کھائے، لیکن اگر اس نے طلاق کی قسم کھانے سے انکار کیا تو اس کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس نے اس چیز سے انکار کیا ہے جو شرعاً منع ہے، اور اگر اس کے خلاف فیصلہ کر

بھی دیا گیا تو وہ جھڑپیں ہو گئیں۔ قسم کو زیادہ پختہ اور موثر کرنے کے لئے اللہ کی صفات کا بھی ذکر کیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو شخص عرف میں نیک ہو اس سے پختہ قسم کا مطالبہ نہ کیا جائے اور دوسروں سے مطالبہ کیا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ زیادہ مال کے معاملہ میں پختہ قسم کا مطالبہ کیا جائے اور کم مال کے معاملہ میں نہ کیا جائے اور زمین اور مکان کے اعتبار سے قسم کو پختہ نہ کیا جائے یعنی عصر کے بعد قسم کا مطالبہ کرے یا صبح کے صبر پر قسم کھائے کا مطالبہ کرے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ جب اس وقت میں اور صبر پر قسم کھانے کا دروان عام ہو جائے گا تو لوگوں کے نزدیک من کی وقعت کم ہو جائے گی۔ ہاں کسی بہت اہم اور خاص معاملہ میں زمین و مکان کے ساتھ حلیفہ کرنی چاہیے اور اللہ کی ذات اور صفات کی قسم دینی چاہیے کیونکہ امام ابو داؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو قسم دی اور فرمایا یہ قسم کھو "بِالله الذی لا الہ الا هو" میرے پاس دہی کی کوئی چیز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۱۳۷۰) اس طرح قرآن حدیث اور آثار صحابہ سب پر عمل ہو گا کیونکہ قرآن مجید میں (صعری) نماز کے بعد قسم دلانے کا حکم ہے اور حدیث میں اللہ کی ذات اور صفات کے ساتھ قسم دینے کا حکم ہے اور آثار صحابہ میں مسجد کے صبر پر قسم دینے کا ذکر ہے۔ اس لئے قسم کی حلیفہ "ناکید اور اس کو پختہ کرنے کے لئے ابن مسعود کے ساتھ قسم دی جائے" لیکن چونکہ قرآن اور حدیث میں اس حلیفہ کو واجب اور ضروری نہیں قرار دیا اس لئے ابن مسعود کے ساتھ حلیفہ کو عام معمول نہ ملتا جائے تاکہ لوگوں کی نگاہوں میں ان کی وقعت اور اہمیت کم نہ ہو اور کسی بہت اہم اور غیر معمولی معاملہ میں جہاں بہت ناکید اور حلیفہ قصود ہو وہاں عصر کے بعد مسجد کے صبر پر اللہ کی ذات اور صفات کی قسم دی جائے۔ (مسعودی غفرلہ) توجہ میں یہ مذکور ہے کہ کیا قسم دیتے وقت مصحف (قرآن مجید) کو بھی حاضر کیا جائے؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے اس کا انکار کیا اور بعض مالکی علماء نے کہا میں دیتا یا اس سے زیادہ کی بات میں مصحف کو حاضر کرنا لازم ہے اور ابن المنذر نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے صرف کو دیکھا وہ مصحف کے سامنے وقف اٹھاتے تھے۔

(محرمۃ القادری ج ۱ ص ۱۳۲ و ۲۵۳ مطبوعہ ادارۃ المطابع الخیرہ ص ۱۳۳۸)

### دہی کی قسم پر فیصلہ کرنے کی توجیہ

اس آیت میں فرمایا ہے ہر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن لوگوں کا حق ان گواہوں نے ضائع کیا ہے ان کی طرف سے وہ گواہوں کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ گواہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اس واقعہ میں پہلے میت کے وصیوں نے قسم کھائی کہ ہم کو اس میت نے صرف اتنی ہی مال دیا تھا جس میں چاندی کا پیالہ نہیں تھا اور درختوں نے یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے پورا مال نہیں پہنچایا اور انہوں نے جسوتی قسم کھائی اور لاش میں خیانت کی ہے پھر وصیوں کی قسم کے مقابلہ میں درختوں کے دو گواہ پیش ہوئے اور انہوں نے ان وصیوں کے خلاف قسم کھائی اور کاشفاری قسم ان کی قسم کے مقابلہ میں برحق ہے۔

اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ درخت دہی تھے اور دہی کے ذمہ گواہ ہوتے ہیں اور قسم دہی علیہ پر ہوتی ہے اور پہلی دہی کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا کیونکہ جب درختوں کے گواہوں نے قسم کھائی کہ یہ وصی جسوتے ہیں اس سالن میں پیالہ بھی تھا تو ان کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ پیالہ مکہ میں مل گیا اور وصیوں سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے میت سے یہ پیالہ خرید لیا تھا تو اب معاملہ برعکس ہو گیا اب وہ دہی ہو گئے اور میت کے درختوں اس خریداری کے سحر تھے وہ دہی علیہ ہو گئے اور چونکہ وصیوں کے پاس پیالہ خریدنے کے کوئی ثبوت نہ تھا اس لئے درختوں پر قسم لازم آئی انہوں نے قسم کھائی کہ یہ جسوتے ہیں اور ان کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا۔



دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر باخبر فرض در تاء کو مدعی قرآن دیا جائے تب بھی اصول یہ ہے کہ اگر کسی خارجی قرینہ سے مدعی علیہ کی خیانت اس کا جھوٹ اور گناہ ثابت ہو جائے تو اس کی قسم غیر مستحب ہو جاتی ہے مگر پھر مدعی سے قسم لے کر اس کی قسم پر فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اس آیت سے بھی اصول ثابت ہوتا ہے اور جو قصہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو مدعی علیہ کی قسم پر فیصلہ کیا جاتا ہے وہ اس وقت جب مدعی علیہ کی قسم کے جھوٹ ہونے پر کوئی خارجی دلیل اور قرینہ نہ ہو۔ اس سوال کا تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس آیت سے منقطع ہے جس میں گواہ کا سلطان ہونا ضروری فرمایا ہے مگر اس آیت میں غیر مسلموں کو گواہ بنانے کا ذکر ہے اس پر مفصل بحث ہم اس آیت کی فقیر کے شروع میں کر چکے ہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا

جس دن اللہ (تمام) رسولوں کو جمع فرمائے گا، پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؟ وہ عرض کریں گے کہ ہمیں باطل میں ہیں

إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ إِذْ قَالَ اللَّهُ لِيُحْيِي ابْنَ مَرْيَمَ

بیشک تویی تمام غیوبوں کا جاننے والا ہے ۵ جب اللہ فرمائے گا، اے یحییٰ ابن مریم! تم اپنے ادنیٰ

اِذْ كُنْ نَعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدَتْكَ بِرُوحِ الْقُدُّوسِ

اور اپنی ماں کے اور پر میرے احسان کر یاد کرو، جب میں نے روح القدس سے تمہاری مدد کی،

ثُمَّ كَلَّمَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۖ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

تم بچپن میں ہی لوگوں سے کلام کرتے تھے اور پختہ عمر میں بھی، اور جب میں نے تم کو کتب، حکمت، اور

وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ

انجیل کا علم دیا، اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے

يَاذُنِي فَتَنْفَخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَ

تھے، پھر تم اس میں پھونک دیتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی اور تم میرے حکم سے اور نازک اعضا

الْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۚ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ۚ وَإِذْ كَفَفْتُ

اور برص کے مریضوں کو تندرست کرتے تھے اور تم میرے حکم سے مردوں کو نکالتے تھے، اور میں نے (ہی) تم کو

بَنِي إِسْرَءِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الْكَافِرُونَ

بنو اسرائیل سے بچایا، جب تم ان کے پاس روشن معجزات لے کر گئے تو ان میں سے کافروں نے

كَفَرُوا مِنْهُمْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿۱۰۹﴾ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى

کہا یہ کھلے ہوئے جادو کے سرا اور کچھ جیس ہے ۵ اور جب میں نے حاریروں پر الہام

الْحَوَارِیِّنَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَشَهِدْنَا

کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور شہدائے

### مُسْلِمُونَ ﴿۱۱۱﴾

گواہ ہو جا کر بیگم مسلمان ہیں ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس دن اللہ تمام رسولوں کو جمع فرمائے گا پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؟ عرض

کریں گے ہمیں باطل علم میں ہے، بے شک تو ہی تمام فیوض کا جاننے والا ہے (الحکد: ۱۰۹)

آیات سابقہ سے مناسبت

قرآن مجید میں اللہ کا اسلوب یہ ہے کہ جب اللہ احکام شریعہ بیان فرماتا ہے تو اس کے بعد اپنی ذات اور صفات کا ذکر فرماتا

ہے یا انبیاء علیہم السلام کے احوال اور لوصف کا ذکر فرماتا ہے اور یا احوال قیامت کا ذکر فرماتا ہے اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ

نے حج کے احکام بیان فرمائے تھے۔ پھر امرا یعوف اور نبی من المعکو کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر سفر میں وصیت کرنے اور اس پر

گواہ بنانے کے احکام بیان فرمائے تو اب اس کے بعد اس آیت میں احوال قیامت کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد دوسری آیت میں

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے احوال بیان فرمائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے آیت میں سفر میں وصیت پر گواہ بنانے کا ذکر

تھا اور گواہی میں یہ ضروری ہے کہ وہ خیانت نہ کرے اور اپنے کسی ناکہ کی بنا پر گواہی میں رد و بدل نہ کرے اور نہ اپنے رشتہ

داروں اور دوستوں کی رعایت کرے۔ اس لیے اس آیت کے بعد اس آیت کا ذکر کیا جس میں قیامت کا ذکر ہے تاکہ انسان

قیامت کی ہولناکیوں اور خدا کے سامنے پیش ہونے کے ڈر سے گھج اور گچی گواہی دے اور اس میں خیانت نہ کرے۔

قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے اس قول کی توجیہات کہ ”ہمیں کچھ علم نہیں“

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں سے دریافت فرمائے گا کہ تمہیں قصاصی استوں کی طرف سے کیا جواب دیا

گیا تھا؟ اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں:

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ فِي السَّمَاءِ أَتُوسِّلُ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ

الْمُرْسَلِينَ (الاعراف: ۱۸)

سو آپ کے وہی کہ ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی

طرف رسولوں کو بھیجا گیا تھا اور رسولوں سے بھی ضرور سوال

کریں گے۔

قَوْرِيكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَتُوسِّلُ عَقَا

كَأَنَّا وَتَعْمَلُونَ (الحجر: ۳۳)

سو آپ کے وہی کہ ہم ان سب کا سوال کریں گے ان سب کاموں کے حلقہ وجود کرتے تھے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو علم میں تھا کہ ان کی استوں نے ان کو کیا جواب دیا؟ حالانکہ

دوسری آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی استوں کے احوال کے متعلق گواہی دیں گے، خلاصہ یہ آیت ہے:

فَكَيْفَ إِذَا دُخِلَ الْمُشْرِكُونَ فِيهِ وَ  
 دُخِلَ عَلَيْهِمْ عَلَى هَوَاهُمْ وَنَهَاهُمْ (النساء ۳۲)  
 اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ  
 لائیں گے اور (اے رسول کرم) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا  
 کر لائیں گے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ انبیاء عظیم السلام کو یقیناً اپنی امتوں کے احوال اور ان کے دیئے ہوئے جہالت کا علم ہے اور  
 جب ہی وہ ان کے متعلق کوئی ویس کے لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے جو یہ عرض کریں گے ہمیں املاط علم نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے  
 کہ اللہ عزوجل کے غیر متنتی علم کے مقابلہ میں ان کو املاط علم نہیں ہے۔ مفرین کرام نے اس سوال کے متعدد جوابات ذکر کیے  
 ہیں ہم ان میں سے بعض کو نقل کر رہے ہیں۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد باکی قرطبی رحمہ اللہ ۲۲۸ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ انبیاء عظیم السلام کے اس کلام کا معنی یہ ہے کہ ہمیں اپنی امتوں کے دیئے ہوئے جہالت کے باطن کا  
 علم نہیں، یعنی ان کے دلوں کے حال کا علم نہیں اور براء کا ترتیب اسی پر ہوتا تھا کہ وہ نبی پیغمبر سے ملتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے  
 کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمیں کسی چیز کا علم نہیں ہے بسوا اس کے جس کا تو نے ہمیں علم دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما  
 فرمایا اس کا معنی ہے ہمیں اس کے سوا اور کسی بات کا علم نہیں ہے کہ تو ہم سے زیادہ جانتے والا ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ  
 قیامت کی ہولناکیوں اور خوف اور ہشت سے ان کو اپنے علم سے ذہول ہو جائے گا اور وہ کہیں گے کہ ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔  
 نحاس نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ جواب صحیح نہیں ہے؟ کیونکہ رسل صلوٰۃ اللہ علیہم پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ شکین  
 ہوں گے۔

میں کہتا ہوں کہ قیامت کے دن اکثر اوقات میں انبیاء عظیم السلام کو کوئی خوف اور فہم نہیں ہو گا، لیکن بعض اوقات میں  
 ان پر خوف طاری ہو گا۔ حدیث میں ہے کہ جب جہنم کو لایا جائے گا تو وہ زور سے چیخ مارے گی اس وقت ہر نبی اور ہر صدیق  
 گھٹنوں کے بل گر جائے گا اور رسول اللہ پیغمبر نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل نے قیامت کے دن کا خوف دلایا کہ میں رونے لگا۔  
 میں نے کہا اے جبرائیل کیا میرے اگلے اور پچھلے (یہ ظاہر) ذنب کی مغفرت نہیں کر دی گئی تو انہوں نے مجھ سے کہا اے عمار  
 (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ قیامت کی ایسی ہولناکیوں کو ضرور دیکھیں گے جو آپ کو آپ کی مغفرت بھلا دیں گی۔ نحاس نے کہا اس  
 کا صحیح جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ تم کو ظاہر اور باطن میں اور جلوت اور خلوٰۃ میں کیا جواب دیا گیا؟

وہ کہیں گے ہمیں املاط علم نہیں ہے اور اس میں فن لوگوں کا رد ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں اور ابن  
 جریج نے کہا اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا عمل کیے؟ تو وہ کہیں گے کہ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں  
 ہے، قصی تمام خوب کا جاننے والا ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا اس کے مشابہ یہ حدیث ہے کہ نبی پیغمبر نے فرمایا کہ کچھ لوگ میرے پاس  
 حوض پر آئیں گے میں کہوں گا کہ (کیا یہ) میری امت ہیں؟ تو کہا جائے گا بے شک آپ (از خود) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ  
 کے بعد دین میں کیا نئی باتیں نکالیں؟

علامہ بلوروی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو پہلے سے ہی ان کے حال اور ان کے جواب کو جاننے والا ہے، پھر ان سے کیوں سوال فرمائے  
 گا؟ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ تاکہ انبیاء عظیم السلام کو اللہ تعالیٰ بتائے کہ ان کے وصل کے بعد ان کی امتوں نے ان پر کیا کیا  
 انفرادہ ہند سے اور کیا کیا کفر کیے؟ اور دوسرا جواب یہ ہے تاکہ ان کی امتوں کے کافروں کو تمام مخلوق کے سامنے ذلیل اور رسوا کرے،  
 اور یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے (الاباح کا نام القرآن ۱۲۷ ص ۵۰ مسطور دار الفکر بیروت ۱۳۵۵ھ)

امام غفرلہ بن محمد بن مراد بن حنفی ص ۳۶۹ لکھتے ہیں:

زیادہ صحیح جواب وہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منکر ہے مگر انبیاء عظیم السلام نے اللہ سے عرض کیا ہمیں کچھ علم نہیں، کیونکہ جو عمل انہوں نے ظاہر کیے، جو پوشیدہ کیے، جن کو صرف تو ہی جانتا ہے، ہم تو صرف ان اہل کمال کو جانتے ہیں جو انہوں نے ظاہر کیے۔ اس لیے انہوں نے اللہ کے سامنے اپنے علم کی نفی کی، مگر اللہ کے علم کے سامنے جن کا علم عدم علم کے حکم میں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمیں صرف اپنی زندگی میں جن کے اہل کمال کا علم تھا اور ہماری وقت کے بعد جن کے اہل کمال ہمیں علم نہیں اور جہاں اور ژاں کا ادراک تھا، پر ہے ہمیں علم نہیں کہ جن کا خلاصہ کن اہل کمال پر ہوا۔ اس وجہ سے انہوں نے کہا ہمیں کچھ علم نہیں، اور بعد میں جو فرمایا: بے شک تو ہی فیصلہ کا جانتے والا ہے، وہ جن دونوں جہاں کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔ اس تفسیر کو لکھتے وقت جو جواب میرے دل میں آیا، وہ یہ ہے کہ علم اور چیز ہے (اور وہ جہاں ہے) اور علم اور چیز ہے، اور ہر شخص کو دوسرے کے حلقہ علم ہو تا ہے، علم نہیں ہو تا اسی وجہ سے نبی ﷺ نے فرمایا ظاہر پر حکم لکھتے ہیں اور ہلن کا معلولہ اللہ کے حوالے ہے، اور نبی ﷺ نے فرمایا: تم میرے پاس مقصد لاتے ہو، ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص زیادہ طلاقت لفظی (چرب زبانی) کے ساتھ اپنے موقف کو پیش کرے۔ پس اگر (پیش فرض) میں باقی فیصلہ کروں، تو کیا میں اس کو آگ کا ایک حصہ دے رہا ہوں، سو انبیاء عظیم السلام کے قول کا معنی یہ ہے کہ ہمیں جن کے احوال کا علم یعنی یقین نہیں، ہمیں ان کے احوال کا صرف علم حاصل ہے، اور علم صرف دیا میں مستر ہو تا ہے، کیونکہ دنیا کے حکام صرف علم پر جاتی ہیں اور آخرت میں علم کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاسکتی، کیونکہ آخرت کے حکام حقائق اشیاء اور ہوا میں امور پر جاتی ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے کہا ہمیں علم نہیں ہے، سو اس علم کے جو تو نے ہمیں عطا فرمایا، اور آخرت میں اپنے علم کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ آخرت میں علم کا اعتبار نہیں ہو تا اور آخری جواب یہ ہے کہ انبیاء عظیم السلام کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ عالم حکیم اور مدلل ہے اس کا کوئی کام حکمت اور مدلل کے خلاف نہیں ہے۔ تو انہوں نے چاہا کہ ان کے کلام سے کوئی قانع حاصل ہو گا نہ کوئی شخص دور ہو گا، اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے سامنے سکوت کیا جائے، اور معلولہ اس حکیم اور مدلل پر چھوڑ دیا جائے، جو فی وجہم اور لایکوت ہے۔

(تفسیر تفسیر ج ۳ ص ۳۶۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

صدر الافاضل مولانا سید محمد فہیم الدین مراد آبادی حنفی ص ۳۷۵ نے بھی اس آخری جواب کو اختیار کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

انبیاء کا یہ جواب جن کے کمال ادب کی شہنشاہ ظاہر کرتا ہے، مگر وہ علم الہی کے حضور اپنے علم کو اصلاً نظر میں نہ لائیں گے، اور عقل ذکر قرار نہ دیں گے اور معلولہ اللہ تعالیٰ کے علم اور مدلل پر تقویض فرمادیں گے۔

شیخ شہیر احمد عثمانی حنفی ص ۳۸۸ نے بھی اس جواب کو نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

لیکن ابن عباس کے نزدیک "لا علم لنا" کا مطلب یہ ہے کہ خداوند قادر تعالیٰ کے علم کامل و محیط کے سامنے ہمارا علم کچھ بھی نہیں، مگر یہ الفاظ تکوین مع اللہ کے طور پر کہے۔

(حاشیہ القرآن بر ترجمہ قرآن از شیخ محمود امجد)

بعض علماء دین سے اس آیت کو انبیاء عظیم سے علم غیب کی نفی میں پیش کر کے ہیں، انہیں شیخ عثمانی کی اس تفسیر میں غور کرنا چاہیے۔ ہاں ہمارے نزدیک انبیاء عظیم السلام کو امتیاز علم غیب حاصل ہے، جتنا ان کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اور ہم انبیاء عظیم السلام کے لیے غیب مطلق کے قائل نہیں ہیں اور ہمارے نزدیک جن کو عالم الغیب کما حقہ نہیں ہے، امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ نے بھی اس کی تفسیر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ پر اسماء کے اطلاق کا ضابطہ

اہم رازی نے فرمایا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر علام کا اطلاق کرنا جائز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر خلاق کا اطلاق کرنا جائز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ پر علام کا اطلاق کرنا جائز نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تا تہیج کے لیے بھی آتی ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۷۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ جس لفظ میں کسی شخص کا وہم ہو اس لفظ کا اللہ پر اطلاق کرنا جائز نہیں ہے، ہمارے عالم بول چال میں اللہ میں اور اللہ سے سائنس کہا جاتا ہے۔ میں کا لفظ بیوی کے متبادل کے لیے بولا جاتا ہے، کسی بڑے آدمی اور گھوڑوں کے مولوی کو بھی یہاں جی کہتے ہیں، طوائف کے سرپرست کو بھی یہاں جی کہتے ہیں، اور سائنس فقیہ کو بھی کہا جاتا ہے۔ سو یہ دونوں لفظ شخص کے معنی کو متضمن ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ پر فن کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ان ہی اسلام صفات کا اطلاق کرنا جائز ہے، جس کا ثبوت قرآن اور حدیث میں ہو۔ لہذا اس کی ذات کو کسی بھی لفظ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، جیسے قاری میں خدا اور ترکی میں حکمرانی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوْا  
الَّذِیْنَ یُمْلِیْجُوْنَ فِیْهِمْ اَسْمَآئَہُمْ سَیُکْفَرُوْنَ مَا  
کُنَّا نَرٰہُمْ یَسْتَلُوْنَ (الاعراف: ۱۸۰)

اور اللہ ہی کے لیے اچھے نام ہیں، سو ان ہی ناموں سے اس کو پکارو، اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے نام میں کج روی اختیار کرتے ہیں، ان کو عذیب ان کے اعمال کی سزا دی جائے گی۔

اس لیے اللہ تعالیٰ پر فن ہی اسلام صفات کا اطلاق کیا جائے، جن میں صن ہو اور جن اسلام میں کسی وجہ سے نقص یا عیب ہو، ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہ کیا جائے، بلکہ اس سلسلہ میں قرآن اور حدیث کے الحقائق سے تجلّو کر لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب اللہ فرمائے گا میں ابن مریم تم اپنے لوہ اور اپنی ماں کے اوپر میرے احسان کو یاد کرو، جب میں نے روح اللہ سے تمہاری مدد کی، تم گمراہی میں بھی لوگوں سے کلام کرتے تھے اور پختہ عمر میں بھی نور جب میں نے تم کو کتاب، حکمت، نور اور انجیل کا علم دیا اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے تھے، پھر تم اس میں پھونک دیتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ ہو جاتی تھی اور تم میرے حکم سے ہمارے زوالہ و حمل اور برص کے مریضوں کو سدرست کرتے تھے، اور تم میرے حکم سے مومن کو نکالتے تھے اور میں نے (ہی) تم کو اپنی اسرائیل سے بچایا جب تم بن کے پاس روشن مہجرات لے کر گئے، تو ان میں سے کافروں نے کہا یہ کھلے ہوئے جلوے کے سوا اور کچھ نہیں ہے (المائدہ: ۱۷۵)

آیات سابقہ سے اہر تاج

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ایک یہ صفت بیان کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس دن تمام عجموں سے سوال کرے گا کہ تم کو کیا عیب دیا گیا تھا؟ اس آیت میں اس دن کی دوسری صفت بیان فرمائی ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کا مخصوص حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کلام فرمائے گا اور بن کو اپنی فطرت یا دلائل کا نور اس سے مقصود جیسا بنوں کی مذمت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واسطے سے بن پر اتنے احسانات فرمائے اور ان کی قربانیاں پوری کیں، پھر انہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، اور اس کا شریک بنالیا۔ دوسری امتوں کے کافروں نے تو صرف اپنے عیوب کا انکار کیا تھا، اور بن کی شکن میں غار کیا باتیں کہیں، یہ فکر میں ان سے بیحد گئے، انہوں نے اللہ کی طرف پیروی اور بیعت کی۔ "نعمالی اللہ عن ذالک" اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت یحییٰ اور بن کی والدہ پر اپنی فطرت یا دلائل تاکہ دنیا کے سامنے ان آیات کی

ملکوت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فن کو کتنی عزت اور کرامت عطا فرمائی تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام تمام آسمانی مذاہب کے رہنماؤں کی تنظیم اور حکیم کرتا ہے، اور تمام نبیوں کی شہنشاہ اور فن کے بلند درجہ پر مبنی کرتا ہے، اس میں یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے سبق اور عبرت ہے جو غیر اسلام سیدنا محمد ﷺ کی تنقیص اور توہین میں دن رات کو مشغول رہتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی نعمتیں گھونٹے ہوئے فرمایا، جب میں نے روح القدس سے قسمی دہی۔

روح القدس کا معنی

روح القدس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔ اس میں روح کی اصناف قدس کی طرف ہے، قدس سے مراد اللہ عزوجل کی ذات ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح، اور اس کی پاکیزگی مختلف ہوتی ہے، بعض ظاہرہ اور ایسے ہوتی ہیں، بعض خفیہ ظاہرہ ہوتی ہیں۔ حضرت جبرائیل وہ روح ہیں جو ظاہرہ اور نورانی ہے، اور حضرت عیسیٰ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ ان کی مدد ظاہرہ اور نورانی روح سے کی گئی ہے۔

حیات مسیح اور ان کے زمین پر نازل ہونے کی دلیل

تم گواہی میں بھی لوگوں سے کام کرتے تھے اور پختہ عمر میں بھی یعنی بچپن میں اور پختہ عمر میں، ہر دور میں ان کا کلام عقل اور حکمت کے مطابق تھا اور انبیاء اور حکماء کے کام کے موافق تھا، کیونکہ منگوڑے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے، اور میں جہلی بھی ہوں، مجھے برکت والا بنایا ہے اور میں جب تک زندہ ہوں مجھے لازم پڑھنے اور ذکوۃ دینے کا حکم دیا۔ (مریم ۳۰) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے گواہی میں وحی فرمائی، اب میں ایک یہ سوال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گواہی میں کلام کرنا تو عجوبہ ہے، پختہ عمر میں ان کا کلام کرنا کس طرح عجوبہ ہو گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کولت تیس سال کے بعد کی عمر کو کہتے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیس سال سے پہلے آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے اور کوئی ہزار سال بعد زمین پر ان کا نزول ہو گا، اور اس وقت وہ پختہ عمر کے ہوں گے اور یہ بھی ان کا عجوبہ ہے کہ کئی ہزار سال گزرنے کے بعد بھی وہ صرف کول ہوں گے، حتیٰ کہ بوڑھے بھی نہیں ہوں گے اور پختہ عمر کی حالت میں کلام کریں گے۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر نزول کی بھی دلیل ہے، کیونکہ وہ پختہ عمر اور کولت کے زمانہ کو پائے سے پہلے آسمانوں پر اٹھائے گئے تھے اور قرآن مجید کے مطابق ان کا کولت کی عمر میں کلام کرنا بھی ضروری ہے، اس سے لازم آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بھی ہیں اور ان کا زمین پر نزول بھی ہو گا، کیونکہ اس آیت کا صدق کیسے ہو گا؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے کولت کا زمانہ پایا تھا اور وہ کولت کے زمانہ میں ہائیں کرتے تھے تو یہ مجربہ کیسے ہوا؟ کولت کے زمانہ میں تو سب ہائیں کرتے ہیں، یہ مجربہ اسی وقت ہو گا جب انہیں کولت کے زمانہ سے پہلے اٹھایا گیا ہو، اور وہ کئی ہزار برس بعد زمین پر نازل ہوں اور کولت کا زمانہ پا کر لوگوں سے ہائیں کریں، سو اس طرح اس آیت میں ان کے مجربہ کا ذکر بھی ہو گا اور یہ آیت ان کی حیات اور ان کے زمین پر نازل ہونے کی دلیل بھی ہوگی۔

کتاب، حکمت اور تورات اور انجیل کا معنی

اور جب میں نے تم کو کتاب، حکمت تورات اور انجیل کا علم دیا، کتاب سے مراد یا تو اس کا مصدر دی معنی ہے، یعنی لکھا، اور یا کتاب، یعنی مکتوب ہے، اور اس سے مراد جس کتاب ہے، کیونکہ انسان پہلے آسمان کتابیں پڑھتا ہے اور پھر مشکل اور ادنیٰ کتابیں پڑھتا ہے، اور حکمت سے مراد علوم نظریہ اور علوم عملیہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نازل شدہ کتابوں کا علم اور

من کے اسرار کی قسم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حکمت سے مراد فہم کا مکمل علمی اور علم کے خوض پر عمل ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حکمت سے مراد صحیح قول ہے۔ 'تورات سے مراد وہ کتاب ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی، 'اس میں شراعی اور احکام ہیں اور انجیل سے مراد وہ کتاب ہے جو حضرت یسعی علیہ السلام پر نازل کی گئی، 'اس میں مواعد اور اخلاق ہیں، 'پہلے کتاب کا ذکر فرمایا، پھر تورات اور انجیل کا ذکر فرمایا، علانکہ وہ بھی کتابیں ہیں، 'یہ شرف اور فضیلت کی وجہ سے عام کے بعد خاص کا ذکر ہے، 'جیسا کہ اس آیت میں ملائکہ کے بعد جبرائیل اور میکائیل کا ذکر کیا گیا ہے، 'ملائکہ وہ بھی ملائکہ میں سے ہیں۔

مَنْ تَمَنَّاهُ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَ  
 رِجَالِهِ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ قَلْبًا مُدْرِكِ الْمَوْتِ عَدُوًّا لِلْكَافِرِينَ

جو شخص اللہ اور فرشتوں اور رسولوں اور جبرائیل اور  
 میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ کا فرزند کا دشمن ہے۔

(المقرر: ٩٨)

تورات اور انجیل کے معنی کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے اہل عمران ۳ میں کر دی ہے۔ وہی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پرندے بنانا، بیماروں کو شفا دینا اور دیگر معجزات

جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت بناتے تھے پھر تم اس میں چوہک مارنے لگے تو وہ میرے حکم پر بند ہو جاتی تھی اور تم میرے حکم سے مار ڈالو اندھوں کو درہم کے مضبوطی کو سہارے کرتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگوں نے بطور غلو حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہا اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچ ہیں تو ہمارے لیے چنگوڑ بنائیں اور اس میں روح ڈال دیں، حضرت یحییٰ علیہ السلام نے مٹی اٹھائی اور اس سے چنگوڑ کی صورت بنائی۔ پھر اس میں چوہک ماری تو وہ اڑنے لگی، چنگوڑ کو بنانا اور اس میں چوہک مارنا حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کسب تھا اور اس کو پیرا کر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے چنگوڑ بنانے کا مطالبہ اس لیے کیا تھا کہ یہ گوشت اور خون سے بنا ہوا عجیب ترین جانور ہے جو یہ پروں کے ساتھ اڑتا ہے اور حیوان کی طرح بچے دیتا ہے اور باقی پرندوں کی طرح اڑنے نہیں دیتا، اس کے تھن ہیں جن سے درود نکلتا ہے، انسان کی طرح ہنستا ہے اور اس کو عورت کی طرح حیض آتا ہے، یہ دن کی روشنی میں دیکھ سکتا ہے نہ رات کے اندھیرے میں یہ رات کے ابتدائی حصہ تک کھلی دیتا ہے۔ ۱ -

(حاشیہ کی الدین شیخ زادہ، علی ایضاً دی، ج ۲، ص ۱۳۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اعلیٰ اس شخص کو کہتے ہیں جو ہمیشہ یاد ہو اور بعد میں انہما ہو جائے تو رکعت اس شخص کو کہتے ہیں جو انہما ہو جائے۔  
حضرت یحییٰ علیہ السلام بار زانو اٹھوں کو اللہ کے حکم سے دعا کرتے تھے "یرحمکم اللہ" جس کی وجہ سے جلد سفید  
ہو جاتی ہے اور ایک تکلیف دہ غارش ہوتی ہے "حضرت یحییٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے یرحمکم اللہ کی مریضوں کو تندرست کر  
دیجئے تھے۔ اور تم میرے حکم سے مردوں کو نکالتے تھے۔ یعنی تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے قبول سے نکالتے تھے۔  
جب تم اللہ سے دعا کر کے مردے سے یہ کہتے تھے کہ اللہ کے اذن سے اپنی قبر سے باہر آؤ! ان تینوں افعال میں اللہ کے اذن کا ذکر کیا  
ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ ابن العلی کا فاضل حقیقی اللہ جبار کو قائل ہے۔

اور میں نے (اسی) تم کو بنو اسرائیل سے بچایا، جب تم ان کے پاس روشن مغربٹ لے کر گئے تو ان میں سے کافروں نے کہا یہ کھلے ہوئے جلوہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے یعنی جب تم بنو اسرائیل کے پاس اپنی نبوت اور رسالت پر دلائل اور معجزات لے کر گئے تو انہوں نے تمہاری تکفیب کی اور تم پر حسرت لگائی کہ تم جلوہ گر ہو مگر انہوں نے تمہیں قتل کرنے اور رسول دینے کا بار ادا کیا اور میں نے تم کو اپنی طرف اور بنو اسرائیل اور تم کو ان کے شر سے بچایا۔ (احزاب ۷۱-۷۲) عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان

پر اٹھائے چلے گا یمن بڑی تحصیل سے کیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب میں نے خوارین پر اہم کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور (اے اللہ!) تو گواہ ہو جا کہ بے شک ہم مسلمان ہیں۔ (المائدہ: ۱۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی حکمتیں

خواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انصار اور یمن کے مخلص اصحاب تھے، حور کا معنی ہے کسی چیز کو صاف کرنا اور یمن لوگوں نے اپنے نفوس کا تذکرہ کر کے پاک اور صاف کر لیا تھا، اس آیت میں مذکور ہے میں نے حواریوں کی طرف وحی کی، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ جس کلام کو اپنے نبی کی طرف مائل فرماتا ہے، مخلوق فرشتے کے واسطے سے ہو یا بلا واسطہ اس کو وحی کہتے ہیں، اس لیے اس آیت کا معنی ہے ہم نے حواریوں کی طرف اہم کیا۔ قرآن مجید کی اور بھی کئی آیتوں میں وحی معنی اہم ہے:

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ آلِ إِمْرَأَتِ مُوسَىٰ أَنَّ أَزْوَاجَهُنَّ

(القصص: ۷) - دودھ چاؤ۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ آلِ الْكَافِرِ الْأَخِيذِيِّ

اللہ تعالیٰ نے خوارین کے دل میں ڈالا کہ وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان لائیں، سورہ اہلن لے آئے یمن آیتوں میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ پر کی ہوئی نعمتوں کو شمار کر رہا ہے، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ خوارین کا حضرت عیسیٰ پر ایمان لانا حضرت عیسیٰ کے حق میں نعمت کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی انسان کا اس درجہ میں ہونا کہ لوگ اس کے قول کو قبول کریں، اس کو محبوب بنائیں اور اس کی اطاعت کریں، اس کے سامنے پر ان کی نہایت موقوف ہو، اس پر اللہ تعالیٰ کا نعمت بڑا انعام ہے۔ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان آیات کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ اور یمن کی بل پر اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا، پھر جن نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے ان سب کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے نہ کہ یمن کی والدہ سے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بیٹے کو جو شرف اور مقام ملا ہے، وہ اس کی ماں کے لیے عزت اور سرخ روئی کا باعث ہوتا ہے، سو یہ نعمتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ہیں اور نعمتوں اور بلاؤں کی بل پر بھی ہیں۔

جس زمانہ میں جس قسم کے کمال کا چرچا اور شہرت ہوتی ہے، نبی کو اس زمانہ میں اسی نوع کا ایسا کمال دے کر بھیجا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں اس کمال کے ماہرین اس کی نظیر لانے سے قاصر اور عاجز ہوتے ہیں اور یہی ان کا معجزہ ہوتا ہے جو ان کی نبوت کی دلیل قرار پاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادوگری اور شعبہ جادو کی کا چرچا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بنیادے کر بھیجا جو ان کی جادوگری پر غالب آیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب اور حکمت کا چرچا تھا تو آپ کو حکمت کا ایسا کمال دے کر بھیجا کہ اس زمانہ کے اطباء اور حکماء اس کی نظیر لانے سے عاجز ہو گئے اور ہمارے نبی سید عالمؐ کے زمانہ میں زبان دانی اور فصاحت و بلاغت کا زور تھا تو آپ کو قرآن مجید دے کر بھیجا جس کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثال اس زمانہ میں کوئی لاسکتا، نہ آج تک کوئی لاسکتا ہے۔ علم اور ادب میں دن بہ دن ترقی ہو رہی ہے اور اسلام کے مخالفین بھی بہت ہیں، اگر اس کی کسی ایک سورت کی بھی مثال لانا ممکن ہو تا تو مخالفین اب تک لاپکے ہوتے۔



إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ

جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ ابن مریم: کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان نازل

أَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ ۖ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ

کر سکتا ہے (میں نے) کہا: اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے

مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَ

ہو ۰ انہوں نے کہا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خوان سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور

نَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَّقْتَنَا وَتَكُونُ عَلَيْنَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۱۱۳﴾

ہیں یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے کچھ کہا تھا اور ہم اس پر گواہی دیتے والوں میں سے ہو جائیں ۰

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً

عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے کھانے کا خوان نازل

مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عَيْدًا إِلَّا ذُلًّا وَاجِرًا وَآيَةً مِنْكَ

فرمانگار (دردوں) ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشان (برجائے)

وَأَرْسَلْنَا وَانْتَ خَيْرُ الرَّسُلِينَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنْزِلُهَا

اور میں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا کرنے والا ہے ۰ اللہ نے فرمایا: بیشک میں اس خوان کو تم پر

عَلَيْكُمْ فَمَنْ يُكْفِرْ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَإِنَّ أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أَعَذِّبُهُ

نازل کرنے والا ہوں، پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد کفر کرے گا تو میں ضرور اس کو ایسا عذاب دوں گا جو تمام

أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿۱۱۵﴾

۰ جہاں والوں میں سے کسی کو بھی نہ دلاؤ گا ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان نازل کر سکتا

ہے؟ (یعنی نے) کہا اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو ۰ انہوں نے کہا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خوان سے کھائیں اور

ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے کچھ کہا تھا اور ہم اس پر گواہی دیتے والوں میں سے

ہیں ایمان القرآن جلد سوم

ہو جائیں (المائدہ ۱۱۵: ۱۱۶)

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلے آجوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آٹھ سختوں کا ذکر فرمایا تھا اس آیت اور اس کے بعد والی آجوں میں نویں سخت کا ذکر فرمایا ہے اور وہ حاریروں کی قربانی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان سے خوان نعمت کا نازل ہونا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کا قبول ہو گیا ہے اور ان کے دعا کرنے میں ان کے بندہ ہونے کا ثبوت ہے اور ان کی الوہیت کی نفی ہے اور اس وجہ سے لوگوں کا ان کی نبوت کی تصدیق کرنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ اور رسول حضرت عیسیٰ پر بہت بڑا احسان ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا تم اللہ کے لیے ہمیں روزے رکھو پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کرے گا کیونکہ جو شخص کسی کے لیے عمل کرے وہ اس کا اجر عطا فرماتا ہے۔ جو اسرائیل نے تیس روزے رکھے پھر حضرت عیسیٰ سے کہا اے خیر کی نصیب دینے والے! آپ نے کہا تھا کہ جو شخص کسی کے لیے عمل کرے اس کا اجر اس کے ذمہ ہو گا ہے اور آپ نے ہمیں تیس روزے رکھنے کا حکم دیا تھا سو ہم نے رکھ لیے اور ہم جس کے لیے بھی تیس دن کلام کرتے ہو ہمیں سیر کر کے کھانا کھانا تب انہوں نے کہا کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے خوان (نعمت) نازل کر سکتا ہے؟

(جامع البیان ۷: ۷۷ ص ۱۷۵-۱۷۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

نزول مائدہ کے فرمانی معجزہ کی توجہات

اس جگہ یہ اعتراض ہو گا ہے کہ اس سے پہلے آیت میں اللہ تعالیٰ نے حاریروں کا یہ قول نقل فرمایا تھا کہ ہم ایمان لے آئے اور اے اللہ اٹھو! ہو جا کہ ہم مسلمان ہیں اور اب ان کا یہ قول نقل فرمایا کیا آپ کا رب آسمان سے خوان نازل کر سکتا ہے؟ اور یہ قول اللہ کی قدرت پر شک کو واجب کرتا ہے۔ پھر وہ مسلمان کیسے ہوئے؟ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) اس سے پہلے آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر ایمان کا حکم نہیں لگایا تھا بلکہ یہ صرف ان کا دعویٰ تھا کہ وہ مومن ہیں اور حضرت عیسیٰ کا یہ فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو اگر ایمان والے ہو اس سے بھی یہ ظاہر ہو گا ہے کہ ان کا ایمان کامل نہیں تھا۔

(۲) وہ اپنے دعویٰ کے مطابق مومن تھے اور ان کا یہ کہنا کہ کیا اللہ ایسا کر سکتا ہے؟ اللہ کی قدرت پر شک کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ محض طمأنینہ قلب کے حصول کے لیے تھا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حصول طمأنینہ کے لیے فرمایا تھا اے میرے رب اتو مجھے دکھا تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا۔

(۳) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھ رہے تھے کہ ایسا سوال کرنا کیا حکمت کے مطابق تو نہیں ہے۔

(۴) مستطیع میں سین زائد ہے اور اس آیت کا معنی یہ کیا آپ کا رب آپ کی دعا قبول فرمائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم اللہ سے ڈرو اس کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ سے فرمائیں معجزہ طلب کرو کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہو گا ہے کہ تم خدا کی اودھم دہم ہو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور اپنے مطالبات پر ہمبر کرو کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی سبیل پیدا فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق: ۳-۴)

اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اس کا گمان (بھی) نہ ہو گا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

حواریوں نے کہا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس خون سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے سچ کہا تھا اس آیت میں حواریوں نے جو اپنا خدو پیش کیا ہے اس کی حسب ذیل تفسیریں ہیں:

(۱) ہم اس خون کو کسی معجزہ کے طور پر طلب نہیں کر رہے بلکہ ہم پر ہموک غالب ہے اور ہمیں کہیں اور سے کھانا نہیں ملا اس لیے آپ سے دعا کی درخواست کی ہے۔

(۲) ہر چند کہ ہمیں دلائل سے اللہ کی قدرت پر یقین ہے لیکن جب ہم نزولِ مائدہ کا مشاہدہ کریں گے تو ہمارا یقین اور پختہ ہو جائے گا۔

(۳) ہر چند کہ ہم نے آپ کے تمام معجزات کی تصدیق کی ہے لیکن اس معجزہ کو دیکھ کر ہمارا یقین اور پختہ ہو جائے گا۔

(۴) اس سے پہلے جو آپ کے معجزات تھے جن سے سب کا تعلق زمین سے تھا اور اس معجزہ کا تعلق آسمان سے ہو گا اس کو دیکھ کر ہمارے ایمان میں مزید تقویت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یعنی ابنِ مریم نے دعا کی: اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے کھانے کا خزانہ نازل فرما تاکہ وہ (دن) ہمارے انگوں اور پیچھوں کے لیے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشانی (ہو جائے) اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق عطا فرمائے والا ہے۔ (المائدہ: ۱۱۲)

عام آدمی کی نظر اور نبی کی نظر

حواریوں نے جب خون کی درخواست کی تھی تو کہا تھا ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اس خون سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے سچ کہا تھا انہوں نے اس خون سے دنیاوی غرض یعنی کھانے کو پہلے ذکر کیا اور اخروی غرض یعنی ایمان کی پہنچ کو بعد میں ذکر کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب دعا کی تو اخروی غرض کو پہلے ذکر کیا اور وہ ہے انگوں اور پیچھوں کے لیے عید ہو گا اور اللہ کی طرف سے نشانی ہو گا اور دنیاوی غرض کا بعد میں ذکر کیا اور وہ ہے ہمیں رزق عطا فرما اور اس دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و شاکر کی تو سب سے بہتر رزق عطا فرمائے والا ہے یہ فرق ہے نبی کی نظر میں اور عام آدمی کی نظر میں!

عید کے دن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے عبادت کی جاتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظر پہلے اللہ کی عبادت کی طرف تھی پھر فرمایا کہ وہ تیری طرف سے نشانی ہو جائے یعنی لوگ نزولِ مائدہ میں غور و فکر کر کے اس کے موازنہ کرنے والے کی طرف رسائی حاصل کریں اور نیکو اور مستدلل سے خدا کو پہچانیں نبیوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نظریات بلند مقام سے اس سے بھی بلند تر مقام پر پہنچی۔ پھر جب فرمایا ہمیں رزق عطا فرما تو جس کے حصہ کی طرف نظر کی اور خالق سے مخلوق کی طرف نزول کیا اور جب کما تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے تو نزول کے بعد پھر خالق کی طرف رجوع کیا اور یوں اس آیت میں حضرت عیسیٰ نے دو مرتبہ خلق سے خالق اور غیر اللہ سے اللہ کی طرف رجوع کیا اس دعا کے اول میں بھی ان کی نظر اللہ کی

طرف تھی اور آخر میں بھی من کی نظر اللہ کی طرف تھی، نور اہل اللہ کا بھی صل ہو تا ہے وہ ہر حال میں اللہ کی طرف نظر رکھتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں بھی اس بلند مقام سے عطا فرما (آمین)

اول اور آخر کے لیے عید ہونے کا معنی

تاکہ وہ دن ہمارے اول اور آخر کے لیے عید ہو جائے۔ ابن جریج نے کہا اول سے مراد اس وقت کے زندہ لوگ ہیں اور آخر سے مراد بعد میں آنے والے لوگ ہیں۔

سفیان نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اس دن ہم دو مرتبہ ملنا پڑھیں۔

حضرت ابن عباس نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جب ہمارے سامنے خون رکھا جائے تو اول سے لے کر آخر تک سب لوگ کھائیں۔

سدی نے کہا جس دن امامہ نازل ہو اس دن کی تقسیم کرتے ہوئے ہم بھی اس دن عید منائیں اور ہمارے بعد آنے والے لوگ بھی۔

امام ابن جریر نے کہا صحیح قول یہ ہے کہ اس دعا کا معنی یہ ہے کہ یہ دن ہمارے لیے عید ہو جائے اور جس دن یہ خون نازل ہو اس دن ہم نماز پڑھیں، جیسے لوگ عید کے دن نماز پڑھتے ہیں۔

(جامع البیان ۷: ۲۷۸، ۷: ۲۷۹، ۷: ۲۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

بنو اسرائیل پر نازل ہونے والے طعام کا خوان

امام ابو یوسف یحییٰ بن یحییٰ ترمذی حنفی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان سے جو خون نازل کیا گیا تھا اس میں روٹیاں اور گوشت تھا، من کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس میں نہ خیانت کریں اور نہ اس کو کل کے لیے بچا کر رکھیں۔ انہوں نے خیانت بھی کی اور کل کے لیے بچا کر بھی رکھا، سو من کو حکم کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔ (سنن ترمذی ج ۵، رقم الحديث: ۳۰۵۷)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

جو محل کے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھی۔ انہوں نے نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے پوچھا کیا حسیس معلوم ہے کہ بنو اسرائیل کے خون کا کیا معاملہ ہوا تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا بنو اسرائیل نے حضرت یحییٰ ابن مریم سے سوال کیا کہ من کے اوپر کھلنے کا ایسا خون نازل کیا جائے جس سے وہ کھانا کھاتے رہیں اور وہ بھی ختم نہ ہو، من سے کہا گیا کہ وہ خون تمہارے پاس رہے گا، بشرطیکہ تم اس میں سے کچھ چمپا کر نہ رکھو اور خیانت نہ کرو اور اس میں سے کوئی چیز نہ اٹھو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم نے ایسا کیا تو میں تم کو ایسا عذاب دوں گا کہ دنیا میں کسی کو ایسا عذاب نہ دیا ہو گا۔ پھر ایک دن بھی نہیں گذرا کہ میں نے انہوں سے اس میں سے چھایا اور اٹھایا اور خیانت کی، سو من کو ایسا عذاب دیا گیا جو دنیا میں کسی کو نہیں دیا گیا تھا اور اے عرب والو! تم لوگ کوٹھنوں اور بکریوں کو چراتے تھے، پھر اللہ نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جس کے حسب اور نسب کو تم جانتے اور پہانتے تھے، نور تمہارے نبی کی زبان سے تم کو یہ اطلاق دی کہ عترتِ تم پورے عرب پر غلبہ پاوے، اور تم کو سونے اور چاندی کے جمع کرنے سے منع کیا اور بتایا کہ تم اب دن رات سونا اور چاندی جمع کر رہے ہو اور روزِ ناک ظالم کے سختی ہو رہے ہو۔

حضرت عمار بن یاسر نے کہا کہ بنو اسرائیل پر امامہ نازل کیا گیا اس میں جنت کے پھول تھے، من کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اس

میں سے نہ چھپائیں نہ خیانت کریں نہ ذخیرہ کریں۔ ان لوگوں نے خیانت کی چھپلا اور ذخیرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بندر لود  
بخنیزو غناؤد (جاسر البلیس) پر ۷۷۹ھ میں مطلوبہ حالو الغلو (جوت)

میلا در رسول چچیر

صدر الافاضل مولانا سید محمد فہیم الدین مراد آبادی حنفی ۷۷۹ھ لکھتے ہیں:

یعنی ہم اس (افغان طہار) کے نزول کے دن کو عید بنائیں اس کی تقسیم کریں خوشی منائیں ہماری عہدوت کریں شکر بجا  
لائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس دن کو عید بنانا اور خوشی منانا عہدوتیں کرنا شکر  
الہی بجالانا طریقہ صالحین ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم چچیر کی شریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ  
ترین رحمت ہے۔ اس لیے حضور چچیر کی ولادت مبارک کے دن عید منانا اور میلا در شریف پڑھ کر شکر الہی بجالانا اور اظہار فرح  
اور سرور کرنا مستحسن و محمود اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ (ترجمہ اربعین ص ۲۰۳ مطبوعہ آج کہنی لینڈ لاہور)

علامہ شریف سید احمد بن عبد الغنی بن عمر عابدین دمشقی حنفی ۷۳۰ھ (سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی ۷۵۲ھ کے عم  
زاد) نے علامہ ابن حجر ممتی کی حنفی ۷۷۹ھ کی کتاب التتمۃ الکبریٰ کی شرح لکھی ہے۔ علامہ ابن حجر کی شافعی نے التتمۃ الکبریٰ  
نئی چچیر کے میلاد کے ثبوت اور بیان میں لکھی ہے۔ اس کتاب کی حدود شرح لکھی گئی ہیں لیکن سب سے مبسوط شرح علامہ  
احمد عابدین دمشقی کی ہے۔ علامہ یوسف بن اسماعیل فیہلی حنفی ۷۵۵ھ نے اس شرح کو جو اہل اجماع میں مکمل نقل کیا ہے۔ ہم  
اس شرح کے چند اقتباسات جو میلا در انجمن چچیر کے ثبوت سے متعلق ہیں یہاں پر نقل کر رہے ہیں۔

محفل میلاد کا بدعت حسنہ ہوتا

جس لہ میں نئی چچیر کی ولادت ہوئی اس میں میلا در شریف کو منانا بدعت مستحبہ میں سے ہے اس کو اچھا کرنے والا اور اعلیٰ  
کا بدشلو مظفر تھا۔ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ وہ ربیع الاول میں میلا در شریف منعقد کرتا تھا اور بہت عظیم  
انشان محفل کا اہتمام کرتا تھا اس کی بلاشبہی کافی عرصہ قائم رہی اور وہ ۷۳۶ھ میں فوت ہوا۔ وہ بہت بلور نیک عادل اور ذہین  
بادشاہ تھا وہ اس محفل میں بہت علماء اور صوفیاء کو مدعو کرتا تھا اور اس عظیم الشان دعوت میں تین لاکھ دن بھر خرچ کرتا تھا۔ علامہ  
نوی کے استاذ شیخ ابو شامہ نے میلا در شریف کی رفت بکثرت صدق و خیرات کرنے پر ملک مظفر کی بہت تعریف کی ہے اور علامہ ابو  
شامہ کی یہ تعریف شب ولادت میں میلا در شریف منانے کے بدعت حسنہ ہونے پر بہت قوی دلیل ہے۔

علامہ ابو شامہ کی عبارت یہ ہے:

ہمارے زمانہ میں نئی چچیر کی ولادت کے دن جو میلا در شریف منایا جاتا ہے اور صدقات اور خیرات کیے جاتے ہیں اور خوشی  
اور مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے یہ سب سے اچھی اور نیک بدعت ہے نیز اس عمل کے ذریعہ نئی چچیر سے محبت کی وجہ سے  
بنو ادوں اور مظلوموں کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہے جس شخص نے اس بدعت کو اچھا کیا اللہ تعالیٰ اس کو نیک جزا دے۔ نیز  
اس عمل کی وجہ سے کفار اور منافقین کے دل غیظ سے جلتے ہیں۔

(السیاعت علی اسکار الجذع والحوادث مطبوعہ مصر ۷۷۹ھ مطبوعہ دار الایض بمبہ لونی ص ۱۳۸ھ)  
علامہ ذوقانی مالکی نے لکھا ہے کہ حافظ ابو العزیز محمد بن ابی بکر بن عبد الوہاب جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا  
اس نے نئی چچیر کی ولادت کی خوشی میں اپنی باندی ثویہ کو انگلی کے اشارے سے آواز دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو اس فعل کی یہ  
جزا دی کہ ہر بزرگ کو جب وہ اس انگلی کا سراچہ ستا ہے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو نئی چچیر کا اسی مسلمان اور مسعود

ضیاء القرآن

جب ایمان کے رشتہ سے آپ کی ولادت پر خوشی منانے کا اور اپنی استطاعت کے مطابق مل خرچ کر کے صدقہ اور خیرات کرے گا تو اس کی جزاء کیا ہوگی اور مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضلِ عظیم سے جنت النعیم میں داخل کر دے گا۔ امامِ محقق ابو زہرہ عراقی سے سوال کیا گیا کہ میلاد شریف منانا کیا مستحب ہے یا مکروہ ہے؟ اور کیا اس میں کوئی چیز زائد ہوئی ہے اور کیا یہ فعل صحابہ کرام سے منقول ہے تو علامہ عراقی نے جواب دیا کہ دعوت کرنا اور کھانا کھانا ہر وقت میں مستحب ہے اور جب اس کے ساتھ نبی پیچھے کی تشریف آوری کی خوشی اور مسرت شامل ہو تو یہ فعل کیونکر مستحب نہیں ہو گا اور ہم سلف صالحین کے متعلق اس سے زیادہ نہیں جانتے اور کسی چیز کے بدعت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بدعت مکروہ ہو، کیونکہ کتنی بدعات مستحب ہیں بلکہ واجب ہیں۔

علامہ ابراہیم حلبی حنفی نے لکھا اگر محفلِ میلاد میں برائیاں کو شامل کر لیا جائے، مثلاً عورتیں شریک ہوں اور بلند آواز سے گائیں، یا مردوں اور عورتوں کے مخلوط اجتماع ہوں (یا جلوس کے دوران نمازیں نہ پڑھی جائیں) تو اس قسم کے افعال پانچ جماعت حرام ہیں۔ (علامہ شامی نے علامہ ابن حجر سے نقل کیا ہے کہ برائیاں کے شامل ہونے کی وجہ سے کسی نیک کو ترک نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس وجہ سے عبادات کو ترک نہیں کیا جاتا، بلکہ انسان پر واجب ہے کہ وہ عبادات اور نیکیوں کو بجالائے اور بدعات کا انکار کرے اور حتی الامکان ان کا زائل کرے۔ (رد المحتار، ج ۱، ص ۴۴۴) علامہ زرکانی نے لکھا کہ خلاصہ یہ ہے کہ کئی نغمہ میلاد شریف بدعت ہے، اس میں محاسن بھی ہیں اور قبح بھی، مگر محاسن کو اختیار کیا گیا اور قبح سے اعتنا نہیں کیا گیا تو یہ بدعت حسنة ہے ورنہ نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک سوال کے جواب میں لکھا کہ مجھ پر میلاد شریف منانے کی اصل ظاہر ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب نبی پیچھے مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشورا (دس محرم) کا روزہ روکتے تھے، آپ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا اور حضرت موسیٰ کو نجات دی تھی تو ہم اس دن بطور شکر کے روزہ رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس ممکن دن میں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا فرمائے، اس دن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اور نبی پیچھے کی ولادت اور آپ کے ظہور سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی۔ سو جس دن آپ کی ولادت ہوئی، اس دن مختلف عبادات کرنا مثلاً نوافل پڑھنا، روزہ رکھنا، صدقہ و خیرات کرنا، اور تلاوت کرنا اور ان عبادات سے اللہ کا شکر بجالانا اس حدیث کے مطابق ہے اور حافظ ابن حجر سے پہلے علامہ ابن رجب حنبلی نے اس اصل کو تلاش کیا تھا، حافظ ابن حجر کی نے لکھا ہمارے نبی پیچھے نے بھی انبیاء علیہم السلام کی محاسن میں اس دن روزہ رکھا اور یہود سے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہمارا تم سے زیادہ حق ہے۔

علامہ احمد عابدین نے لکھا نبی پیچھے کی محفلِ میلاد میں شریک ہونا اور آپ کی ولادت مبارک کا واقعہ اور آپ کے فضائل اور عملہ کو بیان کرنا اور آپ پر بکھرتا درود و سلام پڑھنا آپ کی محبت کا سبب ہے اور آپ کے قرب کا موجب ہے۔ سہروردہ غرض جو آپ کی محبت میں صادق ہو، اس کو چاہیے کہ وہ آپ کی ولادت کے عید کی آمد پر خوش ہو اور اس عید میں اس محفل کو منعقد کرے اور اس میں آپ کی ولادت کے متعلق احادیث صحیحہ اور آثارِ قدیمہ بیان کرے اور امید ہے کہ ایسے شخص کو آپ کی شفاعت حاصل ہوگی کیونکہ شفاعت آپ کی محبت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ سو جو شخص محافلِ میلاد منعقد کرے آپ کا بکھرتا ذکر کرے گا اور آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اس کا بکھرتا ذکر کرتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ تو امید ہے کہ آپ کی محبت سے محفلِ میلاد میں آپ کا ذکر کرنے والے

اور آپ پر بکثرت صلوة و سلام پڑھنے والے جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گے۔ سوائے تعالیٰ ان مسلمانوں پر رحمت نازل فرمائے جنہوں نے میلاد النبی ﷺ کے لئے مبارک کی راتوں کو عیدیں منادیا۔

(بخاری، ابوابہ، ج ۳، ص ۳۵۹-۳۶۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۷ھ)

عید میلاد النبی ﷺ کی شروعات پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں تشریح حاصل بحث کی ہے اور اس سورت کی آیت ۳ میں بھی مابین کے بکثرت خواتین سے میلاد شریف کی شروعات اور استقبال کو بیان کیا ہے۔ یہ امر واضح رہے کہ ہمارے نزدیک محفل میلاد منعقد کرنا مستحب ہے، واجب یا فرض نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک میں اس خرم کو تم پر نازل فرمائے دوں گا ہوں، پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد کفر کرے گا تو میں ضرور اس کو ایسا عذاب دوں گا جو تمام جنات والوں میں سے کسی کو بھی نہیں دوں گا۔ (المائدہ: ۲۵)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم پر اس مادہ کو نازل کرنے اور تم کو اس کا طعم کھانے کے بعد جس نے میرے نبی یعنی علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا اور میرے احکام کی اطاعت کرنے سے روگردانی کی تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دیا ہو گا۔ لہذا یہ بیان کیا ہے کہ ان کو خوشبو نہ دیا گیا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے کاسب سے زیادہ عذاب تین قسم کے لوگوں کو ہو گا منافقین کو، اصحاب مادہ میں سے کافروں کو اور آل فرعون کو۔

(جامع البیان ۷: ۷، ص ۱۸۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

### نزول مادہ کی کیفیت کی تحقیق

امام ابو حمزہ عبداللہ بن محمد المعروف بآبی الشیخ الامام ابی النعمانی ۳۵۹ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: سفیان الثوری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے مادہ (طعام کے خزان) کا سوال کیا تو آپ نے اس کو سخت چپنہ کیا اور فرمایا اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اللہ نے تم کو جو رزق حلال زمین سے دیا ہے اس پر قناعت کرو اور آسمان سے مادہ کا سوال نہ کرو، کیونکہ اگر وہ تم پر نازل کیا گیا تو وہ تمہارے رب کی طرف سے نشانی ہوگی۔ تم سے پہلے قوم عمرو نے اپنے نبی سے نشانی کا سوال کیا تھا، وہ اس نشانی میں مبتلا کیے گئے، پھر اس نشانی کے تھانے پر وہ نہ کرنے کی وجہ سے وہ ہلاک کر دیے گئے۔ جب ان کی قوم نے اصرار کیا تو حضرت عیسیٰ نے نماز پڑھی اور بہت گریہ و زاری سے دعا کی اے اللہ اہم پر آسمان سے مادہ نازل فرما تو اللہ تعالیٰ نے دو چاندوں کے درمیان ان پر صرغ و سرخوآن نازل کیا، بنو اسرائیل اس کو نازل ہوتے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور حضرت عیسیٰ خوف زدہ ہو کر بار بار دعا کر رہے تھے اے اللہ! اس خزان کو رحمت بنانا اور اس کو غضب نہ بنانا۔ حضرت عیسیٰ دعا کر رہے تھے کہ وہ سرخوآن حضرت عیسیٰ کے پاس آکر ٹھہر گیا، حواریوں کو اس سے ایسی خوشبو آئی جیسی انہوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں سونگھی تھی، حضرت عیسیٰ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے عید میں گر گئے، یہود اس خزان کو دیکھ کر غیظ و غضب سے جل گئے۔ حواری اس سرخوآن کے گرد بیٹھ گئے، وہ خون ایک روئل سے ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا جو شخص اس سے زیادہ عبادت گزار اور اللہ کا شکر گزار ہو گا وہ اس کو کھولے گا۔ حواریوں نے کہا یا رب اللہ! آپ ہی اس کو کھولنے کے لائق ہیں، حضرت عیسیٰ نے دوبارہ وضو کیا، نماز پڑھی اور اللہ سے رو رو کر اپنے اور قوم کے لیے برکت کی دعا کی، پھر اس کو کھولا تو اس میں بہت بڑی بجلی ہوئی چمکی تھی جس میں کانٹے نہیں تھے اور اس سے کبھی بسہ رہا تھا اور اس کے گرد ہر قسم کی بڑیاں تھیں اور نمک اور سرکہ تھا اور پانچ روئیاں تھیں۔ ایک روئی پر زقنن، ایک پر کچھو اور باقیوں پر انار تھے۔

شعرون نے کہا یا رب اللہ! یہ طعام دنیا کے طعام میں سے ہے یا آخرت کے طعام میں سے؟ آپ نے فرمایا یہ نہ دنیا کا طعام

ہے نہ آخرت کا اس کو اللہ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا تم ہم اللہ چاہ کر کھانا شروع کرو اور اپنے رب کا شکر ادا کرو کہ تم کو مزید عطا فرمائے گا۔ انہوں نے کیا روح اللہ ام چاہے ہیں کہ آپ ہمیں اس نشانی میں ایک اور نشانی دکھائیں۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا سبحان اللہ کیا تمہارے لیے یہ نشانی کافی نہیں ہے جو اور نشانی کا سوال کرتے ہو۔ جب انہوں نے اصرار کیا تو حضرت عیسیٰ نے اس پھیلی سے کھانے چھلی تو اللہ کے حکم سے دوبارہ پھلے کی طرح زندہ ہو جاؤ پھل اللہ کی قدرت سے زندہ ہو گئی۔ وہ شہر کی طرح منہ پھاڑنے لگی اور اس کی آنکھیں گردش کرنے لگیں اور وہ پھرنے لگی۔ حواری خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا پہلے تم نے نشانی کا مطالبہ کیا تھا اب نشانی دیکھ کر ڈرتے کیوں ہو؟ پھر آپ نے پھلی سے فرمایا اسے پھلی اللہ کے حکم سے دوبارہ پھلے کی طرح بنی ہوئی ہو جا پھر انہوں نے کھانے سے دوبارہ اللہ آپ کھانے کی ابتداء کریں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ اسی کھانے کی ابتداء کرے گا جس نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔ حواری اور ان کے اصحاب ڈرتے تھے کہ اس کے کھانے سے کہیں وہ مظلہ نہ ہو جائیں۔ زبان پر کوئی آفت نہ آجائے۔ تب حضرت عیسیٰ نے فقراء اور یتیموں کو بلایا کہ تم اللہ کے رزق اور اپنے نبی کی دعا سے کھاؤ اللہ کے نام سے شہد کرو اور اللہ کے شکر پر فخر کرو تم پر کوئی آفت نہیں آئے گی۔ سو اس ماندہ سے تیرہ سو مردوں اور عورتوں نے کھیا اور ان میں سے ہر شخص سیر ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ اور حواریوں نے دیکھا وہ طعام اسی طرح تھا اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ پھر وہ ماندہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور جس فقیر نے اس ماندہ سے کھیا تھا وہ غنی ہو گیا اور جس ایٹھ نے کھلیا وہ سحر و سحر ہو گیا اور وہ لوگ تمام حیات اسی طرح رہے۔ پھر حواری اور ان کے اصحاب اس میں سے نہ کھانے پر چیلن ہوئے اور تمام مرگ ان کے دل میں اس سے کھانے کی حسرت رہی۔ چند دنوں بعد پھر ماندہ نازل ہوا۔ پھر ہر جگہ سے امیر اور غریب، صحت مند اور بیمار، چھوٹے اور بڑے، بنو اسرائیل اس پر ٹوٹ پڑے۔ جب حضرت عیسیٰ نے یہ دیکھا تو آپ نے باری مقرر کر دی۔ ایک دن ماندہ نازل ہوا اور ایک دن نازل نہ ہوا چالیس دن تک یہی معمول رہا جب تک وہ کھانے سے بچتا رہتا اور جب وہ کھانے سے بچتا رہتا تو ماندہ آسمان کی طرف اٹھ جاتا وہ اس کو دیکھتے رہتے حتیٰ کہ وہ ان کی نگاہوں سے غائب ہو جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس ماندہ سے تیسوں فقیروں اور پانچویں کو کھلایا جائے اور امیر لوگوں کو نہ کھلایا جائے۔ تب امیروں نے اس میں شک کرنا شروع کر دیا اور اس کے متعلق بری باتیں پھیلایا دیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہمیں ماندہ کے نزول کے متعلق مطمئن کریں کیونکہ ہم مت ہوگے اس میں شک کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے یا نہیں؟ حضرت عیسیٰ نے فرمایا بخدا اگر تم نے اس میں شک کیا تو تم ہلاک ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے اسی شرط سے ماندہ نازل کیا تھا کہ جو اس کے بعد کفر کرے گا میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ دنیا میں ایسا عذاب کسی کو نہ دیا ہو گا۔ حضرت عیسیٰ نے عرض کیا اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت عذاب اور حکمت والا ہے۔ شام کو جب شک کرنے والے بستروں پر اپنی عورتوں کے ساتھ لیٹے تو ان کی اچھی صود میں تھیں اور رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو صبح کر کے حضور ہوتا دیا۔ صبح کو وہ کوڑے اور گندگی کے ڈھیروں پر گندگی تلاش کر کے کھانے لگے۔ پھر بلی بنو اسرائیل خوف زدہ ہو کر حضرت عیسیٰ کی اطاعت کرنے لگے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام باہر نکلے تو وہ حضور دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آتے اور آپ کے پیروں پر گرتے اور زار و قطار روتے۔ حضرت عیسیٰ ان میں سے ہر شخص کا نام لے لے کر پکارتے۔ ان میں سے ہر ایک اپنا سر ہلاتا تھا اور بول نہیں سکتا تھا۔ آپ فرماتے میں تم کو اللہ کے عذاب سے ڈراتا تھا مگر میں پہلے سے یہ دیکھ رہا تھا وہ تین دن تک اسی طرح جھکتے رہے اور ان کے گھروالے ان کو دیکھ کر روتے رہے۔ لوگوں کے دل ان کا مل دیکھ کر جھل گئے۔ پھر چوتھے دن حضرت عیسیٰ



علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی کہ ان پر موت طاری کر دے سوچتے روزہ مرگے اور زمین پر ان کا مردہ جسم نہیں دکھائی دیا اللہ ہی جانتا ہے کہ ان کے مردہ اجسام کبھی گئے۔ البتہ ایہ ایسا مذہب تھا جس سے ان لوگوں کی حرکت مٹی اور روئے زمین پر ان کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔

(کتاب اللہ ص ۳۶۷-۳۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

اس حدیث کو بعض مفسرین نے اختصار سے اور بعض نے تفصیل سے بعض نے اپنی سند سے اور بعض نے بغیر سند کے بیان کیا ہے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ازوالسیر ج ۲ ص ۴۵۹-۴۶۰، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۷۲، الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۸۸، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۸۵-۶۸۶، البیضاوی مع الفاظ روئی ج ۲ ص ۳۸۸-۳۸۹، لدر المصنوع ج ۲ ص ۳۶۶-۳۶۷، تفسیر ابو العود علی دلائل التفسیر الکبیر ج ۳ ص ۵۰۹-۵۱۰، تفسیر المجلد ج ۲ ص ۵۵۵-۵۵۶، روح البطل ج ۲ ص ۳۰۳-۳۰۴، تفسیر المرقفی ج ۲ ص ۳۶۸

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو حکیم ترمذی کی نوادر الاصول کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے۔ میں نے اس کی چاروں جلدیں دیکھیں ان میں یہ حدیث نہیں ہے۔ امام رازی علامہ مرقفی اور علامہ قرطبی نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے باقی سب نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے۔ ان مفسرین نے بغیر کسی حرج کے اس روایت کو نقل کر دیا ہے۔ علامہ ابو الطیہ اندلسی نے لکھا ہے کہ میں اس روایت کے ذکر سے اعراض کرتا ہوں کیونکہ اس روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس پر قرآن مجید کی آیت ولادت کرتی ہو اور سب سے اچھی وہ روایت ہے جس کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ مائدہ آسمان سے نازل ہوا اس میں گوشت اور روئیں تھیں۔ بخواسرا نکل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اس میں سے بھاگ کر نہ دیکھیں اور خیانت نہ کریں انہوں نے اس حکم کی معصیت کی تو یہ مائدہ اٹھایا گیا اور ان کو بندر اور خنزیر دو بنا دیا گیا (المحرر المیز ج ۳ ص ۳۱۵-۳۱۶)

امام ترمذی کی روایت کا منظر یہ ہے کہ بخواسرا نکل نے کفران نعت کیا تو ان پر عذاب نازل ہوا اور سلطان الخیر کی مفصل روایت کا منظر یہ ہے کہ انہوں نے اس مائدہ کے نزول کے بعد بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت میں شک کیا اور یہ کفر ہے تو ان پر عذاب نازل ہوا۔ لیکن ترمذی کی حدیث صحاح میں سے ہے اور وہ حدیث مرفوع ہے اور اس حدیث کی سند میں وہب بن منبہ ہیں یہ اسرائیلی عالم تھے بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ سو یہ حدیث اسرائیلیات میں سے ہے اس لیے ہمارے نزدیک بھی اس کے مقابلہ میں امام ترمذی کی روایت ہی کو ترجیح ہے ہم نے صرف تحقیق مقام کے لیے اس روایت کو پوری تفصیل کے ساتھ اس کے الفاظ کے ساتھ درج کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

یہ واضح رہے کہ عیسائیوں کی کتابوں میں نزول مائدہ کا ذکر نہیں ہے نہ وہ اس دن کو عید مناتے ہیں لیکن قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں مائدہ کو نازل فرماؤں گا اس لیے ہمارے نزدیک حجت قرآن اور حدیث ہے عیسائیوں کا نقل نہ کرنا ہمارے نزدیک حجت نہیں ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس (مسلم الخیر) کی حدیث میں بحث کی گنجائش ہے اور یہ سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس اور ابو عبد الرحمن سلمیٰ نے کہا مائدہ کا طعام روئی اور مچھلی تھی۔ حضرت عمار بن یاسر اور قتادہ نے کہا مائدہ آسمان سے نازل ہوا تھا اور اس میں جنت کے پھل تھے اور وہب بن منبہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو کی روئیں اور مچھلیاں نازل کی تھیں اور یہ تین اقوال امام

ترذی کی حدیث کے خلاف ہیں۔ اس میں مذکور ہے رسول اللہ ﷺ نے قریبا آسمان سے مادہ نازل ہوا اس میں روٹیاں اور گوشت تھا اور ترذی کی حدیث ان اقوال سے ملتی ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن 'جز ۶' ص ۲۸۷-۲۸۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

دستر خوان اور میز پر کھانا کھانے کا شرعی حکم

مسلمان الخیر کی حدیث میں مادہ کا بیان ہے اور اس میں یہ مذکور ہے کہ وہ سفوف (چڑے کا دسترخوان) تھا وہ کوئی خوان (سینا) نہیں تھی جس کے پاسے ہوں اور نبی ﷺ اور عربوں کا مادہ سفوف (چڑے کا دسترخوان) تھا حکیم ترذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی خوان کے اوپر کھانا کھانا نہ پال میں اور نہ بھی آپ کے لیے چٹائی پکائی گئی۔ قندہ نے حضرت انس سے پوچھا پھر وہ کس چیز پر کھانا کھاتے تھے؟ انہوں نے کہا سفوف پر۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ترذی نے کہا خوان ایک نئی چیز ہے جس کو گھیموں نے ایجاد کیا ہے سفوف پر کھانا کھاتے تھے سفوف چڑے کا دسترخوان ہے جس کو کھولا بھی جاتا ہے اور پھیلا بھی جاتا ہے چڑے کے دسترخوان کو مادہ کہتے ہیں اور خوان چوکی یا میز کو کہتے ہیں جس کے پاسے ہوں اور سفوف چڑے کا دسترخوان ہے۔ حسن نے کہا میز پر کھانا کھانا بلو شاہوں کا فعل ہے اور چڑے کے دسترخوان پر کھانا گھیموں کا فعل ہے اور سفوف کھانا عربوں کا طریقہ ہے اور یہی سنت ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن 'جز ۶' ص ۲۸۸-۲۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: اگر کوہ حرام ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے مادہ پر نہ کھال جاتی۔ (صحیح مسلم 'جلد ۱' ص ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹

الْغُيُوبِ ﴿١٦٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ

جاننے والا ہے ۰ میں نے ان سے وہی کہا جسے مجھے حکم دیا تھا کہ (صرف) اللہ کی عبادت کرو

رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا

میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر اسی وقت تک نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا، پھر جب تو نے

تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

مجھے (آگاہ) پر، اسی طرح تو ہی ان پر نگہبان تھا ۰ اور تو ہر چیز پر نگاہ

شَهِيدٌ ﴿١٦٧﴾ إِنْ تَعَذَّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ

ہے ۰ اگر تو ان کو عذاب سے آتشکے تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو توبت

أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٦٨﴾ قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ

غالب بڑی عظمت والا ہے ۰ اللہ فرمائیے گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچا نفع

صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

پہنچائے گا ۰ ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ

أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٦٩﴾

رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے ۰

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَى كُلِّ

آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان کی عظمت اللہ کی ملکیت میں ہے اور وہ ہر چیز

شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧٠﴾

پر قادر ہے ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب اللہ فرمائے گا کہ میںیٰٰ اہل مومنا کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری

کو اللہ کے سوا دھندلے اور وہ عرض کریں گے تو پاک ہے میرے لیے یہ بات نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں ہے۔

اگر میں نے (بظن میں) یہ کہا ہو تو تو اسے ضرور جانتا تو میں بتاؤں کہ جانتا ہے جو میرے دل میں ہیں اور میں اہل جنوں کو نہیں جانتا

جو تیرے علم میں ہیں، بے شک تو ہی سب فیروں کا چلنے والا ہے۔ (المائدہ: ۱۲۰)

اس اشکال کا جواب کہ عیسائی تو حضرت مریم کو خدا نہیں کہتے اور اللہ کی الوہیت کی نفی نہیں کرتے

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال فرمایا کہ تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا وہ خدا بناؤ، اس سوال کی کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں کو خدا بنا لیا تھا اس آیت سے ان کو زبردستی منع کرنا ان کا رد کرنا اور ان کی مذمت کرنا مقصود ہے کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے انکار کریں گے تو ان لوگوں کی واضح کذب ہوگی۔ نیز اس سوال و جواب سے یہ بتا تھا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے جانے کے بعد ان کے دین کو بدل دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی ایسی چیز کا دعویٰ کیا جس کے وہ خود قائل نہ تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ضروری ہے حضرت مریم کو خدا نہیں کہا، اور نہ یہ ان کا عقیدہ ہے تو پھر یہ آیت کس طرح صلوٰۃ ہو گی کیا تم نے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا بناؤ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ انہوں نے صراحتاً حضرت مریم کو خدا نہیں کہا، لیکن ان کے اقوال سے یہ بات لازم آتی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مریم نے کسی انسان کو جنم نہیں دیا، انہوں نے خدا کو جنم دیا ہے اور بیٹا نہیں بلکہ باجبر اور بی کی مجلس سے ہوتا ہے تو جب بیٹا خدا ہے تو اس سے لازم آتا کہ اس کی ماں بھی خدا ہو۔ گویا وہ صراحتاً حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے ہیں اور انہما ان کی ماں کو بھی خدا کہتے ہیں، اس کی نظیر یہ آیت ہے:

رَبُّنَا الَّذِي يُهَيِّئُ لَكُمُ الْمَوْتَ ثُمَّ إِلَهُكُمْ فَأَنصَرُّوا وَاقْتُلُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبُّ الْعَالَمِينَ (التوبہ: ۳۴)

انہوں نے اپنے علماء اور روایتوں کو اللہ کے سوا بتا دیا اور کچھ ان مریم کو بھی۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! عیسیٰ اپنے علماء اور روایتوں کی مملکت تو نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ جس چیز کو اللہ نے حلال کیا ہے اس کو ان کے علماء اور روایتوں حرام کہیں تو یہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں اور جس چیز کو اللہ نے حرام کیا ہو اس کو ان کے علماء اور روایتوں حلال کہیں تو یہ اس کو حلال کہتے ہیں۔ میں نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا میں ان کی مملکت کرتا ہے (اور ان کو خدا مانتا ہے۔ تعلیمی) سو جس طرح عیسیٰ صراحتاً اپنے علماء اور روایتوں کو خدا نہیں کہتے لیکن یہ ان پر لازم آتا ہے اسی طرح وہ مریم کو صراحتاً خدا نہیں کہتے لیکن یہ ان پر لازم آتا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا وہ خدا بناؤ حالانکہ عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور خدا کی کسی نفی نہیں کی۔ خود قرآن مجید میں عیسائیوں کے حقیقی خدا کو کہتے ہیں:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۚ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ فَلَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ (الشمس: ۱۴-۱۶)

بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا اللہ جن میں کا تیرا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عیسیٰ یہ کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کے ہاتھوں سے جو معجزات ظاہر ہوئے ان کے خالق حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم ہیں۔ اس لحاظ سے ان سے یہ نقل اور حکایت کرنا صحیح ہے کہ "کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا وہ خدا بناؤ۔"

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ وہ اللہ کے خدا اور معبود ہونے کی نفی نہیں کرتے تھے، لیکن وہ اللہ کی مملکت کے ساتھ

حضرت یحییٰ اور حضرت مریم کی عبادت بھی کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس پر منتخب فرمایا ہے کہ جب اللہ کی عبادت کے ساتھ خیر اللہ کی عبادت بھی کی جائے گی تو گویا کہ اللہ کی عبادت نہیں کی گئی ہو۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کی عبادت ہے اور وہی عبادت اللہ کی عبادت کہلانے کی جو صرف اسی کی ہی جائے اور جب اس کی عبادت کے ساتھ دوسروں کی عبادت بھی کی جائے تو پھر وہ اس کی عبادت نہیں ہوگی تو حقیقت میں یہ سائیں نے حضرت یحییٰ اور حضرت مریم کو معبود بنایا اور اللہ تعالیٰ کو معبود نہیں بنایا اس لیے فرمایا اے یحییٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا وہ خدا بنایا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کمال ادب سے اپنی براءت کرنا

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب میں عرض کیا تو یحییٰ (پاک) ہے، میرے لیے یہ جائز نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی، بلکہ ایک قصہ کہہ کر بیان فرمایا: کہ میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو کچھ یہ بات حق نہیں ہے، اس لیے میں نے نہیں کہی اور کمالِ ادب سے اس کو اللہ تعالیٰ کے علم پر چھوڑ دیا کہ اگر میں نے ایسا کہا تو اتنا جتنی علم تو مانے کہ جتنے میرے متعلق علم ہے اور مجھے تیرے متعلق علم نہیں ہے، یا اس کا سنی ہے تو میرے فیہ کو جانتا ہے اور میں تیرے فیہ کو نہیں جانتا، یا جتنے میری دنیا کے متعلق علم ہے اور مجھے تیرے اخروی امور کے متعلق علم نہیں ہے، یا جتنے میرے اقوال اور افضل کا علم ہے اور مجھے تیرے اقوال اور افضل کا علم نہیں ہے، یا جتنے میرے فیہ کو جانتا ہے اور مجھے تیرے فیہ کو نہیں جانتا، یا جتنے میری دنیا کے متعلق علم ہے اور مجھے تیرے اخروی امور کے متعلق علم نہیں ہے، یا جتنے میرے اقوال اور افضل کا علم ہے اور مجھے تیرے اقوال اور افضل کا علم نہیں ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے کلام کی ابتداء اور انتہا سببِ احسان سے کی، ایک تو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جو شریک کی لبت کی گئی ہے اس کی تخریب کریں اور دوسرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عزت اور سلطنت کا بیان کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں نے من سے وہی کہا جسے کہنے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ (صرف) اللہ کی عبادت کرو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور میں نے اپنی اسی وقت تک تمہیں قناب تک میں من میں رہا مجھ پر تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھایا تو تو ہی ان پر تمہیں قناب اور تو میری رگوں کو ہے۔ (الاحقاف: ۱۷)

حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے پر ایک اشکال کا جواب

اس آیت سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام وقت پانچکے ہیں۔ کیونکہ نوحی کا معنی وقت ہے اور اس کا ظاہری معنی یہ ہے کہ جب تو نے مجھے وقت دے دی تو تیری ان پر تمکین قتلہ جین یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے حقیقی جو احوال ہیں وہ وہ قاتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور اسلئے ۸۸ تفسیر میں ہم نے بہت زیادہ احوال پیش کی ہیں۔

نومس کا بارہوا ہے۔ وفاء کا معنی ہے کسی چیز کو پورا کرنا کسی چیز کا تمام و مکمل کو پہنچنا موت کو وقت اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مدت احیات پوری ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے و افوا الکبیل (الافوا: ۱۵۴) پورا پورا مالک پر دو و افوا بمعہدی (البرقہ: ۳۰) مجھ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو۔ و وفیت کل نفس ما کسبت (کل مرتبہ: ۳۵) ہر نفس کو اس کے اہل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

قرآن مجید میں توسی کا لفظ موت کے لیے بھی آیا ہے اور غیور کے لیے بھی:

اللّٰهُ يَتَوَقَّى الْآفَاقُ حِينَ تَوُفَّيْهَا وَأَلَيَّيْ لَمْ  
تَكُنْ فِي سَائِهَا (الرہم: ۴۲)

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِآلِ الْإِنْعَامِ (۱۰)

وہی ہے جو رات کے وقت تمہاری رو میں قبض کریتا

—

لور اس آیت میں تومیں کا معنی پر اپرا افلاہیا ہے، جیسا کہ بکثرت احادیث میں بیان کیا گیا ہے، اس آیت میں توفی کا معنی موت مراد لینے پر مرزائی حسب ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔  
اہم مسلم بن حجاج قشیری حنفی ۳۷۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہلے درمیان کھڑے ہو کر نصیحت کرتے ہوئے خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کی طرف جمع کیے جاؤ گے اور آتما کہ تم ننگے پیر، ننگے بدن اور غیر مفتون ہو گے اللہ نے فرمایا ہے جس طرح ہم نے پہلی بار مخلوق کو پیدا کیا تھا، ہم اسی حالت میں اس کو لوٹائیں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم بے شک اس کو کرنے والے ہیں (الانبیاء: ۱۰۳) اور سنو! مخلوق میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لیاں پستیا جائے گا اور سنو! میری امت میں سے چند لوگ لائے جائیں گے۔ ان کو بائیں جانب سے پکڑا ہوا ہوگا، میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، سو کہا جائے گا آپ (از خود) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی باتیں نکالی ہیں، تو میں اس طرح کہوں گا جس طرح اللہ کے عہد صلح نے کہا تھا میں ان پر اسی وقت تک ٹھہرنا تھا جب تک میں ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی، تو تو ہی ان پر گواہ قتل الایہ (المائدہ: ۸۸-۸۷) سو مجھ سے کہا جائے گا، آپ کے دنیا سے جانے کے بعد یہ لوگ اپنی ایڑیوں پر پلٹ گئے تھے۔ (مرد ہو گئے تھے)

الحجج مسلم، الملت، ۵۸، ۱۲۸۶۱، ۷۰۷، صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۲۶، سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۷۳۳، سنن نسائی، رقم الحدیث: ۳۰۸۷

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے سورہ مائدہ کی اسی آیت کو نقل فرمایا ہے اور اس آیت میں تومیں وفات کے معنی میں ہے۔ مرزائی کہتے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ اس آیت میں توفی وفات کے معنی میں ہے۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ جب اس آیت کو پڑھیں گے تو آپ کے حق میں اس کا معنی وفات ہی ہوگا کیونکہ آپ کے حق میں اس معنی کے خلاف کوئی قرینہ نہیں ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب توفیق منی فرمائیں گے تو ان کے حق میں اس کا معنی وفات نہیں ہوگا کیونکہ اس معنی کے خلاف بہ کثرت احادیث ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو آملن پر افلاہیا گیا ہے، سو اس کا معنی ہوگا جب تو نے مجھے (آملن پر) افلاہیا۔ بعض اوقات قائل کے اختلاف سے فعل کا معنی مختلف ہو جاتا ہے۔ صلی اللہ کا معنی ہے اللہ نے رحمت نازل کی، صلی الملائک کا معنی ہے فرشتوں نے استغفار کیا، صلی النبیون کا معنی ہے مسلمانوں نے رحمت طلب کی۔ اس لیے مستحب نہیں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ توفیق منی فرمائیں تو اس کا معنی ہو تو نے مجھے وفات دی اور جب حضرت عیسیٰ توفیق منی کیس تو اس کا معنی ہو تو نے مجھے آملن پر افلاہیا جبکہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ توفی کا معنی لازماً موت اور وفات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ حیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب بڑی حکمت والا ہے۔ (المائدہ: ۸۸)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مشرکین کی شفاعت کی بیان دینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا ان لوگوں کے حلق ہے جنہوں نے آپ کے

آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد آپ کو اور آپ کی بی بی کو معبود ٹھہرایا تھا کیونکہ سلسلہ کلام ان ہی کے ساتھ مربوط ہے اور وہ لوگ مشرک تھے اور مشرکوں کے حقیقی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ان کو نہیں بخشے گا پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ان کی شفاعت کیسے کی؟ کیونکہ مشرکوں کے لیے شفاعت جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اس میں خیر کن کی طرف راجح ہے جنہوں نے موت سے پہلے اپنے کفر سے توبہ کر لی تھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی یہ دعا قیامت کے دن کے بارے میں نہیں ہے بلکہ آسمان پر اٹھانے جانے کے بعد ہے اس عقیدہ پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تو ان کو کفر پر باقی رکھے "حتیٰ کہ یہ خیر یائیں اور تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں توبہ کی توفیق دے اور اپنی توحید اور اطاعت کی ہدایت دے "پھر تو ان کو بخش دے تو توبت غالب ہے تیرے ارادہ کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے اور تو اپنے افضل میں حکیم ہے جس میں چاہتا ہے گمراہی پیدا کرتا ہے اور جس میں چاہتا ہے ہدایت پیدا کرتا ہے۔ اس جواب سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اگر تو ان کو بخش دے "کے ساتھ تو غالب اور حکمت والا ہی مناسب ہے اور غور و رحیم مناسب نہیں ہے۔

الحزب الکبیر اور الغفور الرحیم کا فرق

امام رازی کے والد ضیاء الدین محمد رازی رحمہ اللہ نے فرمایا اس آیت کے آخر میں العزیز العظیم الغفور الرحیم سے اولیٰ ہے۔ کیونکہ غفور و رحیم ایسی صفت ہے جو ہر عیب کے لیے مغفرت کو واجب کرتی ہے اور عز و رحیم ایسی صفت ہے جو ہر ایک کے لیے مغفرت کو واجب نہیں کرتی کیونکہ عز ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عیب ہے جو چاہے کسے ہوئی اس کو روکنے والا نہیں ہے اور جب وہ عز ہو اور ہر اقبال سے غالب ہو پھر اس کا بخش دینا اس کا مرتبہ بڑا کرم ہے اور بعض علماء نے یہ لکھا کہ اگر وہ غفور و رحیم کہتے تو یہ ظاہر ہوتا کہ وہ شفاعت کر رہے ہیں اور جب انہوں نے العزیز العظیم کہا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ معاملہ بالحدیث اللہ کے پر کر دیا ہے۔

فساق مومنین کے لیے نبیؐ کی شفاعت

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ہمارے نبیؐ میدنا محمدؐ کیونکہ کبیرہ کے مرتکبین کے لیے شفاعت فرمائیں گے کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جو یہ کہا اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں یہ نیکو کاروں کے حق میں نہیں فرمایا تھا کیونکہ وہ عذاب کے سزاوار نہیں ہیں اور نہ ہی یہ دعا کفار کے حق میں ہے کیونکہ ان کا یہ قول "اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت عیب بہت حکمت والا ہے" کفار کے لائق نہیں ہے کیونکہ کفاروں کی بخشش نہیں ہو سکتی۔ پس واضح ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی یہ شفاعت ان مومنین کے لیے ہے جو گنہگار کے مرتکب ہیں اور جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے مرتکبین کبہ کی شفاعت ثابت ہے تو میدنا محمدؐ کی شفاعت کے لیے مرتکبین کبہ کی شفاعت بہ طریق اولیٰ ثابت ہوگی اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبیؐ نے اپنی امت کی شفاعت کے لیے اس آیت کو پڑھا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی علامت کی اسے میرے رب ان جوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا سو جس نے میری پیروی کی وہ بے شک میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بہت بخشنے والا ہے حد و رحم فرمانے والا ہے (ابن ابی شیبہ ۳۶۱) اور یحییٰ علیہ السلام نے کہا اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بہت بہت عیب بہت حکمت والا ہے (الحائذہ ۱۲۵: ۱۱۶) نبیؐ نے اپنے

ہاتھ بلند کیے اور کہا اے اللہ! میری امت میری امت اور آپ رونے لگے۔ اللہ عز و جل نے کہا اے جبرائیل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور تمہارا رب خوب جاننے والا ہے، ان سے پوچھو ان کو کیا چیز ملاتی ہے؟ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو خبر دی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور کہو ہم آپ کو آپ کی امت کے حلق راضی کر دیں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے۔

(صحیح مسلم ۵۵/۱۱۶۱۳۴۴ ۲۸۹ (۲۰۲) ۳۸۹ سنن کبریٰ للنسائی ۱۱۶۶۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اپنی امت پر بہت شفیق تھے اور امت کی بھلائی اور بہتری میں کوشش رہتے تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہاتھ بلند کر کے دعا کرنا مستحب ہے اور اس حدیث میں اس امت کے لیے بہت عظیم بشارت ہے اور اس میں امت کی مسرت کی بہت بڑی امید ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی ﷺ کی بہت عزت اور وہاں بہت ہے اور حضرت جبرائیل کو نبی ﷺ کے پاس بھیجے سے آپ کے شرف اور مرتبہ کا اظہار مقصود ہے۔ یہ حدیث اس امت کے موافق ہے۔ فقیر آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ کو راضی کر دے گا۔ (اصطلاحی ۵) اللہ اکبر! سارا جہان اللہ کو راضی کرتا ہے اور اللہ آپ کو راضی کرتا ہے۔ آپ کو راضی کرنے کی بشارت دینے کے بعد یہ فرمایا: اللہ آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دے گا کیونکہ بعض امتوں کو بخش دینے سے بھی راضی کرنا ممکن ہو سکتا ہے، لیکن اگر آپ کا ایک امتی بھی دوزخ میں رہ گیا تو آپ رنجیدہ ہوں گے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے اور آپ کے تمام امتوں کو دوزخ سے نجات دے دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں بچوں کو ان کا ج نفع پہنچائے گا، ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے چمچے سے دریا بہتے ہیں وہ دن میں بیش بیش رہیں گے اللہ ان سے راضی ہو اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان کی سلطنت اللہ ہی کی ملکیت میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(المائدہ: ۱۲۰-۱۱۹)

بچ بولنے کا فائدہ صرف آخرت میں کیوں ہو گا؟

اس پر اجماع ہے کہ اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے، اور یہ کہ جن لوگوں نے دنیا میں بچ بولا تھا ان کا ج اس دن کام آئے گا اور ان کو نفع دے گا اور اس دن کسی کا ج بولنا اس کے لیے نفع اور ضیم ہو گا کیونکہ دمارِ احمیت اور دارِ اصل دنیا ہے اور قیامت کا دن یوم البزائم ہے۔ اس دن تو شیطان بھی بچ بولنے کا گور کے گا۔

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ  
اور فیصلہ ہو چکنے کے بعد شیطان کے گاہے ٹک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا سو میں نے اس کے خلاف کیا۔ (ابراہیم: ۲۲)

شیطان کا یہ قول سچ ہے لیکن اس دن کسی کا ج اس کے کام نہیں آئے گا۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ مسلمان یوم آخرت میں انبیاء علیہم السلام کے تبلیغ کرنے کی جو جی کو اسی دیں گے اور اپنے اعمال کی جی کو اسی دیں گے تو مسلمانوں کی یہ جی کو اسی ان کو نفع دے گی اور نفع یہ ہے کہ ان سے شہادت کے چھانے کا مواخذہ نہیں ہو گا اور ان کی مسرت کر دی جائے گی۔

بچ بولنے کا نفع دینے تو انسان کو ہر روز حاصل ہوتا ہے، لیکن آخرت میں دائمی اجر و ثواب صرف اس دن حاصل ہو گا۔ اس



کے بعد اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ آخرت میں کچھ لوگ لے کا کیا نفع لے گا وہ جہنم میں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہہ رہے ہیں۔ انسان کو کوئی نعمت مل جائے تو پھر بھی اس کو یہ فکر سنا رہتی ہے کہ کہیں یہ نعمت زائل نہ ہو جائے اور اگر نعمت زائل نہ ہو تو اس نے ایک دن مر جائے تب بھی وہ اس خیال سے ملول رہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آخرت کی نعمتیں زائل نہیں ہوں گی نہ ان کو موت آنے کی بلکہ وہ ان میں بیٹھ بیٹھ رہیں گے۔ جنت انسان کے جسم کی نعمت ہے اور اس کی روح کی نعمت یہ ہے کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے تو جنت کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کیا کہ اللہ اس سے راضی ہو۔ پھر فرمایا میں سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ سب سے بڑی کامیابی اللہ کا راضی ہونا ہے جنت میں مرغوبت نفس میں اور اللہ کی رضا اس سے بہت بڑا اور اعلیٰ درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے ہم جنت کے لائق تو نہیں ہیں وہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں جنت الفردوس عطا فرمائے اور سب سے بڑا مطلوب یہ ہے کہ وہ ہم سے راضی ہو جائے۔

اللہ کی عظمت و جبروت کے ذکر پر سورت کا اختتام

آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان کی سلطنت اللہ ہی کی ملکیت میں ہے اس آیت میں لفظ ما استعمال فرمایا ہے۔ جو غیر ذی العقول کے لیے آتا ہے۔ من کا لفظ استعمال نہیں فرمایا جو ذی العقول کے لیے آتا ہے اس میں ہو سکتا ہے یہ عجیبہ کرنا مقصود ہو کہ آسمان اور زمین اور ان میں جو کچھ ہے خود وہ ذی العقول اور ذی العلوم ہوں غیر ذی العقول اور غیر ذی العلوم سب اس کے قبضہ و قدرت میں مضرب ہیں اور سب اس کی قضاء و قدرت کے تابع ہیں۔ اور ذی العقول اس کے سامنے غیر ذی العقول اور جمادات کے درجہ میں ہیں اس کی قدرت کے سامنے کسی کی قدرت نہیں اور اس کے علم کے سامنے کسی کا علم نہیں اس لیے اس آیت میں غیر ذی العقول کو ذی العقول پر قلب دے کر لفظ ما استعمال فرمایا۔

شریعت اور حقیقت کی طرف اشارہ

جب آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے تو حضرت یحییٰ اور حضرت مریم بھی اللہ کی ملک میں ہیں۔ اس کے مملوک اور عبد ہیں اور جو مملوک اور عبد ہوں وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس آیت میں عیسائیوں کے اس حقیقہ کا رد ہے کہ حضرت یحییٰ اور حضرت مریم خدا ہیں اس صورت کے شہدائے میں فرمایا تھا اے ایمان والو! اپنے اُمم پر رے کہ وہ احکام شریعہ کے ذکر سے اس سورت کی ابتدا کی تھی اور اس سورت کا اختتام اللہ عزوجل کی کبریائی اس کی عزت و جلال اور اس کی سلطنت اور قدرت پر کیا ہے۔ گویا یہ صورت شریعت کے ذکر سے شروع ہوتی ہے اور حقیقت کے ذکر پر ختم ہوتی ہے اور اس میں یہ عجیبہ ہے کہ شریعت ابتدا ہے اور حقیقت اختتام ہے اور یہ کہ شریعت پر عمل کر کے ہی انسان حقیقت تک پہنچے گا تمام مضامین سورت کی دلیل

اس سورت میں احکام شریعہ بیان کیے گئے ہیں اور یہود کا رد کیا گیا ہے جو سیدنا محمد ﷺ کی شریعت کا انکار کرتے تھے اور عیسائیوں کا رد کیا گیا ہے جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی الوہیت کے معتقد تھے مگر اس سورت کو اس آیت پر ختم کیا ہے جس کا معنی ہے ہر چیز اللہ کی ملک میں ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ تمام ممکنات ارواح اور اجسام کا موجد اور خالق ہے اور جب اللہ تعالیٰ سب کا خالق اور مالک ہے تو اسے اپنی مخلوق کو امر اور نہی حکم دینے اور منع کرنے کا حق ہے اور یہی شریعت ہے سو یہی آیت احکام شریعہ کی دلیل ہے اور جب اللہ خالق اور مالک ہے تو اسے یہ حق ہے کہ وہ جس حکم کو چاہے معطل کر دے اور جس شریعت کو چاہے منسوخ کر دے۔ سو اس نے یہود کی شریعت کو منسوخ کر کے سیدنا محمد ﷺ کی شریعت کو نافذ کر دیا سو اس آیت سے یہود کا رد بھی ہو گیا اور اس آیت سے خصوصیت کے ساتھ عیسائیوں کا رد بھی ہو گیا جسے کہ جب ہر چیز

اس کی مملوک ہے تو حضرت عیسیٰ بھی اس کے مملوک ہیں اور جو مملوک ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا سو یہ آخری آیت اس پوری سورت کے مضامین کی دلیل ہے۔

### اختتامی کلمات

آج بروز چار شنبہ روز ۸ صفر ۱۸۳۵ھ / ۲۵ جون ۱۸۷۷ء عری کے مبارک وقت میں سورہ مانندہ کی تفسیر ختم ہو گئی۔ اس سورت کے تمام حقائق و محارف اور تمام اسرار و رموز کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں نے اسلاف کی کتابوں سے استفادہ کر کے اور زیادہ سے زیادہ اصول و جہش کر کے اپنی استقامت کے مطابق اس تفسیر کی سعی کی ہے۔

اللہ العالمین اس سعی کو قبول فرما اس میں جو کوتاہی ہو گئی اس سے درگزر فرما اور جس طرح تو نے محض اپنے فضل سے سورہ مانندہ کی تفسیر کی توفیق دی ہے بجا یا سورہ قرآن کی تفسیر کی بھی توفیق عطا فرما اور محض اپنے فضل و کرم سے میری میرے والدین اور اساتذہ کی میرے علاوہ کی اس تفسیر کے کم و زور کتابت اور تصحیح کی اس کے ناشر اس کے تمام معاونین معین اور قارئین کی مغفرت فرما۔ ہم سب کو دنیا اور آخرت کی ہر مشکل مصیبت اور پریشانی اور عذاب سے محفوظ رکھ اور دنیا اور آخرت کی ہر سعادت اور نعمت عطا فرما۔ شرح صحیح مسلم اس تفسیر اور میری ہر تصنیف کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے ان کتابوں کے فیضان کو تاقیام قیامت باقی اور عام رکھ ان کتابوں کو موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت بنا۔ آمین یا رب العالمین بحاء نبیک سیدنا محمد حاتم السیسی فائد المرسلین شفیع المدینس و علی آلہ الطیبین الطاہرین و علی اصحابہ الکاملین الراشدین و علی ارواحہ امہات المؤمنین و علی اولیاء امنہ و علماء ملتہ اجمعین۔





# سُورَةُ الْاَنْعَامِ

(۶)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## سورة الانعام

اس سورت مبارکہ کا نام الانعام ہے اس میں ہیں (۲۴۰) رکوع اور ایک سو بیس (۲۵) آیات ہیں یہ سورت مکی ہے البتہ اس کی چند آیتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان آیتوں کو اس سورت میں اپنے اپنے مقام پر لکھوا دیا۔ ان کی تفصیل الشفاء اللہ عنقریب باخوالہ آ رہی ہے انعام کا معنی ہے سوئی۔ اس سورت کا نام الانعام اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس سورت میں من مشرکین کا رد کیا گیا ہے جنہوں نے از خود چند موسیٰوں کو حلال کر لیا تھا اور چند موسیٰوں کو حرام کر لیا تھا وہ آیتیں یہ ہیں:

وَقَالُوا هَذِهِ آتِنَاكُمْ وَخَرَجَتْ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا  
وَالْأَمْسَ نَسَاءَهُمْ وَخَرَجَتْ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا  
وَأَتَيْنَاهُمْ لَابِدًا كُرُونُ اسْمِ الْمَلُوعِ عَلَيْهَا أَفْتَرَاءُ  
عَلَيْهِمْ سَيَحْرِقُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ وَقَالُوا  
مَا فَنِي بَطْلُونِ هَذِهِ الْأَتْلَعُ مَالِصَةً لِّدُ كُرُونَا  
مُحَرَّرٌ عَلَى أَرْوَاحِنَا وَلَنْ نَكُنَّ مَبْنِيَّةً فَهُمْ يَشْفِ  
نُشْرَكَاهُمْ سَيَحْرِقُهُمْ وَصَلَّاهُمْ ۝ (۳۸-۴۳)  
اور مشرکوں نے کہا یہ موسیٰ اور کھیت منوع ہیں انہیں وہ  
کھانے کا حصہ ہم چاہیں گے ان کے دھم کا سد کے مطابق اور  
کچھ موسیٰ ایسے ہیں جن کی پشتوں (پر سواری اور بار برداری)  
کو حرام کیا گیا ہے اور بعض موسیٰ ایسے ہیں جن پر وہ (ازع کے  
وقت) اللہ کا نام نہیں لینے جے اللہ پر ہمتان ہانسنے کے لیے  
اللہ ان کو ان کے ہمتان کی عنقریب سزا دے گا ۝ اور انہوں  
نے کہا ان موسیٰوں کے جنت میں جو بچے (زندہ) ہے وہ خالص  
ہمارے مردوں کے لیے ہے اور وہ ہماری بیویوں پر حرام ہے  
اور اگر وہ مردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں۔ عنقریب اللہ ان  
کو ان احکام کو وضع کرنے کی سزا دے گا بے شک وہ جزی  
حکمت والا ہمت علم والا ہے۔

جیسا کہ ہم عنقریب باخوالہ بیان کریں گے یہ پوری سورت ایک رات میں یک بار کی نازل ہوئی تھی اور جس رات یہ نازل ہوئی آپ نے اسی رات اس کو لکھوا دیا تھا اس سورت کے مضامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکی دور کے آخری زمانہ میں نازل ہوئی تھی اس سے پہلے القاحۃ البقرہ آل عمران انشاء اور المائدہ

مئی سورتیں تھیں۔ ان سورتوں میں اصلہٴ خطاب مومنین سے تھا۔ اور ان میں مسلمانوں کیلئے شرعی احکام بیان کیے تھے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، صلہ رحم، غمورتوں کے حقوق، نکاح، طلاق، وراثت، اسیر، غنیمت، وحی عن المنکر اور دیگر احکام شرعیہ بیان فرمائے تھے اور عہد منورہ میں جو غیر مسلم تھے، یہود اور عیسائی، ان کی بدعتیں کیوں بیان کر کے ان کا رد فرمایا تھا اور اسلام کے خلاف ان کے شکوک و شبہات کے جوابات دیئے تھے اور منافقین کی دیرینہ دانیوں بیان فرمائی تھیں اور ان کی سازشوں اور اسلام دشمن سرگرمیوں سے مسلمانوں کو خبردار فرمایا تھا اور حشر، بعض آجوں میں مشرکین کا بھی رد فرمایا تھا۔ ترتیب مصحف کے اعتبار سے یہ پہلی کی سورت ہے۔ چونکہ کہ میں مسلمانوں نے اپنی کوئی ریاست قائم نہیں کی تھی اور نہ ان کو اس کے مواقع میسر تھے اس لیے وہیں مسلمانوں کے پاس اپنا نظام معیشت اور نظام حکومت قائم کرنے کے وسائل نہیں تھے۔ اس لیے یہی سورتوں میں احکام شرعیہ کو تفصیل سے بیان نہیں فرمایا، وہاں پر مسلمانوں کا مشرکین سے تصادم تھا اور توحید کا پیغام پہنچانے میں مشرکین زبردست رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ اس لیے یہی سورتوں میں اسلام کے خلیوی عقائد کو بیان کرنے اور ان کو دلائل سے ثابت کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

الانعام میں توحید و رسالت کے بنیادی مسائل اور دلائل بیان فرمائے ہیں اور حیات بعد الموت اور حشر و نشر کو بیان فرمایا ہے اور اصل دین ایمان کی وضاحت کی ہے اور انسان کی اندرونی اور بیرونی شہادتوں اور عقل و فطرت کے تقاضوں سے استدلال کیا ہے، مشرکین کے فرائضی مجزات ظاہر نہ کرنے کی وجہ بتائی ہیں۔ تقدیر کا بیان کیا ہے اور بعض مشرکانہ رسوم کا رد فرمایا ہے، مشرکین عذاب کا مطالبہ کرتے تھے اس کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ عذاب آگیا تو تمہارے پاس اس کے بچھڑ کا کیا سامان ہے؟ سورۃ الانعام کے نزول کے متعلق احادیث

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی حنفی ۳۳۵۰ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سورۃ الانعام مکمل ایک رات میں مکہ میں نازل ہوئی اور اس کے گرد ستر ہزار فرشتے تھے جو بلند آواز سے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ (المجم الکبیر ج ۳، رقم الحدیث ۳۳۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ پر سورۃ الانعام یکبارگی مکمل نازل ہوئی۔ اس وقت میں نبی ﷺ کی اونٹنی کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور اس سورت کے پورا ہونے پر انھوں نے کہا کہ اس اونٹنی کی پٹیاں ٹوٹ جائیں گی۔

(المجم الکبیر ج ۳، رقم الحدیث ۳۳۴۸-۳۳۴۹ مطبوعہ بیروت)

حضرت انس بن مالک جلیل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۃ الانعام نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ اس کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت تھی جس نے مشرق اور مغرب کو بھر لیا تھا وہ بلند آواز سے تسبیح اور تہلیل کر رہی تھی اور زمین لرز رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ پڑھ رہے تھے سبحان اللہ العظیم، سبحان اللہ العظیم۔ اس حدیث کی روایت میں احمد بن محمد سالمی متفق ہیں۔ (المجم الکبیر ج ۳، رقم الحدیث ۳۳۴۳ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض ۱۴۱۵ھ)

سورۃ الانعام سے مدنی آیات کے استثناء کے متعلق احادیث

خاتم الفقہ علامہ جلیل الدین سیوطی مدنی بیان کرتے ہیں:

امام القاسم نے اپنی کتاب ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانعام مکہ میں مکمل یکبارگی نازل ہوئی سو یہ بھی سورت ہے۔ ماوا تین آیتوں کے وہ عہد میں نازل ہو گئی۔ (قل تعالوا انزل ما حرم ربکم علیکم۔ الا یہ ۱۵۳-۱۵۱)

امام ابن المنذر نے حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانعام مکمل یکبارگی نازل ہوئی۔ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے یہ کی سورت ہے۔ ہاں اس آیت کے ولوانما نزلنا الیہم العنکبۃ (الانعام: ۸۱)

امام قرطبی امام اسحاق بن راہویہ اور امام عبد بن حمید نے ہر تین حروف سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانعام مکمل یکبارگی نازل ہوئی۔ اس کے ساتھ فرشتے بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے یہ کی سورت ہے ہاں ان دو آیتوں کے قبل تعالیٰ انا انزل ما حرم من حکم علیکم (الایہ) اور اس کے بعد وائی آیت۔ (الانعام: ۱۵۴-۱۵۵) اور راجع ۳۳ ص ۲۳ مطبوعہ بیروت) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حدیث میں یہ سورۃ الانعام چھ آیتوں کے سوا کہ میں نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے کتابوں کو پڑھا کر اسی رات اس سورت کو لکھو الیہم العنکبۃ (قرطبی: ج ۶ ص ۲۵۷)

### سورۃ الانعام کی فضیلت کے متعلق احادیث

امام دمشقی نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۃ الانعام پڑھنے والے کو ایک مہوی نذر کرنا ہے۔ اس سورت سے محبت رکھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی وجہ سے آج جنت کی طرف۔

امام ابوالشیخ نے ابو حمزہ عابد سے روایت کیا ہے۔ جس شخص نے سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیجتا ہے جو قیامت تک اس کے لیے دعا کرتے ہیں قیامت کے دن اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اس کو کوثر سے غسل دے گا اور سلسیل سے اس کو پانی پلائے گا اور فرمائے گا "میں تمہارے حق وہ ہوں اور تو میرا حق بندہ ہے۔"

امام ابن العسکریؒ ابو حمزہ عابدی سے روایت کرتے ہیں جس شخص نے سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے پیچھے گا جو قیامت تک اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔ قیامت کے دن اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور اس کو اپنے عرش کے سامنے میں رکھے گا اس کو جنت کے پہل نکلائے گا اور کوثر سے پانی پلائے گا اور سلسیل سے غسل دے گا اور اللہ فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے۔

امام دمشقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس شخص نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی اور اپنے معنی پر بیٹھ گیا اور سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ ستر فرشتوں کو مقرر کر دیتا ہے جو اللہ کی شیع کرتے ہیں اور قیامت تک اس شخص کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (ابو حمزہ عابدی راجع ۳ ص ۲۳ مطبوعہ بیروت)

ابن ابی حاتم علامہ قرطبی نے بھی نقل کیا ہے۔ (الانعام: ۱۵۴-۱۵۵)

حافظ سیوطی نے سورۃ الانعام کی فضیلت میں جو احادیث نقل کی ہیں ان میں صرف ایک حدیث کی سند کو ضعیف کہا ہے اور باقی روایات کی اسناد سے سکوت کیا ہے۔ لیکن کھدہ یہ ہے کہ جس حدیث میں کم عمل پر بہت زیادہ ثواب بیان کیا جائے وہ موضوع ہوتی ہے اور فضائل قرآن کے سلسلہ میں لوگوں نے بہت احادیث وضع کی ہیں۔ اگر یہ احادیث موضوع نہ ہوں تب بھی ضعیف سے بہرہ منی غلط نہیں ہیں اور فضائل اعمال میں احادیث ضعیف بھی مستحب ہوتی ہیں اور تعدد اسناد سے حدیث ضعیف کو تقویت ملتی ہے۔ ہم نے اس نیت سے یہ احادیث نقلی ہیں کہ ان میں بیان کردہ ثواب کی امید پر سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھنی چاہئیں لیکن یہ یقین نہیں کرنا چاہیے کہ صرف ان تین آیتوں کو پڑھ لینا ہی نجات کے لیے کافی ہے۔ نہ فرائض واجبہ اور سنن و مستحبہ پر عمل کی ضرورت ہے نہ عہدہ اور کمالات سے اجتناب کی حاجت ہے تاہم اللہ بہت کریم اور نیک نواز ہے۔ وہ ایک پیارے سے کئے کو پانی پلائے کی وجہ سے ملاری عمر کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری ص ۵۶۱ حدیث ۵۶۱ روایت کرتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک شخص نے ایک کتے کو دیکھا جو پیاس کی وجہ سے کچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے اپنے موزہ میں پانی بھر کر اس کو پلو سے پانی پلایا حتیٰ کہ اس کتے کو سیراب کر دیا۔ اللہ نے اس کے اس عمل کو منظور کیا اور اس شخص کو جنت میں داخل کر دیا۔ (صحیح بخاری، ج ۱، رقم الحديث: ۵۰۷۸، مسند سلیمان بن ابراہیم دار الکتب العلمیہ بیروت)

سو اگر اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتیں پڑھنے سے بخش دے اور جنت عطا فرمائے تو یہ اس کے کرم اور نیک نوازی سے کب بعید ہے؟

### سورۃ الانعام کا موضوع

جس طرح باقی کی سورتوں میں اصنافِ عقائد کو بیان کیا گیا ہے، اسی طرح سورۃ الانعام میں بھی اصول اور عقائد ہی کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اللہ ویت ذیٰ رسلات، بعث بعد الموت اور جزاء و سزا کا اثبات اور اس پر دلائل فراہم کرنا اس سورت کا بنیادی موضوع ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس سورت میں مشرکین اور دیگر ابنِ بدعتین کے خلاف دلائل ہیں جو حشر اور نشر کا انکار کرتے تھے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ اس چاری سورت کو یکبارگی نازل کیا جائے۔ کیونکہ چاری سورت پر منزل و میل واحد ہے۔ اگرچہ اس کی فردی امت ہیں اور حکمتیں نے اسی سورت پر اپنے دلائل کی بنیاد رکھی ہے کیونکہ اس میں ایسی آیات ہیں جو قدر یہ کار دہکتی ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج ۳، ص ۲۹، مسند سلیمان بن ابراہیم دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے خود بھی دلائل کو پیش کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو بھی دلائل کی تلقین کی ہے۔ خود دلائل پیش کرنے کی چند مثالیں یہ ہیں:

سب قرعیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور روشنی کو پیدا فرمایا پھر (ابھی) انکار اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) براہِ قرار دیتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِیْنَ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَرٰیہُمْ بِعُزْلٰتٍۭہُمْۙ (الانعام: ۱۰)

وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر مدت (حیات) مقرر فرمادی اور اختیاست (امین وقت اللہ ہی کے پاس ہے) پھر تم شک کرتے ہو۔

ہُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَسٰی اَجْلاَ وَ اٰجَلَ مُّخْسَیْ عِندَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ (الانعام: ۱۱)

اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم (انھماں) فرشتے بھیجا ہے حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی پر موت (کا وقت) آجائے تو اہلے فرشتے اس (کی روح) کو قبض کرتے ہیں اور وہ کوئی نہیں کرتے۔

وہُوَ الْقٰہِرُ مُوقِ عِساوِہٖ وَ یُرِیْہِمْ عَلٰی کُلِّ حَفْطَہٗ حَتّٰی اِذَا جَاۤءَ اَحَدَکُمْ الْمَوْتُ تَوَفّٰہُ رُسُلًا وَہُمْ لَا یَمْتَرٰوْنَ (الانعام: ۱۲)

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بہ کثرت دلائل تلقین فرمائے ہیں۔ ان کی چند مثالیں یہ ہیں:

اُفٍّ لِّیَمٰنٍ کٰمِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کُلِّ لَیْلٍ کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃُ (الانعام: ۱۳)

آپ کو چمکنے کے آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ اُس کی ملکیت ہے؟ آپ کہنے کے اللہ ہی کی ملکیت ہے، اس نے اپنے کرم سے اپنے کو پر رحمت لازم کر لی ہے۔



قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا  
تَكُونُوا مِنَ الْمُشْكِرِينَ (الانعام: ۳۴)  
قُلْ آتَى كُتُبِي أَكْثَرَ شَهَادَةً قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ  
بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ (الانعام: ۳۵)

آپ کے لئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام  
لے لے دوں اور آپ کہ تم ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہو گے۔  
آپ پوچھتے سب سے بڑی کسی کی کو ای ہے؟ آپ فرمائیے  
میرے اور تمہارے درمیان اللہ کو ہے۔

قُلْ مَنْ يُضِلِّكُمْ فَيَنْصُرْكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ  
تَذْعُونَا نَقْضِعْ رُءُوسَ ظُلُمَاتِ لَيْلٍ أَنْتُمْ رُءُوسُ  
نَارٍ لَكُونُوا مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ قُلِ اللَّهُ يَتَوَحَّشُكُمْ  
فَتَهْتَكُوا وَتَخْلِقُ كَتَبٍ تَتَوَحَّشُكُمْ تَتَحَوَّنَ ۝  
(الانعام: ۳۶-۳۷)

آپ پوچھتے جسے ضلک اور سمندر کی تاریکیوں سے کون  
نجات دیتا ہے؟ جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو۔  
اگر وہ ہمیں اس (مصیبت سے) بچالے تو ہم ضرور اس کے  
شکر گزار بن جائیں گے ۝ آپ کہنے لگے تم کو اس (مصیبت)  
سے اور ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے پھر ابھی تم شرک کرتے

-۲-

## سورة الانعام کے مضامین

سورة الانعام کے مضامین کو سب ذیل عنوانوں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کے وجود میں کدھ ثابت اور اس کی صفات پر انسان کی اندرونی اور بیرونی شہادتوں سے استدلال
- ۲۔ نبوت و رسالت اور وحی پر عقل اور مشاہداتی دلائل اور مشرکین کے شبہات کے جوابات
- ۳۔ بعثت بعد الموت، حساب و کتاب، مشرور و مشرور قیامت کے دن اعمال کی جزاء اور سزا کا ثابت۔
- ۴۔ تمدنی اور معاشرتی زندگی کے سلسلہ افغان اور آداب کا بیان۔
- ۵۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہونا اور اصول اور عقائد میں لوگوں کے اختلاف کا باوجود خاصہ اور آیہ و اہد لو کی تقلید پر مبنی ہونا۔
- ۶۔ آخرت میں ثواب اور عذاب کا لوگوں کے مخصوص اعمال پر مبنی ہونا۔
- ۷۔ انسانوں کے افعال کو خلق اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور اس کا سب انسان کرتا ہے۔ کسب سے حرار انسان کا اختیار اور ارادہ ہے۔ انسان جس فعل کا ارادہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے اور اس کو جزا و سزا اپنے کسب اور اختیار کی وجہ سے ملتی ہے۔ اس لیے جبر بھی نہیں ہے کیونکہ انسان مختار ہے، نور قدر بھی نہیں ہے کیونکہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور تقدیر کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کے موافق اسباب کا سببیت کے ساتھ مربوط ہونا۔
- ۸۔ کافروں اور فاسقوں کو نفع اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور مومنوں اور نیکو کاروں کو ثواب دینا، اللہ تعالیٰ کا کرم و فضل ہے۔

- ۹۔ حلال اور حرام کرنے کی تشریح اور شریعت سازی اللہ عزوجل کا حق ہے اور بعض امور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو یہ منصب عطا کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور فناء کے مطابق نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور یہ بھی شریعت ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی انسان کا یہ منصب نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرے۔
- ۱۰۔ لوگوں پر لازم ہے کہ وہ گزشتہ امتوں کے احوال میں غور و فکر کریں کہ جن لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی ان کا کیا

محل ہو گا اور زمین میں محکم بلکہ رکون پر کیے ہوئے مذہب کے آثار و کیمہ کجہرت حاصل کریں اور ان بکثرت نشتوں میں غور و فکر کریں جو اللہ تعالیٰ کی عزت اس کی عظمت اس کے علم اور اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ انہی کو صاحب ہے اور دنیاوی زیب و زینت سے اسکا اور آفتاب میں ڈالنا ہے تاکہ ایک اور بد مستاز ہوں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور کافروں کو ڈھیل دتا رہتا ہے اس لیے کسی کافریا کاسق کی دنیاوی پیش و پشت 'اسودہ حائل اور افتداسے کسی مسلمان کو دھوکا نہیں کھاتا ہے۔

۳۔ یہودی اور لولہ سے اللہ تعالیٰ کی تحزیم کا بیان استوہو اسحق اسرافیلی نے کہا ہے کہ سورۃ الانعام میں توحید کے تمام قواعد ہیں۔

۴۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض کرتے ہیں ان کو صیحت کہنا اور جو دین حق کی کھذیب کرتے ہیں ان کو پہلی استوں کے کھذیبان کی وعید سننا اور یہ بتانا کہ ان کے انکار سے صرف ان کو نقصان ہوگا۔

۵۔ جو مشرکین کہہ نہی چھو سے مولا انکسرات طلب کرتے تھے ان کی جہالت کا بیان کرتا۔

۶۔ نیا چھو کہ یہ نسل و ناک آپ کی قوم کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ سے باز پرس نہیں ہوگی۔

۷۔ رسولوں کو بھیجی کی حکمت یہ ہے کہ وہ اللہ کے مذہب سے ڈرائیں اور اس کے ثواب کی بشارت دیں لوگوں کی فرمائش سے ان کو مصیبت پر مطلع کرنا یہ رسول کا منصب نہیں ہے۔

۸۔ فضیلت کا سیار اللہ تعالیٰ کے دین کو بخلا اور تعزلی ہے۔

۹۔ جس کو طہیات یعنی پاکیزہ اور طہل تجزوں سے محروم کر دیا ہے تعزلی نہیں ہے بلکہ تعزلی یہ ہے کہ جس کے باہر نکاحے پورے نہ کیے جائیں اور اس کو شہوات طہلہ کی محفل سے محروم کر دیا جائے۔

۱۰۔ امت محمدیہ پر یہ احسان کہ اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے قرآن نازل کیا جس طرح حضرت موسیٰ پر توراة نازل کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو سہلہ استوں کا خاتم بنایا۔

۱۱۔ قرآن اور دین اسلام کی فضیلت اور یہ کہ اس امت کی نیکیوں کا ثواب اللہ نے کئی گنا بڑھایا۔

۱۲۔ یہ سورت مشرکین جاہلیت کے تمام اصول کی جامع ہے اور اس میں ان کی جہالت پر سب سے زیادہ در کیا گیا ہے۔

سُورَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِيَةٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَهِيَ ثَمَانِيَةٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَهِيَ ثَمَانِيَةٌ وَخَمْسُونَ آيَةً

سورۃ الانعام مکی ہے اس میں ایک سو پینسٹھ آیات اور ۱۰۰ میں رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے (اشرع کرنا ہوں) جو نہایت رحم فرمنے والا بہت مہربان ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور نور کو پیدا

التَّوْرَةَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ① هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ

فرمایا، پھر (یہی) انکار اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کی) برابر قرار دیتے ہیں ۵ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے

مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَآ ثُمَّ أَنْتُمْ

پیدا فرمایا، پھر مدت (حیات) مقرر فرمادی۔ اور قیامت کا مہین وقت اللہ ہی کے پاس ہے اور تم لوگ

تَمْتَرُونَ ② وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ

شب کرتے ہو ۵ اور اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں میں عبادت کا مستحق ہے، وہ تمہارے ظاہر اور باطن

جَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ③ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ

کے حال کو جانتا ہے اور تمہارے کاموں سے واقف ہے ۵ اور جب بھی اللہ کے پاس اللہ کے رب کی کتابیں ہیں

مَنْزُومٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ④ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ

کوئی نشان آتی ہے وہ اس سے سزا مڑ لیتے ہیں ۵ سب سے ٹھیک سب اللہ کے پاس حق آگیا تو انہوں نے اس کو

فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ⑤ أَلَمْ يَدْرَأَكُمْ

بھلا دیا سو غریب ان کے پاس اللہ کی خبریں آئیں گی جو کہ وہ مذاق اڑاتے تھے ۵ کیا انہوں نے نہیں دیکھا

أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمْكِنْ

کرم نے ان سے پہلے کئی ایسی قوم تباہ و برباد کر دی جن کو ہم نے زمین میں ایسا اقتدار دیا تھا جیسا کہیں نہیں

لَكُمْ وَارْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ قَدْرًا ⑥ وَجَعَلْنَا الْآلِهَةَ تَجَرِي

دیا ہم نے ان پر آسمان سے سلاوا حد بارشیں برساتیں اور ہم نے ان کے کہیں پتھروں کے ایک چھ دریا بہائے

مِنْ تَحْتِهِمْ فَاهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا

پھر ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کے بعد ہم نے ایک دوسری

آخِرِينَ ⑦

آخر پیدا کر دی ۵



احسن کا بدلہ چکاتا ہے یا آخری ثواب کے لیے احسن کرتا ہے اور یہ حصول نفع ہے یا اس ضرورت مند کی ضرورت کو دیکھ کر اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور وہ اس رقت کے ازالہ کے لیے اس پر احسن کرتا ہے اور یہ دفع ضرر ہے تو انسان انسان پر کسی نہ کسی غرض سے احسن کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بلا غرض احسن کرتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ بلا واسطہ احسن کرتا ہے اور انسان بلا واسطہ احسن کرتا ہے۔

مثلاً ایک انسان کسی بھوکے شخص کو کھانا کھلا کر احسن کرتا ہے۔ اگر اس انسان کے پاس طعام خریدنے کے لیے پیسے نہ ہوتے یا پیسے تو ہوتے لیکن بازار میں طعام دستیاب نہ ہو تا تو وہ اس کو طعام کیسے کھاتا؟ پھر یہ بھی سوچئے کہ یہ طعام کس کا پیدا کیا ہوا ہے؟ پھر اگر وہ انسان طعام فراہم کر لیتا لیکن وہ بھوکا شخص کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے جس کی وجہ سے وہ کھانا نہ کھا سکتا تو وہ اس کو کیسے کھانا کھاتا؟ فرض انسان جب کسی انسان پر احسن کرتا ہے اور اس کو فیض پہنچاتا ہے تو اس تک اس احسن اور فیض پہنچنے میں بیسیوں واسطے ہوتے ہیں اور ہر واسطہ اللہ کے فیض اور اس کے احسن پر ختم ہوتا ہے۔ نتیجہ یہی نکلا کہ جو شخص کسی پر انعام اور احسن کرتا ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کا انعام ہے اور اسی کا احسن ہے۔ لہذا تمام احسانات پر شکر اور تمام کمالات اور محانت پر ستائش اور تحریف اللہ ہی کے لیے ہے اور وہی اس کا مستحق ہے اور مخلوق میں جس کی خوبی پر حمد کی جائے اور جس کے احسن کا شکر ادا کیا جائے وہ سب مجاز ہے۔ حقیقت میں وہی شکور ہے اور وہی محمود ہے۔

عالم کبیر کی تخلیق سے اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور نہ کیوں اور نور کو پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی ستون کے اور بغیر کسی بجلی کے آسمان کو بنایا اور آسمانوں میں سورج اور چاند کو رکھا اور اس کو ستاروں سے مزین کیا اور ہوا کے دوش پر بادلوں کو رکھا زمین کا فرش بچھایا اس میں پہاڑوں کو نصب کیا اور فن میں کشادہ راستے رکھے اور اس میں سمندروں اور دریاؤں کو رواں دواں کیا اور پتھروں سے چشمے نکالے۔ فن تمام چیزوں میں اس کی وحدانیت اور اس کی عظیم قدرت پر دلالت ہے کیونکہ اس کا ذات کا پورا نظام طرز واحد پر چلی رہا ہے اور اس نظام کی وحدت یہ بتاتی ہے کہ اس کا نظام بھی واحد ہے اور وہی اللہ واحد تبار ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور وہی مخلوق کا مستحق ہے اس نے نہ کیوں اور نور کو پیدا کیا۔ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے کے بعد تاریکی اور نور کے پیدا کرنے کا ذکر کیا کیونکہ آسمان اور زمین جو ابھر اور امین ہیں اور تاریکی اور نور مطلق اور اعراض ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قسری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ نے مٹی (زمین) کو بھٹ کے دن پیدا کیا اور آواز کے دن اس میں پہاڑ پیدا کیے اور پھر کے دن درخت پیدا کیے اور منگل کے دن مکروہ چیزیں کو پیدا کیا (مسلم کے علاوہ دوسری روایات میں الشفق کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں معدنیات) اور بدھ کے دن نور کو پیدا کیا اور جمعرات کے دن اس میں موسیٰ اور جاثوروں کو پیدا کیا اور مخلوق کے آخر میں جمعہ کے دن عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔

(صحیح مسلم، المصنفین ۷: ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، مسند احمد، ج ۲، رقم الحديث: ۸۳۳۹، مطبع دار الفکر، مسند احمد، ج ۲، ص ۳۲، مطبع

قدیم)

کفار کی احسان فراموشی

یہ آیت کفار کی شہوت اور قنات پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ



وَمِمَّا خَلَفْنَاكُمْ وَفَمِمَّا تُوهِدُكُمْ وَمِمَّا  
تُخْبِرُكُمْ تَارَةً أُخْرَى (طہ ص ۵۵)

ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹا دیں گے  
اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

(المناجیح لاحکام القرآن ۶: ۶ ص ۳۰۰ مطبوعہ بیروت)

امام عبد بن محمد اور امام ابن المنذر نے خطرات احادی سے روایت کیا ہے جس پر کہ انسان کو دفن کیا جائے گا وہاں کی  
مٹی کو فرشتہ خلف پر چڑھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا صداق ہے مِمَّا خَلَفْنَاكُمْ۔

(الدراہم ۲: ۲ ص ۳۰۲ مطبوعہ لبنان)

علامہ ابو نعیم اصبغی حنفی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے  
فرمایا ہر مومن کو لوہے کی قبر کی مٹی چھڑی جاتی ہے۔

(مختار الادبیات ۲: ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۰ھ)

علامہ علی حقی برحق پوری رضی اللہ عنہ خطبہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر مومن کی قبر میں دو مٹی ہوتی ہے جس سے وہ پیدا کیا جاتا ہے۔ جب وہ افضل عمر کی طرف لوٹا جاتا  
ہے تو اس مٹی کی طرف لوٹا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا گیا تھا اور میں لوہے کی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور اسی مٹی  
میں دفن کیے جائیں گے۔ (کنز العمال ۲: ۲ رقم الحدیث ۳۳۴۳)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ ہر انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ احادیث کے علاوہ اس موقف پر عقل سے بھی استدلال  
کیا گیا ہے، کیونکہ انسان کو مٹی اور جنس کے خون سے پیدا کیا گیا ہے اور یہ دونوں چیزیں خون سے بنتی ہیں اور خون خدا سے بنتا  
ہے اور خدا کا گوشت اور ذمی پیداوار (سبز اور پھولوں کا پر مشتمل ہوتا ہے اور حیوان کا گوشت بھی ذمی پیداوار سے بنتا ہے تو  
مکمل ذمی پیداوار ہے اور ذمی پیداوار مٹی سے حاصل ہوتی ہے۔ سو خلاصہ یہ ہے کہ انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے پھر اس طرف  
سے مٹی سے خلف بنتا ہے اور خلف سے حدود اعضاء بنتے ہیں جو رنگ و روپ اور صورت عقل میں مختلف ہوتے ہیں۔ خلف کب  
دامع، کبھمصرے، کبگور اور دیگر بڑی بڑی ہڈیاں، ہارک، شریانیں اور پٹے وغیرہ اور ایک مادہ یعنی مٹی سے خلف صورت و شکل اور  
خلف طبع اور جان کے اعضاء پیدا کرتا اور ایک مٹی سے دنیا کے متعدد اور مختلف رنگ و نسل کے انسان پیدا کرتا، صرف اسی کی  
خلقیت سے عقل میں آسکے جو حکیم اور مدبر اور نور و نور و نور ہو۔ پھر ان مختلف انسانوں کی پیدائش ہزار ہا سال سے ایک ہی نظم  
اور ایک ہی طرز پر ہو رہی ہے اور انسان کی خلقیت کے اس سلسلہ کا نظم و احوال ہونا چاہیہ پکار کر کہ رہا ہے کہ اس کا نظم بھی واحد  
ہے اور وہ اللہ الواحد القہار ہے۔

دو اجلوں کی تفسیر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر اس نے اجل (موت) مقرر فرمادی اور اجل موتی (دلت مقررہ) اس کے پاس ہے۔ اجل کے معنی  
موت ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو موتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ان موتوں کی کئی تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ پہلی اجل  
سے مراد موت ہے اور دوسری اجل سے مراد قیامت ہے، کیونکہ آخرت میں فن کی حیات کی مدت کی کوئی انتہائیں ہے اور نہ وہ  
کبھی ختم ہوگی اور اس کی مدت اور اس کی کیفیت کا معلوم اللہ کے سوا اور کسی کو معلوم نہیں ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ پہلی اجل  
سے مراد انسان کی پیدائش سے لے کر اس کی موت تک کی مدت ہے۔ اور دوسری اجل سے مراد موت کے بعد سے لے کر اس  
کے دوبارہ پیدا ہوا کر اٹھنے تک کی مدت ہے اور اس مدت کو برزخ کہتے ہیں۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ پہلی اجل سے مراد زندگی ہے اور

دوسری اہل سے مراد موت ہے۔ چوتھی تفسیر یہ ہے کہ پہلی اہل سے مراد طبعی موت ہے اور دوسری اہل سے مراد حوالاتی موت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے 'وہ اس کے پاس مقرر ہے۔ اس کا سنی ہے وہ اس کو مظلوم ہے اور لوح محفوظ میں مذکور ہے' پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی خاصیت اور اس کی وحدانیت کے اس قدر واضح دلائل ہونے کے باوجود تم اس کی وحدانیت میں شک کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں میں عبادت کا مستحق ہے۔ وہ تمہارے ظاہر اور باطن کے حال کو جانتا ہے اور تمہارے کلموں سے واقف ہے (الانعام: ۳)

اللہ تعالیٰ کے کمال علم پر دلیل

اس سورت کی پہلی آیت میں فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اور تاریکیوں اور نور کو پیدا فرمایا دوسری آیت میں فرمایا جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور یہ دونوں آیتیں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت کرتی ہیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمہاری غلط اور جہالت کو جانتا ہے اور تمہارے کلموں سے واقف ہے اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے کمال علم پر دلیل ہے اور کمال علم اور کمال قدرت یہ ایسی دو صفیں ہیں جن پر الوہیت کا مدار ہے اور ان دونوں آیتوں کے مجموعہ سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر دلیل کمال ہو گئی۔

اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ وہی اللہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اس سے یہ لازم آیا کہ آسمان اور زمین اللہ کے لیے عرف ہیں اور اللہ تعالیٰ مطروف ہے اور مطروف محدود ہوتا ہے اور محدود ہونا الوہیت کے منافی ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے اللہ آسمانوں اور زمینوں میں مستحکم ہے یا معبود ہے یا مستحق عبادت ہے یا اس کا معنی ہے اللہ آسمانوں اور زمینوں کی تدبیر میں مضبوط ہے یا اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ تمہاری غلط اور جہالت کو آسمانوں اور زمینوں میں جانتا ہے اور اس سے کوئی چیز چھٹی نہیں ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے اللہ جانتا ہے جو تم کب کرتے ہو کب کا معنی ہے حصول نفع یا دفع ضرر کے لیے کوئی کام کرنا اسی لیے اللہ تعالیٰ کے فضل کو کب نہیں کہا جاتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب بھی ان کے پاس حق آتا ہے ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی آتی ہے وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں سو بے شک جب ان کے پاس حق آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ سو عقرب بن کے پاس اس چیز کی خبر آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے (الانعام: ۱۳)

کفر باللہ پر ملامت کے بعد کفر بالرسول کی مذمت

اس سے پہلی تین آیات کا تعلق توحید کے ساتھ تھا اور ان آیتوں کا تعلق رسالت کے ساتھ ہے۔ ملاحظہ آیتوں میں مشرکین کے اس کفر کو بیان فرمایا تھا جو اللہ کے ساتھ کرتے تھے اور ان آیتوں میں ان کے اس کفر کو بیان فرمایا ہے جو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کرتے تھے اور ان آیات میں وجہ اور جملہ یہ ہے کہ مشرکین کہہ رسول اللہ ﷺ کا انکار بھی اس لیے کرتے تھے کہ آپ اللہ عزوجل کی توحید کی دعوت دیتے تھے اور خدا کے واحد کی عبادت کا حکم دیتے تھے۔ اس وجہ سے وہ آپ کی تکذیب کرتے تھے اور جب بھی رسول اللہ ﷺ اپنی رسالت کے صدق پر اللہ کی طرف سے کوئی نشانی اور معجزہ پیش کرتے تو وہ اس سے منہ موڑ لیتے تھے۔ سب سے بڑی نشانی یہ تھی کہ آپ نے قرآن مجید پیش کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ کوئی انسان اس کی چھوٹی سے چھوٹی آیت کی بھی نظیر نہیں لاسکتا سو کوئی اس کی نظیر نہیں لاسکتا پھر آپ نے چاند کو وہ کھوئے کر کے دکھایا اور کئی معجزات



پیش کیے، لیکن انہوں نے ان معجزات کا نہ صرف انکار کیا بلکہ ان کا مذاق اڑایا۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس انکار اور کفر کے تین احوال بیان فرمائے ہیں۔ پہلا حال یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی نشانیوں سے اعراض کیا اور منہ موڑا۔ دوسرا حال یہ ہے کہ انہوں نے ان نشانیوں کی تکذیب کی اور ان کو جھٹلایا اور تیسرا حال یہ ہے کہ انہوں نے ان نشانیوں کا مذاق اڑایا اور یہ ان کے کفر اور انکار کی انتہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا مگر تب ان کے پاس اس چیز کی خبریں آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ اس وعدہ میں دو احتمال ہیں: پہلے اس سے مراد وہ کاذب اب بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ جنگِ بدر میں مشرکین کہہ کر شکست کھائے ہوئے اور ان کو اپنی ہمدی برتری اور طاقت کا جو گھمنہ تھا وہ خاک میں مل گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد آخرت کا عذاب ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ہر شلہ ہے: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ایسی قومیں تہو و برہہ کر دیں جن کو ہم نے زمین میں ایسا لگا دیا تھا جیسا کہ ان کے لئے ہے۔ ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دار بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے (کھیتوں اور باغوں) کے پچھے دریا بھائے، پھر ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کو تہو و برہہ کر دیا اور ان کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم پیدا کر دی۔ (الانعام: ۶)

ربط آیات اور خلاصہ مضمون

اس سے پہلے آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو کہہ کر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے اعراض کرنے، ان کی تکذیب کرنے اور ان کا مذاق اڑانے سے منع فرمایا تھا اور ان کے اس انکار اور استہزاء پر ان کو عذاب کی وعید سنائی تھی۔ اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ کفار اور مکذبین کو عذاب کی وعید سننا اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے۔ کیا ان مکذبین کو لوگوں سے خبریں سن کر یہ معلوم نہیں ہوا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی سادہ استخوان قوم عبادِ شمس و عبادِ مومنہ قوم فرعون اور قوم لوط کو ہلاک کر دیا۔ جنہوں نے اپنے اپنے زناؤں میں اس گھمنہ سے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی کہ وہ بہت بھاری اور طاقتور ہیں۔ وہ قریش مکہ سے اس بات میں ممتاز تھے کہ ان پر بکثرت موسلا دار بارشیں پڑتی تھیں، جس سے ان کی زرعی زمینیں بہت ذرخیز ہوتی تھیں اور ان کے مکانوں کے کنارے پر دریا بہتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ایک اور قوم پیدا کی جو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتی تھی اور یہ بھی اللہ کی سنت جاریہ ہے کہ جو قوم اپنے رسول کی تکذیب کرتی ہے اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس قوم کو ملیہیت کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَكُنْتُمْ أَهْلًا لِّكَانٍ قُرْبَىٰ بِطَرْفِ عَيْنٍ لَّيْسَ بِكُم مِّنْ يَّسَّرَ لَكُمْ فَنَلِيكُمْ مَّا جَاءَكُمْ لَمْ تُؤْمِنُوا بِهِمْ وَلَا أَفَلَا يَلَابُوا كُنْتُمْ أَصْحَابُ الْلُؤْلُؤِ نَرِيكُمْ مُّتَبَدِّلَ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ مَا أَدَّبْتُمُوهُمْ يُؤْتُوا مِنْكُمْ لَئِيْلًا مُّغْلَبِينَ  
فَنَلِيكُمْ الْغَنَىٰ فَهِيَ أَفْقَاهُ النَّسَبُ  
يَتْلُو آعَابَهُمْ الْهَيْبَةُ وَكُنْتُمْ أَهْلًا لِّكُلِّ مَحْضٍ  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ هُمْ يَصْنَعُونَ الْفَسَادَ  
(الفصص: ۵۸-۵۹)

ہم نے کتنی ہی امتیوں کو ہلاک کر دیا (جن کے رہنے والے) اپنی خوشحالی پر اتارنے لگے تھے۔ سو یہ ہیں ان کے مکان، جن میں ان کے بعد بہت کم رہائش کی جگہ ہے اور (پالا فرا) ہم ی وارث ہیں اور آپ کا رب اس وقت تک امتیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ ان امتیوں کے مرکز میں ایک رسول نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیتوں کی تلاوت کرے اور ہم اس وقت ہی امتیوں کو ہلاک کرتے ہیں جب اس کے رہنے والے ظلم کرنے والے ہوں۔

اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ کفار کو نصیحت کی جائے اور انہیں اس بات سے ڈرایا جائے کہ ان پر بھی وہ عذاب



کون سی بات ہے؟ کیونکہ موت تو ہر شخص کو آتی ہے۔ غلاموں میں ہو یا کھڑے اس کا جواب یہ ہے کہ زجر و توبیخ کی وجہ یہ ہے کہ ان کو عذاب شدید سے موت آئی۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ کیا انہوں نے گزشتہ احوال کی ہلاکت کو نہیں دیکھا؟ مگر انہوں نے گزشتہ احوال کے احوال کا مشاہدہ نہیں کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی خبر دینے کے وہ صحت نہیں تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی ہے کہ ان کو ان احوال میں مظلوم اور حق احوال کی ہلاکت کے احوال تو اتنے نقل ہو رہے تھے اور لوگوں کے درمیان مشہور تھے۔ ایک اور سوال یہ ہے کہ اس بات کے ذکر کی کیا ضرورت ہے کہ اللہ جن کی جگہ ایک اور قوم کو لے آئے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو ہلاک کرنا اللہ پر دشوار نہیں ہے۔ وہ اس پر قادر ہے کہ ان کو ہلاک کر کے ان کی جگہ دوسری قوم کو لے آئے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَيْكَ كِتَابًا فِی قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالُوا

اور اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو لینے تب تک لگاؤ

الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا آتُورِل

یعنی کہتے کہ یہ محض کھلا ہوا جادو ہے ۝ اور انہوں نے کہا اس رسول پر نازل

عَلَيْهِ مَلَكٌ ۝ وَلَوْ أَنزَلْنَاهُ مَلَكًا لَّقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يَنْظُرُونَ ۝

کیوں نہیں نازل کیا گیا، اور اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو ان کا کام پورا ہو جاتا اور پھر انہیں جہنم نہ دی جاتی ۝

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ ۝

اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بنا دیتے تب بھی اس کو (مردہ) مرد بناتے اور ان پر وہی لباس پہناتے جو انسان پہنتے ہیں اور وہی لباس پہنتے

وَلَقَدْ أَسْتَفْهَزْنِي بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا

اور بیشک آپ سے پہلے رسولوں کو بھی حاق اڑایا گیا تو ان حاق اڑانے والوں کو اسی حاق نے غمیر

وَمِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝

یا جس کا وہ حاق اڑاتے تھے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے تو وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے

تب بھی کفار ہی کہتے کہ یہ محض کھلا ہوا جادو ہے۔ (الانعام)

ربط آیات اور شان نزول

رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید اور پیغام اسلام کو مستزکر کے والے دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو اپنے میل و آرام میں مست تھے اور جن کو اپنی توحید و شہادت پر تمکین تھا جن کا ذکر اس سے پہلے آئوں میں آچکا ہے۔ دوسری قسم کے وہ لوگ تھے

جو نبی پیغمبر کے پیش کیے ہوئے ہجرت کو نکلا ہوا جلوہ قرار دیتے تھے۔ ان کا ذکر اس آیت میں ہے۔

امام عبدالرحمن بن علی بن محمد جو ذی حوتی ۷۷ھ نے بیان کیا ہے کہ مشرکین کہنے لگا اے محمد! پیغمبر ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپ ہمارے پاس اللہ کے پاس سے کتب نہ لائیں اور اس کتب کے ساتھ چار فرشتے ہوں جو یہ گواہی دیں کہ یہ کتب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(ادار المسیر، ج ۳، ص ۵، مطبوعہ مکتب الاسلامی، بیروت، ۱۳۸۰ھ)

### کفار کے انکار کا حقیقی سبب

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ مشرکین کس سبب سے دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے۔ ان کا انکار چند ضعیف شہادت پر مبنی تھا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ ایک کلمی ہوئی کتب نازل ہو اور اس کے ساتھ ایک فرشتہ ہو جو آپ کی نبوت کی تصدیق کرے، لیکن حقیقت میں ان کے انکار اور تکذیب کی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ کی نشانوں سے اعراض کرتے تھے اور ان میں خود و فکر نہیں کرتے تھے۔ سو اگر اللہ ایک کلمی ہوئی کتب نازل کر دیتا اور وہ اس کو چھو کر دیکھ لیتے، پھر بھی کہتے کہ یہ نکلا جادو ہے اور ایمان نہ لاتے۔ ہاتھ سے چھونے کا اس لیے ذکر فرمایا کہ کبھی دیکھی ہوئی چیز کی بہ نسبت ہاتھوں سے چھوئی ہوئی چیز زیادہ یقینی ہوتی ہے۔ نیز کہ مشاہدہ میں یہ داخل ہو سکتا ہے کہ نظربے دھوکا نکلیا ہو یا نظربندی کی گئی ہو۔ لیکن ہاتھ سے چھونے کے بعد یہ احتمالات ختم ہو جاتے ہیں، لیکن یہ ایسے ضدی اور مستحرم لوگ ہیں کہ یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کی نظیر یہ آیات ہیں:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا  
عِثَّةً يَّعْتَصِمُونَ ۚ لَقَالُوا آلَؤْلَاسُ لَا يَكُونُ  
بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّتَّعُونَ ۚ الْحَقُّ هَهُنَا ۚ  
اور اگر ہم ان کے لیے آسمان سے کوئی دروازہ کھول دیں اور یہ اس میں (دن بھر) چڑھتے رہیں (تو پھر بھی) یہ لوگ یقیناً  
یہی کہیں گے کہ نحن قَوْمٌ مَّتَّعُونَ ۚ الْحَقُّ هَهُنَا ۚ  
پر جادو کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا اس رسول پر فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اور اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو ان کا کام پر راہ ہو چکا ہوتا، پھر انہیں مصلحت نہ دی جاتی اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بنا دیتے، تب بھی اس کو (صورۃ ۳) موبائے اور ان پر وہی ایشیہ ڈال دیتے جو ایشیہ وہ آپ کو رہے ہیں اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا، تو ان مذاق اڑانے والوں کو اسی مذاپ نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ (الانعام ۸۰)

کفار کے مطالبہ کے باوجود نبی پیغمبر کے ساتھ فرشتے کو نہ بھیجے کی حکمت

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے امام عمر بن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ پیغمبر نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی اور ان کو مسلم بن کرنے کی امتیازی کوشش کی تو زید بن الاسود، نضیر بن حارث، عبیدہ بن عبد یغوث، علی بن خلف اور عاص بن داؤد نے کہا کہ آپ پر فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو ان کا کام پر راہ ہو چکا ہوتا۔ (الدر المنثور، ج ۳، ص ۵، مطبوعہ مرقا)

کناد کہ کاغذ یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی کو رسول بنا کر بھیجتا تو کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتا، کیونکہ فرشتوں کے علوم انسانوں سے زیادہ ہوتے ہیں اور ان کی قدرت، غور و فکر، بصیرت، نبی انسانوں سے زیادہ ہوتی ہے اور وہ مکمل طور

پر دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ رسول کی نسبت اور رسالت میں کسی کو شک و شبہ نہیں ہو گا تو اس وجہ سے اگر اللہ کسی کو اپنا رسول بنا کر بھیجتا تو فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کا جو جواب دیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ کفار کہہ فرشتے کو اسی وقت دیکھ سکتے تھے جب وہ کسی جسم کثیف میں متشکل ہوتا اور ہر شخص اپنی جنس سے مانوس ہوتا ہے اور دوسری جنس سے غیر مانوس ہوتا ہے۔ تو اگر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو ان کے پاس رسول بنا کر بھیجتا تو اگر وہ اپنی اصل صورت میں ان کے پاس آتا تو وہ اس کو دیکھ سکتے نہ اس کا کلام سن سکتے اور نہ اس کی عبادت اور معاولات ان کے لیے نمونہ اور حجت ہوتے۔ کیونکہ دونوں کی جنس الگ الگ ہوتی اور اگر وہ ان کے سامنے انسانی بیکر میں متشکل ہو کر آتا تو وہ اس سے کہنے کے تم فرشتے نہیں ہو تم ہماری طرح انسان ہو اور پھر ان کا وہی پلا شاید لوٹ آتے انبیاء علیہم السلام کے پاس بھی فرشتے بعض بوقت انسانی بیکر میں آتے تھے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے پاس فرشتے انسانی صورتوں میں آئے اور نبی ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل اعرابی اور جبریل کی شکل میں آئے اور نبی ﷺ نے دو مرتبہ حضرت جبرائیل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔

علامہ قرطبی متوفی ۶۸۸ھ نے لکھا ہے کہ اگر کفار فرشتہ کو اس کی اصل صورت میں دیکھ لیتے تو اسی وقت مرجع تھے نہ کہ وہ اس کی صورت دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ مجاہد اور عکرمہ نے کہا کہ قیامت آجائی۔ حسن اور قتادہ نے کہا ان پر عذاب آکر ان کو غیامت اور جس جس کر دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی قوم کسی نیک نیتی کا مطالبہ کرتی ہے اور اس کے مطالبہ پر وہ نیک نیتی بھیج دی جاتی ہے اور پھر وہ ایمان نہیں لاتی تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو نیک النور ہلاک کر دیتا ہے اور چونکہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد آسمانی عذاب نہیں آتا تو اس لیے ان کا یہ مطالبہ پر راضی کیا گیا۔

(المباح لاحکام القرآن ۶/۲۷۲ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

نبی ﷺ پر طعن اور استہزاء کرنے والوں کی سزا

بعض کفار کہ نبی ﷺ سے استہزاء یہ مطالبہ کرتے تھے کہ آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ نہ آتا چاہے جو آپ کی رسالت کی گواہی دے تو اللہ نے آپ کی تمیز اور نصرت کے لیے یہ آیت نازل کی اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا تو ان مذاق اڑانے والوں کو اسی عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

اس سے پہلے دیگر کافر قوموں نے بھی اپنے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا يَنْصَحُونَ ۝  
وَمَا يَنْصَحُهُمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ  
(الحجر: ۴۰-۴۱)  
اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے اگلے گروہوں میں رسول بھیجے اور ان کے پاس جو بھی رسوا یا وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔

تیرا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَاعِدْعُ يَسَا مُؤْمِرٌ وَأَمِيرٌ عَنِ  
الْمُشِيرِ كَيْتُ ۝ إِنَّا كَفَيْكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ  
(الحجر: ۹۵-۹۶)  
آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کو طاعتی ذکر فرمائیں اور مشرکین سے اعراض کریں اور بے شک ان مذاق اڑانے والوں کو سزا دینے کے لیے ہم کافی ہیں۔

اور کہہ کے جو منادید رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے آپ کا بدلہ لے لیا۔

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عہد بن ذہیر بیان کرتے ہیں کہ مکہ کے سردار نبی ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے اور آپ کا ذائق اڑاتے تھے۔ ان لوگوں میں اسد بن عبد العزیٰ سے اسود بن المطلب تھا رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ وہ آپ کا ذائق اڑاتا ہے، آپ نے اس کے خلاف دغا کیا اسے اللہ اس کو اندھا کر دے اور اس کے بچوں کو مکہ کے دروازے اور بنو زہرہ میں سے اسود بن عبد یغوث تھا اور بنو خثوم میں سے ولید بن مغیہ تھا اور بنو سہم میں سے عاص بن وائل تھا اور خزاعہ میں سے حارث بن ظالم تھا۔ جب ان کی سرکشی بہت بڑھ گئی اور رسول اللہ ﷺ کا یہ لوگ بہت ذائق اڑاتے گئے تو سورۃ بقرہ کی آیات (۹۵-۹۴) نازل ہوئیں اور جس وقت یہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور رسول اللہ ﷺ حضرت جبرائیل کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اسود بن المطلب حضرت جبرائیل کے پاس سے گزرا حضرت جبرائیل نے اس کے منہ پر سبز چادریاں لگا دیں اور اسود بن عبد یغوث گزرا جبرائیل نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا تو اس کو اشتقاق (پاس) کی بیماری لگ گئی پانی پانی کر اس کا پیٹ پھول گیا اور وہ اسی محل میں مر گیا۔ اور ولید بن مغیہ گزرا دو سال پہلے اس کے بھائی ابی ذی کے پیچھے ایک زخم آیا تھا کئی عرصہ وہ بنو خزاعہ کے ایک شخص کے پاس سے گزرا تو اس کا تیرا اس کے قبضہ میں گھس گیا جس سے اس کا بھر زخمی ہو گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس زخم کی طرف اشارہ کیا وہ اندھا ہو گیا اور وہ اس کی تکلیف میں مر گیا اور عاص بن وائل بھی گزرا حضرت جبرائیل نے اس کے پیچھے کے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ طائف جانے کے لیے اپنے گھر پر سوار ہوا تو اپنے گھر سے گرا اور اس کے کمرے میں کھانا چھ گیا اور اس سے زخم ہو گیا اور اسی تکلیف میں وہ مر گیا اور حارث بن ظالم گزرا حضرت جبرائیل نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا تو اس کے سر سے پیپ نکلنے لگی اور وہ اسی بیماری میں مر گیا۔

(جامع البیان 'جز ۱۳' ص ۹۵-۹۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جو ایسی گمراہی کا شکار ہو جو پر طعن کرتے تھے اور آپ کا ذائق اڑاتے تھے وہ سب عذاب الہی میں گرفتار ہو کر مر گئے۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

آپ کیسے کر تم زمین میں گھومو، پھر دیکھو جنتلے والوں کا انجام کیسا

الْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِّمَن تَاوَى السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ قُلْ لِلَّهِ

ہا ۰ آپ ان سے کہیے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ اس کی حکمت ہے آپ کیسے کہ

كُتِبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ ۖ لِيَجْزِيَكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا

وہ اللہ ہی کی حکمت ہے، اس شخص پر اپنے رحم سے، اپنے اور رحمت لازم کر لی ہے، وہ تم کو حور قیامت کے دن حج کرے گا میں

رَأَيْبٌ فِيهِ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۲﴾ وَلَهُ مَا

میں کوئی شک نہیں ہے، مگر، جو لوگ نے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے ۰ رات اور دن میں

سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۲﴾ قُلْ أَغَيَّرَ

جو بھی سکونت پذیر ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے اور ہی خوب سمنے والا بہت جانتے والا ہے آپ بھی کیسے اللہ

اللَّهُ اتَّخَذَ وَلِيًّا فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ يُطْعِمُهُ وَلَا

کے سوا کسی اور کو کار ساز بنا لیں جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ سب کو کھاتا ہے اور اس کو کھانا نہیں

يُطْعِمُ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ

جانا ، آپ بھی کہجے علم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہو جاؤں اور یہ کہ تم ہرگز شرک کرنے

مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۳﴾ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ

مالوں میں سے دہرنا ۰ آپ بھی کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں عظیم دن کے عذاب

يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۴﴾ مَنْ يُضَرْفُ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۖ وَذَلِكَ

دُور تھا ہوں ۰ جس شخص سے اس دن عذاب دور کر دیا گیا تو جیک اس پر اللہ نے بہت رحم فرمایا اور یہی

الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿۱۵﴾ وَإِنْ يَتَسَنَّسْكَ اللَّهُ يُضَرْفُ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا

بہت واضح کامیابی ہے ۰ اور جسے غائب اگر اللہ نہیں کوئی ضرر پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس ضرر کو دور کرنے والا

هُوَ وَإِنْ يَتَسَنَّسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۶﴾ وَهُوَ

نہیں ہے ، اور اگر وہ نہیں کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے ۰ اور وہی اپنے

الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۖ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۱۷﴾

تمام بندوں پر غالب ہے اور وہ بہت علم والا بہت خبر رکھنے والا ہے ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے تم زمین میں گھومو، پھرو، کھو، چلاؤ، والوں کا انجام کیا ہوا؟ (الانعام: ۱۸)

اس آیت کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا اے محمد ﷺ کہ من ذائق اڑانے والوں کو

چمکائے والوں سے کہنے کے تم زمین میں سڑ کو لو اور حقیقت کو لو اور تم سے پہلے کافروں پر کھف کی وجہ سے جو عذاب آیا تھا اس

کے آثار اور نشانات دیکھو اور اس کے حقیقی لوگوں سے خبریں معلوم کرو۔ اس آیت میں کھف کرنے والوں سے مراد وہ لوگ

ہیں جو اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام کی کھف کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ (ان سے) کہنے کے آسمانوں کو زمینوں میں جو کچھ ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟ آپ کہنے

کہ اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ اس نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے۔ وہ تم کو ضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے مگر جن لوگوں نے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (الانعام: ۱۴) الوہیت، رسالت اور قیامت پر دلیل

اس آیت سے قصود یہ ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا خالق اور مستحقِ عبادت ہے اور سیدنا محمد ﷺ اس کے رسول برحق ہیں اور قیامت کے دن حقائق سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور دلیل کی تقریر یہ ہے کہ کفار اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ تمام آسمان اور زمینیں اور ان میں تمام رہنے والے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ساری مخلوق اللہ کی مملوک ہے اور مملوک پر اپنے مالک کی اطاعت کرنا لازم ہے۔ سو تمام انسانوں پر لازم ہے کہ صرف اس ایک رب کی عبادت کریں اور اسی کو عبادت کا مستحق مانیں اور عبادت کا طریقہ بتائے اور اللہ کے احکام پہنچانے کے لیے ایک رسول کا ہونا ضروری ہے جو دلیل اور معجزہ سے اپنی رسالت کو ثابت کرے اور سیدنا محمد ﷺ نے بکثرت دلائل اور معجزات سے اپنی نبوت و رسالت کو ثابت کیا ہے۔ پھر جو لوگ اللہ کی اطاعت کریں ان کو اجر دینے کے لیے اور جو نافرمانی کریں ان کو سزا دینے کے لیے ایک دن ہونا چاہیے اور وہ روز قیامت اور روزِ جزا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متعلق احادیث اور ان کی تشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے۔

امام مسلم بن حجاج القشیری ص ۳۷ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی اس سب میں لکھ دیا جو اس کے پاس عرش کے اوپر تھی کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

(مجمع مسلم، الموطا، صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۳۳۳، سنن ترمذی، ج ۳، رقم الحدیث ۵۵۰۰، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث ۳۲۵۵، مسند احمد، ج ۲، ص ۲۲۰، ۲۵۸، ۲۶۰، مجمع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کر لیا تو اپنی اس کتاب میں لکھا جو اس کے پاس رکھی ہوئی تھی کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

(مجمع مسلم، الموطا، صحیح البخاری، رقم الحدیث ۶۸۳۸، (۲۷۵۱) ۱۶، مسند احمد، ج ۳، رقم الحدیث ۷۵۰۳، مجمع دار الفکر، بیروت) اللہ تعالیٰ کی رحمت کا معنی یہ ہے کہ وہ نیکی کرنے والے مسلمان کو ثواب عطا فرمائے اور اپنے بندہ کو طبع پہنچانے کا ارادہ کرے اور اللہ کے غضب کا معنی یہ ہے کہ وہ کافروں اور نافرمانوں کو عذاب میں مبتلا کرے اور معصیت میں ڈالنے کا ارادہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرنا اس کی صفت قدیرہ ہے جس سے وہ تمام مراءات کا ارادہ فرماتا ہے اور رحمت کی سبقت اور اس کے غلبہ سے مراد یہ ہے کہ رحمت بہت زیادہ اور بہت کثیر افراد کو شامل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ایک سو رحمتیں ہیں۔ جنات انسانوں، جانوروں اور حشرات الارض میں اس نے (صرف) ایک رحمت رکھی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر شفقت اور رحم کرتے ہیں۔ اس رحمت کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ناپوے رحمتیں مقرر کر رکھی ہیں۔ ان کے ساتھ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

(مجمع مسلم، الموطا، صحیح البخاری، رقم الحدیث ۶۸۳۲، (۲۷۵۱) ۱۶، سنن ابن ماجہ، ج ۳، رقم الحدیث ۳۲۴۳)



یہ دنیا دار ایملہ اور دار الخلیفہ ہے اور اس دنیا میں بھی اللہ کی ایک رحمت سے مسلمانوں کو 'اسلام' قرآن اور نماز کی رحمت حاصل ہوئی۔ بلکہ تمام شریعت اللہ کی رحمت ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رحمت رکھی جس سے وہ غلّیٰ صلہ رحمی اور غریب پروری کرتے ہیں تو جن نیکوئے رحمتوں کی وسعت اور گیرائی کے متعلق کوئی شخص کیا تصور کر سکتا ہے جو دار آخرت میں حاصل ہوں گی جو دارالقرار اور دارالجزاء ہے۔

حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قیدی پیش کیے گئے قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ اچانک اس نے قیدیوں میں اپنے بچہ کو دیکھا اس نے بچے کو اپنے پیٹ سے چمایا اور اس کو دودھ پلایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ ہم نے کہا نہیں خدا کی قسم اگر آگ میں ڈالنا اس کے لیے مقدور ہو اتویہ اپنے بچہ کو کبھی آگ میں نہیں ڈالے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اپنے بچہ پر جس قدر رحم کرنے والی ہے اللہ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ رحم فرمائے والا ہے۔

(صحیح مسلم، ۲۲/۲۲۲، ۲۲۲/۲۲۲، صحیح بخاری، ج ۶، رقم الحدیث: ۵۹۹۹)

اس جگہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب میں اپنے بچہ کو آگ میں ڈالنا کوہر نہیں کرتی تو اللہ اپنے بندوں کو آگ میں ڈالنا کیسے گوارا کرے گا؟ بلکہ اللہ ہی سے کہیں زیادہ رحم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو آگ میں نہیں ڈالے گا اور جن کو آگ میں ڈالے گا وہ اپنے آپ کو اللہ کا بندہ نہیں کہتے۔ کوئی خود کو جوں کا بوندہ کہتا ہے کوئی اپنے آپ کو سورج، آگ، پہاڑ اور کوئی گائے کا بندہ کہتا ہے اور کوئی خود کو عیسیٰ اور عزیر کا بندہ کہتا ہے اور کوئی اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہتا ہے مگر ہر ایک اپنی خواہشات کی کرتا ہے:

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ خَدُوهُ ۖ أَتَمَّتَتْ تُكُوْنُ  
عَلَيْهِ وَرَبُّكَ لَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَخْتَارُ (المعرقان: ۲۲)

ہاں! جو لوگ خود کو اللہ کا بندہ کہلانے میں عار نہیں سمجھتے اور اپنی نفسانی خواہشوں کے برخلاف اللہ تعالیٰ کی اطاعت خوشی سے کرتے ہیں وہ ان کو آگ میں نہیں ڈالے گا اور ایسے لوگوں سے اگر کبھی نفسانی تقاضے سے کوئی لغزش یا اطاعت میں کمی ہو گئی اور انہوں نے پھر توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کر لیا تو اللہ انہیں معاف فرمادے گا اور ان میں سے اگر کوئی بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کے لیے بھی اللہ کی رحمت اور نبی ﷺ کی شفاعت سے خود درگزر کی گنجائش ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک شخص کی موت کا وقت جب قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا پھر میرے جسم کو پتھر یا لکڑی یا ہڈی یا کوئی چیز میں ڈال دینا اور انہوں نے اس سے کہا کہ میں نے اس کو اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا تمہارے اس فعل کا عجز کیا تھا؟ اس نے کہا اے میرے رب! تیرا خوف۔ سو اللہ نے اس کو اس سے اس کو بخش دیا۔ (صحیح مسلم، ۲۵/۲۵۱، صحیح بخاری، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸۸، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۵۵، سنن ابی داؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۴۰۷۰)

اس حدیث میں ہے کہ اگر یہ خدا میرا رب تھو رہا تو مجھے ایسا عذاب دے گا۔ (الحدیث) اس پر اعتراض یہ ہے کہ اس شخص کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اللہ کی قدرت پر شک تھا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک کرنا کفر ہے۔ اس اعتراض کے متعدد جواب ہیں۔

- ۱۔ اس شخص کے قول میں "قدر" قدرت سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ قہار قدر کے معنی میں ہے۔ یعنی اگر میرے رب نے میرے لیے عذاب مقرر کر دیا تو مجھے ایسا عذاب دے گا کہ کسی کو ایسا عذاب نہ دیا ہوگا۔
- ۲۔ "قدر" اس قول میں غلٹی کرنے کے معنی میں ہے۔ یعنی اگر میرے رب نے مجھ پر غلٹی کی تو مجھے ایسا عذاب دے گا۔
- قرآن مجید میں ہے:

فَقَدَرْنَا عَلَيْهِ نَارًا (المعجزة ۳۶) اس پر اس کا رزق تک کر دیا۔

فَقَطَّرْنَا لَهُ نَارًا (الانبیاء ۸۷) بوس نے گھن کیا کہ ہم ان پر غلٹی نہیں کریں گے۔

- ۳۔ "قدر" قدرت ہی کے معنی میں ہے۔ لیکن اس شخص نے سوچ سمجھ کر یہ لفظ نہیں کہا اور اس نے جو یہ کہا اگر اللہ عذاب دینے پر قادر ہو تو اس کو ایسا عذاب دے گا اس کلام سے اس کا یہ قصد اور ارادہ نہیں تھا کہ اس کو اللہ کی قدرت پر شک ہے۔ بلکہ اس نے خوف و دہشت اور سخت گھبراہٹ کی کیفیت میں بغیر تدبیر اور فکر کے یہ الفاظ کہے۔ جیسے کوئی شخص غفلت اور لسان سے کلمہ کفر کہہ دے تو اس کی بخیر نہیں کی جاتی، جیسے ایک شخص کو اپنی کم شدہ اونٹنی مل گئی تو اس نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے شدت فرح اور خوشی کے جذبات سے بے قابو ہو کر کما تھا تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں اسی طرح اس نے غلبہ خوف اور دہشت کی وجہ سے سوا یہ الفاظ کہے اور اس سے اس کی بخیر نہیں ہوتی۔

- ۴۔ عربوں کا ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ وہ چینی امر کو شک کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ مَنْ يَمُرُّكُمْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلْ  
اللَّهُ وَرَبُّكُمْ لَعَلِّي هُذًى أَوْ فِتْنًا لَكُمْ قُلْ  
فَرِحْتُمْ (سبا: ۳۴) آپ کئے تھیں آسمانوں اور زمینوں سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ کئے اللہ اور بے شک ہم ذاتِ ہدایت پر ہیں یا گمراہی میں۔

- اسی طرح اس شخص کو اللہ کی قدرت پر یقین تھا لیکن اس امر کو شک کی صورت میں بیان کیا۔
- ۵۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی صفت سے جہل تھا اور جو شخص اللہ کی کسی صفت سے جہل ہو اس کی بخیر متفق ملے نہیں ہے۔ امام ابن جریر طبری اس کی بخیر کرتے ہیں، دیگر ائمہ نے کہا کہ اللہ کی صفت سے جہل کفر نہیں ہے، اس کی صفت کا انکار کفر ہے۔ امام ابو الحسن اشعری نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کیا ہے۔
- ۶۔ وہ شخص زمانہ فترت میں تھا اور اس کے لیے صرف توحید کو ماننا کافی تھا اور صحیح مذہب یہ ہے کہ شریعت نازل ہونے سے پہلے کوئی شخص کسی حکم کا حکم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
- وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ تَبْعَثَ رَسُولًا (الاسراء: ۷۵) ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

- ۷۔ اس شخص نے خود کو حقیر اور مستحق عذاب قرار دینے کے لیے اور اللہ کی رحمت پر امید رکھتے ہوئے یہ کہا تھا "اس کو اللہ کی قدرت پر شک نہیں تھا۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں کے ایک شخص کی روح سے فرشتوں کی ملاقات ہوئی۔ فرشتوں نے پوچھا تم نے کوئی نیکی کی ہے؟ اس نے کہا نہیں! فرشتوں نے کہا یاد کرو۔ اس نے کہا میں نوگوں کو قرض دیتا تھا اور میں نے اپنے نوگوں کو حکم دیا تھا کہ جو تک دست ہو اس کو صلت دے اور خوش حال پر غنی نہ کرے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اس سے دو گزر کرو۔ حضرت حذیفہ کی ایک اور روایت میں ہے "اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس چیز کا میں تم سے زیادہ حقدار

ہوں میرے بندے سے دو گزر کو۔

(صحیح مسلم '۱۵۶۰) ۳۹۱۷: صحیح البخاری 'ج ۳' رقم الحدیث ۲۰۷۷۰: سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث ۱۲۳۲۰  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص رات میں چل رہا تھا اس نے راستہ میں  
کانٹوں کی ایک فٹی دیکھی اس نے اس کو راستہ سے ایک طرف کر دیا اللہ نے اس کے اس فعل کو مشکور کیا اور اس کو بخش دیا۔  
امام مسلم کی روایت میں ہے اس شخص نے کہا یہ خدا میں اس شلخ کو مسلمانوں کے راستہ سے ہٹاؤں گا تاکہ لوگ ایذا  
نہ پہنچے۔ تو وہ شخص جنت میں داخل کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم '۱۵۶۰) ۳۹۱۷: صحیح البخاری 'ج ۳' رقم الحدیث ۲۰۷۷۰: سنن ترمذی 'ج ۳' رقم الحدیث ۱۷۵۵  
سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث ۳۷۸۳: صحیح ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث ۵۶۱: مسند ابی یزید 'رقم الحدیث ۱۱۳۳' لموطا 'رقم  
الحدیث ۲۹۵: مسند احمد 'ج ۲' صفحہ ۵۸۱ طبع قدیم)

راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیا ایمان کی کھیتوں میں سے ہے خواہ وہ کانٹوں کی فٹی ہو شیش کا ٹکڑا ہو کیلے یا آسم کا چھٹکا  
ہو کوئی گندی چیز ہو یا مرداد ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص رات میں جا رہا تھا اس کو بہت سخت پیاس  
لگی اس نے ایک کنواں دیکھا اس میں اتر کر پانی پیا۔ پھر وہ باہر آیا تو اس نے دیکھا ایک کتاب اس کی شدت سے کچڑھاٹ رہا تھا۔  
اس شخص نے کہا اس کنے کو بھی اتنی ہی پیاس لگی ہوئی ہے جتنی مجھے لگی تھی وہ کنوئیں میں اتر اور اس نے اپنے سوزہ میں پانی  
بھرا پھر سوزہ کے منہ کو بند کر کے کنوئیں سے باہر آیا اور کنے کو پانی پلایا۔ اللہ نے اس کے اس فعل کو مشکور کیا اور اس کو بخش  
دیا۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ کیا جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے سے بھی ہمیں اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہر زندہ جگر میں  
اجر ہے۔

(صحیح مسلم '۱۵۳' ۱۲۲۳۴) ۵۷۵۱: صحیح البخاری 'ج ۳' رقم الحدیث ۲۳۷۳: سنن ابوداؤد 'ج ۲' رقم الحدیث ۲۵۵۰  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک زانیہ عورت نے ایک سخت گرم دن میں ایک کنے کو  
کنوئیں کے گرد چکر لگاتے ہوئے دیکھا جس نے پیاس کی وجہ سے ذہن باہر نکال ہوئی تھی اس عورت نے اپنے سوزہ میں اس  
کے لیے پانی بھرا تو اس عورت کو بخش دیا گیا۔ (صحیح مسلم '۱۵۳' ۱۲۲۳۵) ۵۷۵۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بلی کی وجہ سے ایک عورت دو روز میں داخل ہو گئی اس نے اس بلی کو بچھو  
کر رکھا اس کو خود کھلایا نہ اس کو آواز کیا تاکہ وہ زمین سے کچھ اٹھا کر کھا لیتی۔ حتیٰ کہ وہ بھوک سے مر گئی۔

(صحیح مسلم '۱۵۳' ۱۲۵۵۱) ۷۵۰۰: صحیح البخاری 'ج ۳' رقم الحدیث ۲۳۷۵: سنن ابی یزید 'ج ۳' رقم الحدیث ۳۸۱: سنن ابن  
ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث ۲۲۵۶: سنن دارمی 'ج ۲' رقم الحدیث ۲۸۳: سنن کبریٰ للبخاری 'ج ۸' صفحہ ۳۳: مسند احمد 'ج ۲' صفحہ ۱۵۹: ۱۸۰  
طبع قدیم)

آثار رحمت کی احادیث ذکر کرنے کے بعد ہم نے آخر میں آثار غضب کی بھی ایک حدیث درج کر دی ہے تاکہ کوئی  
شخص صرف رحمت پر نظر کرتے ہوئے نہ کہیں پر بے باک نہ ہو جائے کیونکہ اگر وہ ایک کنے کو پانی پلانے پر عمر بھر کے کٹھن معاف  
کر کے جنت عطا فرمائے تو ایک بلی کو بھوکا رکھ کر مار دینے پر غضب میں آکر دو روز میں بھی ڈال دیتا ہے۔ اس لیے اس کی دونوں  
صفتوں پر نظر رہے اور ایمان خدا پر خوف اور ثواب کی امید کی درمیانی کیفیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رات اور دن میں جو بھی سکوت پذیر ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے، وہی خوب سننے والا بہت جاننے والا ہے۔ آپ کہنے لگیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو کلمہ سناؤں گا جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کھلایا نہیں جاتا۔ آپ کہنے لگے مجھے غم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہو جاؤں اور یہ کہ تم ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ آپ کہنے لگے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جس شخص سے اس دن عذاب دور کر دیا گیا تو بے شک اس پر اللہ نے بہت رحم فرمایا اور یہی بہت واضح کلمہ ہے۔

(الانعام: ۱۶-۱۳)

**معفرت، نجات اور دخول جنت کا سبب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے نہ کہ اعمال**

بعض مفسرین نے کہا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے یہ کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ تم نے یہ نبوت کا دعویٰ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے کیا ہے، ہم تمہارے لیے اس قدر دل میں جمع کر دیتے ہیں کہ تم ہم سب سے غنی ہو جاؤ گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ رات اور دن میں جو چیز بھی متحرک ہے یا ساکن یا جو چیز بھی سکوت پذیر ہے وہ سب اللہ ہی کی ملکیت ہے۔

پھر فرمایا آپ کہنے لگیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو رب نام کر اور معبود بنالوں؟ کیا میں آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے کو چھوڑ دوں؟ جو اپنی تمام مخلوق کو رزق دیتا ہے اور وہ اپنی حیات اور جہاں میں کسی غذا کا محتاج نہیں ہے۔

اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سب سے سابق ہیں، اس لیے آپ کو سب سے پہلے اسلام لانے کا حکم دیا اور شرک کرنے سے منع کیا۔ پھر فرمایا کہ آپ کہنے لگے اگر میں بھی باخضاعت اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس میں امت کے لیے تعویض ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو معصوم ہیں جن کی وجہ سے ان امت گنہگار بن گئے ہیں، جب وہ بھی اللہ کی نافرمانی کرنے پر عذاب سے ڈرتے ہیں تو تمام مسلمانوں کو اللہ سے کتنا زیادہ ڈرنا چاہیے۔ پھر فرمایا جس شخص سے اس دن عذاب دور کر دیا گیا ہے بے شک اس پر اللہ نے بہت رحم فرمایا۔

مستند یہ کہتے تھے کہ نیک مسلمانوں کو اجر و ثواب دینا اور ان کو عذاب سے محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ اس کے مقابلہ میں اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ نیک مسلمانوں کو اجر و ثواب دینا اور ان کو عذاب سے محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور کافروں اور فاسقوں کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور یہ آیت اہل سنت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس شخص سے اس دن عذاب دور کر دیا گیا تو بے شک اس پر اللہ نے بہت رحم فرمایا، اور یہ کتنا ہی وقت مستحق ہو گا جب نیک مسلمانوں کو عذاب سے بچانا اللہ کا فضل اور احسان ہو۔ اگر ان کو عذاب سے بچانا اللہ پر واجب ہو تا تو پھر ان کو عذاب سے بچانا اللہ تعالیٰ کا رحم نہ ہوتا بلکہ یہ ان کا حق ہوتا۔ اور اللہ پر کسی کا حق نہیں ہے اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور نیک مسلمانوں کو عذاب سے بچانا محض اس کا رحم و کرم اور فضل و احسان ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں ہرگز داخل نہیں کرے گا مگر یہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کو بھی میں؟ فرمایا مجھ کو بھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ اللہ مجھے اپنے فضل اور رحمت سے ڈھانپ لے۔

(صحیح مسلم، مناقب، ۴۷، (۲۸۸) ص ۴۷، صحیح ابوداؤد، ۴۷، رقم الحديث ۴۷۳۳، سنن ابن ماجہ، ۲، رقم الحديث ۳۲۷۱، سنن

دارمی 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۲۷۳۳' سند احمد 'محقق احمد شاکر' 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۷۴۰۴' طبع کاہلہ 'سند احمد' 'ج' ۲ 'م' ۲۵۹ 'رقم الحدیث: ۲۳۵۰' طبع قدیم

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کچھ لوگوں کو ان کے گناہوں کی سزا دینے کے لیے جہنم میں ڈال دیا جائے گا ان کے جسون پر آگ کے تیکن ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے ان کو جنت میں داخل کر دے گا ان کو جہنم سے نجات پانچ گنا جائے گا (صحیح البخاری 'ج' ۸ 'رقم الحدیث: ۵۵۰۵' سند احمد 'ج' ۲ 'م' ۲۰۸ 'طبع قدیم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس مسلمان کے بھی تین جلیلہ بچے فوت ہو جائیں وہ اس مسلمان کو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے جنت میں داخل کر دیں گے۔

(صحیح البخاری 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۲۳۸۸' سنن نسائی 'ج' ۳ 'رقم الحدیث: ۷۸۷۲' سنن ابن ماجہ 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۱۳۵۵' سند احمد 'ج' ۲ 'م' ۵۵۰ 'طبع قدیم)

امام ابو یوسف محمد بن یوسف ترمذی متوفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل سے سوال کرو کیونکہ اللہ اس کو پسند کرتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور کشتی کی کاکھڑا کرنا افضل محبوب ہے۔

(سنن ترمذی 'ج' ۵ 'رقم الحدیث: ۳۵۸۲)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا کرے 'اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے نکلے تو یہ دعا کرے 'اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل سے سوال کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم 'سافرن' ۶۸ (۱۳۱) 'سنن ابوداؤد' 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۳۵۰۵' سنن نسائی 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۷۴۰۴' سنن کبریٰ 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۱۰۰۰۵' محل الیوم ولیلہ النبوی 'رقم الحدیث: ۵' سنن ابن ماجہ 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۷۴۰۴' سنن دارمی 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۳۴۹۳' 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۲۷۳۳' سند احمد 'ج' ۲ 'م' ۲۵۹ 'طبع قدیم)

نبی کریم ﷺ نے استسجارہ کی جو دعا تعلیم فرمائی ہے اس میں ایک جملہ یہ ہے:

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل عظیم سے سوال کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۱۱۶۲' سنن نسائی 'ج' ۲ 'رقم الحدیث: ۲۲۵۳' سند احمد 'ج' ۲ 'م' ۲۳۳ 'طبع قدیم)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قیسہ بن عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا اے قیسہ تم کس کام سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا میں یوحنا ہو گیا ہوں اور میری بیوی کزوزہ ہو گئی ہے میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے کسی ایسے عمل کی تعلیم دیں جس سے اللہ عز و جل مجھے بخش دے۔ آپ نے فرمایا اے قیسہ! تم کسی بقرہ ذبح کرنا یا مٹی کے ڈھیلے کے پاس سے نیس گزرو گے مگر وہ تمہارے لیے استغفار کرے گا اے قیسہ! تم صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تین دفعہ یہ پڑھو "سبحان اللہ العظیم و بحمدہ" تم پڑھنا ہوئے "چدام اور قانج سے محفوظ رہو گے۔ اے

لجبہ اتم یہ دعا کرو اے اللہ! میں تجھ سے ان چیزوں سے سوال کرتا ہوں جو تیرے پاس ہیں تو مجھ پر اپنے فضل سے فیضان فرما اور مجھ پر اپنی رحمت نیکمیر دے اور مجھ پر اپنی برکتیں نازل فرما۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۰) مطبوعہ دار الفکر، بیروت (طبع قدیم)  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز میں قرائت سے پہلے جب سکوت کرتے تو اللہ سے اس کے فضل سے سوال کرتے تھے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۰) مطبوعہ دار الفکر، بیروت (طبع قدیم)  
اللہ کے فضل اور رحمت سے دخول جنت کی تحقیق

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ محل سے ثواب اور عذاب جنت نہیں ہوتا اور نہ احکام تخلیفہ محل سے ثابت ہوتے ہیں۔ یہ تمام امور شرع سے ثابت ہوتے ہیں۔ نیز اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے تمام جہاں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور دنیا و آخرت میں اس کی سلطنت ہے۔ وہ جو چاہے کرے۔ اگر وہ تمام اطاعت کرنے والوں اور صالحین کو دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا عمل ہو گا اور جب وہ ان پر اکرام اور احسان کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کر دے گا تو یہ اس کا فضل ہو گا اور اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کر دے تو وہ اس کا بھی ملک ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اور اس کی خبر صادق ہے اور اس کی خبر کا کذب ہونا عمل ہے۔ اس نے یہ خبر دی ہے کہ وہ سونوں کی مغفرت کر دے گا اور اپنی رحمت سے ان کو جنت میں داخل فرمائے گا اور یہ اس کا فضل ہے اور کافروں اور منافقوں کو عذاب دے گا اور ان کو جہنم دوزخ میں رکھے گا۔ اس کے برخلاف معتزلہ کہتے ہیں کہ احکام تخلیفہ محل سے ثابت ہیں اور نیک اعمال کا اجر و ثواب بنا واجب ہے۔

ہم نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی اطاعت کی وجہ سے جنت کا مستحق نہیں ہے بلکہ جنت کا دار عمل پر نہیں محض اللہ کے فضل پر ہے۔ البتہ بعض آیتیں بظاہر معتزلہ کی سید ہیں۔  
اُدْخِلُوا الْجَنَّةَ يَمَّا كُنْتُمْ تُغْمَلُونَ  
ان اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤ جو تم کرتے

(النحل: ۳۲) تھے۔

وَيُؤْتِيكَمُ اللَّهُ الْفَتْحَ الَّذِي اُرِيدْتُمْ وَهَآءِ يَمَّا كُنْتُمْ تُغْمَلُونَ (الرحوف: ۴۲)  
اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کیے گئے ہو ان اعمال کی وجہ سے جو تم کرتے تھے

یہ آیتیں اور اس نوع کی دوسری آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنت میں داخل کا سبب نیک اعمال ہیں لیکن نیک اعمال کی توفیق اور اعمال میں اخلاص کی ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور اپنی رحمت سے ان نیک اعمال کو قبول فرماتا ہے تو حاصل اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے اس لیے یہ کہا صحیح ہے کہ جنت محض عمل سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے اس کی توفیق اور ہدایت نہ ہو تو کوئی نیک عمل کیسے کر سکتا ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی قسم  
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا  
دوسرا جواب یہ ہے کہ ایک جنت میں داخل کا صوری اور ظاہری سبب ہے اور ایک حقیقی سبب ہے۔ ظاہری اور صوری سبب نیک اعمال ہیں اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ ان آیتوں میں ظاہری سبب یعنی اعمال کی طرف دخول جنت کی نسبت قربانی ہے اور جو احادیث ہم نے ذکر کی ہیں ان میں دخول جنت کی نسبت حقیقی سبب یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کی طرف قربانی ہے اور عمل کی جو نعمی ہے اس کا مستحق یہ ہے کہ دخول جنت کا حقیقی سبب اعمال نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ بعض علماء نے کہا جنت میں دخول ایمان کی وجہ سے ہو گا ورنہ رجعت اعمال کی وجہ سے نہیں ہے اور جنت میں



ص ۳۵۳، طبع کراچی

قرآن مجید کی نئی آیات اور احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو 'عز'، 'عرض'، 'نم' اور 'ذلت' کی وجہ سے جو مصیبت اور غلبہ پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا ان مصائب اور شائد کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اور جو عالم کو اس کے سوا کوئی زائل کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی طرح صحت، دولت، عزت اور اولاد کا بھی صرف وہی دینے والا ہے۔ دنیا اور آخرت میں اس کی سلطنت اور فرمانروائی ہے، اسی کا علقہ اور ماسی کی کبریائی ہے، بڑے بڑے بادشاہوں اور جابر حکمرانوں کی گردنیں اسی کے سامنے جھکتی ہیں۔ تمام انبیاء و رسل اور فرشتے اسی کی مہربانی کرتے ہیں اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں، سب اسی سے سوا اور دعا کرتے ہیں۔ وہی سب کا داتا ہے اور سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے، وہی کارساز مطلق ہے اور وہی حقیقی عزت و روادے۔ اس لیے اسی کے سامنے دست و سواں دراز کیا جائے اور اسی سے مدد طلب کی جائے۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۹۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں (ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اپنی تمام حاجات میں اپنے رب سے سوال کرے) حتیٰ کہ جوئی کا ترس بھی نوٹ جائے تو اپنے رب سے اس کا سوال کرے۔

اسن ترمذی ج ۵، رقم الحديث ۳۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ

اگر کسی شخص کی دعا فوراً قبول نہ ہو تو اس کو یاس ہو کر دعا ترک کر دینا چاہیے بلکہ مسلسل دعا کرتے رہنا چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی اس قدر ہاتھ بلند کر کے اللہ سے سوال کرتا ہے کہ اس کی باتیں ظاہر ہو جائیں اللہ اس کا سوال پُر کر دیتا ہے۔ جب تک کہ وہ جلدی نہ کرے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! جلدی کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ یہ کہے کہ میں نے سوال کیا اور میں نے سوال کیا اور مجھے کچھ نہیں دیا گیا۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: میں نے پوچھا کہ تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت تک قبول کی جاتی ہے جب تک کہ وہ جلدی نہ کرے۔ وہ کہتا ہے میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

(سنس ترمذی ج ۵، رقم الحدیث ۳۶۹۰، کنز العمال، رقم الحدیث ۱۳۴۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اللہ سے کوئی دعا کرے گا ہے اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ یا تو اس کا مطلوب اسے فوراً دینا ملے دے دیا جاتا ہے یا اس کے لیے آخرت میں اس کا اجر ذخیرہ کیا جاتا ہے یا اس دعا کے بعد خدا اس کے گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ گناہ کی یا قطع رحم کی دعا نہ کرے اور بخل نہ کرے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! بخلت کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا وہ کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی اس نے میری دعا قبول نہیں کی۔

(من ترمذی ج ۵، رقم الحديث: ۳۶۸، مجمع البحار ج ۱، رقم الحديث: ۳۳۰، مجمع مسلم (۲۷۳۵)، من ابوداؤد، رقم الحديث: ۳۸۸، مسوط، الامام، رقم الحديث: ۳۹۵، مسند احمد ج ۲، رقم الحديث: ۳۳۰، طبع بدير، دار الفکر، بيروت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا جائے، اس کے لیے رحمت کا دروازہ کھول دیا جائے۔ گویا اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ سوال یہ ہے کہ اس سے



عافیت کا سوال کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مصائب نازل ہو چکے ہیں اور جو نازل نہیں ہوئے ان سب میں دعا سے نفع ہوتا ہے۔ اے اللہ کے بندو دعا کیا کرو۔ امام ترمذی نے کہا اس حدیث کی سند خوب ہے۔

(سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۵۵۹، مطبوعہ دار الکتب، بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ مصیبتوں کے وقت اس کی دعا قبول کی جائے اس کو چاہیے کہ راحت کے وقت بہ کثرت دعا کرے۔

(سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۴۹۳، المستدرک، رقم الحدیث: ۱۱۹۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حیا دارِ کرم ہے۔ وہ اس سے حیا فرماتا ہے کہ کوئی شخص اس کی طرف ہاتھ اٹھے اور وہ ان ہاتھوں کو نامراد اور خالی لوٹا دے۔

(سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۵۶۷، سنن ابوداؤد، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۸۸، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۸۶۵)

انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مصیبت اور ضرر کو دور نہیں کر سکتا، حالانکہ انسان کبھی خود اپنی کوشش سے مصیبت کو دور کر لیتا ہے، کبھی اس کے دوست اور رشتہ دار اس مصیبت کو دور کر دیتے ہیں، انسان بیمار ہو جاتا ہے تو ڈاکٹر دوا کے ذریعہ اس کی بیماری اور تکلیف کو دور کر دیتا ہے، قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام موعود اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ خصوصاً گناہ گاروں کی شفاعت فرما کر ان سے عذاب کی مصیبت کو دور کریں گے، بلکہ آپ نے دو گنا گاروں کی قبر شاخ کے دو ٹکڑے نصب کر کے ان سے برزخ کا عذاب دور کر دیا۔ (صحیح بخاری، ۱۲۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کہنتی ہوئی آنکھ میں حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی میں اور حضرت زید بن مسعود کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ میں لعابِ دہن لگایا اور ان سے دنیا کی تکلیف کو دور کر دیا اور وہ شغلاب ہو گئے۔ (اشعاع، ج ۱، ص ۳۳) امام بخاری نے بھی حضرت علی کی آنکھوں کی شفا کی حدیث روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۷۹۹) نیز امام بخاری نے حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی کی حدیث بھی روایت کی ہے۔ (ج ۵، رقم الحدیث: ۳۴۰۶) اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ ابو رافع یسوی کو قتل کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن جبک گئے اور اس سم میں ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ اس طرح درست ہو گئی کہ کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔

(صحیح البخاری، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۰۳۹)

ایسے بہ کثرت واقعات ہیں، اسی طرح اولیاء اللہ کی کرامتوں سے بھی لوگوں کی بیماریاں اور ان کے مصائب دور ہو جاتے ہیں اور یہ تمام امور اس آیت کے مخالف ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذاتی قدرت سے اپنے بندوں کے مصائب اور تکلیفوں کو دور کرتا ہے، اس کے برخلاف لوگ جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور ان کی مشکلات میں کلم آتے ہیں اور ان کے مصائب کو دور کرتے ہیں، وہ اللہ کی توفیق اور اس کی دی ہوئی طاقت سے کرتے ہیں اور دونوں میں شفا کی تاثیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ وہ شخص سبب ہیں شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ چاہے تو بغیر دوا کے شفا دے دے اور اگر وہ نہ چاہے تو کسی دوا سے شفا نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں۔ بیماروں کو شفا دیتے ہیں اور گناہ گاروں کی شفاعت کرتے ہیں اور تنگ دستوں کو فنی کرتے ہیں اور ان افعال کی ان کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا تَقْصُرُوا الْآيَاتِ عَنْهُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ عَلَىٰ  
نَفْسِهِ (التوبة: ۳۵) اور ان کو صرف یہ برا لگا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

دیکھئے حقیقت میں غنی کرنے والا صرف اللہ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا سو معلوم ہوا ایسا کتنا جائز ہے۔ البتہ یہ اعتقاد ضروری ہے کہ اللہ نے اپنی ذاتی قدرت سے غنی کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور اس کے لفظ سے غنی کیا۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وَأَذِّنْ لِلْعَوَالِمِ يُذَوِّجُ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الاحزاب: ۳) اور جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ نے انعام فرمایا اور آپ نے (بھی) انعام فرمایا۔

ظاہر ہے کہ اللہ نعم حقیقی ہے اور آپ نے اللہ کی دی ہوئی قدرت اور اس کے لفظ سے انعام فرمایا، مگر اللہ تعالیٰ نے انعام کرنے کی نسبت دونوں کی طرف کی ہے اور حضرت جبرائیل نے حضرت مریم سے کہا

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ بِأَنَّكَ عَزَلَتْ  
رَبَّكِ ۖ (مریم: ۹) ہوں تاکہ میں آپ کو پاک بنا دوں۔

حقیقت میں بنا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے بنا دینے کی نسبت حضرت جبرائیل کی طرف کی ہے، کیونکہ اللہ نے حضرت جبرائیل کو اس کا جب اور ذریعہ بنایا تھا، انبیاء علیہم السلام کی دعوتوں سے بھی بنا ہوا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پیدا ہوئے، خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔

(مسند احمد، ج ۳، ص ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱)

اور قرآن مجید میں ذکر ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا سے پیدا ہوئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کی دعا منظور فرمائے تو ان کی دعا سے بھی اولاد ہو سکتی ہے، لیکن صحیح طریقہ یہ ہے کہ اولیاء کرام سے دعا کی درخواست کی جائے، مگر آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا کریں کہ ہمارا قلنس مطلوب پورا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولیاء کرام کی ایسی عزت و جاہت اور قبولیت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور فضل سے ان کی دعا قبول فرمائیگا ہے اور رد نہیں فرمائے گا۔ اس نے خود فرمایا ہے کہ میں اپنے مقرب بندہ کو جب اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے سوال کو رد نہیں کرتا۔

(صحیح البخاری، ج ۷، رقم الحدیث: ۲۳۳۳، ص ۱۵۷) حدیث میں بھی غنی کرنے کا لفظ اللہ اور رسول دونوں کی طرف کیا گیا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ وصول کرنے کا حکم دیا، آپ کو بتایا گیا کہ ابن جمیل، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما نے صدقہ دینے سے منع کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ابن جمیل کو تو صرف یہ بات ناگوار ہوئی ہے کہ وہ فقیر تھا تو اللہ اور اس کے رسول نے اس کو غنی کر دیا اور اب خالد تو تم اس پر ظلم کرتے ہو اس نے اپنی زور و محفوظ رکھی ہے اور اس کو جولوٹی سبیل اللہ کے لیے وقف کیا ہو اے، اور وہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کے ہم (مختار) ہیں۔ جتنا صدقہ ان پر واجب ہے ان سے لے لیا اور وصول کیا جائے (یعنی ان کے بلند

رتبہ کی وجہ سے ان سے دینی زکوٰۃ وصول کی جائے۔ سعیدی غفرلہ)

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ حقیقتاً بلا واسطہ اور بلاذلت مصائب کو دور کرنے والا اور نعمتیں عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے، تاہم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور اس کے اذن سے مقررین حضرت رب العزت خصوصاً ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ بھی عذاب اور مصائب کو دور کرتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں فتنی اور شلو کام کرتے ہیں۔

قُلْ أَيْ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلْ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ

آپ کیسے کہ جس کی گواہی سب سے بڑی ہے : آپ کیسے اللہ، میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے

وَأُوحِيَ إِلَىٰ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأَنَّذَرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ أَتَيْكُمْ

اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس قرآن سے ڈراؤں اور میں ایک ایسے پہلے کی بات فرماد

لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرَىٰ قُلْ لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا

یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود ہیں : آپ کیسے کہ میں گواہی نہیں دیتا ۔ آپ کیسے کہ وہ صحت

هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۚ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ

ایک نئی عبادت ہے اور ایک ہی ان (سب) سے بری ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو جن لوگوں کو ہم نے کتاب

الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمُ الَّذِينَ خَسِرُوا

دی ہے وہ اس (نبی) کو پہنے بیڑوں کی طرح بجاتے ہیں ، جن لوگوں نے اپنی جائزوں کو نقصان میں ڈالا

أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰﴾

میرے وہ ایمان نہیں لائیں گے ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : آپ کہنے کہ جس کی گواہی سب سے بڑی ہے ؟ آپ کہنے اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس قرآن سے ڈراؤں اور جس تک پہنچے یہ کیا تم خود یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود ہیں ؟ آپ کہنے کہ میں گواہی نہیں دیتا آپ کہنے کہ صرف ایک شخص مہلوت ہے اور بے شک میں (سب) سے بری ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو۔ (الانعام: ۳۹)

ان لوگوں کی تفصیل جن کو قرآن اور حدیث کی تبلیغ کی گئی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کے سرداروں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اللہ کو آپ کے سوا رسول بنانے کے لیے اور کوئی نہیں ملا ہمیں کوئی شخص نہیں ملا جو آپ کے رسول ہونے کی تصدیق کرے۔ ہم نے یہود اور نصاریٰ سے آپ کے رسول ہونے کے حلقے پوچھا انہوں نے کہا ہماری کتابوں میں حق کی نبوت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ آپ ہمیں بتائیں کہ آپ کی نبوت کی گواہی کون دے گا؟ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی آپ کہنے کہ جس کی گواہی سب سے بڑی

ہے؟ آپ کہتے 'اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے' کیونکہ سب سے بڑی گواہی اللہ بھاننے کی ہے اور جب وہ اس کو بیان لیں تو آپ تائیں کہ میری نبوت پر اللہ گواہ ہے۔ کیونکہ مجھ پر اس قرآن کی وحی کی گئی ہے اور یہ قرآن مجزوم ہے کیونکہ تم قصاص اور بخلاء ہو اور تم اس قرآن کا حاضر کرنے اور اس کی نظیر لانے سے عاجز رہو ہو اور جب یہ قرآن مجزوم ہے تو اللہ تعالیٰ کا اس قرآن کو مجھ پر نازل کرنا میرے دعویٰ نبوت کے موافق ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے نبی ہونے کی شہادت ہے۔ اور یہ اس آیت کا سنی ہے 'اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس قرآن سے ڈراؤں (اور ان کو) جن تک یہ پہنچے۔'

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری طرف سے تبلیغ کرو 'خود ایک آیت ہو۔ اور ابو اسرائیل سے اس حدیث بیان کرو' کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے مجھ پر محمد اجموت ہند عار و اپنا ٹھکانہ و درخ میں بنا لے۔

(صحیح البخاری 'ج ۳' رقم الحدیث: ۳۳۸۰ سنن ترمذی 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۹۱ صحیح ابن مہاجر رقم الحدیث: ۱۷۵۶)

جن لوگوں کو قرآن نور حدیث کی تبلیغ تھی 'نبی کریم ﷺ نے ان کی یمن قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

حضرت ابو موسیٰٰؓ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ نے جس ہدایت اور علم کو دے کر مجھے بھیجا ہے 'اس کی مثل اس بارش کی طرح ہے جو کسی زمین پر برسی' ان میں سے بعض زمینیں زرخیز تھیں۔ انہوں نے پانی کو قبول کر لیا اور زوار خشک گھاس کو اٹھایا اور بعض غیر زرخیز زمینیں تھیں 'ان میں پانی جمع ہو گیا' اللہ نے ان سے لوگوں کو خاکندہ پہنچایا۔ انہوں نے پانی پیا 'اپنے مویشیوں کو پلایا اور کھیتوں کو پانی دیا اور ایک نور زمین کی قسم پر بارش ہوئی جو بحر تھی' اس نے پانی جمع کیا 'نہ کچھ اٹھایا۔ یہ مثل ہے اس شخص کی جس نے دین میں کچھ حاصل کی اور اللہ نے جو دین دے کر مجھے بھیجا ہے 'اس نے نفع پیدا کیا۔ اس نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی اور یہ مثل ہے اس شخص کی جس نے اس دین کی طرف بالکل توجہ نہیں کی اور اللہ کی اس ہدایت کو قبول نہیں کیا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔ (صحیح البخاری 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

پہلی مثل کے صدق احمد مجتہدین ہیں 'دوسری مثل کے صدق محمد شین ہیں اور تیسری مثل کے صدق کفار اور منافقین ہیں۔

بعض روایات میں مذکور ہے جس شخص کے پاس کتاب اللہ کی ایک آیت پہنچ گئی اس کے پاس اللہ کا حکم پہنچ گیا 'خود وہ اس پر عمل کرے یا نہ کرے۔ متعلق نے کہا جن اور ان میں سے جس کے پاس قرآن پہنچ گیا وہ اس کو ڈرانے والا ہے۔ اور قرعی نے کہا جس کے پاس قرآن پہنچ گیا گیا کہ اس نے سیدنا محمد ﷺ کو دیکھا اور آپ سے ملے۔

(الجامع لاحکام القرآن 'جز ۶' ص ۳۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

علامہ سید محمود اکو سی حنفی ۷۷۷ھ تکھے گئے ہیں:

امام ابو نعیم و شعبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے پاس قرآن پہنچ گیا گویا اس نے مجھ سے ہاتھ ملے اس آیت میں یہ فرمایا ہے آپ کہتے کہ مجھ پر اس قرآن کی وحی کی گئی ہے 'تاکہ میں تم کو اس قرآن سے ڈراؤں اور ان لوگوں کو جن تک یہ قرآن پہنچے۔ اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جن لوگوں

تک احکام شرعی نہیں بننے ان سے احکام شرعی پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ الام ابو حنیفہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بکھ قیدی لائے گئے۔ آپ نے پوچھا تم نے ان کو اسلام کی دعوت دی ہے؟ صحابہ نے فرمایا نہیں آپ نے فرمایا ان کو پھونکو۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں تم کو اس قرآن سے ڈراؤں اور جس تک یہ پہنچے نیز یہ آیت بھی اس مطلوب پر دلیل ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى تَبْعَثَ رَسُولًا  
ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک  
(الاسراء: ۸۵) کہ رسول نہ بھیج دیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے آپ کہنے کے وہ صرف ایک مستحق عبادت ہے اور ہر تک میں ان (سب) سے بری ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام قبول کرنے کے لیے صرف کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت پڑھ لینا کافی نہیں ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ اپنے پچھلے دین کے باطل ہونے کا اعتراف اور اقرار کرے اور اس سے برائت اور بیزاری کا اظہار کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں کو ہم نے کتب دی ہے وہ اس (نبی) کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (الانعام: ۳۰)

اہل کتاب کا نبی ﷺ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچانتا

اس سے پہلی آیت کے شان نزول میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ کفار نے یہ کہا تھا کہ ہم نے آپ کی نبوت کے متعلق یہود و نصاریٰ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں ان کی نبوت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس کا ایک جواب اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے آیت میں دیا کہ سب سے بڑی گواہی تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور آپ کی نبوت پر اللہ کو وہ اور دوسرا جواب اس آیت میں دیا کہ اہل کتاب کا یہ کٹنا غلط ہے کہ وہ آپ کی نبوت کو نہیں پہچانتے بلکہ وہ اپنے بیٹوں کو اتنا نہیں پہچانتے جتنا آپ کو پہچانتے ہیں۔

امام ابو جعفر عین جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریج نے بیان کیا کہ اہل کتاب میں سے جو مسلمان ہو چکے تھے انہوں نے کہا یہ خدا ہم نبی ﷺ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچانتے تھے کیونکہ ہماری کتاب میں آپ کی صفت اور شہادت مذکور ہے اور وہ ہمارے بیٹے تو ہم نہیں جانتے کہ ہماری بیویوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ (جامع الترمذی ۲۷۸۷ مسطورہ دلائل التفسیر ص ۱۵۷)

امام محمد بن اسماعیل بخاری ص ۵۶ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عیسیٰ بن مریم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ سے عین ایسی چیزوں کے متعلق سوال کروں گا جن کو نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ (۱) قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ اور اہل جنت پہلے کون سا طعام کھائیں گے؟ اور کس چیز کی وجہ سے بچے اپنے باپ کے مشابہ ہو جائے؟ اور کس چیز کی وجہ سے بچے اپنے ماں کے مشابہ ہو جائے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے ان چیزوں کی جزائیں نے خبر دی ہے۔ عبداللہ نے کہا فرشتوں میں دو یہودیوں کا دشمن ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کی پہلی علامت ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جگمگ کرے گی اور اہل جنت جو طعام سب سے پہلے کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اور بچے کی مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جب مرد عورت سے عمل خروج کرتا ہے تو اگر مرد کا پانی غالب ہو جائے تو بچہ باپ کے مشابہ ہو جائے اور اگر

عورت کا پانی غالب ہوتا ہے تو پھر میں کے مشابہ ہوتا ہے۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر کیا رسول اللہ ایسا ہو گا اگر میرے اسلام قبول کرنے کا علم ہو گیا تو وہ جھوٹ ہو جائیں گے۔ سو یہود آئے اور عبد اللہ گھر میں چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا عبد اللہ بن سلام تم میں کیسے آدمی ہیں؟ انہوں نے کہا وہ ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں اور ہم میں سب سے افضل ہیں اور سب سے افضل کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بتاؤ اگر عبد اللہ اسلام لے آئیں تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس کو اس سے پہلے میں رکھے۔ تب حضرت عبد اللہ بن سلام بیٹھے ان کے سامنے آئے اور کہا "اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ" تو انہوں نے کہا یہ ہم میں سب سے بدتر شخص ہے اور سب سے بدتر شخص کا بیٹا ہے۔

(صحیح البخاری ج ۳، رقم الحدیث ۳۳۲۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)

ابو حزدہ فرماتے روایت کیا ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے حضرت عبد اللہ بن سلامؓ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ آیت نازل کی ہے کہ اے اللہ کتاب آپ کو اپنے بیٹوں کی طرح پکارتے ہیں۔ مثلاً یہ معرفت کیسی تھی؟ حضرت ابن سلام نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی صفت اور نعمت بیان کی ہے ہم آپ کو اس صفت اور نعمت سے پکارتے تھے۔ جب ہم نے آپ کو تہمد و درمیان دیکھا تو ہم نے آپ کو اس طرح پکارنا شروع کیا جس طرح کوئی شخص اپنے بیٹے کو دوسرے لڑکوں کے درمیان پکارنا لیتا ہے اور اللہ کی قسم اٹھتے ہیں یا اللہ پھر کی معرفت اپنے بیٹے سے زیادہ تھی یہ کہ میں نہیں جان کہ اس کی مٹی کیا کرتی رہی تھی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔

(روح المعانی ج ۲، ص ۱۲۰، مطبوعہ بیروت)

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ معرفت دلائل سے حاصل ہوئی تھی کیونکہ نبی ﷺ مسلسل فیہ کی خبریں بیان فرماتے تھے اور فیہ پر مطلع ہونا بدوں وحی کے محصور نہیں تھا نیز آپ سے حواضر معجزات کا ظہور ہوا تھا اور سب سے بڑا معجزہ خود قرآن کریم تھا اس لیے جو شخص بھی ان دلائل میں غور کرتا ہے آپ کی نبوت کا عریان ہو جاتا اور اللہ کے نسب کے متعلق کوئی غلطی اور عقلی دلیل نہیں تھی اور آپ کی نبوت کے بارے میں بہت دلائل تھے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں کسی ہوئی علامات سے آپ کو پہچان لیا تھا کہ نہ قول تو ان کی کتابوں میں خریف ہو چکی تھی اور ثانیا وہ علامات شرق و غرب میں پھیلے ہوئے سب یہودیوں کو کتب معلوم تھیں کہ وہ آپ کو دیکھتے ہی ان علامات کو آپ پر متعلق کر لیتے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (الانعام ۱۲۰)

کفار کے اخروی نقصان کا معنی

یعنی جو لوگ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کو پہچانتے تھے اس کے باوجود انہوں نے عمداً آپ کی نبوت کا انکار کیا۔ اس انکار سے انہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا کیونکہ ان کو سب دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ خدا کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لیے ایک جنت بنائی ہے تاکہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے اور قیامت کے دن کافروں کی جہنم مسلمانوں کو دے دی جائیں گی اور مسلمانوں کی دوزخیں کافروں کو دے دی جائیں گی اور یہ کافروں کا نقصان ہے کہ اپنی جہنمیں ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گی اور اس کے بدلے میں دوزخیں ملیں گی اور مسلمانوں کو اپنی جہنمیں ملیں گی اور وہ کافروں کی جہنم کے بھی وارث ہوں گے اس لیے مومنوں کے متعلق فرمایا ہے:

أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ  
الْأَمْوَالَ الَّتِي فِيهَا خِلَافٌ ۝

(السورۃ: ۸۰-۸۱)

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹا جہان نکالے یا اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے، بیشک ظالم

لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ (۲۱) وَيَوْمَن حُشِرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ

ظالم نہیں پائیں گے ۝ اور میں دن ہم سب کو جمع کر دوں گا، پھر مشرکین سے کہیں گے

أَشْرَكُوا آيِنَ شُرَكَاءِ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝ (۲۲) ثُمَّ لَمْ تَكُنْ

کہاے (وہ) شرکاء کہاں ہیں جن پر تم گھمنڈ کرتے تھے ۝ پھر وہ مرث یہی تھے

فَتَنَّهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَإِلَهِ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝ (۲۳) أَنْظِرْ

انہیں گے کہ کہیں اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے ۝ دیکھیے انہوں نے

كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ (۲۴)

اپنے اوپر کیا جھوٹ باندھا اور (دنیا میں) جودہ انہما باندھتے تھے وہ سب گم ہو گئے ۝

وَمِنْهُمْ مَنْ يُسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کان لگا کر آپ کی باتیں سنتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ

يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَإِنْ يَدْرَأْ كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا

آپ کی باتیں سمجھ سکیں اور ہم نے ان کے کان میں گرانی پیدا کر دی ہے اور اگر وہ تمام نشانیاں بھی دیکھیں پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے

حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا

حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس بحث کرتے ہوئے آئیں گے تو کہیں گے کہ یہ قرآن تو معنی پہلے لوگوں کو

إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ (۲۵) وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ

تھم کہانی ہے ۝ اور وہ لوگوں کو اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور جھگٹتے ہیں اور

## اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

مرگ اپنے آپ کو ہلاک کر سبے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اللہ کی آجوں کو جھٹلائے؟  
نیک ظالم قحاح نہیں پائیں گے۔ (الانعام: ۳۱)

یسود و نصاریٰ اور مشرکین کے لگائے ہوئے بہتانوں کی تفصیل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے دو ظلم بیان فرمائے ہیں۔ ایک ظلم ہے اللہ پر جھوٹا بہتان لگانا اور دوسرا ظلم ہے اللہ کی آجوں کو جھٹلانا۔ اللہ پر جھوٹا بہتان لگانے کی تفصیل یہ ہے کہ کفار کہہ یہ کہتے تھے کہ یہ بت اللہ کے شریک ہیں اور اللہ بخاندانے ان کی عبادت کرنے اور ان کے ذریعہ قرب حاصل کرنے کا حکم دیا ہے نیز کفار کہتے تھے کہ قرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور انہوں نے بحیرہ 'ساتھ' عالی نور وید سے نفع حاصل کرنے کو حرام قرار دیا تھا اور وہ اس حرمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ یسود و نصاریٰ بھی اللہ تعالیٰ پر بہتان لگاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ فن کی شریعتیں غیر منسوب ہیں اور ان کے نبیوں کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور خصوصاً یسود یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور دونوں کی 'انگ' ہمیں صرف چند دن جلاسنے کی اور فن میں سے بعض جلائے یہ کہتے تھے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم فنی ہیں اور خصوصاً نصاریٰ یہ کہتے تھے کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے اور اللہ تو مسیح ابن مریم ہی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور یسود و نصاریٰ ان دونوں میں سے ہر ایک اس بات کا دعویٰ دار تھا کہ ان کے سوا اور کوئی جنت میں نہیں جائے گا اور یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان ہیں 'اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے۔

ان کا دوسرا ظلم اللہ کی آجوں کو جھٹلانا ہے۔ سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے ثبوت پر اللہ تعالیٰ نے جو معجزات ظاہر فرمائے 'یسود و نصاریٰ اور مشرکین نے ان کو جھٹلایا اور قرآن مجید جو نبی ﷺ کی نبوت پر سب سے بڑا معجزہ ہے 'ہلجہ' اس کے کہ وہ اس کی نظیر لانے کے چیلنج کو پورا نہیں کر سکے 'انہوں نے اس کو کھلا جلد کھا' بھی شعر و شاعری کہا اور بھی گزرے ہوئے لوگوں کی داستان کا اور بھی کہنا یہ شخص فن کے حقیقت ہیں۔ انہوں نے اس کے کلام بھی ہوئے کا انکار کیا اور آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن ہم سب کو جمع کریں گے 'مشرکین سے کہیں گے تمہارے (وہ) شرکاء کہیں ہیں جن پر تم گھمزد کرتے تھے؟ پھر وہ صرف یہی کہنے لگے کہ کہیں اللہ کی قسم! ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔ دیکھئے انہوں نے اپنے اوپر کیا باجوت پند حالور (دنیا میں) اور وہ افتراء پندتے تھے وہ سب گم ہو گئے۔

(الانعام: ۲۳-۲۴)

روز قیامت مشرکین کی ناکامی اور تباہی

اس آیت میں ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کو طاقت کرنے اور فن کی ذمت کرنے کے لیے فن سے سوال فرمائے گا تمہارے وہ شرکاء اور جو نے معبود اور چتری صورتیں کہیں ہیں جن کے حلق تم دنیا میں یہ ذمہ کرتے تھے کہ یہ تمہارے کارساز ہیں اور مددگار ہیں اور وہ تمہیں اللہ کے قرب کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ سے تمہاری شفاعت کر کے تمہیں عذاب سے چھڑائیں گے 'اب وہ کہیں ہیں۔ وہ تمہارے ساتھ کیوں دکھائی نہیں دیتے؟ اس کی نظیر آیتیں ہیں:



وَيَوْمَ يُسْأَلُهُمْ فِيمَا كَانُوا يَ  
الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ (القصص: ۳۷)  
وَمَا تَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَ كُفَّ الَّذِينَ رَعَيْنَاهُمْ  
أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءَ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ  
صَلَّ عَنْكُمْ تَكُونُكُمْ تَزْعُمُونَ (الانعام: ۳۷)  
اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پوچھے کہ تم میرے وہ  
شرکاء کہاں ہیں جن کو تم (میرا شرک) زعم کرتے تھے۔  
تم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارش کرنے والوں کو  
نہیں دیکھ رہے جن کے حلق تم یہ زعم کرتے تھے کہ وہ  
تمہارے کاموں میں (ہمارے) شرک ہیں، یہ لگ تمہارا  
(خود ساختہ) ربط ٹوٹ گیا اور تم دنیا میں جو زعم کرتے تھے وہ  
ٹوٹ گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قرآن مجید میں جہاں بھی زعم کا لفظ آیا ہے اس کا معنی ہے جھوٹا قول۔  
جب اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرنے کے لیے یہ سوال فرمائے گا تو وہ اس کے جواب میں حیران اور پریشان ہوں گے اور کوئی صحیح  
اور معقول جواب ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا اور اس کے سوا انہیں کوئی بات نہیں سونے کی کہ وہ دنیا میں اپنے کیے ہوئے  
شرک کا انکار کریں یا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کی مغفرت اور بخشش بڑی ہے تو وہ کہیں گے کہ ہم  
بھی مشرک نہیں تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کو بخش دے گا اور اس کے  
نزدیک ان کا کوئی گناہ بھاری نہیں ہوگا۔ جب مشرکین یہ باوجود دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخش رہا ہے اور  
شرک کو نہیں بخش رہا، تو ہم بھی یہ کہیں کہ ہم گناہگار ہیں، شرک نہیں ہیں۔ جب وہ اپنے شرک کو چھپائیں گے تو ان کے  
مومنوں پر مرگ جائے گی اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے، اس وقت مشرکین یہ جان لیں گے کہ وہ اللہ  
تعالیٰ سے کوئی بات چھپائیں سکتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے  
يَوْمَ يَدْعُ الْكَاذِبِينَ كَذِبًا وَأَعَصُوا الْآيَاتِ  
لَوْ تَسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ  
حَدِيثًا ۝ (النساء: ۳۲)  
جن لوگوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی، اس دن وہ  
تفنا کریں گے کاش ان پر زمین ہموار کر دی جائے اور وہ اللہ  
سے کوئی بات چھپانہ سکیں گے۔

بعض مفسرین نے کہا یہ آیت منافقین کے متعلق ہے اور اس کی تفسیر اس حدیث سے ہوتی ہے۔

اہم مسلم بن حبان فہرست میں ۳۷۷ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا تم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں  
گے؟ آپ نے فرمایا یاد رکھو کہ وقت جب چلے گا تو سورج کو دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں، آپ  
آپ نے فرمایا چھ سو برس رات کو جب چلے گا تو سورج کو دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں، آپ  
نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، تمہیں اپنے رب کو دیکھنے میں صرف اتنی تکلیف ہوگی جتنی  
تکلیف تم کو سورج یا چاند کو دیکھنے سے ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ بندہ سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا  
اے فلان! کیا میں نے تجھ کو عزت اور سرداری نہیں دی؟ کیا میں نے تجھے زوجہ نہیں دی اور کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور  
اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور تمام کی حالت میں نہیں چھوڑا اور بندہ کے گناہوں میں اللہ تعالیٰ فرمائے  
گا کیا تو یہ گناہ کرتا تھا کہ تجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا ہے جس  
طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ دوسرے بندہ سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو عزت اور سیادت نہیں

دی؟ کیا میں نے تجھ کو زوجہ نہیں دی؟ کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے؟ اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا؟ وہ شخص کہے گا کہ میں نہیں! اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو یہ ممکن کرنا تھا کہ تو مجھ سے لےنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ تیرے بندہ کو بلا کر اس سے اسی طرح فرمائے گا۔ وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھ پر تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا اور صدقہ دیا اور وہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنی نیکیاں بیان کرے گا! اللہ تعالیٰ فرمائے گا! میں پتا چل جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ بھیجے ہیں، وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا میرے خلاف کون گواہ دے گا؟ پھر اس کے منہ پر مر لگا دی جائے گی اور اس کی زبان اس کے گوشت اور اس کی ہڈیاں سے کہا جائے گا تم بولا پھر اس کی زبان اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعضاء بیان کریں گی اور یہ اس لیے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات میں اس کے خلاف جنت قائم ہو۔ یہ وہ منافق ہو گا جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو گا۔

(صحیح مسلم، المیزان، ۱۶، ۳۰۴ (۲۹۹۸)، ۴۳۰، سنن ابوداؤد، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۰۳۰)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھئے انہوں نے اپنے لوہر کیسا جھوٹ باندھا شریکین کا جھوٹ یہ تھا کہ انہوں نے کہا کہ جن کی عہدیت ہمیں اللہ کے قریب کر دیتی ہے اور منافقین کا جھوٹ یہ تھا کہ انہوں نے جھوٹے عذر پیش کیے اور اپنے خلیق کا انکار کیا۔

پھر فرمایا اور (دنیا میں) جو وہ افتراء باندھتے تھے وہ سب ہم ہو گئے، یعنی دنیا میں ان کا جو یہ ممکن تھا کہ ان کے بعد ان کی شفاعت کریں گے وہ باطل ہو گیا۔ اللہ کو چھوڑ کر وہ جن جن کی عہدیت کرتے تھے، وہ ان کے کسی کلام نہ آئے اور ان سے کسی عذاب کو دور نہ کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو کھن لگا کر آپ کی باتیں سنتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں، تاکہ وہ آپ کی باتیں سمجھ نہ سکیں اور ہم نے ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے اور اگر وہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے، حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس بحث کرتے ہوئے آئیں گے تو کہیں گے کہ یہ قرآن تو محض پہلے لوگوں کا قصہ کہانی ہے۔ (الانعام: ۳۵)

شان نزول

امام ابو الحسن علی بن احمد واحدی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابو سفیان بن حرب و ولید بن مغیرہ بن عمرو بن العاص بن الحارث بن عبد شمس بن ربیعہ کے دونوں بیٹے، امیر اور ابی بن عقیل۔ رسول اللہ ﷺ کی باتیں کھن لگا کر سن رہے تھے تو انہوں نے حضور سے کہا اے ابو القحطافہ! سیدنا محمد ﷺ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے میرے اور ان کے کلام سننے کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی ہے، میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ میں صرف ان کے ہونٹ چلنے سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ کچھ کہہ رہے ہیں اور وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں، وہ پچھلے لوگوں کی داستانیں ہیں، جیسا کہ میں جنہیں گزرے ہوئے لوگوں کی داستانیں سنا تا ہوں۔ اور حضور ﷺ پچھلے لوگوں کے قصے بہت زیادہ بیان کرتا تھا۔ وہ قریش کو داستان بیان کرتا تھا اور وہ اس کی باتیں غور سے سنتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(اسباب النزول، ۲۱۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

## کفار کے کانوں پر ڈاٹ لگانے پر اعتراضات کے جوابات

اس آیت میں فرمایا ہے اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ وہ آپ کی بات سمجھ نہ سکیں اور ہم نے ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے اس آیت پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اگر ان کے کانوں میں ڈاٹ (گرانی) تھی اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے تھے تو چاہیے تھا کہ وہ کوئی بات نہ سنے اور کسی بات کو نہ سمجھتے۔ حالانکہ وہ لوگوں کی باتیں سننے بھی تھے اور سمجھتے بھی تھے۔ اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ وہ نبی ﷺ کی باتوں کو نہیں سننے تھے اور نہ سمجھتے تھے تو اس کے معارض اس آیت کا آخری حصہ ہے جس میں فرمایا ہے جب وہ آپ کے پاس بحث کرتے ہوئے آئیں گے تو کس کے کہ یہ قرآن تو محض پسینے لوگوں کا قصہ کہانی ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ آپ کے کلام کو نہ سمجھتے تھے اور سمجھنے بھی تھے "بلتستے نہیں تھے۔"

اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ سننے سے مقصود یہ تھا کہ وہ سن کر اس سے نفع حاصل کرتے اور اس پر ایمان لاتے اور سمجھنے سے مقصود یہ تھا کہ وہ اس میں غور و فکر کر کے صحیح نتیجہ نکلانے اور یہ اعتراف کر لینے کہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے اور کوئی انسان اس کی نظیر نہیں لاسکتا اور نبی ﷺ کی نبوت کو مان لیتے اور جب انہوں نے سننے اور سمجھنے کے مقصود کو پورا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ وہ آپ کی بات سمجھ نہ سکیں اور ہم نے ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے "پھر اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ آیت کفار کی خدمت میں وارد ہوئی ہے اور جب ان کے کانوں میں اللہ نے گرانی رکھی ہے اور ان کے دلوں میں اللہ نے پردے ڈال دیے ہیں تو وہ ایمان نہ لائے نہ اللہ کی باتوں میں غور و فکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: "وَأَنذَرْتَهُمْ لَئِن لَّمْ يَتُوبُوا أَلْحِقْنَا بِالْكَافِرِينَ" (البقرہ: ۲۸۶) اللہ ہر شخص کو اس کی طاعت کے مطابق ہی مکتب کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں نے اپنے منہ اور بغض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جنب میں یا رسول اللہ ﷺ کی شان میں ایسی شدید گستاخی کی جس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حق کو سننے کے لیے ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی اور حق کو سمجھنے کے لیے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے "جیسا کہ ان آیات سے واضح ہے

بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَبَلَغَ إِلَيْهِمْ كَلِمَاتِهِمْ (النساء: ۵۵)

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا فَنُفِخَ فِي سَمْعِهِمْ لَئِن لَّمْ يَتُوبُوا أَلْحِقْنَا بِالْكَافِرِينَ (البقرہ: ۵۷)

یہ اس لیے کہ وہ ایمان لائے "پھر انہوں نے کفر کیا" سو ان کے دلوں پر مرگادی جی سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

ہن کے کانوں میں ڈاٹ لگانے اور دلوں پر پردے ڈالنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ کسی طور پر ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی تھی اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کفار کفر اور معصیت کو اچھا جاننے اور ایمان اور اطاعت کو برا جاننے کے خور اور علی ہو گئے تھے "یہ کہ اپنے باپ دلائی اندھی عقیدہ کرنے اور دلائل میں صحیح طریقہ سے غور و فکر کرنے سے مسلسل اعراض کرنے کی وجہ سے ان میں گمراہی اس قدر رائج ہو چکی تھی کہ ان پر کوئی بات اثر نہیں کرتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں انکار کی ایسی حالت پیدا کر دی جس کی وجہ سے ان میں حق میں جھڑپیں ہو سکتا تھا اور ان کے کانوں میں ایسی کیفیت پیدا کر دی کہ حق بات کو سنا نہیں سکتے ناگوار ہوتا تھا اور ان کے دلوں اور کانوں میں اس کیفیت کا پیدائش کرنا ناگوار اور گمراہی پر مجبور کرنا نہیں تھا بلکہ انہوں نے اپنے اختیار سے دلائل میں غور و فکر کرنے کی بجائے اپنے باپ دلائی اندھی عقیدہ کو جو اختیار کیا تھا یہ اس کی سزا اور تعزیر تھی "تو چونکہ یہ ممکن اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے وجود میں آتا ہے اور ہر چیز کو اللہ تعالیٰ

نے پیدا کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور ہم نے ان کے کانوں میں گرانی رکھی ہے اور چونکہ اس کو یہ ارکانے کاسب ان کافروں کا اپنا ارادہ اختیار اور کسب تھا اس وجہ سے ان کی ذمت فرمائی اور آیت سے قطع نظر کر کے فی نفسہ ان کا ایمان لانا ممکن ہے اس لیے ان کو ایمان کا حکمت کرنا بھی صحیح ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کا ایمان لانا ممکن بلاذات اور متبع بغیر ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کفار اور دلوں پر خود کہتے تھے ہم آپ کی بات نہیں سنتے۔ آپ کی باتیں سننے کے لیے ہمارے کانوں میں ڈالت گئی ہوئی ہے اور آپ کے اور ہمارے درمیان مضبوط پردہ عاقل ہے۔

بَشِيرًا وَنَذِيرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ وَقَالُوا غُلُّوا عَلَيْنَا فِرْقَ الْكَلْبَةِ إِنَّا نَدْعُونَكَ الْيَوْمَ وَفِيكَ آذَانًا وَفَرْوَعِينَ نَبِيًّا وَتَبْيِيكَ يَصَاحِبَ قَاعِمْ لَنَا عَمِلُونَ ۝  
 (احم السجده: ۳۰-۵)

بشارت دیتا ہوں اور ڈرانا ہوں اسوا کثر کافروں نے منہ پھیر لیا ہیں وہ نہیں سنتے ۝ اور انہوں نے کہا جس کی جڑ کی طرف تم دعوت دیتے ہو ہمارے دلوں میں اس کے لیے پردے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان مضبوط حجاب ہے تو آپ اپنا کلام کریں بے شک ہم اپنا کلام کر رہے ہیں۔

کفار یہ ظاہر کرتے تھے کہ رسول کا کلام ان کے سننے کے قتل میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا نہیں بلکہ تم اس قاتل میں ہو کہ تم کو ہمارے رسول کا کلام سنایا جائے تو جس طور سے انہوں نے کہا تھا کہ ہمارے کانوں میں ڈالت ہے اور ہمارے دلوں پر پردے ہیں اسی طور سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہمارے کانوں میں ڈالت ہے اور ہمارے دلوں پر پردے ہم نے ڈالے ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جب کافروں نے حق کو سننے اور اس کو ماننے سے انکار کیا اور اس کے دلائل میں غور و فکر کرنے سے مسلسل امراض کیا اور اپنے باپ دلوای اندھی عقیدہ پر اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس انکار اور امراض کی حالت کو اس شخص کے دل سے تشبیہ دی جس کے دل پر پردے ہوں اور اس کے کانوں میں گرانی ہو اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حقیقتاً ان کے دلوں پر اللہ نے پردے ڈال دیئے اور ان کے کانوں میں ڈالت لگا دی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حق سے ان کی مسلسل روگردانی ایسی ہے جیسے ان کے دلوں پر پردے ہوں اور ان کے کانوں میں گرانی ہو جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔  
 وَإِذَا تَشَتَّىٰ عَلَىٰ آبْنَانَا وَلِيٍّ مُّسْتَكْبِرًا كَذَّابًا ۝  
 اور جب اس پر ہماری آیات عطا کی جاتی ہیں تو اس نے کبر کرتے ہوئے پتہ پھیر لی ہوئی اس نے سنا نہیں جیسے اس کے کانوں میں گرانی ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت حنم اللہ علیٰ قلوبہم کی تفسیر میں میں نے اس پر مفصل لکھا ہے۔ وہی پر میں نے صرف پہلے جواب کو زیادہ تفصیل اور وضاحت سے لکھا ہے اور یہی پر دو مزید جواب ذکر کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ لوگوں کو اس سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ صرف اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ (الانعام: ۳۶)

ایمان ابو طالب کی تحقیق

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ کفار لوگوں کو نبی محمد پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع کرنے سے

روکتے ہیں اور آپ سے دور بھاگتے ہیں یا وہ لوگوں کو قرآن مجید کے سننے اور اس کو ملنے سے روکتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں اور وہ اس طرز عمل سے صرف اپنے آپ کو بچا کر رہے ہیں۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباس اور قتادہ سے مروی ہے۔

اور اس آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے حقیقی نازل ہوئی ہے۔ ابو طالب 'نبی پیغمبر' کو ایذا پہنچانے سے لوگوں کو منع کرتے تھے اور خود آپ کی نبوت پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے سے دور رہتے تھے یہ تفسیر بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے اور ان کے علاوہ قاسم بن معصومہ اور عطایہ بن ربار سے بھی ماثور ہے۔

(جامع البیان ۷: ۷۲۹-۷۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابو الحسن علی بن احمد الواسطی المتوفی ۳۶۸ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابو طالب کے حقیقی نازل ہوئی ہے۔ دور رسول اللہ پیغمبر کو ایذا پہنچانے سے مشرکین کو منع کرتے تھے اور خود نبی پیغمبر کو روکنے دین سے دور رہتے تھے۔ یہ عطایہ بن ربار اور قاسم بن معصومہ کا قول ہے اور متاثر نے کہا کہ ابو طالب کے پاس نبی پیغمبر تشریف فرما تھے آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو قریش ابو طالب کے پاس جمع ہو گئے اور یہ مطالبہ کیا کہ نبی پیغمبر کو ان کے حوالے کر دیا جائے اس کے جواب میں ابو طالب نے چند اشعار پڑھے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہیں ہو سکتا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ لوگوں سے آپ کا قطع کرے ہیں اور خود آپ کی تصدیق سے دور رہتے ہیں۔

(اسہاب الفضل ۱: ۲۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان روایات کے مطابق ابو طالب کا ایمان اور اسلام ثابت نہیں ہے اور حسب ذیل احادیث اس کی موجد ہیں۔

ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث

امام مسلم بن حجاج قسری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن مسیب کے والد پیغمبر بیان کرتے ہیں جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آپنا تو رسول اللہ پیغمبر ان کے پاس تشریف لے گئے اس وقت ابو طالب کے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بھی موجود تھے رسول اللہ پیغمبر نے فرمایا اے چچا ایک بار "لا الہ الا اللہ" کو تو میں تمہارے حق میں اسلام کی گواہی دوں گا ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کہنے لگے "اے ابو طالب! کیا تم اپنے باپ عبد المطلب کی لٹ کو چھوڑ رہے ہو" رسول اللہ پیغمبر مسلسل ابو طالب کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کرتے رہے۔ ہر سال ابو طالب نے جو آخری الفاظ کہے وہ یہ تھے میں اپنے باپ عبد المطلب کی لٹ پر ہوں اور "لا الہ الا اللہ" کہنے سے انکار کر دیا رسول اللہ پیغمبر نے فرمایا یہ خدا میں اس وقت تک تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے روک نہ دے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) نبی اور مسلمانوں کے لیے مشرکین کی مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔ خواہ وہ ان کے رشتہ دار کیوں نہ ہوں جبکہ ان کا جنسی ہونا معلوم ہو چکا ہو (التوبہ: ۱۱۳) اور ابو طالب کے بارے میں یہ آیت بھی نازل فرمائی (ترجمہ) ہر شخص جس کو آپ چاہیں آپ اس میں ہدایت جاری نہیں کر سکتے۔ البتہ اللہ تعالیٰ جس کے حق میں چاہتا ہے ہدایت پیدا فرماتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے بخوبی واقف ہے۔ (التھیں: ۵۶)

(صحیح مسلم ۱: ۳۹، ۳۹۱، ۳۹۲ صحیح البخاری ۳: ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲



ان سے دور رہتے ہیں (الانعام: ۳۶) ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے سے مشرکین کو منع کرتا تھا اور آپ کے لائے ہوئے دن سے دور رہتا تھا۔ (الاعمال النبوۃ: ج ۲ ص ۳۳) معلوم ہوتا ہے ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق مفسرین کے مذاہب کی تصریحات النبوۃ: ۳ کی تفسیر میں علامہ سید محمود آلوسی حلی حنفی ص ۷۷ لکھتے ہیں:

”مجھ سے یہ کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ امام احمد، امام ابن ابی شیبہ، امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن منذر اور امام بیہقی نے سب ابن حزن سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اس وقت اس کے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی اسیر بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ نے اس سے فرمایا اے چچا! لا الہ الا اللہ کو میں اللہ کے نزدیک اس کلمہ سے محبت پکڑوں گا ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی اسیر نے کہا اسے ابوطالب! کیا تم عبد المطلب کی ملت سے اعراض کر رہے ہو؟ رسول اللہ ﷺ اس پر ”لا الہ الا اللہ“ پیش کرتے رہے اور ابو جہل اور عبد اللہ اس کو اس کلمہ کے خلاف بھڑکاتے رہے۔ آخر میں ابوطالب نے کہا وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے اور ”لا الہ الا اللہ“ کہنے سے انکار کر دیا۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا میں تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کیا جائے۔ اس لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

حسین بن فضل نے یہ کہا ہے کہ ابوطالب کی موت ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے، مگر یہ سورت مدینہ میں آخر میں نازل ہوئی ہے۔ اس لیے اس حدیث کو اس آیت کا نشان نزول قرار دینا مستبعد ہے۔ علامہ واحدی نے کہا یہ استبعاد خود مستبعد ہے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ ابوطالب کی موت کے بعد اس کے لیے مسلسل استغفار کرتے رہے ہوں۔ حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ کفار کے ساتھ سختی کرنے کی آیات مدینہ منورہ میں ہی نازل ہوئی ہیں۔ اس تاویل کی بنا پر حدیث کا معنی یہ ہوگا اس لیے اللہ نے یہ آیت نازل کی، یہ معنی نہیں ہوگا اس کے بعد یہ آیت نازل کی اور فاسرل میں صاحب بیت کے لیے ہوئی نہ کہ حقیق کے لیے۔ اکثر علماء نے اس توجیہ کو پسند کیا ہے اور یہ ہے بھی عمدہ توجیہ۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہو تا ہے کہ امام ابن سعد اور امام ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابوطالب کی موت کے بعد کئی دن تک نبی ﷺ اس کے لیے استغفار کرتے رہے حتیٰ کہ نجران تک اس آیت کو لے کر نازل ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ سورہ توبہ کی یہ آیت کہ میں پہلے نازل ہوئی ہو اور باقی آیات بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی ہوں اور اس سورت کو باقتدار غالب کے مدنی کہا جاتا ہو۔ بہر حال یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ ابوطالب کلمہ مراد علی اہل سنت و جماعت کا معروف مذہب ہے۔

امام ابن احنبل نے اپنی حیرت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں یہ ہے کہ ابوطالب کے عرض الموت میں نبی ﷺ نے اس سے کہا کہ اے چچا! آپ ”لا الہ الا اللہ“ کہیں تاکہ قیامت کے دن آپ کے لیے میری شفاعت جائز ہو، مگر نبی ﷺ نے یہ اصرار فرمایا کہ ابوطالب نے کہا یہ خدا اے نبیجے! اگر مجھے یہ حدیث نہ ہو تاکہ میرے بعد قریش تم پر اور تمہارے باپ کی اولاد پر طاقت کریں گے اور قریش یہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو میں یہ کلمہ پڑھ لیتا تو میں صرف تمہاری خوشی کے لیے یہ کلمہ پڑھتا۔ جب ابوطالب پر موت کا وقت قریب آیا تو حضرت عباس نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹ مل رہے تھے انہوں نے کان لگا کر سنا تو حضور سے کہا اے نبیجے! تم نے اسے جس کلمہ کو پڑھنے کے لیے کہا تھا اس نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے نہیں سنا۔ (ابو داؤد والبیہ)

ج ۳ ص ۳۳) اس روایت سے ابوطالب کے جو اشعار حضور کی مدح میں مشہور ہیں ان سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ ابوطالب سوسن قبل اس کا جواب یہ ہے کہ ان اشعار کی سند متقطع ہے علاوہ ازیں ان اشعار میں ابوطالب کے ایمان مانے کی تصریح نہیں ہے۔ دہی یہ روایت تو یہ شیعہ کی روایت ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے علاوہ ازیں اس روایت میں بھی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے نہیں سنا۔

امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند متقطع ہے اور حضرت عباس جو اس حدیث کے راوی ہیں اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اور مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے خود رسول اللہ ﷺ سے ابوطالب کی عاقبت کے متعلق سوال کیا کہ آپ نے ابوطالب کو کیا نفع پہنچایا؟ وہ آپ کی مدافعت کرتا تھا آپ نے فرمایا ہاں وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا۔ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف روایت اس صحیح حدیث سے تصادم کی قوت نہیں رکھتی۔ (دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۳۴)

باقی ابوطالب نے جو رسول اللہ ﷺ کی مدد اور نصرت کی تو وہ دین اسلام کی محبت میں نہیں کی بلکہ نسب اور قربات کی وجہ سے کی اور اعتبار دینی محبت کا ہے نہیں محبت کا نہیں ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کے شدید اصرار کے بعد بھی ابوطالب نے ایمان نہ لا کر آپ کو سخت الزمت بھی تو پہنچائی ہے تاہم ابوطالب کے کفر کے باوجود اس کی اس طرح خدمت نہ کی جائے جس طرح ابو جہل اور دیگر کفار کی خدمت کی جاتی ہے۔ (روح البانی ج ۲ ص ۳۳۳ مطبوعہ بیروت)

امام رازی شافعی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے لیے استغفار کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ مشرک تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۵۵ مطبوعہ قدیم دار الفکر بیروت)

حافظ ابن کثیر شافعی نے اس آیت کی تفسیر میں اعلیٰ کے حوالے سے ابوطالب کے ایمان نہ لانے کو بیان کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۶۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ قرطبی مالکی نے بھی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۳۲۶-۳۱۵)

علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی المالکی المتوفی ۵۹۷ھ کی بھی یہی تحقیق ہے۔

(ازاد المسیر ج ۳ ص ۵۰۷-۵۰۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ سید محمود اکوٹی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ابی حاتم، امام ابن مردودہ اور امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب پر موت آنے لگی تو اسکے پاس نبی ﷺ تشریف لے گئے اور فرمایا اے پیغمبر ﷺ "لا اله الا الله" کہنے میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے آئے حق میں کوئی دوسرا گواہ ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کی ملامت کا خدشہ نہ ہوتا کہ وہ کہیں کے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تو میں تمہاری آنکھیں گھنڈی کر دیتا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

رَبُّكَ لَا تَعْبُدِيْ مَعَ آٰخِسَتٍ وَّلٰ يَكُنِ اللّٰهُ

بے شک آپ جیسے چاہیں اس کو بدعت یا نہتے نہیں کر سکتے۔

بَلَّغْتِیْ مَعَ تَبَسَّامٍ (البصیر ۵۶)

یعنی اللہ جیسے چاہے اس کو بدعت یا نہتے کرے۔

امام بخاری، امام مسلم، امام احمد، امام نسائی اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے جب نبی ﷺ نے ابوطالب سے اسلام لانے کے لیے شدید اصرار کیا۔ امام ابن مردودہ نے بھی اس روایت کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ علامہ نووی شافعی نے لکھا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر



اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (شرح مسلم، ج ۳، ص ۱۳)  
 ابو طالب کے اسلام کا مسئلہ مختلف فرہ ہے اور یہ کہنا کہ تمام مسلمانوں کا یا تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت  
 ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، صحیح نہیں ہے کیونکہ علماء شیعہ اور ان کے اکثر مفسرین کا یہ نظریہ ہے کہ ابو طالب اسلام لے  
 آئے تھے اور ان کا دعویٰ ہے کہ انہی اہل بیت کا بھی اس پر اجماع ہے اور ابو طالب کے اکثر تصانید اس پر شاہد ہیں اور جن کا یہ  
 دعویٰ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ علماء شیعہ کے اختلاف اور ان کی  
 روایات کا اعتبار نہیں کرتے۔ تاہم ابو طالب کے اسلام نہ لانے کے قول کے باوجود ابو طالب کو برا نہیں کہنا چاہیے اور نہ اس کے  
 حق میں زیادہ کوئی کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس سے علویوں کو ایذا پہنچتی ہے اور یہ بعید نہیں ہے کہ اس سے نبی ﷺ کو بھی ایذا  
 پہنچے۔ (روح المعانی، ج ۲، ص ۲۰۷، ۲۰۸، مطبوعہ بیروت)  
 ابو طالب کے ایمان کے متعلق مصنف کا نظریہ

مذہب اربعہ کے معروف علماء، فقہاء، مفسرین اور مجتہد اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے۔  
 ہم نے محمد ان تمام تصریحات کا ذکر نہیں کیا کیونکہ ہمارے لیے یہ کوئی خوشگوار موضوع نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بڑی  
 خواہش تھی کہ ابو طالب ایمان لے آئے۔ لیکن تقدیر کا کھنسا پورا ہو کر رہا یہ بہت نازک مقام ہے، جو لوگ اس مسئلہ میں سخت  
 کرتے ہیں اور ابو طالب کی ایوب اور ابو جہل کی طرح ذمت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی دل آزاری کے خطوط میں ہیں۔  
 ہم رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل بیت کی دل آزاری سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، ہم اس بحث میں صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ  
 قرآن مجید اور احادیث مجملہ سے ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے اور یہ چیز ہم پر بھی اتنی ہی گرجی اور باعث رنج ہے جتنی اہل  
 بیت کے لیے ہے۔ اس سے زیادہ ہم اس بحث میں نہ کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور نہ اس مسئلہ کی بازگویی میں اٹھنا چاہتے ہیں۔ بعض  
 علماء اہل سنت نے ابو طالب کے ایمان کا ثابت کیا ہے۔ ہر شخص کہ یہ رائے تحقیق اور مجسور کے موقف کے خلاف ہے، لیکن ان کی  
 بہت محبت اہل بیت سے ہے، اس لیے ان پر غصہ نہیں کرنا چاہیے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ دُفِّقُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا أَلَيْسَتْ نَارُ دَوْلَانَا كَذِبَ

(اور دیکھ لو کہ جب ان کو دھوکا دیا گیا کہ وہ ناراں دھوکا دیتے تھے، اس وقت وہ کہیں گے کہ کونسی آگ دنیا میں دہکتی ہے)

بِأَلَيْتِ سِرَّاتِنَا وَتَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۷۵﴾ بَلْ بَدَأَهُمَّا كَانُوا

دو جانتے اور ہم اپنے رب کی نشانیوں کو کذب کہیں اور انہوں نے سے جو باتیں ۵۔ لیکن ان پر اب وہ حقائق مشکف ہو گئے ہیں

يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ

جن کو وہ پہلے چھپاتے تھے، اور اگر وہ دنیا کی طرف لوٹ لائے گئے تو پھر وہی کام کریں گے جن سے انہیں منع کیا گیا تھا اور جب

لَكَذِبُونَ ﴿۷۶﴾ وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ

وہ خود جھوٹے ہیں ۶۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی صرف اسی دنیا میں ہے اور ہم دوبارہ نہیں اٹھنے

جلد سوم

بِشَعْوَتَيْنِ ۖ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ دُقِفُوا عَلَىٰ سُرَّتِهِمْ طَالَ أَلَيْسَ

یائیں گے ○ اور (میں نے مخاطب) اکاش تو رہ منظر دیکھتا جب ان کو ان کے رجب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا: اللہ فرمائے گا

هَذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَأَيْنَا قَالُوا قَدْ وَقُوا الْعَذَابَ بِمَا

کیا یہ دوا بہ لڑکھ بڑا حق نہیں ہے وہ کہیں گے کیوں نہیں: اے ہمارے رب! اللہ فرمائے گا پس اب تم اپنے کفر کی وجہ سے

كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٢٠﴾

مذاب (کامی) چکرو ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **اور (اے مظلوم) کاش! تو دیکھ سب عن کاروں کو** دو رخ پر کھڑا کیا جائے گا اس وقت وہ کہیں گے کہ کاش! ہمیں دو یاں مل لو! راجا جائے تو ہم اپنے رب کی نشانیوں کی تکذیب نہ کریں اور مومنوں میں سے ہو جائیں۔

(۱۱) (نعمان، ۷۷)

قیامت کے دن کافروں کے عذاب کی کیفیت

قرآن مجید میں دو قوف کا حفظ ہے، یعنی ان کافروں کو جب دوزخ پر واقف کیا جائے گا۔ اس کا معنی قیام بھی ہے اور چلتا بھی' اس صورت میں اس کے کئی معنی ہیں۔ (۱) وہ دوزخ کے پاس کھڑے ہوں اور دوزخ کا مشاہدہ کر رہے ہوں (۲) دوزخ کے اوپر جو بل صراط ہے، وہ اس کے اوپر کھڑے ہوتے دوزخ کو دیکھ رہے ہوں (۳) وہ دوزخ کے عذاب پر واقف اور مطلع ہوں (۴) ان کو دوزخ میں ڈال دیا گیا ہو اور وہ اس محل میں دوزخ میں کھڑے ہوتے ہوں کہ وہ ہر طرف سے دوزخ کے شعلوں کی لپٹ میں ہوں۔

اس گیت میں جزا کا خوف ہے اور حاصل معنی یہ ہے کہ اے مخاطب! جب تو یہ دیکھے گا کہ فرشتے کافروں کو دوزخ کے پاس کھڑا کر دیں گے تو تو ان کو اس قدر خوف اور دہشت میں دیکھے گا جس کو مضطرب کا ممکن نہیں ہے۔ اس وقت یہ کافر بھروسے اور یہ تمنا کریں گے کہ کاش! انہیں پھر دنیا میں لوٹا جائے اور پھر ہم اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں اور مومنوں میں سے ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں اور دلیلوں کی تکذیب نہ کریں جو اس کی وحدانیت اور اس کے رسولوں کی تصدیق پر دلالت کرتی ہیں اور اللہ کو قیامت پر فرشتوں اور کئیوں اور رسولوں پر ایمان لائیں اور گناہوں سے توبہ کریں اور نیک عمل کریں۔

اللہ تعالیٰ ان کا دروازہ نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے؛ بلکہ من رہا یہ وہ خالق مکتشف ہو گئے ہیں جن کو وہ پہلے چھپاتے تھے اور اگر وہ دنیا کی طرف لوٹا دے گئے تو پھر دوسری کلام کریں گے جن سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔ (۱۵: نام: ۳۸)

یعنی من کی حالت نہیں بد گئی اور وہ اسی طرح کفر اور معصیت پر برقرار رہے ہیں گے۔ اب وہ اس لیے کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے دلوں میں جو کفر اور معصیت چھپائی تھی وہ سب قسمت کے دن ظاہر ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَبَدَّالَهُمْ سَيِّئَاتِ مَا كَتَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا  
كَانُوا يَسْتَفْتَهُونَ (النمر ۳۸)

اور ان کی ہی ہوئی تمام برائیاں ظاہر ہو جائیں گی اور  
انہیں وہ عذاب گھیر لے گا جس کا وہ انہی اڑاتے تھے۔

چلہ سوم

## تبيان القرآن

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی ندامت یا توبہ کا صراحتاً رد فرمایا، یعنی اگر وہ دنیا کی طرف لوٹا دیے گئے تو ان کو جس کفر، غلو، معصیت اور ضلوع سے منع کیا گیا تھا وہ پھر اسی کی طرف لوٹ جائیں گے۔ کیونکہ کفر اور غلو ان کی طبیعت میں رچ چکا ہے۔ وہ دنیا کی رنگینوں اور زینب و زینت کو دیکھ کر ایک بار پھر آخرت کا انکار کر دیں گے اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے، اٹھنا اور کھڑے ہونے اور سزا کی پھر تکذیب کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی صرف اسی دنیا میں ہے اور ہم دوبارہ اٹھنے نہیں جائیں گے

(الانعام: ۳۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کا صراحتاً رد فرمایا ہے کہ اگر ان کو دنیا میں دوبارہ بھیج دیا گیا تو وہ پھر دنیا کی لذتوں میں مشغول ہو جائیں گے اور پھر کفر کریں گے، وہ صرف دنیا کی زندگی کا اقرار کریں گے اور آخرت کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ صرف یہی دنیا ہی زندگی ہے جس میں ہم زندہ ہیں اور ہم صرف طبعی حیات کو پورا کرتے ہیں۔ اس کے بعد نہ کوئی ثواب ہے نہ عذاب ہے۔ یہ لوگ خدا پرست اور اللہ ہیں جو عیب پر ایمان نہیں لائے، ان کا غصہ اللہ ان کو کفر، مکران اور برے کاموں پر قائم رہنے کا حکم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مخاطب!) کاش اتنا وہ منکر دیکھتا جب ان کو ان کے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا! اللہ فرمائے گا کیا یہ (دوبارہ زندہ ہو) حق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں؟ اے ہمارے رب! اللہ فرمائے گا: میں اب تم اپنے کفر کی وجہ سے عذاب کا سزا پکھنؤ۔ (الانعام: ۳۰)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حشر کے دن کافروں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے گا جس طرح مجرموں کو حاکم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ان سے باز پرس فرمائے گا جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَقَدْ كُذِّبَتْهُمْ لِقَائِهِمْ فَلَمَّا ذُكِّرُوا بِهِمْ لَا تَصَدَّقُوۡا اِلَّا اِلٰی رَبِّہِمْ يَوْمَئِذٍ (الصافات: ۲۳)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَكْفُرُوۡا بِاللّٰہِ یَوْمَ الْاٰیٰتِ اَمَّا الْبَقَرَةُ (البقرہ: ۴۴)

اور اس آیت میں ان سے کلام فرمائے گا ذکر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بلا واسطہ کلام نہیں فرمائے گا اور اس آیت میں جس کلام فرمائے گا ذکر ہے وہ فرشتوں کے واسطے سے ہے، یا اللہ تعالیٰ ان سے رحمت کے ساتھ کلام نہیں فرمائے گا اور یہ کلام غضب کے ساتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کے واسطے سے ان سے فرمائے گا کہ کیا یہ مکر دوبارہ الصالح نہیں ہے جس کا تم انکار کرتے تھے۔ ہم تمہارا کہیں گے کہ یہ بالکل حق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تم اپنے کفر اور تکذیب کی وجہ سے عذاب کا سزا پکھنؤ۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِیۡنَ كَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰہِ حَتّٰی اِذَا جَآءَ تَتْمِۡمُ السَّاعَةِ

بیشک ان لوگوں نے نقصان اٹھایا جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا، حتیٰ کہ جب ان کے پاس اپنا تکمیل قیامت آچے گی تو

بَعَثَۡہُمْ عَلٰی مَا قَرَّرْتُمَا فِیہَا وَہُمْ یَحْمِلُوۡنَ

کہیں گے اے انوکھ! ہماری اس تفسیر پر اس بارے میں ہم سے بدگمانی اور وہ اپنی بیٹریوں پر اپنے آپ کو

أَوْ نَرَاهُمْ عَلَى ظُهُورِهِمْ ۖ أَلَسَاءَ مَا يَرْثُونَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيَوةُ

کا، پوچھ اٹھائے ہوئے ہوں گے، سزا دی جا رہا ہو اٹھائے ہوئے ہوں گے ۵ اور دنیا کی زندگی تو

الدُّنْيَا ۖ أَلَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ۖ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۖ

موت کہیں تھا ہے اور بیک آخرت کا گھر متقی کے لیے بہت اچھا ہے، پھر

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۳۲﴾ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لِيَحْزُنَكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ

کیا تم عقل سے کام نہیں لگے ۵ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو باتیں کہتے ہیں ان آپ نہیں سمجھتے ہیں،

لَا يَكْذِبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بَايَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ

در اصل یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے ۵ عام تر اندر کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ۵ آپ سے پہلے

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبِرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا ۚ وَادُّوا حَتَّىٰ

پہلے تھے ہی عظیم رسولوں کی تکذیب کی گئی سو انہوں نے اس تکذیب اور ایذا رسانی پر صبر کیا ۵ حتیٰ کہ

أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۖ وَلَا مَبْدَلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۖ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ

ان کے پاس ہماری مدد پہنچی اور اندر کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے، اور جب آپ کے پاس رسولوں کی

نَبَايِ الْمُرْسَلِينَ ﴿۳۴﴾ وَإِنْ كَانَ كِبَارُكَ إِعْرَاضَهُمْ فَإِنْ

خبریں آپ کی ہیں ۵ اور اگر ان لوگوں کی بے اعتنائی آپ پر دشمنانہ ہے تو آپ اگر زمین میں کوئی

اسْتَطَعْتَ أَنْ تُبَدِّلَنِي نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ

سربلگ یا آسمان میں کوئی سڑکی تلاش کر سکتے ہیں تاکہ ان کے پاس (ان کا مطلب، پہرہ لے آئیں

فَتَأْتِيَهُمْ بَايَةٌ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ فَلَا تَكُونَنَّ

(آرے آئیں) اور اگر خدا چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا، (قرآن کا مطلب) آجرت گزاروں

مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۳۵﴾ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَىٰ

میں سے نہ بولتا ۵ (وہات اہم کہ) موت دی وہی بول کر سکتے ہیں جو (تو جہ سے) سنتے ہیں اور مردہ (لوگوں کو

ظہان القرآن

يَبْعَثُ اللَّهُ لَكُمْ آيَةً يُرْجِعُونَ ﴿٣٧﴾ وَقَالُوا لَا تَنْزِلَ عَلَيْهِ

آیہ اٹھائے گا پھر وہ اسی کی طرت لڑائے جائیں گے ۵ اور انہوں نے کہا اس رسول پر اس کے رب کی طرف

آیہ مِّنْ تَرَائِبِهِ ۖ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يُنْزِلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ

سے کوئی (صغیر) چیز جو کہیں نہیں نازل کیا گیا، آپ کہیے کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ (ان کو صغیر) سمجھ نہ نازل کرے، لیکن ان کے

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾

اکثر لوگ نہیں جانتے ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سب تک ان لوگوں نے نقصان اٹھایا جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو محکم کیا حتیٰ کہ جب ان کے پاس اہلک قیامت آپہنچی تو کہیں گے "ہائے افسوس! ہماری اس تصویر جو اس بارے میں ہم سے ہوئی اور وہ اپنی دھنوں پر (اپنے گناہوں کا) بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے" سنو! وہ کیا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (الانعام: ۳۱) منکرین قیامت کے خسارہ کا بیان

اس آیت میں بھی ان کافروں کے احوال بیان فرمائے ہیں جنہوں نے قیامت کا دور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کیا "ان کا ایک حل یہ بیان فرمایا کہ انہوں نے نقصان اٹھایا اور دوسرا حل یہ بیان فرمایا کہ وہ اپنی دھنوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔"

اس نقصان کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو امعاء جسمانی اور عقل و فکر کے ساتھ بھیجا تاکہ انسان اپنی قوت عملیہ اور قوت عقیدہ سے نفع حاصل کرے اور وہ نفع ہے اخروی نعمتوں کا اور غیر عقلی اجرو ثواب کے حصول کا اور یہ نفع اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن جب کافر اللہ اور اس کے رسول پر اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے تو ان کو اخروی نعمتوں کا نفع حاصل نہیں ہوا امور کفر اور معصیت کی وجہ سے ثواب کے بجائے عذاب کے مستحق ہوئے۔ من کا دوسرا نقصان یہ ہے کہ وہ اپنی دھنوں پر گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس نقصان کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کی معلولت کا مکمل یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اس کی مہولت میں مشغول رہے اور دنیا کی دلفریبیوں اور عیاشیوں سے خود کو بے تعلّق رکھے اور ہر قسم کے گناہوں سے اپنے آپ کو باز رکھے اور جو محض قیامت کا دور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا سحر ہو گا وہ اخروی زندگی کے لیے کسی زائد و کمزور چیز نہیں کرے۔ گناہ اس کے برعکس وہ شہوت اور غضب کے نقصان میں ڈوب کر اپنے گناہوں کے بوجھ میں غرق ہو کر رہے گا حتیٰ کہ جب اس کے پاس قیامت آپہنچی تو وہ کہے گا "ہائے افسوس! میری اس تصویر جو قیامت کے حلقہ بچھ سے ہوئی دور آتا ہے وہ اپنی دین پر گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو گا اور یہ کہ میرا بوجھ ہے۔"

دور قیامت کو ساعت اور اللہ سے ملاقات کا دن فرمانے کی توجیہ

اس آیت میں قیامت کو ساعت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ قیامت ایک ساعت میں واقع ہوگی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حساب و کتب بھی ایک ساعت میں ہو گا اور قیامت ایک ساعت حساب ہے۔



صحیح مسلم کی روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو تمہارا خیال ہے وہ بات تمہیں ہے لیکن جب چلیاں اوپر کی طرف چڑھ جائیں اور جب سانس سیدھی اکٹرنے لگے اور جسم پر لرزہ طاری ہو اور انگلیوں میں قطع ہو جائے اس وقت جو اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھنے کو اللہ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور جو اس وقت اللہ سے ملاقات کو پسند کرے تو اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی خوشی اور بخشش نزع روح کے وقت مستحب ہوتی ہے۔ اس وقت ہر انسان کو یہ خبر دے دی جاتی ہے کہ اس کا کیا انجام ہے؟ اور آخرت میں اس کے لیے کیا تیار کیا گیا ہے؟ اور اس کا اخروی مفائد اس کے لیے کھنکھ کر دیا جاتا ہے۔ ایک لوگ سوٹ کو اور اللہ سے ملنے کو پسند کرتے ہیں تاکہ ان انصاف کی طرف غفل ہو جائیں جو ان کے لیے تیار کیے گئے ہیں اور اللہ بھی ان کو پسند کرتا ہے تاکہ ان پر اپنا انعام اور اکرام فرمائے اور بدکار لوگ اللہ سے ملاقات کو پسند کرتے ہیں کیونکہ ان کو پناہ مل جاتی ہے کہ ان کو عذاب کی طرف دھکیلا جائے گا اور اللہ بھی ان سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور ان کو اپنی رحمت اور اپنے عفو و کرم سے دور رکھتا ہے۔

امام ابن جریر متوفی ۳۴۰ھ نے اس آیت کی تفسیر میں عموماً قیس سے روایت کیا ہے کہ مومن جب اپنی قبر سے نکلے گا تو اس کا نیک عمل حسین صورت اور قیس خوشبو میں اس کا استقبال کرے گا اور اس سے کہے گا کیا تم مجھ کو پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا نہیں البتہ تمہاری خوشبو بہت نیک ہے اور تمہاری صورت بہت حسین ہے۔ وہ کہے گا تم بھی دنیا میں اسی طرح تھے میں تمہارا نیک عمل ہوں میں دنیا میں بہت عرصہ تم پر سوار رہا آج کے دن تم مجھ پر سواری کرو اور یہ آیت پڑھے گا جس دن ہم متفقہ کو زمین کی طرف بلور وفد جمع کریں گے (مریم ۸۵) اور کافر کا عمل نجات دہی صورت اور بدکار کے ساتھ اس کا استقبال کرے گا اور اس سے کہے گا تو دنیا میں اسی طرح تھا میں تیرا رمل ہوں۔ تو دنیا میں بہت عرصہ مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سواری کروں گا۔ پھر یہ آیت پڑھے گا اور وہ اپنی بیٹیوں پر (اپنے گناہوں کا) بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ سناوہ کیا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (الانعام ۳۲) (جامع البیان ۲/۲۷۷ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور دنیا کی زندگی تو صرف کھیل تماشا ہے اور بے شک آخرت کا مکر متحین کے لیے بہت اچھا ہے پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لو گے۔ (الانعام ۳۲)

آیات سابقہ سے مناسبت اور وجہ ارتباط۔

جو لوگ قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کے مکر تھے ان کے نزدیک دنیا اور اس کی رہنمائی اور دنیا کی راحتیں اور لذتیں بہت بڑی چیز تھیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دنیا کا فیس اور ٹھکانا اور اس کا ریک اور بے وقت اور بے مال ہو ثابت فرمایا اور چونکہ یہ دنیا آخرت کی سعادتوں اور کامیابیوں کا سیلہ اور ذریعہ ہے اس لیے اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مطلقاً دنیا کی زندگی مذموم نہیں ہے بلکہ کافر کی زندگی مذموم ہے اور مومن چونکہ نیک اعمال کے ساتھ زندگی گزارتا ہے اس لیے اس کی زندگی کو مذموم نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے اور دنیا کی زندگی مطلقاً مذموم ہے اور دنیا سے مراد دنیا کی لذتیں اور راحتیں ہیں اور جس طرح انسان کھیل تماشے میں مشغولیت سے جب فارغ ہوتا ہے تو وہ اس پر افسوس کرتا ہے کہ اگر اس وقت کو کسی نیک کے کام میں گزارا ہو تو زیادہ بہتر ہوتا اسی طرح دنیا کی لذتوں سے جب انسان فارغ ہوتا ہے تو وہ اس پر افسوس کرتا ہے کہ اگر یہ وقت کسی عبادت میں صرف کیا ہو تو زیادہ اچھا ہوتا۔

دنیا کی زندگی کو مذموم قرار دینے کی وجوہات

دنیا کی زندگی کو مذموم قرار دینے کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

- ۱۔ لودو لعب کی مدت کم ہوتی ہے اور مدت جلد ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دنیا کی زندگی بھی کم ہوتی ہے اور جلد ختم ہو جاتی ہے۔  
 ۲۔ لودو لعب عموماً کسی فریب پر جتنی ہو گا ہے اسی طرح انسان دنیا کی زندگی کو کبھی کسی فریب کے سارے گزارتا ہے۔  
 ۳۔ عموماً بچے اور جوان اور عاقل لوگ لودو لعب میں اشتغال کرتے ہیں اور عجیدہ اور نعیدہ لوگ لودو لعب میں زیادہ مشغول نہیں ہوتے۔ اسی طرح دنیا کی لذتوں اور وترفیروں میں بھی چل چل اور عاقل لوگ مشغول رہتے ہیں اور جو عقل مند اور ذہیرک لوگ ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ دنیا اور اسی کی لذتیں فانی ہیں۔ لہذا وہ فانی کی بہ نسبت باقی رہنے والی نعمتوں کے حصول کی جدوجہد میں مشغول رہتے ہیں۔

دنیا کے بے وقعت ہونے کے متعلق احادیث

حافظ ابو عبد اللہ بن محمد بن عیسیٰ بن ابی الدین اسحاقی ۸۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مسطور بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواروں کی ایک جماعت میں جا رہا تھا، ایک آپ ایک جگہ سے گزرے، جہاں ہمیں کا (امروہ) پھر پڑا، ہوا، اقلہ آپ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ جب اس کے بالوں نے اس کو پھینکا ہو گا تو یہ ان کے نزدیک ہے وقت ہو گا۔ مجھ نے کہا اس کے بے وقت ہونے کی وجہ سے ہی انہوں نے اس کو پھینک دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ جس قدر یہ بکری کا امروہ پھر اپنے بالوں کے نزدیک ہے وقت ہے اللہ عزوجل کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ ہے وقت ہے۔

[illegible]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میں کافرانہ خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔  
 (ام الدین) رقم الحديث: ۳۸۳، مسند احمد: ۲/۴۱۵، سنن ترمذی: ۲/۴۱۵، مجمع بین الصحابہ: رقم الحديث: ۳۸۳  
 ۶۸۷، سنن ابن ماجہ: ۲/۴۱۵، رقم الحديث: ۳۸۳، مسند احمد: ۲/۴۱۵، سنن ترمذی: ۲/۴۱۵، مجمع بین الصحابہ: رقم الحديث: ۳۸۳  
 محمد بن مسلمہ اور اپنے والد حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا طغوت ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ  
 بھی طغوت ہے لہذا اس کے جو امثلہ کے لیے ہو۔ امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے "ماوا اللہ" کے ذکر کے اور ذکر  
 کرنے والوں کے اور ماوا عالم یا مستطعم کے

(الم لفظاً) رقم المصحف: سنن ترمذی ج ۳، رقم المصحف: ۲۲۷۹، سنن ابن ماجه ج ۲، رقم المصحف: ۲۳۳، طبقات الادباء ج ۳، ۱۵۷

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچائے گا اور جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرے گا وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا۔ سو تم بقی رہنے والی چیز کو اپنی ہی ہونے والی چیز پر ترجیح دو۔ (ام الدین) رقم الحديث ۸۰۰ مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۳ طبع قدیم المستدرك ج ۳ ص ۸۱ (۳۰۸)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کی محبت ہر گنہگار کی اصل ہے۔ (ام الدین) کتاب الزہد ص ۱۸۸



عذاب ہو گا۔ (زم فہرست: ۱) مطبوعہ مکتب الشیخہ، بیروت (۱۳۳۵ھ)

حضرت محمد بن حنفیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے ہر فقر کا خوف نہیں ہے، لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا اس طرح کھلے کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کھلے کر دی گئی تھی، سو تم دنیا میں اس طرح رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے رغبت کی اور تم اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح وہ ہلاک ہو گئے تھے۔"

(صحیح ابوداؤد: ج ۳، رقم الحدیث: ۳۵۸۸، صحیح مسلم: ج ۲، رقم الحدیث: ۴۶۱۱، سنن ترمذی: ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۷۰، سنن ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۹۷۷، مسند احمد: ج ۳، ص ۳۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جس کے نشان آپ کی جلد پر نقش ہو گئے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ہاں بپ نہ اہوں، اگر آپ ہم کو اجازت دیں تو ہم چٹائی کے اوپر کوئی چیز بچھا دیں جس سے آپ کی جلد محفوظ رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا مطلب ہے؟ میری اور دنیا کی مثل یہ ہے جیسے کوئی سوا کسی درست کے سامنے میں بیٹھے، پھر سامنے کو ترک کر کے سڑ شروع کر دے۔

(سنن ترمذی: ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۱۰۹، مسند احمد: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۷۰۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ سے اس طرح حیا کرو جس طرح حیا کرنے کا حق ہے۔ ہم نے کیا یا رسول اللہ! اللہ ہم حیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بات نہیں ہے لیکن اللہ سے حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ تم سر اور اس کے نچلے حصہ کی حفاظت کرو اور پیٹ اور اس کے نچلے حصہ کی حفاظت کرو اور موت اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت کو ترک کر دیتا ہے اور جس نے ایسا کیا اس نے اللہ سے اس طرح حیا کی جو حیا کرنے کا حق ہے۔ (سنن ترمذی: ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۵۹)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کا مقصد دنیا ہو اللہ اس کے معاملات و دگرگوں کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے فقر کر دیتا ہے اور دنیا سے اس کو دبی چیز ملتی ہے جو اس کے لیے مفید نہ ہوتی ہے اور جس شخص کی نیت آخرت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے معاملات جمع کر دیتا ہے اور اس کا دل مستغنی کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۱۰۵، اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تمہارے نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تمام نعمات کو صرف آخرت کا حصہ بنا دیا اللہ اس کو دنیا کے انکار سے کھلی ہو گا اور جس شخص کے تمام انکار دنیا کے معاملات کے متعلق ہوں اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ وہ کس دلوئی میں ہلاک ہوتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۱۰۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میں اس طرح رہو جیسے مسافر ہو یا راستہ پار کرنے والے ہو اور اپنے آپ کو اہل قہر میں سے شمار کرو۔

(سنن ترمذی: ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۸۳، صحیح ابوداؤد: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۵۸۸، سنن ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۱۰۶، صحیح ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۱۰۶، سنن ابی نعیم: ج ۳، ص ۳۸)

حضرت سل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی وقت چھرے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کافر کو اس سے ایک گھونٹ بھی نہ پلات۔

(سنن ترمذی: ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۱۰۶، حلیۃ الاولیاء: ج ۳، ص ۳۰۳، ج ۸، ص ۲۹۰)

حضرت سہیل بن سعد السعیدی چہیزہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جس کو میں کروں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم دنیا میں بے رنجی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں ان سے بے رنجی کرو تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔ (سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث: ۴۷۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۸۵ھ)

حضرت علی چہیزہ نے فرمایا دنیا جانے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے فرزند ہیں۔ سو تم آخرت کے فرزند بنو دنیا کے فرزند نہ بنو۔ آج عمل ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب ہو گا اور عمل نہیں ہو گا۔

(صحیح البخاری کتاب الرقاق باب فی الاصل والولد)

حضرت ابو سعید خدری چہیزہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم کو رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور قیامت تک واقع ہونے والی کسی چیز کو نہیں چھوڑا مگر اس کی ہم کو خبر دی اس کو یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور اس کو بھلا دیا جس نے بھلا دیا اور آپ کے ارشادات میں یہ بھی تھا کہ دنیا سرسبز اور میٹھی ہے اور اللہ تم کو دنیا میں فیض بنانے والا ہے پھر وہ دیکھنے والا ہے کہ تم کیا کرتے ہو اس نوا تم دنیا سے پرہیز کرو اور حوروں سے پرہیز کرو (مسلم کی روایت میں ہے) کیونکہ جو اسرائیل کا پہلا قتلہ حوروں میں پراہوا تھا اور آپ کے ارشادات میں یہ بھی تھا کہ جس شخص کو حق کا علم ہو جائے تو لوگوں کا دین اس کو حق بیان کرنے سے باز نہ رکھے۔ حضرت ابو سعید خدری نے لگے اور کہا ہم نے کئی چیزوں کو دیکھا اور ہم دیکھا میں آگئے۔ (الحدیث)

(سنن ترمذی 'ج ۳' رقم الحدیث: ۲۸۸۸ صحیح مسلم 'کتاب الادب' ج ۱۱ '۴۷۳۷' سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۰۰۰ صحیح ابن ماجہ 'ج ۸' رقم الحدیث: ۳۳۳۱ مسند احمد 'ج ۲' رقم الحدیث: ۱۳۳۸)

حضرت قتادہ بن انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ کسی بندے سے محبت کرنا ہے تو اس کو دنیا سے بچاتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص استسقاء کے مریض کو پانی سے بچاتا ہے۔

(سنن ترمذی 'ج ۳' رقم الحدیث: ۲۰۳۴ سنن ابو داؤد 'رقم الحدیث: ۳۸۵۶ سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۳۲) دنیا کے مال کو انسان اگر بیش و محسوس اور بے شمار خواہشات کو پورا کرنے میں صرف کرے تو پھر دنیا اور دنیا کا مال مذموم ہے اور ان اعلیٰ کا بھی عمل ہے اور اگر دنیا کے مال و دولت کو دین کی سہلندی، تبلیغ دین، اسلام کی نشر و اشاعت اور ضرورت مندوں کی مدد پر صرف کرے اور حج اور عمرہ کرے، قربانی، زکوٰۃ اور صدقات لوار کرے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرے اور نیکی اور خیر کے راستوں میں مال کو خرچ کرے تو پھر دنیا کا مال و دولت بہت سہاگ اور مستحسن ہے۔

نیکی کی راہ میں صرف کرنے کی نیت سے مال دنیا کا استحسان

امام مسلم بن حجاج قسوسی حنفی ۳۷۸ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا صرف دو مقصود پر حسد (ارتکاب) کرنا مستحسن ہے۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ نے قرآن دیا ہو اور وہ دن رات قرآن کے ساتھ قیام کرنا ہو اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ دن رات اس مال کو (نیکی میں) خرچ کرنا ہو۔

(صحیح مسلم 'سفرین' ۳۲۱ (۸۵۵) صحیح بخاری 'ج ۸' رقم الحدیث: ۵۵۹۸ سنن ترمذی 'ج ۳' رقم الحدیث: ۱۳۳۳ سنن کبریٰ لسانی 'ج ۵' رقم الحدیث: ۸۰۷۷ سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث: ۴۷۳۷ مسند احمد 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۳۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

جیدہ مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۵ دلائل الفکر طبع قدیم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صرف دو فضول پر حمد (ارشاد) کرنا مستحسن ہے۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ نے بل دیا ہو اور وہ اس کو حق کے راستوں پر خرچ کرنا ہو اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت (علم دین) عطا کیا ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرنا ہو اور تعلیم دے۔

الحج مسلم مسافرن ۳۸۱ (۸۷۷) صحیح البخاری ج ۲ رقم الحدیث ۵۸۳۰ سنن کبریٰ للنسائی ج ۲ رقم الحدیث ۵۸۳۰ سنن ابن ماجہ ج ۲ رقم الحدیث ۲۲۰۸ مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۲ ج ۴ ص ۳۸۸ ج ۵ ص ۱۰۵ طبع قدیم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فقراء مہاجرین نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اصحاب ثروت اور دولت مند لوگ بلند درجات اور دائمی نعمتوں کو لے گئے۔ آپ نے فرمایا وہ کس وجہ سے؟ انہوں نے کہا وہ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں اور ہم صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کر سکتے۔ اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم غلام آزاد نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز کی تعلیم نہ دوں جس کی وجہ سے تم ان کے درجہ پر نہ پہنچو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی پر بھی سبقت کر دوں گا اور تم سے کوئی شخص افضل نہیں ہوگا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس حکم کو کب سے انہوں نے لیا؟ انہیں اللہ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ! اللہ اکبر اور الحمد للہ پڑھو۔ فقراء مہاجرین پھر دوبارہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہمارے بل دار بھائیوں کو بھی ان تیسرا ت کا پتہ چلی گیا؟ اور وہ بھی ہماری طرح یہ تیسرا ت پڑھنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔ (صحیح مسلم مسافرن ۳۲۲ (۵۸۵) ۳۲۲)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے بل و دولت کو اللہ کا فضل قرار دیا اور اس کی تائید اس آیت کریمہ میں بھی ہے:

قِيَادَ أَفْصَحَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ (الحج ۳۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہمسایہ سب سے زیادہ غلام دار تھے۔ اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ غلام مسد کے بھائی ہر قاضیہ مہر کے سامنے جو بیلا کاغذ تھا رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں خوش رائحة پانی پیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز کو خرچ نہ کرو۔ (اکل عرفہ ۱۳) تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز کو خرچ نہ کرو اور میرے نزدیک میرا سب سے زیادہ پسندیدہ غلام ہر قاضیہ اور یہ اللہ کی رگوں میں صدقہ ہے۔ میں اللہ کے پاس اس کی نیکی اور ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں۔ یا رسول اللہ! آپ اس کو چلیں چاہیں صرف کریں۔ آپ نے فرمایا چھوڑو یہ بل قطع آ رہا ہے یہ بل قطع آ رہا ہے۔ تم نے اس کے متعلق جو کہا وہ میں نے سن لیا اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ بل اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔ پھر حضرت ابو طلحہ نے یہیر مارا اپنے رشتہ داروں اور غم زدوں میں تقسیم کر دیا۔

الحج مسلم زکوٰۃ ۳۲ (۹۸۸) صحیح البخاری ج ۲ رقم الحدیث ۱۳۶۷ سنن کبریٰ للنسائی ج ۲ رقم الحدیث ۱۱۰۶۶

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس آپ کا غلام ہے۔ آپ اس کے حق میں اللہ سے دعا کیجئے، آپ نے دعا کی۔ اے اللہ! اس کے دل اور لولا کو زیادہ کر اور اس کو جو کچھ عطا فرمائے، اس میں برکت دے۔

(صحیح مسلم، فضائل صحابہ، ۳/۱۳۱، ۳۸۱، ۳۸۲، صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۸، سنن ترمذی، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۸۵۳)  
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے عطا فرما رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ محتاج کو دیجئے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپ نے مجھے بل عطا فرمایا۔ میں نے عرض کیا مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو دیجئے۔ آپ نے فرمایا اس کو لے لو، جب تمہارے پاس بل آئے در آنحائیکہ تم اس پر حریص ہو، نہ اس کا سوال کر رہے ہو تو اس بل کو لے لو اور جو بل اس طرح نہ ہو اس کے درپے نہ آؤ۔

(صحیح مسلم، زکوٰۃ، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحدیث: ۴۳، سنن ابی داؤد، ج ۵، رقم الحدیث: ۱۲۶۰۸)  
حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا۔ آپ نے مجھے عطا فرمایا میں نے پھر سوال کیا، آپ نے مجھے پھر عطا فرمایا، میں نے پھر سوال کیا آپ نے مجھے پھر عطا فرمایا پھر آپ نے فرمایا یہ بل سرسبز اور ششہا ہے۔ جو شخص اس بل کو استثناء نفس سے لے گا، اس کو اس بل میں برکت دی جائے گی اور جو شخص حریص ہو کر اس بل کو لے گا، اس کو برکت نہیں دی جائے گی اور وہ اس شخص کی طرح ہو گا جو کھانا ہے اور سیر نہیں ہو تا اور لوہا والا پتھر چلے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(صحیح مسلم، الزکوٰۃ، ۹۱، ۹۲، ۹۳، صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳، سنن ترمذی، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۳، سنن ابی داؤد، ج ۵، رقم الحدیث: ۲۳۰۰، سنن کبریٰ للعلانی، رقم الحدیث: ۲۳۰۰، مسند احمد، ج ۵، رقم الحدیث: ۳۳، صحیح ابن حبان، ج ۸، رقم الحدیث: ۳۳۰۰، المعجم الکبیر، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۰۸۰، مسند عبد الرزاق، رقم الحدیث: ۲۰۰۱، سنن کبریٰ للعلانی، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۰۰)

دنیا کی محبت مطلقاً مذموم نہیں ہے

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ مطلقاً دنیا مذموم نہیں ہے۔ البتہ اگر بل دنیا کو بھارت خواہشات کے پورا کرنے میں خرچ کیا جائے تو یہ لائق طاعت اور مستوجب عذاب ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے محبت کرنا اور ان سے دل لگا بھی مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔

امام ابو عبد الرحمن احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کی چیزوں سے غور توں اور خوشبو کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی ہے اور میری آنکھوں کی عذک نماز میں ہے۔

(سنن ابی داؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۹۹۹، مسند احمد، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، مسند احمد، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، مسند احمد، ج ۳، رقم الحدیث: ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷)  
بلکہ ممنوع اور مذموم یہ ہے کہ انسان دنیا کے حصول کو ہی مقصد حیات سمجھ لے، جبکہ مقصد آخرت ہے اور دنیا اس کے حصول کا وسیلہ اور اس تک پہنچنے کا ذریعہ ہے یا بعدہ دنیا کی رعیتوں اور دل فریبوں میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل ہو جائے۔ انسان اپنے لیے، اپنے دل باپ اور اپنے دل و مال کے لیے رزق حلال کی جستجو کرتا ہے اور اپنے رشتہ داروں اور دیگر انسانوں کے ساتھ جو الفت اور محبت کے ساتھ پیش آتا ہے اور ملک و قوم کی فلاح کے لیے اور انسانیت کی خدمت کے لیے جو دنیا میں جگہ و دو کرتا ہے، اور کھربائے انجام دیتا ہے ان تمام کاموں میں حسن نیت کی بنا پر اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بشارتوں کے مطابق اجر و ثواب ملے گا اور یہ تمام کام طاعت اور عبادت میں شامل ہیں اور جس وجہ سے دنیا

کی خدمت کی گئی ہے یہ کلام اس میں داخل نہیں ہیں۔  
لو ولعب کے معنی کی تحقیق

اس آیت میں فرمایا ہے اور دنیا کی زندگی تو صرف لو ولعب ہے۔ اس لیے ہم لو ولعب کی تشریح کرنا چاہتے ہیں۔ علامہ حسین بن محمد راقب اعظمی صوفی ۴۵۵ھ کو کاسمی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:  
جس چیز میں مشغولیت کی وجہ سے انسان اپنے مقصود سے غافل ہو جائے اس کو لوب کہتے ہیں۔ دنیا کی زیب و زینت مثلاً عورتوں اور بچوں کو بھی لو ولعب کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں مشغولیت کی وجہ سے انسان اپنے مقصود سے غافل ہو جاتا ہے۔  
قرآن مجید میں ہے:

أَلْهَيْكُمْ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝  
(التكاثر: ۲۰)  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا  
أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۝ (المنافقون: ۹)  
لَا تُلْهِكُمْ فِي سَبْعَةِ مَجَالٍ  
اللَّهُ وَاقِئَامَ الصَّلَاةِ وَاتِّخَاذَ الزَّكَاةِ  
يَحَافُونَ ۝  
يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ  
(النور: ۳۷)  
ان آیات میں اولاد مال و دولت اور تجارت میں مشغول ہونے سے مطلقاً منع نہیں فرمایا بلکہ اس حد تک اشتغال سے منع فرمایا ہے کہ انسان نماز اور دیگر عبادات سے غافل ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دیگر آیات میں تجارت اور مال جمع کرنے کی اجازت دی ہے:

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ (الحج: ۲۸)  
(دع ج کے لیے میں گئے) تاکہ اپنے فائدے کے مقامات

پر حاضر ہوں۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَسْعَوْا فَضْلًا تَرَىٰ  
رَبَّكُمْ (البقرہ: ۲۸۸)  
(ج کے دوران) اپنے رب کا فضل (مردی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(المفردات ص ۳۵۵ مطبوعہ المکتبۃ الرضویہ ایران ۱۳۶۳ھ)

لوب کاسمی بیان کرتے ہوئے علامہ راقب اعظمی لکھتے ہیں:

لوب اصل میں لعب ہے یہ لفظ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب نہ سے لعب بننے لگے اور جب کسی شخص کا فضل بغير قصد کے واقع ہو تو اس کو لعب کہتے ہیں۔ (المفردات ص ۳۵۵ مطبوعہ ایران)

علامہ ابن الاثیر البزری الترمذی ۷۶۶ھ لکھتے ہیں:

لوب کاسمی ہے لائق میں کوئی کام کرنا۔ حدیث میں ہے تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا سلک سلک بطور اہل بیحدگی سے نہ لے یعنی وہ اس کا سلک اس کو تنگ کرنے کے لیے لیتا ہے اور چوری کا ارادہ نہیں کرتا لیکن اس کو لذت پہنچانے کا بیحدگی سے ارادہ کرتا ہے۔ سو بیان کرتے ہیں اور جو شخص غفلت اور بے فائدہ کام کرے اس کو بھی لعب کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے ہم سب در میں

مذکور ہے تھے جب موسیٰ جو ش سے اٹھ رہی تھی اور ایک ملک میں تھی اس کے ساتھ لب کرتی رہیں یعنی مومنوں نے ان کو اس طرف نہیں جانے دیا جس طرف وہ جانا چاہتے تھے (تفسیر: ج ۳ ص ۲۵۴-۲۵۵ مطبوعہ ایران ۱۳۶۷ھ)  
اور وہ لب کو لب کا ترجمہ کھیل تھانے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ہم نے لب کو جو معنی بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ مائل کرنا  
اور لب کا خلاصہ یہ ہے مقصد اور بے قاعدہ کام کو کھیل اور تماشہ مونا اور بے قاعدہ ہو تاکہ وہ لب اور اس میں مشغول ہونے کی  
وجہ سے انسان مہلکات اور کئی اہم کاموں سے غافل ہو جاتا ہے اس لیے کھیل اور تماشہ کو لب کہتے ہیں۔

### کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کے احکام

ہر کھیل تماشہ مطلقہ منوع اور حرام نہیں ہے بلکہ جو کھیل تماشہ کسی غیر شرعی امر پر مشتمل ہو مثلاً غیر محرم مردوں اور  
عورتوں کا اختلاط ہو یا انجینی مرد عورتوں کے سامنے یا انجینی عورتیں مردوں کے سامنے تماشہ کرکٹ کھیلیں یا ٹینس کھیلیں یا رقص  
کریں یا کسی کھیل میں کھیلنے والوں کا ستر کھلا رہے تو ایسے کھیل منوع ہیں یا جس کھیل میں جانہیں سے شرط لگائی جائے کہ جو فرق  
بھی کھیل میں ہار گیا وہ جیتنے والے کو اتنی رقم دے گا یا ملاں جڑے گا یا ملاں جڑے کلائے گا۔

یا کسی کھیل میں اس قدر اشتغال کیا جائے جس سے فرائض اور واجبات ترک ہو جائیں تو وہ کھیل جائز نہیں ہیں۔

امام ابو عبد الرحمن احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صرف تین چیزوں میں ہے کسی شخص کا اپنے  
گھوڑے کو سدھانا کسی شخص کا اپنی بیوی سے دل گلی کرنا اور کسی شخص کا ستر ادا کرنا۔

(سنن ابی داؤد: ۳۵۸۰، سنن ابی داؤد: ۲۱۲، رقم الحدیث: ۲۵۱۳، مسند احمد: ج ۳ ص ۱۳۶)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت جیشی نبی ﷺ کے پاس مسجد میں کھیل رہے تھے حضرت عمر داخل  
ہوئے اور انہوں نے ایک نکری اٹھا کر انیس ماری۔ آپ نے فرمایا اے عمر ان کو چھوڑ دو۔

(صحیح البخاری: ج ۳، رقم الحدیث: ۲۹۰۱)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے  
اور جیشی رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں ہتھیاروں سے کھیل رہے تھے۔ آپ مجھے اپنی چادر میں چھپا رہے تھے لیکن میں ان کے  
کھیل کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر آپ میری وجہ سے کھڑے رہے حتیٰ کہ میں خود وہیں مڑی۔ سو تم اندازہ کرو کہ ایک کم عمر  
کھیل کی شوخیاں لڑنے کی وجہ سے کھیل دیکھا ہو گا۔

(صحیح مسلم: ص ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، صحیح البخاری: ج ۱، رقم الحدیث: ۲۰۲۱، ۲۰۲۲، ۲۰۲۳، سنن ابی داؤد: ۲۵۱۳، سنن ابی داؤد: ۲۱۲، رقم الحدیث: ۲۵۱۳)

حدیث میں ہے کہ عید کے دن جیشی مسجد میں آکر رقص کر رہے تھے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ علامہ نے اس حدیث کو  
اس پر محمول کیا ہے کہ جیشی اپنے ہتھیاروں کے ساتھ آجمل کوڑ رہے تھے اور اپنے جنگی آلات کے ساتھ کھیل رہے تھے اور ان  
کا یہ کھیل رقص کے مقابلہ تھا یہ کہ اکثر روایات میں ہتھیاروں کے ساتھ کھیلنے کا ذکر ہے۔ اس لیے اس حدیث کی ایسی تویل کی  
جائے گی جو باقی احادیث کے موافق ہو۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں 'حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم' کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت زید سے فرمایا تم میرے مولیٰ (آنو کو وہ نظام) ہو تو وہ ایک ٹانگہ پر رقص کرنے لگے اور حضرت جعفر سے فرمایا تم میری صورت اور سیرت کے مقابلہ ہو تو وہ حضرت زید کے پیچھے ایک ٹانگہ پر رقص کرنے لگے۔ پھر مجھ سے فرمایا تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں تو میں حضرت جعفر کے پیچھے ایک ٹانگہ پر رقص کرنے لگے۔

(مسند احمد 'ج' ۱، ص ۱۰۸، مطبوعہ دار الفکر، مطبع قدیم، مسند احمد 'ج' ۱، رقم الحدیث: ۸۵، مطبع دار الحدیث، قاہرہ ۱۳۱۶ھ)  
علامہ احمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد 'ج' ۱، ص ۵۳، مطبع قاہرہ)  
علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی حنفی ۵۵۰ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت علی کی روایت سے مسند احمد میں ہے۔ اسی طرح المذاہری مرحوم روایت میں ہے کہ حضرت جعفر بن محمد کے گرد پھر لگنے لگے۔ نبی محمد نے فرمایا یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے بیٹوں کو دیکھا ہے وہ اپنے باپ شاہوں کے سامنے اس طرح کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ ہمیشہ جب اپنے اصحاب میں سے کسی سے خوش ہوتا تو اس کے گرد کھڑے ہو کر ایک ٹانگہ پر رقص کرنے لگتے۔ حدیث میں حرجل کا لفظ ہے۔ اس کا معنی ہے ایک ٹانگہ پر کھڑے ہو کر حرجت مخصوصہ کے ساتھ رقص کرنا اور حضرت علی کی حدیث میں مذکور ہے کہ تینوں نے اس طرح رقص کیا۔

(فتح الباری 'ج' ۱، ص ۵۰، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۱ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک عورت کو ایک انصار کے مو سے زخف (شادی) کے لیے تیار کیا۔ نبی محمد نے فرمایا اے عائشہ کیا تمہارے پاس کوئی لہو (کھیل) ہے؟ کیا تم انصار کو لہو اچھا لگتا ہے۔

(صحیح البخاری 'ج' ۱، رقم الحدیث: ۵۱۶۲، مطبوعہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

عائشہ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو طلحہ بن کعب اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک شادی میں گیا۔ وہیں بچیاں گارسی تھیں۔ میں نے کہا آپ دونوں رسول اللہ محمد کے بدوی صحابی ہیں اور آپ کے سامنے یہ ہو رہا ہے انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر گھاسنوں اور چاہو تو پیٹے جھوٹے ہیں شادی کے موقع پر لو کی اجازت دی گئی ہے۔ (سنن النسائی 'ج' ۱، رقم الحدیث: ۳۳۸۳، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت ۱۳۳۳ھ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

ابو سب کی بیٹی کے خولہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابو سب کی بیٹی کی شادی ہوئی تو ہمارے پاس رسول اللہ محمد تشریف لائے اور فرمایا کیا کوئی لہو (کھیل) ہے؟

(مسند احمد 'ج' ۱، ص ۱۰۸، مطبع قدیم، مسند احمد 'ج' ۱، رقم الحدیث: ۸۵، مطبع قاہرہ، المسند الکبیر 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۵۵، ص ۲۵۸، مطبع دار الفکر، بیروت ۱۳۱۶ھ)

علامہ احمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور علامہ ابن حجر نے تصحیح میں اس کی تصویب کی ہے۔

(مسند احمد 'ج' ۱، ص ۵۰، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۱ھ)

نبی محمد نے گھوڑے سواری کا مقابلہ کرایا، پھل دوڑ کا مقابلہ کرایا، آپ نے خود یہ کس نہیں دوڑ کے مقابلہ میں حصہ

لیا اسی طرح آپ نے رکعت سے کبھی بھی کہ ان تمام حدیثوں کو ہم نے صحیح طور سننے کے حوالہ سے (شرح صحیح مسلم ج ۲) میں بیان کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابوہریرہ مطلقاً ممنوع نہیں ہے اور جب کوئی کھیل کسی غیر شرعی امر پر مبنی نہ ہو نہ اس میں شرط نکلی جائے نہ اس سے کوئی عبادت ضائع ہو تو غرض صحیح سے مناسب حد تک اس کا کھیلنا جائز ہے اور جب کسی کھیل میں زیادہ دلچسپی لینے کی وجہ سے انسان عبادت سے غافل ہو جائے تو وہ ممنوع اور مذموم ہے۔

انسان کی صحت اور جسم کو چاق و چوبند رکھنے کے لیے مناسب حد تک کھیل اور ورزش مستحسن ہیں۔ بعض لوگ کریکٹ، بیڈ کرڈن رات بڑھنے کھینے کا کام کرتے ہیں، ان کو اپنے کام کی وجہ سے زیادہ چلنے پھرنے اور جسمانی مشقت کا موقع نہیں ملتا، جس سے ان کی توجہ نکل آتی ہے اور خون میں گلوٹول کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ لوگ ذیابیطس، ہائی بلڈ پریشر، دل کی بیماریاں مثلاً انجیانا، معده کا ضعف، کیمس اور السر وغیرہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان بیماریوں سے محفوظ رہنے یا بیماری لاحق ہونے کے بعد ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مختلف قسم کے چاکریکیوں اور ورزشوں میں مشغول رہنا حفظانِ صحت کے لیے نہایت ضروری ہے، ہم اس سے پہلے پاؤں بیان کر چکے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے مسلمانوں کی کرکٹ ٹیم کی کامیابی کے لیے دیکھ بھال کیا دیکھتے شیخ شہین رضا، صدر سوم، ۴۸-۵۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (۱۷۱ رسول کریم) ہم یقیناً جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو بائیں طے ہیں ان سے آپ تمکین ہوتے ہیں، دراصل یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے یہ ظالم تو اللہ کی آجوں کا انکار کرتے ہیں۔ (الانعام: ۱۳۳) شان نزول اور مناسبت

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

جبکہ بدر کے دن انس بن شریق اور ابوہریرہ جل کی ملاقات ہوئی، انس ابوہریرہ کو اس جگہ لے گیا جہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے ابوہریرہ سے کہا: ابو القلم! مجھے یہ بتاؤ کہ (سیدنا) محمد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے اور تمہارے سوا قریش کا اور کوئی فرد نہیں ہے جو ہماری باتیں سن رہا ہو۔ ابوہریرہ نے کہا: تم پر افسوس ہے، یہ خدا (سیدنا) محمد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ضرور صلیق ہیں اور (سیدنا) محمد پیغمبر نے کبھی صحت نہیں بولا، لیکن جھنڈا کعبہ کی درہائی اور زمر کی سیل پہلے ہی بنو قیس کے پاس ہیں۔ اگر نبوت بھی وہ ہے تو قریش کے پاس کیا باقی بچے گا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ دراصل یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے، یہ ظالم تو اللہ کی آجوں کا انکار کرتے ہیں۔ ۱۱۱ ۱۱۱ ۱۱۱

یانیہ بن کعب بیان کرتے ہیں کہ ابوہریرہ نے نبی پیغمبر سے کہا کہ ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے، لیکن آپ جو چیز لے کر آئے ہیں، ہم اس کی تکذیب کرتے ہیں۔

(جامع البیان ج ۲، ص ۲۴۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ، اسباب النزول، ص ۲۱۹، ۲۱۸) مقاتل نے بیان کیا کہ یہ آیت حادث بن عامر کے حلق نازل ہوئی ہے جو لوگوں کے سامنے نبی پیغمبر کی تکذیب کرتا تھا اور جب گھروالوں کے ساتھ تھا تو آتا تھا (سیدنا) محمد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہیں اور میرے نزدیک وہ صرف سچ شخص ہیں۔ (اسباب النزول، ص ۲۴۹، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اس سے پہلے آجوں میں کفار کا رد کیا جا رہا تھا اور اس آیت میں بھی ان کا رد ہے۔ پہلے ان کفار قریش کا رد کیا جو توحید، نبوت اور قیامت کا انکار کرتے تھے۔ پھر ان کافروں کا رد کیا جو سیدنا محمد پیغمبر کی رسالت کا اس لیے انکار کرتے تھے کہ آپ بشر تھے



اور فرشتہ نہ تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر ہم فرشتہ کو رسول بناتے تب بھی ہم اس کو امن کی صورت میں ہی بھیجے اور تم پر ہر اقتبلہ ہو جائے اور اس آیت میں امن کا فرق لکھا ہے جو نبی بھیجے گا اپنی باتوں سے ایذا پہنچاتے تھے۔ بعض آپ کو جو مانگتے تھے۔ بعض آپ کو جلد کر کے تھے اور بعض شاعر یا کلام یا مجنون کہتے تھے۔

### نبی بھیجے کی تسلی کی آیات

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجے کو کھڑکی کھڑکے اور امن کی دوسری دلی آواز باتوں کی وجہ سے تسلی دی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہم یقیناً جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں ان سے آپ شکایت ہوتے ہیں۔ دراصل یہ آپ کی کھڑکے نہیں کرتے یہ ظالم قرآن کی آیتوں کا ظالم کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی اور کئی آیتوں میں بھی نبی بھیجے کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح تسلی دی ہے:

قُلْ لَّعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ ۚ تَعْلَمُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِم أَن لَّيْسَ لَهُمْ شُرَكَاءُ ۚ  
يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا (الکہف: ۵۸)  
فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَاتٍ  
ان آپ ان کے پیچھے جان دے دیں گے۔  
ان پر حسرتوں کی وجہ سے آپ کی جان نہ بھلی جائے۔

(ماطر: ۱۸)

کافروں کی باتوں پر صبر کیجئے اور ان کو خوش اسلوبی سے  
جھوڑ دیجئے اور ان بھٹانے والے مالداروں کو جھوڑ پر جھوڑ  
دیجئے اور ان کو خود ہی سی مسلت دیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا ورثہ ہے: آپ سے پہلے بھی کتنے ہی عظیم رسولوں کی کھڑکے کی گئی سوائسوں نے اس کھڑکے اور ایذا  
رسانی پر صبر کیا۔ حتیٰ کہ ان کے پاس ہماری مدد آجی اور اللہ کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے اور بے شک آپ کے پاس  
رسولوں کی خبریں آچکی ہیں۔ (الانعام: ۳۳)

اس آیت میں نبی بھیجے کو دوبارہ تسلی دی گئی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ مخالفوں اور کافروں کی ایذا راستوں پر صبر کرنا انبیاء  
سابقین عظیم السلام کا طریقہ ہے اور نبی کو چاہیے کہ ان کی بے ہودہ باتوں سے اعراض کرے اور امن کی آیتوں پر صبر کرے۔  
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَاصِرٌ كَمَا صَبَرُوا لَوَالِئِ الْعَرَبِ مِمَّنِ الرَّسُولِ  
(الاحقاف: ۳۵) خدا۔

اس قسم کی آیات سے نبی بھیجے کو بار بار تسلی دینے اور صبر کی تلقین کرنے کی حکمت یہ ہے کہ صبر کرنے سے صواب کو  
برداشت کرنا آسان ہو جائے اور صبر کے اندر رحمت کے نزول اور کشمکش کے حصول کی ثبات ہے۔

قِيَانٌ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۚ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا  
(الشرا: ۵۶) ساتھ آسانی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور بے شک آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آچکی ہیں، یعنی ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں  
کہ انبیاء سابقین کو لوگوں نے بھٹایا اور انہوں نے امن کے بھٹانے پر صبر کیا اور پھر رسولوں کے پاس اللہ کی مدد آجی۔

رَأَى لَئِيْلٌ مُّسْتَرْسِلًا ۚ أَلَيْسَ أَمْسُوهُنَّ الْحَيٰوةِ  
الْآتِيَا وَيَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْهَادُ (المومن: ۵۷)

کو لو کہڑے میں گئے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا  
الْمُرْسَلِينَ ۝ اَلَهُمْ لَكُمْ التَّصَوُّرُونَ ۝ وَانْ  
جَعَلْنَا لَهُمُ الْغُلُوبُونَ (الصفت: ۳۵)

عجب پائے والا ہے۔

اور عبادت اللہ پہلے فرمایا کہ اس کا کوئی بدلے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر کہن لوگوں کی بے اعتدالی آپ پر دشوار ہے تو اگر آپ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں  
کوئی بیڑی تلاش کر سکتے ہیں، تاکہ کہن کے پاس (ہن کا مطلوبہ) مجرہ لے آئیں (تو لے آئیں!) اور اگر اللہ چاہتا تو کہن سب کو  
ہدایت پر جمع کر دیتا (تو اسے مطلوبہ) تو ہرگز غلبوں میں سے نہ ہو جائے (الانعام: ۳۵)

شان نزول

بعض آثار میں ہے کہ حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف قریش کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس  
گیا اور کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس اللہ کے پاس سے کوئی نشانی لائے جیسا کہ انبیاء سابقین علیہم السلام نشانیاں  
لائے تھے۔ پھر ہم آپ کی تحدیق کریں گے، اللہ تعالیٰ نے کہن کی مطلوبہ نشانیاں عطا فرمائے سے انکار فرمایا۔ تو انہوں نے نبی  
ﷺ سے منہ پھیر لیا، نبی ﷺ پر ان کا اعتراض کرنا بہت دشوار ہوا، تاکہ آپ ﷺ اپنی قوم کے ایمان لانے پر بہت حرص  
تھے اور وہ جب بھی کسی نشانی کا مطالبہ کرتے تو ان کے ایمان لانے کی طمع میں آپ کی یہ شدید خواہش ہوتی کہ وہ نشانی (مجرہ)  
نازل کر دی جائے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی ج ۸ ص ۸۰) مطبوعہ دار احیاء التراث العربی (بیروت)

زمین میں سرنگ بنانے اور آسمان پر بیڑی لگانے کے معانی اور تو جہیمات

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر آپ کو کہن لوگوں کا کلمہ بہت دشوار معلوم ہوتا ہے اور ان کی تکذیب بہت گراں محسوس  
ہوتی ہے اور اس سے آپ کو بہت رنج پہنچتا ہے تو اگر آپ زمین میں سرنگ بنا کر اس میں داخل ہوئے پر ہر دور وہاں بیڑی لگا کر  
آسمان پر چڑھنے پر ہر دور ہوں تو آپ ایسا کر لیں اور اگر آپ اس پر ہر دور نہیں ہیں تو پھر آپ پر لازم ہے کہ آپ ان کے خلاف غم و  
خسرہ کو برداشت کریں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور آپ کی نبوت اور دین اسلام کی حقانیت پر جو دلائل قائم کیے ہیں، صرف ان  
سے استدلال کریں اور کہن لوگوں میں غم و فکر کرنے کی اہلیت ہے کہن کو اس کی طرف متوجہ کریں جو اپنی عقل سے کام لینے  
کے بجائے بہت دھرمی پر قائم رہتے ہیں، کہن کی پروا نہ کریں۔

اس آیت کا دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ اگر آپ کے خیال میں کہن کے ایمان لانے کے لیے آپ کا زمین میں سرنگ بنا کر  
چلے جایا یا آسمان پر بیڑی لگا کر چلے جانا کافی ہے تو آپ ایسا کر لیں، اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ اگر آپ کو یہ خیال ہے کہ اگر  
آپ زمین میں سرنگ بنا کر چلے جائیں یا آسمان پر بیڑی کے ذریعہ چڑھ کر کہن کا مطلوبہ مجرہ لائیں تو آپ ایسا کر لیں، اور اس کی  
تائید ان آیتوں سے ہوتی ہے:

وَقَالُوا لَنْ نَبْرُدَّ لَكَ عَنِ السَّمَوَاتِ  
الْأَرْضِ ۝ وَنَكُونُ لَكَ جَنَّةً مِنْ جَنَّاتٍ  
وَعَبْ قَتْمَجْرَ الْأَنْهَارِ ۝ وَجَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ  
تَتَّبِعُوا السَّمَاءَ كَمَا رَعَيْتُمَا عِبَادًا كَسَفَا

اور کافروں نے کہا ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے  
حتیٰ کہ آپ ان کے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کر دیں یا  
آپ کے لیے بحیروں اور انہجروں کا کوئی باغ ہو، پھر آپ  
اس میں پینے ہوئے دریا جاری کر دیں، یا جیسا کہ آپ نے کہا

بھان القرآن

أَوْ تَأْتِيَنِي بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَيْلًا ۖ أَوْ يَكُونُ  
لَكَ كَيْفٌ مِّن رَّحْمَتِي ۖ أَوْ تَرْفَعَنِي فِي السَّمَاءِ وَلَسَ  
نُؤْمِنُ بِإِزْفِيقِكَ ۚ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا بَصِيرَةً  
ۚ قُلْ مُسْتَعَارُونَ ۚ هَلْ كُنْتُمْ إِلَّا مُشْرِكُونَ

(مناسرا قائل: ۳۷)

آپ ہم پر آسمان کو ٹھوٹے ٹھوٹے کر کے گرا دیں یا آپ اللہ  
اور فرشتوں کو ہمارے سامنے بے چارے لے آئیں، آپ کا  
سوائے کافروں یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے  
آسمان پر چڑھنے پر بھی ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، حتیٰ کہ آپ  
ہم پر ایک کتاب نازل کریں جس کو ہم پڑھیں۔ آپ کہنے لگے: میرا  
دب پاک ہے، میں صرف ایک بڑبڑوں اور اللہ کا رسول

ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کے مدح و ثناء کے صدق پر بطور برحقان اور مجزہ قرآن مجید نازل فرمایا اور یہ پہنچ گیا کہ اس میں  
نہ دو وہیں ہو سکتا ہے نہ اس کی کوئی نظیر لا سکتا ہے اور جب تمام دنیا اس پہنچنے سے عاجز ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا مجزہ ہو نا خوب ظاہر  
ہو گیا اور کفار کے لیے کسی عذر کی کوئی توجہ ناکش نہیں رہی، تو وہ لوگوں کو مغالطہ دینے کے لیے طرح طرح کی نشانیں طلب کرنے  
لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں نبیؐ سے یہ کہلایا کہ آپ کہنے میں صرف جبرور و رسول ہوں۔ یعنی میرا حکم اللہ  
کا پیغام پہنچانا ہے۔ وہ میں نے پہنچا دیا اور میری نیت پر کسی شخص کے اطمینان اور یقین کے لیے جس قدر مجربات اور نشانیں  
ضروری ہو سکتی تھیں وہ سب میرے رب نے ظاہر فرمادی ہیں۔ اب یہ کافر جمل و جہت اور ہمت و دھڑکے کے لیے عجیب و غریب  
مجربات طلب کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے مطلوبہ مجربات اس لیے عطا نہیں فرمائے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی نشانیں نہیں نازل  
فرماتا جس کے بعد عقل کی آزمائش کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب کافروں کی پوری قوم کسی مجزہ کی طلب پر  
اصرار کرے اور اس مجزہ کے حصول کے بعد بھی ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے اور نبیؐ کی بعثت  
کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمادیا تھا کہ اب ان پر عذاب نازل نہیں ہو گا، پہنچ فرمایا

وَمَا كُنَّا اللَّهُ لِنُعْذِبَهُمْ ذَاتَهُمْ ۚ (الانعام: ۳۳) آپ ان میں مسرور ہیں۔ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان کو عذاب دے اور انہیں ایک

مجزہ نبیؐ کے اختیار میں ہے یا نہیں؟

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے مقابلہ میں کسی نشان اور مجزہ کو ظاہر کرنا نبیؐ کے اختیار میں نہیں ہے۔  
اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ کسی نشان اور مجزہ کو ظاہر فرماتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو نبیؐ اپنی کوشش سے کسی مجزہ کو ظاہر  
نہیں کر سکتے اور یہ بالکل برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کو قدرت دی ہے کہ وہ اختیار عطا فرمایا ہے، لیکن اس قدرت اور  
اختیار کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ہتھکڑی ہو جائیں، حتیٰ کہ جس کام کو اللہ نہ کرنا چاہے آپ اس کو کر سکتے  
ہیں۔ اس سلسلہ میں نہ یہ کہنا مطلقاً درست ہے کہ کوئی مجزہ نبیؐ کے اختیار میں نہیں ہے اور نہ یہ کہنا درست ہے کہ تمام  
مجربات نبیؐ کے اختیار میں ہیں۔ قرآن مجید نبیؐ کا مجزہ ہے، لیکن اس کا نزول آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ اللہ  
تعالیٰ جب چاہتا ہے قرآن مجید کی آیات نازل فرماتا ہے۔ اسی طرح فیب کی خبریں دیتا آپ کا مجزہ ہے، لیکن یہ آپ کے اختیار میں  
نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فیب پر مطلع فرماتا ہے تو آپ فیب کی خبریں دیتے ہیں اور بعض مجربات آپ کے اختیار میں ہوتے  
ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام فرماں سے نقل کیا ہے کہ بعض خصائص کی وجہ سے نبیؐ عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے اور ان  
خصائص میں سے یہ ہے کہ جس طرح عام انسانوں کے اختیار میں افضل عطا ہوتے ہیں، اسی طرح نبیؐ کے اختیار میں افضل غیر

علیہ (مجزات) ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری ج ۳ ص ۷۷ طبع لاہور) انبیاء العلوم ج ۵ ص ۵۳ طبع بیروت

نبی ﷺ نے اپنے غلبہ دہن سے کئی بیاروں کو شفا عطا فرمائی۔ (اختصار ج ۳ ص ۱۳۳-۱۳۴) آپ نے پانی کے برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے فوارے کی طرح پانی جاری ہو گیا۔ (صحیح البخاری ج ۳ رقم الحدیث: ۴۶۸) سرکہ بدر میں جب جنگ کی شدت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ننگریوں کی ایک مٹی بھر کر کھدائی طرف پھینکی اور تین مرتبہ شاحت الوجہ فرمایا۔ اللہ کی قدرت سے ننگریوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھ میں پڑے اور وہ سب آنکھیں ملنے لگے۔ (روح المعانی ج ۹ ص ۱۸۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کے ایک پیٹھدار اور بن کی آنکھ نکل گئی (صحیح البخاری ج ۲ رقم: ۳۳۹)

نمایا ﷺ نے ایک شخص کے متعلق فرمایا ابو شمرہ ہو چاہو شخص جو کوئی بھی تھا وہ ابو شمرہ ہو گیا۔ (صحیح مسلم 'التوبہ' ص ۵۳) (۲۷۸۲) اس قسم کے معجزات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان معجزات کو نبی ﷺ کی قدرت اور اقبال میں دے دیا تھا۔

جبر اہدایت نہ دینے کی حکمت  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا یعنی اگر اللہ تعالیٰ من کو جبراً مومن بنانا چاہتا تو ان سب کو مومن بنا دیتا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے طور اس کے طریقہ کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ اس نے دنیا میں خیر اور شر دونوں چیزوں کو پیدا کر دیا ہے اور شر کی ترغیب کے لیے شیطان کو پیدا کیا اور خیر کی تحریک کے لیے انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا اور انسان کے اندر بھی خیر اور شر کے دو محرک پیدا کیے۔ پھر انسان کو عقل سلیم عطا کی 'اب وہ خادعی اور داعلی تحریکات میں سے جس سے بھی متاثر ہو کر جو راستہ بھی اختیار کرنا ہے' خیر اور شر میں سے جس راہ پر چلنے کا فیصلہ کرنا ہے 'اللہ تعالیٰ اس میں وہی فعل پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ از خود اس پر کوئی راستہ مسلط نہیں کرنا اور چونکہ خیر یا شر بندہ میں اسی کے اختیار میں پیدا کی جاتی ہے 'اس لیے اس اختیار کی وجہ سے اس کو جبراً یا سزا دی جاتی ہے۔

اس آیت میں نبی ﷺ کو یہ بتایا گیا ہے کہ کفار کہ کو ہدایت نہ لانے کے لیے تمام دلائل کھول کھول کر بیان کیے جا چکے ہیں اور بہت سے معجزات اور نشانیوں دی جا چکی ہیں۔ اس کے باوجود وہ اپنی گمراہی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اب من کو ہدایت نہ لانے کی صرف یہی صورت رہ گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ من میں جبراً ہدایت پیدا کر دے، لیکن یہ اللہ عزوجل کا طریقہ نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا کرنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ از خود تمام انسانوں کو ہدایت یافتہ بنا دیتا۔ پھر کسی نبی اور رسول کو پیغمبر کی ضرورت ہوتی نہ کتاب اور صحائف نازل کرنے کی اور نہ معجزات اور نشانیوں پیش کرنے کی حاجت ہوتی اور رشد و ہدایت کا یہ حکمت پر مبنی نظام اور مربوط سلسلہ محبت اور بے کار ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (دعوت اسلام کو) صرف وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو توجہ سے سنتے ہیں اور مردہ دلوں کو اللہ اٹھائے گا' پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (الانعام: ۳۶)

کفار کو مردہ فرمانے کی توجیہ  
جو لوگ آپ کی دعوت اور تبلیغ سے منہ موڑ رہے ہیں اور اللہ کی توحید اور آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لارہے 'ان کے ایمان نہ لانے اور اعراض کرنے سے آپ دل برداشتہ اور مشغوم نہ ہوں 'کیونکہ آپ کے پیغام کو وہی لوگ توجہ سے سنیں گے جن کے کلاں کو اللہ عزوجل نے غور سے سننے کے لیے کھول دیا ہے اور ان کے لیے آپ کی اطلاع کو آسمان کر دیا ہے اور وہ لوگ

آپ کے پیغام کو توجہ سے نہیں سنیں گے جن کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے گناہوں پر مہر لگا دی ہے۔ سو جب آپ ان میں اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلائیں گے تو ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا جس طرح موشی اپنے چوہاؤں کی آوازوں کو سنتے ہیں اور ان کے مضموم کو نہیں سمجھتے، سو یہی ان کا حال ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَثَلُ الْآفِكِينَ كَمَثَلِ الْغَنِيِّ يُنَادِي بِمَتَّىٰ أَيُّهَا الْمَتَّىٰ إِنِّي كُنْتُ مِنْكُمْ لَمِثْلَ بَعْدِ الْبَعْدِ ۚ وَمَثَلُ الْآفِكِينَ كَمَثَلِ الْغَنِيِّ يُنَادِي بِمَتَّىٰ أَيُّهَا الْمَتَّىٰ إِنِّي كُنْتُ مِنْكُمْ لَمِثْلَ بَعْدِ الْبَعْدِ ۚ وَمَثَلُ الْآفِكِينَ كَمَثَلِ الْغَنِيِّ يُنَادِي بِمَتَّىٰ أَيُّهَا الْمَتَّىٰ إِنِّي كُنْتُ مِنْكُمْ لَمِثْلَ بَعْدِ الْبَعْدِ ۚ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو موشی (مردہ) فرمایا ہے، کیونکہ جس طرح موشے کوئی آواز سنتے ہیں نہ کسی پکار کا معنی سمجھتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل میں غور و فکر نہیں کرتے اور نہ اس کی نشانیوں سے عبرت اور نصیحت حاصل کرتے ہیں، تاکہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور مخالفت سے باز آجائیں۔ قرآن مجید کی اور آیتوں میں بھی ان کو مردہ فرمایا ہے:

لَا تَنْفَعُكَ تَسْمِيعُ الْكَاذِبِينَ وَلَا تَنْفَعُكَ تَسْمِيعُ الْكَاذِبِينَ ۚ وَإِنَّا نَحْنُ الْحَقُّ لَا نَسْتَعِيزُ بِالظَّالِمِينَ ۚ وَإِنَّا نَحْنُ الْحَقُّ لَا نَسْتَعِيزُ بِالظَّالِمِينَ ۚ وَإِنَّا نَحْنُ الْحَقُّ لَا نَسْتَعِيزُ بِالظَّالِمِينَ ۚ

وہی سلطان ہیں۔

بے شک اللہ جانتا ہے جسے چاہے اور آپ قہر والوں کو نشانے والے نہیں ہیں۔

ان کافروں کی آنکھیں ہمیں دیکھیں لیکن ان کو انہماک فرمایا، ان کے کان تھے پھر بھی ان کو سہرا فرمایا اور ان کی زبان تھی، اس کے باوجود ان کو گناہ فرمایا اور یہ زندہ تھے، پھر بھی ان کو مردہ فرمایا۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک آنکھیں اس کی ہیں جو حجت سے آپ کا جلوہ دیکھے، کان اس کے ہیں جو حقیقت سے آپ کی باتیں سنے، زبان اس کی ہے جو آپ کا کلام پہنچے اور زندہ رہے جو آپ کی حجت سے جلاسل مارا جائے، جو آپ کی خاطر سرکٹے تو اللہ کے نزدیک وہ مردہ ہیں، جو آپ کی لٹائی میں رہے وہ زمین کے اوپر ہو، پھر بھی زندہ ہے اور زمین کے نیچے ہو پھر بھی زندہ ہے اور جو آپ سے منحرف ہو اور آپ کا منکر ہو وہ زمین کے اوپر ہو، پھر بھی مردہ ہے اور زمین کے نیچے ہو پھر بھی مردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا اس (رسول پر) اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ (مطلوبہ) معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا، آپ کہتے کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ (ان کا مطلوبہ) معجزہ نازل کر دے، لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(الانعام: ۳۷)

کفار کی مطلوبہ نشانیاں نازل نہ کرنے کا سبب

یہ آیت متغیر قریش کے متعلق نازل ہوئی ہے جو حلو اور سرکشی کی بنا پر نبی ﷺ سے کسی معجزہ اور نشانی کا سوال کرتے تھے۔ ورنہ اس سے پہلے بہت سی نشانیوں اور معجزوں سے پہنچے جا چکے تھے جو کسی منفرد معجزہ کے ایمان لانے کے لیے کافی تھے اور جن نشانوں کا یہ سوال کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ ان کے نازل کرنے پر بھی قادر تھا، جیسا کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ متعدد نشانیوں

نازل فرمایا تھا مشافہان کے مقابلہ پر چاند کو شمع کیا کیا لیکن یہ مس کے بخود ایمان نہیں لائے۔ خدا ان کے مقابلہ کے موافق نشانیوں نازل کرنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ ہر نشانی نازل ہونے کے بعد یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے۔ سو واضح ہوا کہ یہ محض حیلہ اور ہت دھری سے نشانوں کو طلب کرتے ہیں بخود ان کے اکثر لوگ یہ نہیں جانتے کہ اگر ان کے اجتماعی مقابلہ کے موافق کوئی نشانی نازل کر دی جائے تو یہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو ان پر ایسا عذاب آئے گا جس سے یہ سب لمبا سبت ہو جائیں گے تو ان کے مقابلہ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہ فرماتا اس حکمت پر مبنی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کا مقابلہ پر راکر نے سے عاجز نہیں ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ بِمَا يَغِيظُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمٌّ

اور زمین میں چھنے والا ہر پر پتی اور (فضائیں) اپنے بازوؤں سے اڑنے والا ہر پرندہ تمہاری ہی مثل مخرق

أُمَّا لَكُمْ مَا قَرَضْتُمْ فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ

ہے تم نے کتاب (درجہ بندی) میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا، پھر وہ اپنے رب کی طرف جمع

يُحْشَرُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُومُوا فِي الظُّلُمَاتِ

کیے جائیں گے ۝ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی (وہ) بسرے اور گھٹے میں، اندھیروں میں (بجلیں گے)

مَنْ يَشَأِ اللَّهُ يُضِلَّهُ ۖ وَمَنْ يَشَأِ يُجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

ہیں، اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھی راہ پر گامزن کر دے ۝

قُلْ أَدْعَيْكُمْ لِأَنْ أَتَكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَاكُمْ السَّاعَةُ ۖ أَخِيدِ

آپ کہیے یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس اللہ کا عذاب آئے یا تم پر قیامت آجائے۔ کیا (اس وقت) اللہ

اللَّهُ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلْ آيَاتُهُ تَدْعُونَ

کے سوا کسی اللہ کو (معد کے لیے) پکارو گے، (بتاؤ!) اگر تم سچے ہو ۝ بلکہ تم اسی کو پکارو گے، پس اگر وہ

فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَتَسَوَّنَ مَا تَشْرِكُونَ ۝

چاہے گا تو وہ اس عقلی کرموں سے گا جس کے لیے تم اس کو پکارو گے اور تم انہیں مہول جانتے ہو جن کو اللہ کا شریک بناتے تھے ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زمین میں چلنے والا ہر جانور (اور فضائیں) اپنے بازوؤں سے اڑنے والا ہر پرندہ تمہاری ہی

مثل خلق ہے۔ ہم نے کتاب (درجہ بندی) میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا، پھر وہ اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے ۝

آیات سابقہ سے مناسبت اور وجہ ارتباط

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اگر کفار کے فرامشی کو مطلوبہ معجزات کے نازل کرنے میں کوئی تاخیر ہو تا تو اللہ تعالیٰ ان معجزات کو نازل فرمادے اور اس کی تاکید اس آیت میں قریشی کہ زمین میں پلٹے والا ہر حیوان اور فضا میں اڑنے والا ہر پرندہ تسماری مثل حلقوں ہے، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے فنا پر فضل و کرم فرمایا ہے اور ان پر اسحلت کی ہے، اسی طرح تم پر بھی فضل و کرم فرمایا ہے اور تم پر بھی اسحلت کی ہے، اور تسمارے مطلوبہ معجزات کو تم پر نازل نہ کرنا بھی اعلان کیا کہ اسحلت ہے، کیونکہ اگر تسماری فاضل کے مطابق نتیجہ نازل کر دی جائیں اور پھر تم انھیں نہ لائے تو تم پر ایسا عذاب نازل کیا جاتا جس سے تم نیست و بچود ہو جاتے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ کافروں کو اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اس کے حضور جمع کیے جائیں گے۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ حیوانات اور پرندے بھی تسماری مثل ہیں، یعنی ان کو بھی اللہ کے حضور جمع کیا جائے گا۔ جانوروں کے حساب اور قصاص کے متعلق احادیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن ہر چیز مقدمہ پیش کرے گی، حتیٰ کہ وہ بکریاں بھی جنہوں نے ایک دوسرے کو بیگہ مارے تھے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۰ مطبع قدیم اس حدیث کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۴۹)

امام ابو یعلیٰ نے اس حدیث کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(مسند ابو یعلیٰ ج ۲، رقم الحدیث: ۱۴۰۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۰، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور دو بکریاں گھاس چر رہی تھیں۔ ایک بکری نے دوسری بکری کو بیگہ مار کر اس کا گلہ ساقط کر دیا، اور رسول اللہ ﷺ نے گھاس چھیننے لگے۔ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ کو کس چیز نے ہنسیا؟ آپ نے فرمایا مجھے اس بکری پر قہقہہ ہوا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اس بکری سے قیامت کے دن قصاص لیا جائے گا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۱، مسند ابی ہریرہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۵۰)

امام احمد کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۵۲)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن بیگہ والی بکری سے بغیر بیگہ کی بکری کا قصاص لیا جائے گا۔ (مسند ابی ہریرہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۴۹، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن بعض حلقوں کا بعض سے حساب لیا جائے گا، حتیٰ کہ بغیر بیگہ والی بکری کا بیگہ والی بکری سے اور حتیٰ کہ چوٹی کا چوٹی سے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۳۹۳، امام احمد کی سند صحیح ہے، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۵۲)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جبار تارک و تعالیٰ حودہ ہو گا اور ہل صراط پر اپنا جیر رکھ دے گا، پھر فرمائے گا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! کوئی ظالم ظلم کرے مجھ سے بھاگ نہیں سکتا، پھر وہ بعض حلقوں کا بعض سے انصاف لے گا، حتیٰ کہ بغیر بیگہ کی بکری کا بیگہ والی بکری سے اس کو بیگہ مارنے کا انصاف لے گا۔

(المجموع لکھنؤ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۱۱، اس حدیث کی سند میں ایک دہلی نسخہ میں ہے، صیف ہے اور باقی نسخہ ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۵۳)

ج ۱۰ ص ۳۵۳

حیوانوں اور پرندوں کی انسانوں سے مماثلت کی وجہ

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ ہر حیوان اور ہر پرندہ قسمی شکل مخلوق ہے۔ یہ فضیل اور تشبیہ کس چیز میں ہے؟ اس کی مضمون نے حسب ذیل وجوہات بیان کی ہیں۔

۱۔ حیوانوں اور پرندوں کو بھی اللہ کی معرفت ہے، وہ اس کی وحدانیت کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

تَسْبِيحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّمُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطَةً فَلَا تَغْفِيَهُمْ تَسْبِيحُهُمْ (اسوا سرائیل: ۳۳)

سمات آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے، وہ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْبِيحُ لَهُ مَنِ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْطَّيْرِ صَفِيفٌ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ (النور: ۳۴)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمینوں میں ہیں اور صف بستہ پرندے، ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح کو جان لیا۔

حضرت شریف رحمتہ جان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے بلا قاعدہ کسی چیز کا قتل کیا، وہ چڑیا قیامت کے دن اللہ عزوجل سے فریاد کرے گی کہ اے میرے رب! فلاں شخص نے مجھ کو بے قاعدہ قتل کیا اور کسی طرح کے لیے مجھے قتل میں لایا۔

(سنن نسائی ج ۲، رقم الحديث: ۳۳۵۸، سنن ابی داؤد ج ۳، سنن ابی یوسف ج ۲، سنن ابی حنبلہ ج ۵، السنن الکبریٰ ج ۲، رقم الحديث: ۲۳۵، السنن رک ج ۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲، سنن ابی داؤد ج ۲، سنن ابی حنبلہ ج ۵، سنن ابی یوسف ج ۲، سنن ابی داؤد ج ۲، سنن ابی حنبلہ ج ۵، السنن الکبریٰ ج ۲، رقم الحديث: ۲۳۵)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پرندوں کو واقعات اور حوادث کا لوراک اور ان کی معرفت ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہد کے حکام کا جو ذکر کیا گیا ہے، اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اسی طرح نبی کے جس کام کا ذکر کیا گیا ہے اس میں بھی حیوانوں کے اور اک اور معرفت پر دلیل ہے۔

۲۔ جس طرح انسانوں میں قائد اور تابع ہے، اور وہ ایک دوسرے سے انس رکھتے ہیں، اسی طرح حیوانوں اور پرندوں میں بھی یہ امور ہیں۔

۳۔ اللہ عزوجل نے جس طرح انسانوں کو ایک خاص تدبیر سے پیدا کیا ہے، اور وہ ان کے رزق کا تکمیل ہے، اسی طرح حیوانوں اور پرندوں کا معاملہ ہے۔

۴۔ جس طرح قیامت کے دن انسانوں سے ایک دوسرے کا قصاص لیا جائے گا، سو حیوانوں اور پرندوں سے بھی یہ معاملہ ہوگا۔

۵۔ ہر انسان میں کسی نہ کسی حیوان یا پرندے کی خلقت اور خصوصیت ہے۔ بعض انسان شیر کی طرح دلیر اور بہادر ہیں، بعض انسان بھڑکے کی طرح حملہ کرتے ہیں، بعض انسان کتوں کی طرح بھونکتے ہیں، بعض انسان سور کی طرح مزین ہوتے ہیں، بعض انسان عسود کی طرح پاک چمڑے پر چمڑے کی طرف چلتے ہیں، بعض انسان لمبی کی طرح خوشامدی ہوتے ہیں، بعض کوے کی طرح حریص اور بعض لومڑی کی طرح چلاک ہوتے ہیں۔



۶۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی موت حیات میں کا عمل میں کا رزق اور ان کا خدوی انجام مقدر کر دیا ہے، اسی طرح حیوانوں اور پرندوں کے بھی یہ امور مقرر کر دیے ہیں۔

۷۔ جس طرح انسان اپنی روزی میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے، اور اسے کسی مکان کی حاجت ہوتی ہے، جس میں وہ سردی گرمی اور بارش سے پناہ حاصل کر سکے، اسی طرح حیوانوں اور پرندوں کو بھی ان امور کی حاجت ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ہم مثل ہونے کا محمل قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ إِنَّمَا آتَا بَسْرًا يُبْشِّرُكُم بِرُحْمَىٰ رَبِّكَ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ فَآذِمْهُ الْكَافِرِينَ (۳۸)

وہی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اس آیت کی بنا پر بعض لوگ نبی ﷺ کو اپنی مثل بشر کہتے ہیں۔ میں نے ایک شخص سے کہا نبی ﷺ کے مماثل کوئی بشر نہیں ہے۔ اس نے کہا کیا آپ کے دو ہاتھ نہیں تھے؟ کیا آپ کی دو آنکھیں اور دو کان نہیں تھے؟ میں نے کہا تم دو ہاتھ تو دکھا دو گے مگر ان ہاتھوں میں یہ مکمل کھل سے لاؤ گے؟ ان ہاتھوں سے اشارہ کریں تو سورج مغرب سے طلوع ہو جائے، ہاتھ اٹھا کر دعا کریں تو چاند شمس ہو جائے، وضو کے برتن میں ہاتھ رکھ دیں تو انگلیوں سے فوارے کی طرح پانی جاری ہو جائے اور تم دو آنکھیں تو دکھا دو گے لیکن ان آنکھوں میں یہ مکمل کھل سے لاؤ گے؟ ان آنکھوں سے جنت اور فرشتوں کو دیکھو حتیٰ کہ رب کائنات کو بے غلاب دیکھو اور تم دو کان تو دکھا دو گے مگر ان کانوں میں یہ قوت کھل سے لاؤ گے؟ ان فرشتوں اور جنت کا کلام سن سکو زمین پر ہوتے ہوئے آسمان کی آوازوں کو سن سکو، حتیٰ کہ رب کائنات کا کلام سن سکو۔ وہ کہنے لگا کلمات کی بات کو چھوڑو، صرف اس بات میں تو آپ ہماری مثل ہیں کہ آپ کے بھی دو کان تھے اور دو آنکھیں تھیں یعنی ان اعضاء کو ہر دور کتنی میں تو آپ ہماری مثل ہیں۔ میں نے کہا اس طرح تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ تم کہنے اور خنزیر کی مثل ہو، یہ کہ تمہارے بھی دو کان اور دو آنکھیں ہیں۔ اور ان کے بھی دو کان اور دو آنکھیں ہیں اور جس طرح تم رسول اللہ ﷺ کے مماثل ہونے کے ثبوت میں سورہ کاف کی یہ آیت پڑھتے ہو وہ ہمیں کہنے اور خنزیر کی مثل ثابت کرنے کے لیے یہ آیت پڑھ سکتا ہے:

وَمَا يَرْجُوا تَارِخَ فِئَةِ الَّذِينَ وَلِيَ الْأَرْضَ وَلَا يَخْشَوْنَ تَأْيِيدَهُمْ وَلَا يُجِيبُونَ لَهُمُ عَنِ الدُّعَاءِ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ وَلَا يَسْتَرْجِعُونَ وَلَا يُخَفُّونَ وَلَا يَنْصَرُونَ وَلَا يَنْصَرُونَ وَلَا يَنْصَرُونَ (۳۸)

اور زمین میں چلنے والا ہر جان اور فضا میں اپنے بازوؤں سے اڑنے والا ہر نہ تمہاری مثل حقوق ہے۔

اگر ہمیں کہنے اور خنزیر کی مثل کہا جائے تو یہ تمہاری تو ہیں ہے۔ حالانکہ ہمیں کہنے اور خنزیر پر اتنی فضیلت نہیں ہے جتنی رسول اللہ ﷺ کو ہم پر فضیلت ہے، تو سوچو کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی مثل کہنے سے آپ کی کس قدر توہین ہوگی!

راہیہ سوال کہ پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ آپ کہنے کہ میں تمہاری ہی مثل بشر ہوں، میری طرف یہ وہی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف عدم الوہیت میں ہماری مثل ہیں۔ نہ ہم خدا ہیں نہ آپ خدا ہیں اور اسی پر حبیہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد قرمبیا تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی دجودی وصف میں کوئی رسول اللہ ﷺ کا مماثل نہیں ہے نہ بشریت میں نہ عہدیت میں نہ نبوت اور رسالت میں اور اس کائنات میں جو بھی آپ کی مثل ہے، وہ دجری وصف میں آپ کی مثل ہے یعنی نہ وہ خدا ہے نہ آپ خدا ہیں۔ نہ وہ واجب قدیم اور مستحق عبادت ہے نہ آپ واجب قدیم اور مستحق عبادت ہیں۔

لوح محفوظ تمام مخلوقات کے تمام احوال کی جامع ہے

اس آیت میں فرمایا ہے ہم نے کتب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا اس آیت میں کتب کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ کتب سے مراد لوح محفوظ ہے 'لوح محفوظ سے مراد وہ کتب ہے جس میں تمام مخلوقات کے تمام احوال تفصیل سے لکھے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَكُلُّ شَيْءٍ قَدْرُهُ فِي الزَّيْنِ وَكُلُّ شَيْءٍ قَدْرُهُ  
خَبْرُهُ فَسَتَعْلَمُونَ (النجم: ۵۳-۵۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت میں پیدا کیا پھر ان پر اپنے نور سے جلی فرمائی سو جس نے اس نور کو پالیا اس نے بدانت کو پالیا اور جس نے اس نور سے خطائی وہ گمراہ ہو گیا اسی لیے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے قلم پر خشک ہو چکا ہے۔

(سنن ترمذی 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۷۵۸، صحیح ابوداؤد 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۷۵۸، سنن ابن ماجہ 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۷۵۸، صحیح ابن حبان 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۷۵۸، مسند ابو حنیفہ 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۷۵۸، مسند احمد 'ج' ۸، رقم الحدیث: ۳۷۵۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقین رکھو کہ اگر تمام امت تم کو نفع پہنچانے پر حلق ہو جائے تو وہ تم کو صرف وہی نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا ہے اور اگر تمام امت تم کو نقصان پہنچانے پر مجتمع ہو جائے تو وہ تم کو صرف وہی نقصان پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا ہے قلم اٹھالے گئے ہیں اور صحیفہ خشک ہو چکے ہیں۔ (سنن ترمذی 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۷۵۸، مسند احمد 'ج' ۸، رقم الحدیث: ۳۷۵۸، سنن ابن ماجہ 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۷۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں فوجان شخص ہوں اور مجھے اپنے نفس پر زنا کا خوف ہے اور عورتوں سے نکاح کرنے کی میری پس و دست نہیں ہے آپ غاموش رہے۔ میں نے پھر عرض کیا آپ نے پھر مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے پھر عرض کیا آپ نے پھر مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے جو خبیثہ ہر اسی طرح عرض کیا تو آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! جو کام تمہیں درپیش ہیں ان کے حلق قلم (لکھ کر) خشک ہو چکا ہے خواہ تم غصی ہو یا ایسے رہو۔

(صحیح ابوداؤد 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۵۰۷۶، سنن ابی داؤد 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۲۱۵)

ان حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوح محفوظ میں تمام مخلوقات کے تمام احوال لکھ دیئے گئے ہیں اور قلم لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔

قرآن مجید تمام عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ کا جامع ہے

اس آیت میں کتب کی دو سری تفسیر کی گئی ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے اور اب معنی یہ ہو گا کہ ہم نے قرآن مجید میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں حساب 'تجربہ' و ریاضی اور سائنسی علوم اور عین کے قواعد کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح ہدیہ اور قدیم میڈیکل سائنس کے علوم کا ذکر نہیں ہے تو تجربہ معنی کسی طرح درست ہو گا کہ ہم نے قرآن مجید میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کا موضوع ہے دین کی معرفت 'حفاظہ' اور احکام شرعیہ کا بیان۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتب کا تعارف کرائے ہوئے فرمایا ہے:

ذَٰلِكُمُ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ  
(البقرہ: ۲)

یہ عظیم القرآن کتب اس (کے حوالہ سے) اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے یہ منصفین کے لیے ہدایت ہے۔

بے شک ہم نے آپ پر کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے  
تا کہ آپ لوگوں کے درمیان اس چیز کے ساتھ فیصلہ فرمائیں  
جو اللہ نے آپ کو کھالی ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ  
بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَادَ اللَّهُ (النساء: ۳۵)

ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس لیے نازل فرمائی ہے کہ  
جس چیز میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، آپ اس کو منافہ ماف  
عیان کر دیں اور یہ کتاب ایمان والوں کے لیے ہدایت اور  
رحمت ہے۔

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِلتَّحْكُمِ  
بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ  
يُحْسِنُونَ (النحل: ۳۳)

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا روشن  
عیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت، رحمت اور بشارت  
ہے۔ (النحل: ۸۹)

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَخَافُوا اللَّهَ ۚ وَهُدًى  
وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُحْسِنُونَ

اس آیت میں فرمایا ہے یہ کتاب ہر شے کا روشن عیان ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس میں تمام علوم و فنون  
کا روشن عیان ہے اور ماضی، حال اور مستقبل کے تمام واقعات کا تفصیلی ذکر ہے، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس میں ہر  
چیز آمدہ مسئلہ کے لیے روشن ہدایت اور واضح شرعی رہنمائی ہے۔ قرآن مجید کا مقصد کرنے سے یہ بات واضح طور پر  
معلوم ہو جاتی ہے کہ اس کا موضوع عقائد اسلام اور احکام شریعہ کا بیان ہے، اس میں منہج، قسط، ریاضی اور سائنس  
وغیرہ کی تعلیم نہیں ہے۔ یہی بات کہ احکام شریعہ سارے کے سارے قرآن کریم سے ثابت نہیں ہیں۔ بعض  
قرآن مجید سے ثابت ہیں، بعض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے، بعض آثار صحابہ سے، بعض اجماع  
سے اور بعض قیاس سے ثابت ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کا حکم  
دیا ہے۔ لہذا جو احکام سنت سے ثابت ہیں، ان کی اصل بھی قرآن مجید میں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کی  
اقتداء کا حکم دیا ہے۔ لہذا جو مسائل آثار صحابہ سے ثابت ہیں، ان کی اصل بھی قرآن کریم میں ہے اور اجماع اور  
قیاس کا حکم ہو تا بھی قرآن مجید سے ثابت ہے۔ لہذا جو مسائل اجماع اور قیاس سے ثابت ہیں، ان کی اصل بھی قرآن  
مجید میں ہے۔

سنت کی محبت پر دلائل

جو احکام رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہیں، ان کی اصل یہ آیات ہیں  
اور رسول تم کو جو احکام (دیں) ان کو قبول کرو اور جن  
کاموں سے تم کو منع کریں، ان سے باز رہو۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ  
فَانْتَهُوا (الحشر: ۶۱)

جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کر  
لی۔ (النساء: ۸۰)

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ

آپ کیلئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع  
کر، اللہ تم کو اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش  
دے گا۔ (آل عمران: ۳۱)

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي  
يُحِبِّبْكُمْ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ





ہاں آپ نے فرمایا پھر اللہ کا حق ادا کرو، تو لواحق کے زیادہ حقدار ہے۔

الحج بلندی ج، رقم الحد ۷۳۵ ج، رقم الحد ۶۴۸ ج، رقم الحد ۵۵۱ سنہ التعلیٰ ۵۲، رقم الحد ۱۷۳۱ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا، تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انھوں نے کہا میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر (وہ مسئلہ) کتاب اللہ میں نہ ہو؟ انھوں نے کہا پھر سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر (وہ مسئلہ) سنت رسول اللہ ﷺ میں نہ ہو؟ انھوں نے کہا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے رسول کو توفیق عطا فرمائی۔

(سنن الترمذی ج ۳، رقم الحديث: ۳۳۲۷، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحديث: ۳۵۹۲، مسند احمد ج ۵، ص ۲۳۶، ۲۳۷)

عبدالرحمن بن زید بیان کرتے ہیں کہ ایک دن لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود پر بیڑی سے بہت زیادہ سوالات کیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا ایک زندہ حاکم ہم ہاں کہل فیصلہ نہیں کرتے اور ہم اس مقام پر کاغذ نہ تھے۔ پھر اتر کر عروہ بن زید کے پاس گئے اور وہ بیڑی سے اتر کر ان کے پاس آئے۔ سو آج کے بعد جس شخص کو فیصلہ کرنا پڑے، وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے۔ پھر اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس کا حل کتاب اللہ میں نہ ہو تو وہ نبی ﷺ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس کا حل نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ نبی ﷺ نے اس کے مطابق فیصلہ کیا ہو تو جس طرح صالحین نے اس کا فیصلہ کیا ہو اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس کا حل نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ نبی ﷺ نے اس کا فیصلہ کیا ہو اور نہ صالحین نے اس کا فیصلہ کیا ہو تو پھر وہ اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور یہ نہ کہے کہ میں ڈرنا ہوں اور میں خوف زندہ ہوں کیونکہ طاعن بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ امور مشترک ہیں تو جس چیز میں ہمیں شک ہو اس کو چھوڑ کر غیر مشکوک امر کو اختیار کرو۔ امام ابو عبدالرحمن نسائی نے کیا یہ حدیث بہت جید (معدہ) ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مسائل کے استنباط اور احکام کے اثبات کے لیے کتب سنت، اہل اور قیاس کی ترتیب کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

قرآن مجید میں ہر چیز کے ذکر ہونے پر دلانگیز

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا قرآن مجید میں صرف ان علوم کو بیان کیا گیا ہے جن کی تکفیل کو ہدایت اور اخروی  
 ذوق و تطلع میں احتیاج ہوتی ہے یا قرآن مجید میں دنیا اور آخرت کے ہر واقعہ اور ہر حوالہ کا ذکر موجود ہے۔ علماء انوی کا اختیار غالی  
 مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں:

اس آیت میں کتب سے مراد قرآن مجید ہے۔ یہ بھی نور ایک جماعت کا عقیدہ ہے کہ چونکہ قرآن مجید میں ان تمام چیزوں کا ذکر ہے جن کی دین اور دنیا میں ضرورت پڑتی ہے، لہذا اس کے علاوہ دوسری چیزوں کا بھی ذکر ہے، اور یہ ذکر یا مفصل ہے یا مجمل ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ دین کا جو مسئلہ بھی پیش آئے گا اللہ کی کتاب میں اس کے متعلق ہدایت موجود ہے۔

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ کو نے ولی پر اور گدوائے ولی پر منت کرنا ہے۔ مگر وہاں جو بچے ولی پر اور جو بھروسہ کرتے کے لئے انہوں میں جھڑی کر دیا ہے مگر اللہ کی بیعت کو تبدیل کرتی ہیں۔ لیکن محبوب نے کہا اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی۔

ہے اور اس پر کتب اللہ میں لعنت ہے۔ اس عورت نے کہا: خدا میں نے قرآن مجید کو پڑھا ہے اس میں تو اس لعنت کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: خدا اگر تم نے قرآن مجید کو پڑھا ہو تو تم اس لعنت کو پالیں، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اور رسوں تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن باتوں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو۔ (بخاری: ۵۵۹) صحیح البخاری: ۵۵۹، رقم الحديث: ۵۵۹۹، صحیح بخاری میں اسی قدر ہے، لیکن علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود، چوتھے نے اس عورت سے پوچھا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی اس نے کہا پڑھی ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس کام سے منع فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ امام شافعی نے کہ میں فرمایا تم جو چاہو مجھ سے سوال کرو میں تم کو اللہ کی کتاب سے اس کا جواب دوں گا ان سے سوال کیا کیا جو عرم بجز (تہ) کو مار ڈالے آپ اس کے حلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اس کو مار سکتا ہے اور اس پر حضرت ابن مسعود کی طع استدلال کیا۔

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا اس قرآن میں ہر علم کو نازل کیا گیا ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان کیا گیا ہے، لیکن ہمارے علم ان چیزوں کو حاصل کرنے سے چارے ہیں جن کا قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے اور امام ابو اسحاق نے کتاب المغلطہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ بخاندہ تعالیٰ کسی چیز سے غافل ہو تا تو حیوانی، رانی کے دانہ اور چمچ سے غافل ہوتا اور چمچ سے غافل ہوتا اور رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میرے اونٹ کی رسی بھی تم کو ملی تو میں اسے اللہ کی کتاب میں تلاش کروں گا (یہ اثر کسی صحیح یا مستند سند سے حقیقی نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور علامہ حمری نے کہا قرآن مجید میں لوہیں نور؟ قرین کے علوم جمع ہیں اور ان علوم کا حقیقہ احاطہ صرف اللہ تعالیٰ نے کیا ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے، مائتہاں چیزوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے، اور میں نے بعض علماء سے سنا اور اس کی محنت کا ذمہ ان پر ہے کہ ایک دن انھی الدین ابن ابی نعیم قدس سرہ اپنے دراز گوش پر سوار ہو کر چارے تھے، اچانک شیخ کوڑے سے مگرنے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ لوگ شیخ اکبر کو سوار کرانے کے لیے آگے بڑھے انہوں نے کہا مجھے کچھ صلت دو۔ انہوں نے کچھ صلت دی۔ پھر شیخ نے ان کو سوار کرانے کی اجازت دی، لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی۔ شیخ نے کہا میں نے اللہ کی کتاب میں اس طوط پر غور کیا تو مجھے سورۃ الفاتحہ میں اس کا ذکر مل گیا، اور یہ امر ہماری عقلوں سے باہر ہے۔ اسی طرح بعض علماء نے سورۃ الفاتحہ سے بدشاہوں کے نام نکلے ہیں اور ان کے احوال اور ان کی سلطنت کی مدت وغیرہ مستنبط کی ہے اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ ام الکتاب ہے۔ اس تفسیر کی بناء پر اس آیت میں اس شخص کی ضرورت نہیں ہے کہ قرآن مجید میں ہی چیزوں کا بیان کیا گیا ہے، جن کی تکفین کو ضرورت ہے، مثلاً دلائل توحید وغیرہ۔

(روح البانی: ۷۲، ص ۱۳۵-۱۳۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن مجید میں صرف ہدایت کے ذکر ہونے پر دلائل

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کا موضوع صرف ہدایت دینا ہے۔ اس لیے اس نے عقائد اسلامیہ اور احکام شریعہ کی ہدایت دی ہے، اور اس سلسلہ میں موعظت اور نصیحت کے لیے انبیاء اور صالحین اور کفار اور منافقین کا تذکرہ کیا ہے اور جنت اور دوزخ کا بیان کیا ہے اور اخروی فوز و فلاح کی ہدایت کے لیے جو امور ضروری ہیں ان سب کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے مقابلہ میں بعض علماء اور صوفیاء کا یہ نظریہ ہے کہ قرآن مجید میں تمام ماسکات و مایکوں کا بیان ہے، یعنی ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دخول جنت اور دخول عذاب تک ہر چیز کی اور شخص واقعہ اور طوط کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ چنانچہ ان کا

صراحتاً اور تفصیلاً بیان نہیں ہے، لیکن اس سورہ کا آغاز ذکر ہے اور کچھ رموز اشارات اور کنایات ہیں جن سے ان تمام امور کا استخراج کیا جاسکتا ہے۔ ان کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

(النحل: ۸۸) ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ آیت ان کے مطلوبہ دلائل نہیں کہتی کیونکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ اگر ہر چیز سے ماسکات و مایکون مراد لیا جائے تو ان کے اپنے قول کے مطابق اس کا بیان رموز اور اشارات سے ہے اور اس کو تبیان اور روشن و واضح بیان نہیں کہا جاسکتا بلکہ اس سے مراد عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ ہوں تو ان کی ہر چیز کا قرآن مجید میں روشن بیان ہے۔ نیز وہ اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

مَا تَكُنْ حَاطَةً لِّغُفْرَانِي وَلَٰكِنَّ تَصَدِّقًا ۚ  
الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ يُدْخِلُ مَن يَشَاءُ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّغُفْرَانِي ۝ (ابو سعید: ۱۱)

یہ (قرآن) کوئی من گھڑت بات نہیں ہے، لیکن یہ ان کتابوں کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں اور اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور یہ ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

لیکن اس آیت سے بھی ان کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اگر اس سے یہ مراد ہو کہ اس میں دنیا اور آخرت کے ہر واقعہ اور ہر حادثہ اور زمینوں کی ہر چیز کی تفصیل ہے تو فی الواقع قرآن کریم میں ان چیزوں کی تفصیل نہیں ہے اور ان ظاہر کا بھی یہ کہنا ہے کہ ان تمام امور کا قرآن مجید میں آغاز ذکر ہے نہ کہ تفصیلاً اس لیے یہ آیت بھی ان کے مدعا پر دلیل نہیں ہے اور اگر اس آیت سے یہ مراد ہو کہ اس میں عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ میں سے ہر چیز کی تفصیل ہے تو یہ معنی برحق ہے، لیکن یہ معنی اہل ہدیٰ بخیر کرتا ہے نہ کہ ان کی۔

قرآن مجید میں ہر چیز کے بیان کے متعلق مستند مفسرین کا نظریہ

علامہ ابو الحسن علی بن احمد الواحدی التیثمی ری الترمذی ۷۸۸ھ لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

مَا تَكُنْ حَاطَةً لِّغُفْرَانِي ۚ (الانعام: ۳۸) ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔

مطلے کہ ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ ہندوں کو جس چیز کی حاجت تھی ہم نے اس کا بیان کر دیا ہے یا صریح عبارت میں یا دلائل النص سے یا اجمل سے یا تفصیل سے، جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل: ۸۸) ہے۔

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

یعنی قرآن مجید ہر اس چیز کا روشن بیان ہے جس کی دین میں احتیاج ہے اور سورہ الانعام کی زیر بحث آیت کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جو ماسکات و مایکون پر مشتمل ہے، یعنی ہم نے لوح محفوظ میں ہر چیز کو لکھ دیا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے قیامت تک کی تمام چیزوں کو لکھ کر قلم خشک ہو گیا ہے۔

(الوطی: ج ۲، ص ۲۶۸، ۲۶۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ)

علامہ واحدی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:



حضرت عبدالہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ہم کو پیدا کیا۔ اس سے فرمایا کہ تو اس نے اب تک ہونے والی سب چیزوں کو لکھ دیا۔

(سنن الترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۳۳۳۰، سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۷۰۰، مسند احمد ج ۵، ص ۳۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب اللہ نے قلم کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا کہ تو اس نے قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو لکھ دیا۔

(المعجم الکبیر ج ۳، رقم الحدیث: ۳۵۰۰، مسند ابویعلیٰ ج ۲، رقم الحدیث: ۲۲۲۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۹، ص ۲، خلاصہ و الصغلات للبیہقی ج ۸، ص ۳۷، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۸۰، اس حدیث کی سند صحیح ہے)

علامہ ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی الحلی المتوفی ۷۹۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: کتب کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے، یعنی ہم نے ہر چیز کو ام الکتاب میں لکھ دیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہے، یعنی ہم نے تمہاری حاجت کی ہر چیز قرآن مجید میں بیان کر دی ہے یا صراحتاً یا اشارتاً یا دلالتاً۔ جیساکہ سورہ اقصیٰ آیت ۸۹ میں ہے ہم نے آپ پر یہ کتب نازل کی جو ہر چیز کا روشن بیان ہے یعنی ہر اس چیز کو بیان کر دیا جس کی دین میں احتیاج ہوتی ہے۔ (ازار النیر ج ۳، ص ۳۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۰ھ)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین محمد رازی شافعی متوفی ۶۷۱ھ لکھتے ہیں: قرآن مجید کی تمام آیات میں مطابقت، خصوصاً نور القرآن اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کتب کو نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دین، لکھنے کی معرفت اور اللہ کے احکام کی معرفت کو بیان کیا جائے۔

(تفسیر کبیر ج ۲، ص ۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۷۸ھ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ کتب سے مراد لوح محفوظ ہے، کیونکہ اس میں تمام حوادث ثابت کیے گئے ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ کتب سے مراد قرآن مجید ہے، یعنی ہم نے دین کی کسی چیز کو قرآن مجید میں نہیں چھوڑا، اور دین کی ہر چیز کی اس میں دلالت ہے۔ یا تو بالکل واضح دلالت ہے اور اگر مجمل دلالت ہے تو اس کا بیان رسول اللہ ﷺ سے یا ائمه سے یا قیاس سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (المایع لاحکام القرآن ج ۷، ص ۲۲۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

قاضی عبداللہ بن عمر بن محمد شیرازی شافعی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں: کتب سے مراد یا تو لوح محفوظ ہے، کیونکہ اس میں دنیا کی ہر بڑی اور چھوٹی چیز لکھی ہوئی ہے اور اس میں کسی جانور یا بے جان کی کسی چیز کو ترک نہیں کیا گیا اور یا کتب سے مراد قرآن مجید ہے، کیونکہ اس میں ان تمام چیزوں کی تدوین کی گئی ہے جن کی دین میں احتیاج ہوتی ہے۔ مفصلاً لکھ دیا اور مجمل بھی۔ (ایضاً فی مع الکفر دینی ج ۲، ص ۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ محمد بن یوسف ابوالطین اندلسی المتوفی ۷۵۷ھ لکھتے ہیں: اگر کتب سے مراد قرآن مجید ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کتب میں ایسی کسی چیز کو نہیں چھوڑا جو اللہ کی معرفت کی دعوت دیتی ہو، اور اس کے احکام کی طرف بلاتی ہو۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ کتب تمام احکام شریعہ پر مشتمل ہے۔

(المعجم الجید ج ۲، ص ۵۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۰ھ لکھتے ہیں:



اجازت نہیں دی کہ ان کو افواہیں جب تک کہ انہوں نے سورۃ فاتحہ سے اپنے گھر سے گرنے اور ٹانگ ٹوٹنے کے حادثہ کا استخراج نہیں کر لیا ہے۔ دعویٰ ایسا ہے کہ صحابہ میں سے کسی نے اس کا قول نہیں کیا اور نہ فقہاء تابعین اور علماء سلف صالحین میں سے کسی کا یہ قول ہے اور نہ ہی لوگوں میں سے کوئی شخص اس قول کو قبول کرے گا۔ سوا ان لوگوں کے جن کا یہ اعتقاد ہے کہ گزرے ہوئے لوگوں نے جو کچھ اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے وہ سب حق ہے۔ خود اس کو عقل قبول کرے۔ نہ اس کی نقل تائید کرے اور نہ اس پر لغت و دلائل کرے۔ اس کے برعکس اگر مفسر نے یہ کہا ہے کہ عبادات ضروریہ کے تمام احکام فریہ پر قرآن مجید مشتمل نہیں ہے نہ صریح عبارت سے نہ دلائل انصاف سے نہ اشارۃً انصاف سے بلکہ قرآن نے یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنا واجب ہے۔ لہذا ہر وہ چیز جو سنت سے ثابت ہے اس پر بھی قرآن دلائل کرتا ہے۔ نیز قرآن مجید نے قیاس صحیح کے قواعد کو ثابت کیا ہے اور دیگر قواعد کو بھی ثابت کیا ہے۔ لہذا قیاس کی فروغ اور حریمات پر بھی قرآن مشتمل ہے اور دین کی کوئی چیز ان سے خارج نہیں ہے۔ (النار ج ۲ ص ۳۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ محمد جمال الدین قاسمی حنفی ص ۳۳۲ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید شریعت کا کلیہ ہے اور اس میں امور کلیات جمع کیے گئے ہیں کیونکہ ان کے نزول کے عمل ہونے سے شریعت ہم ہو گئی۔ لہذا جب ہم شریعت کے کلیات کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید ان تمام کو شامل ہے۔ (تفسیر القاسمی ج ۲ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ احمد مصطفیٰ الرافعی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ کتب سے مراد قرآن مجید ہے، یعنی ہم نے قرآن مجید میں ہدایت کی ان اقسام میں سے کوئی قسم نہیں چھوڑی جن کی وجہ سے رسولوں کو سمجھا گیا ہے اور اس میں دین کے اصول احکام اور حکمتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ رہنمائی کی گئی ہے کہ انسان اپنی بدی اور عقلی قوتوں کو کس طرح استعمال کرے۔

(تفسیر الرافعی ج ۲ ص ۱۱۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ڈاکٹر وجہ زبیلی لکھتے ہیں:

اگر اس آیت میں کتب سے مراد قرآن ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید عمل شریعت پر دلالت کرتا ہے اور اسلام کے مہلوی اور تمام احکام کے اصول اور دین کے اخلاق و ضوابط پر محیط ہے۔

(التفسیر المنیر ج ۲ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

علامہ محی الدین شیخ زادہ حنفی ص ۷۵ لکھتے ہیں:

اگر کتب سے مراد قرآن مجید ہو تو اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن کریم میں علم طب اور علم حساب کی تفصیل کا ذکر تو نہیں ہے نہ دیگر علوم اور فن کے مباحث کا ذکر ہے اور نہ ائمہ کے مذاہب کا ذکر ہے اور نہ فن کے فن دلائل کا ذکر ہے جو علم الاصول اور علم الفروع میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ہم نے کتب میں سے کچھ چیز کا ذکر نہیں چھوڑا اس سے مراد یہ ہے کہ مفسرین کو اپنے دین کی قسم میں جن امور کی ضرورت ہوتی ہے ہم نے ان کو نہیں چھوڑا۔ اور جن امور کی حاجت نہیں ہے ان کی تفصیل نہیں کی اور علم الاصول ہمہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں دلائل اسلیہ پوری تفصیل سے موجود ہیں اور ائمہ مذاہب کی تفصیل اور فن کے اقوال کے ذکر کی اس میں کوئی حاجت نہیں ہے۔

باقی دینی علم الفروع کی تفصیل تو علماء نے ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید اس پر دلالت کرتا ہے کہ اتباع خبر واحد اور قیاس شریعت

میں جنت ہیں اور جو مسئلہ بھی ان تین ذرائع میں سے کسی ایک سے ثابت ہوگا وہ درحقیقت قرآن کریم میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور رسول تم کو جو احکام ادریں ان کو قبول کرو اور جن کھوں سے تم کو روکیں ان سے باز رہو (المشر ۵۹) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "تم میری سنت پر لو اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر لانا عمل کرو اور حضرت ابن مسعود نے فرمایا میں اس پر کھول نہ لعت کروں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعت کی ہے" یعنی گودنے والی پر اور گودانے والی پر اور جلی کوڑنے والی پر اور بال جڑوانے والی پر۔

روایت ہے کہ ایک عورت نے پورے قرآن کو پڑھا پھر وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی میں نے گزشتہ رات پورے قرآن کو پڑھا اور مجھے اس میں یہ آیت نہیں ملی کہ گودنے والی پر اللہ تعالیٰ نے لعت کی ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا اگر تم واقعی تلاوت کرتی ہو تم کو وہ آیت مل جاتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور رسول تم کو جو احکام ادریں ان کو قبول کرو اور جن کھوں سے منع کریں ان سے باز رہو اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جو احکام دیے ہیں ان میں یہ حکم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ گودنے والی پر اور گودانے والی پر لعت فرماتا ہے اور روایت ہے کہ ایک دن ابن مسعود شافعی مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے آکر پوچھا اگر عزم بجز احتیاج کو کار دے تو کیا اس پر تھکان ہے؟ ابن مسعود نے فرمایا اس پر کوئی تھکان نہیں ہے۔ اس شخص نے پوچھا کہ حکم قرآن مجید میں کیا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور رسول تم کو جو احکام ادریں ان کو قبول کرو پھر سند کے ساتھ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میری سنت پر لو اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت پر لانا عمل کرو پھر سند کے ساتھ ذکر کیا کہ جس عزم نے بجز کو قتل کیا تھا اس کے متعلق حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا تو امام شافعی نے تین درجہات کے ساتھ اس حکم کو قرآن مجید سے مستنبط کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب قرآن کریم اس پر دلالت کرتا ہے کہ اہل جنت ہے اور خبر واحد جنت ہے اور قیاس جنت ہے لہذا ہر وہ حکم جو ان تین طریقوں میں سے کسی ایک سے ثابت ہوگا وہ درحقیقت قرآن مجید سے ثابت ہوگا اور اس فقر کے مطابق اس آیت کا یہ معنی صحیح ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کو نہیں چھوڑا کیونکہ اس کتاب کا موضوع عقائد اسلام اور احکام شریعہ کا بیان ہے اور وہ تمام عقائد اور احکام قرآن مجید میں یا صریح عبارت کے ساتھ موجود ہیں یا دلالت کے ساتھ موجود ہیں اور وہ دلالت اہل جنت یا قیاس میں سے کسی ایک سے حاصل ہوگی۔

(حاشیہ شیخ زاہد علی قسیر البیضاوی ج ۲ ص ۱۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)  
ہم نے یہ واضح کرنے کے لیے یہ کثرت دلائل اور حوالہ جات پیش کیے ہیں کہ قرآن مجید میں صرف عقائد اسلام اور احکام شریعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ ہمارے ذہن میں یہ بات بہت مشہور ہو گئی ہے کہ قرآن مجید میں ابتداء آفرینش عالم سے لے کر دھن جنت اور دخول دار تک تمام کائنات اور حواث اور تمام مخلوقات کے تمام احوال بیان کیے گئے ہیں اور جیسا کہ قارئین پر واضح ہو چکا ہے یہ بالکل بے اصل بات ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے: اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہ میرے اور کوٹھے ہیں۔ اندھروں میں (بھٹکے ہوئے) ہیں اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھی راہ پر گھمزن کر دے۔ (الانعام ۳۹)  
اللہ تعالیٰ کے گمراہی اور ہدایت پیدا کرنے کی توجیہ

جن کافروں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں اور رسولی اللہ ﷺ کا انکار کیا ان کی جہالت اور ان کی کج فہمی کی وجہ سے ان کی مثل میرے غضب کی طرح ہے جو سختہ ہو اور گوشتے غضب کی طرح ہے جو



آپ کے لئے عقل اور سمندر کی تاریکیوں سے جس کو نہایت تپا ہے؟ جسے تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر وہ ہمیں اس معیت سے نہایت سدا سے تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے، آپ کہنے لگے اس (معبیت) سے اور ہر تکلیف سے جسے اللہ ہی نہایت تپا ہے، ہر تم شرک کرتے ہو۔

پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو وہ اللہ کو پکارتے ہیں اور اٹھائیکہ وہ انعام سے اس کی عبادت کرنے والے ہوتے ہیں اور جب وہ ان کو عقل کی طرف نہایت دے دیتا ہے تو پکایک وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں اپنے خالق کی معرفت رکھی ہے اور اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ خدا کے واحد کی پرستش کرے اور اسی کو پکارتے۔ اس لیے انسان پر جب کوئی خفت معیت اور پریشانی آتی ہے تو اس کی امید کی نظر اس کے سوا اور کسی کی طرف نہیں پھرتی۔

اللہ کی بنائی ہوئی سرشت کو اپنے اوپر لازم کرو، جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا ہوئی سرشت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

قُلْ مَنْ يُنْفِخُكُمْ فِي طُلُوعِ النَّوْءِ وَالْآبَهِ  
تَدْعُوهُ تَقَرُّعًا وَخَفِيًّا لَقَدْ أَنْعَمَ عَلَيْكُمْ  
لَسَوْفَ تَعْلَمُونَ قُلْ الشَّاكِرِينَ قُلْ اللَّهُ يَتَوَكَّلُكُمْ  
وَيُنْصِرُكُمْ كُلَّ كَرْهٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْكِرُونَ

(الانعام: ۳۰-۳۲)

قَوَادِرَ كَبُورًا فِي الْفُلُوكِ دَعَا اللَّهَ  
مُطْلِعِينَ لَهُ الْوَيْسَ فَلَمَّا نَاصَهُمُ إِلَى الْبَرِّ إِذَا  
هُمْ يُشْكِرُونَ (العنكبوت: ۲۵)

وَقَطْرَةَ اللَّوْءِ الْيَتِيمِ قَطَرَتِ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا  
تَسْدِلُ لِيَخْلُقَ اللَّهُ (الروم: ۳۰)

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ فَآخَذْنَاهُمْ بِالْبَأْسَاءِ

اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر ہم نے ان کو عقل اور سمیت میں جند

وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ﴿۳۶﴾ فَلَوْلَا إِذَا جَاءَهُمْ بَأْسًا تَتَزَعَّرُونَ

کر دیا تاکہ وہ گڑگڑا کر دعا کریں ○ تو جب ان کے پاس تکلیف کا طرب آیا تو انہیں نے کیوں نہ

وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۳۷﴾

گڑگڑا کر دعا کی لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا ○

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ

پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جہاں کوئی گنتی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، حتیٰ کہ

إِذَا فَرَّخُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَاذْهَبُ مُبْلِسُونَ ﴿۳۸﴾

جب وہ ان چیزوں پر اتارنے لگے جہاں کو دی گئی تھیں تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ ناامید ہو کر رہ گئے ○

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۷﴾

پس انہوں کی جزا کاٹ دی گئی اور تمام قریشی اشہری کے لیے بھی جو تمام جہازوں کا پروردگار ہے

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَى قُلُوبِكُمْ

آپ کہیے یہ بتاؤ اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں سے جاسنہ اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو

مَنْ اِلَهَ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ اَنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيَاتِ ثُمَّ

اللہ کے سوا کوئی سہوہ ہے جو یہ چیز لایا کرتا ہے پاس سے آئے، دیکھیے ہم کس طرح بار بار دلائل بیان کرتے ہیں

هُمْ يَصْذَفُونَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَتَتْكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْةً

پھر ایسی اور روگردانی کرتے ہیں آپ کہیے یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس اپنا تک یا حکم کھلا، اللہ کا عذاب آجائے

اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلِكُ اِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ ﴿۳۹﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ

تو ظالم لوگوں کے سوا اور کون ہلاک کیے جائیں گے ہم مہرٹ خوش خبری سناتے والے

اِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اور ڈرنے والے رسول بھیجتے ہیں، پھر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان پر نہ کوئی

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۴۰﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَسْتَهْزِهُمُ الْعَذَابُ

خوف ہوگا اور نہ وہ ملگن ہوں گے اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو اس وجہ سے عذاب ہوگا کہ

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۴۱﴾ قُلْ لَا اَقُولُ لَكُمْ عِنْدِيَ خَزَائِنُ اللَّهِ

وہ خازناتی کرتے تھے آپ کہیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں

وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبِ وَلَا اَقُولُ لَكُمْ اِنِّي مُلْكٌ اِنْ اَتَّبِعُوا اَمْرًا

اور میں از خود غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا

يُوحَىٰ اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿۴۲﴾

میں میں کی ہرگز امت کی جاتی ہے آپ کہیے کیا انصاف اور دیکھنے والا برابر ہے، کیا تم غور نہیں کرتے

ہوں میں کی ہرگز امت کی جاتی ہے آپ کہیے کیا انصاف اور دیکھنے والا برابر ہے، کیا تم غور نہیں کرتے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے پھر ہم نے ان کو سختی اور تکلیف میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ گمراہ نہ ہو اور عا کریمؐ تو جب ان کے پاس سختی کا عذاب آیا تو انہوں نے کہیں نہ گمراہ نہ ہو کر عا کریمؐ کی عین ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا۔ (الانعام: ۳۳-۳۴)

مصلحتیں اور تکلیفیں بندوں کو اللہ کی طرف راجع کرنے کے لیے نازل ہوتی ہیں

اس سے پہلی آیت میں کافروں کی ایک قوم کا مل بیان فرمایا تھا جو خلیوں اور مصیبتوں میں اللہ کی طرف رجوع کرتی تھی اور اس آیت میں ان سے زیادہ سخت دل کافروں کا مل بیان فرما رہا ہے جو سخت تکلیفوں اور مصیبتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔ البتہ اس کا سنی ہے شدت عذاب قوت اور شدت فقر اور اس کا اطلاق جنگ اور مشقت پر بھی کیا جاتا ہے اور البتہ جنگ کی شدت کو بھی کہتے ہیں اور البتہ ضرر سے بچا ہے ضرر نفع کی ضد ہے یعنی نقصان اور مرض کو بھی کہتے ہیں۔ اس آیت میں البتہ سے مراد ہے تھری سختی اور البتہ سے مراد ہے بیماری کی سختی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی عبرت کے لیے سابقہ امتوں کی مثل دی اور یہ بتایا کہ اپنے بندوں کو مشکلات اور سختیوں میں مبتلا کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت جاری ہے تاکہ وہ گمراہی اور کفر سے ہدایت اور ایمان کی طرف رجوع کریں۔ اس لیے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے جنہوں نے اپنی اپنی قوموں کو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی دعوت دی۔ سو انہوں نے اپنے پیغمبروں کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو ہم نے ان کو فقر اور معاش کی سختی میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور گمراہ نہ ہو کر اللہ سے دعا کریں کیونکہ سختیاں جھیلنے سے انسان کندن بن جاتا ہے۔ مشرکین مکہ کو یہ اس لیے بتایا ہے کہ وہ بھی پچھلے امتوں کے کافروں کی طرح عذاب الہی کے شکر تھے اور نبی پیغمبر کی مخالفت کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو نوکر فرمایا کہ جب ان کافروں پر فقر اور مرض کا عذاب مسلط کیا گیا تو انہوں نے اللہ سے گمراہ نہ ہو کر دعا کیوں نہیں کی ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہوئی نہ خوف پیدا ہوا اور انہوں نے عبرت حاصل نہیں کی۔ سو ان کے دل پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہو گئے اور یہ لوگ جو نبیوں سے منکر و کئے تھے شرک کرتے تھے اور فسق و فجور میں ڈوبے رہتے تھے شیطان نے ان کے ان کاموں کو ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا دیا اور ان کے دلوں میں یہ دوسرے ڈالاکہ اپنے باپ دادا کے طریقہ پر ڈننے رہو کیونکہ یہی حق و صواب ہے۔ پھر جب انہوں نے اس حید کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب بھیجا جس سے وہ قومیں صفہ اسی سے مٹ گئیں۔ چنانچہ فرمایا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب وہ اس صیحت کو بھول گئے جو ان کو مکی تھی تو ہم نے ان پر ہرجز کے دروازے کھول دیئے حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں پر اترنے لگے جو ان کو دی گئی تھیں تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ ٹامید ہو کر رہ گئے پس غلاموں کی جڑ کھنڈی مکی اور تمام تفریضیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جانوں کا پروردگار ہے۔ (الانعام: ۳۵-۳۶)

گناہوں کے باوجود نعمتوں کا ملنا اللہ کی طرف سے استدر راجع اور ڈھیل ہے

اس آیت میں ان کے صیحت کے بھولنے کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا گیا علاوہ بھولنے سے احراز توان کے اعتبار میں نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بھولنے سے مراد ترک کرنا ہے یعنی جب انہوں نے اس صیحت کے تقاضوں پر عمل کرنا ترک کر دیا۔ ابن جریج نے اس کی تفسیر میں کہا ہے جس دین کی طرف ان کو اللہ اور اس کے رسولوں نے دعوت دی تھی اس کو انہوں نے ترک کر دیا بلکہ اس کا انکار کیا اور اس کو رد کر دیا تو ہم نے ان پر ہرجز کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی معاش کی سختی کو رزق کی وسعت سے بدل دیا اور پیاروں کو صحت اور صلاحی کے ساتھ بدل دیا۔



اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کس طرح فرمایا ہے کہ ہم نے ان پر ہرج کے دروازے کھول دیئے حالانکہ یہ معلوم ہے کہ فن پر رحمت اور توبہ کے دروازے ہمیں کھولے گئے تھے۔ ان کے علاوہ نیکو اور صلح اور صلاح کے دروازے بھی بہت زیادہ ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی اس طرح نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے رزق کی وسعت خوشحالی اور جسمانی صحت و سلامتی کے جو دروازے فن پر بند کر دیئے تھے بطور استدراج اور ان کو ذلیل دینے کے لیے ہم نے وہ بند دروازے ان پر کھول دیئے۔ اس کی نظیر اس آیت میں ہے:

ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی نئی بھیجا تو اس بستی والوں کو (نئی کی تکذیب کی وجہ سے) ہم نے نئی اور تکلیف میں گرفتار کر لیا، تاکہ وہ گمراہ اور دعا کریں پھر ہم نے بد حالی کو خوشحالی سے بدل دیا، حتیٰ کہ وہ (مال اور اولاد میں) بہت زیادہ ہو گئے اور کہنے لگے 'ہمارے آپاد و اہلاد کو بھی تکلیف اور راحت پہنچی رہی ہے پھر ہم نے اچانک ان کو اپنی گرفت میں لے لیا اور آسمان پر ان کو شور مچا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا آخِذًا  
أَعْلَمُهَا بِالْبِائِسَةِ وَالْعَصْرَاءِ لَعَلَّهُمْ  
يَعْتَرَعُونَ ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ  
الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَمَّوْا وَقَالُوا قَدْ مَتَرْنَا آبَاءَنَا  
الْعَصْرَاءَ وَالْعَصْرَاءَ فَآخِذْنَاهُمْ بِنِعْمَةٍ وَهُمْ لَا  
يَشْعُرُونَ ۝ (الاعراف: ۸۴-۸۵)

وَأَمْسِي لَهُمْ لَيْلٌ كَثِيرَةٌ مُتَسَرِّعُونَ  
اور میں انہیں ذلیل دیتا ہوں، بے شک میری غیہ تیر

(الاعراف: ۸۴) - بہت مضبوط ہے۔

محمد بن مضر حادلی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بستی والوں کو جس سل ملت دی تھی۔ ابن جریج نے کہا کہ وہ خوشحالی میں مغرور تھے کہ اچانک ان پر عذاب آئید ابن زید نے کہا میں وہ شخص ہے جس پر ایسی مصیبت آجائے جس کا ذکر نہ ہو سکے۔ یا اس پر ایسا عذاب آئے جس سے پہچان نہ کیا جاسکے۔ (جامع البیان ج ۷ ص ۲۵۷-۲۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام احمد بن حنبل حنفی ۲۴۱ روایت کرتے ہیں:

حضرت عقبہ بن عامر ہجری بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تم یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے گناہوں کے پلوجوران کے سوالوں کے مطابق عطا فرما رہا ہے تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے استدراج اور ذلیل ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر جب وہ اس صیغہ کو بھول گئے جو ان کو کئی نئی تھی تو ہم نے ان پر ہرج کے دروازے کھول دیئے (البیہ) اسناد احمد ج ۱ رقم الحديث: ۳۳۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت مطبعہ ۱۴۳۳ھ

علامہ قرطبی کہتے ہیں حسن نے کہا جس شخص پر بھی اللہ نے دنیا و سب کچھ کر دی ہے مگر اس کو یہ خوف نہ ہو کہ اس کو ذلیل دی گئی ہے تو اس شخص کا صل ناقص ہو گا اور اس کی فکر روزی ہوگی اور جس شخص سے اللہ نے دنیا کی وسعت روک لی ہو اور اس نے اس نغلی میں خیر کا گمان نہ کیا ہو تو اس شخص کا صل بھی ناقص ہو گا اور اس کی فکر روزی ہوگی اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی جب تم خضر کو اپنی طرف آنادیکھو تو یک لوگوں کی طرح مر جاؤ اور جب تم خضر کو اپنی طرف آنادیکھو تو کہو یہ آزمائش ہے جس میں مجھے جلا کیا گیا۔

(الجامع للحکام القرآن ج ۲ ص ۶۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

جن لوگوں نے اپنے رب کے خلاف سرکشی کی تھی اس کے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور ان کے احکام کی مخالفت کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو اچانک پھیلے ہلک کر دیا اور ان کو صفحہ ہستی سے مٹا کر نیست و بربود کر دیا۔ اس لیے فرمایا میں خالصوں کی بڑ

کٹ دی گئی اور فرمایا تمام تعزیریں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، یعنی کامل شاء اور مکمل شکر اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس نے اپنے رسولوں پر اور اپنی اخلاصت کرنے والوں پر انعام فرمایا اور ان کو اپنے مخالف کافروں کے خلاف دلائل اور براہین سے غلبہ عطا فرمایا اور کافروں کو ان کے کفر اور رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے جس عذاب کی وعید سنائی تھی وہ عذاب ان پر نازل کر دیا اور اپنی وعید کو سچا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے لے جیڑا اگر اللہ تمہارے کھن اور تمہاری آنکھیں لے جائے اور تمہارے دلوں پر سر رکھے تو اللہ کے سوا کوئی معبود ہے جو یہ جنس تمہارے پاس لے آئے، دیکھئے اہم کس طرح بار بار دلائل بیان کرتے ہیں پھر (بھی) وہ روگردانی کرتے ہیں۔ (الانعام: ۴۶)

اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے پر دلیل

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی یکپارہ غایت پر استدلال کرنا مقصود ہے، کیونکہ انسان کے اشرف الاعضاء کھن آنکھیں اور دل ہیں۔ کھن قوتِ سلسلہ کا کل ہیں، آنکھیں قوتِ باصرہ کا کل ہیں اور دل حیات، عقل اور علم کا کل ہے۔ اگر ان اعضاء سے یہ صفات زائل ہو جائیں تو انسان کے حواس اور اس کی کارکردگی کا نظام قلمبہ ہو جائے گا اور وہ دین و دنیا کے فوائد حاصل کرنے سے محروم ہو جائے گا اور یہ بالبداهت معلوم ہے کہ جس ذات نے ان قوتوں کو پیدا کیا اور ان کو زائل ہونے سے محفوظ رکھا ہے، وہ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ من عظیم الشان اور علی قدر نعمتوں کا دہیت والا صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے تو پھر یہ کہنا واجب ہے کہ تعظیم، ثناء اور مہلت کا مستحق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جہوں کی مہلت کرنا پائل اور قاصد طریقہ ہے۔

اس آیت میں فرمایا ہے اگر وہ تمہارے دلوں پر سر رکھے۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ کافروں کے دلوں پر سر رکھے جس سے وہ ہدایت کو نہ سمجھ سکیں اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عقلوں کو پائل زائل کر دے اور وہ پاگلوں اور مجنونوں کی طرح ہو جائیں اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ اللہ ان کے دلوں کو مردہ کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، دیکھئے اہم کس طرح بار بار دلائل بیان کرتے ہیں، یعنی کبھی ہم انہیں اپنی نعمتیں یاد دلا کر ان کو ایمان لانے کی ترغیب دیتے ہیں اور کبھی انہیں پچھلی امتوں کا عذاب یاد دلا کر ڈراتے ہیں اور کبھی اس بات سے ڈراتے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو تمہارے اشرف الاعضاء کو معطل اور بے کار کر دیں، تاکہ تم ایمان لے آؤ اور کبھی اپنی الوہیت، قدرت اور توحید پر دلائل پیش کرتے ہیں کہ تم ان دلائل سے متاثر ہو کر ایمان لے آؤ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے لے جیڑا اگر تمہارے پاس اچانک یا حکم کھلا اللہ کا عذاب آجائے تو خالم کوگوں کے سوا اور کون ہلاک کیے جائیں گے۔ (الانعام: ۴۳)

کافروں کے عمومی عذاب میں، آیا مومن بھی مبتلا ہوں گے یا نہیں؟

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے صرف اشرف الاعضاء کو زائل کرنے کی وعید سنائی تھی اور اس آیت میں عمومی عذاب کی وعید سنائی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عذابِ خلوہ کسی قسم کا ہو، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا اس عذاب کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ اسی طرح خلوہ کسی قسم کی خیر ہو، اللہ عز و جل کے سوا اس کا کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے۔ اس آیت میں عذاب کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ اچانک اور حکم کھلا، کیونکہ یا تو عذاب کی پہلے علامتیں نمودار ہوں گی یا پیشگی علامتوں کے بغیر عذاب آئے گا۔ ثانی الذکر اچانک عذاب ہے اور اول الذکر حکم کھلا عذاب ہے۔ ثانی الذکر کا اچانک ہونا ظاہر ہے اور اول الذکر کو حکم

کھلا اس لیے فرمایا کہ اس عذاب کی علامتیں پہلے نمودار ہو چکی تھیں حتیٰ کہ اگر وہ اس عذاب سے بچنا چاہتے تو وہ کفر اور سرکشی سے توبہ کر کے بچ سکتے تھے۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ اگر یہ عذاب آجائے تو ظالم لوگوں کے سوا اور کون حلاک کیا جائے گا اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب عمومی عذاب آئے گا تو پھر نیک لوہد کی تیز نہیں رہے گی اور کافروں کے ساتھ مومن بھی ہلاک ہو جائیں گے؟ اہم راہی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اگرچہ بظاہر مومن اور کافروں ہلاک ہوں گے لیکن حقیقت میں ہلاکت صرف کفار کے لیے ہوگی اور مومنوں کے لیے یہ ضرر عظیم ثواب اور بلند درجات کا سبب ہو گا اس لیے ان کے حق میں یہ ہلاکت نہیں ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منت جاری ہے یہ ہے کہ جب وہ کسی علاقہ کے کافروں پر عمومی عذاب نازل فرماتا ہے تو ایمان والوں کو وہاں سے نکل دیتا ہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوموں پر جب عذاب نازل فرمایا تو ایمان والوں کو وہاں سے نکل لیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم صرف خوش خبری سننے والے اور ڈرنے والے رسول بھیجتے ہیں۔ پھر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ ٹھکین ہوں گے اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کو اس وجہ سے عذاب ہو گا کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ (الانعام ۳۸-۳۹)

انبیاء علیہم السلام کا مقرر شدہ کام

اس آیت کا معنی ہے کہ ہم رسولوں کو صرف ترغیب اور تریب کے لیے بھیجتے ہیں۔ وہ دنیا میں رزق کی وسعت اور آخرت میں ثواب کی بشارت دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی مذکور ذیل آیتوں میں ترغیب اور تریب دونوں کی مثالیں ہیں۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ أَنفَقُوا لَنفَعَنَّا عَلَيْهِمْ مَرَكَبٌ مِّنَ التَّنَاقُصِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَاصْتَلَتْهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَانُوا يَمْكُورُونَ ۝  
أَفَإِنَّمَا أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَقَاتِبَهُمْ هَٰؤُلَاءِ يَسْتَأْذِنُوا ۚ  
فَهُمْ يَكْسِبُونَ (الاحزاب ۹۷-۹۹)

اور اگر مٹیوں والے ایمان لے آتے اور (اللہ سے) ڈرتے تو ہم ان پر ضرر و آفات اور زمین سے برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے (رسولوں کی) تکذیب کی تو ہم نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کو گرفت میں لے لیا کیا بیشیوں والے اس سے بے خوف ہیں کہ راتوں رات ان پر عذاب آ جائے اور انہیں وہ سوجھ بوجھ۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے رسولوں کو اس لیے بھیجا ہے کہ وہ خوشخبری سنائیں اور ڈرائیں۔ اس لیے میں بھیجا کہ کفار ان سے من مانے اور فرضی مجربات طلب کریں۔ انبیاء علیہم السلام صرف ان ہی مجربات کو پیش کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہوتی ہے اور کسی انسان کی تسلی اور اطمینان کے لیے جس قدر مجربات کی ضرورت ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمادیتا ہے اور جو شخص ان مجربات کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتا ہے اور نیک اعمال کرتا ہے وہ آخرت میں عذاب سے بے خوف ہو گا اور جن لوگوں نے ان مجربات کے بل جود انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ان کو آخرت میں عذاب ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں از خود غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ آپ کہنے کیلئے حال اور دیکھنے والا میرے کیا تم فور نہیں کرتے۔ (الانعام ۵۰)



کے درمیان سے کوئی دریا جاری کر دیں یا جیسا کہ آپ کہتے ہیں آپ آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہلوے اور گراؤں یا آپ اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے بے چارے بنائیں یا آپ کا سونے کا گھر ہو یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے چڑھنے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ آپ ہم پر ایک کتاب نازل کریں جسے ہم پڑھیں۔ آپ کہتے ہیں اب یہ سچ ہے میں تو صرف بشر رسول ہوں اپنی امت پر (۱۰۰:۳۳) یعنی صرف رسالت اور نبوت کا دعویٰ دار ہوں اور جن امور کو تم طلب کر رہے ہو ان کو اللہ کی قدرت کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ سو اس کلام سے تصدیق ہے کہ جن معجزات کا تم مطالبہ کر رہے ہو ان کو حاصل کرنے کے لیے میرے پاس مستقل قدرت نہیں ہے۔

(ج) میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس ایسی قدرت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ثبوت کے لیے ضروری ہے اور نہ میں غیب جانتا ہوں اس کا معنی یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اللہ کے علم سے متصف ہوں اور ان دونوں جملوں کا حاصل یہ ہے کہ میں الوہیت کا مدعی نہیں ہوں۔

(تفسیر کبیر 'ج' ۴ ص ۴۰۳۸، 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۹۸ھ، 'طبع قدیم')

قاضی بیہدلی متوفی ۷۸۵ھ لکھتے ہیں:

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے مقدرات اور اس کے خزانے ہیں۔ اور میں غیب نہیں جانتا اس سے مراد یہ ہے کہ جس غیب کی میری طرف وحی نہ کی جائے یا جس غیب پر دلیل (مطلق یا معنی) قائم نہ ہو اس کو میں نہیں جانتا یا میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتوں کی جنس سے ہوں یا جن کلاہوں پر فرشتے قادر ہیں ان پر میں قادر ہوں۔ نبیؐ پر چہرہ نے نہ اٹھانے اور فرشتہ ہونے کے دعویٰ سے براہت کا اظہار کیا اور نبوت کا دعویٰ کیا جو بشر کے کمالات سے ہے۔

(انوار التنزیل مع الکاثر ردی 'ج' ۲ ص ۴۱۰، 'مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۱۶ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۸۰ھ لکھتے ہیں:

مولانا شیخ الاسلام کا عقار یہ ہے کہ معنی یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اللہ عزوجل کے افضل سے متعلق علم غیب کو جانتا ہوں، حتیٰ کہ تم مجھ سے یہ سوال کرو کہ قیامت کس وقت واقع ہوگی یا عذاب کس وقت نازل ہوگا؟ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ یہ غیب کفار کے انجام کے ساتھ مخصوص ہے، یعنی میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ میں فرشتہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں حتیٰ کہ تم مجھے خلاف عدلت افضل کا مکتبہ کرو مثلاً آسمان پر چڑھنے کا اس سے یہ وہم نہ ہو کہ فرشتہ نبی سے افضل ہو تا ہے کیونکہ شیر، بیڑیا، ستارے اور پرندے ایسے کالم کر لیتے ہیں جو انسان نہیں کر سکتا، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ انسان سے افضل ہوں۔ (روح البانی 'ج' ۲ ص ۵۵۰، 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علماء دیوبند کے نزدیک علم غیب کی نفی کا محمل

اس آیت کو علماء دیوبند نے بھی اس پر محمول کیا ہے کہ نبیؐ سے مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں کی گئی، بلکہ مستقل اور بذات علم کی نفی کی گئی ہے یا آپ سے تمام معلومات الہیہ کی نفی کی گئی ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۷۴ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں تمام فیوض کو (جو کہ معلومات الہیہ ہیں) جانتا ہوں (جیسا کہ کبھی کبھی بطور غلط اس قسم کی باتیں پوچھتے ہو کہ قیامت کب آئے گی؟ یا ان القرآن 'ج' ۲ ص ۲۷۸، 'مطبوعہ تاج کتب پبلیشرز گرامی')

شیخ شہر امر مٹنی متنی ۳۸۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی کوئی شخص جو وہی نبوت ہو اس کا یہ دعویٰ نہیں ہوتا کہ تمام مقدرات الہیہ کے خزانے اس کے قبضہ میں ہیں کہ جب اس سے کسی امر کی فراغی کی جائے وہ ضرور ہی کر دکھائے یا تمام معلومات حبیبہ و شہیدہ پر خزانہ ان کا تعلق قرآن سے رسالت سے ہو جائے ہو اس کو مطلع کر دیا گیا ہے کہ جو کچھ تم پر جمودہ فوراً اتارا دیا گئے۔

(تفسیر مٹنی بر ترجمہ محمود الحسن ص ۷۷)

مٹنی محمد شیخ ابو بنی متنی ۳۸۷ھ اس آیت کے تحت خلاصہ تفسیر میں لکھتے ہیں:

لورہ میں تمام غیب کی چیزوں کو جانتا ہوں (جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے)

(معارف القرآن ج ۳ ص ۳۲۳ مطبوعہ ادارہ المعارف کراچی ۱۱۳)

نئی چیز کے لیے علم غیب کا ثبوت

مفسرین کرام نے اس آیت میں علم غیب کی نفی کو مطلقاً علم غیب کی نفی پر محمول نہیں کیا بلکہ اس علم غیب کی نفی پر محمول کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی دیگر آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو خصوصاً اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو عموماً علم غیب عطا فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض آیات حسب ذیل ہیں:

ذٰلِكَ مِنْ آثَانِ الْعَبِيّ نُوْحِيْدًا لِّكَ

(آل عمران: ۱۳۳) وہی فرماتے ہیں:-

انبیاء علیہم السلام کے علم کا ایک ذریعہ وہی ہے جو جب نئی چیز کی طرف غیب کی وہی کی گئی تو آپ کو غیب کا علم ہو گیا۔ چونکہ شرح معانی میں لکھا ہوا ہے کہ علم کے تین اسباب ہیں۔ حواس سلیہ، خبر مطلق اور عقل (شرح معانی ص ۱۰) اور جب نئی چیز کو غیب کی خبر دی گئی تو آپ کو غیب کا علم حاصل ہو گیا۔ قرآن مجید میں ہے:

ذٰلِكَ مِنْ آثَانِ الْعَبِيّ نُوْحِيْدًا لِّكَ

(احود: ۳۹) وہی فرماتے ہیں:-

عمومی طور پر انبیاء علیہم السلام کو غیب پر مطلع کرنے کا ذکر ان آیات میں ہے:

وَمَا كُنَّا اللّٰهُ يُسَلِّطُ لَكُمْ عَنِ الْعَبِيّ وَ

لِكُنَّا اللّٰهُ مَحْشُوْرِيْنَ مِنْ رُّسُلِهِ مَرَّ تَكَرَّرًا

(آل عمران: ۱۷۱) اللہ کے رسول ہیں:-

عَلِيْمُ الْعَبِيّ فَلَا يُظْهَرُ عَلٰی عِبِّيَّةِ أَحَدًا

رَاٰتِيْ اَرْتَضٰى مِنْ رُّسُلِيْ (الحج: ۳۵-۳۴) میں فرماتا: سو ان کے جن کو اس نے پسند فرمایا ہے اس کے

رسول ہیں۔

بعض علماء کا یہ حقیق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف صراحتاً علم غیب کی نسبت نہیں کی بلکہ انکار غیب

اور اطلاع علی الغیب کی نسبت کی ہے۔ اس لیے یوں کہنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام پر غیب ظاہر کیا گیا یا ان کو غیب پر مطلع کیا

گیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فیروز پر علم غیب کی بلا استثناء نفی فرمائی ہے اس لیے یوں نہیں کہنا چاہیے کہ نبی ﷺ کو علم

غیب ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ نبی ﷺ کو علم غیب دیا گیا یعنی مہارت میں کوئی حیرت نہیں جو اس سے معلوم ہو کہ اس علم سے

مراد عطائی ہے ذاتی نہیں ہے۔

امام احمد رضا قادری حنفی ۳۰ ص ۳۰۰ لکھتے ہیں:

علم جب کہ مطلق یوں جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف متعلق ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح حاشیہ کشف پر میرید شریف رحمت اللہ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے۔ کوئی شخص کسی مخلوق کے لئے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی ماننے یقیناً کافر ہے۔ (المفتاح ج ۳ ص ۷۳ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

امام احمد رضا قادری کی اس عبارت سے ذکر اور بعد و تحقیق کی تائید ہوتی ہے۔

منفی محمد شفیع دہلوی حنفی ۳۰ ص ۳۰۰ لکھتے ہیں:

اس معاملہ میں کسی مسلمان کو کلام نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو غیب کی ہزاروں لاکھوں چیزوں کا علم عطا فرمایا تھا بلکہ تمام فرشتوں اور لوگوں و آخرین کو عطا علم دیا گیا ہے مگر سب سے زیادہ حضور ﷺ کو علم عطا فرمایا گیا ہے۔ یہی پوری امت کا عقیدہ ہے۔ پس اس کے ساتھ ہی قرآن و سنت کی بے شمار تشریحات کے مطابق تمام ائمہ مطلق و خف کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تمام کائنات کا علم عطا صرف حق تعالیٰ شانہ کی خصوصیت ہے۔ جس طرح اس کے خالق و رازق تصور مطلق ہونے میں کوئی فرشتہ یا رسول اس کے برابر نہیں ہو سکتا اسی طرح اس کے علم عطا میں بھی کوئی اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی فرشتہ یا پیغمبر کو لاکھوں چیزیں معلوم ہونے کے باوجود عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا۔

(معارف القرآن ج ۳ ص ۳۷۸ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی ۱۳۱۳ھ)

نبی ﷺ پر عالم الغیب کے اطلاق کا عدم جواز

ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب ثابت ہے۔ اس کے باوجود ہمارے نزدیک آپ پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہیں ہے کیونکہ عالم الغیب کا لفظ عرف اور شرع میں لفظ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہو چکا ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ محمد عزوجل کتنا جائز نہیں ہے مگر آپ عزوجل و جلیل ہیں۔ اسی طرح محمد تبارک و تعالیٰ کتنا جائز نہیں ہے مگر آپ باریک و بلند ہیں کیونکہ عرف اور شرع میں عزوجل اور تبارک و تعالیٰ کے لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔

امام احمد رضا حنفی ۳۰ ص ۳۰۰ لکھتے ہیں:

مخلوق کو عالم الغیب کتنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ کے ہائے سے امور غیب پر انہیں اطلاع ہے۔

(الامین والحق ص ۳۰۳ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

مولانا سرور احمد حنفی ۸۲ ص ۸۲ لکھتے ہیں:

لفظ عالم الغیب کا اطلاق ہم بھی عرفاً غیر خدا عزوجل پر نہیں کرتے۔ (مناکر و برہانی ص ۱۰۶ مطبوعہ المکتبہ المادہ لاہور)

ہم نے اپنی کتاب مقام ولایت و نبوت میں علماء اہل سنت اور خصوصاً علماء دہلوی کی بکثرت عبارات پیش کی ہیں۔ جن میں مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کی گئی ہے۔

نبی ﷺ کے علم غیب کے متعلق اہل سنت کا مسلک

امام احمد رضا قادری حنفی ۳۰ ص ۳۰۰ لکھتے ہیں:

۱۔ بلاشبہ غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔

۲۔ بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومت غیبیہ ہو سکتا معلوم تو درکنہ تمام لوگوں و آخرین و انبیاء و مرسلین و ملائکہ

مقررین سب کے علوم مل کر علوم انبیاء سے وہ نسبت میں رکھ سکتے جو کوڑا کوڑے سمندروں سے ایک ذرہ بیوند کے کدوؤں حصہ کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بیوند کا کوڑا حصہ دونوں مٹی ہیں اور مٹی کو مٹی سے نسبت ضرور ہے۔ مختلف علوم الہیہ کے غیر مٹی اور غیر مٹی اور غیر مٹی ہیں اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش و شرق و غرب و جملہ کائنات از روز اوس تا روز آخر کو محیط ہو جائیں۔ آخر مٹی ہیں کہ عرش و فرش و حدیں ہیں شرق و غرب و حدیں ہیں روز اول و روز آخر و حدیں ہیں اور جو کچھ وہ حدوں کے اندر ہے سب مٹی ہے بالکل غیر مٹی کا علم تفصیل مخلوق کو لی میں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الہی سے اصلاً نسبت ہوتی ہی محال قطع ہے نہ کہ معلو اللہ تو ہم پہلوات۔

۲۔ یعنی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے سے انبیاء کرام عظیم معلوۃ والسلام کو کثیر وافر فیوض کا علم ہے۔ یہ بھی ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہو کافر ہے کہ سرے سے جوت ہی کا منکر ہے۔

۳۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل عظیم میں محمد رسول اللہ ﷺ کا حصہ تمام انبیاء تمام جہاں سے اتم و اعظم ہے۔ اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے فیوض کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا۔

(خاص الامتداد ص ۳۹-۳۸ مطبوعہ مطبعہ اہل سنت بریلی ۱۳۲۸ھ)

کیا نبی ﷺ کا اتباع وحی کرنا آپ کے اجتہاد کے مٹانی ہے؟

اس آیت کے آخر میں ہے (آپ کہنے کہ میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے) آپ کہتے کیا نہ حال اور دیکھنے والا برابر ہیں کیا تم غور نہیں کرتے۔ (الانعام ۵۰)

امام محمد بن عبد بن محمد مرزا مثنوی ۳۶ ص ۳۷ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں دیتے تھے اور آپ اجتہاد نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کے تمام احکام وحی سے صادر ہوتے تھے۔ اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَمَا يَسْطِطِعُ أَحَدٌ مِّنَ الْبَشَرِ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّهِ ۚ وَخُشِعُوا لِآيَاتِهِ ۚ وَاسْمِعُوا كَلِمَةَ رَبِّهِ ۚ وَأَطِيعُوا أَمْرَهُ ۚ وَاتَّقُوا رَبَّكَ الَّذِي هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ (النجم: ۳۴-۳۵) صرف وہ وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

اور جب نبی ﷺ اجتہاد نہیں کرتے تو امت کے لیے بھی اجتہاد جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اتباع کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ ان پر لازم ہے کہ صرف وحی الہی کی اتباع کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید فرمائی کیا نہ حال اور دیکھنے والا برابر ہیں؟ کیونکہ بغیر وحی کے عمل کرنا گمراہی کے عمل کے قائم مقام ہے اور وحی کے مطابق عمل کرنا دیکھنے والے کے عمل کے قائم مقام ہے۔ پھر فرمایا کیا تم غور و فکر نہیں کرتے۔ اس سے صاحب عقل کو متنبہ کرنا مقصود ہے کہ وہ ان دونوں امور کا فرق سمجھے اور غافل نہ ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

نبی ﷺ کے اجتہاد پر دلائل

امام مرزا کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے۔ نبی ﷺ اور دیگر انبیاء عظیم السلام کا اجتہاد کرنا جائز ہے اور خصوص پر قیاس کرنا بھی جائز ہے۔ سورہ انبیاء ۷۹-۸۰ میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے اجتہاد کا ذکر ہے اور امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے حج کی نذر دہائی پھر وہ فوت ہو گئی اس کا ماہی نبی ﷺ کے پاس گیا اور اس کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا یہ بتا اگر تسبیح میں پر قرض ہو تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اس نے کہا ہاں آپ نے



فرمایا اللہ کا حق لوگو! وہ لوگوں کے زیادہ حقدار ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث: ۱۸۵۴، ج ۷، رقم الحدیث: ۳۷۷۸، ج ۸، رقم الحدیث: ۳۵۵۷، سنن ترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۳۱۳۱)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے اللہ کے حق کو بدلے کے حق پر قیاس کیا ہے اور یہ نبی ﷺ کے اجتہاد اور قیاس کی دلیل ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ (الحشر: ۳)

اے صاحبان بصیرت! اعتبار کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہونا اور یہی معنی قیاس میں بھی مستحق ہوتا ہے، کیونکہ قیاس میں اصل کے حکم کو فرع کی طرف منتقل کرتے ہیں۔

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما متوفی ۱۸۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے قیاس کی صحت پر استدلال کیا گیا ہے، کیونکہ اس آیت میں ایک حل سے دوسرے حل کی طرف تجاوز کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دو چیزوں میں مشارکت کی وجہ سے ایک کا حکم دوسرے پر لاگو کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہی قیاس ہے۔ (انوار التوہیل علی حاشیہ القاضی ج ۸، ص ۷۷، مطبوعہ دار سلوہ بیروت)

علامہ شام الدین خفاجی متوفی ۷۷۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں ہمیں اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹنا، یہی طور کہ اس شے پر اس کی نظیر کا حکم مانا گیا جائے اور یہ اعتبار فصاحت حاصل کرنے، قیاس شری اور قیاس لغوی کو شامل ہے اور یہ آیت فصاحت حاصل کرنے پر مجازۃً اور قیاس پر اشارۃً دلالت کرتی ہے۔ (حاشیہ القاضی ج ۸، ص ۷۷، مطبوعہ دار سلوہ بیروت)

صحابہ کرام کے اجتہاد پر دلائل

بکھرت احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہاد کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ایک سردار تھے جس نے ہو گئے۔ انہوں نے اجتہاد کر کے غسل کی بجائے تم کرایا، نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا یا تو آپ نے ان کو ملامت نہیں کی۔ (صحیح البخاری، کتاب التیم، باب ۷)

اور امام ابو یوسف محمد بن یسعی ترمذی متوفی ۲۴۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت صفوان بن یسعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور پوچھا تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا میں کتب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر کتب اللہ میں تصریح نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر میں رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت میں تصریح نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے ناسخہ کو توفیق عطا کی۔

(سنن الترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۲۲، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۳۵۴۲، سنن ابوموسیٰ ج ۵، رقم الحدیث: ۲۳۰۶)

حضرت ابوبریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب حاکم اجتہاد سے حکم کرے اور صحیح حکم دے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب وہ حکم میں غلط کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۲۱، صحیح البخاری ج ۸، رقم الحدیث: ۳۵۴۲، صحیح مسلم القشیر ج ۱۵، رقم الحدیث: ۳۳۰۷، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۳۵۴۳، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۲۲۳۳، سنن کبریٰ للبخاری ج ۳، رقم الحدیث: ۵۸۸۸)

آپ کا وحی کی اتباع کرنا اجتہاد کے متنافی نہیں ہے

قرآن مجید اور اطلیٰ محمد سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی پیغمبر نے اجتہاد کیا ہے اور آپ نے صحابہ کرام کو اجتہاد کرنے کی ہدایت بھی کی ہے۔ اب رہا یہ امر کہ اس آیت میں ہے "پس صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے" اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں قرآن مجید میں اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتا، میں اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی وحی کی اتباع کرتا ہوں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی پیغمبر نے اپنے اجتہاد سے جو احکام دیئے ان کی تائید اللہ کی وحی سے ہوئی، کیونکہ جب آپ احکام دے رہے تھے اس وقت نزول وحی کا زمانہ قلم اگر آپ کے احکام میں خلا ہوتا تو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آپ کی اصلاح فرماتا اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے احکام کو برقرار رکھا تو معلوم ہوا کہ آپ کے احکام صحیح تھے اور چونکہ آپ کے احکام کو وحی کی تائید حاصل تھی تو گویا آپ کی تکلیف کے اعتبار سے اتباع وحی کر رہے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ منصوص احکام میں آپ صراحتاً اتباع وحی کرتے ہیں اور غیر منصوص احکام اور اجتہادی مسائل میں آپ مال کے اعتبار سے اتباع وحی کرتے تھے۔ اس لیے آپ کا یہ فرمان صحیح ہے کہ میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ اس کی تیسری توجیہ یہ ہے کہ کفار آپ سے مال طلب کرتے تھے۔ فیک کی باتیں پوچھتے تھے اور غیر معمولی کام کرنے کے لیے کہتے تھے۔ تو آپ سے فرمایا کہ آپ کہنے کہ میں صرف وحی کی اتباع کرتا ہوں میں وحی چیزیں دوں گا اور وحی چیزیں بتاؤں گا اور وحی کام کروں گا جس کی اللہ مجھے اجازت دے گا۔ اس لیے یہ آیت نبی پیغمبر کے اجتہاد کے خلاف نہیں ہے۔ یہاں چونکہ اجتہاد کی بحث آگئی ہے اس لیے ہم اجتہاد کی تعریف اور نبی پیغمبر کے اجتہاد میں مذاہب علماء بیان کریں گے۔ فنقول وبالله التوفیق۔

اجتہاد کی تعریف

امام غزالی نے اجتہاد کی یہ تعریف کی ہے احکام شریعہ کا علم حاصل کرنے کے لیے مجتہد کا اپنی طاقت کو خرچ کرنا۔

(المستصفیٰ ج ۲ ص ۱۳۵)

علامہ آدمی نے کہا احکام شریعہ میں سے کسی حکم شری کا عنین طلب حاصل کرنے کے لیے اپنی کوشش کرنا کہ اس سے زیادہ کوشش سے عین عاجز ہو۔ (الاحکام ج ۳ ص ۱۶۹)

قاضی بیہولی نے کہا احکام شریعہ حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرنا۔

(نہایت السنول ج ۳ ص ۵۳۳ "الایمان ج ۳ ص ۲۳۶" "الاجتہاد ج ۳ ص ۲۶۷)

علامہ ابن حمام نے کہا حکم شریعی عقلی کو حاصل کرنے کے لیے فقہ کا اپنی طاقت کو خرچ کرنا۔ (تیسیر التقریر ج ۳ ص ۱۷۹)

ان تعریضات میں طاقت خرچ کرنے، جدوجہد کرنے اور کوشش کرنے سے مراد یہ ہے کہ مجتہد علمی اور ذہنی کوشش کرے اور جس پیش آمدہ مسئلہ کا حکم معلوم کرنا ہے، قرآن مجید، اطلیٰ اور آثار صحابہ میں اس کی نگار تلاش کرے اور اصل اور فرع میں غلط و مشترک نکالے اور اس میں غور کرے کہ جس مسئلہ کو وہ قیاس سے معلوم کر رہا ہے، کہیں وہ صراحتاً کتاب و سنت میں منصوص تو نہیں ہے۔

نبی پیغمبر کے اجتہاد کے متعلق علماء اسلام کے مذاہب

علماء اسلام کا اس پر اصرار ہے کہ دنیاوی مصلحتوں اور جنگ کی تدبیروں اور امن جیسے امور میں نبی پیغمبر کا اجتہاد کرنا جائز ہے اور آپ نے ان امور میں اجتہاد کیا بھی ہے۔ ابن حزم نے اس کی یہ مثل دی ہے کہ نبی پیغمبر نے مدینہ کے تعلق پھل دے کر

غفلت سے صلح کارا وہ کیا اور یہ صلح ہے کیونکہ آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ اپنے بل سے جس کو چاہیں "بہرہ" کر دیں۔ اسی طرح جب مسلمانوں نے مجبوروں میں پیداوار کی کسی کی شکایت کی تو آپ نے مجبوروں میں بیوہ لگانے کا حکم دیا کیونکہ ہر شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی مجبور میں بیوہ لگائے یا نہ لگائے اور احکام شرعیہ میں آپ کے اجتہاد کے اختلاف ہے کہ جن چیزوں میں نصوص وارد نہیں ہیں ان میں آپ کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بعض علماء کے نزدیک آپ کے لیے اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے، بعض کے نزدیک آپ کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے اور بعض نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

نئی چیز کے اجتہاد کے عدم جواز کے قائلین۔  
ابو منصور کا مذہب یہ ہے کہ نئی چیز کے لیے اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ آپ کو نص کے حصول پر قدرت ہے۔ قرآن مجید میں ہے "ان هو الا وحی یوحی" (التجنہ ۱۳) ان کا کلام کرنا صرف وہی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے "ابن حزم کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب نئی چیز سے گورہ کی زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا مجھ پر ان کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔

(الحج الاور ۳ ج ۲ رقم الحدیث ۲۸۶۰) صحیح مسلم "زکوٰۃ ۲۳" (۹۸۷) ۲۲۵۳ "سنن نسائی ۲ ج ۲ رقم الحدیث ۳۵۶۳" نئی چیز سے جب کسی کام کے متعلق سوال کیا جاتا تو آپ وحی کا انتظار فرماتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے لیے اجتہاد کرنا جائز نہیں تھا بلکہ ہر ایک قول یہ ہے کہ آپ کے لیے اجتہاد کرنا معتاد متبع ہے۔ یہ امام الحرمین کا قول ہے جس کو انہوں نے حلیوں میں لکھا ہے اور ابو علی اور ابو حاتم کا مذہب یہ ہے کہ آپ اجتہاد سے عہدت میں کرتے تھے۔  
نئی چیز کے اجتہاد کے جواز کے قائلین

امام شافعی "امام احمد" اکثر مالک "قاضی ابو یوسف اور مجتہد کا مذہب یہ ہے کہ علماء نے نئی سیدنا محمد ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے۔ امام شافعی نے "الرسالہ" میں اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کو تدبیر اور اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کے لیے مثالیں بیان فرمائی ہیں "اسی طرح نبی ﷺ کو بھی تدبیر اور فکر کرنے کا حکم دیا ہے" بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سب سے زیادہ غور و فکر کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ اعتبار کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے "ان هو الا وحی یوحی" (التجنہ ۱۳) ان کا کلام کرنا صرف وہی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے اس سے مراد قرآن کریم ہے اور اجتہاد شرعی کی امتیازت وہی گئی ہے۔ جنگی واقعات میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔ مثلاً نضو کو قتل کرنا اور بہت سے امور ہیں۔ آپ نے غور و فکر کر کے دو جائز کاموں میں سے کسی ایک کو اختیار کیا ہے اور احکام شرعیہ میں آپ کے لیے اجتہاد کرنا اس لیے جائز ہے کہ جب امت کے لیے احکام شرعیہ میں اجتہاد کرنا جائز ہے تو آپ کے لیے یہ طریق اپنی جائز ہونا چاہیے۔ کیونکہ آپ خطاء سے معصوم ہیں اور امت خطاء سے معصوم نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ اجتہاد سے کسی حکم کو معلوم کرنے میں منصوص حکم کو معلوم کرنے کی بہ نسبت زیادہ دشواری ہے اور جس عمل میں زیادہ مشقت ہو اس میں زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

نئی چیز کے اجتہاد کے متعلق توقف کے قائلین

علامہ نصیری نے "شرح الرسالہ" میں لکھا ہے کہ یہ امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ امام شافعی نے اس مسئلہ میں کسی قول نقل کیے ہیں اور کسی قول کو محض قرار نہیں دیا اور یہ کہا کہ جس چیز میں نص کتاب نہ ہو اور اس میں رسول اللہ ﷺ نے کسی طریقہ کو بیان نہیں کیا اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی سے نبی ﷺ کو اس کا علم عطا فرمایا ہے

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اسی نام کے طریقہ کو بیان کیا ہے جس کی اصل کتاب میں ہے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کتاب کے پاس اللہ کا پیغام آتا ہے کہ اس پیغام سے اللہ تعالیٰ کے فرض ادا کرنے کا طریقہ (مخت) بیان فرماتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ سنت سے جتنے احکام بیان کیے ہیں وہ سب آپ کے دل میں اتار دیا گئے تھے۔ پھر امام شافعی نے لانح و المنسوخ کے باب میں بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے۔

مَا يَكُونُ لِيْ اَنْ اُبْلِغَ مِنْ فُلْغَاءٍ مَّعِيْ  
مَجھے یہ حق نہیں کہ میں اس قرآن کو اپنی طرف سے تبدیل  
(یوس: ۵۵) کروں۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ حق دیا ہے کہ جس مسئلہ میں کتاب کا حکم ملاں نہیں ہوا ہے اس میں اللہ کی توفیق سے اپنی طرف سے بیان فرمائیں۔ پھر کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَسْمَعُوا اللَّهَ مَآثِرًا وَحُثًى (الرعد: ۴۳)

اللہ جس فرض کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس فرض کو چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہے۔

آپ کے اجتہاد کرنے کے حلقہ امام شافعی نے یہ متعارض دلائل نقل کیے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان کا رد توفیق کی طرف ہے۔

نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کے متعلق مذاہب علماء  
نہی ﷺ سے اجتہاد کے وقوع کے متعلق چار مذاہب ہیں۔ بعض علماء نے وقوع کا مطلقاً انکار کیا، بعض علماء نے اصول اور  
قواعد میں آپ کے اجتہاد کرنے کا انکار کیا اور یہ کہہ کر آپ فروغ اور مسائل میں اجتہاد کرتے تھے اور بعض نے اس میں توقف  
کیا۔ جنہوں نے اجتہاد کے وقوع کا انکار کیا انہوں نے کہا تمام سنت وحی ہے، لیکن یہ وحی غیر حکو ہے اور قرآن مجید وحی منکوبہ  
اور سنن کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا سوائے قرآن دیا گیا ہے اور اس کی مثل اس کے ساتھ ہے۔ امام مسلم نے حضرت یحییٰ  
بن امیہ جزیہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کے چہرہ پر خوشبو کے لپ کے آثار تھے، اس نے نبی ﷺ سے پوچھا آپ مجھے  
عرو میں کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ اس وقت نبی ﷺ پر وحی نازل ہوئی، آپ کے لوہ پر کڑا زائل دیا گیا۔ حضرت یحییٰ کی یہ خواہش  
تھی کہ وہ نبی ﷺ پر نزول وحی کی کیفیت دیکھیں۔ حضرت عمر نے کہنے کی چادر ایک طرف مائل تو حضرت یحییٰ نے دیکھا کہ  
ان کو نوٹ کے بیڑے کی آواز آ رہی تھی، جب آپ سے یہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے فرمایا اس خوشبو کے اثر کو دھو ڈالو اور  
جہہ انار دواور جو کچھ ج میں کرتے ہو، وہی عرو میں بھی کرو۔

۱) صحیح مسلم 'ج' ۴، ۲۷۵ (۱۸۰) صحیح بخاری 'ج' ۲، رقم الحدیث ۱۸۳، سنن ابوداؤد 'ج' ۲، رقم الحدیث ۱۸۳ (۱۸۳) یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں یہی قضیہ دلیل ہے کہ جس طرح آپ پر قرآن نازل ہوا تھا اسی طرح سنت بھی نازل ہوئی تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر مخصوص احکام میں نبی پیغمبر اختلاف نہیں کرتے تھے بلکہ وحی سے احکام حاصل کر کے بیان کرتے تھے۔ علامہ محمد بن شرف نووی متوفی ۷۶۱ھ لکھتے ہیں:

اکثر علماء کرام کا خیال یہ ہے کہ آپ کے لیے اجتہاد کا حق صرف جائز ہے بلکہ واقع ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی ﷺ کے اجتہاد میں خطا جائز ہے یا نہیں۔ محققین کا مذہب یہ ہے کہ آپ کے اجتہاد میں خطا جائز نہیں ہے اور اکثر علماء جواز کے قائل ہیں لیکن آپ کو خطا پر برقرار نہیں رکھا جائے۔ (شرح صحیح مسلم، ج ۱ ص ۵۸۸ منقولہ مکتبہ نزار صفحہ ۱۲۰ کمرہ ۵۸۱)

نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کے ثبوت میں احادیث

جن لوگوں نے نبی ﷺ کے اجتہاد کے وقوع کا انکار کیا ہے انہوں نے حضرت علیؓ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب آپ سے عہد کے حلقہ سوال کیا گیا تو آپ نے اس وقت تک جواب نہیں دیا جب تک آپ بروی نازل نہیں ہوئی لیکن بکثرت ایسی احادیث ہیں کہ نبی ﷺ نے نزول وحی کے بغیر فی الفور مسائل کے جواب دیے اور یہ جو اہل آپ کے اجتہاد پر قوی دلیل ہیں اور حضرت علیؓ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ وحی سے احکام حاصل کرتے تھے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ہر حکم وحی سے حاصل کرتے تھے اور اجتہاد بالکل نہیں کرتے تھے جبکہ آپ نے بکثرت سوالات کے جوابات میں فی الفور احکام شرعی بیان فرمائے۔  
امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو حریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے دن یہ خبر دی گئی کہ خزاعہ نے یثرب کے ایک شخص کو اپنے مقتول کے بدلہ میں قتل کر دیا ہے جس کو یثرب نے قتل کیا تھا۔ نبی ﷺ نے لوٹنے پر سوار ہو کر غلبہ دیا اور فرمایا ہے شک اللہ نے مکہ میں قتل کو بند کر دیا ہے اور نہ پر رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو مسلط کر دیا ہے۔ سنوا مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی شخص کے لیے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہو گا۔ سنوا وہ میرے لیے دن کی صرف ایک ساعت کے لیے حلال ہوا ہے اور سنوا یہ وحی ساعت ہے نہ اس کے کاٹوں کو اکھاڑا جائے گا نہ اس کے درختوں کو کاٹا جائے گا اور نہ اس کی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے گی۔ مسوا اعلان کرنے والے کے اور جن لوگوں کا کوئی شخص قتل کیا گیا ہو اس کو وہ اختیار ہیں یا تو وہ صحت لے لے یا قصاص لے لے۔ یمن کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! مجھے یہ لکھ کر دیں۔ آپ نے فرمایا ابو قحس کے لیے یہ لکھ دو۔ قریش کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! دحر ایک قسم کی گھاس کا اشتہاء فرما لیجئے کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں میں اور قبروں میں رکھتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا مسوا اخر کے۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۳۳، صحیح مسلم ج ۳، ۳۳۵، ۳۳۴، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۲۸۸، سنن نسائی ج ۵، رقم الحدیث ۲۸۵۵، ۲۸۵۴، سنن کبریٰ للنسائی ج ۲، رقم الحدیث ۳۸۵۷)  
اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ سے لاخیر کے اشتہاء کا سوال کیا گیا اور آپ نے وحی کی طرف مراجعت کے بغیر فی الفور اپنے اجتہاد سے اس کا اشتہاء کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ عرم کیا پینے؟ آپ نے فرمایا عرم قیس پینے نہ ملے نہ شلوان نہ ٹوپی نہ دھڑان یا سرخ رنگ سے رنگا ہو اکپڑا۔ اگر اس کو طینن نہ ملیں تو وہ موز سے پائے لے اور نہ کو (اوپر سے) ناکٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں کے نیچے ہو جائیں۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۳۳، صحیح مسلم ج ۳، ۳۳۵، ۳۳۴، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۲۸۸، سنن نسائی ج ۵، رقم الحدیث ۳۸۵۷)  
رقم الحدیث: ۳۴۳۲

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے مسائل کے جواب میں وحی کی طرف مراجعت کیے بغیر فی الفور اپنے اجتہاد سے عرم کے لباس کے حلقہ حکم شرعی بیان فرمایا۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں اور وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ



ہی! آپ نے فرمایا پھر اللہ کا حق لو کہو وہ لو انگی کے زیادہ حقدار ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحديث: ۱۸۵۶، سنن الترمذی ج ۵، رقم الحديث: ۱۲۳۱)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے اللہ کے حق کو بندے کے حق پر قیاس کیا ہے اور یہ نبی ﷺ کے اجتہاد کی قوی دلیل ہے۔

وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ سَاءِ رَبٍّ لَّهُمْ ۖ

اور اس (قرآن) کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائیے جو اپنے رب کی عزت بچ کیے جانے سے ڈرتے ہیں اور ان کا ٹھکانہ

مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۵۶﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ

کے سوا ان کا کرتی ہو دو گار جو گناہ گار نہ تھے نہ کرنے والا۔ ان کو ڈرائیے تاکہ وہ سختی جو جائیں اور ان (مصلحین مسلمانوں) کو دور

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ

فریاد کیے جو صبح و شام اپنے رب کی حمد کرتے رہتے ہیں اور ان کا یہ کہ وہ اسی کی رضا چاہتی کہتے ہیں، ان کا حساب ہر ایک

مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ

آپ کے ذمہ نہیں ہے اور آپ کا حساب ہر ایک ان کے ذمہ نہیں ہے، یہی اگر (بالفرض) آپ نے ان کو

فَطْرُدْهُمْ فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۷﴾ وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمُ

دور کر دیا تو آپ غیر مصلحوں سے جو جائیں گے ○ اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض

بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَٰؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِن بَيْنِنَا أَلَيْسَ

کے بہت آزمائش میں مبتلا کیا، تاکہ انہیں کام کا وہ (مال و دار کا فر) یہ کہیں کہ کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے

اللَّهُ بِأَعْلَمُ بِالشَّكِرِينَ ﴿۵۸﴾ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا

اسان کیا ہے! (اے کہو!) کیا اللہ تم کو ارادوں کو خوب جاننے والا نہیں ہے؟ اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے

فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۚ إِنَّكَ مِنْ

میں تو آپ پر سلام جو، تمہارے رب نے (میں اپنے کم سے) اپنے اوپر رحمت کو لکھ کر لیا ہے، کو تم میں سے میں کہتا

عَمَلٍ مِنْكُمْ سُوْءٌ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهَا وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ

نہارا توبہ کی وجہ سے کوئی باگاہم کر لیا پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بیشک اللہ بہت

جہان القرآن جلد سوم

# عَفُوًّا رَّحِيمًا ﴿۵۴﴾ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

جتنے دال ہے مدد فرماتے والا ہے اور ہم یہی تفصیل سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں اور تاکہ تم لوگ اس سے راہ راہ

## الْمُجْرِمِينَ ﴿۵۵﴾

ہر جانے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس (قرآن) کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائیے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں اور آئندہ اللہ کے سوانہ ان کا کوئی مددگار ہو گا نہ شفاعت کرنے والا (ان کو ڈرائیے) تاکہ وہ حق ہو جائیں۔

(الانعام: ۵۱)

کافروں اور مسلمانوں کو ڈرانے کے الگ الگ محل

اس سے پہلے کی آیتوں میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لہذا اس آیت میں فرمایا اس قرآن کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائیے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ ان لوگوں سے کون مراد ہیں؟ بعض نے کہا اس سے مراد کافروں کی ہے تاکہ رسول اللہ ﷺ کافروں کو عذاب آخرت سے ڈراتے تھے اور بعض کافروں پر اس ڈرانے کا اثر ہوا تھا اور وہ سوچتے تھے کہ شاید آپ فیک کہتے ہوں۔ پھر فرمایا اللہ کے سوانہ ان کا کوئی مددگار اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی ان کی شفاعت کرنے والا نہیں ہو گا۔ اس میں یہود و نصاریٰ کا رد ہے جو کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ (الانعام: ۸۰) اور اس میں مشرکین کا بھی رد ہے جو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کے بت اللہ کے پاس ان کی شفاعت کریں گے اور بعض مفسرین نے کہا کہ ان لوگوں سے مراد مسلمان ہیں اور معنی یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کو ڈرائیے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں جیونکہ مسلمانوں کو ہر چند کہ اپنے رب کے سامنے جمع کیے جانے کا یقین تھا لیکن ان کو اپنے اور عذاب کا یقین نہیں تھا کیونکہ ان کو یہ ممکن تھا کہ ان کا خاتمہ ایمان اور نیک اعمال ہو گا۔ تاہم یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ان کو عذاب ہو اس لیے فرمایا کہ آپ انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرائیں تاکہ وہ ممکن ہوں سے باز رہیں اور نیک اعمال پر جہت قدم کریں۔ اس کے بعد فرمایا اس دن اللہ کی اجازت کے بغیر نہ کوئی مدد کر سکے گا نہ شفاعت کر سکے گا اور مجدد ہر مسلمانوں کے لیے جو شفاعت کی جائے گی وہ اللہ کی اجازت سے ہوگی۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ  
کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں شفاعت کر سکے۔ (البقرہ: ۲۵۵)

وَلَا تَشْفَعُ الشَّعَاعَةُ بَيْنَهُمْ إِلَّا بِمَنْ أَدْرَأَ لَهُ  
اور اس کی بارگاہ میں صرف اسی کی شفاعت سے نفع ہو گا جس کے لیے وہ اجازت دے گا۔ (سجہ: ۴۳)

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ (الانبیاء: ۲۸)  
اور وہ (فرشتے) اسی کی شفاعت کریں گے جس کے لیے وہ (رب) اراضی ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان (سکین مسلمانوں) کو اور نہ کیجئے جو مع و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں اور آئندہ وہ اسی کی رضا جوئی کرتے ہیں ان کا حسب ہائے آپ کے ذمہ نہیں ہے اور آپ کا حسب سروسامان کے ذمہ نہیں



ہے 'پس اگر باغرض آپ نے ان کو دور کر دیا تو آپ غیر معفوں سے ہو جائیں گے۔ (الانعام: ۵۴)  
مسکین مسلمانوں کو ان کی مسکینیت کی بناء پر مجلس سے اٹھانے کی ممانعت  
امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ قریش کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزری اس وقت آپ کے پاس حضرت خباب، حضرت صیب، حضرت بلال اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی اور اس (قرآن) کے ساتھ ان لوگوں کو ڈراپے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں۔ (الانعام: ۵۴)

(مسند احمد: ۴/۲۴۸ رقم الحدیث ۲۸۸۵، طبع دار الحدیث کاہرہ، علامہ احمد محمد شاہ متوفی ۱۴۷۷ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مسند احمد: ۴/۲۴۸، طبع قدیم، ۱۳۲۰ھ)

امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت خباب روایت کرتے ہیں قرآن مجید کی آیت مبارکہ اور ان (مسکین مسلمانوں) کو دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں۔ (الانعام: ۵۴) تفسیر میں بیان کیا "اقرع بن حابس حبشی اور مینہ بن حسن فتواری آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسکین مسلمانوں میں سے حضرت صیب، حضرت بلال، حضرت عمار اور حضرت خباب آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، جب مشرکین نے ان کو نبی ﷺ کے گرد بیٹھے ہوئے دیکھا تو انہوں نے ان مسکین مسلمانوں کو حقیر مانا، پس وہ آپ کے پاس آکر غلظت میں بیٹھے اور کہنے لگے 'ہم آپ کے ساتھ مجلس میں شرکت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ عربوں میں ہماری کیا فضیلت ہے؟ عرب کے وفد آپ کے پاس آتے رہتے ہیں اور ہم کو حیا آتی ہے کہ عرب لوگ ہم کو ان غلاموں کے ساتھ بیٹھ ہو دیکھیں۔ تو جب ہم آپ کے پاس آیا کریں آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے الٹا دیا کریں اور جب ہم آپ کی مجلس سے فارغ ہو جائیں تو پھر آپ چاہیں تو ان کو اپنے پاس بٹھالیا کریں۔ آپ نے فرمایا 'اچھا انہوں نے کہا آپ ہمیں یہ لکھ کر دے دیں۔ آپ نے حیفہ منکویا اور حضرت علی کو لکھنے کے لیے بلایا اور ہم اس وقت ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام اس آیت کو لے کر نازل ہوئے اور ان (مسکین مسلمانوں) کو دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں در آنحالیکہ وہ اسی کی رضا جوئی کرتے ہیں، ان کا حسب ہاں آپ کے ذمہ نہیں ہے اور آپ کا حساب سرموان کے ذمہ نہیں ہے، پس اگر باغرض آپ نے ان کو دور کر دیا تو آپ غیر معفوں سے ہو جائیں گے۔ (الانعام: ۵۴)

پھر اقرع بن حابس اور مینہ بن حسن کا ذکر کیا اور فرمایا اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے سبب آزمائش میں مبتلا کیا، تاکہ انہیں کلاوہ (دل دار کافرا) یہ کہیں کہ کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ (اے کافرو!) کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جانتے والا نہیں ہے۔ (الانعام: ۵۴) پھر فرمایا اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں تو آپ کہیں تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے (تمہیں اپنے کرم سے) اپنے لوہ پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ (الانعام: ۵۴) حضرت خباب نے کہا پھر ہم آپ کے قریب بیٹھے تھے۔ حتیٰ کہ ہم اپنے گھٹنوں کو آپ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا کر بیٹھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ بیٹھے تھے اور جب آپ اٹھ کر جانا چاہتے تو ہمیں مجلس میں جمود کر چلے جاتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آپ میرے ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھے) رہتے جو صبح اور شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں، در آنحالیکہ وہ اسی کی رضا چاہتے ہیں۔ اور آپ کی آنکھیں ان سے نہ نہیں کہ آپ دنیا کی زندگی کی نعمت چاہتے ہو، بلکہ آپ اس

فصل کا کمانہ نامیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جو اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے تجاوز ہو گیا۔ (المکث: ۳۸)

حضرت خلیفہ نے کہا پھر ہم نبی پیغمبر کے ساتھ بیٹھے تھے حتیٰ کہ جب نبی پیغمبر کے جانے کا وقت آتا تو ہم آپ کو چھوڑ کر اٹھ جاتے تھے۔ پھر آپ تشریف لے جاتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۴۷۳، جامع البیان: ج ۷، ص ۳۳، شعب الایمان: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳، رقم الحدیث: ۵۵۳۳، طیبۃ اللہ: ج ۳، ص ۳۳، قدردار: ج ۳، ص ۳۳، سبب التزوی: ص ۲۲۰-۲۲۱)

خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو مسند ابو یعلیٰ اور دلائل التنبؤ کے حوالوں سے بھی ذکر کیا ہے لیکن یہ ان کا تسلیم ہے۔ مسند ابو یعلیٰ اور دلائل التنبؤ میں یہ حدیث نہیں ہے۔ امام ابن جریر، امام ابن ابی حاتم، امام ابن الجوزی، امام رازی، علامہ قرطبی، علامہ ابو العین اندلسی، حافظ ابن کثیر اور علامہ آلوسی وغیرہم نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص، جریر، بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت (الانعام: ۵۲) ہم چند نفوس کے متعلق ٹاٹل ہوئی ہے۔ میرے متعلق، حضرت ابن مسود کے متعلق، حضرت سبب، حضرت عمار، حضرت مقداد اور حضرت بلال کے متعلق۔ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا ہم ان لوگوں کے پیروکار بننے سے راضی نہیں ہوں گے۔ آپ ان کو اپنے پاس سے اٹھا دیجئے، پھر رسول اللہ ﷺ کے دل میں وہ بات آئی جو اللہ نے چاہا۔ آپ نے منصوبہ بنایا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت ٹاٹل فرمائی (مسکین مسلمانوں) کو اور نہ کیجئے جو صبح شام اپنے رب کی عبادت کرتے رہتے ہیں اور آئنا کی مانند وہ کسی اور رضا کا وارہہ کرتے ہیں۔ (الانعام: ۵۲) (صحیح مسلم، تفسیر، اصحاب: ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، سنن ابن ماجہ: ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۸۱، سنن کبریٰ للنسائی: رقم الحدیث: ۸۲۲)

### صبح و شام اغلاص سے عبادت کرنے کی وضاحت

اس آیت میں ان مسکین مسلمانوں کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ صبح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ پابندی اور دوام کے ساتھ فرض نمازوں کو پلتاعت پڑھتے ہیں۔ یہ حضرت ابن عباس، عجلو اور حسن بصری کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ کا ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد صبح اور شام اللہ سے دعا کرنا ہو، تاکہ دن کی ابتداء اور اس کا اختتام اللہ کی دعا سے ہو اور دن کا انتظام بھی اللہ سے دعا پر ہو۔ نیز فرمایا اور آئنا کی مانند وہ اس کی رضا جوئی کرتے ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اغلاص سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی عبادت اور اعمال میں اللہ کے سوا اور کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے، اس آیت میں اور قرآن مجید کی دیگر آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو "وہ" (چرو) کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ انسان کے جسم کی مشغلت اس کے چرو سے ہوتی ہے اور اس کے تمام اعضاء میں سب سے زیادہ حکیم اس کے چرو کی ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو چرو سے تعبیر فرمایا ہے۔ یہ وہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جسم اور چرو ہے، صبح اور شام کے وقت عبادت کا خصوصیت سے اس لیے ذکر فرمایا ہے کیونکہ فن وقت میں لوگ آرام اور کام کاج میں مشغول ہوتے ہیں تو جو لوگ فن وقت میں بھی عبادت میں مشغول ہوں، وہ بقی وقت میں۔ طریق اولیٰ عبادت میں مشغول ہوں گے۔

### مسکینوں کا حساب آپ کے ذمہ نہ ہونے کی وضاحت

جب سورہ کف کی یہ آیت ٹاٹل ہوئی اور آپ میرے فن لوگوں کے ساتھ (بیٹھے) رہتے جو صبح اور شام اپنے رب کی

عملوت کرتے ہیں تو نبی ﷺ اس وقت تک مجلس سے نہیں اٹھتے تھے جب تک کہ یہ مسکین مسلمان خود اس مجلس سے نہیں اٹھتے تھے، جیسا کہ سن ابن ماجہ اور دیگر کتب حدیث کے حوالوں سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کا حاسب بالکل آپ کے ذمہ نہیں ہے اس کا سہمی یہ ہے کہ ان کو ان کے اہل کی جزا اور بنایا ان کو رزق مہیا کرنا آپ کے ذمہ نہیں بلکہ ان کو جزا اور ان کو رزق مہیا کرنا اللہ کے ذمہ ہے۔ اسی طرح آپ کا رزق اور آپ کی جزا بھی اللہ کے ذمہ ہے کسی اور کے ذمہ نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر یہ مسکین مسلمان فخر میں جلتا ہیں تو اس سے آپ کو کوئی ضرر نہیں ہوگا حتیٰ کہ آپ مشرکین کی فرمائش پر ان کو اپنی مجلس سے اٹھانے کا ارادہ کریں۔ آپ پر ان کے رزق اور ان کے اہل کے حاسب کی ذمہ داری نہیں ہے مگر آپ مشرکوں کی فرمائش پوری کرنے کے درپے ہوں۔ آپ کا کام منصب رسالت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ مصلحت کے ظاہر پر عمل کریں اور ان کے ہاں کو اللہ کے حوالے کر دیں اور ان مسکین مسلمانوں کا ظاہر حال یہ ہے کہ یہ مع دشنام اللہ تعالیٰ کی عملوت کرتے ہیں، سو آپ ان کی طرف متوجہ ہوں جن کے ساتھ مجلس میں بیٹھیں اور ان کو اپنے پاس سے دور نہ کریں۔

نبی ﷺ کو منع کرنا دراصل امت کے لیے تعریض ہے

اس کے بعد فرمایا اگر آپ نے (بالفرض) ان کو دور کر دیا تو آپ غیر منصفوں سے ہو جائیں گے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ سے یہ تصور نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے بعد بھی ان مسکین مسلمانوں کو اپنی مجلس سے دور کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے بطور تعریض دوسرے مسلمانوں کو سنانے کے لیے یہ فرمایا ہے کہ جب نبی ﷺ بھی امیر کافروں کی رعایت کر کے غریب مسلمانوں کو بالفرض اپنی مجلس سے اٹھا دیں تو آپ غیر منصفوں سے ہو جائیں گے تو کوئی اور مسلمان ایسا کرے گا تو وہ کیونکر ظالموں میں سے نہیں ہوگا اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:

لَیْسَ اَكْثَرُ حُجَّتَ لِمَنْ حَضَرَ عَمَلًا

اگر (بالفرض) آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کا عمل ضائع

(المرمر: ۳۵) ہو جائے گا۔

زیر بحث آیت اور مذکور العدد احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کافرا غاصق کی اس کی دنیاوی شکن و شوکت کی وجہ سے عزت کرنا اور کسی نیک مسلمان کی غمت اور اظہار کی وجہ سے بے توقیری اور تحقیر کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

نبی ﷺ کی عصمت پر اعتراض کا جواب

جو لوگ انبیاء عظیم السلام کی عصمت پر طعن کرتے ہیں وہ اس آیت سے مستدلال کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان مسکین مسلمانوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ لہذا ان کو مجلس سے اٹھانا مکہ ہوا، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر آپ نے ان کو مجلس سے اٹھا دیا تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے اور آپ نے ان کو مجلس سے اٹھا دیا تو آپ کا (معاذ اللہ) ظلم ہونا ثابت ہوا۔ سورہ کف میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے اور وہاں ارشاد ہے اور آپ صبر سے ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھے) رہئے جو صبح اور شام اپنے رب کی عملوت کرتے ہیں اور اٹھائے وہ اس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی آنکھیں ان سے نہ ٹھنکیں کہ آپ دنیا کی زندگی کی نینت چاہتے ہوں اور آپ اس شخص کا کمانہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جو اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے جھلوز ہو گیا۔ (اکت: ۱۲۸) اس آیت میں فرمایا ہے کہ آپ دنیا کی زندگی کی نینت کا ارادہ کرتے ہیں اور ایک اور آیت میں آپ کو دنیا کی نینت کا ارادہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے اور آپ دنیا کی زندگی کی ان ذمتوں اور آرائشوں کی طرف اپنی آنکھیں نہ پھیلائیں جو ہم نے ان کے

مختلف قسم کے لوگوں کو (عاریضی) نفع اٹھانے کے لیے دے رکھی ہیں، تاکہ ہم اس میں امن کو آزمائیں اور آپ کے رب کا رزق سب سے بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے (۵۵) جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو زینت دینا کی طرف التفات کرنے سے منع فرمایا ہے اور سورہ کعب کی آیت میں فرمایا ہے کہ آپ زینت دنیا کا راہ کر رہے ہیں تو آپ کا یہ فعل مکمل ہو؟ (۵۶) (الغیاز پلٹو)

پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مسکین مسلمانوں کو مجلس سے اٹھانے سے منع فرمایا ہے اور اس کو ظلم فرمایا ہے، تو آپ اگر ان کو مجلس سے اٹھاتے تب مکمل اور عظم لازم آتا لیکن آپ نے ان کو مجلس سے نہیں اٹھایا، اس لیے مکمل اور عظم لازم نہیں آیا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مکمل کا عزم بھی مکمل ہو تا ہے اور آپ نے ان کو اٹھانے کا عزم کر لیا تھا حتیٰ کہ آپ نے اس کو کھوانے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا لیا تھا تو بہر حال مکمل لازم آیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مخالفت کے بعد کام کیا جائے یا اس کا عزم کیا جائے، تب مکمل ہو گا کہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کی، لیکن جب نبی پیچھے رہے ان کو اٹھانے کا ارادہ کیا تھا، اس سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا تھا۔ لہذا نافرمانی یا اس کا عزم کیسے لازم آیا؟ منع تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے عزم کے بعد فرمایا ہے اور مخالفت سے پہلے آپ کا یہ فعل جائز اور مباح تھا اور اس کا عزم بھی جائز اور مباح تھا۔ نیز آپ کا منصب، تبلیغ اور اشاعت اسلام ہے اور آپ یہ چاہتے تھے کہ یہ بڑے بڑے سردار اسلام قبول کریں تو ان کو دیکھ کر ان کے جبین بھی مسلمان ہو جائیں گے، اس لیے آپ نے سوچا کہ اگر ان مسکین مسلمانوں کو وقتی طور پر مجلس سے اٹھایا جائے تو ہر چند کہ اس سے ان کی دل شکنی ہوگی، لیکن یہ قصور ضرر ہے اور اگر اس کے نتیجہ میں یہ بڑے بڑے سردار تبلیغ سے مسلمان ہو گئے تو یہ خیر کثیر اور عظیم ناکندہ ہے اور زیادہ نفع کے لیے کم نقصان کو برداشت کر لیا جاتا ہے۔ اس لیے نبی پیچھے کی یہ سوچ برحق تھی اور آپ کا اجتہاد صحیح تھا اور ہم امام رازی کے اس جواب سے متفق نہیں ہیں کہ آپ کی یہ اجتہادی خطا تھی۔ (تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۱۵۰)

لیکن اللہ تعالیٰ غلام انبیاء ہے، اس کو علم تھا کہ یہ کفار اس موقع پر ایمان لانے والے نہیں تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ارادہ سے باز رکھا اور فرمایا آپ ان کافروں کے اسلام لانے کے موقع میں ان مسکین مسلمانوں کو مجلس سے نہ اٹھائیے، کیونکہ یہ کافر تو بہر حال اسلام نہیں لائیں گے تو آپ اپنے وقتدار غلاموں کی دل آزاری کا نقصان کیوں اٹھائیں۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ آپ کا یہ فعل خلاف اولیٰ تھا۔ میں کہتا ہوں کہ خلاف اولیٰ بھی تب ہو تا جب آپ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے بعد اشاعت اسلام کے لیے ان مسکین مسلمانوں کو وقتی طور پر مجلس سے اٹھانے کا ارادہ کرتے، اور جس وقت آپ نے ان کو مجلس سے اٹھانے کا ارادہ کیا تھا، اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے منع ہی نہیں فرمایا تھا تو اللہ تعالیٰ کے کس حکم کی مخالفت ہوئی؟ جس وجہ سے آپ کا یہ ارادہ خلاف اولیٰ کا راہ ہو گیا اجتہادی خطا قرار دیا جائے؟

متکبرین صحت کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زینت دنیا کی طرف التفات کرنے سے منع فرمایا اور آپ نے کافر سرداروں کی دولت اور ثروت دیکھ کر زینت دنیا کا راہ فرمایا تھا اور یہ ممنوع کام کا راہ ہے اور مکمل کا راہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زینت دنیا کا زینت دنیا کی وجہ سے ارادہ ممنوع ہے اور نبی پیچھے رہ کر کافر سرداروں کے مال و دولت کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے، بلکہ اشاعت اسلام کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے، تاکہ وہ لوگ مسلمان ہو جائیں اور ان کی وجہ سے ان کے جبین بھی مسلمان ہو جائیں اور آپ کا یہ ارادہ کسی معصیت کا یا خلاف اولیٰ کام کا ارادہ نہیں ہے، بلکہ فرائض رسالت میں سے ایک فرض کی لڑائی کا ارادہ ہے اور اس پر آپ کو فرض لڑا کرنے کا اجر و ثواب ملے گا۔ پس اللہ تعالیٰ غلام انبیاء ہے، اس کو علم تھا کہ یہ لوگ اس موقع پر اسلام لانے والے نہیں ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان کافروں کی خوشحالی کی خاطر اپنے وقتدار غلاموں اور غلامت گزار غلاموں کو مجلس سے نہ اٹھائیں۔ نبی پیچھے کی صحت پر اعتراض

کی اس وقت گنجائش ہوتی جب اس ممانعت کے بعد نبی پیچھے نے کسی مسکین مسلمان کو کافر سرداروں کی خاطر اپنی مجلس سے اٹھایا ہو یا اس کا ارادہ کیا ہو۔

یاد رکھئے تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں، نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کوئی صغیر یا کبیرہ، 'سوا یا محمد'، صورتہ یا حقیقتہ ان سے کبھی بھی کوئی گستاخ نہ ہو، ان انبیاء سابقین علیہم السلام سے اجتہادی خطا ہوئی ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا شجر ممنوع سے کھانا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو مکہ کا دار اور حضرت یونس علیہ السلام کا خصوصی اجازت کے بغیر ہستی سے پہلے جاننا وغیرہ اور ہمارے نبی سیدنا محمد پیچھے کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ اجتہادی خطا سے بھی مامون اور محفوظ ہیں اور متعین کا یہی مذہب ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے علامہ نووی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے سبب آزمائش میں مبتلا کیا تاکہ انجام کار وہ (بل دار کافر) یہ کہیں کہ کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے (اسے کافر) کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے۔ (الانعام: ۵۳)

بعض لوگوں کی بعض پر فضیلت کا آزمائش ہونا

اللہ تعالیٰ کا بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے سبب آزمائش میں مبتلا کرنا یہ ہے کہ لوگ رزق اور اخلاق میں ایک دوسرے سے مشغول رہیں۔ بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے غنی بنایا اور بعض لوگوں کو فقیر بنایا، بعض لوگوں کو قوی بنایا، بعض لوگوں کو ضعیف بنایا اور بعض لوگوں کو بعض لوگوں کا متبع کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو مال دار بنایا اور بعض لوگوں کو فقراء بنایا اور غلامداروں نے فقراء کے متعلق کہا کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے احسان فرمایا ہے یعنی ان کو ہدایت دی ہے۔ انہوں نے یہ بطور استہزاء اور مذاق اڑانے کی خاطر کہا تھا۔

(جامع البیان ۷/۲۷۰، طبع دار الفکر، بیروت)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ ہر شخص اپنے بالکل کی بہ نسبت آزمائش میں مبتلا ہے، بل دار کافر، فقراء صحابہ سے ان کی اسلام میں سبقت پر حسد کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ اگر ہم اب مسلمان ہو گئے تو ہم ان مسکینوں اور فقیروں کے تابع ہوں گے اور یہ چیز ان پر سخت دشوار تھی اور فقراء صحابہ ان مال دار کافروں کو بیش و راحت اور فراق دینی میں دیکھتے تھے اور وہ سوچتے تھے کہ ان کافروں کو بل دار دولت کی ایسی فراوانی اور وسعت کیسے حاصل ہو گئی؟ جبکہ ہم مال اور وسائل کی سخت تنگی اور مشکلات میں مبتلا ہیں تو ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو دین میں بلندی پر دیکھتا تھا اور دوسرا فرقہ اس کو دنیا میں فراخی میں دیکھتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے سبب آزمائش میں مبتلا کیا۔ اور اس بنا پر کافر یہ کہتے تھے کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ اور اصل حق جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل حق اور عذاب ہے اور اس کے ہر فعل میں حکمت ہے اور اس کے کسی فعل پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ کہیں تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے تمہیں اپنے کرم سے اپنے لوہے رحمت کو لازم کر لیا ہے کہ تم میں سے جس کسی نے ہر اقلیت کی وجہ سے کوئی براہ کام کر لیا، پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہے، بے حد رحم فرماتے والا ہے اور نہ ہی تفصیل سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں اور تاکہ مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے۔ (الانعام: ۵۵-۵۳)

## شان نزول میں متعدد اقوال

اس آیت کے شان نزول کے متعلق پہلے اقوال ہیں:

۱- حضرت انس بن مالک پرچہ نے بیان کیا کہ یہ آیت من لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہم سے بڑے بڑے گنہ گار مرند ہو گئے ہیں رسول اللہ ﷺ خاموش رہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

۲- حسن بصری اور عکرمہ نے کہا یہ آیت من لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جن کو مجلس سے اٹھانے سے منع فرمایا تھا نبی ﷺ جب من کو دیکھتے تو ابتداً اسلام کرتے اور فرماتے اللہ کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگوں کو رکھا جن کے متعلق مجھے ابتداً اسلام کرنے کا حکم دیا۔

۳- عطاء نے کہا یہ آیت حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حمزہ، حضرت جعفر، حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابوعبیدہ، حضرت صہب بن عمر، حضرت سالم، حضرت ابوسلمہ، حضرت ارقم بن ابی الارقم، حضرت عمار اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۴- ابن السائب نے کہا حضرت عمر بن الخطاب نے رسول اللہ ﷺ سے اشارہ کیا یہ کہا تھا کہ علماء کافروں کی دلجوئی کے لیے مسکین کافروں کو موخر کر دیجئے اور جب یہ آیت نازل ہوئی اور ان مسکین مسلمانوں کو اور نہ کیجئے جو مسیح و شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں تو حضرت عمر اپنے اس مشورہ پر معذرت کرتے ہوئے اور استغفار کرتے ہوئے آئے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

۵- ابو سلیمان دمشقی نے کہا یہ آیت حضرت عمر بن الخطاب پرچہ کے اسلام کی بشارت دینے کے لیے نازل ہوئی تھی۔ جب حضرت عمر آئے اور اسلام قبول کیا تو نبی ﷺ نے من پر یہ آیت تلاوت کی۔

حسن بصری اور عکرمہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب یہ لوگ آپ کے پاس آئیں تو آپ کہنے تم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ نے من کی عزت افزائی کے لیے آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ انہیں سلام کریں اور من ذیہ نے کہا آپ کو اللہ کی طرف سے انہیں سلام پہنچانے کا حکم دیا تھا۔ ذہاب نے کہا سلام کا معنی انسان کے لیے اُقتل سے سلامتی کی دعا ہے۔

(زاد المسیر، ج ۳، ص ۴۸، ۴۹، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۰۷ھ)

## اولیاء اللہ کی تعظیم کی تاکید

امام مسلم بن حجاج القشیری حنفی رحمہ روایت کرتے ہیں:

عائذ بن مریم بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان، حضرت صہب اور حضرت بلال کے پاس چند لوگوں میں حضرت ابو سفیان آئے تو انہوں نے کہا اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمنوں کی گردنوں میں اپنی جگہ پر نہیں پہنچیں۔ حضرت ابوبکر پرچہ نے فرمایا تم لوگ قریش کے شیخ اور سردار کے متعلق ایسی باتیں کر رہے ہو ابھر حضرت ابوبکر پرچہ نے نبی ﷺ کے پاس جا کر یہ ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکر تم نے من (آخرام صحابہ) کو ناراض کر دیا، مگر تم نے من کو ناراض کیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ تب حضرت ابوبکر من کے پاس گئے اور کہا اے میرے بھائی میں نے تم کو ناراض کر دیا انہوں نے کہا میں "اے بھائی اللہ آپ کی مغفرت فرمائے"

(صحیح مسلم، فضائل صحابہ، ۱/۴۰، ۲/۵۵۳، ۳/۱۸۰، المعجم الکبیر، ج ۱، رقم الحدیث: ۲۸، مسند احمد، ج ۵، رقم الحدیث: ۲۰۵۸، مطبوعہ دار الحدیث، لاہور، مسند احمد، ج ۵، رقم الحدیث: ۲۰۲۱۵، فتح بدیع دلو الدکو، مسند احمد، ج ۵، مطبوعہ دار الحدیث، سنن کبریٰ، ج ۵، رقم الحدیث: ۸۷)

اس حدیث سے یہ مستقل ہوتا ہے کہ نیک مسلمانوں کا احکام کرنا چاہیے اور جس بات سے انہیں غصہ آئے یا ان کو ایذا پہنچے 'اس سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ جو شخص اللہ کے اولیاء میں سے کسی کو ناراض کرتا ہے وہ اللہ کے غضب اور اس کے غضب کا مستحق ہوتا ہے۔

جمالت کی وجہ سے گناہوں کی معافی کی وضاحت

اس آیت میں فرمایا ہے تم میں سے جس کسی نے بجا اقیقت کی وجہ سے کوئی برا کام کر لیا پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو یہ نیک اللہ بہت بخشنے والا ہے حد درجہ فرماتے والا ہے

مجاہد نے کہا جس شخص نے اللہ کی معصیت میں کوئی کام کیا تو یہ اس کی جمالت ہے حتیٰ کہ وہ اس سے رجوع کر لے

(اجتہاد البیان، ج ۷، ص ۷۴، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

اہم رازی نے کہا جمالت کا معنی خطا اور لٹل ہے اور اس پر توبہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے غلبہ شہوت سے معصیت کی اور اس کا یلین یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان ظلم سے باز ہو کر کوئی گنہہ کرے اور پھر اس پر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ حسن بصری نے کہا جس نے کوئی معصیت کا کام کیا وہ جاہل ہے۔ پھر معصیت کو جمالت سے تعبیر کرنے کی وجہ سے اختلاف ہے۔ بعض نے کہا وہ اس سے جاہل ہے کہ اس کام کی وجہ سے اس سے کتنا ثواب جاتا رہا اور وہ کتنے عذاب کا مستحق ہو گیا؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ اس کو ظلم ہے کہ اس فعل کا نتیجہ موم ہے لیکن اس نے فوری اور دنیاوی لذت کو دیر سے اور آخرت میں ملنے والی خیر کثیر ترجیح دی اور جو شخص غلیل کو کثیر ترجیح دے اس کو عرف میں جاہل کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے عموماً کسی معصیت کا ارتکاب کیا ہر چند کہ وہ جاہل نہیں ہے لیکن اس نے کام جاہلوں والا کیا ہے اس لیے اس کے کام پر جمالت کے کام کا مطلق کیا گیا ہے۔

(تفسیر کبیر، ج ۲، ص ۵۳، مطبوعہ دار الفکر، طبع شدیم، ۱۳۹۸ھ)

علامہ ابو الیمان اندلسی متوفی ۵۵۳ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ ہر معصیت جمالت ہے 'خود وہ معصیت عموماً کی جائے یا جملہ'۔ کلیبی نے کہا جمالت سے گنہہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ اسے اس کام کے معصیت اور گنہہ ہونے کا ظلم ہو لیکن اسے اس گنہہ کی سزا کی سنہ اور حقیقت کا ظلم نہ ہو۔ عکرمہ نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے سوا دنیا کے تمام کام جمالت ہیں۔ زجاج نے کہا اس کی جمالت یہ ہے کہ فانی لذت کو باقی لذت پر ترجیح دے رہا ہے اور دنیاوی منفعت کو اخروی منفعت پر ترجیح دے رہا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جمالت سے مراد ہے معصیت پر اصرار کرنا ایک قول یہ ہے کہ جمالت سے مراد یہ ہے کہ وہ غلبہ شہوت کی وجہ سے ارتکاب معصیت کرے اور اس کا قصد گنہہ کو معمولی سمجھتا ہو۔ یا کوئی شخص اس خیال سے گنہہ کرے کہ وہ اس گنہہ کے بعد توبہ کر کے نیک بن جائے گا اور اس سے جاہل ہو کہ وہ ایسا کرے گا یا نہیں 'یا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مغفرت کے حصول کی بناء پر گنہہ کا ارتکاب کرے 'اور وہ اس کے قبل اور انجام سے جاہل ہو۔

(البحر المیل، ج ۲، ص ۵۶، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۳ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے شدید غصہ سے غلبہ شہوت یا حماقت کی بناء پر اخروی سزا سے غافل ہو کر کوئی گنہہ کر لیا پھر اس نے انخلاص کے ساتھ اپنے گنہہ پر توبہ کی 'اس گنہہ سے رجوع کیا اور علوم ہو اور مستقبل میں دوبارہ وہ گنہہ نہ کرنے کا عزم کیا'

اپنے عمل کی اصلاح کی اور اس گنہگار کی عطا کی اور تدارک کیا اور اس گنہگار کے بعد کوئی نیک کی تاکہ اس گنہگار مٹ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے گنہگار بخش دے گا کیونکہ وہ بہت وسیع رحمت اور مغفرت والا ہے۔

مجرموں کے طریقہ کو بیان کرنے کی حکمت

اس کے بعد فرمایا اور ہم یوحنا فیصل سے آئندہ کو بیان کرتے ہیں اور تاکہ مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے، یعنی جس طرح ہم نے توحید اور رسالت اور قصاص و قدر کے دلائل بہت آسان اور موثر طریقہ سے بیان کیے ہیں قرآن مجید کی آیات کی تفصیل کی ہے اور حقائق شریعت بیان کیے ہیں۔ اسی طرح ہم ہر اس حق کو بیان کرتے ہیں جس کا باطل باطل انکار کرتے ہیں تاکہ مومنین کے لیے ہمیں کا طریقہ واضح ہو جائے اور جب مجرموں کا اور اہل باطل کا طریقہ واضح ہو جائے گا تو اہل حق اور مسلمانوں کا طریقہ معلوم ہو جائے گا کیونکہ باطل کی ضد حق ہے کیونکہ ایک ضد کی خصوصیت اس کے متقابل ضد کی خصوصیت سے پہچانی جاتی ہے۔

قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

آپ کیسے جیٹ لگے ان کی عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے جس کی تم اندر کے سوا پرستش کرتے ہو، آپ

قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَ كُمْ لَا قَدْ ضَلَلْتُ إِذَا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ

کہیے کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرتا، اگر بالفرض میں نے ایسا کیا تو میں گمراہ مجاہول گناہ و بدایت یافتہ لوگوں میں سے نہیں رہتا گا

قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهِ مَا عِنْدِي مَا

آپ کیسے بے شک میں اپنے رب کی طرف سے اس روشن دلیلی پر ہوں جس کی تم نے منکویا ہے جس چیز کو تم

تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ إِنَّ الْحُكْمَ لِلَّهِ يُقْضَى الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرٌ

مجتہد طلب کر رہے ہو میرے پاس نہیں ہے، حکم صرف اللہ کا ہے، وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہ بہترین

الْفُصَيْلِينَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَّوْ أَنَّ عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ

فیصلہ فرماتے والا ہے ۵۰ آپ کیسے اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کی تم بہ محنت طلب کر رہے ہو تو میرے اور

الْأَمْرِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ﴿٥١﴾ وَعِنْدَكُمْ مَقَارِعُ

تباہی کے دریاں (جس کا فیصلہ ہر چکا ہوتا اور اللہ ظالموں کو غلبہ جانتا ہے ۵۱ اور اسی کے پاس غیب کی

الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ

چاہیاں ہیں اس کے سوا (اور وہ ان کو کوئی نہیں جانتا، وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو غرضی اور منہول میں ہے، وہ ہر اس چیز



مِنْ وَرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الارضِ وَلَا رَطْبٍ

کر جانتا ہے جو درخت گرتا ہے ، اور زمین کی تاریکیوں میں سردانہ اور برتر اور ہر خشک چیز

وَلَا يَأْبِسُ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ

ورج محفوظ میں کسی برائی سے ۵ اور وہی رات میں تمہاری رگوں کو قبض کر لیتا ہے

وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ اَجَلٌ مُّسَمًّى

اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کیا ، پھر دن میں تم کو اٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ عیاد پوری ہو ،

ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۶۰﴾

پھر اسی کی طرف تبارا ورتا ہے ، پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جو تم کرتے تھے ۶۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کہ بے شک مجھے ان کی مہلت کرنے سے منع کیا گیا ہے جن کی تم اللہ کے سوا پرست کر رہے ہو ، آپ کہنے کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرتا اگر ہاں فرض میں نے ایسا کیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت پانچ لوگوں میں سے نہیں رہوں گا۔ (الانعام: ۵۹)

جنوں کی عبادت کا خلاف عقل ہونا

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ہم آیات کی تفصیل کرتے ہیں ، تاکہ حق ظاہر ہو اور مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے راستہ پر چلنے سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ مشرکین صرف اپنی خواہش اور اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کی وجہ سے جن کی مہلت کر رہے ہیں ، انہیں یہ بت حاصل معلومات اور فہمیں جو انسان سے بہت کم درجہ کے ہیں ، جبکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اشرف کارئیل کی مہلت کرنا عقل کے خلاف ہے۔ نیز ان جنوں کو خود ان لوگوں نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور عامل اور مصلح بنائے معمول اور معنوں کی مہلت کرنا بھی عقل اور درایت کے مطابق ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ ان مشرکین کا جو جن کی مہلت کرنا ہدایت کے خلاف ہے اور ان کی خواہش پر چلے ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ آپ کہنے کہ مجھے ان کی مہلت کرنے سے منع کیا گیا ہے ، جن کی تم اللہ کے سوا پرست کر رہے ہو ، آپ کہنے کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرتا اگر ہاں فرض میں نے ایسا کیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔

غیر اللہ کو پکارنے میں مشرکوں اور مسلمانوں کا فرق

اس آیت میں ”قدعون من دون الله“ فرمایا ہے اور دعا کا معنی ہے طلب نفع یا دفع ضرر کے لیے نہ اکرنا ، لیکن مشرکین اپنی مسلت اور مشکلات میں بطور مہلت ان جنوں کو نہ اکر رہے تھے۔ اس لیے یہی دعا کا معنی مہلت ہے ، کیونکہ وہ ان جنوں کی مہلت کرتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ یہ بت نفع پہنچانے اور ضرر دور کرنے پر قادر ہیں۔ سو ان کا جنوں کو پکارنا دراصل ان کی مہلت کرنا تھا اس لیے ہم نے یہی دعا کا معنی پرستش اور مہلت کیا ہے اور حدیث میں بھی دعا کو مہلت فرمایا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا دعا کا معنی مہلت ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی تمہارا

رب فرماتا ہے ا مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں وہ غریب ذات سے جنم میں داخل ہوں گے۔ (الروم: ۳۰) تہذیب نے کلیہ حدیث حسن صحیح ہے

١٥٠٠ رقم القيد الاولياء ج ٨ ص ٣٠٠ شمس غزنه ج ٢ رقم القيد ٤٨٨٨  
١٦٠٠ رقم القيد ٨٩٠ سند احمد ج ٣ ص ٢٦٤ السند دك ج ٣ ص ٣٩٠-٣٩١ الكلاب المفرد رقم القيد ٤٨٣ مصنف  
١٧٠٠ رقم القيد ٣٣٨٣ سنن ابو داود ج ٢ رقم القيد ٤٩٤ سنن ابن ماجه ج ٢ رقم القيد ٣٨٨٨ مسج  
١٨٠٠ رقم القيد ١٠٠٠ طبعه الاولياء ج ٨ ص ٣٠٠ شمس غزنه ج ٢ رقم القيد ٤٨٨٨

بعض مسلمان اپنی مشکلات اور مصلحت میں یا علیٰ حد اور یا غوث الاعظم اللہ دیکھتے ہیں، افضل اور اولیٰ تو یہی ہے کہ یا اللہ کہا جائے۔ اللہ کو پکارا جائے اور اس سے مدد طلب کی جائے، لیکن جن مسلمانوں کی اس ندا سے غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی مدد کے منتظر ہوتے ہیں اور اللہ کی اجازت سے تصرف کرتے ہیں اور لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی یہ ندا شرک نہیں ہے۔ اسی طرح بعض شعراء کی فتنوں اور مقبوتوں میں بھی یا رسول اللہ اور یا غوث الاعظم کے الفاظ ہوتے ہیں، یہ کلمات ذوق و شوق اور محبت سے کہے جاتے ہیں، یہ بھی شرک نہیں ہے۔ شرک اس وقت ہوگا جب پکارنے والا اس اعتقاد سے پکارے کہ جس کو وہ پکار رہا ہے، وہ مستقل ہے اور از خود متناہ ہے اور اپنی ذاتی طاقت سے از خود مدد کرتا ہے، یا وہ اس کو مستحق محبت سمجھتا ہو اور اس کو بظہر محبت ندا کرے۔ جیسا کہ مشرکین اپنے جوں کو ندا کرتے تھے۔ مشرکین کے جوں کو پکارنے اور بعض مسلمانوں کا اولیاء اللہ کو پکارنے میں یہ بنیادی فرق ہے۔ اس وجہ سے مشرکین کا جوں کو پکارنا شرک ہے اور مسلمانوں کا اولیاء اللہ کو پکارنا شرک نہیں ہے۔

مشرکین میں جوں کی موہوت کرتے تھے اس کے برخلاف مسلمان اللہ کی عبادت کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، اللہ سے دعا کیں کرتے ہیں اور "لا الہ الا اللہ" پڑھتے ہیں اور ان کا یہ ظاہر حال اس پر قرینہ ہے کہ وہ اپنی مشکلات میں جس کو پکار رہے ہیں، اس کو خدا نہیں سمجھتے۔ بلکہ خدا کا مقرب بندہ اور بخیرین فی التصرف سمجھتے ہیں۔ تاہم اپنی تمام عبادت اور تمام مشکلات میں صرف اللہ عز و جل کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز کا صرف اس سے سوال کرنا چاہیے اور صرف اسی سے مدد طلب کرنی چاہیے۔ نبی پیغمبر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ جب تم سوال کرو تو صرف اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد چاہو۔

[illegible]

انبیاء علیہم السلام اور صالحین کرام کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنی صلت، مشکلات اور تمام حاجت میں صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے اور اسی سے استمداد اور استعاذہ کرتے تھے۔ سو میں بھی ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتا چاہیے اور اپنی تمام حاجت کا صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا چاہیے، اور اسی سے مدد طلب کرتا چاہیے۔ ہاں انبیاء علیہم السلام اور صالحین عظام کا ویلہ پیش کرنا ایک جدوجہد ہے اس کے جزاء اور اجر میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، اور جب قرین بارگاہِ صحت کے وسیلے سے دعا کی جائے گی تو اس کا قبول ہونا بازو حتمی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے بے شک میں اپنے رب کی طرف سے اس روشن دلیل پر ہوں جس کو تم نے جھٹکایا

ہے جس چیز کو تم جلالت سے طلب کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔ حکم صرف اللہ کا ہے۔ وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہ بخیر فیصلہ فرماتے والا ہے آپ کہنے لگا اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کو تم یہ جلالت طلب کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان (کبھی کا) فیصلہ ہو چکا ہو تا اور اللہ غلطوں کو خوب جانتا ہے (الانعام: ۵۸-۵۷)

کفار کے مطالبہ کے باوجود ان پر عذاب نازل نہ کرنے کی وجہ

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر قائم تھے اور کفار قریش اس دلیل کی تکذیب کرتے تھے۔ اس دلیل سے مراد وہ دلیل ہے جو قرآن مجید میں اللہ کی توحید پر قائم کی گئی ہے جب کفار اس دلیل کو سننے تو اس کو جھٹلاتے تھے وہ ظالم لوگ انہیں میں سرگوشی کرتے ہوئے کہتے تھے:

هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ التَّيْحَرُونَ  
أَنْتُمْ تُسَوِّرُونَ (الانبیاء: ۳)

ملائکہ تم دیکھتے ہو۔

نبی ﷺ ان مشرکین کو عذاب الہی سے ڈراتے تھے تو وہ ڈرنے کے بجائے آپ سے اس عذاب کو جلد بھیجنے کا مطالبہ کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَادْعَا لَكُمْ آلَهُمْ إِنْ كُنَّا هَذَا حَقًّا فَهَذَا حَقٌّ  
عَشِيدٌ كُنَّا مَطِئِينَ عَلَى سَاحِلَةِ مِثْلِ السَّمَاءِ أَوْ  
الْأَنْبِيَاءِ عَذَابِ الْيَوْمِ وَمَا كَانَ اللَّهُ يُعَذِّبُهُمْ  
وَأَنْتَ يَفِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبُهُمْ وَهُمْ  
يَسْتَعِظُونَ (الانفال: ۳۲-۳۳)

ہوں اور اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں ہے اور آگاہیکہ وہ اشتقاق کر رہے ہوں۔

امام عبد الرحمن بن علی بن محمد جوڑی صفحہ ۷۷ لکھتے ہیں:

ابو صالح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اہل بیت علیہم السلام کو ذرا بتائی قریش نے نبی ﷺ سے استبراء کیا (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) انہارے پاس وہ عذاب لے کر آئیں جس سے آپ ہم کو ڈراتے ہیں اور انھوں نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر کہا اے اللہ اجیہ کہتے ہیں اگر وہ حق ہے تو تو انہارے لوہے پر عذاب بھیج دے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس چیز کو تم جلالت سے طلب کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔ نیز فرمایا آپ کہنے لگا اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کو تم یہ جلالت طلب کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان (کبھی کا) فیصلہ ہو چکا ہو گا۔

(ازار المیر: ج ۳ ص ۵۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۰ھ "مہتاب المنزل" ۲۲۲)

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اس عذاب کو نازل کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے اختیار میں ہے۔ وہ اگر چاہے گا تو عذاب کو نازل فرمائے گا اور اگر وہ اپنی کسی حکمت کی بنا پر عذاب کو نہ نازل کرنا چاہے تو نہیں نازل فرمائے گا مجھے اس عذاب کے نازل کرنے یا اس کو عدم اور موخر کرنے پر قدرت نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ معاملہ میرے اختیار میں ہو تا تو میں تمہارے مطالبہ پر عذاب کو لا چکا ہو گا۔

زیر بحث آیت کا ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ یہ چاہتے تھے کہ کفار پر عذاب نازل ہو اور

بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ یہ نہیں چاہتے تھے کہ کفار پر عذاب نازل ہو، جیسا کہ حسب ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ پر کوئی ایسا دن آیا جو جنگ احد سے زیادہ شدید تھا؟ آپ نے فرمایا مجھے تمہاری قوم سے بہت زیادہ تکلیف پہنچی اور سب سے زیادہ تکلیف وہ تھی جو مجھے یوم قتبہ کو پہنچی۔ جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد کلال بن عبد کلال پر پیش کیا، یعنی اس کو دعوتِ اسلام دی، لیکن اس نے وہ چیز قبول نہیں کی جو میں چاہتا تھا، پس میں غم زدہ ہو کر واپس چلا آیا اور قرن ثعلابہ پر پہنچ کر مجھے اتفاق ہوا، اچانک میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھ پر ایک پادل نے سایہ کیا ہوا تھا، میں نے دیکھا اس میں جبرائیل تھے، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: آپ نے اپنی قوم سے جو کچھ کہا تھا، وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا اور جو انہوں نے آپ کو جواب دیا، وہ بھی سن لیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پانزوں کافرشہ بھیجا ہے، تاکہ آپ اس کو ابن کفار کے متعلق جو چاہیں حکم دیں۔ حضور نے فرمایا پھر پانزوں کافرشہ نے مجھے آواز دی اور مجھے سلام کیا۔ پھر کہا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سن لیا اور میں پانزوں کافرشہ ہوں اور مجھے آپ کے رب نے آپ کے پاس اس لیے بھیجا ہے، تاکہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان دونوں پانزوں کو ابن برہادوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ابن لوگوں کو پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

(صحیح مسلم، ج ۱، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸،

وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بالفعل علم حاصل نہیں ہے، بلکہ تدویناً علم حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے مشرور اور پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں عجب حاضری کی مانند ہے، 'ہنسی اور مستقبل کا علم اس کے سامنے یکساں ہے' ہر چیز کا علم اس کے سامنے ہر وقت حاضر ہے۔

اسی طرح شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۱۳۶ھ کا یہ لکھا بھی صحیح نہیں ہے۔

جس کے ہاتھ غمی ہوتی ہے، قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے۔ جب چاہے کھولے، جب چاہے نہ کھولے۔ اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے۔ جب چاہیں کریں، جب چاہیں نہ کریں۔ سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو، جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحبِ عی کی شان ہے۔ (تفہیم الامین، ص ۳۸، اکاں) ملبورہ، مطلع، ملبورہ اور اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس باطنِ غیب کا علم نہیں ہے۔ وہ جب چاہے، غیب کو دریافت کر سکتا ہے اور یہ بدایتِ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر وقت تمام مغیبات اور شہادت کا علم حاضر ہے اور اسے کبھی بھی دریافت کرنے کی حاجت نہیں ہوتی۔

مفتاح الغیب کی تفسیر میں احادیث اور آثار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غیب کی چابیاں پانچ ہیں۔ جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کوئی غصص نہیں جانتا کہ کل کیا ہو گا اور نہ کوئی غصص یہ جانتا ہے کہ ہاں کے پیٹ میں کیا ہے اور نہ کوئی غصص یہ جانتا ہے کہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی غصص یہ جانتا ہے کہ وہ کس جگہ مرے گا اور نہ کوئی غصص یہ جانتا ہے کہ بارش کب آئے گی؟

(صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحديث ۱۰۳۹، مسند احمد، ج ۲، رقم الحديث ۳۷۶۱، مطبوعه بيروت، ج ۳، رقم الحديث ۳۷۶۱، دار الحديث  
قاهرة، الطبعة الثانية، ج ۹، رقم الحديث ۱۳۳۳۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں تمہارے نبیؐ پھر کو ہر چیز کی مستحق دی گئی ہیں۔ سو پانچ چیزوں کے۔ بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل فرماتا ہے، وہی جانتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل مرے گا۔ بے شک اللہ بہت جانتے والا بہت خبر رکھنے والا ہے۔

(تقریباً ۱۳۳۱ھ) مسند احمد ج ۳، رقم الحديث ۳۵۹۹، ۳۵۹۸۔ محمد بن جریر شاکر حنفی ص ۳۷۶ نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند ابویعلیٰ ج ۵، رقم الحديث ۵۵۴، مسند حمیدی ج ۲، رقم الحديث ۳۴، جامع البیہان ج ۲، ص ۷۸، مجمع الزوائد ج ۸، ص ۱۳۳

لام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں ہے حضرت جبرائیل نے نبی ﷺ سے سوال کیا قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ میں غلطیاب جس میں اس کی علامتیں بیان کروں گا جب تم دیکھو کہ عورت سے اس کا مالک پیدا ہوا تو یہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے اور جب تم سنے پھر سنے بدینے بدینے ہو گئے لوگوں کو زمین کا مالک دیکھو تو یہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے اور جب تم مومن شیعوں کے چرانے والوں کو بڑے بڑے مکان بناتے دیکھو تو یہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ہے لے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہی بارش نازل فرماتا ہے وہی جانتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ مکمل مرے گا بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ خبر کرے والا ہے۔ (تقریب: ۱۳۴)

اصح مسلم، ایمان، ۷، (۱۰۰) (۹۹)

مفتاح الغیب کی تفسیر میں علماء کے نظریات

علامہ سید محمود گامی متوفی ۷۷۷ھ لکھتے ہیں:

مفتاح الغیب کی تفسیر میں جن پانچ چیزوں کا مدعی میں ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد اہم چیزیں ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ان پانچ چیزوں کے علاوہ جو باقی مصیبت ہیں ان کو بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(روح المعانی ۲/۷۷۷ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہ پانچ چیزیں ہوں یا باقی غیوب از خود ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور اس نے ان پانچ چیزوں کا علم بھی ہمارے نبی سید محمد ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔

علامہ قرطبی نے کما جو غرض رسول اللہ ﷺ کے توسل کے بغیر ان پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اپنے دعویٰ میں مجبور ہے۔ (مرقات القامی ۱/۷۷۷ ص ۷۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لندن ۱۳۷۷ھ)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۷۵۵ھ اور علامہ شمس الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (امداد القاری ۱/۷۷۷ ص ۷۷ مطبوعہ مصر ۱۳۸۸ھ فتح الباری ۱/۷۷۷ ص ۷۷ مطبوعہ لاہور ۱۳۷۷ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کو ان پانچ چیزوں کا علم بھی دیا گیا ہے اور وقت وقوع قیامت اور روح کا علم بھی دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے چھپائے کا حکم دیا گیا ہے۔ (شرح المصنوع ۱/۷۷۷ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۷۷ھ)

شیخ شہیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۷۷ھ لکھتے ہیں:

مطلب یہ ہے کہ غیب کے خزانے اور ان کی کنجیاں صرف خدا کے ہاتھ میں ہیں، وہی ان میں سے جس خزانے کو جس وقت اور جس قدر چاہے کسی پر کھول سکا ہے۔ کسی کو یہ قدرت نہیں کہ اپنے حواس و عقل وغیرہ آلات اور اک کے ذریعہ سے علوم غیبیہ تک رسائی پائے یا جتنے غیوب اس پر منکشف کر دیئے گئے ہیں ان میں از خود اضافہ کرے۔ کیونکہ علوم غیبیہ کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں نہیں دی گئیں۔ خواہ لاکھوں کبودوں جزئیات و واقعات غیبیہ پر کسی بندے کو مطلع کر دیا گیا ہو تاہم غیب کے اصول و کلیات کا علم جن کو مفاتیح غیب کما چاہیے حق تعالیٰ نے اپنے لیے ہی مخصوص رکھا ہے۔

(تفسیر فتح عثمانی ۱/۷۷۷ ص ۷۷ مطبوعہ شاہدہ قرآن کریم پرنٹنگ پریس)

علامہ محمد بن یوسف ابو یوسف اندلسی متوفی ۷۵۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مفتاح الغیب سے مراد آسمانوں اور زمینوں میں غیب کے خزانے ہیں۔ مثلاً رزق اور قدرت کے۔ عطاء نے کہا اس سے مراد ثواب عذاب اور مستقبل کی غیب کی چیزیں ہیں۔ زبان نے کہا اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو علم غیب کے حصول کا وسیلہ ہوں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد محروم کے انجام اور خواتم اعلیٰ ہیں۔

(المحرر المجلد ۱/۷۷۷ ص ۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ)

اس آیت میں مفتاح کا لفظ ہے۔ عربی قولہ کی رو سے یہ مفتاح (بیم کی ذمہ کے ساتھ) کی جمع بھی ہو سکتا ہے۔ اور مفتاح (بیم کی ذمہ کے ساتھ) کی جمع بھی ہو سکتا ہے۔ اگر مفتاح (بیم کی ذمہ) کی جمع ہو تو اس کا معنی چابیاں ہیں اور اگر مفتاح (بیم کی ذمہ) کی جمع ہو تو اس کا معنی خزانے ہیں۔

آیا نبی ﷺ کو صرف غیب کی خبریں دی گئی ہیں یا غیب کا علم بھی دیا گیا ہے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے علم غیب کی نفی بھی کی گئی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے لیے علم غیب کا اثبات بھی کیا گیا ہے، علماء اسلام نے اس کی متعدد توجیحات کی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ بلا واسطہ، بلا تعلیم اور ذاتی علم غیب کی غیر اللہ سے نفی کی گئی ہے۔ اور بلا واسطہ، بذریعہ وحی و الہام اور عطائی علم غیب کا غیر اللہ کے لیے ثبوت ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ علم غیب کی نفی ہے اور اطلاع علی الغیب اور اکتساب غیب کا ثبوت ہے، یہ دونوں توجیحات صحیح ہیں۔ بعض متاخرین علماء دین نے یہ کہا ہے کہ علم غیب کی نفی ہے اور غیب کی خبروں کا ثبوت ہے۔ اس توجیہ میں ہمیں کلام ہے، "لیو تک خبر بھی علم کا ایک ذریعہ ہے اور کسی چیز کی خبر کا ثبوت اس کے علم کے ثبوت کو مستلزم ہے، نیز حقدین علماء دین نے نبی ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے، پہلے ہم بعض متاخرین علماء دین کی عبارت نقل کریں گے، پھر اس پر جرح کریں گے۔

منفی محمد شفیع دہلوی حنفی ص ۳۱۱ لکھتے ہیں:

اسی طرح کسی رسول و نبی کو بذریعہ وحی یا کسی دلی کو بذریعہ کشف و الہام جو غیب کی کچھ چیزوں کا علم دے دیا گیا، اس کو قرآن میں غیب کی بجائے انباء الغیب کہا گیا ہے، جیسا کہ متعدد آیات میں مذکور ہے۔ "تسلک من انباء العیب نوحیہا الیک" اس لیے آیت مذکورہ میں "لا یعلمہا الا هو" یعنی غیب کے خزانوں کو، بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، اس میں کسی شبہ یا استہکام کی گنجائش نہیں۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الفعارف ص ۳۳۸)

نیز مفتی محمد شفیع دہلوی لکھتے ہیں:

حق تعالیٰ خود بذریعہ وحی اپنے انبیاء کو جو امور عہدہ بتلاتے ہیں، وہ حقیقہً علم غیب میں ہے، بلکہ غیب کی خبریں ہیں۔ جو انبیاء کو دی گئی ہیں جن کو خود قرآن کریم نے کئی جگہ انباء الغیب کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ "من انباء العیب نوحیہا الیک" (معارف القرآن ج ۲ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الفعارف ص ۳۳۸)

لیکن حقدین علماء دین نے نبی ﷺ اور دیگر مخلوق کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر بعض علوم عہدہ مربوط ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو نذیر و عموماً بلکہ ہر مسمیٰ و مجنون بلکہ جمع حیوانات و نباتات کے لیے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہوتی ہے۔ (حفظ الایمان ص ۵ مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ دہلوی)

اس عبارت میں شیخ تھانوی نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے، بلکہ ہر آدمی، بچوں، جانوروں، حیوانات اور نباتات کے علم پر بھی علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ شیخ تھانوی کے غلطہ جہاز شیخ مرتضیٰ حسین پانچ پوری متوفی ۱۳۵۵ھ اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم ﷺ کو علم غیب باعطاء الہی حاصل ہے۔

(توضیح الایمان فی حفظ الایمان ص ۵ مطبوعہ لاہور)

نیز لکھتے ہیں:

سرور عالم ﷺ کو جو بعض علوم عہدہ حاصل ہیں اس سے تو یہی بحث ہی نہیں۔

(توضیح الایمان فی حفظ الایمان ص ۱۰ مطبوعہ لاہور)

نیز شیخ چاند پوری لکھتے ہیں:

صاحب حفظہ الامین کا مدعی تو یہ ہے کہ سرور عالم پیغمبر کو بلا جو علم غیب حقائق ہونے کے عالم الغیب کما جائز نہیں۔

(توضیح البیان فی حفظ الامین ص ۱۳ مطبوعہ لاہور)

واضح رہے کہ ہمارے نزدیک بھی نبی پیغمبر کو علم غیب حاصل ہے۔ لیکن آپ کو عالم الغیب کما جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عرف اور شرع میں عالم الغیب اللہ تعالیٰ کی صفت معصومہ ہے جیسے بلا جو عز و جلیل ہونے کے محض عز و جلیل کما جائز نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کے لیے عالم الغیب کما کر دیا ہے۔

نیز شیخ اشرف علی تھانوی رضوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اول: میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لیے ہو سکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کما جائز نہیں۔ (حفظ الامین ص ۱۳ مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ دہلی)

اس قسم کی عبارات بہت ہیں۔ ہم نے یہ فرض اختیار چند عبارات نقل کی ہیں۔ اس کی تحصیل ہماری کتاب مقام ولایت و نبوت میں ہے۔ ہر حال ان عبارات سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی پیغمبر کو عطاء الہی سے علم غیب حاصل ہے جیسا کہ شیخ چاند پوری نے اس کی تصریح کی ہے اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت درست ہے اور یہ کما جائز نہیں ہے کہ آپ کو صرف غیب کی خبریں دی گئی ہیں غیب کا علم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم اور رسول اللہ پیغمبر کے علم میں فرق

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ رضوی رضوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

غلام یہ ہے کہ علم کے متعلق دو چیزیں حق تعالیٰ کی خصوصیت میں سے ہیں جن میں کوئی فرشتہ یا رسول یا کوئی آدمی دو سری مخلوق شریک نہیں۔ ایک علم غیب دوسرے موجودات کا علم عین جس سے کوئی ذرہ غفلت نہیں۔

(معارف القرآن ج ۳ ص ۳۸۸ مطبوعہ دارۃ المعارف کراچی)

نیز مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو اور بالخصوص حضرت خاتم الانبیاء پیغمبر کو غیب کی ہزاروں لاکھوں چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے اور سب فرشتوں اور انبیاء سے زیادہ عطا فرمایا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برابر کسی کا علم نہیں نہ ہو سکتا ہے۔ ورنہ پھر یہ رسول کی تنظیم کا وہ غلو ہو گا جو چھائیوں نے اختیار کی کہ رسول کو خدا کے برابر ٹھہرا دیا۔ اسی کا نام شرک ہے۔ خود بخود منہ۔ (معارف القرآن ج ۳ ص ۳۵۰ مطبوعہ دارۃ المعارف کراچی)

ہمارے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پیغمبر کے علم میں مساوات کا قول کرنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم اور غیر متناہی ہے اور نبی پیغمبر کا علم ملوث اور متناہی ہے اللہ تعالیٰ کا علم از خود اور بے تعلیم ہے نبی پیغمبر کا علم اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کی تعلیم سے ہے۔ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ ایک قطرہ کو جو نسبت سمندر سے ہے نبی پیغمبر کے علم کو اللہ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں ہے کیونکہ قطرہ اور سمندر میں متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے اور نبی پیغمبر کے علم اور اللہ کے علم میں متناہی کی غیر متناہی کی طرف نسبت ہے بلکہ ایک ذرہ کے متعلق بھی رسول اللہ پیغمبر کا علم اللہ کے علم کی مشابہت نہیں ہے کیونکہ آپ کو ایک ذرہ کا علم متناہی وجہ سے ہو تا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ کا علم بھی غیر متناہی وجہ سے ہو تا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:



کسی علم کی حضرت عزوجل سے تخصیص نور اس کی ذات پاک میں ضرور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے

اول: علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطاء غیر ہو

دوم: علم کا فنا کہ کسی اگر جلد و تدبیر فکر و نظر و التفات و انشغال کا مطلق استخراج نہ ہو

سوم: علم کا سرمدی ہونا کہ ازلہ ابدانہ

چہارم: علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو

پنجم: علم کا اقصیٰ غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات 'ذاتیات' 'اعراض' 'احوال' لازمہ 'مفارقة' 'ذاتیہ' 'اضغیر' 'مانیہ' 'آتیہ' (مستقبلہ) موجودہ 'مکنزہ' سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر نفی نہ ہو سکے۔

اٹھ پانچ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل و علا سے خاص اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو

اٹھ پانچ وجہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو 'حاصل ہونا ممکن نہیں ہے جو کسی غیر الہی کے لیے حصول مفارقة ہوں خواہ انھوں باوجود ایک

ذرہ کا ایسا علم ثابت کرے 'یقیناً امتناعاً کافر مشرک ہے۔ (الضمام 'ص ۷۰' مطبوعہ لائسنس پریس لاہور ۱۳۳۵ھ)

نیز امام احمد رضا قدوری لکھتے ہیں:

میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الہی سے وہ نسبت

ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک حقہ کے کڑوئیں حصہ کو سمندر سے ہے کیونکہ یہ نسبت ترقی کی ترقی کے ساتھ ہے اور وہ غیر ترقی

کی ترقی سے۔ (المفہوم 'ج ۱' ص ۳۰ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

لوح محفوظ کا بیان

اسی آیت کے پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل طور پر اپنے علم کی وسعت بیان فرمائی تھی کہ اسی کے پاس فیض کی چابیاں

ہیں اور اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا 'اور آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل طور پر اپنے علم کی وسعت بیان

فرمائی۔ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو خشکی اور سمندروں میں ہے 'وہ ہر اس پتے کو جانتا ہے جو درخت سے گر تہا ہے 'اور زمین کی

تہ کیوں میں ہر دانہ اور ہر تر اور خشک چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ تمام مصیبت کو جانتا ہے 'اسی طرح خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور اس کا علم تمام

موجودات کو محیط ہے 'زمین و آسمان میں سے کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ فیض اور شہادت کی ہر چیز کو جانتے والا ہے '

درخت کے پتوں میں سے کب اور کس جگہ کوئی پتہ گر تہا ہے؟ نباتات 'حیوانات اور نباتات کی تمام حرکات اور ان کے تمام احوال

اس کے علم میں ہیں 'اور ملکین میں سے جن اور انہی کے ہر فعل سے وہ واقف ہے۔ زمین کے اندھیروں میں بونے ہوئے سب سے بڑے اور

زمین کے اندر رہنے والے کیڑوں مکوڑوں اور زمین کے اوپر جانداروں اور بے جانوں کے تمام احوال کوئی چیز اس کے علم سے

باہر نہیں۔ جو تر اور خشک 'زندہ یا مردہ' پھل یا کوئی دانہ زمین پر گر تہا ہے وہ سب سے واقف ہے اور ان میں سے ہر چیز کو اس نے

لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ ہر چیز کی پیدائش اور اس کی موت اور حیات 'موت اور بعد الموت کے تمام کوائف اس میں لکھے

ہوئے ہیں اور ہر چیز کو پید کرنے سے پہلے بلکہ آسمانوں اور زمینوں کے پید کرنے سے بھی پہلے اس نے تمام مخلوق کے احوال اس

میں لکھ دیے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ مِّمَّا الْأَرْضُ وَلَا فِیْ

أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِیْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نُسْرَ أَهْلًا

زمین میں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی اور نہ تمہاری جانوں میں

کچھ مصیبت ہمارے پید کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھی

ذَٰلِكَ عَلَى النَّاسِ يَسِيرٌ ﴿٦٠﴾ لِيُكَفِّرَ تَنَاسُؤَ أَهْلِ  
مَآفَاقِكُمْ وَلِكَيْ تَقَرَّ عَوَايِمُكُمْ وَاللَّهُ لَا يُغِيثُ  
كُلَّ مُخْطِئٍ لِّقُصُورٍ ﴿٦١﴾ (الحديد: ۳۳-۳۴)

ہوئی ہے۔ یہ بے شک اللہ پرست آسمان ہے تاکہ اگر کوئی چیز  
تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے تو تم اس پر رنج نہ کرو اور جو کچھ  
اللہ نے تمہیں دیا ہے تم اس پر اڑاؤ نہ کرو اور اللہ کسی  
اڑاؤ والے حکیم کو پند نہیں کرتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے  
کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے قلوقات کی تعداد میں لکھی تھیں اور اس کا عرش پانی  
پر تھا۔

(صحیح مسلم، قدر ۱۱، ۱۲، ۱۳، سنن الترمذی، ج ۲، رقم الحديث ۳۳۳۳، صحیح ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحديث ۳۳۸، مسند احمد،  
ج ۲، رقم الحديث ۳۳۳۳، سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۳، ۴)

کائنات کے وجود سے پہلے ازل میں اللہ تعالیٰ کو جو اس کائنات کا علم تھا اس کا یہم تقدیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادہ کے  
مطابق اس کائنات میں جو کچھ ہوتا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لوح محفوظ  
میں لکھ دیا۔ اللہ کی حرکت اور سورج کی گردش سے دن رات اور بارش و باران کا یہی ہوتا ہے اس لیے اللہ کی حرکت سے پیدا کرنے  
سے پہلے زندہ اور سالوں کا کوئی وجود نہ تھا اس لیے اس وقت میں پچاس ہزار سال کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے  
مراد یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے اتنی مدت پہلے لوح محفوظ میں لکھا کہ اگر آسمان وغیرہ ہوتے تو اتنی مدت میں  
پچاس ہزار سال گزر جاتے اور پچاس ہزار سال مدت کے طویل ہونے سے کلیہ ہے۔

اس کتاب کو لوح محفوظ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب تحریف اور شیطان کی رسائی سے محفوظ ہے یا یہ محو اور انہیت سے  
محفوظ ہے کیونکہ محو اور انہیت فقط فرشتوں کے جھینوں میں ہوتا ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ محفوظ ہے۔ بھلائی نہیں مگر امام  
رازی کی تحقیق یہ ہے کہ کتاب میں سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ازی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی رات میں تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کیا پھر  
دن میں تم کو اٹھاتا ہے تاکہ تم قرعہ معلوم پوری ہو۔ پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے پھر وہ تم کو ان کاموں کی خبر دے گا جو تم  
کرتے تھے۔ (الانعام: ۶۱)

غیر کاوقات صغریٰ ہوتا

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا کمال علم بیان فرمایا تھا کہ غیب اور شہادت کی کوئی چیز اس کے علم سے  
باہر نہیں ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کمال بیان فرمایا ہے کہ وہ رات میں تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا  
ہے اور دن میں پھر تمہاری روحوں کو اٹھاتا ہے اور تمہارے اس سونے اور جاگنے میں مشرور فطری دلیل ہے اور ہمارا آخر تم  
نے اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بلاشبہ سونے والا زندہ ہوتا ہے۔ وہ سانس لیتا ہے اور کوئی نہیں بدلتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ  
فرمان کس طرح درست ہو گا اور وہی رات میں تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ روح دو قسم کی ہیں۔  
ایک روح کا تعلق احساس کے ساتھ ہے اور دوسری روح کا تعلق حیات اور حرکت بلکہ ارادہ کے ساتھ ہے۔ جب انسان سو جاوے  
ہو تا ہے تو اس کی ارواح حسہ ظاہرہ سے بدن میں چلی جاتی ہیں اس لیے اس کے حواس ظاہرہ عمل کرنے سے مستعمل ہو جاتے

ہیں اور نیند کے وقت اس کے جسم کا ظاہر بعض اہل سے متصل ہو جاتا ہے اور موت کے وقت اس کا پورا بدن ہر جسم کے متصل سے متصل ہو جاتا ہے اسی طرح نیند اور موت کی حالت میں ایک جسم کی مشقت ہے اور اس اعتبار سے نیند پر بھی موت اور وقت کا اطلاق صحیح ہے۔

اس کے بعد فرمایا پھر اللہ تعالیٰ میں اللہ تعالیٰ ہے یعنی تمہاری ارواح حشر پھر ملن سے ظاہر میں لوٹا دی جاتی ہیں اور تمہارے قوی ظاہر پھر کام کرنے لگتے ہیں تاکہ تم کو جو کچھ تمہارے لیے مقدر کیے گئے ہیں اور جو عمر طبی تمہارے لیے مقدر کر دی گئی ہے اس کو تم پورا کر سکو اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سونے اور جاگنے کے تسلسل کو جاری رکھتا ہے تاکہ تم اپنی طبی حیات کو پورا کر لو پھر تم نے دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوئے اور وہ تم کو خبر دے گا کہ تم اپنی راتوں اور دنوں میں کیا کام کرتے تھے۔

نیند وقت صغریٰ ہے اور موت وقت کبریٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں وقتوں کا ذکر جو ذیل آیت میں بھی فرمایا ہے:

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَازِلِهَا فَبَرِّئُكَ إِلَهِ يَتَوَفَّى عَلَيْهَا السَّوْتِ وَ يُرْسِلُ الْأَحْيَاءُ إِلَيَّ أَجَلِ تَسْئَلُ لَنَفْسٍ ذَلِكِ لَا يَمُتُ لِقَوْلِهِ يُتَسَاءَلُونَ (الرعد: ۳۰)

جن کی موت کا وقت ہو اللہ ان کی جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن کی موت کا وقت نہ ہو ان کی جانوں کو (بھی) نیند میں قبض کر لیتا ہے پھر جن کی موت کا حکم فرما دیا ان کی جانوں کو روک کر لیتا ہے اور دوسری (جانوں) کو ایک وقت مقررہ کے لیے بھروسہ دیتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

حدیث میں ہے: نبی ﷺ نے فرمایا نیند موت کا پہلا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا اہل جنت کو نیند آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیند موت کا پہلا ہے اور اہل جنت کو نیند نہیں آئے گی۔

(المعجم الاوسط: ج ۱، رقم الحديث: ۶۳، مسند ابی داؤد: ج ۲، رقم الحديث: ۳۵۱، سنن ابی داؤد: ج ۲، ص ۴۰، صلیب متابعہ: ج ۲، رقم الحديث: ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، کمال ابن عدی: ج ۲، ص ۱۵۳، مجمع الزوائد: ج ۲، ص ۱۳۵)

مغنا المثنیٰ نے کہا ہے کہ مسند ابی داؤد کی سند صحیح ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا

اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگران کرنے والے (فرشتے) بھیجتا ہے، حتیٰ کہ جب تم سے

جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفْرَمُونَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ

کس کی موت آئے تب تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح (کو) قبض کرتے ہیں اور وہ کوئی کڑا ہی نہیں مڑے گا پھر وہ

رُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ ۖ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاكِمِينَ ﴿۶۲﴾

اشد کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا برحق مالک ہے، اور اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے ۵

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مَنْ ظَلَمَ الْبَرَّ وَالْبَحْرَ تَدْعُونَهُ تَضَرَّعًا وَخُفْيَةً ۚ

آپ کیسے نہیں نکل اور سندھول کی تارکیوں سے کرن نجات دیتا ہے، جب کرتے عاجزی سے اور چپے چپے پکارتے ہو کر اگر

لَيْنَ اُنْجِنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ قُلْ اللّٰهُ يُنَجِّيكُمْ

دوست اس (صحبت) سے بچائے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے ○ آپ کیسے گواہی دیتی ہے کہ اس

مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْكِرُوْنَ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰی

(صحبت) سے اللہ ہر محیف سے نجات دیتا ہے پھر (اے تم شرک کرتے ہو ○ آپ کیسے کہو) یہی اس پر قادر ہے کہ

اَنْ يُبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْضِكُمْ

تم پر تباہی اور اسے غراب بھیجے یا تباہی سے پاؤں کے نیچے سے یا تپیں عقلت گردہوں میں

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَآسًا ۚ بَعْضٌ اَنْتُمْ لَا تَنْظُرُوْنَ

تقسیم کر دے اور تباہی بعضوں کو بعض کی ڈان کا مزہ چھٹے دیکھو ہم کس طرح

نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ

بار بار دہلیوں کو بیان کر رہے ہیں تاکہ سمجھ سکیں ○ اور آپ کی قوم نے اس کو جھٹلایا حالانکہ یہی

الْحَقُّ ۚ قُلْ لَّسْتُ عَلَیْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٦٨﴾ لِّكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّ

حق ہے آپ کیسے کہ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں ○ ہر خبر (کے بھروسے) کا ایک وقت مقرب ہے

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾

اور مغرب تم جان لو گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے فرشتے بھیجے۔ (الایہ)

(الانعام: ٦٩)

اللہ تعالیٰ کے قہر کا معنی

اس سے پہلی آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر دلائل تھے اور اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر دلائل ہیں۔ اس آیت کے شروع میں فرمایا ہے اور وہ اپنے بندوں پر قابض ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی عدم پر قہر فرماتا ہے تو ممکن کو عدم سے وجود میں لے آئے اور کسی عدم پر قہر فرماتا ہے تو ممکن کو وجود سے عدم کی طرف لے آئے۔ اسی طرح وہ ہر چیز پر اس کی ضد سے قہر فرماتا

ہے۔ مثلاً نور پر ظلمت کے ساتھ قرقرنا ہے اور ظلمت پر نور کے ساتھ دن پر رات کے ساتھ اور رات پر دن کے ساتھ قرقرنا ہے۔ حیات پر موت کے ساتھ موت پر حیات کے ساتھ قرقرنا ہے اور یہ قرقرنا کرب ہے جس کا کوئی ساحل نہیں ہے۔ وہ ہر چیز پر اس کی ضد کے ساتھ قرقرنا ہے۔ وہ مالک الملک ہے جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک جھین لیتا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ يَسْأَلْكُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَا تُخَافُوهُ ۚ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ اِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ النُّجُومِ فَلَا يُنْصَرِفُوهُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوا فِيهَا مَصْرِفًا ۝ (یونس: ۳۷)

اور اگر اللہ آپ کو کوئی ضرر پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ آپ کے لیے کسی خیر کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دن کا کام کچ کے لیے بنایا ہے اور رات غیث کے لیے بنائی ہے۔ اگر انسان دن میں غیث کا معمول بناتا چاہیں اور رات کو کام کچ کا معمول بناتا چاہیں تو نہیں سکتے۔ وہ قرارات کو سونے اور دن کو کام کچ پر مجبور ہیں۔ سستی مرتبہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان جاگنا چاہتا ہے اور غیث اس پر غالب آجاتی ہے اور کئی بار پیدا ہوتا ہے کہ وہ سوچا چاہتا ہے اور اس کو غیث نہیں آتی صحت اور بیماری اور حیات اور موت میں انسان کا مغلوب ہونا اور اللہ تعالیٰ کا ان پر غالب ہونا اور بھی واضح ہے۔

کرنا کاتبین کی تعریف اور ان کے فرائض

اس کے بعد فرمایا اور وہ تم پر حفاظت کرنے والے فرشتے بھیجتا ہے۔ حفظہ "حفاظہ کی جمع ہے۔ جیسے طلبہ طلب کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بندوں کے اعلیٰ کی حفاظت کرتے ہیں اور بندوں کی اذیت سے حفاظت کرتے ہیں۔ قہر سے عقل ہے کہ وہ عمل روزی اور یہ عمل حیات کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ وہ فرشتے رات کے اعلیٰ کو لکھنے کے لیے ہیں اور وہ دن کے اعلیٰ کو لکھنے کے لیے ہیں۔ ایک فرشتہ نیکیوں کو لکھتا ہے اور دوسرا فرشتہ برائیوں کو لکھتا ہے اور مباح کاموں کو لکھنے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کل پانچ فرشتے حفظہ ہیں۔ وہ دن کے دو رات کے اور ایک فرشتہ وہ ہے جو دن رات میں سے کسی بھی وقت ہوا میں ہو گا۔

کرنا کاتبین کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَلَنْ عَلَيْكُمْ لَحُوظٌ مِّنْ اَمَّا كَاتِبِينَ ۝ يَمْلِكُونَ مَا تُمْسَلُونَ (الانفطار: ۳۳)

اِنَّ يَتْلُوُ الثُّمُلَ قَبْلَ عَيْنِ الرَّسُولِ ۝ اِنَّ يَتْلُوُ الشِّعْرَ قَبْلَ عَيْنِ ۝ مَا يَتْلُوُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا كَذِبٌ ۝ رَفِيعٌ عَنِ السُّبْحِ (الحق: ۸۷-۸۹)

اور بے شک تم پر ضرور حفاظت کرنے والے (فرشتے مقرر) ہیں معزز لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ جب (اس کے ہر قول اور فعل کو) لے لیتے ہیں وہ اپنے والے (فرشتے) ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے وہ جو کچھ زبان سے کہتا ہے اس کو لکھنے کے لیے ایک نگہبان (فرشتہ) تیار ہوتا ہے۔

اور ثمر اعمال دکھ دیا جائے گا نہیں آپ دیکھیں گے کہ مجرم اس سے ڈر دے ہوں گے جو اس میں (لہ کو) ہے اور وہ کہیں گے بے ہماری تم سختی کیا کیا نوشتہ اعمال ہے کہ اس نے کوئی چھوٹا کتا چھوڑا ہے نہ بڑا کتا مگر اس کا معاملہ کر لیا ہے اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے موجود

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُحْرِمِينَ مُشْفَعِينَ وَنَافِلِينَ ۝ وَتَقُولُونَ يَوْمَئِذٍ اِنَّ هَٰذَا الْكِتَابَ لَا يُغَادِرُ صُوْرَةً وَّلَا حِسَابَةً ۝ اِلَّا اَخْضَاهَا وَوَحَدَهَا مَا وَعَدُوا مَا عَمِلُوا ۝ اَحَاطَ اَوْ لَا يَحِطُّ ۝ رَبُّكُمْ اَعْدَا ۝ (الکہف: ۳۴)

پائیں گے اور آپ کا وہ کسی پر علم نہیں کرتا۔

کرانا کاتبین کے فرائض اور وظائف کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے تمہارے پاس باری باری آتے ہیں اور تجھ کو صبح کی نمازوں میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر جن فرشتوں نے تمہارے ساتھ رات گزارا ہے وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ ان کا وہ ان سے سوال کرتا ہے: "حلائک وہ من سے زیادہ جاننے والا ہے؟" تم نے میرے بندوں کو کس محل میں چھوڑا؟ کہتے ہیں ہم نے جس وقت ان کو چھوڑا تو وہ (غیر کی) نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ (غیر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحديث: ۵۵۵، صحیح مسلم، المصابہ ۶۲، (۳۱) ۳۰۵، سنن ابی یوسف، ج ۲، رقم الحديث: ۳۸۶، ۳۸۷، سنن الکبریٰ للنسائی، ج ۳، رقم الحديث: ۱۷۷۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم پر ہنگامی سے احزاب کو، کیونکہ تمہارے ساتھ وہ (فرشتے) ہوتے ہیں جو تم سے بیت الخلاء اور عمل تدوین کے سوا کسی وقت جدا نہیں ہوتے، تم ان سے حیا کرو اور ان کا احترام کرو۔ (سنن ترمذی، ج ۲، رقم الحديث: ۲۸۹۹، شعب الایمان، ج ۲، رقم الحديث: ۱۷۷۰)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

عابد بیان کرتے ہیں کہ دائیں طرف کا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں طرف کا فرشتہ برائیاں لکھتا ہے۔

امام احمد بن محمد بن حنبل بیان کرتے ہیں کہ دائیں جانب کا فرشتہ بائیں جانب کے فرشتہ کا امیر ہوتا ہے، جب بندہ کوئی برائی کرتا ہے تو دائیں جانب والا فرشتہ بائیں جانب والے فرشتے سے کہتا ہے: "رک جلا، شاید یہ توبہ کر لے۔"

عابد بیان کرتے ہیں کہ ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں۔ ایک دائیں جانب اور ایک بائیں جانب۔ جو دائیں جانب ہے وہ نیکیاں لکھتا ہے اور جو بائیں جانب ہے وہ برائیاں لکھتا ہے۔ (جامع البیہق، ج ۲، ص ۲۰۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی الدنیا نے بغداد میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نیکیاں لکھنے والا دائیں جانب ہے اور برائیاں لکھنے والا بائیں جانب ہے، جب بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو دائیں جانب والا اس نیکیاں لکھ لیتا ہے، اور جب وہ کوئی برائی کرتا ہے تو بائیں جانب والا بائیں جانب والے سے کہتا ہے: "اس کو چھوڑ دو، حتیٰ کہ یہ توبہ کرے یا استغفار کرے۔" پھر جب جبرائیل کا دن آتا ہے تو اس وقت تک جو نیکیاں اور برائیاں ہوں، وہ لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے پاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے، پھر یہ نوشتہ لوح محفوظ پر پیش کیا جاتا ہے، تو اس میں یہ تمام چیزیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا اصحت بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ دائیں جانب والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور وہ بائیں جانب والے فرشتہ پر امیر ہوتا ہے۔ اگر بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے: "رک جلا، پھر اگر بندہ استغفار کرے تو وہ اس کو گناہ لکھنے سے منع کرتا ہے اور اگر بندہ استغفار کی بجائے گناہ پر اصرار کرتا ہے تو وہ اس کو گناہ لکھ لیتا ہے۔

(الدر الثمور، ج ۲، ص ۵۹۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۱۳ھ)

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد المعروف بابی الشیخ الاسلامی المتوفی ۳۹۶ھ روایت کرتے ہیں:

ابن جبرج و رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں دو فرشتے ہیں۔ ان میں سے ایک دائیں جانب ہے جو نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا فرشتہ بائیں جانب ہے جو برائیاں لکھتا ہے۔ جو دائیں جانب ہے وہ اپنے صاحب کی شلوات کے بغیر لکھتا ہے اور جو بائیں جانب ہے وہ اپنے صاحب کی شلوات کے بغیر نہیں لکھتا۔ اگر بندہ بیٹھ جائے تو ایک فرشتہ دائیں جانب ہوتا ہے اور دوسرا بائیں جانب اور اگر بندہ چلے لگے تو ایک فرشتہ بندہ کے آگے ہوتا ہے اور ایک پیچھے، اور اگر وہ سوجائے تو ایک فرشتہ اس کے سر کی جانب ہوتا ہے اور ایک پیروں کی جانب، اور ابن المبارک رحمہ اللہ نے کہا انسان کے ساتھ پانچ فرشتے مقرر کیے جاتے ہیں دو فرشتے رات کے دو دن کے، یہ آتے جاتے رہتے ہیں اور پانچواں فرشتہ دن رات کے کسی وقت میں اس سے الگ نہیں ہوتا۔

(کتاب المغلطہ، رقم الحدیث: ۵۷۱، ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبہ دارالہدایہ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۳ھ)

امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی المتوفی ۵۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی مسلمان کے جسم کو کسی مصیبت میں جلا کر تباہ تو فرشتہ سے فرماتا ہے: اس کے اس عمل کو لکھتے رہو جو یہ کیا کرتا تھا، پھر اگر اس کو شفا دیتا ہے تو اس کو غسل سے پاک کرتا ہے اور اگر اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے تو اس کو بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔

(شعب الایمان، ج ۷، رقم الحدیث: ۹۹۳۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۰ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلم اپنے جسم کی کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مرض میں اس کی صحت کے ہر نیک عمل کو لکھتا رہتا ہے۔

(شعب الایمان، ج ۷، رقم الحدیث: ۹۹۳۳، مطبوعہ بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اپنے بندہ مومن کے ساتھ دو فرشتے مقرر کرتا ہے جو اس کے عمل کو لکھتے رہتے ہیں۔ جب وہ بندہ فوت ہو جاتا ہے تو جو فرشتے اس کے عمل لکھتے تھے وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ تو اب ہمیں اجازت دے تو ہم آسمان پر چڑھ جائیں۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے: میرا آسمان ان فرشتوں سے بھرا ہوا ہے جو میری شہادت کر رہے ہیں۔ وہ عرض کریں گے تو کیا ہم زمین میں قیام کریں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری زمین میری مخلوق سے بھری ہوئی ہے جو میری شہادت کر رہی ہے وہ کہیں گے پھر ہم کھل جائیں؟ اللہ جل جلالہ و تعالیٰ فرمائے گا تم میرے اس بندہ کی قبر پر قیام کرو اور سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ جو محور قیامت تک اس کو میرے اس بندہ کے لیے لکھتے رہو۔

(شعب الایمان، ج ۷، رقم الحدیث: ۹۹۳۱، مطبوعہ بیروت)

آیاد کی باتوں کو کرنا کاتبین لکھتے ہیں یا نہیں؟

بعض اعلیٰ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے دل کی باتوں اور اوروں پر مطلع ہوتے ہیں اور ان کو لکھ لیتے ہیں۔

امام مسلم بن حجاج قسوسی متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جب میرا بندہ کسی گناہ کا ارادہ کرے تو اس کو نہ لکھو اور اگر وہ اس پر عمل کرے تو اس کا ایک گناہ لکھ لو اور اگر وہ نیکی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل کرے تو ایک نیکی لکھ لو اور اگر وہ اس پر عمل کرے تو اس نیکیاں لکھ لو۔ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے اور ایک روایت اس طرح کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب! تمہاری بندہ گناہ کا ارادہ کر رہا ہے، حالانکہ اسے گناہ پر خوب بصیرت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کا انتظار کرو، مگر یہ اس گناہ کو کرے تو اس کا ایک گناہ لکھ لو اور اگر اس کو ترک





میں داخل کر دیتا تو یہ ہم پر آسمان ہو نہ اللہ تعالیٰ فرماتے گا میں نے یہ ارادہ اس وقت کیا تھا کہ جب تم طغوت میں ہو تے تو میرے ساتھ بہت بڑا مقابلہ کرتے تھے اور لوگوں کے سامنے تم میرے لیے عاجزی کرتے تھے تم لوگوں کے لیے دکھلا کر سٹے تھے اور تم اپنے دلوں سے مجھے اس کے خلاف دیتے تھے اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور مجھ سے نہیں ڈرتے تھے اور تم لوگوں کو بزرگ جانتے تھے اور مجھے برا نہیں جانتے تھے۔ سو آج میں تم کو دردناک غلاب چمکھوں گا اور تم کو ٹوٹنے سے محروم کروں گا۔

۱) المسمیٰ الاوسط 'ج' ۶ رقم المصنف: ۵۵۲ المسمیٰ الکبیر 'ج' ۷۷ رقم المصنف: ۷۸۹ ص ۸۶ جلیبہ کلاریاوا 'ج' ۳ ص ۳۰۵ شعب اللایان 'ج' ۵ رقم المصنف: ۷۸۹ مجمع الزوائد 'ج' ۱۰ ص ۳۲۰

### اعمال کو لکھوانے کی حکمتیں

اس میں اختلاف ہے کہ ایک شخص کی نیکیاں اور برائیاں لکھنے والے فرشتے ہر روز بدلتے ہیں یا غیر محرب وہی فرشتے لکھتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ سراسر مل ثابت ہے کہ دن اور رات کے فرشتے بدلتے رہتے ہیں، اسی طرح اس میں اختلاف ہے کہ بندہ کی موت کے بعد فرشتے کیا کرتے ہیں؟ بعض نے کہا وہ آسمان پر جا کر محلات کرتے ہیں لیکن ہم شعب اللایان کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کر چکے ہیں کہ وہ قیامت تک اس بندے کی قبر پر بیٹھ کر اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

کرنا کاتبین جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں اس کی کیا حکمت ہے؟ ایک حکمت تو یہ ہے کہ قیامت کے دن بندہ کے سامنے اس کے خلاف ایک بلدی جنت قائم کر دی جائے تاکہ وہ اپنے کسی قول یا عمل سے انکار نہ کر سکے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ جب بندہ کو یہ معلوم ہو گا کہ اس کے اعمال لکھ کر محفوظ کیے جا رہے ہیں اور ہر سرعشہ لوگوں کے سامنے یہ اعمال پیش کیے جائیں گے تو لوگوں کے سامنے اپنی برائیاں اور بے حیائیاں کھلنے کے خوف سے وہ برے اور فحش کاموں کے ارتکاب سے باز رہے گا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ فرشتوں نے ابن آدم کی پیدائش پر یہ کہا تھا کہ یہ زمین میں خون ریزی اور خنہ و فتنہ کرے گا اور جب وہ خود اپنے احمقوں سے مسئلوں کی نیکیاں لکھیں گے تو ان پر ابن آدم کی پیدائش کی حکمت کمال طریقہ سے واضح ہوگی۔ چوتھی حکمت یہ ہے کہ انسان کے اعمال میران میں وزن کیے جائیں گے۔ بظاہر یہ مستبعد معلوم ہوتا ہے کیونکہ اعمال از قبیل اعراض ہیں لہذا ہو سکتا ہے کہ اعمال کے وزن کرنے سے مراد صحائف اعمال کا وزن کرنا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی (روح کو) قبض کرتے ہیں اور وہ کوئی کوئی نہیں کرتے۔ (الانعام: ۶۸)

اللہ تعالیٰ، ملک الموت اور فرشتوں کی طرف قبض روح کی نسبت کی وضاحت

قرآن مجید میں بندہ کی روح قبض کرنے کا اصطلاح تعالیٰ کی طرف بھی ہے، ملک الموت کی طرف بھی ہے اور عام فرشتوں کی طرف بھی ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل آیتوں سے ظاہر ہے:

موت کے وقت اللہ جالوں (روحوں) کو قبض کرتا ہے۔  
 اَللّٰهُ يَتَوَفَّي الْاَنفُسَ يَوْمَ تُوْفٰى السُّرُورُ (۳۴)  
 اُن کے کہنے کے موت کا فرشتہ تمہاری روح قبض کرنا ہے جو  
 قُلْ يَتَوَفَّكُم مِّنْكُمْ فَتَلٰكُمُ الْعَنٰوِيْتُ الْاَلْوٰنِي وَتَجٰلِيْ  
 يَكُم مِّنْكُمْ اَنۡرٰى رَبَّكُمۡ ثُمَّ تَوَفَّعُوۡنَ (السجدة: ۶۵)  
 تم پر متر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹا جانے لگے۔

اور زیر تفسیر آیت میں فرمایا ہے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی (روح) کو قبض کرتے ہیں۔ (الانعام: ۶۸)

ان آیات میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ روح قبض کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ وہ روح قبض کرنے کا قائل حقیقی ہے اور ملک الموت کی طرف اس اعتبار سے نسبت ہے کہ وہ ظاہری قائل ہے اور روح قبض کرنے

والے فرشتوں کا نہیں ہے، اور دوسرے فرشتوں کی طرف اس اعتبار سے نسبت ہے کہ وہ روح قبض کرنے میں ملک الموت کے اہل اور انصار ہیں۔ بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ انسان کے درجہ اور مقام کے اعتبار سے احوال مختلف ہوتے ہیں اس لیے بعض انسانوں کی روح اللہ تعالیٰ بلا واسطہ قبض کرتا ہے، بعض کی روح ملک الموت قبض کرتا ہے اور بعض کی دیگر فرشتے روح قبض کرتے ہیں۔

موت کے وقت مسلمانوں اور کافروں کی روحوں کے نکلنے کی کیفیت

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مردے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ پس جب وہ کوئی نیک شخص ہو تا ہے تو کہتے ہیں: اے پاکیزہ روح نکلو تیرا کیزہ جسم میں جس جس تم تعریف کی ہوئی یا ہر آؤ، جس خوشی اور مسرت کی نوید ہو اور رب کے راضی ہونے کی بشارت ہو۔ اس کو بے غمی کما جاتا ہے گا، حتیٰ کہ روح باہر آجائے گی۔ پھر وہ روح آسمان کی طرف چڑھے گی۔ اس کے لیے آسمان کو کھلوایا جائے گا۔ پوچھا جائے گا: یہ کون ہے؟ پھر اسے بتایا جائے گا یہ فلاں ہے! آسمان والے کہیں گے: پاکیزہ روح کو خوش آمدید ہو، یہ پاکیزہ جسم میں تھی تم تعریف کی ہوئی داخل ہو۔ جس خوشی اور مسرت کی بشارت ہو، اور رب کے راضی ہونے کی نوید ہو۔ اس سے بے غمی کما جاتا ہے گا، حتیٰ کہ وہ اس آسمان (عرش الہی) میں پہنچے گی جس پر اللہ عزوجل جلوہ فرما ہے۔ اور جب مردے والا کوئی برا شخص ہو تا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: کھل اے غیث (پلاک) روح! تو غیث جسم میں تھی، کھل تو دہمت کی ہوئی ہے۔ تجھے کھولتے ہوئے بدودار پانی کی بشارت ہو، اور وہی جسم کے اور پانی کی۔ اسے بے غمی کما جاتا ہے گا، حتیٰ کہ وہ روح جسم سے نکلے گی۔ پھر اس کو آسمان کی طرف چڑھایا جائے گا، اور اس کے لیے آسمان کو کھلوایا جائے گا۔ پوچھا جائے گا: یہ کون ہے؟ پھر بتایا جائے گا یہ فلاں ہے! پھر کما جائے گا اس پلاک روح کا آٹا ہنبارک ہو، یہ پلاک جسم میں تھی تو دہمت کی ہوئی واپس ہو جا، تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، پھر اس کو آسمان سے بھیج دیا جائے گا، پھر قبر تک پہنچے گی۔

علامہ محمد امجد شاہ متوفی ۱۰۷۶ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد، ج ۸، رقم الحديث: ۸۵۵۳، مطبوعہ دار الحديث، ممبائے ہند، مسند احمد، ج ۲، ص ۳۳۰، مطبعہ قدیم سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحديث: ۳۴۳۳)

امام ابو عبد الرحمن احمد بن حشیب متوفی ۳۰۴ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب مومن پر موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس رحمت کے فرشتے سفید ریشم کو لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں: (اے روح!) نکلو اور آنکھیاں کھلے، تم اللہ سے راضی ہو اور اللہ تم سے راضی ہو، تم اللہ کی رحمت اور خوشی کی طرف نکلو، اور رب کی رضا کی طرف نکلو۔ پھر روح منک کی پاکیزہ خوشبو کی طرف نکلتی ہے، حتیٰ کہ بعض فرشتے اس روح کو لیتے ہیں اور اس کو آسمان کے دروازے کی طرف لاتے ہیں اور آسمان والے کہتے ہیں: یہ کیسی پاکیزہ خوشبو ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے؟ پھر وہ اس روح کو مومنین کی ارواح سے ملائے ہیں اور وہ ہمیں اس روح سے مل کر اسی طرح خوش ہوتی ہیں، جیسے کوئی شخص اپنے چمچے ہوئے دوست سے مل کر خوش ہوتا ہے۔

پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کیسا ہے؟ پھر کہتے ہیں کہ اس کو چھو، تو وہ دنیا کے غم میں ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اس کو دو رخ میں ڈال دیا گیا اور جب کافر کے پاس موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے اس کے پاس ٹٹ کو لے کر آتے ہیں اور اس کی روح سے کہتے ہیں: نکل اور آنکھیاں کھلے، تو اللہ سے ناراض ہے

اور اللہ تجھ سے ناراض ہے۔ تو اللہ کے غضب کی طرف نکل، تو وہ انتہائی ناگوار بدو کی طرح نکلتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس کو زمین کے دروازہ کی طرف لاتے ہیں اور زمین والے کہتے ہیں یہ کیسی ناگوار بدو ہے؟ پھر وہ اس کو کھدائی کی روحوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ (سنن نسائی، ج ۳، رقم الحدیث: ۱۸۳۲، صحیح ابن حبان، ج ۷، رقم الحدیث: ۳۰۱۳، المستدرک، ج ۱، ص ۳۵۳) حنفیہ جلال الدین سیوطی ص ۱۱۱ بیان کرتے ہیں:

امام بزار اور امام ابن مردودہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب مومن پر موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پس فرشتے ریشم میں منک اور گل رنکھن کے ٹکڑے لے کر آتے ہیں۔ پھر اس کے جسم سے روح اس طرح نکل لیتے ہیں جس طرح آنے سے ہلی نکل لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے 'اے پاکیزہ روح اللہ کی خوشی اور اس کی کرامت کی طرف راضیہ اور مرضیہ ہو کر چلو' اور اس کو ریشم میں لپیٹ کر حلقین کی طرف لے جاتے ہیں اور کافر جب موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے ایک ٹٹ میں انگارے لے کر آتے ہیں اور بڑی سختی سے اس کی روح کو کھینچتے ہیں اور کہا جاتا ہے 'اے ناپاک روح! نکل در آگیا کہ تو اللہ سے ناراض ہے اور اللہ تجھ سے ناراض ہے' نکل اللہ کی دی ہوئی ذلت اور اس کے غضب کی طرف۔ اور جب روح نکل جاتی ہے تو اس کو اس انگارے پر رکھ کر ٹٹ میں لپیٹ دیا جاتا ہے اور اس کو کھن کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ (شرح الصدور، ص ۳۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۳۴ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر وہ اللہ کی طرف لوٹے جائیں گے جو ان کا یار حق ملک ہے۔ سنو! اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے۔ (النہضۃ، ص ۳۶)

اللہ تعالیٰ کے مولا اور حق ہونے کا معنی

اس آیت میں فرمایا ہے 'پھر وہ اللہ کی طرف لوٹے جائیں گے جو ان کا یار مولا ہے جو حق ہے۔ مولا کا ایک معنی ہے آؤں کرنے والا' اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غضب سے آزاد فرمادے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (مسند الحمیدی، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۷۹) نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی اختلاف اپنے بندوں کی طرف فرمائی ہے 'یعنی ان کا مولا اور یہ اختلاف انتہائی رحمت کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔ پھر فرمایا ان کا مولا جو حق ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا میں انسان باطل آفکوں کے ماتحت تھا اور وہ کس شہوت اور غضب کے انکام کی اطاعت کرتا تھا جسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ

کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا

(الفرقان: ۳۳) | مجبور بنالیا۔

اور جب انسان مرجاتا ہے تو باطل آفکوں کے انکام کی اطاعت سے آزاد ہو جاتا ہے اور صرف اپنے حقیقی مولا کے زیر تصرف آ جاتا ہے۔

روح کے انسان کی حقیقت ہونے پر امام رازی کے دلائل

امام فخر الدین رازی ص ۳۶۶ لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر قوی دلیل ہے کہ انسان کی حقیقت یہ جسم نہیں ہے بلکہ یہ روح ہے۔ کیونکہ اس آیت میں صراحت ہے فرمایا ہے کہ انسان مر جائے گا اور مرنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جائے گا اور اس مردہ جسم کا اللہ کی طرف لوٹنا تو ممکن نہیں ہے 'تو ثابت ہوا کہ اس کی روح کو اللہ کی طرف لوٹنا جائے گا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بدن کے ساتھ تعلق سے پہلے روح موجود تھی کیونکہ اس عالم سے اللہ کی بارگاہ کی طرف روح کا لوٹنا اسی وقت ہو سکا ہے جب روح پہلے سے موجود



اس حدیث سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے ابتداء خلقت کی خبر دینا مقصود ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ روحوں کو جسوں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور جب روحوں کا جسوں میں حلول ہو تو ان کی آپس میں شناسائی یا عدم شناسائی عالم ارواح کے اعتبار سے ہوتی تو رومی جب دنیا میں ایک دوسرے سے ملیں تو ان کا ایک دوسرے سے شفق یا کٹھن ہو نا بھی اسی سابق شناسائی یا عدم شناسائی کے اعتبار سے تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۳۶۶ مطبوعہ لاہور ۱۳۸۵ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسوں سے پہلے پیدا کیا ہے۔ (الطولی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۰۰ مطبوعہ مکتبۃ النور یہ الرضویہ لاہور پاکستان)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی لکھا ہے کہ حدیث میں ہے کہ روحوں کو جسوں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جسوں کے نیا ہونے کے بعد بھی رومی باقی رہتی ہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث میں ہے شہداء کو رومی ہزاروں کے پانوں میں رہتی ہیں۔ (امروۃ القاری ج ۲ ص ۲۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت مصر ۱۳۸۸ھ)

حافظ عسقلانی نور حنفی سیوطی نے یہ تو لکھا ہے کہ رومی جسوں سے پہلے پیدا کی گئی ہیں لیکن یہ نہیں لکھا ہے کہ حدیث کس مقام نے کس صحابی سے روایت کی ہے؟ البتہ علامہ ابن قیم جوزی نے لکھا ہے کہ امام ابو عبد اللہ ابن مندہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمرو بن حفصہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندوں کی رومی ہزاروں سے دو ہزار سال پہلے پیدا کی گئی ہیں۔ سو جو رومی ایک دوسرے سے متعارف تھے وہ ایک دوسرے سے گفت و گو بھی کرتے ہیں اور جو رومی ایک دوسرے کے لیے اجنبی تھے وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتی ہیں۔ (الروح ص ۵۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۸۵ھ)

پھر علامہ ابن قیم جوزی نے متوفی ۷۵۰ھ نے اس حدیث کی سند پر اعتراض کیا ہے کہ اس میں ایک رومی جب تک کہ نہ ہو امام دار حنفی نے اس کے متعلق یہ کہا کہ یہ حدیث ہے اور ایک رومی ارطاطہ ابن منذر ہے۔ امام ابن عدی نے کہا اس کی بعض احادیث غلط ہیں۔ (الروح ص ۲۵۵ مطبوعہ قاہرہ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی اصل صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے جس کو ہم نے شروع میں بیان کیا ہے۔ اس میں اگرچہ دو ہزار سال پہلے کے الفاظ نہیں ہیں لیکن وہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ رومی ایک جمع لشکر کی صورت میں پہلے پیدا ہو چکی تھیں نیز اس کی مزید تائید ان حدیثوں سے ہوتی ہے۔

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے ہرودہ روم گر گئی جس کو ہودان کی اولاد سے قیامت تک پیدا کرنے والا ہے اور اس نے ان میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے درمیان نور کی ایک چمک بنائی۔ پھر ان سب کو حضرت آدم علیہ السلام پر چڑھا کیا حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے۔ حضرت آدم نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی چمک انہیں بتا چکی تھی۔ پوچھا اے میرے رب! یہ کون ہے؟ فرمایا یہ تمہاری اولاد میں سے آخری اتوں میں سے ایک شخص ہے۔ اس کو داؤد کہا جاتا ہے حضرت آدم نے پوچھا اے میرے رب! اس کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا ساٹھ سال۔ عرض کیا اے میرے رب! میری عمر چالیس سال اس کی عمر زیادہ کر دے جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہو گئی تو ان کے پاس ملک الموت آئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کیا ابھی میری عمر چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ ملک الموت نے کہا کیا آپ نے اپنے بیٹے و نواد کو یہ عرض دی؟ نعم پوچھو نے فرمایا حضرت آدم نے انکار کیا تو ان کی اولاد نے بھی انکار کیا۔

کیا اور حضرت آدم بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی اور حضرت نوحؑ نے (جستجوئی) خطا کی تو ان کی اولاد نے بھی خطا کی۔ امام ابو یوسفؒ نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ متعدد سندوں کے ساتھ از ابو حریزہ از نبی پچھون مروی ہے۔

(سنن ترمذی ج ۵، رقم الحدیث: ۳۰۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی تمام اولاد کی روحوں کو نکلا گیا جس سے یہ واضح ہو گیا کہ روحوں کو جہنم سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔

نیز امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری حوالی ۵۰۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعبؓ جو پہلے روایت کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی پشتوں سے نکالا جو قیامت تک پیدہ ہونے والے تھے، پہلے ان کو اور ان کا عظیم پیران کو سورہ قمر میں اور گویا خطا کی روہونے لگے پھر ان سے عود اور ميثاق لیا اور ان کو اپنی جانوں پر گواہ کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ ہم نے گواہی دی (ایہ اس لیے کہ) کیسے تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس عہد سے غافل تھے اور ہم نے تمہارے باپ کو تم پر گواہ کیا ہے کہ تمہیں کو کہ ہم کو کہتا تھا یا یہ کہو کہ ہم اس سے غافل تھے۔ سو تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا کیونکہ میں تمہاری طرف رسول بھیجوں گا جو تم کو میرا عہد اور ميثاق یاد دلائیں گے اور میں تمہارا رب نہیں ہوں اپنی انہوں کو نازل کروں گے جس انہوں نے کہا ہم کو گواہی دیتے ہیں کہ تمہارا رب اور ہمارا رب وہ ہے۔ تیرے سوا کوئی ہمارا رب ہے نہ تیرے سوا کوئی معبود ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا تو ان میں فتنی اور فیر اور خوبصورت اور بد صورت لوگوں کو دیکھا تو حضرت آدمؑ نے کہے میرے رب اگر تو اپنے تمام بندوں کو براہ کرم کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے چاروں کی طرح روشن انبیاء علیہم السلام کو دیکھا ان سے نبوت اور رسالت کا عہد و ميثاق لیا اور اس میں ان آیتوں کی تصدیق ہے:

اور (یاد رکھو) جب ہم نے انہوں سے ميثاق لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور یحییٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے پختہ ميثاق لیا۔

سو آپ اللہ کی اطاعت کے لیے اپنی ذات کو ثابت قدم رکھیں اور ان باطلہ سے اعراض کرتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کی عبادت کی سرشت پر لازم کر لو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی سرشت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

یہ ایک ڈارنے والے ہیں پہلے ڈارنے والوں میں سے۔ اور ہم نے ان کے اکثر لوگوں سے عہد کی دغا نہیں پائی اور ہم نے ان میں سے اکثر کو فانی ہی پایا۔

پھر نوح کے بعد ہم نے ان لوگوں کی طرف رسول بھیجے جن کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ ان پر ایمان لانے کے لیے تیار نہ ہوئے یہی عہد وہ اس سے پہلے ان کی عہد پر کر چکے تھے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَ  
مِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ  
أَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَايِبًا (الاحزاب: ۷)  
فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ  
الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِمَ تَلْعَنُ اللَّهُ  
(المرؤ: ۳۰)

هَذَا نَبِيُّنَا الَّذِي أَوَّلَى (النجم: ۵۶)  
وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ دِينَ عِبَادَتَنَا وَإِن وَجَدْنَا  
أَكْثَرَهُمْ لَفَرِيقِينَ (الاعراف: ۳۴)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْهُمُ ابْنًا مَرْيَمَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهَا  
فَعَاهَدَهُمْ بِالْبَيْتَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا  
كَذَّبُوا بِهَا مِنْ قَبْلُ (يونس: ۳۶)

پس حضرت عیسیٰ کی روح ان ارواح میں سے تھی جن سے آدم علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے عباد لیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ روح حضرت مریم کی طرف بھیجی جو اپنے گھروالوں سے الگ ہو کر ایک شرقی مقام میں آگئی تھی۔ پھر لوگوں کی طرف سے انہوں نے ایک پردہ بنالیا تو ہم نے ان کی طرف اپنے ایک فرشتہ کو بھیجا جس نے ان کے سامنے ایک تہہ رست آدمی کی صورت اختیار کی۔۔۔۔۔ پھر مریم نے اس کو اپنے پیٹ میں لے لیا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح تھی۔

یہ حدیث صحیح الاطلاق ہے اور ستمیہاں نے اس کو روایت نہیں کیا۔ امام ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(المستدرک ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار الباز، مکہ مکرمہ)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے ان کی لولہ کی روحوں کو نکالا اور ان دونوں حدیثوں کی تصدیق اس آیت میں ہے:

وَاِذَا عَلَّمْنَا بَعْضَكُمْ مِثْلَ بَعْضٍ اَدَمَ مِنْ طُغْيَانِهِمْ  
ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَنشَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ  
بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى شَهِدْنَا اَنَّا نَعْبُدُكَوَلَوْ كُنَّا  
اَلْقٰىبِسَ اِنَّا كُنَّا شَٰعِرًا هٰذَا غٰفِلٰوْنَ ۝  
(الاعراف: ۱۷۲) سے بے خبر تھے۔

علامہ ابن قیم نے ان دلائل کے علاوہ میں یہ حدیث پیش کی ہے کہ فرشتہ ہا کے پیٹ میں روح پھونکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روح جسم کے ساتھ یا اس کے بعد حادث ہوتی ہے وہ حدیث یہ ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور آپ صوفی اور مصدوق ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کی خلقت انبی ہا کے پیٹ میں چالیس دن تک منع کی جاتی ہے (یعنی نطفہ) پھر وہ جنا اور خون بن جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد وہ گوشت کا کھوا بن جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو چار ٹکٹ لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے اس کا عمل کھو اور اس کا رزق کھو شقی یا سعید ہونا پھر وہ اس میں روح پھونکتا ہے۔ بے شک تم میں سے ایک شخص عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے نور رحمت کے درمیان ایک ہاتھ کا قاصد رہ جاتا ہے تو اس پر لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے پھر وہ دوزخیوں کا عمل کرتا ہے اور ایک شخص عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے نور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا قاصد رہ جاتا ہے تو اس پر لکھا ہوا غالب آ جاتا ہے پھر وہ جہنمیوں کا عمل کرتا ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲ رقم الحدیث: ۳۳۲۲، ۳۳۲۸، ۳۳۲۹، رقم الحدیث: ۵۵۳۷، ۵۵۳۸، ۵۵۳۹، ۵۵۴۰، ۵۵۴۱، ۵۵۴۲، ۵۵۴۳، ۵۵۴۴، ۵۵۴۵، ۵۵۴۶، ۵۵۴۷، ۵۵۴۸، ۵۵۴۹، ۵۵۵۰، ۵۵۵۱، ۵۵۵۲، ۵۵۵۳، ۵۵۵۴، ۵۵۵۵، ۵۵۵۶، ۵۵۵۷، ۵۵۵۸، ۵۵۵۹، ۵۵۶۰، ۵۵۶۱، ۵۵۶۲، ۵۵۶۳، ۵۵۶۴، ۵۵۶۵، ۵۵۶۶، ۵۵۶۷، ۵۵۶۸، ۵۵۶۹، ۵۵۷۰، ۵۵۷۱، ۵۵۷۲، ۵۵۷۳، ۵۵۷۴، ۵۵۷۵، ۵۵۷۶، ۵۵۷۷، ۵۵۷۸، ۵۵۷۹، ۵۵۸۰، ۵۵۸۱، ۵۵۸۲، ۵۵۸۳، ۵۵۸۴، ۵۵۸۵، ۵۵۸۶، ۵۵۸۷، ۵۵۸۸، ۵۵۸۹، ۵۵۹۰، ۵۵۹۱، ۵۵۹۲، ۵۵۹۳، ۵۵۹۴، ۵۵۹۵، ۵۵۹۶، ۵۵۹۷، ۵۵۹۸، ۵۵۹۹، ۵۶۰۰، ۵۶۰۱، ۵۶۰۲، ۵۶۰۳، ۵۶۰۴، ۵۶۰۵، ۵۶۰۶، ۵۶۰۷، ۵۶۰۸، ۵۶۰۹، ۵۶۱۰، ۵۶۱۱، ۵۶۱۲، ۵۶۱۳، ۵۶۱۴، ۵۶۱۵، ۵۶۱۶، ۵۶۱۷، ۵۶۱۸، ۵۶۱۹، ۵۶۲۰، ۵۶۲۱، ۵۶۲۲، ۵۶۲۳، ۵۶۲۴، ۵۶۲۵، ۵۶۲۶، ۵۶۲۷، ۵۶۲۸، ۵۶۲۹، ۵۶۳۰، ۵۶۳۱، ۵۶۳۲، ۵۶۳۳، ۵۶۳۴، ۵۶۳۵، ۵۶۳۶، ۵۶۳۷، ۵۶۳۸، ۵۶۳۹، ۵۶۴۰، ۵۶۴۱، ۵۶۴۲، ۵۶۴۳، ۵۶۴۴، ۵۶۴۵، ۵۶۴۶، ۵۶۴۷، ۵۶۴۸، ۵۶۴۹، ۵۶۵۰، ۵۶۵۱، ۵۶۵۲، ۵۶۵۳، ۵۶۵۴، ۵۶۵۵، ۵۶۵۶، ۵۶۵۷، ۵۶۵۸، ۵۶۵۹، ۵۶۶۰، ۵۶۶۱، ۵۶۶۲، ۵۶۶۳، ۵۶۶۴، ۵۶۶۵، ۵۶۶۶، ۵۶۶۷، ۵۶۶۸، ۵۶۶۹، ۵۶۷۰، ۵۶۷۱، ۵۶۷۲، ۵۶۷۳، ۵۶۷۴، ۵۶۷۵، ۵۶۷۶، ۵۶۷۷، ۵۶۷۸، ۵۶۷۹، ۵۶۸۰، ۵۶۸۱، ۵۶۸۲، ۵۶۸۳، ۵۶۸۴، ۵۶۸۵، ۵۶۸۶، ۵۶۸۷، ۵۶۸۸، ۵۶۸۹، ۵۶۹۰، ۵۶۹۱، ۵۶۹۲، ۵۶۹۳، ۵۶۹۴، ۵۶۹۵، ۵۶۹۶، ۵۶۹۷، ۵۶۹۸، ۵۶۹۹، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱، ۵۷۰۲، ۵۷۰۳، ۵۷۰۴، ۵۷۰۵، ۵۷۰۶، ۵۷۰۷، ۵۷۰۸، ۵۷۰۹، ۵۷۱۰، ۵۷۱۱، ۵۷۱۲، ۵۷۱۳، ۵۷۱۴، ۵۷۱۵، ۵۷۱۶، ۵۷۱۷، ۵۷۱۸، ۵۷۱۹، ۵۷۲۰، ۵۷۲۱، ۵۷۲۲، ۵۷۲۳، ۵۷۲۴، ۵۷۲۵، ۵۷۲۶، ۵۷۲۷، ۵۷۲۸، ۵۷۲۹، ۵۷۳۰، ۵۷۳۱، ۵۷۳۲، ۵۷۳۳، ۵۷۳۴، ۵۷۳۵، ۵۷۳۶، ۵۷۳۷، ۵۷۳۸، ۵۷۳۹، ۵۷۴۰، ۵۷۴۱، ۵۷۴۲، ۵۷۴۳، ۵۷۴۴، ۵۷۴۵، ۵۷۴۶، ۵۷۴۷، ۵۷۴۸، ۵۷۴۹، ۵۷۵۰، ۵۷۵۱، ۵۷۵۲، ۵۷۵۳، ۵۷۵۴، ۵۷۵۵، ۵۷۵۶، ۵۷۵۷، ۵۷۵۸، ۵۷۵۹، ۵۷۶۰، ۵۷۶۱، ۵۷۶۲، ۵۷۶۳، ۵۷۶۴، ۵۷۶۵، ۵۷۶۶، ۵۷۶۷، ۵۷۶۸، ۵۷۶۹، ۵۷۷۰، ۵۷۷۱، ۵۷۷۲، ۵۷۷۳، ۵۷۷۴، ۵۷۷۵، ۵۷۷۶، ۵۷۷۷، ۵۷۷۸، ۵۷۷۹، ۵۷۸۰، ۵۷۸۱، ۵۷۸۲، ۵۷۸۳، ۵۷۸۴، ۵۷۸۵، ۵۷۸۶، ۵۷۸۷، ۵۷۸۸، ۵۷۸۹، ۵۷۹۰، ۵۷۹۱، ۵۷۹۲، ۵۷۹۳، ۵۷۹۴، ۵۷۹۵، ۵۷۹۶، ۵۷۹۷، ۵۷۹۸، ۵۷۹۹، ۵۸۰۰، ۵۸۰۱، ۵۸۰۲، ۵۸۰۳، ۵۸۰۴، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۰۷، ۵۸۰۸، ۵۸۰۹، ۵۸۱۰، ۵۸۱۱، ۵۸۱۲، ۵۸۱۳، ۵۸۱۴، ۵۸۱۵، ۵۸۱۶، ۵۸۱۷، ۵۸۱۸، ۵۸۱۹، ۵۸۲۰، ۵۸۲۱، ۵۸۲۲، ۵۸۲۳، ۵۸۲۴، ۵۸۲۵، ۵۸۲۶، ۵۸۲۷، ۵۸۲۸، ۵۸۲۹، ۵۸۳۰، ۵۸۳۱، ۵۸۳۲، ۵۸۳۳، ۵۸۳۴، ۵۸۳۵، ۵۸۳۶، ۵۸۳۷، ۵۸۳۸، ۵۸۳۹، ۵۸۴۰، ۵۸۴۱، ۵۸۴۲، ۵۸۴۳، ۵۸۴۴، ۵۸۴۵، ۵۸۴۶، ۵۸۴۷، ۵۸۴۸، ۵۸۴۹، ۵۸۵۰، ۵۸۵۱، ۵۸۵۲، ۵۸۵۳، ۵۸۵۴، ۵۸۵۵، ۵۸۵۶، ۵۸۵۷، ۵۸۵۸، ۵۸۵۹، ۵۸۶۰، ۵۸۶۱، ۵۸۶۲، ۵۸۶۳، ۵۸۶۴، ۵۸۶۵، ۵۸۶۶، ۵۸۶۷، ۵۸۶۸، ۵۸۶۹، ۵۸۷۰، ۵۸۷۱، ۵۸۷۲، ۵۸۷۳، ۵۸۷۴، ۵۸۷۵، ۵۸۷۶، ۵۸۷۷، ۵۸۷۸، ۵۸۷۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۲، ۵۸۸۳، ۵۸۸۴، ۵۸۸۵، ۵۸۸۶، ۵۸۸۷، ۵۸۸۸، ۵۸۸۹، ۵۸۹۰، ۵۸۹۱، ۵۸۹۲، ۵۸۹۳، ۵۸۹۴، ۵۸۹۵، ۵۸۹۶، ۵۸۹۷، ۵۸۹۸، ۵۸۹۹، ۵۹۰۰، ۵۹۰۱، ۵۹۰۲، ۵۹۰۳، ۵۹۰۴، ۵۹۰۵، ۵۹۰۶، ۵۹۰۷، ۵۹۰۸، ۵۹۰۹، ۵۹۱۰، ۵۹۱۱، ۵۹۱۲، ۵۹۱۳، ۵۹۱۴، ۵۹۱۵، ۵۹۱۶، ۵۹۱۷، ۵۹۱۸، ۵۹۱۹، ۵۹۲۰، ۵۹۲۱، ۵۹۲۲، ۵۹۲۳، ۵۹۲۴، ۵۹۲۵، ۵۹۲۶، ۵۹۲۷، ۵۹۲۸، ۵۹۲۹، ۵۹۳۰، ۵۹۳۱، ۵۹۳۲، ۵۹۳۳، ۵۹۳۴، ۵۹۳۵، ۵۹۳۶، ۵۹۳۷، ۵۹۳۸، ۵۹۳۹، ۵۹۴۰، ۵۹۴۱، ۵۹۴۲، ۵۹۴۳، ۵۹۴۴، ۵۹۴۵، ۵۹۴۶، ۵۹۴۷، ۵۹۴۸، ۵۹۴۹، ۵۹۵۰، ۵۹۵۱، ۵۹۵۲، ۵۹۵۳، ۵۹۵۴، ۵۹۵۵، ۵۹۵۶، ۵۹۵۷، ۵۹۵۸، ۵۹۵۹، ۵۹۶۰، ۵۹۶۱، ۵۹۶۲، ۵۹۶۳، ۵۹۶۴، ۵۹۶۵، ۵۹۶۶، ۵۹۶۷، ۵۹۶۸، ۵۹۶۹، ۵۹۷۰، ۵۹۷۱، ۵۹۷۲، ۵۹۷۳، ۵۹۷۴، ۵۹۷۵، ۵۹۷۶، ۵۹۷۷، ۵۹۷۸، ۵۹۷۹، ۵۹۸۰، ۵۹۸۱، ۵۹۸۲، ۵۹۸۳، ۵۹۸۴، ۵۹۸۵، ۵۹۸۶، ۵۹۸۷، ۵۹۸۸، ۵۹۸۹، ۵۹۹۰، ۵۹۹۱، ۵۹۹۲، ۵۹۹۳، ۵۹۹۴، ۵۹۹۵، ۵۹۹۶، ۵۹۹۷، ۵۹۹۸، ۵۹۹۹، ۶۰۰۰، ۶۰۰۱، ۶۰۰۲، ۶۰۰۳، ۶۰۰۴، ۶۰۰۵، ۶۰۰۶، ۶۰۰۷، ۶۰۰۸، ۶۰۰۹، ۶۰۱۰، ۶۰۱۱، ۶۰۱۲، ۶۰۱۳، ۶۰۱۴، ۶۰۱۵، ۶۰۱۶، ۶۰۱۷، ۶۰۱۸، ۶۰۱۹، ۶۰۲۰، ۶۰۲۱، ۶۰۲۲، ۶۰۲۳، ۶۰۲۴، ۶۰۲۵، ۶۰۲۶، ۶۰۲۷، ۶۰۲۸، ۶۰۲۹، ۶۰۳۰، ۶۰۳۱، ۶۰۳۲، ۶۰۳۳، ۶۰۳۴، ۶۰۳۵، ۶۰۳۶، ۶۰۳۷، ۶۰۳۸، ۶۰۳۹، ۶۰۴۰، ۶۰۴۱، ۶۰۴۲، ۶۰۴۳، ۶۰۴۴، ۶۰۴۵، ۶۰۴۶، ۶۰۴۷، ۶۰۴۸، ۶۰۴۹، ۶۰۵۰، ۶۰۵۱، ۶۰۵۲، ۶۰۵۳، ۶۰۵۴، ۶۰۵۵، ۶۰۵۶، ۶۰۵۷، ۶۰۵۸، ۶۰۵۹، ۶۰۶۰، ۶۰۶۱، ۶۰۶۲، ۶۰۶۳، ۶۰۶۴، ۶۰۶۵، ۶۰۶۶، ۶۰۶۷، ۶۰۶۸، ۶۰۶۹، ۶۰۷۰، ۶۰۷۱، ۶۰۷۲، ۶۰۷۳، ۶۰۷۴، ۶۰۷۵، ۶۰۷۶، ۶۰۷۷، ۶۰۷۸، ۶۰۷۹، ۶۰۸۰، ۶۰۸۱، ۶۰۸۲، ۶۰۸۳، ۶۰۸۴، ۶۰۸۵، ۶۰۸۶، ۶۰۸۷، ۶۰۸۸، ۶۰۸۹، ۶۰۹۰، ۶۰۹۱، ۶۰۹۲، ۶۰۹۳، ۶۰۹۴، ۶۰۹۵، ۶۰۹۶، ۶۰۹۷، ۶۰۹۸، ۶۰۹۹، ۶۱۰۰، ۶۱۰۱، ۶۱۰۲، ۶۱۰۳، ۶۱۰۴، ۶۱۰۵، ۶۱۰۶، ۶۱۰۷، ۶۱۰۸، ۶۱۰۹، ۶۱۱۰، ۶۱۱۱، ۶۱۱۲، ۶۱۱۳، ۶۱۱۴، ۶۱۱۵، ۶۱۱۶، ۶۱۱۷، ۶۱۱۸، ۶۱۱۹، ۶۱۲۰، ۶۱۲۱، ۶۱۲۲، ۶۱۲۳، ۶۱۲۴، ۶۱۲۵، ۶۱۲۶، ۶۱۲۷، ۶۱۲۸، ۶۱۲۹، ۶۱۳۰، ۶۱۳۱، ۶۱۳۲، ۶۱۳۳، ۶۱۳۴، ۶۱۳۵، ۶۱۳۶، ۶۱۳۷، ۶۱۳۸، ۶۱۳۹، ۶۱۴۰، ۶۱۴۱، ۶۱۴۲، ۶۱۴۳، ۶۱۴۴، ۶۱۴۵، ۶۱۴۶، ۶۱۴۷، ۶۱۴۸، ۶۱۴۹، ۶۱۵۰، ۶۱۵۱، ۶۱۵۲، ۶۱۵۳، ۶۱۵۴، ۶۱۵۵، ۶۱۵۶، ۶۱۵۷، ۶۱۵۸، ۶۱۵۹، ۶۱۶۰، ۶۱۶۱، ۶۱۶۲، ۶۱۶۳، ۶۱۶۴، ۶۱۶۵، ۶۱۶۶، ۶۱۶۷، ۶۱۶۸، ۶۱۶۹، ۶۱۷۰، ۶۱۷۱، ۶۱۷۲، ۶۱۷۳، ۶۱۷۴، ۶۱۷۵، ۶۱۷۶، ۶۱۷۷، ۶۱۷۸، ۶۱۷۹، ۶۱۸۰، ۶۱۸۱، ۶۱۸۲، ۶۱۸۳، ۶۱۸۴، ۶۱۸۵، ۶۱۸۶، ۶۱۸۷، ۶۱۸۸، ۶۱۸۹، ۶۱۹۰، ۶۱۹۱، ۶۱۹۲، ۶۱۹۳، ۶۱۹۴، ۶۱۹۵، ۶۱۹۶، ۶۱۹۷، ۶۱۹۸، ۶۱۹۹، ۶۲۰۰، ۶۲۰۱، ۶۲۰۲، ۶۲۰۳، ۶۲۰۴، ۶۲۰۵، ۶۲۰۶، ۶۲۰۷، ۶۲۰۸، ۶۲۰۹، ۶۲۱۰، ۶۲۱۱، ۶۲۱۲، ۶۲۱۳، ۶۲۱۴، ۶۲۱۵، ۶۲۱۶، ۶۲۱۷، ۶۲۱۸، ۶۲۱۹، ۶۲۲۰، ۶۲۲۱، ۶۲۲۲، ۶۲۲۳، ۶۲۲۴، ۶۲۲۵، ۶۲۲۶، ۶۲۲۷، ۶۲۲۸، ۶۲۲۹، ۶۲۳۰، ۶۲۳۱، ۶۲۳۲، ۶۲۳۳، ۶۲۳۴، ۶۲۳۵، ۶۲۳۶، ۶۲۳۷، ۶۲۳۸، ۶۲۳۹، ۶۲۴۰، ۶۲۴۱، ۶۲۴۲، ۶۲۴۳، ۶۲۴۴، ۶۲۴۵، ۶۲۴۶، ۶۲۴۷، ۶۲۴۸، ۶۲۴۹، ۶۲۵۰، ۶۲۵۱، ۶۲۵۲، ۶۲۵۳، ۶۲۵۴، ۶۲۵۵، ۶۲۵۶، ۶۲۵۷، ۶۲۵۸، ۶۲۵۹، ۶۲۶۰، ۶۲۶۱، ۶۲۶۲، ۶۲۶۳، ۶۲۶۴، ۶۲۶۵، ۶۲۶۶، ۶۲۶۷، ۶۲۶۸، ۶۲۶۹، ۶۲۷۰، ۶۲۷۱، ۶۲۷۲، ۶۲۷۳، ۶۲۷۴، ۶۲۷۵، ۶۲۷۶، ۶۲۷۷، ۶۲۷۸، ۶۲۷۹، ۶۲۸۰، ۶۲۸۱، ۶۲۸۲، ۶۲۸۳، ۶۲۸۴، ۶۲۸۵، ۶۲۸۶، ۶۲۸۷، ۶۲۸۸، ۶۲۸۹، ۶۲۹۰، ۶۲۹۱، ۶۲۹۲، ۶۲۹۳، ۶۲۹۴، ۶۲۹۵، ۶۲۹۶، ۶۲۹۷، ۶۲۹۸، ۶۲۹۹، ۶۳۰۰، ۶۳۰۱، ۶۳۰۲، ۶۳۰۳، ۶۳۰۴، ۶۳۰۵، ۶۳۰۶، ۶۳۰۷، ۶۳۰۸، ۶۳۰۹، ۶۳۱۰، ۶۳۱۱، ۶۳۱۲، ۶۳۱۳، ۶۳۱۴، ۶۳۱۵، ۶۳۱۶، ۶۳۱۷، ۶۳۱۸، ۶۳۱۹، ۶۳۲۰، ۶۳۲۱، ۶۳۲۲، ۶۳۲۳، ۶۳۲۴، ۶۳۲۵، ۶۳۲۶، ۶۳۲۷، ۶۳۲۸، ۶۳۲۹، ۶۳۳۰، ۶۳۳۱، ۶۳۳۲، ۶۳۳۳، ۶۳۳۴، ۶۳۳۵، ۶۳۳۶، ۶۳۳۷، ۶۳۳۸، ۶۳۳۹، ۶۳۴۰، ۶۳۴۱، ۶۳۴۲، ۶۳۴۳، ۶۳۴۴، ۶۳۴۵، ۶۳۴۶، ۶۳۴۷، ۶۳۴۸، ۶۳۴۹، ۶۳۵۰، ۶۳۵۱، ۶۳۵۲، ۶۳۵۳، ۶۳۵۴، ۶۳۵۵، ۶۳۵۶، ۶۳۵۷، ۶۳۵۸، ۶۳۵۹، ۶۳۶۰، ۶۳۶۱، ۶۳۶۲، ۶۳۶۳، ۶۳۶۴، ۶۳۶۵، ۶۳۶۶، ۶۳۶۷، ۶۳۶۸، ۶۳۶۹، ۶۳۷۰، ۶۳۷۱، ۶۳۷۲، ۶۳۷۳، ۶۳۷۴، ۶۳۷۵، ۶۳۷۶، ۶۳۷۷، ۶۳۷۸، ۶۳۷۹، ۶۳۸۰، ۶۳۸۱، ۶۳۸۲، ۶۳۸۳، ۶۳۸۴، ۶۳۸۵، ۶۳۸۶، ۶۳۸۷، ۶۳۸۸، ۶۳۸۹، ۶۳۹۰، ۶۳۹۱، ۶۳۹۲، ۶۳۹۳، ۶۳۹۴، ۶۳۹۵، ۶۳۹۶، ۶۳۹۷، ۶۳۹۸، ۶۳۹۹، ۶۴۰۰، ۶۴۰۱، ۶۴۰۲، ۶۴۰۳، ۶۴۰۴، ۶۴۰۵، ۶۴۰۶، ۶۴۰۷، ۶۴۰۸، ۶۴۰۹، ۶۴۱۰، ۶۴۱۱، ۶۴۱۲، ۶۴۱۳، ۶۴۱۴، ۶۴۱۵، ۶۴۱۶، ۶۴۱۷، ۶۴۱۸، ۶۴۱۹، ۶۴۲۰، ۶۴۲۱، ۶۴۲۲، ۶۴۲۳، ۶۴۲۴، ۶۴۲۵، ۶۴۲۶، ۶۴۲۷، ۶۴۲۸، ۶۴۲۹، ۶۴۳۰، ۶۴۳۱، ۶۴۳۲، ۶۴۳۳، ۶۴۳۴، ۶۴۳۵، ۶۴۳۶، ۶۴۳۷، ۶۴۳۸، ۶۴۳۹، ۶۴۴۰، ۶۴۴۱، ۶۴۴۲، ۶۴۴۳، ۶۴۴۴، ۶۴۴۵، ۶۴۴۶، ۶۴۴۷، ۶۴۴۸، ۶۴۴۹، ۶۴۵۰، ۶۴۵۱، ۶۴۵۲، ۶۴۵۳، ۶۴۵۴، ۶۴۵۵، ۶۴۵۶، ۶۴۵۷، ۶۴۵۸، ۶۴۵۹، ۶۴۶۰، ۶۴۶۱، ۶۴۶۲، ۶۴۶۳، ۶۴۶۴، ۶۴۶۵، ۶۴۶۶، ۶۴۶۷، ۶۴۶۸، ۶۴۶۹، ۶۴۷۰، ۶۴۷۱، ۶۴۷۲، ۶۴۷۳، ۶۴۷۴، ۶۴۷۵، ۶۴۷۶، ۶۴۷۷، ۶۴۷۸، ۶۴۷۹، ۶۴۸۰، ۶۴۸۱، ۶۴۸۲، ۶۴۸۳، ۶۴۸۴، ۶۴۸۵، ۶۴۸۶، ۶۴۸۷، ۶۴۸۸، ۶۴۸۹، ۶۴۹۰، ۶۴۹۱، ۶۴۹۲، ۶۴۹۳، ۶۴۹۴، ۶۴۹۵، ۶۴۹۶، ۶۴۹۷، ۶۴۹۸، ۶۴۹۹، ۶۵۰۰، ۶۵۰۱، ۶۵۰۲، ۶۵۰۳، ۶۵۰۴، ۶۵۰۵، ۶۵۰۶، ۶۵۰۷، ۶۵۰۸، ۶۵۰۹، ۶۵۱۰، ۶۵۱۱، ۶۵۱۲، ۶۵۱۳، ۶۵۱۴، ۶۵۱۵، ۶۵۱۶، ۶۵۱۷، ۶۵۱۸، ۶۵۱۹، ۶۵۲۰، ۶۵۲۱، ۶۵۲۲، ۶۵۲۳، ۶۵۲۴، ۶۵۲۵، ۶۵۲۶، ۶۵۲۷، ۶۵۲۸، ۶۵۲۹، ۶۵۳۰، ۶۵۳۱، ۶۵۳۲، ۶۵۳۳، ۶۵۳۴، ۶۵۳۵، ۶۵۳۶، ۶۵۳۷، ۶۵۳۸، ۶۵۳۹، ۶۵۴۰، ۶۵۴۱، ۶۵۴۲، ۶۵۴۳، ۶۵۴۴، ۶۵۴۵، ۶۵۴۶، ۶۵۴۷، ۶۵۴۸، ۶۵۴۹، ۶۵۵۰، ۶۵۵۱، ۶۵۵۲، ۶۵۵۳، ۶۵۵۴، ۶۵۵۵، ۶۵۵۶، ۶۵۵۷، ۶۵۵۸، ۶۵۵۹، ۶۵۶۰، ۶۵۶۱، ۶۵۶۲، ۶۵۶۳، ۶۵۶۴، ۶۵۶۵، ۶۵۶۶، ۶۵۶۷، ۶۵۶۸، ۶۵۶۹، ۶۵۷۰، ۶۵۷۱، ۶۵۷۲، ۶۵۷۳، ۶۵۷۴، ۶۵۷۵، ۶۵۷۶، ۶۵۷۷، ۶۵۷۸، ۶۵۷۹، ۶۵۸۰، ۶۵۸۱، ۶۵۸۲، ۶۵۸۳، ۶۵۸۴، ۶۵۸۵، ۶۵۸۶، ۶۵۸۷، ۶۵۸۸، ۶۵۸۹، ۶۵۹۰، ۶۵۹۱، ۶۵۹۲، ۶۵۹۳، ۶۵۹۴، ۶۵۹۵، ۶۵۹۶، ۶۵۹۷، ۶۵۹۸، ۶۵۹۹، ۶۶۰۰، ۶۶۰۱، ۶۶۰۲، ۶۶۰۳، ۶۶۰۴، ۶۶۰۵، ۶۶۰۶، ۶۶۰۷، ۶۶۰۸، ۶۶۰۹، ۶۶۱۰، ۶۶۱۱، ۶۶۱۲، ۶۶۱۳، ۶۶۱۴، ۶۶۱۵، ۶۶۱۶، ۶۶۱۷، ۶۶۱۸، ۶۶۱۹، ۶۶۲۰، ۶۶۲۱، ۶۶۲۲، ۶۶۲۳، ۶۶۲۴، ۶۶۲۵، ۶۶۲۶، ۶۶۲۷، ۶۶۲۸، ۶۶۲۹، ۶۶۳۰، ۶۶۳۱، ۶۶۳۲، ۶۶۳۳، ۶۶۳۴، ۶۶۳۵، ۶۶۳۶، ۶۶۳۷، ۶۶۳۸، ۶۶۳۹، ۶۶۴۰، ۶۶۴۱، ۶

قیامت کے دن جلد حساب لینے کا بیان

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنو اسی کا حکم ہے یعنی سورۃ النور میں ہر طرح اسی کا حکم ہے۔ اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ کسی شخص کی اطاعت کو ثواب کو واجب نہیں کرتی اور کسی شخص کی معصیت عذاب کو واجب نہیں کرتی، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اطاعت کرنے والے کا یہ حق ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ثواب عطا کرنے کا حکم دے، عداوت اللہ تعالیٰ پر کسی کا حکم نافذ نہیں ہو سکتا بلکہ ہر چیز اسی کا حکم نافذ ہے۔

اس کے بعد فرمایا اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے حسب ذیل تہمت میں بھی اللہ تعالیٰ نے جلد حساب لینے کے حلق فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ بِحِسَابِكُمْ لَا مَعْقُوبَ لِحُكْمِهِ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (الرعد: ۳۸)

اللہ تعالیٰ تم کو حساب دینے میں کسی ایک شخص سے حساب لینے اور اس کے حکم کو رد کرنے والا کوئی نہیں ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حساب بہت جلد لے لے گا اور ایک ہی وقت میں کسی ایک شخص سے حساب لینے اور اس وقت میں کسی دوسرے سے حساب لینے اس کے لیے منع اور رکوت نہیں ہوگا۔

علامہ سید محمود انوری متوفی ۱۰۷۷ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا حساب اتنی دیر میں لے لے گا جتنی دیر میں بکری کا دودھ دو دیا جاتا ہے اور بعض حدیثوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف یوم کی مقدار میں حساب لے لے گا بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود حساب نہیں لے گا بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرشتوں کو حساب لینے کا حکم دے گا سو ہر فرشتہ ہر بندے سے حساب لے گا اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ خود حساب لے گا اور کافروں سے فرشتے حساب لیں گے کیونکہ اگر اللہ کافروں سے خود حساب لیتا تو ان سے کلام بھی فرماتا، عداوت قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ان سے کلام نہیں فرمائے گا لیکن اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے رحمت کے ساتھ کلام نہیں فرمائے گا بلکہ غضب کے ساتھ ان سے کلام فرمائے گا اور قرآن مجید کی ظاہر آیتیں اس قسم کے کلام پر دلالت کرتی ہیں:

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَحِيمًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا آيِنَ شِرْكِكُمْ ۚ هُمْ كُنْتُمْ تَرَعُمُونَ (الانعام: ۳۲)

اور جس دن ہم سب کو جمع کریں گے پھر شرک کرنے والے لوگوں سے کہیں گے تمہارے وہ شرکاء کہاں ہیں جن کا تم دعویٰ کیا کرتے تھے؟

مَدَّوْا أَيُّهَا سَائِبِيُّمَ ۖ لَمَّا بَوَّيْكُمْ هَذَا سَبِيلَكُمْ ۚ سَيَبْسِلُكُمْ وَدُفُّوا عَذَابَ الْجُلُودِ يَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (السجدة: ۱۷)

میں آپ تم! اس کا سزا بچھو کہ تم نے اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا۔ بے شک ہم نے تمہیں فراموش کر دیا اور دائمی عذاب کا سزا بچھو! ان (یہ) لوگوں کے بدلے جو تم کرتے تھے۔

باقی حساب لینے کی کیا کیفیت ہوگی؟ اس کا اصل انسانی معاملہ نہیں کر سکتی، ہم اللہ کے حساب لینے پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت کو عالم الغیب والہودہ کے سپرد کرتے ہیں۔ (روح المعانی ج ۷ ص ۷۸) مطہر دارالاحیاء التراث العربی بیروت

حساب کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لیبيان القرآن جلد سوم



فَيَوْمَئِذٍ لَا يُفْلِكُ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَيَذَرُونَ أَهْلَهُمْ  
 (الرحمن: ۳۹) سوال نہیں کیا جائے گا۔ اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے حطلق

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن حطب میں لیا جائے گا لیکن اس کے معارض دوسری آیت ہے:  
 قَوْمَئِذٍ كَسَبَتْهُمْ أَشْمُورُهُمْ ۖ عَنَّا  
 (الحجر: ۴۳) اس آیت میں ظہیر اس طرح دی گئی ہے کہ ان سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم نے کیا کیا ہے؟ کیونکہ ان کے اعمال

فرشتے نے لکھے ہوئے ہیں بلکہ ان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ فلاں کام تم نے کیوں کیا ہے؟ دوسرا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن احوال مختلف ہوں گے۔ کسی سے کسی وقت کوئی سوال نہیں کیا جائے گا اور کسی دوسرے وقت سوال کیا جائے گا۔ اس کی ظہیر یہ ہے کہ کسی وقت کسی کو اپنا عزیز بیان کرنے کی ہرأت میں ہوگی اور کسی وقت وہ ایک دوسرے کے خلاف اپنی جہتیں پیش کریں گے۔ جیسا کہ ان آیتوں میں ہے:

هَذَا يَوْمُ لَا يَصْلُحُ ۖ وَلَا يَبُودُ لَهُمْ  
 قَبْعَتُهُمْ ۖ (المرسلات: ۳۵-۳۶) اس دن وہ نہ کوئی بات کر سکیں گے اور نہ ان میں بدو پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی۔  
 ثُمَّ إِلَهُكُمْ يَوْمَ الْبَيْعَةِ عِندَ رَبِّكُمْ  
 تَخْتَصِمُونَ (المرم: ۳۷) پھر بیعت نام قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے۔

پہلی آیت میں فرمایا کہ وہ اس دن کوئی بات نہیں کر سکیں گے اور دوسری آیت میں فرمایا وہ جھگڑا کریں گے اس کا یہی عمل ہے کہ قیامت کے دن احوال مختلف ہوں گے۔  
 حساب کی کیفیت کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری ص ۵۶ روایت کرتے ہیں:  
 نبی ﷺ کی نوحہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی کوئی حدیث سنی تھی اور اس کو یہ سمجھ پاتیں تو وہ نبی ﷺ سے پوچھتی تھیں حتیٰ کہ اس کو سمجھ لیتیں۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص سے حساب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا حضرت عائشہ نے عرض کیا یا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا؟

قَاتِلَا مَنْ أُوْبِي كُنْهًا يَبْسُطِيهِ ۖ فَسَوْفَ  
 يُحَاسَبُ جِسَابًا ۖ (الاشفاق: ۷۸) پھر جس کا اعمال خفا سے اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو

آپ نے فرمایا اس سے مراد حرف امل کو پیش کرنا ہے لیکن جس سے حساب میں مبتلا کیا گیا کہ فلاں کام تم نے کیوں کیا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود پریشاں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے قتل کے حطلق فیصلہ کیا جائے گا۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳، صحیح مسلم، روایت: ۲۸، (۱۷۷۸) ۳۳، سنن الترمذی ج ۲، رقم الحدیث: ۳۴۰۲، سنن

الشیخ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۰۰۳، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۷۵)

یہ حدیث حقوق العباد پر محمول ہے اور حقوق اللہ میں سب سے پہلے نفاذ کا حساب لیا جائے گا۔

امام ابو یوسفؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قریبا قیامت کے دن بندہ کے عمل سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر نمازیں درست ہوئیں تو وہ کامیاب اور کامیاب ہو گیا اور اگر نمازیں قاصر ہوئیں تو وہ ناکام اور نقصان اٹھانے والا ہو گیا اگر اس کے فرض میں کمی ہو تو پکار و تفعیل کرنے کا دیکھو میرے اس بندہ کے فعل ہیں؟ پھر فرائض کے نقصان کو نواضل سے پر کیا جائے گا۔ پھر اپنی اعمال کا بھی اسی طرح مسئلہ ہو گا۔

(سنن الترمذی ج ۱، رقم الحديث ۳۳۳۳، سنن ابو داؤد ج ۱، رقم الحديث ۸۷۳، سنن النسائی ج ۱، رقم الحديث ۳۶۶۱، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم الحديث ۳۲۵۵، مسند احمد ج ۲، ص ۲۸۵، ج ۳، ص ۲۳۳، ج ۵، ص ۷۷۷، ج ۷، ص ۷۷۷)

قاضی ابو بکر ابن العربی المالکی ملتفی ۵۵۳۳ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ فرائض کی تعداد میں جو کمی ہو گئی ہے وہ نواضل سے پوری ہو جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ فرائض کے خشوع میں جو کمی ہو گئی ہو وہ نواضل سے پوری ہو جائے اور میرے نزدیک پہلا احتمال زیادہ ظاہر ہے کیونکہ آپ نے اپنی اعمال کا بھی یہی حکم بیان فرمایا ہے اور ذکوہ میں صرف فرض ہے بالکل ہے میں جس طرح ذکوہ کا فرض فاضل صدقات سے پورا ہو جاتا ہے اسی طرح نماز کا فرض بھی نفل سے پورا ہو جائے گا اور اللہ کا فضل بہت وسیع ہے اور اس کا وعدہ بہت بخیر ہوتا ہے والا ہے اور اس کا عزم اتم اور اتم ہے۔ (معارف النجاشی ج ۲، ص ۲۰۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ سیوطی حنفیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں 'امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نماز کی سنتوں میں جو کمی رہ جاتی ہے وہ نواضل سے پوری کی جائے گی۔ کیونکہ کوئی سنت واجب کا بدل نہیں ہو سکتی ہے۔ حدیث قدسی ہے جتنا مجھ سے فرائض کے ذریعہ قرب حاصل ہوتا ہے اتنا اور کسی چیز سے نہیں ہوتا اور شیخ عز الدین نے کہا ہے کہ ذکوہ واجب کے ایک درجہ کا انھوں نے غلطی سے زیادہ درجہ سے زائد ہے اور کوئی آدمی ساری عمر محنت کرے بلکہ تمام زمانہ قیام کرے تو وہ صبح کی دو رکعت فرض کے برابر نہیں ہے۔ (سنن النسائی ج ۱، شرح الحديث ۳۶۵، دار المعرفہ بیروت ۱۳۳۳ھ)

امام ابو بکر محمد ابن محمد ابن ابی شیبہ حنفیؒ ۳۳۵ روایت کرتے ہیں:

تیرہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو بلا کر فرمایا اللہ کا رات میں ایک حق ہے جس کو وہ دن میں قبول نہیں کرتا اور اللہ کا دن میں ایک حق ہے جس کو وہ رات میں قبول نہیں کرتا اور جب تک فرض ادا نہ کیا جائے اللہ نفل کو قبول نہیں کرتا۔ (الحديث)

(مستدرک ابن ابی شیبہ ج ۳، رقم الحديث ۳۷۸۰، ج ۴، رقم الحديث ۷۸۸۴، کتاب لحدہ عن ابیہارک، رقم الحديث ۳۷۸، مطبوعہ دار لایہ ج ۳، ص ۳۳۳، جامع طائفت الکبیر ج ۳، رقم الحديث ۱۱۱۹)

امام ابو یوسفؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں کوہ کا قدم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے سے اس وقت تک نہیں ہٹے گا حتیٰ کہ اس سے پانچ چیزوں کے حلقے سوال کر لیا جائے۔ اس نے اپنی ہر کس کلمہ میں فحاشی؟ اس نے اپنی جو بانی کس کلمہ میں جھٹکی؟ اس نے مل کلمہ سے حاصل کیا؟ اور کلمہ اس کو بخرج کیا؟ اور اس نے اپنے ظلم کے مطابق کیا عمل کیا؟ (سنن الترمذی ج ۱، رقم الحديث ۳۲۲۳)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ غفلت کون ہے؟ انہوں نے کہا

رسول اللہ ﷺ غصے سے جس کے پاس دو ہم ہونہ کوئی متاع ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہو گا جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس نے کسی کو کھلی دی ہوگی اور کسی کو حسرت لگائی ہوگی کسی کا دل کھلیا ہو گا اور کسی کا خون بریلیا ہو گا اور کسی کو مارا ہو گا وہ غصے میں جلتے ہو گا اور اس کی نیکیوں میں سے اس کو بدلہ دیا جائے گا اور اس کو بدلہ دیا جائے گا پھر اگر اس پر جو حقوق ہیں، ان کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیوں ختم ہو جائیں تو ان کے گنہ اس پر اڑا دیئے جائیں گے۔ پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(سنن الترمذی ج ۲، رقم الحديث ۲۳۳۳، صحیح مسلم رقم الحديث ۳۵۸۸) صحیح ابن حبان ج ۲، رقم الحديث ۲۳۳۳، سنن ابی داود ج ۳، رقم الحديث ۸۰۳۵، سنن کبریٰ للصبغی ج ۱، ص ۴۳

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قریبا قیامت کے دن ہمارے کو پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا میں نے تم سے لے کر کھان اور آٹھویں میں بتائی تھیں؟ اور کیا میں نے تم کو لوہا نہیں دیئے تھے؟ کیا تم سے لے کر مویشیوں اور کھیتوں کو مسخر نہیں کیا تھا؟ کیا تجھے سرداری اور خوش مالی میں دی تھی؟ یا پھر کیا تو مجھ سے اس دن ملاکت کا حقین رکھتا تھا؟ وہ کہے گا نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج میں تجھے اس طرح فراموش کر دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ (سنن الترمذی ج ۳، رقم الحديث ۴۳۳۶)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مومن اپنے رب کے قریب کیا جائے گا جتنی کہ اللہ اس کو اپنی رحمت سے گھیر لے گا پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور فرمائے گا تم فلاں گناہ پہچانتے ہو؟ وہ دوبار کے گناہ سیرے رہا میں پہچانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تمہارا پروردگار رکھا تھا اور آج میں تمہیں بخش دیتا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کا حینہ لیٹ دیا جائے گا باقی رہے کفار تو ان کو تمام لوگوں کے سامنے نکار کر لایا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب رجوت پامال حاصل

المصحح البغدادي ج ٥، رقم المصحف: ٣٧٨٥، مجمع مسلم توبه: ٥٢ (٤٦٨/١٧٨٣)، سنن ابن ماجه ج ١، رقم المصحف: ١٧٨٣، سنن الترمذي  
النسائي ج ١، رقم المصحف: ٣٣٢٢، مسند احمد ج ٢، رقم المصحف: ٥٨٢٩

اہم مسلم بن حجاج قشوری متوفی ۳۷۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ملک میں ضرور اس شخص کو جانا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہو گا اور سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا پس کہا جائے گا اس پر اس کے چھوٹے چھوٹے گنہگاروں کو اور اس کے بڑے بڑے گنہگاروں سے دور رکھو۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ تو نے ظلم کیا یہ کلام کیا تھا اور ظلم دان یہ یہ کلام کیا تھا تو کہے گا نہیں اور اس کا انکار نہیں کر سکے گا اور وہ اس سے ڈر رہا ہو گا کہ کیسے اس کے بڑے بڑے گنہگاروں کو پیش کر دیئے جائیں، پھر اس سے کہا جائے گا کہ تمہارے ہر گنہگار بدلہ میں ایک نیکی ہے۔ تب وہ شخص کہے گا اے میرے رب میں نے تو اور بھی بہت سے کام کیے تھے جن کو میں پہلی نہیں دیکھ رہا ہوں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے جتنی آپ کی مبارک داڑھی میں ٹکا رہے تھے۔

(صحیح مسلم، ایماں ۳۱۳، ۳۵۹ (۱۵۰)، سنن الترمذی، رقم الحديث ۳۶۰۵)

امام ابو یحییٰ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۷۹۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوالمہدیؑ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ سے میرے رب نے یہ وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار کو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل فرمائے گا اور ہزار کے ساتھ ستر ہزار (مزید) ہوں گے اور میرے رب نے دونوں باتوں سے تین ہارپ (بک) بھرنے کا وعدہ کیا ہے۔

(سنن الترمذی ج ۳، رقم الحديث: ۲۲۳۵، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحديث: ۳۲۸۶، صحیح ابن حبان ج ۲، رقم الحديث: ۳۳۶۷، مسند احمد ج ۸، رقم الحديث: ۲۲۳۸، المعجم الکبیر ج ۲، رقم الحديث: ۷۷۷۷)

حساب کی کیفیت کے متعلق صحابہؓ، تابعین اور علماء کے نظریات علامہ محمد بن احمد السقاوی الحلی الترمذی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

حساب کی کیفیات اور اس کے احوال مختلف اور متفاوت ہیں۔ بعض کا حساب آسان ہو گا اور بعض کا حساب مشکل ہو گا۔ بعض کے ساتھ عدل ہو گا، بعض پر فضل ہو گا، بعض کی عکرم ہوگی، بعض کی زجر و توبیخ ہوگی، بعض سے درگزر ہو گا اور بعض کی گرفت ہوگی۔ اور یہ سب اس اکرم لاکر میں اور ارحم الراحمین کی مرضی اور مشیت پر موقوف ہے۔

سب سے پہلے علامہ 'عابدوں' بل وادوں اور خوش حالوں سے حساب لیا جائے گا۔ حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز اور حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل کا حساب ہو گا۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ کس چیز کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "لا اله الا اللہ" کے متعلق سوال ہو گا اور شفاک نے کہا تو کہوں سے ان کے کتابوں کے متعلق سوال کیا جائے گا اور علامہ قرطبی نے کہا تمام اقوال اور افعال کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (اسوا سرائیل ۳۶)

فَوَرَّكَ لَئْسَ لَكَ عَنْهُمْ اَحْمَدِيَّةٌ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (النحل ۳۵)

لہذا آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے، ان سب کا سونے کے متعلق جواب دہ کرتے تھے۔

لہذا رازی کا بھی یہی رجحان ہے کہ ہر کام کے متعلق سوال ہو گا۔ اس آیت میں فرمایا ہے کہ ہم ان سب سے سوال کریں گے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے بھی سوال کیا جائے گا۔ انبیاء علیہم السلام سے سوال کے متعلق اس آیت میں تصریح ہے:

فَلْيَسْأَلِ الَّذِينَ آمَنُوا رَبَّهُمْ وَلَسْتَ لَكَ الْمُرْسَلِينَ (الاعراف ۶۸)

سو ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے، اور یہ شک ہم رسولوں سے (بھی) ضرور سوال کریں گے۔

یہ آیتیں اس بر دلالت کرتی ہیں کہ یہ شمول انبیاء علیہم السلام ہر شخص سے سوال کیا جائے گا۔ البتہ ان سے یہ طور متاثر سوال نہیں ہو گا بلکہ تقسیم و عکرم کے ساتھ سوال کیا جائے گا اور احادیث میں جن کے متعلق یہ بشارت ہے کہ وہ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے، وہ ان آیات کے عموم سے مخصوص اور مستثنیٰ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت کے متعلق سوال ہو گا اور کفار سے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ علامہ بلبلی نے لکھا ہے کہ کفار نے جو نیک کام کیے ہیں، ان سے ان کے عذاب میں تخفیف متوقع ہے (یہ صحیح نہیں ہے) قرآن مجید میں تصریح ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف

میں کی جائے گی۔ لایس عصف عنہم العذاب ولا ہم یسظرون (البقرہ: ۴۳)

شیخ ابن حمید نے عقیدہ و مسلک میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن سے عقلی میں حساب لے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا جیسا کہ کتب اور سنت میں ہے۔ اور جن لوگوں کی نیکیوں اور برائیوں کا وزن کیا جائے گا پھر اس قسم کا حساب نہیں لیا جائے گا کیونکہ ان کی کوئی نیکیاں نہیں ہیں لیکن ان کے اعمال کا شمار کیا جائے گا ان سے ان کا اقرار کرایا جائے گا۔

نعمتوں کی کتنی مقدار پر حساب لیا جائے گا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص ایک قدم بھی چلا ہے اس سے اس کے حلق پوچھا جائے گا کہ اس کا اللہ چہیز نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے یہ سوال کیا جائے گا کیا میں نے تمہارے جسم کو صحت مند نہیں بنایا تھا؟ کیا میں نے تم کو صفہ اپنی نہیں پلائی تھا؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے ا قیامت کے دن تم سے سایہ صفہ پانی اور کھجور کے حلق سوال کیا جائے گا۔ امام احمد امام بیہقی اور امام ابو نعیم نے حسن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزوں کے حلق ہندہ سے سوال نہیں کیا جائے گا دھوپ سے بچنے کے لیے سایہ، روٹی کا وہ کھڑا جس سے وہ اپنی چٹہ سیدھی رکھ سکے اور کپڑے کا تہ کھڑا جس سے وہ اپنی شرم گھونچ سکے۔

امام احمد نے سند جید کے ساتھ حضرت ابی صیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کسی انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ باغ کے مالک نے کھجوروں کا ایک خوشہ توڑ کر نبی ﷺ کو پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے اس کو کھلیا۔ پھر آپ نے صفہ اپنی منڈا کر پلا۔ پس فرمایا قیامت کے دن تم سے اس کا سوال کیا جائے گا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ان چیزوں کے حلق بھی قیامت کے دن سوال کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا یا سوا ان تین چیزوں کے وہ کپڑا جس کے ساتھ شرم گھونچنا سکے، روٹی کا وہ کھڑا جس سے بھوک مٹائی جاسکے اور اتنا جھرو جو دھوپ اور بارش سے بچانے کے لیے کافی ہو۔

حساب کو آسان کرنے کا طریقہ

امام طبرانی، امام بزار اور امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین نصلتیں جس میں ہوں اللہ اس سے آسان حساب لے گا اور اس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا۔ صحابہ نے پوچھا کہ وہ کیا نصلتیں ہیں؟ فرمایا جو تم کو محروم کرے اس کو دو۔ جو تم سے نصلت توڑے اس سے نصلت جوڑو۔ جو تم پر زیادتی کرے اس کو معاف کر دو۔

امام ابیہانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم کہتے ہو کہ جب تم صبح انصر یا جب شام ہو تو تمہارے دل میں کسی کے خلاف کینہ نہ ہو تو کیا کر لو کیونکہ اس سے تمہارا حساب زیادہ آسان ہو گا۔

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے کہا یا رسول اللہ! قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا؟ آپ نے فرمایا اللہ! اس نے کہا کہ آپ کی قسم! طہری نہایت ہو گئی۔ آپ نے فرمایا اے اعرابی! وہ کیسے؟ اس نے کہا اس لیے کہ کریم جب تھوڑا ہو آپ تو معاف کر دیتے۔

کسی نے خوب کہا ہے کہ کریم جب تھوڑا ہو آپ تو بخش دیتے اور جب تم سے کوئی لغزش ہو تو وہ پردہ رکھتا ہے اور جلدی

خضر کرا اور انتقام لے گا یہ کریم کی علوت نہیں ہے۔

ذکر اللہ اور معلومت میں ہے کہ تم کسی کی زیادتی معاف کرو، اس سے قصداً حساب آسان ہو گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تم بدوں کی غلطوں کو معاف کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری غلطوں کو معاف کر دے گا۔

علامہ قرطبی اور دیگر علماء نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی حکیم کے لیے اللہ تعالیٰ صلب کے وقت ان سے بغیر ترہین کے کلام فرمائے گا اور کفار کی اہمت کے لیے ان سے خود کلام نہیں فرمائے گا بلکہ فرشتے ان سے صلب لیں گے۔

(الواضح الاثار النبیہ ج ۲ ص ۱۷۷-۱۷۸ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت ۱۴۱۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کے ہمیں خشکی اور سمندروں کی تدکیوں سے کون نجات دیتا ہے جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر وہ ہمیں اس (مصیبت) سے بچائے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے ○ آپ کہنے کہ اللہ ہی تم کو اس (مصیبت) سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے پھر ابھی تم شرک کرتے ہو (الانعام: ۷۳-۷۴) مصیبت ٹل جانے کے بعد اللہ کو بحول جانے پر ملامت

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے لوہیت پر بعض دلائل بیان فرمائے تھے کہ اس کاظم ہر چیز کو محیط ہے، اور اس کی قدرت ہر چیز کو شامل ہے اور وہ تمام مخلوق پر غالب ہے اور ان کے افعال کی فرشتوں سے حفاظت کراتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور قسم کی دلیل بیان فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اور اس کی رحمت اس کے فضل اور اس کے احسان پر دلالت کرتی ہے۔

اس آیت میں خشکی کی تدکیوں کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد حسی تدکی بھی ہے اور معنوی تدکی بھی۔ حسی تدکی رات کا اندھیرا، صبح کے پلوں کا اندھیرا، بارش اور آندھریوں کا اندھیرا ہے، اور سمندروں کی حسی تدکی رات کا اندھیرا، پلوں کا اندھیرا اور موجوں کے طالع کا اندھیرا ہے اور معنوی تدکی ان اندھیروں کی وجہ سے خوف شدید، تشکیکوں کے نہ ملنے کی وجہ سے مصلیٰ کی ہدایت نہ پانے کا خوف اور دشمن کے اچانک ٹوٹ پڑنے کا خوف ہے۔

اس سے مقصود یہ ہے کہ جب اس قسم کے اسباب جمع ہو جائیں جن سے بہت گھبراہٹ اور شدید خوف لاحق ہوتا ہے اور انسان کو نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور وہ ہر طرف سے چھید ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، اور اس وقت وہ زبان اور دل دونوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی غفلت سب سے کامیاب نقصان ہے کہ اس حال میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے اور اسی کے فضل و کرم پر اکتفا کیا جائے اور اسی کو لٹوئی و لٹا لیا جائے پھر قرار دیا جائے۔ اور جب اس حال میں وہی فریاد وں اور دھجیرے تو ہر حال میں صرف اسی کو پکارنا چاہیے۔ اسی سے مدد طلب کرنی چاہیے اور اسی کی مہلت کرنی چاہیے، لیکن انسان بڑا ناشکرا ہے، جب وہ مشکلات کے بخنور سے نکل جاتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اس کو ہلکی اسباب کی وجہ سے یہ نجات ملی ہے، اور پھر وہ اظلاس اور رجوع الی اللہ کو ترک کر دیتا اور اپنی غرابہلت کے تراشیدہ جوں کی پرستش کرنے لگتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اللہ سے دعا کرتا ہے اور عاجزی سے گڑگڑاتا ہے اور اس کی طرف اظلاس سے متوجہ ہوتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ وہ آئندہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کا مطیع فرمانبردار اور شکر گزار بن کر رہے گا، لیکن جب وہ امن اور سلامتی کو پالیتا ہے۔ وہ پھر اپنی سادہ روش پر لوٹ جاتا ہے۔

یہ ظاہر اس آیت میں شریکین کو ذرہ و توحیح کی غمی ہے اور ان کے طریقہ فکر کی غمی ہے، لیکن یہ صورت حال ان

مسلمانوں پر بھی منطبق ہوتی ہے جو عام طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی یاد سے غافل رہتے ہیں، لیکن جب ان پر ایسا کوئی آفت آتی ہے اور انہیں اس سے نجات کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تو بے اختیار اللہ کو یاد کرتے ہیں اور گڑگڑا کر اس سے دعا کرتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ان سے اس صحبت کو دور کر دیتا ہے تو پھر وہ خدا کو بھول جاتے ہیں اور اپنے عیش و طرب اور لود و لعب میں مست اور بے خود ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو قرآن کریم میں متعدد جگہ بیان فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض آیتیں یہ ہیں:

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ حَلَّيْنَا لَكُمْ الصُّرُوفَ فَانْقَلَبْتُمْ يَوْمًا  
تَذْكُورُونَ أَلَا رَأَيْتُمْ أَنَّا فَتَلْنَا تَحْصِيَّتَكُمْ مَالِي الْبَرِّ  
أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا

(ہنسی اسرائیل: ۶۷)

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُجِيبُ الدُّعَاءِ  
إِذَا نَجَّاهُ يُعَمِّدُهُ نَيْسَىٰ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَٰهًا  
مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَكُونُ مِنَ الْكَافِرِينَ  
مِنْ قَبْلُ وَكَانَ يُلوِّدُ أَذًا يَكْبُحُ عَنْ سَيْبِهِ  
(الزمر: ۸)

اور جب ہمیں سمندر میں کوئی آفت پہنچتی ہے تو اللہ کے  
سوا جن کی تم پر ستم کرتے تھے وہ سب ہم کو بھول جاتے ہیں پھر  
جب وہ ہمیں خشکی کی طرف لپٹا دیتا ہے تو تم اس سے است  
بھیر جیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکر ہے۔  
اور جب انسان کو کوئی صحبت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو  
پکارتا ہے 'اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے' پھر جب اللہ اپنی  
طرف سے اسے کوئی نعمت عطا فرمادے تو وہ اس (صحبت) کو  
بھول جاتا ہے جس کے لیے اس سے پہلے وہ اللہ کو پکارا تھا اور  
اللہ کے لیے شریک قرار دیتا ہے 'نا کہ اوروں کو بھی اس کی  
راہ سے بگاڑے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کو وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے لوہے سے عذاب بھیجے یا تمہارے پاؤں کے  
پچھے سے یا جسیں خلف گردہوں میں تقسیم کر دے اور تمہارے بعض کو بعض کی لڑائی کا مژدہ چکھا دے۔ دیکھئے اہم کس طرح ہر  
بار دلیوں کو بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ کچھ نہیں۔ (الانعام: ۶۷)

اللہ کی طرف سے دینے والے عذاب کی اقسام  
اس سے پہلے اللہ سبحانہ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ مشرکین وغیرہ جب مصائب میں انظام کے ساتھ اس کو پکارتے ہیں تو وہ ان  
کو ان مصائب اور آفت سے نجات دے دیتا ہے اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ وہ خلف طریقوں سے تم پر عذاب نازل کرنے  
پر قادر ہے 'نا کہ مشرکین جبرت اور فصاحت حاصل کریں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید پر ایک نوع کی دلیل ہے 'نا کہ  
وہ فصاحت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے لوہے سے عذاب بھیجے حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد  
ہے برے اور ظالم حکام۔ چلوئے کہ اس سے مراد ہونا کہ آواز ہے یا اندھ می ہے یا چٹوں کا برتا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا اس  
سے مراد سخت طوفانی بادشیں ہیں 'جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا تمہارے پاؤں کے پچھے سے عذاب بھیجے حضرت ابن عباس نے فرمایا اس سے مراد ہے برے اور  
بدکار لوہے اور خدام۔ چلوئے کہ اس سے مراد ہے زلزلہ اور زمین میں دھنسنے کا عذاب۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جسیں خلف گردہوں میں تقسیم کر دے اور تمہارے بعض کو بعض کی لڑائی کا مژدہ چکھا دے۔ چلوئے  
کہ اس امت کے جو لوگ ایمان لے آئے ان کا عذاب ایک دوسرے کو قتل کرنا ہے اور جنہوں نے کفر کیا ان کا عذاب

کر کہ اور زور ہے۔

اور یہ عذاب نازل ہونے کی مثل یہ ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان بادشیں ہوئیں، جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر چتر سے لڑے جیسے امیر کے ہاتھوں پر لہلیوں نے ننگریاں برساتیں اور جو عذاب پاؤں کے پچھ سے ظاہر ہوا اس کی مثل ڈرتے ہیں، اور جیسے قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ یا بادش اور فسطوں کی پیداوار روک کر قلعہ کا عذاب نازل کیا گیا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری سنن ۲۵۵۶ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا ماس فوقکم" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے چہرے کی پلہ میں آتا ہوں اور جب یہ آیت نازل ہوئی "او من تحت ارجلکم" تو آپ نے فرمایا میں تمہارے چہرے کی پلہ میں آتا ہوں اور جب یہ آیت نازل ہوئی "او یسلکم شیعا و یذہق بعضکم باس بعض" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ زیادہ سل اور زیادہ آسان ہے۔

(صحیح البخاری، ج ۵، رقم الحدیث ۳۶۳۸، السنن الکبریٰ للبخاری، رقم الحدیث ۱۱۱۲۵)

امت کے اختلاف اور لڑائیوں سے نجات کی دعا سے اللہ تعالیٰ کا آپ کو منع فرماتا

اس آیت میں فرمایا ہے چھ تین مختلف گروہوں میں تقسیم کر دے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ رنگ و نسل اور زبان اور نفس و اعتقادی نظریات میں اختلاف کی وجہ سے یہ امت مختلف فرقوں میں بٹ جائے گی۔ نیز فرمایا اور تمہارے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان اختلافات کی وجہ سے یہ امت ہام جہاں اور قتل کرے گی۔ نبی ﷺ نے دعا کی کہ آپ کی امت کو اللہ کی تمام قسم کے عذابوں سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے لوہ اور چمچ سے دیئے جانے والے عذابوں سے حفاظت کے متعلق آپ کی دعا قبول کر لی اور امت کے آپس کے نفرت اور لڑائیوں سے حفاظت کی دعا کرنے سے آپ کو منع کر دیا، جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری سنن ۳۷۷۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا، سو میں نے اس کے تمام مشرق اور مغرب کو دیکھ لیا، اور پھر بتائی زمین میرے لیے لپٹی گئی ہے میری امت کا شک وہاں تک پہنچے گا کہ اور مجھے سرخ اور سفید (سولے اور چاندی کے) دو ٹرانے دیئے گئے ہیں اور میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لیے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو تمام قلعے سے نہ ہلاک کرے، اور یہ کہ ان کے لوہرن کا ایسا کھاف دشمن مسلط نہ کرے جو ان کو بالکل ختم کر دے۔ تب میرے رب نے فرمایا اے محمد! جب میں کوئی نذر بتاؤں تو وہ مسترد نہیں ہوتی اور میں نے آپ کی امت کے لیے یہ کر دیا ہے کہ میں ان کو قلعہ عام سے ہلاک نہیں کروں گا، اور یہ کہ میں ان پر ان کا کھاف ایسا دشمن مسلط نہیں کروں گا جو ان کو بالکل ختم کر دے، خواہ وہ تمام روئے زمین سے ان کے لوہر چھل کرے، حتیٰ کہ آپ کی امت کے بعض افراد بعض کو ہلاک کریں گے اور بعض بعض کو قید کریں گے۔

(صحیح مسلم، متن ۱۸، (۱۸۸۸) ۵۵۵، سنن ابوداؤد، ج ۳، رقم الحدیث ۳۷۵۴، سنن الترمذی، ج ۳، رقم الحدیث ۲۷۷۷، سنن ابوالخدیج، ج ۲، رقم الحدیث ۱۱۱۲۵)

ج ۲، رقم الحدیث ۱۱۱۲۵، صحیح ابن حبان، ج ۲، رقم الحدیث ۲۳۳۱، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث ۳۷۵۴، السنن الکبریٰ، ج ۳، رقم الحدیث ۱۱۱۲۵، سنن ابوداؤد، ج ۳، رقم الحدیث ۳۷۵۴، جامع الترمذی، ج ۲، رقم الحدیث ۱۱۱۲۵)

سنن ابوداؤد، ج ۳، رقم الحدیث ۳۷۵۴، جامع الترمذی، ج ۲، رقم الحدیث ۱۱۱۲۵



امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۷۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ بہت لمبی نماز پڑھی، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ایسی نماز پڑھی ہے جو آپ عام طور پر نہیں پڑھتے۔ آپ نے فرمایا اللہ سے رحمت اور اس سے خوف کی نماز تھی، میں نے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا اس نے مجھے دو چیزیں عطا کر دیں اور ایک سے منع کر دیا۔ میں نے اللہ سے سوال کیا کہ میری امت کو قلعہ میں پاک نہ کرنا تو اللہ نے مجھے یہ عطا کر دیا، اور میں نے سوال کیا کہ میری امت پر ان کے مخالف کو مسلط نہ کرنا تو یہ مجھے عطا کر دیا اور میں نے سوال کیا کہ میری امت کے بعض، بعض سے جنگ نہ کریں تو مجھے اس سے منع فرما دیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے

(سنن الترمذی 'ج ۳' رقم الحدیث ۲۱۸۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۳ھ)

امام ابو یوسف محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں:

حسن بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو مجھے تین چیزیں دی گئیں اور ایک چیز سے منع کر دیا گیا میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میری امت پر ان کا خلاف دشمن نہ مسلط کیا جائے جو ان کو بالکل ختم کر دے اور ان پر قلعہ نہ مسلط کیا جائے اور وہ گمراہی پر متفق نہ ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عطا کر دیا اور میں نے یہ سوال کیا کہ وہ مشرک نہ ہوں اور بعض، بعض سے لڑائی نہ کریں تو مجھے اس دعا سے روک دیا گیا۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "و بدین بعضکم باس بعض" (الانعام: ۶۵) تو رسول اللہ ﷺ نے وضو کر کے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ آپ کی امت پر لوہے سے عذاب نہ بھیجے اور نہ پیچھے سے عذاب بھیجے اور نہ ان کو کھنکھارے میں تقسیم کرے اور نہ بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھائے۔ جیسا کہ بڑا اسرائیل کو چکھایا تھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کی طرف نازل ہوئے اور کہائے عھا ﷺ آپ نے اپنے رب سے چار چیزوں کا سوال کیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو چیزیں عطا فرمادی ہیں اور دو چیزوں کے سوال سے منع فرما دیا ہے۔ آپ کی امت پر نہ اوپر سے عذاب آئے گا اور نہ ان کے پیروں کے نیچے سے ایسا عذاب آئے گا جو ان کو جڑ سے اکھاڑ دے، کیونکہ عذاب کی یہ دونوں قسمیں ہر اس امت کے لیے تھیں جس نے اپنے نبی کی کھذیب کی ہو اور اپنے رب کی کتب کو مسترد کر دیا ہو، لیکن وہ ان کو کھنکھارے میں تقسیم فرمائے گا اور ان کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کا مزہ چکھائے گا اور ان دونوں قسموں کے عذاب ان لوگوں کے لیے ہوتے ہیں جو کتاب کا اقرار کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو آپ کی زندگی میں آپ کی امت کو اس قسم کے قتلوں کے عذاب سے محفوظ رکھا۔

(جامع البیان 'جز ۷' ص ۴۹۳-۴۹۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ابن تمام اصلوٹ اور روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے منع فرما دیا یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول نہیں کی۔ ہرچہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کی دعا قبول کرنے پر مجبور نہیں ہے، لیکن اس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے اہلِ حق کو قلعہ میں فرمایا ہے کہ وہ ان کا سوال دو نہیں فرمائے اور نبی ﷺ سب سے براہ کر محبوب ہیں اور سب سے زیادہ مستجاب ہیں۔ اسی لیے جو چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی دعا مانگنے سے منع فرما دیا تاکہ آپ کی دعا کا مسترد کرنا لازم نہ آئے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ شام کے وقت لود مع کو ان کھلتے سے دعا مانگتے کہ ترک نہیں کرتے تھے۔ اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عاقبت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اپنے دین اور اپنی دنیا میں اور اپنے اہل اور اپنے مال میں، ظہور عاقبت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے محبوب پر پردہ رکھ اور جن چیزوں سے مجھے خوف ہے، ان سے ہٹا دے۔ اے اللہ! مجھے آگے اور پیچھے سے، دائیں اور بائیں سے، اوپر سے اور نیچے سے حفاظت میں رکھ اور میں پہچے کی مصیبت (دشمنانہ) سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(سنن ابن ماجہ، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۸۷۱، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ یہ ہر قسم کے طالب سے پناہ کے لیے بہت جامع دعا ہے اور نبی ﷺ اکابر صیوت، امتثال امر اور ہماری تعلیم کے لیے صبح و شام یہ دعا مانگتے تھے کہ جب آپ اپنے عظیم الشان رسول اور اللہ کے محبوب ہو کر اس قدر یہ دعا کرتے ہیں تو ہم جو دعاؤں کے وسیع سے زیادہ محتاج ہیں، ہمیں کس قدر یہ دعا کافی چاہیے۔

فقہ کالغوی اور اصطلاحی معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھئے ہم کس طرح ہر بار دہلیلوں کو بیان کرتے ہیں، تاکہ یہ حشر کریں (بجھ سکیں) علامہ حسین بن محمد رافعی صنفی متنی ص ۵۵۲ لکھتے ہیں:

حاضر علم سے غائب علم تک رسائی حاصل کرنے کو فقہ کہتے ہیں اور اصطلاح میں احکام شریعہ کے علم کو فقہ کہتے ہیں۔

(المفردات، ص ۳۸۳، مطبوعہ المکتبۃ الرضویہ، ایران ۱۳۶۳ھ)

علامہ شافعی نے فقہ کی یہ تعریف کی ہے احکام شریعہ علیہ کا علم جو دلائل تفصیلہ سے حاصل ہو، اور حکم شرعی کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مطلق جو شخص کے افضل سے متعلق ہو، اور احکام شریعہ یہ ہیں۔ فرض واجب، سنت، مکرہ، سنت غیر مکرہ، مستحب، مباح، حرام، مکروہ تحریمی، ممانعت، مکروہ تنزیہی، خلاف لولی، تمام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے۔

فہم کس کا یہ پہچاننا کہ کیا چیز اس کے لیے ضرر کا باعث ہے اور کیا چیز اس کے لیے نفع کا باعث ہے

دلائل اصولیہ یہ ہیں۔ مثلاً امر و وجوب کے لیے ہے اور نہی تحریم کے لیے ہے اور دلائل تفصیلہ یہ ہیں مثلاً "اقیموا الصلوٰۃ" اور "لا تقربوا الرسا" اور دلائل تفصیلہ سے احکام شریعہ کے حصول کی مثل یہ ہے۔ لہذا کا امر کیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اقیموا الصلوٰۃ" اور جس چیز کا امر کیا گیا ہے وہ واجب ہے، کیونکہ امر و وجوب کے لیے ہے، لہذا امر واجب ہے۔ دوسری مثل یہ ہے نہی کی مکی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لا تقربوا الرسا" اور جس چیز سے نہی کی جائے وہ حرام ہے، کیونکہ نہی تحریم کے لیے ہے۔ لہذا نہی حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کی قوم نے اس کو جھٹلایا، حالانکہ یہی حق ہے۔ آپ کہنے کے میں تمہارا ازمہ وار نہیں ہوں ہر خبر کے طور کا ایک وقت مقرر ہے اور عقوبت تم جن لوگ۔ (انعام: ۶۷)

اس آیت میں فرمایا ہے، حالانکہ یہی حق ہے اس میں کس چیز کو حق فرمایا ہے اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

۱۔ کفار نے اس عذاب کا انکار کیا، حالانکہ اس کا نزول حق ہے۔

۲۔ کفار نے اس قرآن کا انکار کیا، حالانکہ یہ قرآن حق ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے الوہیت اور توحید پر استدلال کے لیے جو آیات نازل کی ہیں کفار نے ان دلائل کا انکار کیا، حالانکہ یہ دلائل

حق ہیں۔

اس کے بعد فرمایا آپ کئے کہ میں تمہارا مذہب دار نہیں ہوں، یعنی اگر تم ان دلائل سے اعراض کرتے ہو اور حق کا انکار کرتے ہو تو میں تمہارا مذہب دار نہیں ہوں، یعنی نہ میں تم پر جبر کر کے تمہیں مومن بنا سکتا ہوں اور نہ تمہارے اعراض کرنے کی تمہیں سزا دے سکتا ہوں۔ میں تو تم کو صرف آخرت کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ اس نوح پر قرآن مجید میں اور بھی آیات ہیں۔

تَمَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ  
بِجَبَّارٍ قَدِ تَجَرَّبَ الْفُرَّانُ مِنْ تَحْتَاثٍ وَعِجْبٍ  
ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اور آپ ان سے جبرانوائے والے نہیں ہیں تو آپ قرآن سے اس کو نصیحت فرمائیں جو میرے عذاب کی وحید سے ڈرتا ہو۔ (۳۵: ۳)

فَدِ تَجَرَّبَ اَنْتَا اَنْتَ مَذْكُورٌ لَسْتُ عَلَيْهِمْ  
بِمُكْرِبٍ ط (الغاشیہ: ۳۶-۳۷)  
والتی آپ ان کو جبر سے نوائے والے نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر خیر کا ایک وقت مقرر ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خیر دی ہے اس کا ایک وقت مقرر ہے اور اس وقت میں یقیناً اس خیر کا تصور ہو گا اور اس میں کوئی تقدیم تاخیر نہیں ہوگی۔ اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے عذاب آخرت کی جو خیر دی ہے وہ عذاب یقیناً نازل ہو گا اور اس سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ خیر دی ہے کہ کفار کے ساتھ جنگ میں مسلمان کافروں پر غالب ہوں گے تو بغیر شک و شبہ کے اس خیر کا تصور ہو گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کے لیے وحید ہے کیونکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کا انکار کرتے تھے اور دنیا میں بھی ان کے لیے وحید ہے جیسا کہ بدروغیوں وہ گھٹ سے بد چار ہوتے اور مسلمانوں کو بھی ڈراتا ہے۔ کیونکہ اگر انہوں نے قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں کیا بلکہ قرآن کریم کے احکام کی خلاف ورزی کی تو یہ قرآن مجید کے انکار کے مترادف ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ بھی عذاب الہی سے بد چار ہو جائیں۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ

اور اے مخاطب! جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہادی آیتوں کو (مسیحی، کافر، مشرک) جانتے ہیں قرآن سے اعراض کرو،

حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ

حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں، اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِی مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا عَلٰی

باد آنے کے بعد غم کرنے والے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو ○ اور پرہیزگاروں سے

الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حَسَابِهِمْ مِنْ شَیْءٍ وَلٰكِنْ ذِكْرِی

ان (ظالموں) کے اعمال پر کوئی باز نہیں ہوگی، البتہ ان کو نصیحت کرتے رہی

ضمیمہ القرآن جلد سوم



اس سے پہلے آیت میں یہ فرمایا تھا کہ نبی ﷺ مکرروں اور کذبوں کے اہل کے ذمہ دار محفوظ اور تکسب نہیں ہیں۔ آپ کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے اور وقت آنے پر انہیں اپنی تکذیب کا انجام خود معلوم ہو جائے گا اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب یہ لوگ دین اسلام رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید پر کھٹ جیتی کریں تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کی مجلس میں نہ بیٹھیں۔ اس آیت میں عام مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

اسی طرح جب بدعتی اور گمراہ فرقے اپنی بدعت کی ترویج اور اشاعت کر رہے ہوں اور اہل ہمت و جماعت کا رد کر رہے ہوں تو ان کی مجلس سے بھی احتراز کرنا لازم ہے اور گمراہ لوگوں کے ساتھ گفت و گو حجت کے ساتھ ملنا جانا ربط مضبوط ہے۔ جہاں نہیں ہے اور عام مسلمانوں کے لیے ان گمراہ فرقوں کا لزجہ مضبوطی جہاں نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یہ کتابیں پڑھ کر شکوک و شبہات میں مبتلا ہوں گے۔ البتہ اہل علم کو ان کی کتابیں پڑھنی چاہئیں اور ان کے شکوک و شبہات کا رد کرنا چاہیے۔ شیطان کے لیے نبی ﷺ کو نسیان میں مبتلا کرنا ممکن نہیں

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں عام مسلمانوں سے خطاب ہے اور نبی ﷺ اس آیت کے خطاب میں ہیں اور اس پر قوی قرینہ یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد علم کرنے والے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو اور یہ بات شرعاً اعلیٰ ہے کہ شیطان کا نبی ﷺ پر قسط ہو اور وہ آپ کو کوئی بات بھلا دے اللہ تعالیٰ شیطان سے فرماتا ہے:

إِنَّ عِبَادِي لَأَكْثَرُ فِئْتَانٍ يَنْصَرِفُونَ إِلَّا طَائِفَةً مِّنْهُمْ يَخُصُّهُمْ عَلَيْنَا ۖ سَلْمًا كَلَامًا ۚ  
مِّنَ الَّذِينَ يَدْعُونَكَ إِلَىٰ طَاعَتِهِمْ ۖ فَخُذْ بِأَمْرِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ أُمَمٌ مِّنْ ذُرِّيَّتِكُمْ ۚ إِنَّ شَيْطَانَ لَعَنَ رَبِّي ۖ أَلَّا تَعْلَمُ ۚ  
اور شیطان نے خود بھی اعتراف کیا کہ اللہ کے خاص بندوں پر اس کا کوئی زور نہیں چل سکے گا۔

عِبَادَ كَثُرُوا ۖ شَتَّىٰ مِلَّةُهُمْ ۚ وَاللَّهُ مُتَقَبِّلٌ عَنِ التَّوْبَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۚ  
بکاؤں کا ناموں کے جو ان میں سے تیرے خاص بندے ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کون اللہ کا خاص بندہ ہے؟ پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر شیطان کا کوئی زور اور غلبہ یا تصرف اور قسط نہیں ہو سکتا اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ شیطان نبی ﷺ کو بھلا دے اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس آیت میں خطاب سے مراد عام مسلمان ہو لیکن سید ابوالاعلیٰ مودودی رضی اللہ عنہ نے اس کے برعکس زہر کیا ہے وہ لکھتے ہیں: اور اسے محمدیہ تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات پر کھٹ پھینک کر رہے ہیں تو ان کے پاس سے ہٹ جاؤ یہی تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان تمہیں بھلا دے تو جس وقت تمہیں اس قسط کا احساس ہو جائے اس کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔ (تفسیر القرآن ج ۱ ص ۵۹، طبع ۱۹۸۳ء) مفتی محمد رفیع رحمانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

اور اگر خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے تو یہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اللہ کے رسول و نبی پر بھی بھول اور نسیان کا اثر ہو جایا کرے تو ان کی تعلیمات پر کیسے انکسار و طعن ہو سکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی کسی خاص حکمت و معلومت کے تحت بھول تو ہو سکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً ان کو صحیحہ بذریعہ وحی ہو جاتی ہے جس سے وہ بھول پر قائم نہیں رہتے۔ اس لیے بلا قرآن کی تعلیمات بھول اور نسیان کے شہرہ پاک ہو جاتی ہیں۔

(معارف القرآن ج ۳ ص ۳۶۲-۳۶۳، طبع ۱۳۱۳ھ)

شیخ امین احسن اسلامی لکھتے ہیں:

پہلا خطاب اگرچہ واحد کے صیغہ سے ہے، جس کا تعلق قرینہ یہی ہے کہ خطاب آنحضرت سے ہو لیکن یہ خطاب آنحضرت کے واسطے سے تمام مسلمانوں سے ہے۔ (تذکرہ قرآن، ج ۳، ص ۷۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۹ھ)  
ہمارے نزدیک اس آیت میں نبیؐ پر خطاب نہیں ہے، بلکہ عام مسلمانوں کو خطاب ہے اور اس کا تعلق قرینہ یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں ہے اگر شیطان تمہیں بھلا دے۔ لایہ۔ اور یہ محال ہے کہ شیطان نبیؐ پر خطاب کے دوسرے انداز کی کہے اور کوئی حکم شرعی آپ کو بھلا دے۔ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اس آیت میں آپ کو خطاب ہے لیکن اس سے مراد آپ کی امت ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

لَیْسَ اَنْتُمْ رَسُوْلٌ لِّمَنْ دُوْنِکُمْ اِنْ کُنْتُمْ رَسُوْلًا (الرعد: ۷۵)  
اگر (ہا فرض) آپ نے (بھی) شرک کیا تو آپ کے سب عمل ضائع ہو جائیں گے۔

قرآن اور سنت کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام کا نسیان

انبیاء علیہم السلام کے نسیان میں بھی کام کیا گیا ہے۔ شیخ ابو جعفر محمد حسن اللہ سیستانیؒ ۳۳۷ھ لکھتے ہیں۔  
جبلی نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر سو اور نسیان جائز ہے۔ اس کے برخلاف رافضی یہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام پر سو اور نسیان جائز نہیں ہے۔ جبلی کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جن امور کو انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوا کرتے ہیں جن میں سو اور نسیان جائز نہیں ہے، اور جن امور کو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوا نہیں کرتے جن میں سو اور نسیان جائز ہے۔ اور ان پر سو اور نسیان کیسے جائز نہیں ہو گا؟ حالانکہ وہ سوہنے ہیں اور بیمار ہوئے ہیں اور ان پر بے ہوشی طاری ہوئی ہے اور غیر بھی سوہنے اور وہ اپنے بہت سے تعقبات میں بھول جاتے ہیں۔

(النسیان، ج ۳، ص ۱۶۶-۱۶۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)  
جس طرح بشری قصے سے نوا کئی جہنمی حواری انبیاء علیہم السلام پر طاری ہوتے ہیں ان پر نسیان بھی طاری ہو سکتا ہے۔  
حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

فَنَسِیَ وَلَمْ یَجِدْ لَہٗ عَزْرًا (طہ: ۸۵)  
سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا کوئی عزم نہیں پایا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا:

لَا تُؤَاخِذْ نَبِیَّ بِمَا نَسِیْتُ (الکہف: ۷۳)  
میرے بھولنے کی وجہ سے مجھ سے مواظفہ نہ کریں۔

اور ہمارے نبیؐ سیدنا محمدؐ پر بھی ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَدَّٰرَکُوْا تَکُوْنُوْنَ اِذْ اَنْتُمْ نَسِیْتُ (الکہف: ۴۴)  
اور جب آپ بھول جائیں تو (یاد آتے ہی) اپنے رب کا ذکر کیجئے۔

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی ستونی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ پر بھی چیزیں نے فرمایا حضرت آدم بھول گئے، موسیٰؑ اور اللہ بھی بھول گئی۔

(سنن الترمذی، ج ۵، رقم الحدیث ۳۰۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری ستونی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیؐ نے نماز پڑھائی، اس میں آپ نے کچھ زیادتی یا کمی کی۔ جب

آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا کیا نماز میں کوئی نیا حکم آیا ہے؟ آپ نے پوچھا کیوں؟ صحابہ نے کہا آپ نے اس طرح نماز پڑھائی ہے، آپ نے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا وہ جودے کیے پھر سلام پھیر دیا۔ پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا اگر نماز میں کوئی نیا حکم آیا تو ہم تم کو خبر دیتا، لیکن میں شخص تسبیح کی طرح جڑ ہوں، میں اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ پس جب میں بھول جاتا تو مجھے یاد دلایا کہ اور جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو تو وہ صحیح امر پر غور کرے نماز پوری کرے پھر اسوے کے بعد کرے۔

(صحیح ابوداؤد، ج ۱، رقم الحدیث: ۳۸۱، صحیح مسلم، مسند: ۸۸، ۱۵۷، ۷۵، سنن ابوداؤد، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۲۰۰، سنن ابوالقیس، ج ۳، رقم الحدیث: ۷۳۷، سنن ابن ماجہ، ج ۱، رقم الحدیث: ۷۳۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت ایک شخص کو ایک سورت پڑھتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا اللہ اس شخص پر رحم کرے اس نے مجھے فلاں آیت یاد دلادی جس کو میں فلاں فلاں سورت سے بھلا دیا گیا تھا۔

(صحیح ابوداؤد، ج ۱، رقم الحدیث: ۵۰۳۸، صحیح مسلم، معراج السافرون، ۲۲۳، ۸۸، ۱۸۰، سنن ابوداؤد، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۳۱، سنن کبریٰ للبخاری، ج ۵، رقم الحدیث: ۸۰۰۶، مسند احمد، ج ۱، رقم الحدیث: ۲۳۳۸۹، مسند احمد، ج ۱، رقم الحدیث: ۲۳۳۱۶، صحیح دار الحدیث، قادیان)

### نبی ﷺ کے سمو اور نسیان کے متعلق فتواء اور محدثین کا موقف

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے کہا ہے کہ جب انبیاء عظیم السلام پر نسیان طاری ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس نسیان پر برقرار نہیں رکھتا بلکہ ان کو اس پر متنب فرمادیتا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کن کو علی الغرہ متنب فرماتا ہے یا آخرے۔ قاضی ابوبکر نور اکثر علماء اہل الذکر کے قائل ہیں اور ابو العلی علی الذکر کے قائل ہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے افضل بلاغیہ اور عہدات شریعہ میں سمو کو منع کیا ہے اور اقوال جلیغیہ میں سمو اتفاقاً ممنوع ہے اور فرقہ ہاشمیہ نے یہ کہا ہے کہ نبی علیہ السلام پر سمو اور نسیان جائز نہیں ہے۔ آپ قصد اور عمدہ نسیان کی صورت طاری کرتے ہیں تاکہ احکام شرعیہ مستنون ہو جائیں، ایک بہت بڑے امام ابو القاسم الاسفرائینی نے بھی اپنی کتاب الاساطیس میں لکھا ہے، لیکن یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن، ج ۷، ص ۱۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود انوری متوفی ۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہے کہ شیطان کا نبی ﷺ کے دل میں دوسرے ذال کر سمو اور نسیان پیدا کرنا محال ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے، بلاشبہ حق یہ ہے کہ انبیاء عظیم السلام کی کسی بھی خبر میں غلطی واقع ہونا محال ہے۔ خواہ سمو یا عمدہ، تندرستی یا بیماری میں، خوشی میں یا غصہ میں، نبی ﷺ کی ہر بات آپ کے اقوال اور آپ کے افضل جن کے مجموعہ سے ہر موافق و مخالف دوسرے اور منکر و متعقب ہے، ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے بھی کوئی غلط بات نہیں فرمائی نہ آپ کو کبھی کسی بات یا کسی کلمہ میں دھم ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ منقول ہوتا جساکہ نماز میں آپ کا سمو واقع ہونا مستحل ہے۔ البتہ دنیاوی محاطات میں بعض مرتبہ آپ نے اپنی رائے سے رجوع فرمایا جیسے کھجوروں میں پتھر لگانے کا واقعہ ہے۔

(روح المعانی، ج ۷، ص ۱۸۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

نبی ﷺ کے سوا اور نسیان کی بحث میں یہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہیے:

امام مالک بن انس ایسی متنی ۴۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میں بھولوں یا بھلا دیا جاتا ہوں، تاکہ (کسی کام کو) سنت کروں۔ (سوط امام مالک رقم الحدیث: ۲۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی متنی ۳۳۵ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ کی مراد یہ ہے کہ میں امت کے لیے طریقہ معین کروں کہ وہ سوئی صورت میں کس طرح عمل کریں اور میرے فعل کی اقتداء کریں۔ (الاستاذ کمر ج ۳ ص ۴۴، مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۳۵۵ھ)

نیز حافظ ابن عبد البر مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے از ابن شہاب، از سعید بن المسیب روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ایک شب خیر سے واپس ہوئے، جب رات کا آخری حصہ ہوا تو آپ نے ایک جگہ قیام فرمایا اور حضرت بلال سے کہا تم صبح تک ہمارا پہرہ دو اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب سو گئے۔ جب تک حضرت بلال کی نفل میں تھا وہ پہرہ دیتے رہے۔ پھر انہوں نے اپنی سواری سے نکل نکلا لی وہ اس وقت فجر کے مقتل تھے۔ پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آگئی رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے، نہ حضرت بلال نہ قافلہ کا اور کوئی فرد حتیٰ کہ ان پر دھوپ آگئی، پھر رسول اللہ ﷺ گھبرا گئے۔ پس بلال نے کہا یا رسول اللہ! میرے کس کو بھی اسی ذات نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ کے کس کو پکڑ لیا تھا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سے کوچ کرو تو انہوں نے اپنی سواریاں اٹھائیں اور وہیں سے کچھ دور چلے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو نماز کی اقامت کہنے کا حکم دیا، پھر آپ نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی، پھر نماز کو اکرانے کے بعد آپ نے فرمایا جو شخص نماز کو بھول جائے تو جب اسے یاد آئے وہ نماز پڑھے، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (سوط امام مالک رقم الحدیث: ۲۲۵)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ عام آدمیوں کی طرح سو جاتے تھے اور ایسا بہت کم ہو تا تھا، تاکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پوری ہو اور آپ کی امت کے لیے ایک ایسی سنت قائم ہو جائے جو آپ کے بعد باقی رہے اور اس پر رسول اللہ ﷺ کا یہ اثر شمولیات کرتا ہے میں البتہ بھولوں یا بھلا دیا جاتا ہوں، تاکہ میں کسی کام کو سنت کروں اور علماء میں خطاب کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اگر اللہ ہمیں بیدار کرنا چاہتا تو بیدار کر دیتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ تمہارے بعد والوں کے لیے یہ سنت ہو جائے اور آپ کے سونے کا جو طبعی، فطری اور معروف طریقہ تھا اور آپ سے پہلے نبیوں کا بھی وہ ہے کہ جس کو آپ نے خود بیان فرمایا کہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا، آپ نے اپنے اس معمول کو مستطاف بیان فرمایا ہے اور کسی وقت کے ساتھ متید نہیں فرمایا۔

ایک اور حدیث میں ہے ہم گروہ انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دل نہیں سوتے۔ اس حدیث میں آپ نے یہ خبر دی ہے کہ تمام نبیوں کا بھی معمول ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا صف میں لی کر کھڑے ہو کیونکہ میں تم کو اپنے پیس پشت بھی دیکھتا ہوں، سو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جبلت، فطرت اور آپ کی عادت ہے۔ باقی رہا سر میں نماز کے وقت آپ کا سوتے ہوئے رہ جانا تو یہ آپ کی عادت کے خلاف تھا، تاکہ آپ کی امت کے لیے قضاء نماز کی سنت کا عمل قائم ہو اور آپ امت کو یہ تعلیم دیں کہ جو شخص نماز کے وقت سوتا رہا، حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا، اس پر کیا کرنا واجب ہے اور وہ کس طرح کرے گا اور اس وقت میں آپ کی نیند کو اللہ تعالیٰ



نے آپ کی امت کے لیے تعلیم کا سبب بنادیا۔

(التصديق: ج ٦، ص ٣٩٣-٣٨٥، 'ملفوظات' مطبوعه مكتبة قدوسيه، لا، ١٣٠٢هـ)

نیز حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

اس دن نبی ﷺ کا صبح کی نماز کے وقت طلوع آفتاب تک سوئے رہتا یہ وہ امر ہے جو آپ کی عادت اور طبیعت سے خارج ہے، اور انبیاء علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور نل کادل نہیں سوتا اور اس وقت آپ کی نیند اس لیے تھی کہ یہ امر سنت ہو جائے اور مسلمان کو یہ امر معلوم ہو جائے کہ جو شخص نماز کے وقت سوتا ہے، یا نماز چھوڑتا بھول جائے، حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور یہ اس قبیل سے ہے کہ آپ نے فرمایا ہے شک میں بھول جانا ہوں یا بھلا دیا جانا ہوں، تاکہ کوئی کام سنت ہو جائے اور نبی ﷺ کی فطرت اور عادت یہ تھی کہ نیند آپ کے دل کو نہیں ڈھانچتی تھی اور یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور یہ حکم عام ہے کہ کوئی نہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے، ہم گروہ انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ (یہ حدیث صحیح ہے، الطبیعی، النصیر، ترجمہ القرآن، ج ۱، ص ۱۰۲) اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ نبی ﷺ کی امت کو فقہاء نماز کا طریقہ تعلیم فرمائے تو اس نے آپ کی روح کو قبض کر لیا اور جو مسلمان آپ کے ساتھ تھے، ان کی روحوں کو بھی نیند میں قبض فرمایا اور سورج طلوع ہونے کے بعد ان سب کی روحوں کو لوٹا دیا، تاکہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے اللہ تعالیٰ ان پر اپنی مراد بیان فرمائے، فقہاء اور محدثین نے اس حدیث کی یہی تفسیر کی ہے اور یہ بالکل واضح ہے اور اس کی مخالفت کرنے والا بدعتی ہے۔

الحیدر، ج ۵، ص ۲۰۹، ۲۰۵، مطبوعہ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۱۳۰۳ھ)

نیز حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام مالک از ابن شلب "از عبدالرحمن اعرج" از عبداللہ بن یحییٰ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر آپ بیٹھے بغیر کھڑے ہو گئے لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے جب آپ نے پوری نماز پڑھ لی تو ہم آپ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے آپ نے اللہ اکبر کا اور بیٹہ کر سلام سے پہلے دو سجود کیے پھر سلام پھیر دیا۔

(موسم الامم بانك، رقم المحدث: 218، مطبوعه دار الفكر)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مخلوق میں سے کوئی شخص بھی وہم اور نسیان سے محفوظ نہیں ہے۔ اور نبیؐ پر جو نسیان طاری ہوتا ہے، وہ امت کے نسیان کی طرح نہیں ہوتا، کیا تم دیکھتے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا ہے بے شک میں بھولتا ہوں، بھلا دیا جاتا ہوں، تاکہ (کوئی کلام) سنت ہو جائے۔

(التحقيق ج ۱۰ ص ۱۸۳-۱۸۴ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور ۱۳۰۴ھ)

فاسق اور بد عقیدہ سے اجتناب کے متعلق قرآن، سنت اور آثار سے تصریحات

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَرْكُوزُوا إِلَى الدِّبْرِ طَلَمُوا قَتَسَكُمُ  
 (النَّارُ - (هود: ۳۳)

اور غالوں سے میل جول نہ رکھو ورنہ ہمیں روزِ قیامت  
 آگ چھوئے گی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیاتِ مقدسات کی

بیرونی کہتے ہیں تو یہ وہی لوگ ہیں جن کے حلقہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "من سے پرہیز کرو۔"

(صحیح البخاری ج ۵، رقم الحدیث ۳۵۳۷، سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث ۳۵۹۸، کتاب السنہ ج ۱، رقم الحدیث ۵،

امام ابوبکر محمد بن ابی عامر التیمی المتوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے عائشہ! جو لوگ اپنے دین سے الگ ہو گئے وہ شیعہ (ایک فرقہ) تھے۔ یہ لوگ بدعتی اور اپنی خواہش کے پیروکار تھے اور اس امت کے گمراہ لوگ تھے۔ اے عائشہ! بدعتی اور خواہش کے پیروکار کے سوا ہرگز گمراہ کی توہ ہے "من کی کوئی توہ نہیں ہے" میں ان سے بیزار ہوں اور یہ مجھ سے بری ہیں۔

(کتاب السنہ ج ۱، رقم الحدیث ۳، المسند الصغیر ج ۱، رقم الحدیث ۵۶۰، مسند حدیث کی سند ضعیف ہے)

امام ابوالقاسم سلیمان بن ابی البراء المتوفی ۳۳۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بدعتی کی تعظیم کرنے کے لیے کہے "یا اس نے اسلام کے مضمدم کرنے کی امانت کی۔"

(المسند الکبیر ج ۲، رقم الحدیث ۱۸۸، مسند ملت الاویاء ج ۶، ص ۹۶، مسند میں سند ضعیف ہے)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن چیزوں کا مجھے تم پر خوف ہے وہ تمہارے پیسے اور شرم گاہوں کی گمراہ کن خواہشیں ہیں اور تمہوں سے گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں۔

(مسند احمد ج ۳، ص ۳۲۰، ملت الاویاء ج ۶، ص ۳۲، کتاب السنہ ج ۱، رقم الحدیث ۱۱۳)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخر زمانہ میں اجل اور کذاب ہوں گے۔ وہ تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا کے "تم ان سے دور رہنا" وہ تم سے دور رہیں، کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تم کو ہتھ میں نہ ڈال دیں۔

(استدرک معجم مسلم باب ۲، حدیث ۲، مسند احمد ج ۸، رقم الحدیث ۵۸۵۰، مسند دار الحدیث قاہرہ، مسند احمد ج ۲، ص ۳۳۹،

طبع تہہ)

امام ابوبکر محمد بن حسین بنی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد دعاء قنوت پڑھی اس میں یہ الفاظ تھے جو حیرانی غافل کی کہ "ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں اور اس کو ترک کرتے ہیں۔"

(سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲، ص ۳۱۱، مطبوعہ نشر السنہ، لبنان)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۳۵۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا منکرین اللہ پر اس امت کے تجوس ہیں۔ اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کر اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔

(سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث ۳۶۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

رضی بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت یوشع بن نون کی طرف وحی کی "میں تمہاری قوم میں سے ایک

لاکھ چالیس ہزار نیکو کاروں کو اور ساٹھ ہزار بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں! حضرت یوشع نے عرض کیا: اے میرے رب! تو بدکاروں کو تو ہلاک فرمائے؟ نیکو کاروں کو کیوں ہلاک فرمائے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بدکاروں کے پاس جاتے تھے ان کے ساتھ کھاتے اور پیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے ان پر غضبناک نہیں ہوتے تھے۔

(شعب الایمان، ج ۷، رقم الحدیث: ۹۳۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۱ھ)

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن داری سرحدی سنہ ۵۵ھ روایت کرتے ہیں:  
ایوب بیان کرتے ہیں کہ ابو قلابہ نے کہا کہ اہل احواء (بدعتی) کے ساتھ جھوٹے من سے بحث کرو کیونکہ میں اس سے بے خوف نہیں ہوں کہ وہ تم کو اپنی نیکو گرامی میں ڈوب دیں گے یا جس دین کو تم بچا پھرتے ہو اس میں شہادت ڈال دیں گے۔

(سنن الداری، ج ۱، رقم الحدیث: ۳۹۱)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ فلاں شخص آپ کو سلام کتا ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس نے دین میں نئی باتیں نکالی ہیں (بدعتی ہو گیا ہے) اگر وہ بدعتی ہو گیا ہے تو اس کو میرا سلام نہ کہہ۔ (سنن الداری، ج ۱، رقم الحدیث: ۳۹۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۷ھ)

اسماء بن عبید بیان کرتے ہیں کہ بدعتیوں میں سے دو شخص ابن سیرین کے پاس گئے اور کہا اے ابو بکر! ہم آپ کو ایک حدیث سنائیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا پھر ہم آپ کے سامنے کتاب اللہ سے ایک آیت پڑھیں، انہوں نے کہا نہیں۔ تم یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ ورنہ میں اٹھ جاؤں گا سو وہ دونوں چلے گئے۔ کسی نے کہا اے ابو بکر! اگر وہ آپ کو قرآن مجید کی ایک آیت سنا دیتے تو کیا قرآن تھا؟ انہوں نے کہا مجھے یہ خوف تھا کہ وہ میرے سامنے ایک آیت پڑھیں گے پھر اس میں معنوی تحریف کریں گے، تمہیں ان کی بیان کردہ باطل باتوں میں میرے دل میں شبہ نہ جائے۔

(سنن الداری، ج ۱، رقم الحدیث: ۳۹۷، مطبوعہ بیروت)

سلام بن ابی مطیع بیان کرتے ہیں کہ ایک بدعتی نے ایوب سے کہا میں آپ سے ایک بات کے حعلق سوال کرنا ہوں۔ وہ اٹھ کر چل دیئے اور کہا میں تو بھی بات کا بھی جواب نہیں دوں گا۔ (سنن الداری، ج ۱، رقم الحدیث: ۳۹۸)

ہشام بیان کرتے ہیں کہ حسن اور ابن سیرین نے کہا بدعتیوں کے پاس نہ جھوٹے من سے بحث کرو اور نہ ان کی باتیں سنو۔

(سنن الداری، ج ۱، رقم الحدیث: ۳۹۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۷ھ)

### اہل بدعت کے مصداق

اصحاب الاہواء اور اہل بدعت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین اور عقائد میں ایسی نئی باتیں داخل کر دیں جن کی دین میں کوئی اصل نہیں ہے اور وہ دین کے عقائد اور احکام کی مغیر ہیں۔ مثلاً رافضیہ جنہوں نے خلفہ ثلاثی کی خلافت کا انکار کیا اور ان کو عاصب اور کافر قرار دیا اور پانچویں جنہوں نے اہل بیت رسول کو برا کہا اور ان سے بغض رکھا اور خارجی ہیں جنہوں نے حضرت علی اور حضرت مطہر رضی اللہ عنہما دونوں پر لعنت کی اور ان کو کافر کہا اور معتزل ہیں جنہوں نے تقدیر کا انکار کیا اور ہمارے دور میں سکرین حدیث ہیں جن میں سے بعض مطلقاً حدیث کا انکار کرتے ہیں اور بعض ان اصولیہ کا انکار کرتے ہیں جو ان کی عقل کے خلاف ہوں، بعض بدعتی ان کے حلیہ کو شرک کہتے ہیں اور نبی پیغمبر کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کہتے ہیں، بعض بدعتی دعائیں فوت شدہ بزرگوں کے وسیلہ کو ناجائز کہتے ہیں اور بعض لوگ تعصن علیٰ پر تعصن شرعی کے احکام جاری کرتے ہیں اور کوئی شخص ایصال ثواب کے لیے بغیر وجوب کے بطور استحسان عرفا کی دن کی تعصن کرے تو اس کو ناجائز اور حرام

کہتے ہیں اور جو مسلمان یا رسول اللہ کے اس کو مشرک کہتے ہیں اور بعض عقلی لوگ هزاروں کا طواف کرتے ہیں اور ان کو سجدہ کرتے ہیں۔

فاسق اور بد عقیدہ سے اجتناب کے متعلق فقہاء کی تصریحات

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد باکلی قرطبی حنفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ ابن خزیمہ روایت کیا جو بعض قرآن مجید کی آیات پر مبنی کرے اس کی مجلس ترک کر دی جائے، خواہ وہ سوس ہو یا کافر۔ اسی طرح ہمارے علماء نے دشمن کے علاقہ اور اس کی مہجرت گاہوں میں داخل ہونے سے منع کیا ہے اور کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا ہے۔ ابن کے ساتھ دو دوسری روایتیں ہیں، نہ ان کی باتیں سنی جائیں اور نہ ان سے متاثر ہو کیا جائے۔ قتیبہ بن عیاض نے کہا جس شخص نے بد عقیدہ سے دوستی رکھی اللہ اس کے عمل کو ضائع کر دے گا اور اس کے دل سے اسلام کے نور کو نکال دے گا اور جس نے اپنی بیٹی کی شادی کسی بد عقیدہ سے کی اس نے اس سے رحم منقطع کر دیا اور جو شخص کسی بدعتی کے ساتھ بیٹھا اللہ تعالیٰ اس کو عکت نہیں دے گا اور جب اللہ تعالیٰ یہ جان لیتا ہے کہ فلاں شخص کسی بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ (الامام احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۳۰۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو یوسف یحییٰ بن عیسیٰ حنفی ۱۸۸ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کے درمیان جو تین دن سے زیادہ قطع کلام کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اس کا عمل یہ ہے کہ وہ دنیاوی معاملات اور معاشرتی وجوہ میں سے کسی وجہ سے ایک دوسرے سے ناراض ہوں اور دین کی وجہ سے جو ناراضگی ہو وہ دائمی ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ اس لیے بد عقیدہ اور بدعتی شخص سے جب تک وہ توبہ نہ کرے دوستی اور محبت کا کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔

(امام السنن ج ۷، ص ۵۵، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحنفی الحنفی المتوفی ۸۸۸ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کو گھر میں بلایا گیا اور اس گھر میں لودو لوب اور گناہاں تھا تو وہی بیٹھ کر کھانا کھائے اور اگر جس جگہ دسترخوان بچھا تھا وہی پرے سے لائے تھے تو اس کو وہی نہیں بیٹھنا چاہیے۔ بلکہ اللہ کر پلے بیٹھا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے 'پس یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والے لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔' (الانعام ۷۸) اگر وہ ان لوگوں کو منع کرنے پر تیار ہو تو منع کرے ورنہ صبر کرے۔ اگر وہ لوگوں کا پیشوا ہے اور منع کرنے پر تیار نہیں ہے تو اللہ کر چلا جائے کیونکہ اس کے پیچھے رہنے سے دین کی بدنامی ہوگی۔ (اللہ اللہ ج ۵، ص ۲۲۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر دسترخوان پر لوگ ایک دوسرے کی محبتیں کر رہے ہوں تب بھی اللہ کر چلا جائے کیونکہ محبت لودو لوب سے بڑا گناہ ہے۔

نیز علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی ۱۲۵۴ھ لکھتے ہیں:

جو بوزعہ شخص مذاق کرتا ہو، محبت بولتا ہو، اور بے ہودہ باتیں کرتا ہو اس کو سلام نہ کرے، اور جو شخص لوگوں کو گالیاں دیتا ہو اور اجنبی خواتین کے چہروں کو دکھاتا ہو اس کو بھی سلام نہ کرے اور نہ فاسق ملعون کو سلام کرے اور نہ گانے بجانے والے کو سلام کرے اور جو لوگ کسی گناہ میں مشغول ہوں لیکن کو بھی سلام نہ کرے۔ (رد المحتار ج ۷، ص ۲۷، مطبوعہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو چیز گناہوں سے ان (غافلوں) کے احوال پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی، اہل بیت ان کو نصیحت کرنی

چاہیے تاکہ وہ ظالم اللہ سے ڈریں۔ (الانعام ۶: ۱۱۱)  
احتجاجاً واک آؤٹ کرنے کی اصل

علامہ ابو القاسم عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

اس آیت کے شان نزول کے حقیقی تین اقوال ہیں:

۱۔ مسلمانوں نے کہا اگر ہمیں ہو کہ جب بھی مشرکین قرآن مجید کا مذاق اڑائیں اور اس پر اعتراضات کریں تو ہم ان کو منع کریں، پھر ہمارے لیے مسجد حرام میں بیٹھنا اور کعبہ کا طواف کرنا ممکن نہیں ہو گا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی اور پرہیزگاروں سے ان کے اہل پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔

۲۔ مسلمانوں نے کہا اگر ہم ان کو قرآن مجید پر اعتراض کرنے سے منع نہ کریں تو ہم کہ یہ خوف ہے کہ ہم گنہگار ہوں گے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ دونوں روایتیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں اور مذکور ذیل تیسری روایت مقاتل سے مروی ہے:

۳۔ اگر ان کے اعتراضات کے وقت ہم ان کے پاس سے اٹھ جائیں تو ہمیں یہ خوف ہے کہ جب ہم ان کے اعتراضات کے وقت ان کے پاس نہیں گئے تو گنہگار ہوں گے۔ (ذوالنہد، ج ۳، ص ۳۷) مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت ۱۴۰۰ھ

خلاصہ یہ ہے کہ اگر مسلمانوں نے قرآن مجید، نبی پیغمبر اور دین اسلام پر اعتراض کرنے والوں کے پاس بیٹھنے سے احتراز کیا تو ان کے اعتراضات اور کتہ چینیوں پر مسلمانوں سے باز پرس نہیں ہوگی اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں کو نصیحت کرتے رہیں، ہو سکتا ہے یہ لوگ اپنی اسلام دشمنی سے باز آجائیں۔

بعض مفسرین نے کہا جب یہ لوگ اسلام اور نبی پیغمبر کے خلاف طعن و تشنیع کی باتیں کریں اور اس وقت مسلمان ان کی مجلس سے اٹھ جائیں تو ان کا مجلس سے الگنا اس پر زناوت کرے گا کہ مسلمانوں کو مشرکین کی باتیں ناگوار گزری ہیں۔ ہو سکتا ہے مسلمانوں کے اس واک آؤٹ سے ان مشرکوں کو حیا آئے اور ان کا خمیر انہیں ان باتوں پر طامت کرے اور آنکھ کے لیے وہ مسلمانوں کے سامنے ان دل آزار باتوں سے احتراز کریں۔

ثانی الذکر تفسیر واک آؤٹ کی اصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشیا لیا ہے، اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے اور اس (قرآن) کے ساتھ نصیحت کرتے رہو کہیں یہ اپنے کڑوتوں کی وجہ سے ہلاکت میں نہ مبتلا ہو جائیں، اللہ کے سوا نہ کوئی ان کا مددگار ہو گا نہ شفاعت کرنے والا، اور اگر وہ ہر قسم کا نہ یہ دیں تو ان سے نہیں لیا جائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کڑوتوں کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا کیے گئے، ان کے لیے کھوکھلا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہے، کیونکہ وہ نکر کرتے تھے۔ (الانعام ۶: ۷۰)

بسل کا معنی

اس آیت میں بسل کا لفظ ہے، بسل کا معنی ہے بھلور ہو جائیسی کو اس کی حاجت سے روکنا، منع کرنا۔ ابسلہ کا معنی ہے کسی کو ہلاکت کے چرہ درویش رہن رکھنا۔

علامہ حسین بن محمد رافع ابن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

بسل کا معنی ہے کسی شے کا ضم ہونا اور روکنا جس شخص کے چہرے پر ناگواری ہو اس کو بسل کہتے ہیں اور کیونکہ اس

میں منع کا معنی ہے 'اس لیے حرام چیز اور دین و مکی چیز کو بھی ہسل کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَذَكِّرْ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ

(الانعام: ۷۰) یہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا ہو جائیں۔

اس آیت میں ہسل منع اور محروم کے معنی میں ہے۔

ہسل کا معنی ہلاک ہونا بھی ہے اور ثواب سے محروم ہونا بھی ہلاک کو متضمن ہے۔ اس لیے ہم نے اس کا معنی ہلاکت کیا ہے۔

بہت پرستی کا لودھب ہونا

ظاہر یہ ہے کہ اے رسول! آپ اور مسلمانوں میں سے جو آپ کے پیروکار ہیں وہ ان مشرکین سے اعراض کریں جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے بہت بنا کر پھر ان کی عہدت کر کے اپنے دین کو لودھب بنایا ہے 'انہوں نے اپنی عمر اس غیر مفید عہدت میں ضائع کر کے اس کو لودھب بنایا ہے۔ انہوں نے اپنے آباء و اجداد کی عقیدہ میں بغیر کسی شرعی دلیل کے کچھ جانوروں سے نفع اندوزی اور ان کے کھانے کو حرام قرار دے لیا اور یہ بھی لودھب ہے اور انہوں نے اس بے کار اور بے مقصد عہدت میں اشتغال کی وجہ سے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت اور آپ کی دعوت سے بلکہ دلائل اور معجزات دیکھنے کے اعراض کیا اور ان کا یہ عمل بھی لودھب ہے کہ وہ اس حقیر دنیا کی لذتوں میں منہمک ہو گئے اور انہوں نے ظنی دنیا کی لذتوں کو آخرت کی دائمی اور سرمدی لذتوں پر ترجیح دی اور وہ اللہ کی آیات میں غور و فکر کرنے کی بجائے ان کا مذاق اڑاتے اور ان پر طعن و قطع کرنے میں منہمک ہو گئے۔ سو آپ ان لوگوں سے اعراض کیجئے 'یعنی ان لوگوں سے حسن معاشرت اور ملنا جلتا چھوڑ دیجئے 'یہ معنی نہیں ہے کہ ان کو دین کی تبلیغ کرنا چھوڑ دیجئے اور ان کو خدا باغی سے ڈرایا نہ کریں 'جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

ذَرَهُمْ مَتَا كَلَّمُوا وَابْتَغُوا الْآمَلُ  
فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (الحجر: ۳)

انہیں چھوڑ دیجئے 'وہ کھائیں اور کاندھ اٹھائیں اور ان کی جوئی امیدیں ان کو تھاق و کھنک نہیں وہ مذہب جان ہیں گئے۔

اور لوگوں کو قرآن مجید سے ہدایت دیجئے اور صیحت کیجئے 'تاکہ وہ خیر سے محروم نہ رہیں اور وہ لوگ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جہنم میں گر ہلاک نہ ہو جائیں اور ہر شخص نے اپنے آپ کو اپنے دنیاوی اہمل کے بدلہ میں دین رکھا ہو ہے

بِحَلِّ نَفْسِهِمْ بِمَا كَسَبَتْ وَرَجَعَهُ إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَعَلَّهُمْ

أَصْحَابُ الْبُؤْسِ (السجدة: ۳۸)

ہر شخص اپنے عمل کے بدلہ میں گردی ہے O سوائے دائیں طرف والوں کے۔

اس کے بعد فرمایا اللہ کے سوانہ ان کا کوئی مددگار ہو گا نہ شفاعت کرنے والا اور اگر وہ ہر قسم کا فدیہ دیں تو ان سے نہیں لیا جائے گا

اس آیت میں کافروں کے لیے شفاعت کی نفی کی گئی ہے۔ اس قسم کی قرآن مجید میں بہت آیتیں ہیں:

مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَافِظٍ وَلَا لِمَنْ يَحْمِلُ ظُهُلَهُمْ

ظالموں کا نہ کوئی دوست ہو گا نہ سفارش جس کی بات مانی (المؤمن: ۵۸) جائے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ من سے کسی قسم کا فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا 'یعنی جس طرح دنیا میں جبریلی یا ملانی دے کر قید سے آزاد ہو جاتے ہیں 'آخرت میں نجات کا اس طرح کا کوئی حیلہ کارگر نہیں ہو گا اور نہ وہی کسی کے زور یا سفارش سے کوئی قائد

پہنچے گا اور ان کو یہ سزا جو دی جائے گی یہ دنیا میں ان کے کیے ہوئے کاموں کا بدلہ جس میں ان کو کھوٹا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کے چٹانوں کو جلا ڈالے گا اور ان کی استخوانوں کو کھٹ ڈالے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ (محمد: ۵۵) ٹھوڑے ٹھوڑے کڑا لے گا۔

قُلْ أَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ

آپ کہیے کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کریں جو ہم کو فائدہ نہ دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ اور ہم اللہ

عَلَىٰ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ

کے ہدایت دینے کے بعد اسے پاؤں واپس لے جائیں اس شخص کی طرح جس کو جنات نے جہنم میں بہکے دیا ہو

فِي الْأَرْضِ حَيْرَانٌ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَىٰ امْتَثِلْ

اور وہ اس حال میں حیران و پریشان ہو رہا ہو، اس کے اصحاب اس کو پکار رہے ہوں کہ یہ سیدھا راستہ ہے ہمارے پاس

قُلْ إِنْ هُدَىٰ اللَّهُ هُوَ الْهُدَىٰ وَأَمَّا الْبُاطِلُ أَلَيْسَ الْهُدَىٰ ۚ

آؤ، آپ کہیے کہ اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے اور میں علم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے رجب کے یہ سرائعات ہم کو لیں

وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۵۷﴾

اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اسی سے ڈرتے رہو، اور وہی ہے جس کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے ۵

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَيَوْمَ يَقُولُ

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو بحق پیدا کیا، اور جس دن وہ (ہر فاسدہ چیز سے) فرمائے گا،

كُنْ فَيَكُونُ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ

ہر بات وہ کہہ جائے گی اس کا فرمانا حق ہے اور اسی کی حکومت ہوگی جس دن صور میں پھونکا جائے گا،

عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۵۸﴾

وہ برحق اور ہر ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہی بنائیت تحت الالباب خبر رکھنے والا ہے ۵

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کی پرستش کریں جو ہم کو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا

کئے ہیں اور ہم اللہ کے دہانت دینے کے بعد اگلے پاؤں لوٹا دیئے جائیں اس شخص کی طرح جس کو جنت نے جنگل میں بھٹکا دیا ہو اور وہ اس حال میں حیران و پریشان پھر رہا ہو اس کے اسباب اس کو پکار رہے ہوں کہ یہ سیدھا راستہ ہے ہمارے پاس آؤ آپ کئے کہ اللہ کا تپا ہوا راستہ یہ سیدھا راستہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جانوں کے رب کے لیے سزا طاعت فرم کر رہیں اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اسی سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جس کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے (الانعام: ۵۵-۵۷)

گمراہی میں بھٹکنے والے شخص کی مثال

خلاصہ یہ ہے کہ اسے رسول کریمؐ آپ ان مشرکوں سے کہنے کہ اللہ بزرگ و برتر جو نفع اور نقصان کا مالک ہے کیا اس کو چھوڑ کر ہم ان جنوں کی پرستش کریں جو ہمیں نفع دینے یا نقصان پہنچانے پر قدرت نہیں رکھتے اور ہم اگلے ہی شرک اور کفر کی طرف لوٹا دیئے جائیں جب کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات دے کر اسلام کی طرف ہماری رہنمائی کر چکا ہے۔ پھر ہماری مثال اس شخص کی طرح ہوگی جس کو کسی جنگل یا صحرا میں جنت نے راستہ سے بھٹکا دیا ہو اور اس کی عقل نام نہ نہ کر رہی ہو کہ وہ کہہ کر جائے وہ حیران اور پریشان پھر رہا ہو اور اس کے دوست اور ساتھی اس کو بلا رہے ہوں کہ ہماری طرف آؤ اور سیدھا راستہ ہے۔

امام عبدالرحمن بن محمد بن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کی اور اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی یہ مثال بیان فرمائی ہے جیسے ایک شخص راستہ سے بھٹک گیا ہو اور اسے کوئی شخص پکارے کہ اس طرف آؤ اور اس کے خیر خواہ بھی ہوں جو اس کو بلائیں کہ اس راستہ پر آؤ تو اگر وہ پہلے بلائے والے کی پکار پر چلا جائے تو وہ اس کو چپٹی کے گڑھے میں گرادے گا اور اگر وہ دہانت کی دعوت دینے والے کے پاس چلا جائے تو راستہ کی دہانت پا جائے گا اور یہ صحرا یا جنگل میں بلائے والے جنت ہیں۔ (تفسیر امام ابی حاتم ج ۳ ص ۳۲۳ تفسیر زوار مصنفین کہ کر رہے ہیں)

امام ابن جریر متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ جنت ہیں جو جنگل میں بھٹکے ہوئے انسان کو اس کا نام اور اس کے ہپ دلو کا نام لے کر بلائے ہیں۔ اسے قتال بن قتال بن قتال ناواہر آؤ۔ (جامع البیان ج ۷ ص ۳۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

جو انسان حق سے باطل کی طرف لوٹ آئے یا حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف آئے اس کے حقیق کا ما جانے کہ یہ اپنے پیوں پر لوٹ گیا اس کا سبب یہ ہے کہ انسان ابتداء میں جمل قلم پھر وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں سے علم اور دہانت کو حاصل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاللَّهُ آمَرَ مَحَكُّكُمْ يَنْزِلُ عَلَيْكُمْ لَقِينٌ وَمِنْكُمْ لَقِينٌ  
تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ  
وَالْأَفْئِدَةَ تَعْلَمُونَ لَكُمْ شُكْرُونَ (الاعراف: ۱۷)

سو جو شخص علم سے باطل کی طرف لوٹ جائے اس کے حقیق کا ما جانے کہ وہ اپنے پیوں پر لوٹ گیا۔

آپ ان سے کہنے کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ رب العالمین کی اطاعت کے لیے سر تسلیم فرم کر دیں یعنی صرف اسی کی اطاعت سے مہلوت کریں اور ہم کو نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز قائم کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ سے اس طرح مناجات کی جائے گویا کہ بندہ اللہ کے سامنے کھڑا ہو اس کو دیکھ رہا ہے جس کے آثار سے ایک اثر یہ ہے کہ وہ بے حیائی اور برائی کے



کاموں سے رک جائے اور اس کا نفس پاکیزہ ہو جائے تو نیز ہمیں اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دیا ہے، یعنی خوفِ خدا سے ہر قسم کے برے کاموں اور گناہوں کو چھوڑ دیا جائے اور فرائض و واجبات پر پابندی سے عمل کیا جائے تو رستہ سن اور مسرت کا نفس کو علوی بنایا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ اظہار کے ساتھ صرف اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی جائے، دوام کے ساتھ کمال طریقہ سے نماز پڑھی جائے اور ظاہر و باطن ہر حال میں تقویٰ کے تقاضوں پر عمل کیا جائے۔ پھر فرمایا قیامت کے دن تم سب اللہ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے، وہ تمہارے اعمال کا سلب لے گا اور تمہو کو تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ پس عمل اور حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق پیدا کیا اور جس دن وہ ہر (نفاشدہ چیز سے) فرمائے گا "ہو جا" تو وہ ہو جائے گی۔ اس کا فرمایا حق ہے اور وہی کی حکومت ہوگی جس دن صور میں پھونکا جائے گا وہ ہر فیہ اور ہر ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہی نہایت حکمت والا بہت خبر رکھنے والا ہے (۱۵۳) (۱۵۴)

آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کر کے کامیابی  
اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش برحق اور صحیح ہے، یعنی باطل اور خطائیں ہے، جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہو گا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا  
ہے، تاکہ میں بنایا۔

آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، ان کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، وہ عظیم اور حکیم ہے، اس کا کوئی کام حکمت سے غلط نہیں ہے۔

اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اپنے برحق کام کے ساتھ پیدا کیا، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَقَالَتْ أَتَايَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا  
تاکہ خوشی سے حاضر ہو جاؤ، انہوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہو گئے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو اپنے کام سے پیدا فرمایا ہے اور جب یہ تمام چیزیں قائم ہو جائیں گی تو پھر ان کو دوبارہ اپنے کام سے پیدا فرمائے گا، وہ ان سے فرمائے گا "ہو جاؤ" پس وہ ہو جائیں گی۔

قرآن اور احادیث کی روشنی میں صور پھونکنے کا بیان  
اس کے بعد فرمایا اور اس کی حکومت ہوگی جس دن صور میں پھونکا جائے گا، گوہر ذیلی آیت میں بھی صور پھونکنے کا ذکر ہے:

وَنُفِخُ فِي الصُّورِ فَتَصِيقُ مَنِ فِي السَّمَوَاتِ  
اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہے، وہ سب ہو جائیں گے، مگر جن کو اللہ چاہے،  
پھر دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو وہ اچانک دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔

امام ابو یحییٰ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۳۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی پیچھے کے پاس آیا اور اس نے کہا: صور کیا بچے ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔

(سنن ترمذی 'ج' ۲، رقم الحدیث ۲۳۳۸، سنن ابوداؤد 'ج' ۲، رقم الحدیث ۴۷۳۲، مجمع ابی حنبلہ 'ج' ۲، رقم الحدیث ۷۳۴، مسند احمد 'ج' ۲، رقم الحدیث ۷۸۵، سنن الدارمی 'ج' ۲، رقم الحدیث ۴۷۸۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ پیچھے نے فرمایا میں کس طرح نصوتوں سے قائم ہوں؟ ملائکہ سینگ والے نے اپنے من میں سینگ ڈال رکھا ہے اور وہ غور سے سن رہا ہے کہ کب اسے اس میں پھونک مارنے کا حکم دیا جائے تو وہ اس میں پھونک مارے۔ یہ حدیث نبی پیچھے کے اصحاب پر دشوار گزری، آپ نے ان سے فرمایا یوں کہو: میں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے اور ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا ہے۔

(سنن الترمذی 'ج' ۲، رقم الحدیث ۲۳۳۹، مسند احمد 'ج' ۲، رقم الحدیث ۱۱۶۶۶)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے قیامت کے قتلوں کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ پیچھے نے فرمایا پھر صور پھونکا دیا جائے گا، جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ ایک طرف گردن جھکا کر گاؤں دوسری طرف سے اٹھائے گا۔ جو شخص سب سے پہلے اس کی آواز سنے گا وہ اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہو گا وہ بے ہوش ہو جائے گا اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ جشم کی طرح ایک بارش نازل فرمائے گا جس سے لوگوں کے جسم اگ پڑیں گے۔ پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا پھر لوگ کھڑے ہو کر کھینے لگیں گے۔ پھر کہا جائے گا: لوگو! اپنے رب کے پاس آؤ اور (فرشتوں سے کہا جائے گا) ان کو کھڑا کر دو۔ ان سے سوال کیا جائے گا پھر کہا جائے گا: دوڑو، گے لیے ایک کروہ نکلو، کہا جائے گا: کتنے لوگوں کا کہا جائے گا ہر ہزار میں سے نو سو نیاں۔ آپ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور اس دن سقی (پنڈی) کھولی جائے گی۔

(مجمع مسلم، مفسر ۱۱۶، ۲۹۳۰، ۷۳۷، سنن کبریٰ للبخاری 'ج' ۶، رقم الحدیث ۱۱۶۳۹)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ پیچھے نے فرمایا دو بار صور پھونکے کے درمیان چالیس کا وقت ہو گا۔ لوگوں نے کہا اے ابو ہریرہ! چالیس دن؟ انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا لوگوں نے کہا چالیس سال؟ انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح آئیں گے جس طرح سبزہ آتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا ایک بڑی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی اور وہ دم کی بڑی کا سراپہ ہو کر قیامت کے دن اسی سے انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا۔

(مجمع البخاری 'ج' ۶، رقم الحدیث ۳۹۵۵، مجمع مسلم، مفسر ۱۳۱، ۲۹۵۵، ۷۳۸، سنن الکبریٰ للبخاری 'ج' ۶، رقم الحدیث ۱۱۳۵۹)

صحیحین کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہے کہ یہ مدت چالیس سال ہے۔ امام ابن مردودہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ دو مرتبہ صور پھونکنے کی مدت چالیس سال ہے، اور ایک سند ضعیف سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے کہ دو بار صور پھونکنے کی مدت چالیس سال ہے۔ امام حاکم اور امام ابویعلیٰ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! دم کی بڑی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ رات کے دانے کی طرح ہے۔ وہ پشت کی جڑ میں



نہیں ہر طرف سے پھنے گئے گی اور ایسا عظیم واقعہ ظاہر ہو گا جو اس سے پہلے دیکھنا نہ کیا تھا اور ایسی گھبراہٹ اور وحشت طاری ہو گی جس کو اللہ ہی جانتا ہے۔ پھر لوگ آسمان کی طرف دیکھیں گے تو وہ پرہیز پرہیز ہو کر اڑ رہا ہو گا سورج اور چاند وحشت لائیں گے اور ستارے بکھر جائیں گے۔ آسمان بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں مومنوں کو اس کی بالکل خبر نہیں ہو گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کس کا استفادہ فرمایا ہے؟

يَوْمَ يُنْفَخُ فِيهِ السُّورُ فَتَكُونُ مِنِّي  
الْمُسْمُوتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ لَأَنَسَ نَسَاءَ اللَّهِ  
اور جس دن صور میں پھوٹ جائے گا تو جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں وہ سب گھبرا جائیں گے مگر جنہیں اللہ چاہے  
(النمل: ۸۷) گ۔

آپ نے فرمایا وہ مردہ ہیں وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے، اور گھبراہٹ کا اثر (ظاہر) زندہ لوگوں پر ہو گا۔ سو اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ اور مومن رکھے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے برے لوگوں پر بھیجے گا اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ  
يَوْمَ تَكُونُ السَّاعَةُ تَكُونُ تَرَاوِيحًا تَدْمَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَلًا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَكُونُ النَّاسُ سُكَّارًا وَنَسَاهُمْ يَسْكَارًا  
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَىٰ سَائِرِ الْمُرْسَلِينَ (الحج: ۵۲)  
اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی (بھاری) چیز ہے، جس دن تم اسے دیکھو گے تو ہر دودھ پلانے والی اس (بچے) سے غافل ہو جائے گی جس کو اس نے دودھ پلایا تھا اور ہر حاملہ اپنا حمل گرادے گی اور (اے طالب) تو لوگوں کو بخیر دیکھو گا حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

پھر جب تک اللہ چاہے گا تو اس عذاب میں جلا رہیں گے اور ایک طویل عرصہ تک یہ حالت رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ اسرائیل کو حکم دے گا کہ وہ موت کا صوبہ چھوٹیں، سو وہ موت کا صوبہ چھوٹیں گے۔ جس سے تمام آسمانوں اور زمینوں کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے، مومنوں کے جنہیں اللہ چاہے گا اور جب وہ سب ہلاک ہو جائیں گے تو ملک الموت علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے میرے رب! تمام آسمانوں اور زمینوں کے لوگ ہلاک ہو گئے، مومنوں کے جنہیں تو نے چاہا، اللہ عز و جل پوچھے گا حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے، تو کون کون باقی رہ گیا؟ وہ کہیں گے، اے میرے رب! تو باقی ہے جو زندہ ہے اور تو نہیں مرے گا، اور میرے عرش کو اٹھانے والے باقی ہیں اور جبرائیل اور میکائیل باقی ہیں اور میں باقی ہوں۔

اللہ عز و جل فرمائے گا جبرائیل اور میکائیل کو بھی فوت ہونا چاہیے، میں عرش کے گا، اے میرے رب! تو جبرائیل اور میکائیل کو بھی مار ڈالے گا، اللہ عز و جل فرمائے گا خاموش رہو! میں نے اپنے عرش کے نیچے ہر ایک کے لیے موت مقرر کر دی ہے، وہ دونوں مر جائیں گے۔ پھر ملک الموت علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، جبرائیل اور میکائیل فوت ہو گئے، اللہ عز و جل پوچھے گا حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے، تو اب کون باقی ہے؟ وہ عرض کریں گے، اے میرے رب! تو باقی ہے جو زندہ ہے اور جس کو موت نہیں آئے گی اور میرے عرش کے حاملین باقی ہیں اور میں باقی ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میرے عرش کے حاملین کو بھی موت آجائے، میں وہ مر جائیں گے۔ پھر ملک الموت اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے، عرض کریں گے، اے میرے رب! میرے عرش کے حاملین بھی فوت ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے

تو آپ کون بقی ہے؟ وہ کہیں گے 'اے میرے رب! تو بقی ہے جو زندہ ہے اور جس کو موت نہیں آئے گی اور میں بقی ہوں۔ اللہ عز و جل فرمائے گا تو بھی میری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے' میں نے تجھے اسی کام کے لیے پیدا کیا تھا' آپ تو بھی مر جا سودہ مر جائے گا' اور اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی بقی نہیں رہے گا۔ الواحد الاحد الصمد جو نہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا' وہی آخر ہو گا جیسا کہ وہ اول تھا۔ آپ نے تو بالکل جنت پر موت ہو گئی نہ لیل ناز پر موت ہو گئی۔ پھر آسمان اور زمین کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح اور اہل کو لپیٹ دیا جاتا ہے' ان کو پھر کھولا جائے گا اور پھر لپیٹا جائے گا۔ پھر فرمائے گا میں جبار ہوں' پھر اللہ تبارک و تعالیٰ بلند آواز سے فرمائے گا 'لَمَنْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ؟' آج کس کی بادشاہی ہے؟ پھر فرمائے گا 'لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ' (فاتحہ: ۲) اللہ واحد تبارک کی بادشاہی ہے۔ پھر فرمائے گا 'سُبْحَانَ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لَكُمْ دِينٌ قَبْلَ الْيَوْمِ' آج سے پہلے شریک بتایا ہو' وہ لے آئے سب جو جس نے میرے لیے شریک بتایا ہو' وہ لے آئے۔ پھر اس آسمان اور زمین کے علاوہ دوسرے آسمان اور زمین پیدا کرے گا اور ان کو پھیلا کر دراز کر دے گا' جس میں تم کو کوئی کچھ اور نقص نہیں دکھائی دے گا' پھر اللہ تعالیٰ مخلوق کو زندگی و موت آواز کے ساتھ جھڑکے گا' پھر لوگ اس نوید اشدہ زمین میں پہلے کی طرح ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر عرش کے نیچے سے پانی نازل فرمائے گا' پھر تم پر چالیس دن تک آسمان سے بارش ہوتی رہے گی' حتیٰ کہ تم پر بارہ ہاتھ پانی بلند ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ جسموں کو اگلے کاظم دے گا تو وہ سبزیوں کی طرح اگلے لگیں گے' جب اجسام پہلے کی طرح کھل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا 'ما ملین عرش زندہ ہو جائیں' پھر اللہ عز و جل حضرت اسرائیل کو صور پکڑنے کا حکم دے گا' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا 'جبرائیل اور میکائیل زندہ ہوں' سو وہ زندہ ہو جائیں گے۔ پھر اللہ عز و جل ارواح کو بلائے گا وہ لائی جائیں گی۔ مسلمانوں کی رو میں زور کی طرح چمک رہی ہوں گی اور دوسری رو میں تاریک ہوں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو صور میں ذل دے گا' پھر اللہ تعالیٰ اسرائیل سے فرمائے گا ان کو زندہ کرنے کے لیے صور میں پھونکو' تو وہ زندہ کرنے کے لیے صور پھونکے گا' پھر تمام رو میں شد کی تخیروں کی طرح نفس کی جن سے زمین اور آسمان بھر جائیں گے' اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا تمام رو میں اپنے اجسام میں داخل ہو جائیں' تو سب رو میں جسوں میں داخل ہونے لگیں گی اور جنھوں کے راست داخل ہوں گی۔ جس طرح زہر کسی مادہ گزیدہ میں سرایت کر جاتا ہے۔ پھر زمین پھٹنے لگی اور میں سب سے پہلے زمین سے نکلوں گا' لوگ سرعت کے ساتھ اپنے رب کی طرف لگیں گے' تم سب میں مل کی عمر میں انھو کے نور اس دن سب کی زبان سرانی ہو گی

يُخْسِتُونَ اَبْصَارَهُمْ مِّنْ مَّخْرُجٍ مِّنَ الْاَحْدَاثِ  
تَكَادُ تَمَيَّزُ عَنْ اَحْسَانِ خَيْرٍ مِّنْ مَّهْلِكَيْنِ اِلَى الْاَبَاقِ  
يَسْتَقْبِلُ السُّجُودَ هَذَا يَوْمٌ يَّسْجُرُ الْقَسَمَةَ (۷۴)

وہ چھپی آنکھیں کیے ہوئے قبروں سے نکلیں گے' گواہ وہ زمین پر پھیلے ہوئے مٹی کی دیں' بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے کافر کسی کے لیے براخت دن ہے۔

یہ قبروں سے نکلنے کا دن ہے' اس دن ہم تم کو جمع کریں گے اور تم میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے' پھر وہ ایک جگہ میں ستر میل تک کھڑے رہیں گے۔ اللہ تمہاری طرف نہ دیکھے گا اور نہ کسی کا کوئی فیصلہ کرے گا' خلعت روئے گی اور جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو آنکھوں سے خون بہنے لگے گا' لوگ اپنے جہنم میں شراور ہو جائیں گے' ان کی ٹھوڑیوں اور منہ تک پسینہ پینچا ہوا ہو گا' لوگ کہیں گے کہ ہمارے رب کے پاس کون ہماری شناخت کرے گا' تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ لوگ کہیں گے کہ تمہارے باپ حضرت آدم سے زیادہ اس کا کون خدا ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور ان سے بالمشافہ کام کیا ہے۔ پھر لوگ حضرت آدم کے پاس جا کر اپنا مقصد بیان کریں گے' حضرت آدم

اس سے انکار کر دیں گے۔ پھر وہ جہنمی کے پاس پادری پادری جائیں گے اور وہ اس کام سے انکار کریں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر وہ میرے پاس آئیں گے 'حتیٰ کہ جب وہ میرے پاس آئیں گے تو میں عرش کے نیچے سجدہ میں گر پڑوں گا حتیٰ کہ اللہ عزوجل میرے پاس ایک فرشتہ بھیجے گا جو مجھے ہاتھ پکڑ کر اٹھائے گا پھر اللہ عزوجل پر مجھے گا ملا کہ وہ خوب جلنے والا ہے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا بات ہے؟ میں کہوں گا کہ میرے رہا تو نے مجھ سے شفاعت کا وعدہ فرمایا تھا 'اپنی مخلوق کے حلقہ میں میری شفاعت قبول فرما اور ان کا فیصلہ فرما اللہ عزوجل فرمائے گا میں نے تمہاری شفاعت قبول کی 'میں تمہارے پاس آکر تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں واپس آکر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا سو جس وقت ہم کھڑے ہوئے ہوں گے تو آسمان سے ایک زبردست آواز آئے گی جس سے ہم گھبرا جائیں گے اور زمین کے جن و انس سے دینی قہر لوہیں آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے 'حتیٰ کہ وہ زمین کے قریب آجائیں گے اور زمین ان کے نور سے روشن ہو جائے گی 'وہ اپنی مٹیلیں بنائیں گے۔ ہم ان سے پوچھیں گے کیا تم میں ہمارا رب ہے؟ وہ کہیں گے 'نہیں وہ آئے والا ہے۔

پھر تیسرے آسمان سے اس سے دگنے فرشتے نازل ہوں گے اور وہ زمین کے جن و انس سے بھی دگنے ہوں گے 'حتیٰ کہ جب وہ زمین کے قریب ہوں گے تو زمین ان کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ اور وہ اپنی مٹیلیں بنائیں گے۔ ہم ان سے کہیں گے کیا تم میں ہمارا رب ہے؟ وہ کہیں گے 'نہیں وہ آئے والا ہے۔ پھر اس سے دگنے فرشتے نازل ہوں گے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ہاتھوں اور فرشتوں کے بھرمت میں نازل ہو گا۔ آخر فرشتے اس کا عرش اٹھائے ہوئے ہوں گے 'ملا کہ اس وقت تو اس کا عرش چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں 'ان کے تعداد سب سے پہلی زمین کی تہ میں ہیں۔ تمام زمینیں اور آسمان ان کی آگے دھڑنک کھینچے ہیں 'عرش ان کے کندھوں پر ہے اور وہ بلند آواز سے تسبیح پڑھ رہے ہیں

سبحان ذی الملك و الملكوت سبحان ذی العزة و الجبروت سبحان الحی الذی لا یموت سبحان الذی یمیت الخلائق و لا یموت 'سبح قدوس رب الملائکة و الروح قدوسا قدوسا' سبحان ربنا الاعلیٰ سبحان ذی الملكوت و الجبروت و الکبریا و السلطان و العظمت سبحانہ ابد الاباد۔

پھر اللہ تعالیٰ زمین پر جہنم چاہے گا 'پھر عرش رکھے گا پھر فرمائے گا مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم کوئی شخص بھی ظلم کر کے میرے قریب نہیں ہو گا پھر ایک منادی ندا کرے گا جس کو تمام مخلوق سنے گی۔ اے جن اور انس کی جماعت میں نے جب سے تمہیں پیدا کیا ہے 'آج تک خاموش تھا تمہاری باتیں سننا رہا تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں تم خاموش رہو تمہارے اعمال کے سمجھنے تم کو پڑھ کر ملنے جائیں گے 'جو شخص نیکیاں پائے 'وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کے سمجھنے اس کے خلاف ہوں 'وہ صرف اپنے نفس کو طاعت کرے 'پھر اللہ تعالیٰ دو حق کو حکم دے گا تو اس میں سے ایک سیاہ چمکتی ہوئی گردن نمودار ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا

وَاِنتَادُوا لِيَوْمَ تَأْتِي السَّحَابُ مَوْنًا ۝ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ بَيْنِي اَدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ (یس: ۵۹-۶۰)

اے عمر سو! آج (نیکوں سے) الگ ہو جاؤ 'اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا 'بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ جن و انس کے سوا تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا 'بعض کا بعض سے قصاص لیا جائے گا 'حتیٰ کہ بغیر سنگ و دال بکری کا سنگ و دال بکری سے قصاص لیا جائے گا 'حتیٰ کہ جب کسی کا کسی پر حق نہیں رہے گا تو فرمائے گا 'تم سب مٹی ہو

جائے اس وقت کافر کے گھر

بَلِّغْهُمْ رِسَالَاتِنا (الانبیاء: ۳۰)

اے کاش! میں سنی ہو جاتا۔

پھر اللہ عزوجل جن اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ میں سب سے پہلے خون کے حلقہ فیصلہ فرمائے گا اس شخص کو لایا جائے گا جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا اور اس کے قاتل کو لایا جائے گا۔ مقتول کی رگوں سے خون بہ رہا ہو گا وہ کہیں گے 'اے ہمارے رب! ہم کو اس شخص سے قتل کیا ہے۔' اللہ عزوجل پہنچے گا ملائکہ وہ خوب جاننے والا ہے۔ تم نے ان سے قتل کیوں کیا تھا؟ وہ کہے گا 'اے میرے رب! ہم نے تیری عزت کی خاطر ان سے قتل کیا تھا' اللہ عزوجل فرمائے گا تم نے سچ کہا پھر اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ سورج کی طرح منور کر دے گا پھر فرشتے اس کو جنت کی طرف لے جائیں گے۔ پھر اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اطاعت کے، محض دنیاوی غلبہ کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا اور اس کا قاتل بھی آئے گا۔ مقتول اپنے خون میں تھکے ہوئے سر اٹھائے ہوئے ہوں گے اور ان کی آنتیں خون میں تھکزی ہوئی ہوں گی وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم کو اس شخص سے قتل کیا ہے۔' اللہ عزوجل پہنچے گا ملائکہ وہ ان سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ تم نے ان کو کیوں قتل کیا؟ وہ کہے گا 'اے میرے رب! ہم نے غلبہ حاصل کرنے کے لیے ان کو قتل کیا تھا' اللہ عزوجل فرمائے گا تم ہلاک ہو گئے۔ پھر اس کا چہرہ سیاہ اور اس کی آنکھیں نیلی کر دی جائیں گی۔ پھر ہر قاتل کو مقتول کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر حقوق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ پھر وہ وہ میں پانی ملانے والے کو اس ہات کا ٹکٹ کرے گا کہ وہ اس دودھ سے پانی کو الگ کر کے فروخت کرے 'حتیٰ کہ جب کسی شخص کا کسی شخص پر کوئی حق باقی نہیں رہے گا تو ایک منڈی نہ اکر کے تمام حقوق کو سنائے گا اور کہے گا' سنو! سب لوگ اپنے اپنے خداؤں کے ساتھ لاحق ہو جائیں اور ان کے ساتھ جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے تھے۔ اور جس شخص نے بھی اللہ کو چھوڑ کر کسی معبود کی پرستش کی 'حتیٰ' اس کے سامنے وہ معبود متشکک کر دیا جائے گا اور اس دن ایک فرشتہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قتل میں بتا دیا جائے گا۔ نصاریٰ اس کے پیچھے چلے جائیں گے اور ایک فرشتہ حضرت عیسیٰ کی قتل میں بتا دیا جائے گا۔ یہودی اس کے پیچھے چلے جائیں گے۔ پھر ان کے معبود ان کو جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

كُلٌّ مِّنْهُمْ لَكَ ذَلِيلٌ ۚ وَلِلّٰهِ يَوْمَئِذٍ سَعْدٌ ۚ اِذْ يَرْفَعُ سَاطِرًا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِ (الانبیاء: ۹۷)

اس میں بچش رہیں گے۔

حتیٰ کہ جب صرف مومن رہ جائیں گے اور ان میں منافق بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے پاس جس طرح چاہے گا اپنی ہیبت میں آئے گا۔ میں فرمائے گا 'اے لوگو! اپنے خداؤں کے ساتھ لاحق ہو جاؤ اور ان کے ساتھ جن کی تم مہلت کرتے تھے وہ کہیں گے یہ خدا اللہ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں ہے اور ہم اس کے سوا اور کسی کی مہلت نہیں کرتے۔ پھر اللہ ان کے پاس سے ہٹ جائے گا۔ پھر اللہ ان کو برقرار رکھے گا اور جتنی دیر اللہ ٹھہرنا چاہے گا ٹھہرے گا۔ پھر جس طرح چاہے گا ان کے پاس اپنی ہیبت میں آئے گا اور فرمائے گا 'اے لوگو! سب لوگ اپنے اپنے خداؤں کے ساتھ جاٹے ہیں۔ تم بھی اپنے معبودوں سے جا ملو۔ وہ کہیں گے یہ خدا اللہ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں ہے اور ہم اس کے سوا کسی کی مہلت نہیں کرتے۔ پھر اللہ عزوجل فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں' وہ کہیں گے ہم تجھ سے اللہ کی پہلے میں آتے ہیں۔ پھر اللہ فرمائے گا کیا تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اس کو پہچان لو؟ وہ کہیں گے ہاں پھر اللہ ان کے لیے اپنی پڑی کھولے گا اور ان کے لیے اللہ کی عظمت سے تجلی فرمائے گا جس سے وہ اس کو پہچان لیں گے۔ پھر وہ صحابہ میں گر جائیں گے۔ پھر جب تک اللہ چاہے گا وہ

اس کو سجدہ کریں گے اور اللہ عزوجل منافقوں کی پشتوں کو کاٹنے کی پشتوں کی طرح سیدھا (یعنی لپک کے) کر دے گا وہ اپنی پشتوں کے بل کر چڑیں گے۔

پھر اللہ عزوجل ان کو اٹھنے کا حکم دے گا پھر ان کے لیے جہنم کی پشت کے لوہے حرا (بل) بٹا دیا جائے گا۔ جو بل سے باریک اور نکوار سے تیز ہو گا اس میں جگہ جگہ اٹکڑے اور کٹنے ہوں گے اور اس میں پکٹنے کی جگہیں ہوں گی۔ بعض مسلمان اس پر سے لپک جھپکنے میں گزر جائیں گے اور بعض ہوا کے جھوٹے کی طرح گزر جائیں گے، بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح اور بعض تیز چلنے والے کی طرح گزریں گے، بعض صحیح مسلم گزر جائیں گے، بعض زخمی ہو کر گزریں گے، بعض منہ کے بل جہنم میں گر جائیں گے۔ اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے ایک گروہ جہنم میں جا کرے گا جن کے افعال ان کو ہلاک کریں گے۔ بعض کے صرف پیروں تک آگ پہنچے گی، اس سے آگے تھلاؤ نہیں کرے گی، بعض کی نصف پٹلیوں تک آگ پہنچے گی، بعض کے عقد ازار تک آگ پہنچے گی، بعض کے چروں کے سوا پورے جسم تک آگ پہنچے گی، مگر ان کے چروں پر اللہ نے آگ کو حرام کر دیا ہو گا اور جب جہنمی جنت میں چلے جائیں گے تو لوگ کہیں گے کہ ہمارے رب کے پاس ہماری کون شفاعت کرے گا؟ تاکہ ہم بھی جنت میں چلے جائیں۔ پس وہ کہیں گے کہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ اس کا اور کون حقدار ہو گا۔ اللہ عزوجل نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور ان سے بلا شفعہ کلام کیا، پھر لوگ حضرت آدم کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت طلب کریں گے۔

حضرت آدم کو اپنا (صورۃ) مگنل یاد آئے گا وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں، لیکن تم حضرت نوح کے پاس جاؤ وہ اللہ کے پہلے رسول علیہ السلام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف مجاہدہ حضرت نوح کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت طلب کریں گے وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں، لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، یونہی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا ظلیل بنایا ہے۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت طلب کریں گے وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں، لیکن تم حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ، اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی میں کلام کیا ہے اور ان پر اورات نازل کی ہے۔

پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت طلب کریں گے وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں، لیکن تم روح اللہ اور کلمۃ اللہ حضرت یحییٰ ابن مریم علیہما السلام کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس جا کر ان سے شفاعت طلب کریں گے وہ کہیں گے میں اس کے لائق نہیں ہوں، لیکن عقیب میں صاحب شفاعت کی طرف تسماری رہنمائی کر دوں گا۔ تم (سیدنا) محمد ﷺ کے پاس جاؤ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور میرے رب کے پاس میری تمن شفاعتیں ہیں جن کا اس نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے، پھر میں جنت کی طرف روانہ ہوں گا اور جنت کے دروازہ کو کھلوادوں گا، پھر میرے لیے جنت کے دروازہ کو کھول دیا جائے گا اور مجھے تعظیم کے ساتھ خوش آمدید کہا جائے گا۔

میں جنت میں داخل ہو کر عرض کے لوہے رب عزوجل کو دیکھوں گا، میں اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑوں گا۔ اور جب تک اللہ چاہے گا میں سجدہ میں رہوں گا پھر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی ایسی حر اور قہید کرنے کی اجازت دے گا جو اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دی تھی۔ پھر اللہ عزوجل مجھ سے ارشاد فرمائے گا اسے تمہارا پسر اٹھائے اور شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا، پس میں اپنا سر اٹھوں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا ملائکہ وہ سب



کچھ جاننے والا ہے۔ کیا بات ہے؟ میں کون کا ہے میرے رب! تو نے مجھ سے شفاعت کا وعدہ کیا تھا۔ تو اہل جنت کے مطلق میری شفاعت قبول فرما! اللہ تعالیٰ فرماتے گا جس نے تمہاری شفاعت قبول کر لی اور میں نے ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی سو وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرماتے تھے: تم دنیا میں اپنے گھروں اور بیویوں کو اس قدر نہیں پہچانتے جس قدر تم جنت میں اپنے گھروں اور بیویوں کو پہچانو گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں شفاعت کروں گا اور یہ کون کا ہے میرے رب! میری امت میں سے جو لوگ دوزخ میں گر گئے ہیں اللہ عزوجل فرماتے گا: جو جن کی صورت تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکل لو۔ پھر ان لوگوں کو دوزخ سے نکل لیا جائے گا حتیٰ کہ دوزخ میں میرا ایک استحقاق بھی نہیں رہے گا پھر اللہ عزوجل شفاعت کی اجازت دے گا اور ہر نبیؑ ہر شہید اور نعت کرنے والے کے سوا ہر مومن شفاعت کرے گا۔ کیونکہ نعت کرنے والے کو نہ شہید لکھا جائے گا اور نہ اس کو شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ پھر اللہ عزوجل فرماتے گا جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکل لو۔ پھر فرماتے گا جس کے دل میں دو تہائی (۲/۳) دینار کے برابر بھی ایمان ہو پھر فرماتے گا جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی ایمان ہو پھر فرماتے گا جس کے دل میں ایک تہائی (۱/۳) دینار کے برابر بھی ایمان ہو پھر فرماتے گا جس کے دل میں ایک قبیرا (چھ ج) کے برابر بھی ایمان ہو پھر فرماتے گا جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکل لو اور بے شک انہیں لعن اللہ اس دن یہ امید کرے گا کہ اس کی بھی کوئی شفاعت کرے گا۔

اور جب ہر شخص شفاعت کر چکے گا اور دوزخ میں کوئی ایسا شخص نہیں باقی بچے گا جس نے اللہ کے لیے کوئی نیکی کی ہو تب اللہ تعالیٰ فرماتے گا: اب میں بتا رہا ہوں تم میں سب سے زیادہ نیکی کرنے والا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ دوزخ میں اپنا ہاتھ داخل کرے گا اور بے شمار لوگوں کو دوزخ سے نکل لے گا جن کی تعداد کو وہی جانتا ہے وہ لوگ جلی ہوئی ٹکڑیوں کی طرح ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو نہرا لیں ان میں ڈال دے گا وہ اس طرح اگنے لگیں گے جیسے دریا کے کنارے کی مٹی میں دبا ہوا دانہ اگنے لگتا ہے جو سورج کی دھوپ میں سرسبز اور مسانے میں زرد ہو جاتا ہے۔ عربوں نے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تو کہنے لگے: یا رسول اللہ! گنتا ہے کہ آپ جنگل میں رہے ہیں۔ وہ شلاب سبزوں کی طرح آئیں گے اور ذرات کی طرح پھیلے ہوئے ہوں گے۔ ان کی چیز شیون پر لکھا ہوا ہو گا رخن کے آزاد کیے ہوئے دوزخی اس تحریر سے اہل جنت ان کو پہچانیں گے جب تک اللہ چاہے گا وہ جنت میں اسی طرح رہیں گے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ اللہ ایسے تحریر ہم سے متا دے سو اللہ تعالیٰ ان سے یہ تحریر متا دے گا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ حدیث مشہور ہے اور بہت طویل اور بہت غریب ہے۔ متفق احادیث میں اس کے متفق کھلے ہیں۔ اس میں درج بعض امور لائق انکار ہیں۔ اسماعیل بن رافع کا شخصی معنی اس کی روایت میں منہور ہیں اس کی صحت میں اختلاف ہے۔ بعض نے اس کی قویٰ کی ہے بعض نے اس کو ضعیف کہا ہے بعض نے انکار کیا ہے بعض نے حوک کہا ہے۔ دراصل یہ حدیث کی احادیث کو جو ذکر بتائی گئی ہے اور اس کو ایک ہی سند سے بیان کر دیا گیا ہے اس لیے یہ قابل انکار ہو گئی۔ میں نے اپنے استاذ حافظ الزی سے سنا ہے کہ یہ ولید بن مسلم کی ایک تصنیف ہے جس کو اس نے جمع کر رکھا ہے گویا یہ بعض الگ الگ حدیثوں کے شواہد ہیں۔

الکتاب المصنوع: رقم الحدیث: ۳۸۸، ص ۳۳، ۳۴، جامع البیان، ج ۲۳، ص ۳۸، ۳۹، تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج ۱۰، ص ۳۳۳، ۳۳۴، تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۵۴، ۵۵، تفسیر رد مشور، ج ۷، ص ۳۵۴، ۳۵۵

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ أَذْهَبَ اتَّخِذْ أَصْنَامًا

اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم نے اپنے (محل) باپ آذر سے کہا کیا تم جن کو معبود قرار دیتے

إِلَهَةً إِنِّي أَتَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ

ہر ؟ بھگ میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا

مُبِينٌ ۝ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ وَكَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ الْقِصَّةَ

دیکھتا ہوں ○ اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آوازوں اور ذمیوں کی بادشاہی دکھائی اور اس سے

وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا

کردہ (کال) یعنی کرنے والوں میں سے ہر جائیں ○ پھر جب ان پر رات کی تاریکی پھیل گئی تو انہوں نے ایک تارک

قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ أَفَلَا قَالَ لَا أَحِبُّ الْإِبْرَاهِيمَ ۝ فَلَمَّا

انہوں نے کہا یہ میرا رب ہے ؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں توبہ جاننے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ پھر جب انہوں نے

رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ أَفَلَا قَالَ لَيْسَ لِي

جگہ آہا چاند دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے ؟ پھر جب وہ بجی ڈوب گیا تو کہا اگر میرا رب

يَهْدِيَنِي سَرَّيْ لَا كُؤُنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۝ فَلَمَّا رَأَى

جگے ہدایت پر برقرار رکھتا تو میں سے ہر ماہ ○ پھر جب انہوں نے

الشَّمْسُ بَارِزَةً قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ أَفَلَا قَالَ لَيْسَ لِي

دکھنے آفتاب دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے ؟ (ان سے) بڑا ہے ، پھر جب وہ غروب ہو گیا تو انہوں نے

يَقَوْمِ إِنِّي بُرِّئُ مِمَّا تُشْرِكُونَ ۝ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ

کہا میں میری قوم میں ان سے بیزار ہوں کہ تم انہیں شریک قرار دیتے ہو ○ میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے

فَكَفَّرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

آسمانوں اور زمینوں کو پھیر دیا ہے جب کہ میں باطل مذاہب سے غافل نہ ہوں اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ○



کے خلاف استدلال کیا جائے گی کہ تمام مذاہب اور یونان کے لٹنے والے ان کی تعلیمات اور بزرگی کا اعتراف کرتے تھے اور سب ان کی ملت کی طرف اقبال کے دعویٰ دار تھے۔ یہود و نصاریٰ ان کی ملت کی اطلاع کے وہی تھے اور مشرکین عرب اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کہتے تھے۔ اس لیے ان کی شخصیت اور سیرت سب پر حجت تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام 'نسب اور تاریخ پیدائش' حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن مساکر حنفی رحمہ اللہ نے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا نسب اس طرح لکھا ہے۔

ابراہیم بن آذر اور وہ تارخ ہیں بن ثاور بن شادوخ بن ارفوخ بن قلی بن علی بن شلی بن اوفی بن سلم بن نوح بن لکس بن متوش بن خوخ اور وہ اورس ہیں بن یارد بن صائل بن قینن بن انوش بن شیت بن آدم۔

حضرت ابراہیم خلیل الرحمن ہیں اور آپ کی کنیت ابو القیسقان ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابراہیم عراق کے شربل کے موضع کوٹی میں پیدا ہوئے۔ جلد نے کہا ہے کہ آذر حضرت ابراہیم کے باپ نہیں تھے، صحیح وہ ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وہ ابراہیم بن آذر ہیں اور تورات میں ہے وہ ابراہیم بن تارخ ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۳۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ)

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد آذر تھے یا تارخ؟ ہماری تحقیق یہ ہے کہ آپ کے والد تارخ تھے جیسا کہ ابن شامہ رحمہ اللہ ہم مغرب بیان کریں گے۔

محمد بن عمرو اندلی بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح اور حضرت آدم کے درمیان دس صدیاں ہیں اور حضرت ابراہیم اور حضرت نوح کے درمیان دس صدیاں ہیں۔ پس حضرت ابراہیم خلیل الرحمن حضرت آدم کی پیدائش کے ۵۵ ہزار سال بعد پیدا ہوئے۔ ابوبکر بن جبہ کا بھی یہی بیان کرتے ہیں۔

حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس آباد تھے اور یہ ایک ہزار سال کا عرصہ ہے اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان دس آباد تھے اور یہ بھی ایک ہزار سال کا عرصہ ہے اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے درمیان سات آباد ہیں اور ان کے سال معلوم نہیں اور حضرت موسیٰ اور حضرت یحییٰ کے درمیان ایک ہزار پانچ سو سال ہیں اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیساٰ علیہ السلام کے درمیان چھ سو سال کا عرصہ ہے اور یہ زمانہ نفرت ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۳۳۸-۳۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد حنفی حنفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے تین ہزار تین سو بیس (۳۳۳۷) سال بعد پیدا ہوئے۔ اس وقت طوفان نوح کو بارہ سو تریسٹھ (۱۷۳۸) سال گزر چکے تھے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دو سو سال کی عمر گزار کر فوت ہوئے۔ کہانی نے کہا ایک سو پچھتر (۱۷۷) سال کی عمر تھی اور مقابل نے کہا ایک سو نوے (۱۹۰) سال کی عمر تھی۔ آپ جبرون میں مقام غارہ پر مدفون ہیں۔ وہ جبکہ اب مدینہ القلیل کے نام سے مشہور ہے۔

(امحہ القاری ج ۱۵ ص ۲۳۰ مطبوعہ ادارة البیانات النیر یہ مصر ۱۳۴۸ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے اہم واقعات

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے مشہور و نامید کو حاجت کیا اور مشرکین کے قول کو دلائل سے باطل کیا۔ انہوں نے اپنے عینی باپ سے منسوب کیا اپنی قوم سے، بلکہ وقت سے اور کافروں سے منسوب کیا اور راجح میں سرخو ہوئے۔ عینی باپ

سے متاعوں کی یہ مثل ہے:

إِذْ قَالَ لَٰكِبُؤُنَاصُ أَبْنَاءُ ۖ لَهُمْ تَعَدُّ مَالًا يَسْتَحِقُّوْنَ ۖ أَفَإِن مَّ يَسْرِىْ عَلَيْكُمْ غُصَّةٌ ذُوٰرَاتٍ لَّيْسَ لَهَا رِجَالٌ لِّتَمْشِيَ بِهِ ۚ فَمَنْ تَصْبِرُ عَلٰٓىٰ هٰذَا ۚ (مریم: ۳۳)

جب ابراہیم نے اپنے (عرفی) باپ سے کہا کہ میرے باپ! تم کیوں ایسے کی پر مثل کرتے ہو جو نہ سستا ہے نہ دیکھا ہے اور نہ تمہارے کسی کام آسکتا ہے۔

اور اپنی قوم سے متاعوں کی یہ مثل ہے:

فَلَمَّا رَاَ النَّجْمُ سَبْعَةً قَالَتْ هٰذَا رُبِّيْ ۚ هٰذَا أَكْبَرُ فُلَمَّا أَفْلَتْ قَالَتْ هٰذَا مَعْقُودٌ رَبِّيْ ۚ تَبَرَّجْنَا بِهٖ تَبَرُّجًا وَكُنَّا تُنْبِرُ كُنُوْا (الانعام: ۷۸)

پھر جب انہوں نے روشن آفتاب دیکھا تو کہا: یہ میرا رب ہے؟ (ان سب سے) بڑا ہے! پھر جب وہ غروب ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ میری قوم میں ان سب سے بڑا وہی جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو۔

اور بلاشبہ وقت سے متاعوں کی یہ مثل ہے:

إِذْ قَالَ لَٰمِرَّاهِمُمْ رَبِّيَ الَّذِي يُنْفِخُ فِيَّ الرُّبُوبِ ۚ قَالَتْ أَأَبْنٰٓئُكَ أَتَىٰكَ الْكِبَرُ ۖ وَأَمْ يَكُنْ لَّكَ آيٰتٌ مِّنْ قَبْلُ ۖ قَالَتْ هٰذَا مَعْنَىٰ رَبِّيْ ۚ يَبْلُغُ الْكِبَرُ ۚ قَالَتْ هٰذَا مَعْنَىٰ رَبِّيْ ۚ يَبْلُغُ الْكِبَرُ ۚ قَالَتْ هٰذَا مَعْنَىٰ رَبِّيْ ۚ يَبْلُغُ الْكِبَرُ ۚ (البقرہ: ۲۵۸)

جب ابراہیم نے کہا میرا رب زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اس (بلاشبہ) نے کہا میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں! ابراہیم نے کہا ہے شک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال تو اس پر وہ کافر کا پکارا گیا۔

اور کافروں سے متاعوں کی یہ مثل ہے:

فَعَلَّمَهُمْ حَزَآءًا مِّنَ الْكِتٰبِ ۖ وَإِذْ كُنَّا فِي الْغَوٰی ۚ فَفَعَلَهُمْ وَكَانَ لَهُمْ لَعَلَهُمْ (الانبیاء: ۵۸)

میں (ابراہیم نے) بڑے بھٹکے حساب ہوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تاکہ وہ ان کی طرف رجوع کریں۔

اور جب کافران کو دلائل سے سوا سواپ دینے سے عاجز آگئے تو انہوں نے کہا ان کو جلاؤ اور اپنے بھائیوں کی مدد کرو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا اور اللہ نے اس آگ کو سلامتی کے ساتھ ضبط کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ انہوں نے اپنا دل عرقان الہی کے لیے زبانِ توحید پر برحقان کے لیے اور اپنے بدن کو اللہ کی راہ میں آگ میں جھونکنے کے لیے اور اپنے بیٹے کو قربانی کے لیے اور اپنے دل کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔

آز کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال

علامہ ابو الطرح عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ۷۵۵ھ نے آزر کے متعلق چار قول لکھے ہیں:

- ۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حسنؓ و حسینؓ مدیٰ نور ابن اسحاقؓ نے کہا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ہے۔
- ۲- مجاہدؒ نے کہا کہ آزر بہت کا نام ہے اور حضرت ابراہیم کے والد کا نام تارخ ہے۔
- ۳- زجاجؒ نے کہا کہ آزر نام نہیں ہے بلکہ مذمت کا کلمہ ہے لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے خدا کا راتو بتوں کو معبود قرار دے رہا ہے۔

۴- قتال بن حیان نے کہا کہ آزر حضرت ابراہیم کے باپ کا نام نہیں ہے یہ ابن کا لقب ہے۔

(زاوہ المسیر ج ۳ ص ۷۶-۷۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آذر ہے یا تدرغ ہے۔ دراصل یہ اختلاف ایک اور اختلاف پر مبنی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے والدین کا کافر ہونا جائز ہے یا نہیں۔ امام ابن جریر، امام ربازی، علامہ قرطبی، اور علامہ ابوالعین وغیرہم کی رائے ہے کہ ان کے والدین کا کافر ہونا جائز ہے۔ مگر متاخرین میں سے علامہ نیشاپوری، علامہ سیوطی اور علامہ آلوسی کی تحقیق یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے آباء کرام مومن تھے۔ اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے سلسلہ نسب میں تمام آباء اور اہل بیت مومن تھے۔ اب ہم وہ روایات ذکر کریں گے جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تدرغ تھا اور آپ کا چچا تھا۔ اور عرب کی روایات میں چچا آپ کا اطلاق ہوتا رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تارخ تھانہ کہ آذرا

امام ابو اسحاق زبلج حوتی اسمہ لکھتے ہیں۔

نسب بیان کرنے والوں کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت امیر اہم کے والد کا نام تارخ تھا اور قرآن اس پر ولادت کرتا ہے کہ ابن کاظم آذر قلم (سجلی باقرن) و امرایہ للاجاح ج ۲ ص ۳۵۷

امام ابن جریر ثانی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا کہ آزاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام نہیں ہے، روایت کا نام ہے۔ (پانچ ایمان، ج ۷، ص ۳۲۶، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ)

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ۲۴۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔  
 شواہد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام آذر  
 نہیں تھا مگر کے باپ کا نام تارخ تھا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ابراہیم علیہ السلام کا باب نہیں تھا۔

فہمک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آذر سے کما کیا تم لہذا کو چھوڑ کر جو سے مدد مانگتے ہو ایسا نہ کرو اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام آذر نہیں تھا، ان کے باپ کا نام آدمؑ تھا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۲ ص ۳۷۷) منقولہ کتبہ زرار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ

خاتم الحفظ حافظ جلیل الدین سیوطی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم اور امام ابو الشیخ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آذریت ہے اور حضرت  
ابراہیم کے باپ کا نام یازر ہے اور قن کی ماں کا نام شقی ہے اور قن کی بیوی کا نام سارہ ہے اور قن کی بہتری حضرت اسماعیل کی ماں  
ہیں۔ ان کا نام بارہ ہے۔ امام ابن ابی شیبہ، امام عبد بن حمید اور امام ابن جریر اور امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے عجلہ سے  
روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا آذر حضرت ابراہیم کے والد کا نام نہیں ہے، لیکن یہ نام کا نام ہے۔

(در مشور، ج ۳، ص ۳۰۰، مطبوعه دارالکتب، بیروت ۱۴۱۳هـ)

آزر کو حضرت ابراہیم کا باپ کہنے کی توجیہ

خاتم الحفظ حافظ جلال الدین سید علی موتیؒ تحریر فرماتے ہیں:

امام ابن المنذر نے سند صحیح کے ساتھ ابن جریج سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ گزر حضرت ابی ایہم کا باپ نہیں ہے، وہ ابی ایہم بن تاسع بن یثرب بن شادون بن عین بن مالک بن قحط بن۔

قرآن مجید میں آذر کے اور حضرت ابراہیم کے لب (لب) کا الحلق کیا گیا ہے۔ اس کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ عرب میں

”اب“ کا اطلاق ہم پر بہ کثرت کیا جاتا ہے، اگرچہ یہ مجاہد ہے۔ قرآن مجید میں ہے:  
 اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ  
 اِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنِّي بَعْدِي قَالُوا  
 نَعْبُدُ الْهَيْكَلُ وَالْجُبُحَ اِذْ كُنَّا بَنُو نُوْحٍ وَاسْمٰعِيْلُ وَ  
 اِدْرِيسُ حَقِّ الْقَبْرَةِ ۝۳۳  
 کیا تم (اس وقت) حاضر تھے جب یعقوب کو موت آئی جب  
 انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا تم میرے بعد کسی کی عبادت  
 کرو گے؟ انہوں نے کہا ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ  
 واداء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں  
 گے۔

اس آیت میں حضرت اسماعیل پر باپ کا اطلاق کیا گیا ہے، حالانکہ وہ حضرت یعقوب کے باپ نہیں، بلکہ چچا ہیں اور ابراہیم  
 ابو العلیہ نے اسی آیت کی تفسیر میں کہا کہ اس آیت میں چچا پر باپ کا اطلاق کیا گیا ہے اور انہوں نے محمد بن کعب قرظی سے  
 روایت کیا ہے کہ ہمارے والد ہے اور چچا والد ہے اور اس آیت کی خلوت کی۔

(الحادی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ نور یہ رضویہ کابل پور پاکستان)  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے مومن ہونے پر دلیل  
 امام ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ حضرت سلیمان بن صرد سے روایت کیا ہے کہ جب کفار نے حضرت  
 ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو وہ لکڑیاں جمع کرنے لگے، حتیٰ کہ ایک بوزی مورت بھی لکڑیاں جمع کرنے لگی۔  
 جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے لگے تو آپ نے کہا ”حسبی اللہ ونعم الوکیل“ اور جب انہوں  
 نے آپ کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”ہمارا کوئی سردار و سلا ماعلیٰ ابراہیم“ (الانعام: ۷۶) اے آگ تو  
 ابراہیم پر لعنتی اور سلامتی والی ہو جا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچائے کا میری وجہ سے ان سے عذاب دور کیا گیا ہے تب  
 اللہ تعالیٰ نے آگ کی ایک چنگاری بھیجی جو اس کے پیچ پر لگی اور اس کو جلا دیا۔

اس اثر میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کا چچا تھا اور اس اثر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آزر اس وقت میں  
 ہلاک کیا گیا تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور اللہ سبحانہ نے قرآن مجید میں یہ خبر دی ہے کہ جب حضرت  
 ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم ہو گیا کہ آزر اللہ کا دشمن ہے تو انہوں نے اس کے لیے استغفار کرنا ترک کر دیا اور اعلیٰ میں آیا  
 ہے کہ جب وہ حالت شرک میں مر گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کا دشمن خدا ہونا معلوم ہو گیا اور انہوں نے پھر اس کے  
 لیے استغفار نہیں کیا۔

امام ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
 اپنے (یعنی) باپ کے لیے مسلسل استغفار کرتے رہے اور جب وہ مر گیا تو ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ اللہ کا دشمن ہے۔ پھر انہوں نے  
 اس کے لیے استغفار نہیں کیا اور انہوں نے محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد اور حسن وغیرہم سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم اس کی  
 حیات میں اس کے ایمان کی امید رکھتے تھے اور جب وہ شرک پر مر گیا تو وہ اس سے بیزاد ہو گئے۔ پھر آگ میں ڈالے جانے کے  
 واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی، جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی تصریح کی ہے، پھر ہجرت کے  
 کافی عرصہ بعد وہ مصر میں داخل ہوئے اور وہیں حضرت سارہ کے سب سے خاتم پلاشلہ کے ساتھ ان کا واقعہ پیش آیا اور انجام کار  
 حضرت ہاجرہ آپ کی باندی بنادی گئیں، اس کے بعد آپ پھر شام کی طرف لوٹ گئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ  
 آپ حضرت اجروہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل کو مکہ میں خنزل کر دیں اور وہیں آپ نے یہ دعا کی:

اے ہمارے رب! اپنے ملک میں نے اپنی بعض اولاد کو بے  
آپ و گمراہی وادی میں حیرے حرمت والے گھر کے پاس گھرایا  
ہے۔ اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں سو تو کچھ  
لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو بعض  
پہل عطا فرما تاکہ وہ شرا و اکریں۔ اے ہمارے رب! اپنے ملک  
کو جاتا ہے جس کو ہم چھپاتے ہیں اور جس کو ہم ظاہر کرتے ہیں  
اور آسمان اور زمین میں سے کوئی چیز اللہ ہی چلی نہیں ہے سب  
تو ہمیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل  
اور اسحق عطا فرمائے۔ اے ملک میرا رب ضرور میری دعا سنئے  
والا ہے۔ اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور  
میری اولاد (اسے) بھی۔ اے ہمارے رب! میری دعا قبول فرما۔  
اے ہمارے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور  
سب ایمان والوں کو جس دن حساب قائم ہو گا۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي  
رِزْقٍ عِنْدَ مَبِيتِكَ الْمَحْرُومَ رَبَّنَا لِيُفْتِنَا  
الضَّلَوةَ فَاصْحَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي  
إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ  
يَشْكُرُونَ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا  
نُعْلِنُ وَمَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ  
وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝ الْحَسْبُ لِلَّهِ الْوَدُوعُ وَهَبْ لِي  
عَلَى الْيَكْبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي  
كَاسِيعُ الدُّعَاءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ  
الصَّلَاةِ وَرَبِّ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ ۝ رَبَّنَا  
اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ  
الْحِسَابُ ۝ (ابراہیم: ۳۷-۴۱)

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آذر کے فوت ہونے کے طویل عرصہ بعد اپنے  
والدین کی مغفرت کے لیے دعا کی۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں جس شخص کے کفر اور اس سے حضرت ابراہیم علیہ  
السلام کے بیزار ہونے کا ذکر ہے وہ ان کے چچا تھے نہ کہ ان کے حقیقی والد۔

امام محمد بن سعد نے التبت میں کہیں سے روایت کیا ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہل سے شام کی  
طرف ہجرت کی تو قن کی عمر بیس (۳۰) سال تھی۔ پھر انہوں نے کچھ عرصہ حران میں قیام کیا۔ پھر کچھ عرصہ اردن میں قیام کیا۔ پھر  
وہاں سے مصر چلے گئے اور کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔ پھر وہاں سے شام کی طرف لوٹ گئے اور ایلیا اور لاطین کے درمیان قیام کیا۔  
پھر وہاں کے لوگوں نے آپ کو ستایا تو آپ رملہ اور ایلیا کے درمیان چلے گئے اور امام ابن سعد نے والدہ سے روایت کیا ہے کہ  
نوسے سال کی عمر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہل حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور ان دونوں اثروں سے یہ معلوم  
ہو تا ہے کہ آگ میں ڈالے جانے والے واقعہ کے بعد جب آپ نے پہل سے ہجرت کی تھی اور کہ کرمہ میں جو آپ نے دعا کی  
تھی اُن کے درمیان پچاس اور کچھ سال کا عرصہ ہے۔

(الحادی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۱۵-۲۱۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ آذر کے مرنے کے پچاس سے زیادہ سال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کی مغفرت  
کے لیے دعا کی ہے اور جب کہ آذر سے روزگار ہو چکے تھے اور اس کے لیے دعا کو ترک کر چکے تھے تو اس سے یہ ظاہر ہوا کہ آذر  
اور محض تھا اور ان کے والد اور محض تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے ان کے چچا آذر کو اب (یعنی باپ) کے لفظ سے تعبیر کیا  
ہے اور ان کے حقیقی باپ کو والد کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ تاکہ تعبیر معنوں پر دلالت کرے۔ ہم نے علامہ سیوطی  
کے جس استدلال کو تحصیل کے ساتھ نقل کیا ہے، علامہ آلوسی نے بھی اس کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

(روح المعانی ج ۷ ص ۱۹۵ مطبع حیرات)



قیامت کے دن آزر کو باپ کہنے کی توجیہ

اس سلسلہ میں اس حدیث سے بھی اعتراض کیا جاتا ہے

لام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے (یعنی) باپ آزر سے قیامت کے دن ملاقات ہوگی اور آزر کے چہرے پر دھواں اور گرد و غبار ہوگا حضرت ابراہیم اس سے فرمائیں گے تم میں سے تم نہیں کھاتھا کہ تم میری غافلگی نہ کرنا؟ ان کے (یعنی) باپ کہیں گے "آج میں آپ کی غافلگی نہیں کروں گا حضرت ابراہیم فرمائیں گے "اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تو قیامت کے دن مجھ کو شرمندہ نہیں کرے گا اور اس سے بڑی اور کیا شرمندگی ہوگی کہ میرا (یعنی) باپ رست سے دور ہو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے پھر کہا جائے گا اے ابراہیم! تمہارے بچوں کے بچے کیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام دیکھیں گے تو وہ گندگی میں تھرا ہوا ایک بچہ ہوگا اور اس کو ٹانگوں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا

(صحیح البخاری 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۳۵۰، سنن کبریٰ للنسائی 'ج' ۶، رقم الحدیث: ۵۵۷۵، السنن رک 'ج' ۲، ص ۳۳۸، کنز العمال 'ج' ۹، رقم الحدیث: ۳۳۷۴، مشکوٰۃ المصابیح 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۵۵۳۸)

حافظ عبد اللہ بن ابی کثیر شافعی متوفی ۳۷۷ھ لکھتے ہیں

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام آزر ہے اور جسور اہل نسب 'پہ شمول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس پر متفق ہیں کہ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تارخ ہے اور اہل کتب تارخ کہتے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ 'ج' ۱، ص ۱۳۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۷۳ء)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

بعض علماء رحمہم اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام آپاد کرام شرک اور کفری آلہوں سے پاک اور شہداء ہیں۔ ان کے نزدیک آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہیں 'ان کو بھائی باپ کہا گیا ہے اور ان کے باپ کا نام تارخ ہے۔ اسی وجہ سے مطلقاً نہیں فرمایا کہ حضرت ابراہیم کی اپنے باپ سے ملاقات ہوگی 'نا کہ ان کے حقیقی والد کی طرف ذہن متوجہ نہ ہو' اور ان کے والد کے ساتھ آزر کا ذکر کیا 'نا کہ معلوم ہو کہ یہی بھائی باپ مراد ہے۔

(اشعث اللغات 'ج' ۳، ص ۳۶۸، مطبوعہ مطبع نج کمار ککسٹو)

شیخ محمد اورئس کاندملوی متوفی ۱۲۷۷ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا 'اس کو بھائی باپ کے طور پر باپ کہا گیا ہے اور آپ کے باپ کا نام تارخ ہے۔ بعض محققین علماء جنہوں نے آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی ﷺ کے تمام آپاد سے کفری نفی کی ہے' ان کی یہی حقیقت ہے۔ اس بناء پر اس حدیث میں آزر کا ذکر اس لیے ہے کہ اگر یوں کہا جاتا کہ حضرت ابراہیم کی اپنے باپ سے ملاقات ہوگی 'تو اس سے ان کے حقیقی والد کی طرف ذہن چلا جاتا کہ وہ جب آزر کی قید لکھتی تو ان کے حقیقی والد کی طرف ذہن نہیں جائے گا حضرت ابراہیم کے اس چچا پر باپ کا اطلاق اس لیے کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم کا اختلاط اور ان کی الفت اپنے اس چچا کے ساتھ بہت زیادہ تھی اور وہ مشرکین کا رئیس تھا اور اسی کے ساتھ ان کا معاشرہ ہوا تھا۔

(الحلیق المصحح 'ج' ۱، ص ۳۰۱، مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ لاہور)

اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ جب حضرت امیر ایم علیہ السلام زندگی میں آزر کے دشمن خدا ہونے کی وجہ سے اس سے بیزار ہو گئے تھے تو تہمید قیامت کے دن اس کی سفارش کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امیر ایم علیہ السلام آزر کے لیے نجات کی دعا کرنے سے بیزار ہو گئے تھے اور قیامت کے دن انہوں نے اس کی نجات کے لیے سفارش نہیں کی بلکہ اس کے عذاب میں تخفیف کے لیے سفارش کی تھی اور بعض خصوصیات کی بناء پر عذاب کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔  
نبی ﷺ کے تمام اہل کرام کے مومن ہونے پر دلیل

ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے سلسلہ نسب میں تمام آباء کرام مومن تھے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ احادیث صحیحہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک نبی ﷺ کے تمام آباء کرام اپنے اپنے زمانوں میں سب سے فیر (بمقام اور سب سے افضل تھے) مورد قرآن مجید میں تصریح ہے:

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَكَوْ  
اعْتَبِرْكُمْ (البقرہ: ۱۷۷)

اور ہے ایک مومن غلام (مشرک) سے بہتر ہے خواہ وہ تمہیں اچھا لگے۔

اور جب مومن شرک سے بھتر اور افضل ہے اور نبی ﷺ کے آباء کرام اپنے اپنے ذئکہ میں سب سے بھتر اور افضل تھے تو ضروری ہوا کہ وہ مومن ہوں۔ نیز اصولت اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سے سداً نبی ﷺ کی ہمت تک بلکہ قیامت تک روئے زمین پر کچھ ایسے لوگ رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم رہے اور اس کی عبادت کرتے رہے اور بنی ہی کی وجہ سے زمین محفوظ رہی اور نہ زمین اور زمین والے ہلاک ہو جاتے اور ان مقدمات سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلا ہے کہ نبی ﷺ کے آباء میں کوئی شرک نہیں تھا کیونکہ زمین نہیں بھی مومنین اور مشرکین سے غلط نہیں دی اور نبی ﷺ کے آباء اپنے اپنے دور میں سب سے بھتر اور افضل تھے اور مومن مشرک سے بھتر اور افضل ہوتا ہے۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ نبی ﷺ کے تمام آباء کرام مومن تھے پہلے ہم اس امر پر دلائل پیش کریں گے کہ زمین بھی مومنین اور موحدین سے غلط نہیں دی اور پھر اس امر پر دلائل پیش کریں گے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک نبی ﷺ کے تمام آباء کرام اپنے اپنے زمانوں میں سب لوگوں سے بھتر اور افضل تھے۔

موحدین اور عابدین سے زمین کبھی خالی نہیں رہی

خاتم الحفاظ حافظ جلال الدین سید علی حسینی ؒ بیان فرماتے ہیں:

امام عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں از معمر از ابن جریج از ابن السیب روایت کیا ہے، 'وہ نے زمین پر ہمیشہ قیامت تک کم از کم سلت مسلمان رہے ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور زمین والے ہلاک ہو جاتے'

اہم بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے اور ہر جہاں کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے لیکن اس قسم کی بات رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔ یہی یہ حدیث حکما مرفوع ہے۔ امام ابن المنذر نے اس حدیث کو امام عبدالرزاق کی سند سے اپنی تفسیر میں درج کیا ہے۔ امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں شریحی حوشبہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کما زمین میں بیش چودہ ایسے نفوس رہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زمین و آسمان سے غصہ ہو کر آٹھا اور ان کی برکت زمین میں پھینکا تھا۔ ماوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زندہ کے گھوٹو تک وہ اپنے زندہ میں صرف ایک تھے۔

امام ابن المنذر نے فقہ سے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ بیشک زمین میں اللہ کے اولیاء رہے ہیں، جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا ہے، بھی زمین انہیں کے لئے غل میں دی، اس میں بیشک اللہ تعالیٰ کے اولیاء رہے



قرن اور طبقہ سے بیٹھ گیا جاتا رہا حتیٰ کہ جس قرن میں میں ہوں۔

(الحج التذی 'ج ۳' رقم الطبع ۳۵۵۷ سے امر 'ج ۲' رقم الطبع ۳۵۵۸ طبع دارالحدیث قاہرہ 'سہ امر' ج ۲' ص ۴۷۷ طبع قدیم 'مکتبۃ المدینہ' ج ۳' رقم الطبع ۵۳۳۵ 'مکتبۃ المدینہ' ج ۲' رقم الطبع ۳۳۰۰۰ 'دلائل التبیان' ج ۱' ص ۵۷۷) امام ابو بکر اسمٰعیل بن حسین بن یحییٰ حنفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک پرچہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غلبہ دیتے ہوئے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن حاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدکہ بن علیاس بن صخر بن زہرہ ہوں۔ جب بھی لوگوں کے دو گروہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے بہتر گروہ میں رکھا (جائزاً) بل بپ سے پیدا کیا گیا ہوں مجھے فائدہ جاہلیت کی بدکاری سے کوئی چیز نہیں پہنچی۔ میں نخل سے پیدا کیا گیا ہوں بدکاری سے پیدا نہیں کیا گیا حضرت کوم کے زمانہ سے لے کر پاکیزگی کا یہ سلسلہ میرے باپ اور میری ماں تک پہنچا ہے میں بطور شخصیت کے تم سب سے بہتر ہوں اور یہ طور بپ کے تم سب سے بہتر ہوں۔ (دلائل التبیان 'ج ۱' ص ۵۷۷) امام ابو نعیم اسمٰعیلی حنفی ۳۷۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے ماں باپ کسی بھی بدکاری پر منتج نہیں ہوئے۔ اللہ عز وجل بیش مجھے پاک پشتوں سے پاک و حق کی طرف متقل فرماتا رہا جو صالحہ اور مذہب حسیں۔ جب بھی دو شاخیں پھوٹیں میں ان میں سے بہتر شاخ میں تھا۔ (دلائل التبیان 'ج ۲' رقم الطبع ۵۵) امام ابو نعیم محمد بن یحییٰ ترمذی حنفی ۴۰۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عباس بن عبد المطلب پرچہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قریش آپس میں بیٹھے ہوئے اپنے حسب و نسب کا ذکر کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ کی مثل اس طرح دی جیسے زمین کے گھوڑے (گندے ڈالنے کی جگہ) میں بکھور کا درخت پیدا ہو گیا ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے ان میں سب سے بہتر لوگوں میں اور سب سے بہتر گروہوں میں اور سب سے بہتر فرقوں میں رکھا پھر قبیلوں کا انتخاب کیا اور مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر گھروں کا انتخاب کیا اور مجھے سب سے بہتر گھر میں رکھا پس میں بطور شخص سب سے بہتر ہوں اور یہ طور مگر سب سے بہتر ہوں۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(اسن الترمذی 'ج ۵' رقم الطبع ۳۲۲۷ 'دلائل التبیان' ج ۱' ص ۱۶۹ 'دلائل التبیان' ج ۱' رقم الطبع ۱۶۹) عبد المطلب بن ابی وہاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس پرچہ نے کوئی ناگوار بات سنی تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے نبی ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا میں کون ہوں؟ صحابہ نے کہا آپ رسول اللہ ہیں۔ علیک السلام آپ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں بے شک اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے سب سے بہتر مخلوق میں رکھا پھر اللہ نے ان کے دو گروہ کیے تو مجھے سب سے بہتر گروہ میں رکھا پھر اللہ نے ان کو قبائل میں ختم کیا تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر اللہ نے ان کو گھروں میں ختم کیا تو مجھے سب سے بہتر گھر میں رکھا اور سب سے بہتر شخص میں رکھا امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(اسن الترمذی 'ج ۵' رقم الطبع ۳۳۳۸ 'دلائل التبیان' ج ۱' ص ۱۷۰ 'المعجم الکبیر' ج ۱۰ 'رقم الطبع ۶۷۰۶۷۰ 'سہ امر' ج ۲' ص ۴۷۷) ۱۳۵۰ھ

اہم ابو قحیم اصہبائی حنفی ۳۳۰ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما "وَقَالَ بَكْرَةُ بْنُ الْوَلَدِ فِي السَّاحِدِينَ" کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں "نبی مجید ﷺ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں مقبل ہوتے رہے" حتیٰ کہ آپ اپنی والدہ سے پیدا ہوئے۔ (دلائل النبوة ج ۲، رقم الحدیث: ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے سات آنہوں کو پسند کیا اور ان میں سے اوپر والے آنہوں کو پسند کیا اور ان میں سے کوئی اور بھی نہ سکتا دیکھی "اور باقی آنہوں میں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہا سکتا دی۔ پھر اللہ نے مخلوق کو پسند کیا اور مخلوق میں سے جو آدم کو پسند کیا اور جو آدم میں سے عربوں کو پسند کیا اور عربوں میں سے مصر کو پسند کیا اور مصر میں سے قریش کو پسند کیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے پسند کیا" سو میں پسندیدہ لوگوں میں سے پسند کیا گیا ہوں۔ لہذا جس نے عربوں سے محبت رکھی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے عربوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔

(دلائل النبوة ج ۲، رقم الحدیث: ۱۷۸، "الحکم الکبیر" ج ۳، رقم الحدیث: ۵۵۳، "المستدرک" ج ۲، ص ۸۷-۸۸، "کامل ابن عدی" ج ۲، ص ۳۰۳، "مکمل ابن ابی حاتم" ج ۲، ص ۳۷۸-۳۷۹، "معجم الزوائد" ج ۸، ص ۱۲)

اس حدیث کی سند میں حلوین والدہ کے سوا سب کی قوت کی گئی ہے اور وہ بھی معتبر راوی ہے۔

اہم مسلم بن حجاج قشیری حنفی ۳۳۰ روایت کرتے ہیں:

حضرت واظد بن اسحق جریر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنزہ کو پسند کر لیا اور کنزہ سے قریش کو پسند کر لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند کر لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے پسند کر لیا۔

(معجم مسلم، "غیاث" ج ۱، ص ۵۸۸، "سنن ترمذی" ج ۵، رقم الحدیث: ۳۷۳۵، "معجم ابن حبان" ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۲، "مسند احمد" ج ۲، رقم الحدیث: ۱۷۸۸۳، "الحکم الکبیر" ج ۳، رقم الحدیث: ۱۲۲)

اہم ابو القاسم سلیمان بن طبرانی حنفی ۳۳۰ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا میں نے زمین کے تمام مشرق و مغرب کو لٹ پٹ کر دیکھ لیا تو (سید) محمد ﷺ سے افضل کسی شخص کو نہیں پایا اور نہ بنو ہاشم سے افضل کسی خاندان کو پایا۔

اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ربیعہ ایک ضعیف راوی ہے۔

(الحکم الاوسط ج ۲، رقم الحدیث: ۶۲۸۱، "معجم الزوائد" ج ۸، ص ۳۰۰، "معجم جدید دار الفکر" ج ۲، ص ۱۳۱۳)

ان تمام احادیث صحیحہ اور روایات مستحبہ سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ تک نبی علیہ السلام کے نسب میں تمام آپہ کرام اپنے اپنے زبکہ کے تمام لوگوں سے خیر اور افضل تھے "اور قرآن مجید میں تصریح ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع بھی ہے کہ مومن مشرک سے خیر اور افضل ہے" لہذا ثابت ہوا کہ آپ کے تمام آپہ کرام مومن تھے۔

ان احادیث میں سے ہمارا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں رسول اللہ ﷺ کے نسب کے لیے خیر اور افضل کا لفظ ہے اور جن احادیث میں ہے کہ میں پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رموں کی طرف تخیل کیا گیا ہوں "ان سے ہمارا استدلال نہیں ہے۔ ان احادیث کو ہم نے صرف رسول اللہ ﷺ کے شرافت نسب کے لیے بیان کیا ہے۔

ابو بن کریمین کے ایمان کے مسئلہ میں تفسیر کبیر پر بحث و نظر

امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس مسئلہ سے اختلاف کیا ہے اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آذر تھا اور اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ یسود نصاریٰ نبی ﷺ کی کذب پر بہت حرمیں تھے۔ اگر نبی الواقع حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آذر نہ ہوتا تو قرآن کتنا کہ ان کے باپ آذر نے ہوں کہا تو علامہ یسود نصاریٰ کا غموش رہنا ممکن نہ تھا اور وہ نبی علیہ السلام کی کذب کہتے اور کہتے کہ آذر ان کے باپ نہیں ہیں اور جب انہوں نے نبی ﷺ کی کذب نہیں کی تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا بیان کیا ہو اسب صحیح ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ آذری ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۵۰۷ داو الفکر ۱۳۹۸ء)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اہل کتب کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام نوح ہے۔ بائبل میں لکھا ہے نوح انتیس برس کا تھا جب اس سے نوح پیدا ہوا اور نوح کی پیدائش کے بعد نوح ایک سو انیس برس اور بیتا رہا اور اس سے بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور نوح ستر برس کا تھا جب اس سے ابرام اور نوح اور حارن پیدا ہوئے۔

(براہمانہ ناسر پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۳-۲۴ کتاب مقدس ص ۱۳ مطبوعہ بائبل سوسائٹی ناہور)

بقیہ راہ یہ کہ بھراہل کتب نے نبی ﷺ پر یہ اعتراض کیوں نہیں کیا کہ قرآن نے آذر کو باپ کہا ہے جبکہ وہ حضرت ابراہیم کا چچا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ اہل کتب مخلوقات عرب سے واقف تھے کہ مخلوقات عرب میں چچا پر باپ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ نیز قرآن مجید میں حضرت اسماعیل کو والد یعقوب علیہ السلام کا باپ فرمایا ہے۔ حالانکہ وہ ان کے بلاذخ چچا تھے اور اس پر بھی اہل کتب نے اسی وجہ سے اعتراض نہیں کیا تھا۔ وہ نہ امام رازی کی تقریر کے مطابق یسودوں کو اس کی کذب کرنی چاہیے تھی۔

نیز امام رازی نے لکھا ہے کہ شیعہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے آباء و اجداد میں سے کوئی شخص کا فر نہیں تھا اور اس پر ان کی کئی دلیل ہیں۔ ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے "الذی ہراکۃ حسین نقوم و نغلبکۃ فی الساجدین" (الشعراء ۲۱) جو آپ کو حالت قیام میں دیکھتا ہے اور مجھ کرنے والوں میں آپ کے بیٹے کو دیکھتا ہے پھر امام رازی نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے اس آیت کے دیگر محال معنی کیے ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۷۰) لیکن ہمارا انبیاء استدلال اس دلیل سے نہیں ہے یہ دلیل تائید کے درجہ میں ہے۔ ہمارا انبیاء استدلال اس سے ہے کہ آذر کے مرنے کے تقریباً پچاس سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کی مغفرت کی دعا کی۔ (ابراہیم ۳۱) جب کہ اس کی موت علی الشریک کی وجہ سے وہ اس سے ہزار ہو چکے تھے۔ لہذا اپنے والدین کی مغفرت کی دعا کرنا ان کے ایمان کی دلیل ہے۔ امام رازی نے اس دلیل سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ شیعہ کی طرف سے دوسری دلیل انہوں نے یہ پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بیٹھ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ دھولوں میں غسل ہوتا ہوں اور شرک نجس ہیں اس سے اجابت ہوا کہ آپ کے آباء و اجداد میں سے بھی امام رازی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے آباء و اجداد نہ ہوں۔ کیونکہ پاکیزہ پشتوں کا معنی ہے آپ نکل سے پیدا ہوئے ہیں نہ زنا سے نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے اس حدیث سے استدلال نہیں کیا ہمارا استدلال صحیح بخاری کی اس حدیث سے ہے۔ مجھے بخودم کے ہر قرن اور ہر طبقہ میں سے سب سے بہتر قرن اور طبقہ سے مبعوث کیا جاتا رہا حتیٰ کہ جس قرن میں میں ہوں۔ اس سے لازم آیا کہ آپ کے تمام آباء و اجداد خیر تھے اور خیر تھے۔ لہذا آپ کے تمام آباء کا مومن ہونا ثابت ہوا۔ اس دلیل سے بھی امام رازی نے تعرض نہیں کیا۔ امام رازی نے شیعہ کی طرف سے تیسری دلیل یہ پیش کی ہے کہ حضرت ابراہیم

نے بہت شدت اور غنی کے ساتھ آذر کارو کیا ہے، مگر وہ ان کے باپ ہوتے تو ان کے ساتھ نری سے کلام کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ ان کے چچا تھے، پھر اس دلیل کارو کیا ہے کہ ان کی یہ غنی اس کے شرک پر اصرار کی وجہ سے تھی۔ (تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۷۸، ملاحظہ فرمادے کہ ہم نے اس دلیل سے استدلال نہیں کیا، لیکن اس پر اہم راز کی اعتراض قوی نہیں ہے، کیونکہ کفر اور شرک کے بلوچہ میں باپ کے ساتھ نری سے کلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دیکھئے فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں تھا، اس نے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی تھی۔ اس کے بلوچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے نرم گفتاری کا حکم دیا:

(اے موسیٰ اور ہارون!) آپ دونوں فرعون کے پاس جاؤ گے، اس نے تم سے سوا خدا کہا ہے۔ آپ دونوں اس سے نفرت کر لو گے، تاکہ وہ نصیحت قبول کرے یا نہ کرے۔

اگر آزاد حضرت امیر ایم کا پ ہو تا تو آپ اس سے اس قدر سختی اور شدت کے ساتھ بات نہ کرتے، لہذا ثابت ہو گا کہ وہ آپ کا پ نہیں، چنانچہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ حضرت امیر ایم نے آزاد سے کہا کیا تم جن کو معبود قرار دیتے ہو؟ بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں جلا دیکھا ہوں۔ (تھانویہ ص ۷۷) اگر آزاد حضرت امیر ایم کا پ ہو تا تو وہ اس سے اس قدر لہنت و اہیہ کلام نہ فرماتے۔

اس بحث کے بعد امام رازی نے لکھا ہے کہ وہ ائمہ اصحاب توین کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے والد کا ترجمہ اور انہوں نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں تصریح ہے کہ آذر کا ترجمہ قالودہ حضرت امیر اہل علیہ السلام کا والد تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۷، مطبوعہ دارالکتب بیت ۱۳۹۸ھ مطبعہ نجف)

ہم اس قول کی شناخت سے اللہ تعالیٰ کی پہچان لگتے ہیں۔ لام رازی صحیح و مستقیم ہے، "دن اسلام کے لیے ان کی بڑی خدمت ہیں اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قول سے رجوع کی تلقین دی۔ جسی دلائل کو انہوں نے تفسیر کبیر میں رد کر دیا ہے" اسرار التنزیل میں ان ہی دلائل سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے والدین کو کریمین اور آپ کے تمام آہل کرام کا ایمان ثابت کیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس کا خلاصہ نقل کیا ہے، "ہم اس کا اقتباس یہاں پیش کر رہے ہیں۔"

ابوین کریمین کے ایمان کے متعلق امام رازی کا صحیح موقف  
 مسلک ثانی نبی ﷺ کے والدین سے شرک ثابت نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے جد اکرم حضرت امیر ایم علیہ السلام کے دین  
 حنیف پر تھے، جیسا کہ عرب کی ایک جماعت اس دین پر تھی۔ مثلاً زید بن عمرو بن نفیل اور رقیہ بن نوفل وغیرہؓ اور یہ علماء کی  
 ایک جماعت کا مسلک ہے۔ ان میں سے امام فخر الدین رازی ہیں، انہوں نے اپنی کتب اسرار التنزیل میں لکھا ہے، جس کی  
 عبارت یہ ہے ایک قول یہ ہے کہ آذر حضرت امیر ایم علیہ السلام کا والد نہیں تھا اور اس پر کئی وجوہ سے استدلال کیا گیا ہے۔ ایک  
 دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے آباء کافر نہیں تھے اور اس پر کئی دلائل ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "الذی  
 یراک حین تقوم وتقبلک فی المساجدین" اس آیت کا مسمیٰ یہ ہے کہ آپ کا اور ایک صاحب سے دوسرے  
 صاحب کی طرف تعلق ہو، تاہاں اور اس تقدیر پر یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ سیدنا محمد ﷺ کے تمام آباء مسلمین تھے اور اب  
 قطعی طور پر یہ کہنا واجب ہے کہ حضرت امیر ایم کے والد کافروں میں سے نہیں تھے اور آذر آپ کا چچا تھل زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا

سکتا ہے کہ "و تطلبك في الساحدين" کے اور بھی کئی محال ہیں اور جب کہ ہر محمل کے متعلق ایک روایت وارد ہے اور ان میں پہلے کوئی شکات بھی نہیں ہے تو اس آیت کو ان تمام محال پر محمول کرنا واجب ہے اور جب یہ صحیح ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرستوں میں سے نہیں تھے۔ پھر ابراہیم رازی نے فرمایا سیدنا محمد ﷺ کے تمام آباء کے مشرک نہ ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں بیٹہ پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رموں کی طرف منتقل ہوا تاہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انما المشركون نجس" مشرک محض ناپاک ہیں پس واجب ہوا کہ آپ کے اجداد کرام سے کوئی شخص مشرک نہ ہو۔ امام رازی کا کلام ختم ہوا۔

تم امام رازی کی اہمیت اور جہالت پر غور کرو وہ اپنے زمانہ میں اہل سنت کے امام ہیں اور بدعتی فرقوں کا رد کرنے والے ہیں اور وہ اپنے زمانہ میں مذہب ائمہ کے ناصر اور مدافع ہیں اور وہی چھٹی صدی ہجری میں ایسے عالم ہیں جو اس مسئلہ کے لیے بہ طور مجدد بھیجے گئے ہیں اور میرے نزدیک امام محمد بن رازی کے مذہب کی تائید میں اور بھی دلائل ہیں۔

(الماہی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ فیصل آباد)

امام رازی نے یہ بحث اسرار المتبریل و انوار الکبیر ص ۳۳۰-۳۳۱ مطبوعہ بدھنو ۱۹۹۰ء میں کی ہے۔ یہ کتب مجھے بعد میں ملی ان شاء اللہ الشرح ۲۸۱ میں اس کتب سے امام رازی کی اصل عبارات پیش کر دی گئی ہیں۔

ابوین کریمین کے ایمان کی بحث میں حرف آخر یہ بات بھی غور دینی چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کا مسئلہ حدیث میں علماء پر مخفی رہا۔ یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ نے متاخرین پر منکشف کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی صوفی ۵۴ ص ۵۴ لکھتے ہیں:

لیکن متاخرین علماء نے حضور ﷺ کے والدین کریمین بلکہ حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کے تمام آباء و اہمات کا ایمان ثابت کیا ہے اس اثبات کے لیے انہوں نے تین طریقے اختیار کیے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ سب حضرات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے۔ دوسرا یہ کہ ان حضرات کو دعوت اسلام نہ پہنچی بلکہ یہ حضرات زمانہ غرت میں ہی انتقال کر چکے تھے ان کو حضور ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہ ملا۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے والدین کریمین کو خدا تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے آپ کے دست تقدس پر دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے زندہ کرنے کی حدیث اگرچہ اپنی حد ذات میں ضعیف ہے لیکن حدود طریق سے اس کی حجج اور حسین کر دی گئی ہے اور یہ بات گویا حقائق سے پوشیدہ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت متاخرین علماء پر کھول دی۔ "والله يعنص برحمته من يشاء" اس بارے میں رسائل تنقیف کیے اور دلائل سے اس مسئلہ کا اثبات فرمایا مخالفین کے شبہات کے جوابات دیے۔ ان دلائل اور جوابات کو اگر ہم نقل کیا جائے تو بات لمبی ہو جائے گی۔ ان کے رسائل میں دیکھ لیا جائے۔ واللہ اعلم۔

(اشاعت الطلعات ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ مطبع نجف کربلا)

میں نے ابوین کریمین کے مسئلہ پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ تفسیر کبیر میں امام رازی نے جو گفتگو کی ہے اس سے بہت سے صحیح العقیدہ علماء بھی متنبہ ہو گئے تھے اس لیے میں نے چاہا کہ امام رازی کی تفسیر کبیر کی بحث کا جواب لکھوں اور یہ واضح کر دوں کہ امام رازی نے اس نظریہ سے رجوع فرمایا ہے اور یہی سلف صالحین اور علماء و مفسرین کی مثال ہے۔ آخر میں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور مجھے اپنی رضا اور اپنے حبیب اکرم ﷺ کی خوشنودی عطا فرمائے اس بحث کی مزید تفصیل کے لیے ابقرہ ۱۱۱ کا بھی مطالعہ فرمائیں۔



جنوں کی پرستش کا کھلی ہوئی گمراہی ہوتا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب ابراہیم نے اپنے (یعنی) باپ آذر سے کہا کیا تم جنوں کو معبود قرار دیتے ہو؟ ہے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی میں جلا کر رکھا ہوں۔ (الانعام: ۷۷)

یعنی تمہاری عبادت کا طریقہ ہر صاحب عقل سلیم کے نزدیک کھلی ہوئی گمراہی اور جہالت ہے اور اس سے زیادہ واضح جہالت اور گمراہی کیا ہو گی کہ تم اپنے جنوں سے بت بنا کر ان کی پرستش کرتے ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اتَّبِعُونِ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ (الصفت: ۲۱-۲۰)

خود زائعات ہو؟ حالانکہ تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ نے ہی پیدا فرمایا ہے۔

اور یہ بات بالکل برسرے ہیں، تمہاری فریاد کو نہیں سنتے، نہ تمہیں کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ تمہیں کسی نقصان سے بچا سکتے ہیں

قَالَ اتَّبِعُونِ مَا حَرَّمَ اللَّهُ مَا لَا يَسْمَعُكُمْ سَمِيعًا وَلَا يَرَىٰكُمْ بَصِيرًا (الانبیاء: ۶۷-۶۸)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ جنوں کی پرستش کا بطلان بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَيْسُوا بِشُعْرًا وَهُمْ لَيْسُوا بِآلِهَةٍ لَّا يَسْمَعُونَ وَهُمْ لَيْسُوا بِبَصِيرًا (الحج: ۲۰)

پھر ایسے کمزور کلام چار، سب حس اور بے جان ترانیدہ چٹخوں کو اپنا خدا ماننا اور ان کی پرستش کرنا کھلی ہوئی گمراہی کے سوا اور کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی دکھائی اور اس لیے کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ (الانعام: ۷۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے گئے غلوت کا مصداق امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عابد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے سات آسمان کھل گئے، حتیٰ کہ عرش بھی پھر انہوں نے ان کو دیکھ لیا اور ان کے لیے سات زمینیں کھل گئیں اور انہوں نے ان کو بھی دیکھ لیا۔

عطاء بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان کے ملک کے لوہے اٹھایا گیا تو انہوں نے ایک بندے کو زنا کرتے ہوئے دیکھا، انہوں نے اس کے خلاف دعا کی، وہ ہلاک ہو گیا، انہیں دوبارہ اٹھایا گیا، انہوں نے پھر ایک بندے کو زنا کرتے ہوئے دیکھا، انہوں نے اس کے خلاف دعا کی، وہ ہلاک ہو گیا، انہیں پھر اٹھایا گیا، انہوں نے پھر ایک بندے کو زنا کرتے ہوئے

دیکھا انہوں نے پھر اس کے خلاف دعا کی تو ان کو نہ ای گئی اے ابراہیم! تم سب بڑے ہو اور میرے اپنے بندہ کے ساتھ  
 عین محلات ہیں یا تو وہ مجھ سے توبہ کرے تو میں اس کی توبہ قبول فرمیں گا یا میں اس سے نیک اولاد پیدا کرں گا یا بدکاری میں  
 اس کو ذلیل دوں گا اور پھر میں اس کو کچھ لوں گا۔ اس حدیث کو امام ابن ابی حاتم حوالہ ۳۲۷ھ سے شریح حوشب سے روایت کیا  
 ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۳۳۳)

قرآن بیان کرتے ہیں کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک عالم بادشاہ سے بھاگ کر ایک سرنگ میں  
 چھپ گئے اللہ تعالیٰ نے ان کا رزق ان کی انگلیوں کے پھروں میں رکھ دیا۔ جب بھی وہ اپنی انگلی کو چمکتے تو ان کو رزق مل جاتا  
 جب وہ اس سرنگ سے باہر آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمانوں کی حکومت دکھائی ان کو سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور  
 ایک عظیم مخلوق دکھائی اور ان کو زمین کی حکومت دکھائی تو ان کو پہاڑ، سمندر، دریا، درخت اور ہر قسم کے جانور اور ایک عظیم  
 مخلوق دکھائی۔

امام ابن جریر نے کہا ہے کہ حکومت کی زیادہ بڑی تفسیر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان اور زمین کا ملک دکھایا اور جو چیزیں  
 انہیں پیدا کی گئی ہیں مثلاً سورج، چاند، ستارے اور جانور وغیرہ ان کے لیے تمام امور کے ظاہر اور باطن منکشف کر دیے۔  
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے تمام امور  
 کے ظاہر اور باطن منکشف کر دیے اور مخلوق کے اعمال میں سے کوئی عمل ان سے مخفی نہیں رہا اور جب وہ مگلا کرنے والوں پر  
 لعنت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اس کی طاقت نہیں رکھتے اور ان کو پہلی کیفیت پر لوٹا دیا۔ اس حدیث کو امام ابن ابی حاتم  
 نے بھی روایت کیا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۳۳۷)

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی آپ سے  
 کسی نے کہا میں نے آج سے پہلے آپ کو زیادہ غش نہیں دیکھا آپ نے فرمایا ایسا کیوں نہ ہو۔ میرے پاس میرا رب  
 (خواب میں) نصیحت حسین صورت میں آیا۔ اس نے کہا اے محمد! یہ مغرب فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا تو  
 ہی خوب جانتا ہے! پھر اللہ نے اپنا دست قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے آسمانوں اور زمینوں کی تمام  
 چیزوں کو جان لیا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: "وكدلك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض ولينكون من الموقنين"

(احسان البیان ج ۲ ص ۴۳۲) سند احمد ج ۸ رقم الحدیث ۳۱۱۴۰ طبع جدید دارالحدیث بیروت شام نے کہا ہے کہ اس حدیث کی  
 سند صحیح ہے سند احمد ج ۸ رقم الحدیث ۳۱۱۴۰ طبع دارالحدیث بیروت شام نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے سند احمد ج ۸  
 رقم الحدیث ۳۱۱۴۰ طبع دارالحدیث بیروت شام نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے سند احمد ج ۸ رقم الحدیث ۳۱۱۴۰  
 اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کی تمام حکومت اور مخلوق دکھائی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر  
 برقرار رہیں اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی ہدایت دی ہے اس کی حقیقت کو جان لیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی معرفت  
 اور اپنی قوم کی گمراہی اور جہالت پر بصیرت حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر جب ان پر رات کی تاریکی پھیل گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا انہوں نے کہا یہ میرا  
 رب ہے؟ پھر جب وہ ذوب کیا تو کہا میں ذوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا پھر جب انہوں نے جگمگا ہوا چاند دیکھا تو کہا یہ میرا  
 رب ہے؟ پھر جب وہ (بھی) ذوب کیا تو کہا میرا رب مجھے ہدایت پر برقرار نہ رکھتا تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا پھر

جب انہوں نے روشن آنکھ دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے؟ یہ (من سب سے) بڑا ہے، پھر جب وہ غروب ہو گیا تو انہوں نے کہا اے میری قوم! میں من سب سے بڑا ہوں جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (الانعام: ۷۸-۷۹)

ستارے، چاند اور سورج کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنا

جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک بہت چمک دار ستارہ دیکھا، انہوں نے اپنی قوم سے اشارہ استدلال میں فرمایا یہ میرا رب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول قوم کے سامنے ستارے کی ربوبیت کے انکار کی تمہید تھی اور ان کے خلاف جہت قائم کرنے کا مقدمہ تھا تو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے من کے دماغ میں یہ بات ڈالی کہ وہ ان کے موافق ہیں۔ پھر مشاہدہ اور عقل سے اس قول کا رد فرمایا، چنانچہ جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا یہ کیا بات ہوئی؟ میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا، کیونکہ خدا وہ ہے جس کا تمام کائنات پر غلبہ ہے، وہ تمام دنیا کو ہر وقت دیکھنے والا ہے، ان کی باتوں کو سننے والا ہے، وہ کبھی کسی چیز سے غافل ہوتا ہے نہ غائب ہوتا ہے۔

ستارہ کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام چاند کی الوہیت کو باطل کرنے کے درپے ہوئے، جو ستارہ سے زیادہ روشن تھا اور اسی طرح انکار کی تمہید کے طور پر فرمایا یہ میرا رب ہے اور جب وہ بھی غروب ہو گیا تو اپنی قوم کو سنانے کے لیے فرمایا اگر میرا رب مجھے ہدایت پر برقرار نہ رکھتا تو میں خود گمراہ لوگوں میں سے ہو جاتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول میں ان کی قوم پر تشریف ہے کہ وہ گمراہی کا شکار ہے مگر اس میں یہ حمید ہے کہ جس نے چاند کو خدا کا ستارہ بھی مگرا ہے اور اس میں یہ رہنمائی ہے کہ الوہیت کے حلق صحیح عقیدہ کی معرفت وحی الہی پر موقوف ہے۔

چاند کی خدائی کے عقیدہ کو باطل کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام سورج کی الوہیت کے عقیدہ کو باطل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے، تمام سیاروں میں سب سے عظیم سیارہ سورج ہے۔ اس کی حرارت اس کی روشنی اور اس کا نفع سب سے زیادہ ہے۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے انکار کی تمہید کے طور پر فرمایا یہ میرا رب ہے، یہ تمام ستاروں اور سیاروں میں سب سے بڑا ہے۔ سو یہی سب کی بہ نسبت الوہیت کے زیادہ لائق ہے اور جب دیگر ستاروں کی طرح سورج بھی ان کے افق سے غروب ہو گیا تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عقیدہ کی تصریح کی اور اپنی قوم کے شرک سے بیزاری کا اظہار کیا اور فرمایا اے میری قوم! میں من سب سے بڑا ہوں جن کو تم اپنا رب قرار دیتے ہو میں آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والے کی طرف اپنا رخ کر چکا ہوں، میں ہر گمراہی کے عقیدہ سے منہ موڑ کر دین حنیف، دین حق اور دین توحید پر جہت قدم اور برقرار ہوں۔ میں ان مشرکوں کے گروہ سے نہیں ہوں، جو لفظ کو چھوڑ کر خود ساختہ معبودوں کی پرستش کرتے ہیں۔ میں اس کی عبادت کرتا ہوں جو تمام کائنات کا خالق اس کا رب اور اس کا مٰلک ہے، جس کے بقدر قدرت میں ہر چیز ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارے کو ”ہذا ربی“ کہنا شک کی بنا پر نہیں تھا

ابن استدلال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ فرمایا تھا یہ میرا رب ہے، یہ آپ نے بطور حتم فرمایا تھا کہ اگر برائیکل فرض یہ ستارہ میرا رب ہو تو اس کا غروب ہو جانا اس کے رب ہونے کی تکذیب کرنا ہے اور یا پہلی استخفاف محذوف ہے جس کا آپ نے ذکر میں فرمایا کہ کہیں قوم بات اور استدلال مکمل ہونے سے پہلے ہی بدگمانہ جائے اس لیے آپ نے سوال کو دل میں رکھ کر فرمایا یہ میرا رب ہے، اور آپ کا فضا تھا کیا یہ میرا رب ہے؟ یہ توحید است اس لیے ضروری ہیں کہ نبی ایک آن کے لیے بھی حقیقت ستارہ کو اپنا رب نہیں کہہ سکتا اور نہ کبھی اسے اللہ تعالیٰ کی توحید میں تردد ہو سکتا ہے، نہ نبی پر ایمانی مومن اور نبی

ہو تا ہے۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حلق قرآن مجید میں تصریح ہے کہ اپنی قوم کے ساتھ معاشرہ کرنے سے پہلے بھی مومن تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَلِيمِينَ ۝ إِذْ قَالَ لِأَبْنَيْهِ وَمَا هَذِهِ الثَّمَانُ قَالَ إِنِّي اتَّخَذْتُهُنَّ وَصِيًّا وَابْتَغَيْتُ لَكَ خَيْرًا لَّكَ وَأَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ (الانبیاء: ۵۴-۵۵)

اور بے شک ہم نے پہلے ہی سے ابراہیم کو ہدایت عطا فرما دی تھی اور ہم انہیں خوب جانتے تھے اور جب انہوں نے اپنے (یعنی) باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ کیسے بد ہیں جن کی پرستش کرتے ہو تو انہوں نے فرمایا:

إِنَّا لَنَرُوكُمْ كَافِرِينَ ۝ ثُمَّ لَمْ يَلْمِ يَاقُوذَ وَكَانَ شَاكِرًا ۝ (الاحقاف: ۲۰-۲۱)

ہے شک ابراہیم اپنی ذات میں ایک فرمانبردار امت تھے باطل سے الگ حق پر قائم رہنے والے اور وہ شرکین میں سے نہ تھے ۝ اس کی نعمتوں پر شکر کرنے والے ۝ اللہ نے ان کو چھن لیا اور ان کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دی۔

استدلال سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا

ان آیات میں الوہیت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے اثبات کے لیے معاشرہ کا ثبوت ہے اور یہ کہ دین حق کے اثبات اور اس کی نصرت کے لیے معاشرہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ جو غروب یا غائب ہو جائے وہ خدا نہیں ہو سکتا اور اس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ خدا جسم نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر وہ جسم ہو تا تو کسی ایک اشیاء کے سامنے ہو تا تو دوسرے اشیاء سے غائب ہو تا نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا اصغلت مخلوق کا نہیں ہو سکتا کیونکہ جو عمل حوادث ہو گا ختم ہو گا اور ختم ہونے والا خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں بھی ختم کا معنی ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے بلکہ عقائد دلائل پر مبنی ہوتے ہیں ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس استدلال کا کوئی قاعدہ نہ ہوتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے عقائد دلائل پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حلق کے احوال سے استدلال کیا جائے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساتھ چاند اور سورج کے غروب ہونے سے یہ استدلال کیا کہ ڈوبنے والا اور ختم ہونے والا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کی قوم نے ان سے بھڑکا کیا انہوں نے کہا تم مجھ سے اللہ کے حلق جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھے ہدایت پر قرار دیا اور میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو سو انہوں نے اس کے کہ میرا رب ہی کچھ چاہے میرے رب کا علم میرے حق کو چھلے میرا تم ضیعت قبول نہیں کرتے؟ (الانعام: ۸۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ مباحثہ

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے حضرت ابراہیم کو اپنے حقوں سے ڈرایا اور کہا اگر تم ہمارے خداؤں کی مخالفت کرتے رہو تو ہم تم میں جلاہ و جلاہ کے یا تمہارے اعضاء خراب ہو جائیں گے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا تم مجھ سے اللہ کے حلق جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھے ہدایت پر قرار دیا اور میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے ہو سو انہوں نے اس کے کہ میرا رب ہی کچھ چاہے۔ (جامع البیان ج ۸ ص ۳۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں ان سے کیسے ڈر سکتا ہوں جن کو تم نے اللہ کا شریک قرار دیا ہے، جبکہ تم اللہ کے ساتھ ان



نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَأٍ ۖ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۸۲﴾ وَهَبْنَا

ہم نے جو چاہتے ہیں بلند درجات عطا کرتے ہیں، بیشک آپ کا رب بہت حکمت والا خوب جاننے والا ہے ۵ اور ہم نے ابراہیم کو

لَهُ اسْحَقَ وَيَعْقُوبَ ۖ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ

اسحاق (دینا) اور یعقوب (حق) عطا کیے، اور ہم نے سب کو ہدایت دی، ۶ اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ

اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور

وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۸۳﴾ وَذَكَرْنَا وَيْحَىٰ

ہارون (کو ہدایت دی) اور ہم اسی طرح نبی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں ۷ اور ذکر کیا اور یہی

وَعِيسَىٰ وَالْيَاسَ ۚ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿۸۴﴾ وَاسْمِعِيلَ ۚ وَالْيَسَعَ

اور عیسیٰ اور الیاس، یہ سب صالحین میں سے ہیں ۸ اور اسمعیل اور الیسع

وَيُوشَعَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۸۵﴾ وَمِنْ آبَائِهِمْ

اور یوشع اور لوط، ۹ اور ہم نے سب کو ان کے زمانہ کے تمام جہان والوں پر فضیلت دی ۱۰ اور ان کے باپوں اور

وَذُرِّيَّتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ

اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے صفت (کو ہدایت دی) اور ہم نے ان کو چن لیا اور ان سب کو صراط

مُسْتَقِيمٍ ﴿۸۶﴾ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ

مستقیم (کو ہدایت دی) ۱۱ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَتْ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۷﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

اور اگر وہ شریک کرتے تو ان کے کیے ہوئے نیک عمل خالی ہو جاتے ۱۲ ۵ یہ وہ لوگ ہیں جن کو

اتَّيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ ۖ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ

ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی، پس اگر یہ ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں تو ان کی

وَكُنَّا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ

حرف نہیں، ہم نے ان چیزوں پر ایسی ذمہ کو مقرر فرما دیا ہے جو ان چیزوں کا انکار کرنے والی چیزیں ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے

اللَّهُ فِي هُدَاهُمْ أَقْتَدِهٖ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا

ہدایت ہی ہے، اس آپ بھی ان کے طریقہ پر نہیں، آپ بھی کہیں کہ میں اس (جلیخ اسلام) پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا یہ زہر

## ذِكْرِي لِلْعَالَمِينَ ﴿٩٠﴾

تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ بھی ہماری وہ قوی دلیل جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی، ہم جس کو  
چاہے ہیں بلند درجہ عطا کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب بہت حکمت والا خوب جاننے والا ہے۔ (الانعام ۸۳)

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دینے ہوئے ان تمام دلائل کی طرف اشارہ ہے جن کا ذکر اس سے پہلے آئوں  
میں آچکا ہے۔ ان کی قوم کے کافروں نے کہا تھا کہ تم ہمارے بتوں کی مخالفت کرتے ہو اس لیے تمہیں ان کی مخالفت کی وجہ سے  
کوئی عاقبت نہ سمیٹ بچ جائے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے  
ساتھ کسی ظلم کی آمیزش نہیں کی وہی لوگ ہر قسم کی آفتوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ بہت سے مسلمان بھی آفت اور مصائب کا شکار رہتے ہیں۔ پھر یہ کہنا کس طرح صحیح ہو گا کہ  
ایمان والے دنیا اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رہتے ہیں؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ آفت اور مصائب انسان کی اپنی  
بعض بد اعمالیوں کے سبب سے لاحق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا آتَاكُم مِّنْ فَضْلَةٍ فَيَسْتَكْبِرْ فَتَمَحْوِرْ فَمَآ كَسَبَتْ  
آيَاتُكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ (الشوریٰ: ۳۳)

دعا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور صالح بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے اور اس آزمائش میں ان کی  
استقامت اور ان کا ضبط اور صبر ان کے تقرب اور ان کے درجہ کی بلندی کا سبب بنتا ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو جو  
بلند درجہ عطا فرمائے گا تو اس کی دلیل اور جہت کے طور پر آفت مصائب اور مشکلات میں ان کی استقامت اور ان کے صبر و  
ضبط کو ظاہر فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَحْسِبَ النَّاسَ أَن يُمَتَّعُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ (العنکبوت: ۲۴)

کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ (مومن) ان کے اس  
کئے پر چھوڑ دیئے جائیں گے مگر ہم ایمان لے آئے اور ان کو

آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِبَشِيرٍ مِّنَ الْغَوَافِ وَالْخَوْفِ  
دور ہم تم کو کچھ خوف اور بھوک اور مال اور جان اور

پہلوں کی کمی سے ضرور آزمائیں گے اور آپ مہر کرنے والوں کو خوش خبری سنائے جب ان لوگوں کو کوئی مصیبت پہنچے ہے تو وہ کہتے ہیں 'بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی جانب سے صلوات اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور یہی لوگ دامت برکاتہم۔

تَقْصِرَ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالْعُرْسِ وَيَنْقَرِ  
الضَّرِيرَ ۖ أَلَيْسَ أَتَمًّا إِذَا أَتَيْنَهُمُ مُبْتَغِيَةً  
قَالُوا إِنَّا لَبِئْسَ مَا لَنَا وَلِنَا أَلَمْ يَجْعَلْ ۖ أُولَئِكَ  
عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ  
سُوءُ الْمُهْتَدِينَ (البقرة: ٢٥٥-٢٥٦)

انبیاء علیہم السلام علماء اور مومنین کے درجات کی بلندی

نیز اس آیت میں فرمایا ہے ہم جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے ان کے درجہ بلند کرتے ہیں نہ یہ درجہ اہل علم و حکمت اور نبوت کے درجہ میں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلْيَكُنِ الرَّسُولُ مَعْلَاً بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ  
مِّنْهُمْ مَّنَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضُهُمْ دَرَجَاتٍ  
(البقرة: ۲۵۵)

یہ سب رسول ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر نفیست  
دی ہے۔ ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کسی کو  
(سب پر) درجات کی بلندی عطا فرمائی ہے۔

رسولوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں اور علماء کے درجہ کی بندگی کا بھی ذکر فرمایا ہے:

مَرَّعَ الْمَلَأَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا  
الْكِتَابَ قَدْ رَأَوْهُ (المجادله ۱۵)

تم میں سے جو لوگ کمال ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا  
اللہ ان کے درجہ عات بلند فرمائے گا۔

اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اجر و ثواب کے اعتبار سے ان کے درجات بلند فرمائے گا اس آیت میں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل کی قوت اور غلبہ کے اعتبار سے دنیا میں بلند درجہ عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ابراہیم کو اسحق اور یعقوب عطا کیے اور ہم نے سب کو ہدایت دی۔ اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور نوح کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت دی) اور ہم اسی طرح ہیکل کسے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ (الانعام: ۸۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تسلسل

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اپنی نعمتیں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ نعمت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کفار کے مقابلہ میں جنت اور دہلیز کے اعتبار سے غالب اور سرخرو کیا اور دوسری نعمت یہ تھی کہ ان کے درجات بلند فرمائے اور حیرتی نعمت یہ ہے کہ ان کی نسل سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو جسوت فرمایا جن کا ذکر اس آیت میں فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی زوجہ حضرت سارہ دونوں مدت پورے ہو چکے تھے۔ اس وقت حضرت لوط علیہ السلام کی طرف جاتے ہوئے ان کے پاس فرشتے آئے اور ان کو حضرت اسحق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی۔ اس بشارت سے حضرت سارہ کو بہت تعجب ہوا۔ انہوں نے کہا

سارہ نے کہا اے القوس! کیا میں کچھ جنوں کی حلاکت میں  
 بوڑھی ہو چکی ہوں اور یہ میرے شوہر کا بھی بازو ہے جس میں ہے  
 شک یہ عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ اگر اللہ کے حکم سے



عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْمَيْمَاتِ حَبِيبَةٌ مَّحَبَّةٌ  
جب کرتی ہو اسے ابراہیم کے اہل بیت 'تم پر اللہ کی رحمت  
(ہود: ۷۳-۷۴) اور برکتیں ہوں' ہے شک وہی ہے تعریف کیا ہو پڑی بزرگی  
والا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اخی کے نبی ہونے کی بشارت دی:  
وَبَشِّرْنَاهُ بِاسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ  
اور ہم نے ابراہیم کو اخی کی نبی کی بشارت دی جو صالحین میں  
(الصفت: ۳) سے ہیں۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اخی کے بعد حضرت سارہ کو دال کے پوتے حضرت یعقوب کی بشارت دی:  
فَبَشِّرْنَاهَا بِاسْحَاقَ وَ يَسْحَاقَ وَ يَسْحَاقُ  
اور ہم نے سارہ کو اخی کی بشارت دی اور اخی کے بعد  
(ہود: ۷۴) یعقوب کی۔  
حضرت ابراہیم کی اولاد میں حضرت اسماعیل کو ذکر نہ کرنے کی وجہ

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے حضرت اخی کا ذکر فرمایا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا  
ذکر نہیں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کے پوتے کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی کا  
ظہور اول حضرت اخی کی پیدائش سے ہوا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس جگہ انبیاء نبی اسرائیل کا ذکر کرنا مقصود ہے اور بنو  
اسرائیل کے تمام انبیاء حضرت اخی اور حضرت یعقوب کی اولاد سے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، ان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام  
کو نبوت اور رحمت سے نوازا تھا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت بڑی نعمت ہے، ان کے بعد اکرم نبی تھے۔ وہ خود بھی نبی  
تھے اور ان کی اولاد میں بھی انبیاء علیہم السلام ہیں۔ حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون  
علیہم السلام یہ سب ان کی ذریت طیبہ ہے۔

ذُرِّيَّةً لِّبَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ (آل عمران: ۳۳) ان میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں۔

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ من ذریتہ کی ضمیر حضرت ابراہیم کی طرف راجع ہے یا حضرت نوح کی طرف۔ اگر یہ  
ضمیر حضرت نوح کی طرف راجع ہو تو اس آیت کا معنی ہو گا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت داؤد، حضرت سلیمان،  
حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس ہیں اور  
اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر یہ ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہو تو یہ تمام انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام  
کی اولاد قرار پائیں گے۔ اس اعتبار سے تو یہ مناسب ہے، کیونکہ اس کلام کا سابق و سابق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نعمتوں کا  
بیان ہے اور یہ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ یہ سارے انبیاء علیہم السلام ان کی اولاد ہیں، لیکن اس پر اعتراض ہے کہ  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صلی بیٹے نہیں ہیں، بلکہ وہ ان کی بیٹی حضرت مریم کے بیٹے ہیں اور دوسری  
بہنوں میں جا کر آپ کے نواسے ہوئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی اولاد کا اطلاق کس طرح درست ہوا؟ اس کا جواب یہ  
ہے کہ یہ اطلاق مجازی ہے۔ اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ ہم آیت ۸۵ کی تفسیر میں ذکر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس یہ سب صالحین میں سے ہیں۔ (الانعام: ۸۵)

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ من ذریتہ کی ضمیر کاصحیح حضرت نوح ہیں یا حضرت ابراہیم۔

ابو ذکریا یحییٰ بن زیاد القراء المتوفی ۴۲۰ھ نے لکھا ہے یہ خیر حضرت نوح کی طرف رافع ہے۔ (معانی القرآن، ج ۳ ص ۳۲۲)  
نواسوں کا اولاد میں داخل ہونا

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ ابو الاسود سے روایت کرتے ہیں کہ حجاج نے یحییٰ بن یسعو کو بلا کر کہا کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ حضرت حسن اور حضرت حسینؑ کی اولاد ہیں۔ کیا قرآن مجید میں اس پر کوئی دلیل ہے؟ میں نے اول سے آخر تک قرآن مجید پڑھا مجھے اس پر کوئی دلیل نہیں ملی یحییٰ بن یسعو نے کہا تم نے سورۃ الانعام کی یہ آیت نہیں پڑھی ومن ذرینہ الی قولہ وبیحسی وعبسی اس نے کہا کیوں نہیں انہوں نے کہا کیا حضرت یسعیؑ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد نہیں ہیں، حالانکہ ابن کا کوئی باپ نہیں ہے۔ حجاج نے کہا آپ نے سچ کلمہ

(تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج ۳ ص ۳۳۵، مطبوعہ نزار صفطی، ریاض، ۱۳۱۷ھ)  
ابو اسحق ابراہیم انرجاج المتوفی ۳۷۱ھ نے لکھا ہے، چنانچہ کہ یہ انبیاء عظیم السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں اور یہ بھی چنانچہ کہ یہ انبیاء عظیم السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں۔

(معانی القرآن و اعرابہ لہذا ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ عالم الکتاب، بیروت، ۱۳۰۸ھ)  
قاضی عبدالرحمن بن غالب بن علیہ اندلسی متوفی ۵۵۶ھ لکھتے ہیں:

زہاج نے کہا ہے کہ من ذرینہ کی خیر کا ابراہیم کی طرف ہونا بھی چاہئے۔ اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ ابن انبیاء میں حضرت لوط علیہ السلام کا بھی ذکر ہے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں، بلکہ وہ ان کے بھتیجے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے بھائی ہیں اور جو شخص ہاموں پر باپ کا اطلاق کرتا ہے وہ اس آیت سے استدلال کرتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ خیر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف لوثی ہے اور یہ بہت مناسب ہے۔

(الحرر الوجیز، ج ۶ ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ تھامہ، مکہ مکرمہ)  
امام ابن ابی حاتم اپنی سند کے ساتھ محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ ہاموں بھی والد ہے اور چچا بھی والد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی ان کے ہاموں کی طرف نسبت کی ہے اور فرمایا "ومن ذرینہ" (الی قولہ) و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ والیاس کل من الصالحین۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج ۳ ص ۳۳۶، مطبوعہ مکتبہ نزار صفطی، ریاض، ۱۳۱۷ھ)  
نواسوں کو اولاد میں شمار کرنے کے متعلق ذہاب فقہاء  
علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ یہ مذکورہ انبیاء عظیم السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں تو اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ اس آیت میں حضرت یونس اور حضرت لوط علیہما السلام کا ذکر بھی کیا گیا اور وہ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں، حضرت لوط ان کے بھتیجے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے بھائی تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ تمام انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی طرف منسوب ہیں، اگرچہ ان میں بعض انبیاء ایسے ہیں جو بنی اور باپ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے نہیں ہیں، کیونکہ حضرت لوط، حضرت ابراہیم کے بھائی کے بیٹے ہیں اور عرب چچا کو باپ کہتے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے نقل فرمایا ہے، انہوں نے کہا

تَعَمَّدُوا لَهَاكَ وَاللَّهُ ابْنُكَ رَبُّنَا وَنَحْنُ

إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ (البقرة: ١٢٣)

دادا احمد ایف ایم اور اسامیل اور اخلاق کے پیروی کی عبادت کریں

2

ملائکہ حضرت اسماعیلؑ، حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے شمار فرمایا ہے، 'حلاکہ وہ ان کی بیٹی کے بیٹے ہیں' اسی بناء پر حضرت قاضی محمد رضا عثمانی اولاد محمدیؑ کی ذریت ہے اور قضاۃ مدنیوں کی اولاد کو بھی اولاد میں داخل کرتے ہیں، 'وہ اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں اور ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کو لے کر آئے اور ان کو منبر پر چڑھایا، پھر آپ نے فرمایا میرا یہ بیٹا سید ہے اور یہ شک اللہ تعالیٰ اسی کے جب سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے۔

المجلد الاول ج ٣ رقم المخطوط ٣٣٩ من الترتيب ج ٥ رقم المخطوط ٣٤٨ من المجلد ج ٣ رقم المخطوط ٣٣٣ من  
التسليم ج ٤ رقم المخطوط ٣٣٩ من ج ٥ رقم المخطوط ٣٣٣ من ج ٥ رقم المخطوط ٣٣٣ من ج ٥ رقم المخطوط ٣٣٣ من ج ٥  
من ج ٣ رقم المخطوط ٣٣٣ من ج ٥ رقم المخطوط ٣٣٣ من ج ٥ رقم المخطوط ٣٣٣ من ج ٥ رقم المخطوط ٣٣٣ من ج ٥

ہمیں کسی کے متعلق یہ علم نہیں ہے کہ اس نے بیٹیوں کی اولاد پر جن کے بیٹا کی اولاد کے احاطہ کی گنجائش کہا ہو اور نقت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ نگہ اولہ (بیٹا) کا لفظ اولاد سے مشتق ہے اور وہ لا محالہ اپنی ماں کے باپ سے متولد ہیں۔ سو قرآن مجید کی آیت ”وَمَنْ ذُرِّيَّتُهُ“ (الاحقاف: ۸۸) اس حدیث اور نقت سے یہ ثابت ہے کہ کسی شخص کی بیٹی کی اولاد پر بھی اس شخص کی اولاد کا احاطہ ہوتا ہے اس سے حسب ذیل مسئلہ متصرع ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی اولاد اور نولاد کی اولاد کے لیے کسی جائیداد کو وقف کیا تو اس میں اس کی بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہوگی ہر کسی طرح جب کسی شخص نے اپنے قربات و ارباب کے لیے وصیت کی تو اس میں بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہوگی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر ذی رحم عرم کو قربات شامل ہے۔ مگر ان کے نزدیک اس وصیت سے چچا، چچو، مچو، ماموں اور خالہ کے بیٹے سناختہ ہو جائیں گے کیونکہ وہ عرم نہیں ہیں۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ہر ذی رحم عرم اور اس کے غیر کو قربات شامل ہے۔ مگر ان کے نزدیک اس وصیت سے چچا کا بیٹا اور اس کا غیر سناختہ نہیں ہوگا۔ اور امام مالک کے نزدیک اس وصیت میں بیٹیوں کی اولاد داخل نہیں ہوگی۔ اور اس کا بیٹا اپنے قربات و ارباب کے لیے وصیت کرنا اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کے لیے وصیت کرنے کی مثل ہے۔ اور اس وصیت میں بیٹے کی اولاد داخل ہوگی۔ اور بیٹیوں کی اولاد داخل نہیں ہوگی۔ امام شافعی کا بھی ایک قول اسی طرح ہے۔

امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:

بُؤْسِيكُمْ اللَّهُمَّ يَا أَوْلَادَكُمْ (النساء: ۱۹)

تمام مسلمان اس آیت کا یہ معنی سمجھتے ہیں کہ اس آیت میں اولاد سے مراد صلی اولاد ہے اور خصوصاً اپنا مراد ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا

[illegible]

طاهر

رسول اللہ ﷺ نے یہ حصص قربات وادوں میں سے بچا کر دیئے، مومن کو نہیں دیئے، اسی طرح عرف میں بیٹوں کی اولاد ان کے بھائی کی طرف منسوب نہیں کی جاتی اور شجرہ نسب میں وہ بھائی کے ساتھ نہیں لگتی۔

(الجامع لاحکام القرآن ۷: ۷۲، ص ۳۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ)

بچی کی اولاد پر اولاد کے اطلاق اور اولاد میں اس کے داخل ہونے پر یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ حَاكَمَكَ فَصَرِّهْ مِنْ تَحْتِ سَاحَةِ كَعْبٍ  
الْبَلَامِ قُلْ تَعَالَوْا تَدْعُ آبَاءَنَا وَآبَاءُكُمْ وَ  
يَسَاءَ تَاوَسَاءُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَكُونُونَ  
تَنْتَهَلُ فَتَنْهَلُ لَعَنَتِ اللَّهُ عَلَى  
الْكَاذِبِينَ ۝ (آل عمران: ۹۵)

پھر اسے رسول کریم (ا) آپ کے پاس دتی آئے کے بعد بھی جو لوگ حضرت عیسیٰ کے حلقہ بحث کریں تو آپ (ان سے) کس، آؤ! ہم اپنے بیٹوں کو بلا لیں اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے آپ کو اور تم اپنے آپ کو پھر ہم ماجری کے ساتھ اللہ سے دعا کریں اور مجھوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

احادیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے بیٹوں کے لیے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بلایا تھا اس سے واضح ہوا کہ نبی کی اولاد بھی اولاد میں داخل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ، امام سعید بن منصور، امام عبد بن حمید، امام ابن جریر اور امام ابو نعیم جیسے روایت کرتے ہیں کہ اہل نبوان یہ ساتوں کی ایک بڑی قوم تھے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کے حلقہ ایک عظیم ہات کی اور وہ نبی ﷺ سے اس مسئلہ میں بحث کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے مہلہ کرنے کا حکم دیا۔ صبح کو نبی ﷺ حریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں تو انہوں نے مہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے پر رضامند ہو گئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے سب نے بشارت دی تھی حتیٰ کہ وہ دشمن پریشے ہوئے پرندوں نے بھی کہ اگر یہ مہلہ کرنے تو تمام اہل نبوان ہلاک ہو جائے۔

امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن المنذر، امام حاکم اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "قل تعالوا ندع آبائنا و آبائكم" کم "تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا اے اللہ! یہ سب میرے اہل بیت ہیں۔

(در مشورہ ۳: ۲۳۲، ۲۳۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۳ھ)

علامہ سید محمود اکوی حنفیؒ نے صحیح لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی کی اولاد کو بیٹا کہنا یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے۔ اور ہمارے اصحاب فقہاء اختلاف کے اس مسئلہ میں مختلف فتوے ہیں اور میرا عقین یہ ہے کہ نبی کی اولاد اولاد میں داخل ہے۔

(روح المعانی ۷: ۷۲، ص ۴۱۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت الیاس کاتب اور ان کا مصداق

حضرت الیاس علیہ السلام کے نب اور ان کے مصداق میں اختلاف ہے۔ امام ابن جریر حنفیؒ ۳۲۰ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور الیاس ہیں اور اسرائیل بیٹوہ ہیں۔

اور اہل انساب نے یہ کہا ہے کہ اور یس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے چہ (دوا) ہیں۔ وہب بن منبہ سے اسی طرح مروی ہے، کیونکہ اس آیت میں حضرت الیاس کو حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت قرار دیا ہے تو پھر وہ حضرت اور یس کیسے ہو سکتے ہیں؟ کیونکہ حضرت اور یس علیہ السلام تو حضرت نوح علیہ السلام کے دادا ہیں، اس لیے اہل انساب کا قول صحیح ہے۔

(جامع البیان ۷: ۳۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۴۷ھ نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر یہ قول روایت کیا ہے کہ حضرت الیاس ہی حضرت اور یس ہیں۔ (تخیر الامام ابن ابی حاتم ۳: ۳۳۶ مطبوعہ مکتبہ نزار حنفی، مکہ مکرمہ ۱۴۳۱ھ)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

ایک قوم نے یہ وہم کیا ہے کہ المسیح ہی الیاس ہیں، علانکہ اس طرح نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کا ایک الگ ذکر کیا ہے۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ حضرت المسیح حضرت الیاس کے شاگرد ہیں اور یہ دونوں حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے پہلے گزرے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت الیاس ہی حضرت اور یس ہیں اور یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت اور یس حضرت نوح کے دادا ہیں اور حضرت الیاس ان کی اولاد میں سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت الیاس ہی حضرت خضر ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ نہیں، بلکہ حضرت المسیح حضرت خضر ہیں۔

(جامع البیان ۷: ۳۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ سعد محمود تلمو متوفی ۷۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسماعیل نے حضرت الیاس کا نسب اس طرح بیان کیا ہے، "الیاس بن یس بن فہص بن اصغر بن ہارون۔ یہ وہ ہارون ہیں جو حضرت موسیٰ بن عمران علیہم السلام کے بھائی ہیں۔ قسی نے نقل کیا ہے کہ حضرت الیاس حضرت یوشع کے نواسے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت اسماعیل کے نواسے ہیں۔ حضرت ابن مسعود نے کہا وہ اور یس ہیں، اور امام ابن اسماعیل نے حضرت اور یس کا نسب اس طرح بیان کیا ہے، "اور یس بن یزید بن صہیل بن انوش بن قینان بن شیبہ بن آدم اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کے دادا ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت نوح اور حضرت اور یس کے درمیان ایک بڑا فاصلہ ہے۔ (روح المعانی ج ۷: ۲۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسماعیل اور المسیح اور یس اور لوط اور ہم نے سب کو (ان کے زمانہ کے) تمام جہنم والوں پر فضیلت دی اور ان کے باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے ان کو جن لیا اور ان سب کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دی (الانعام ۸۷: ۸۶)

علامہ قرطبی نے وہب بن منبہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت المسیح حضرت الیاس کے صاحب تھے اور یہ دونوں حضرت ذکریا اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے پہلے گزرے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں ایک نوع کی مناسبت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے چار نبیوں کا ذکر فرمایا اور وہ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسمعیل اور حضرت یعقوب علیہم السلام ہیں۔ پھر ان کی اولاد میں سے چودہ نبیوں کا ذکر فرمایا اور وہ یہ ہیں۔ حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت ذکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس، حضرت اسماعیل، حضرت المسیح، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم السلام اور یہ کل اٹھارہ نبیوں کا ذکر ہے۔

جب متعدد شخصیات کا ذکر ہو تو ان کے درمیان ترتیب یا توجہ و تلاف کے اعتبار سے ہوتی ہے اور یا افضل اور شرف کے اعتبار سے ترتیب ہوتی ہے۔ امام راہزی نے یہی ترتیب کی ایک اور وجہ بیان کی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حصول ہے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کا پہلے ذکر فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملک، سلطنت اور قدرت کی عظیم نعمت عطا فرمائی تھی۔ پھر حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر فرمایا 'انہیں مصائب میں مبتلا کر دیا اور آزمائش میں ثابت قدم رہنے کی بہت بڑی نعمت عطا فرمائی تھی اور ان کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر فرمایا 'وہ ان دونوں نعمتوں کے جامع ہیں۔ پہلے انہوں نے سخت مصائب برداشت کیے 'پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ملک اور سلطنت سے نوازا۔ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام پر نعمتوں کا وہ سراسر سلسلہ ہے۔ وہ ان کے عزت و کثرت کی نعمت اور ان کے دلائل اور براہین کی کثرت ہے اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو یہ نعمت پوری طرح حاصل تھی۔ لہذا ان کا ذکر فرمایا 'اس کے علاوہ نعمت کی ایک قسم ہے دنیا سے ترک تعلق کر کے زاہدانہ زندگی گزارنا اور حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت الیاسؑ اس نعمت کے حامل ہیں 'اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو صالحین کے وصف کے ساتھ متصف کیا ہے۔ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کی ایک وہ نوع ہے جن کے دنیا میں بیرونی باقی نہیں رہے اور وہ یہ ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسمعٰلؑ، حضرت یونسؑ اور حضرت نوحؑ علیہم السلام ان انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں یہ ایک عمدہ مناسبت ہے جس کو امام راہزی نے مستحب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے 'ہم نے ان کو ہدایت دی' اس کا معنی ہے ہم نے ان کو جنت کے راستوں کی طرف ہدایت دی 'یا اس کا معنی ہے ہم نے ان کو احکام شریعہ پر عمل کرنے اور محاسن اخلاق کو حاصل کرنے کی ہدایت دی۔

انبیاء علیہم السلام کا ملائکہ سے افضل ہونا

اس آیت میں فرمایا ہے اور ہم نے ان (سب) انبیاء کو تمام جنات والوں پر فضیلت دی اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں کیونکہ عالم کائنات اللہ تعالیٰ کے سوا ہر موجود کو شغل ہے اور ملائکہ بھی عالمین میں داخل ہیں۔ سو اس آیت کا مقناضیہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں اور اس پر دو سری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اور حکمت کا مقناضیہ ہے کہ اگر ان کو اپنی کے لیے سجدہ کا حکم دیا جائے اور تعمیری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام جناتوں کے اماء کی تعلیم دی اور پھر فرشتوں سے ان چیزوں کے متعلق سوال فرمایا اور جب وہ ان چیزوں کے نام نہ بتا سکے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا آپ ان چیزوں کے نام بتائیں اور جب حضرت آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے نام بتا دیے تو فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ سورہ بقرہ ۳۳-۳۴ میں یہ واقعہ مذکور ہے اور اس سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی فرشتوں سے افضل ہوتا ہے 'اور جو حتمی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں شہوت اور غضب کو رکھا ہے جو علی اور علیؑ کی ملکات کے حصول سے مانع ہیں 'پھر اس میں نجی خفاگی اور تمدنی ضروریات اور حاجات رکھی ہیں اور کمزوریاں اور بیماریاں رکھی ہیں جو فضائل اور محاسن کے حصول سے مانع ہوتی ہیں اور فرشتوں کے اندر ان میں سے کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ ہر وقت 'شیخ' طہل اور عبادت کرتے ہیں اور ان کے لیے کوئی چیز مانع اور مائل نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مشاغل، صوارف اور سوانح کے باوجود معرفت الہی اور عبادت میں مکمل حاصل کرنا زیادہ اظہار اور فضیلت کا موجب ہے۔ اس لیے عام اور خاص ملائکہ سے انبیاء علیہم السلام افضل ہیں اور عام ملائکہ سے کامل مسلمان اور عبادت گزار مومنین افضل ہیں 'لیکن وہ خاص ملائکہ جیسی رسل ملائکہ سے افضل نہیں ہیں 'بلکہ رسل ملائکہ ان سے افضل ہیں اور رسل انبیاء اور کفار سے عام ملائکہ بھی افضل ہیں۔

اس آیت سے یہ مسئلہ بھی مستنبط کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام اولیاء سے افضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کو اعلیٰ ترین پر فضیلت دی ہے اور اعلیٰ ترین میں اولیاء کرام بھی داخل ہیں۔

پہ ظاہر اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام ہمارے نبی سیدنا محمد چچوڑ سے بھی افضل ہوں کیونکہ اس میں فرمایا ہے ہم نے ان (سب) کو اعلیٰ ترین پر فضیلت دی ہے اور اعلیٰ ترین میں ہمارے نبی بھی داخل ہیں۔ اس لیے مفسرین نے اس آیت میں یہ قید لگائی ہے کہ ان سب کو اپنے اپنے زمانوں میں تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے ان کے علاوہ قرآن مجید میں سات انبیاء علیہم السلام کا اور ذکر فرمایا ہے۔ وہ یہ ہیں: حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت ذوالکفل، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السلام اور ہمارے نبی سیدنا محمد خاتم الانبیاء و المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ و ہدیکہ وسلم۔

ان آیتوں میں اس پر دلیل ہے کہ جس رسول نے سب سے پہلے حلال اور حرام اور دیگر شرعی احکام بیان کیے وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور اگر وہ شرک کرتے تو ان کے لیے ہونے تک اہل ضلالت ہو جاتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتب اور حکم شریف اور نبوت عطا کی تھی۔ پس اگر یہ لوگ ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں (تو کوئی حرج نہیں) ہم نے ان چیزوں پر ایسی قوم کو مقرر فرمادیا ہے جو ان چیزوں کا انکار کرنے والی نہیں ہے۔ (الانعام: ۸۸-۸۹)

اللہ کی ہدایت

یہ اللہ کی ہدایت ہے۔ اس سے مراد وہ ہدایت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسل علیہم السلام کو ہدایت دی ہے اور ان کو دین حق کے ساتھ متصف ہونے کی توفیق دی ہے جس کے سبب سے انہوں نے دنیا اور آخرت کی عزت اور کرامت کو حاصل کیا اور اللہ کی ہدایت کا معنی ہے اللہ کی توحید کا اقرار کرنا ہر قسم کے شرک سے و انما تجتنب رہنا اور انفرادی کے ساتھ اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنا۔ پھر فرمایا: فرض عمل اگر ان نہیں اور رسولوں نے بھی شرک کیا تو ان کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک کی تہذیب کے ساتھ کسی نیک عمل کو قبول نہیں فرماتا۔ اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے لیے تشریح ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام سے بھی اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ اگر انہوں نے باطن شرک کیا تو ان کے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے تو ان کی امتیں کس گنہگار میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ وہ انبیاء ہیں جن کو ہم نے کتابیں دی ہیں ان کتابوں سے مراد حضرت ابراہیم کے چھپنے ہیں اور حضرت موسیٰ کی تورات ہے، حضرت داؤد کی زبور ہے اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی انجیل ہے اور حکم سے مراد ہے کتاب اللہ میں مذکور احکام کی قسم اور معرفت اور نبوت کا معنی ہے اللہ کی طرف سے غیب کی خبریں اور احکام شریعہ حاصل کر کے بندوں تک پہنچانے۔

پھر فرمایا اگر اہل مکہ نے میری کتب کی ان آیات کا کفر اور انکار کیا تو میں نے ان آیات پر ایمان لانے کے لیے ایسی قوم کو مقرر کیا ہے جو اس کا انکار نہیں کریں گے۔ اہل جبرئیل نے کہا اس قوم سے مراد اہل مدینہ اور انصار ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اہل مدینہ رسول اللہ چچوڑ کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے اہل ایمان کے لیے مدینہ میں جگہ بنا چکے تھے۔

قرآن نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ اگر قریش نے ہماری آیات کی تکذیب کی (تو کیا نقصان ہے) ہم نے اس سے پہلے

خداوند تعالیٰ کا ذکر کیا ہے جو ہماری آیات پر ایمان لانے والے ہیں۔ اہم این جریر نے اسی تفسیر کو رائج قرار دیا ہے۔

(جامع البیان 'جزء ۷' ص ۳۳۵-۳۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔ آپ کئے میں اس (تبلیغ اسلام) پر تم سے کوئی مضبوط طلب نہیں کرتا یہ تو صرف تمام جن دن والوں کے لیے نصیحت ہے۔ (الانعام ۱۰۰)

اس آیت کا معنی ہے اسے رسول کریم ان نبیوں اور رسولوں نے جو عمل کیا ہے آپ اس کے مطابق عمل کریں اور جس منہاج پر یہ چلتے رہے ہیں اس منہاج پر چلیں اور ہماری دی ہوئی ہدایت اور توفیق کے مطابق جس طرح انہوں نے زندگی گزار دی ہے آپ اس طرح زندگی گزاریں اور ان تمام نبیوں اور رسولوں کے جس قدر محانت اور خوبیوں ہیں آپ وہ سب اپنے اندر جمع کر لیں۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی عظیم منقبت ہے کہ تمام نبیوں اور رسولوں میں جو خوبیاں اور کمالات الگ الگ اور متفرق طور پر پائے جاتے تھے وہ سب کمالات آپ کی ذات میں جمع ہو گئے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

اہم مالک بن انس ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ حسن اخلاق کو عمل کر دوں۔

(الموطا' رقم الحدیث: ۱۶۷، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۰۶۷، ۵۰۶۸)

اہم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں صالح اخلاق کو عمل کر دوں۔

(المستدرک 'ج ۲' ص ۳۳۰، سنن کبریٰ للبیہقی 'ج ۲' ص ۱۳۳، السنن کبار 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۸۳۴، سنن احمد 'ج ۹' رقم الحدیث: ۸۸۳۲، شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے، مطبوعہ دار الحدیث کاہرہ، سنن احمد 'ج ۲' ص ۳۸، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، رقم الحدیث: ۳۱۹۹۸)

اہم احمد بن محمد بن حنبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے صرف مکارم اخلاق کو پورا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

(مسند ابی یوسف 'ج ۳' رقم الحدیث: ۲۳۰۷، السنن کبار 'ج ۲' ص ۱۳۳، مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۶۸۹، بخاری رقم الحدیث: ۶۸۹۰، سنن ابی داؤد رقم الحدیث: ۶۱۸)

اہم فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ہمارے رسول کریم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور اس کی تقریر یہ ہے کہ صفات کمال اور فضل شرف اس میں متفرق ہیں۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام فوت پرست شکر کرنے والے تھے اور حضرت ایوب علیہ السلام آزمائشوں پر بہت صبر کرنے والے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام صبر اور شکر کے جامع تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قوی شریعت کے بانی اور ملک بھارت کے حامل تھے اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہم السلام زہد میں رائج قدم رکھتے تھے۔ حضرت اسماعیل پر صدق ملک تھا اور حضرت یونس اللہ



کی بارگاہ میں بہت گڑبڑ اگر دھا کرنے والے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء علیہم السلام کا میل ذکر فرمایا ہے ان میں سے ہر ایک پر شرف اور فضیلت کی کوئی نہ کوئی صفت غالب تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو یہ حکم دیا کہ وہ ان تمام انبیاء کی ابتداء کریں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو یہ حکم دیا کہ عیوض اور لطافت کی کل صفات جو ان تمام انبیاء علیہم السلام میں متفق طور پر پائی جاتی ہیں، آپ تمام صفات سے متصف ہو جائیں اور خصائل رفیعہ اور شائستہ جملہ کو اپنی ذات میں جمع کر لیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا تو یہ محل ہے کہ آپ ان صفات کمال کے حصول میں کوئی کوتاہی کریں۔ پس حاجت ہو کہ شرف اور فضیلت کی یہ تمام صفات آپ کی ذات میں جمع ہو گئیں اور جو کمال تمام انبیاء علیہم السلام میں متفق تھے وہ سب آپ کی ذات مبارکہ میں جمع ہو گئے۔ لہذا یہ کتنا واجب ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۷۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ج ۳، ص ۷۵، مطبوعہ مصر)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کہنے میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی معذرتہ طلب نہیں کرتا اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیاء سابقین علیہم السلام کی سیرت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی سیرت یہ تھی کہ وہ دین کو پھیلانے اور شریعت کی تبلیغ کرنے پر اجر اور معذرتہ کا مطالبہ نہیں کرتے تھے تو آپ نے بھی ان کے طریقہ کی پیروی کی اور فرمایا میں دین کے پھیلانے کے عوض تم سے کسی معذرتہ کا مطالبہ نہیں کرتا اور یہ قرآن تو تمام جان وادوں کے لیے نصیحت ہے، یعنی تمام انسانوں کو اپنی دنیا اور آخرت کی صلاح اور فلاح کے لیے جن امور کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ تمام دنیا کے انسانوں کی طرف مبعوث ہیں نہ کہ کسی ایک قوم کی طرف۔

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْنَا بَشَرًا مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَن أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى

اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جس طرح اس کی حمد کرنے کا حق تھا۔ جب انہوں نے کہا اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں

کيا، آپ کہیے پھر اس کتاب کو جس نے نازل کیا جس کو موسیٰ دے گئے تھے، وہ لوگوں کے لیے نور اور

لِلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَ

برائیت تھی، تم نے اس کے الگ الگ کاغذ بنائے، تم ان کو ظاہر کرتے ہو اور ان میں سے اکثر چھپا لیتے ہو اور

عَلِمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ

نہیں دوسرے وہ دیکھا جس کو تم جانتے تھے اور تم جانتے ہو اب دادا، آپ کہیے اللہ ہی نے اس کتاب کو نازل کیا ہے (پھر ان کو ان

فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ۚ وَهَذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ

کی کتاب میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیں ۝ یہ کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے یہ برکت والا ہے یہ ان واسطوں کا کتاب ہے

الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِينَ

کی تصریح کرنے والے ہیں کہ ہر اس سے پہلے نازل ہوئی ہی تاکہ آپ محمد و آلہ اس کے گرد و نواح کے لوگوں کو مذہب سے اگلیں اور ان

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿۹۲﴾

لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے اور اس کتب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ○

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ

اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اندر پر بتان لگائے یا کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے

وَلَمْ يُوْحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ

وہاں کہ اس کی طرف بالکل وحی نہیں کی گئی اور جو یہ کہے کہ میں مغرب ایسی چیز نازل کروں گا جیسی اندر نے نازل

اللَّهُ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ

کی ہے، اور (وہ غمراہ) کاش تو وہ منظر دیکھے جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے

بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرَجُوا أَنْفُسَكُمْ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ

ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے) نکالو اپنی جانوں کو آج تمہیں ذات والے عذاب کی سزا

الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ

دی جانے کی بیرون کرتے اندر پر ناحق بتان تراشتے تھے اور تم اس کی آیتوں پر ایمان لائے) سے

آيَتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ

تکبر کرتے تھے اور جب تم مجھے پاس اسی طرح تنہا آئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ

أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَرَىٰ بَعْدَكُمْ

تنہا پیدا کیا تھا اور جو کہ ہم نے تمہیں دیا تھا وہ سب ہم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو، اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان

شُفَعَاءَ كَمَا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ لَقَدْ تَقَطَّعَ

سفارشیں کہہ رہے ہیں دیکھ سب سے بہتر کے شیعوں تم یہ گھنڈہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے کاموں میں تمہارے

# بَيِّنْكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۹۳﴾

شریک ہیں، لیکن تمہارا ایمان حق ٹھٹھ گیا اور جن پر تم گمراہ کرتے تھے وہ تم سے جلتے رہے ۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے اللہ کی قدرت کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا جب انہوں نے کمانڈے کی کسی بشر پر کچھ ٹائل نہیں کیا۔ آپ کہتے ہیں اس کتاب کو کس نے ٹائل کیا جس کو سوئی لائے تھے؟ وہ لوگوں کے لیے نور اور ہدایت تھی، تم نے اس کے الگ الگ کافہ بنائے، تم ان کو ظاہر کرتے ہو اور ان میں سے اکثر حصہ کو چھپا لیتے ہو، اور جنہیں وہ علم دیا گیا ہے جس کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا، آپ کہتے: اللہ (ہی) نے اس کتاب کو ٹائل کیا ہے (پھر ان کو ان کی کج بخشی میں کھینچنے کے لیے چھوڑ دیں۔ (الانعام: ۹۳)

مناسبت اور شان نزول

قرآن مجید کا موضوع توحید اور رسالت اور آخرت کو ثابت کرنا ہے۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیان کردہ دلائل توحید کو نقل فرمایا پھر ان کو مزید مستحکم فرمایا اور اب اللہ تعالیٰ نے رسالت کے اثبات کے لیے دلائل کو ذکر فرمایا۔

اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے متعلق ٹائل ہوئی ہے یا مشرکین کے متعلق ٹائل ہوئی ہے۔ یہودیوں کے متعلق ٹائل ہونے پر یہ قریب ہے کہ نبوت اور رسالت کے یہود متفق تھے اس لیے اس آیت میں جو معارفہ ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کسی بشر کوئی چیز ٹائل نہیں ہوتی تو توحید موسیٰ پر قرابت کیسے ٹائل ہوئی؟ یہ معارفہ صرف یہود پر ہی جہت ہو سکتا ہے، مشرکین تو نبوت اور رسالت کے متفق نہیں تھے۔ تاہم اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ بعض مشرکین اہل کتاب سے سن کر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی رسالت کے متفق تھے، وہ صرف بدنامی پھیلنے کی رسالت ماننے سے انکار کرتے تھے اور مشرکین کے متعلق اس آیت کے نزول پر یہ قریب ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور پوری سورت یکبارگی ٹائل ہوئی ہے اور یہود سے نبی پھیلنے کے متعلق مدینہ منورہ میں ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ آیت مشرکین ہی سے متعلق ہے، لیکن اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ ایک آیت مدینہ منورہ میں ٹائل ہوئی تھی اور نبی پھیلنے نے اس آیت کو اس سورت میں رکھوا دیا اور روایات دونوں کے متعلق ہیں۔

اہم ابن جریر حنفی ۳۱۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ مالک بن صفیہ نام کا ایک یہودی نبی پھیلنے کے ساتھ بحث کر رہا تھا۔ نبی پھیلنے نے فرمایا میں جنہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر قرأت کو ٹائل کیا ہے۔ کیا تم نے قرأت میں یہ نہیں چڑھا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے رب سے اور وہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے رب سے غضب ناک ہو گیا اس نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر کوئی چیز ٹائل نہیں کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ٹائل فرمائی۔ (جامع البیہقن ۷۷۷ ص ۳۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

اور مشرکین کے متعلق یہ روایت ہے:

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ مشرکین قریش نے یہ کہا تھا کہ اللہ نے کسی بشر کوئی چیز ٹائل نہیں کی تو اللہ نے اس کے رد میں یہ آیت ٹائل کی۔ (جامع البیہقن ۷۷۷ ص ۳۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

اس آیت کا آخری حصہ جس میں یہ مذکور ہے تم نے اس کے الگ کافہ بنائے، تم ان کو ظاہر کرتے ہو اور ان میں سے اکثر

حصہ کو چھپا لیتے ہو یہ اس روایت کو مسترد کرتا ہے 'کیونکہ تورات میں تحریف کرنا ہر ملحد یودیوں کا کام تھا۔ مشرکین کا کام نہیں تھا اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہ آیت یود کے متعلق نازل ہوئی ہے۔  
تورات میں تحریف کے متعلق امام رازی کا موقف اور بحث و نظر  
امام محمد بن محمد بن عمر رازی متوفی ۳۷۶ھ لکھتے ہیں۔

اس آیت میں تورات کو نور اور ہدایت فرمایا ہے اور یہی نور سے مراد نور معنوی ہے اور ہدایت بھی نور معنوی ہے اور ان میں فرق یہ ہے کہ پہلی جگہ نور سے مراد اس کا کافی نسخہ ظاہر ہوتا ہے اور دوسری جگہ اس سے مراد دوسروں کے لیے منظر ہوتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا تم نے اس کے الگ الگ کلمہ بنائے 'تم ان کو ظاہر کرتے ہو اور ان میں سے اکثر حصہ کو چھپا لیتے ہو اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر کتاب کو کلموں میں محفوظ کیا جاتا ہے تو اگر یود نے تورات کو کلموں میں محفوظ کر لیا تھا تو ان کی نہ مت کس وجہ سے کی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی نہ مت کلموں میں محفوظ کرنے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کتاب کے دو حصے کر دیئے تھے۔ ایک حصہ لوگوں پر ظاہر کرتے تھے اور اس کا اکثر حصہ چھپا لیتے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یود تورات کو چھپانے پر کیونکر قادر تھے؟ جبکہ وہ مشرق اور مغرب میں پھیل چکی تھی اور بہت سے لوگوں نے اس کو حفظ کر لیا تھا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر اب کوئی شخص قرآن مجید سے کچھ آیتوں کو چھپا چاہے تو اس پر قادر نہیں ہو سکے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تورات میں تحریف کرنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے تورات کی آیات کی من گھڑت اور باطل تفسیر کی تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ سیدنا محمد پیغمبر کے متعلق تو تورات میں بہت کم آیات تھیں 'اگر آیات کو چھپانے سے مراد ان کا صحیح مطلب چھپا اور ان میں باطل تخیل کرنا ہے تو اُنہ تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا ہے کہ تم اس میں سے اکثر حصہ کو چھپا لیتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یود بعض احکام کی آیات میں بھی باطل تخیل کرتے تھے۔ مثلاً جہم کی آیت کی باطل تخیل کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۳) 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت د ج ۳ ص ۳۷' 'مطبوعہ مصر

یہ امام رازی کی تقریر ہے لیکن اس پر بھی یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سیدنا محمد پیغمبر کے متعلق اور جہم کے متعلق دل کر بھی آیات بہت گھل ہیں 'جبکہ قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ تم اس کا اکثر حصہ چھپا لیتے ہو۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ یودی تورات میں لفظی تحریف بھی کرتے تھے اور معنوی تحریف بھی کرتے تھے اور امام رازی کا اس کو قرآن مجید پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے 'کیونکہ کسی دور میں بھی تورات کی اشاعت قرآن مجید کی طرح نہیں ہوئی اور نہ اس کے قرآن مجید کی طرح حافظ ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید سے کسی آیت کا چھپا لینا ممکن نہیں ہے اور تورات سے کچھ چھپا لینا کچھ دشوار نہ تھا 'خصوصاً جس زمانہ میں قرآن کریم نازل ہوا یا اس سے پہلے کیونکہ اس وقت شرعاً اشاعت کے استغذار اور وسائل نہ تھے اور یودیوں کی تعداد اس وقت بھی دنیائیں بہت کم تھی اور وہ شرق و غرب میں پھیلے ہوئے نہ تھے 'اس لیے قرآن مجید کے الفاظ کو بلا وجہ ان کے ظاہری اور حقیقی معنی سے ہٹانا اور آیات کے چھپانے کو باطل تخیل پر محمول کرنا ہماری رائے میں درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

آیت مذکورہ کا مفسوخ نہ ہونا

اس کے بعد فرمایا آپ کہتے 'تم نے اس کا معنی یہ ہے کہ عقل سلیم یہ شلوت دیتی ہے کہ جو کتاب ہدایت اور نور ہے اور

جس کی تہذیب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے قوی معجزات لے کر آئے ہوں اس کو نازل کرنے والا اللہ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ اور یہ اس طرح ہے جیسے کوئی شخص وجود پاری پر استدلال کرتے ہوئے کہ وہ کون ہے جو موجود میں جان والا ہے؟ وہ کون ہے جو لامتناہی کے بعد علم پر کار ہے؟ وہ کون ہے جس نے آسمان کے ڈھیلے میں چٹائی رکھی؟ وہ کون ہے جس نے آسمان کے سوراخ میں سماعت رکھی؟ پھر وہ کہنے والا خود کہے: اللہ مگر اس سے حضور یہ ہے کہ جب کلام یہاں تک پہنچے گا تو ہر صاحب عقل اعتراف کرے گا کہ اس فعل کا قائل اللہ ہی ہے اور اخیر میں فرمایا پھر ان کو ان کی کج بخشی میں ٹھیکے کے لیے چھوڑ دیں اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ نے ان کے خلاف حجت پوری کر دی اور ان کے تمام شکوک و شبہات کو زائل کر دیا اور ان کو عذاب خداوندی سے ڈرا چکے تو آپ اپنی ذمہ داری پوری کر چکے اس کی تصویر یہ آیت ہے:

فَبَايَضُ آعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَبِيبًا إِلَّا لِيُذَكِّرَ الْأَلَمَ (الشوریٰ ۳۸) نہیں سمجھا آپ کا کام تو صرف بشارت دینا ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت 'آیت قیل سے منسوخ ہے۔ یہ قول بید ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے پھر ان کو ان کی کج بخشی کے لیے چھوڑ دیں یہ ارشاد بطور تہذیب ہے اور یہ حصول قیل کے معنی میں ہے لہذا اس آیت کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی قدر ناشناسی

اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور انہوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہ کی جس طرح قدر کرنے کا حق تھا جب انہوں نے کہا اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا۔ اہم رازی نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ یہود نے نبوت اور رسالت کا انکار کیا اور جس نے نبوت اور رسالت کا انکار کیا اس نے رسولوں کے پیچھے جس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت پر طعن کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے جہالت ہے اور یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کرنے کا۔

انفصاح نے کہا اس آیت کا معنی ہے انہوں نے اللہ کی کماحقہ معرفت حاصل نہیں کی اور حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کا معنی ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کماحقہ تعظیم نہیں کی۔ لہذا یہ دور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بخندری اور ان کی تعظیم نہ کرنے کا دور ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض واعظین اولیاء اللہ کو رسول اللہ ﷺ سے بڑھا دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نبی تھے جیسا کہ ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سولہ میں بیان کیا ہے۔ مگر کہتے ہیں کہ حضرت ذکریا کو جب بیٹے کی طلب ہوئی تو وہ ایک ولیہ حضرت مریم کے پاس گئے اور وہی دعا کی تو ان کی دعا قبول ہوئی 'ملاک و اللہ یہ ہے کہ حضرت ذکریا کو جب بیٹے کی طلب ہوئی طرف متوجہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مریم کو بے موسیٰ پھل دے رہا ہے تو ان کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا جو بے موسیٰ پھل دے سکتا ہے وہ مجھے بڑھا پنے میں اولاد بھی دینے پر تھک رہا ہے۔ اور پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیٹے کے لیے دعا کی اس طرح اولیاء اللہ کی شان میں یہ حدیث بیان کرتے ہیں:

حضرت معقذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے جو لوگ میری ذات سے محبت رکھتے ہیں ان کے لیے نور کے منبر ہوں گے اور ان پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔

اسن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث ۳۴۹۹، مسند احمد ج ۸، رقم الحدیث ۷۷۷۱، صحیح ابن حبان ج ۱، رقم الحدیث ۵۷۷، المعجم الکبیر

ج ۲۰، رقم الحدیث ۳۳۳، حلیۃ الاولیاء ج ۲، ص ۱۳۱

حلا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ انبیاء اور شداء بھی ان کی حقین کریں گے یہ اس بات کی چند مثالیں ہیں کہ آج کل کے واعظین اولیاء اللہ کو نبی اور رسول سے بڑھا دیتے ہیں اور آپ چند مثالیں اس امر کی بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیتے ہیں۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام دارقطنی اور امام ابن شہین نے اپنی اپنی شدوں سے روایت کیا ہے کہ جنگ احد میں حضرت قتادہ بن نضیل جب رسول اللہ ﷺ کے آنکھ نکل کر رخسار پر گر گئی، نبی ﷺ نے اس آنکھ کو لوٹا دیا اور وہ دونوں آنکھوں میں زیادہ درد اور صبح آنکھ تھی۔

(الاصحاح: ج ۳ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

اس دور کے واعظین اس حدیث میں یہ نکتہ آفرینی کرتے ہیں کہ خدا کی دی ہوئی آنکھ میں وہ روشنی نہیں تھی جو مصطفیٰ ﷺ کی دی ہوئی آنکھ میں تھی۔ (العیاذ باللہ) حلا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرنے کے لیے یوں کہا جاسکتا ہے کہ آنکھیں تو دونوں ہی خدا کی دی ہوئی تھیں، لیکن پہلی آنکھ میں باپ کے واسطے سے ملی تھی اور دوسری آنکھ سرور دو عالم ﷺ کے ہاتھوں سے ملی تھی۔ اسی طرح بعض لوگ کہ طیبہ میں رسول اللہ کا نام پہلے اور رسول اللہ ﷺ کا نام بعد میں لینے کی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے اللہ کا نام لینے سے زبان پاک ہو جائے گی، پھر اس زبان سے ہم محمدؐ لیا جائے۔ حلا کہ اہل علم پر عقلی فہم کی کہ اللہ تعالیٰ کے کام پاک قرآن مجید کو کسی شاک مو یا حوت (خود بخشی ہو، فہم ہو یا حاضر و غائب ہو) کا زبان سے چڑھنا جائز اور حرام ہے۔ اسی طرح نبیؐ اور سبہ وضو کا قرآن مجید کو چھونا بھی حرام ہے اور لوہ و احرام کی وجہ سے اعلیٰ کو ان ممانوں میں نہ چڑھنا اور نہ چھونا ایک انگ بات ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس کی مغفرت نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ اہم اور احرام اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے نام کا ہے، اور کہ طیبہ میں اللہ کے نام کو پہلے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مقدم کی جتنی بھی وجہ دیکھیں ہو سکتی ہیں، مقدم بلاذات ہو، مقدم بشارف ہو یا مقدم بلا ذکر ہو، ہر وجہ سے اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ پر مقدم ہے۔

اسی طرح ایک شعر ہے:

خدا جس کو پہلے چمکائے

محمد کا پکارا چمکا کوئی نہیں سکا

اول تو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ میں اختیارات کا منتقل کرنا ہی غلط اور باطل ہے۔ پھر یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کی طاقت اور اقتدار اور آپ کا اختیار اللہ کے اختیار اور اقتدار سے زیادہ ہے۔ (معاذ اللہ) خاص کمزور زندگی ہے۔ "وما قدروا اللہ حق قدرہ"۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا کر نہ اسلام کی کوئی خدمت کی ہے نہ رسول اللہ ﷺ کو خوش اور راضی کیا ہے اور دلائل کے اعتبار سے بھی یہ مودود ہے۔ اللہ تعالیٰ ابوطالب، مہربان اور دیگر کفار اور مشرکین کو دائمی عذاب میں مبتلا کرے گا اور رسول اللہ ﷺ ان کی شفاعت نہیں فرمائیں گے اور ان کو دائمی عذاب سے نہیں چھڑائیں گے اور حضرت عبداللہ ابن ام حکم کو دیکھ کر ایک مرتبہ نبی ﷺ نے تیری چڑھائی اور بیٹہ پھیر کر تو اللہ تعالیٰ نے سورہ صس میں فرمایا اور آپ کو ان کی طرف توجہ نہ کرنے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا:

وَإِنَّمَا هُمْ كَلْبٌ يَسْتَعِی ۖ وَهُوَ بِخُشۡی ۖ  
فَإِن تَرَوْهُ فَقُلُّوا سُبْحٰنَ رَبِّی ۚ  
اور جو دو ذات ہو آپ کے پاس آیا اور وہ اپنے رب سے  
ذرا رہے تو آپ اس سے بے توجہی کرتے ہیں!

(عیس ۸۱-۸۲)

ظہان القرآن

یاد رکھئے رسول اللہ ﷺ ایسی تعریف سے کبھی خوش نہیں ہوں گے بلکہ اس کے برعکس ناراض اور رنجیدہ ہوں گے جس تعریف میں آپ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ سے بڑھانے کا وہم و گملا جائے۔  
امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۵۷ھ روایت کرتے ہیں:

جب بن محمد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دوا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ مشقت میں پڑ گئے اور بچے ضائع ہو گئے اور مال لوٹ گئے اور مویشی ہلاک ہو گئے، آپ انہیں بے بارش کی دعا کیجئے۔ ہم آپ کو اللہ کی بارگاہ میں شفعیٰ بناتے ہیں اور اللہ کو آپ کے حضور شفعیٰ لاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا افسوس ہے! تم کو پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟ رسول اللہ ﷺ بار بار سبحان اللہ، سبحان اللہ فرماتے رہے، حتیٰ کہ آپ کے اصحاب کے چرواہے خوف کے آثار ظاہر ہوئے۔ آپ نے پھر فرمایا تم پر افسوس ہے اللہ کو اس کی مخلوق میں سے کسی کے پاس شفعیٰ اور سفارشی نہیں بتایا جاتا اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ تم پر افسوس ہے کیا تم کو پتا ہے اللہ کی کاشان ہے؟ اس کا عرش تمام آسمانوں پر اس طرح محیط ہے، آپ نے اپنی انگلیوں سے گنبد بنا کر دکھایا اور وہ اس طرح چڑھا رہا ہے جس طرح سواری کے بوجھ سے پالان چڑھتا ہے۔ (سنن ابو داؤد، ج ۳، رقم الحدیث ۴۲۶۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۳۳ھ)

حافظ ذی الدین ابو محمد السنذری المتوفی ۷۵۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت بیان کرنے کے لیے یہ مثل ذکر فرمائی ہے، تاکہ سننے والے کو اللہ تعالیٰ کی بلند شان، جلالت قدر اور عظیم ذکر کا اندازہ ہو اور کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے پاس سفارشی نہ بنائے، ورنہ اللہ تعالیٰ کسی چیز سے مشابہ نہیں ہے، اور نہ وہ کسی صورت سے کیمت ہے۔ (مختصر سنن ابو داؤد، ج ۴، ص ۳۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

ایک اعرابی نے اللہ تعالیٰ کو نبی ﷺ کے پاس سفارشی بنایا تو نبی ﷺ بہت رنجیدہ ہوئے، بار بار افسوس کیا اور سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھا۔ آپ سوچتے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھانے کی نکتہ آفرینی کی گئی تو اس سے رسول اللہ ﷺ کو کتنا افسوس ہو گا؟

اس سے بھی بڑا ظلم یہ ہے کہ آج کل کے واعظین یہ حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی مجدد پر آئے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی طرح چلنے لگے، بعد میں ایک شخص آیا۔ اس کو بھی دریا کے پار جانا تھا اور کشتی کوئی نہ تھی، اس نے حضرت کو جاتے ہوئے دیکھا تو پوچھا میں کس طرح آؤں؟ آپ نے فرمایا یا جنید یا جنید کتنا چلا! آہ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگے جب دریا میں پہنچا تو شیطان نے دل میں دوسرا ڈاکہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کھلاتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں؟ اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھینچا، پکارا! حضرت میں چلا، فرمایا دی گھر کہ یا جنید یا جنید جب کہا، دریا سے پار ہوا۔ بعد میں حضرت سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا اے بلوان! ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔

اس حکایت کو پڑھ کر بے اختیار زبان پر یہ آیت آتی ہے "و ما قدرہ اللہ حق قدرہ" انہوں نے اللہ کی ماحقہ قدر اور تقسیم نہیں کی اس حکایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا جنید کہنے سے بندہ پار لگتا ہے اور یا اللہ کہنے سے ڈوب جاتا ہے اور اس میں مخلوق کے ذکر کو اللہ کے ذکر سے بڑا درجہ دیتا ہے اور اس حکایت میں اللہ کے ذکر کے ارادہ کو شیطان کا دوسرا قرار دیا ہے اور یہ بہت بڑا ظلم ہے اور اس میں حضرت جنید پر بہتان ہے، اللہ کے نیک اور صلح مندے اپنے متوہمین کو اللہ کے ذکر کی تلقین کرتے ہیں نہ کہ اپنے ذکر کی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا ضل رہی حتیٰ ۱۳۴۰ھ سے اس حکایت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کا رد فرمایا۔ مسئلہ: از شفا غنہ فرید و ذاک غنہ خاص، شیخین پتھر پور، مسئلہ عظیم اللہ کچھنڈر ۷۲، رمضان ۱۳۵۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جینہ ایک بزرگ کال تھے انہوں نے سفر کیا راستے میں ایک دریا پار کیا اس کو پار کرتے وقت ایک آدمی نے کہا کہ مجھ کو بھی دریا کے پار کر دیجئے۔ تب ان بزرگ کال نے کہا تم میرے پیچھے یا جینہ یا جینہ کہتے چلے آؤ اور میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا۔ درمیان میں وہ آدمی بھی اللہ اللہ کہنے لگا تب وہ ڈوبنے لگا اس وقت ان بزرگ نے کہا کہ تو اللہ اللہ مت کہو یا جینہ یا جینہ کہو تب اس آدمی نے یا جینہ یا جینہ کہا جب وہ نہیں ڈوبا یہ در سے ہے یا نہیں اور بزرگ کال کے لئے کیا حکم ہے اور آدمی کے لئے کیا حکم ہے؟ بیسوا انو حروا۔

الجواب: یہ غلط ہے کہ سفر میں دریا یا نالہ دہلری کے پار چلا تھا اور یہ بھی زیادہ ہے کہ میں اللہ اللہ کہتا چلوں گا اور یہ محض انفرادی ہے کہ انہوں نے فرمایا تو اللہ اللہ مت کہو۔ یا جینہ کہنا خصوصاً حیات دنیوی میں خصوصاً جبکہ پیش نظر موجود ہیں اسے کون منع کر سکتا ہے کہ آدمی کا حکم پوچھا جائے اور حضرت سید الشفا غنہ جینہ بعد ازیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے حکم پوچھنا مکمل ہے اولیٰ و مستغنیٰ و دریدہ و غنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(الذی رد صوفیہ ج ۹ ص ۱۹۷ مطبوعہ مکتبہ روضیہ کراچی)

اعلیٰ حضرت نے اس حکایت کا جو رد کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ (المنفوط ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی) اور ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور میں اس حکایت کی نسبت جو اعلیٰ حضرت کی طرف کی گئی ہے اور اس کو اعلیٰ حضرت کا ملفوظ قرار دیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت کے دل میں اللہ تعالیٰ کی جو عظمت اور جلالت ہے اس سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ ایسی حکایت بیان کریں اس سلسلہ میں فیض المنفوط کے مرتب کو سہوا ہے۔ اس پر دلیل الذی رد صوفیہ کی مذکورہ اہدود عبارت ہے

وما قدرہ اللہ حق قدرہ (الانعام: ۹۲)

اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں ہم نے اپنے دور کے واعظین کی چند مثالیں بیان کی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور معرفت سے بہرہ نہیں اوروہ نمی پہنچتے اور اولیاء کرام کی شان میں غلو کرنے کے لئے ان کی قدر و منزلت کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیتے ہیں اور ان کو بڑھانے کے لئے اللہ کی شان کو ان سے کم دکھاتے ہیں مثلاً اللہ۔ اس تحریر سے ہمارا مقصد صرف اصلاح ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو نفع آور بنائے اور اس عاجز کو سلامتی کے ساتھ اسلام پر قائم رکھے اور عزت اور کرامت کے ساتھ ایمان پر قائم فرمائے اور اپنے فضل سے سفرت فرمائے اور دسوں اللہ پہنچے کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اللہ تعالیٰ کا اثر شلو ہے: یہ کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے یہ برکت والی ہے یہ ان (اصل) آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں تاکہ آپ کہہ سکیں اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں کو (غدا ہے) ڈرائیں اور ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب پر (بھی) ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (الانعام: ۹۳)

قرآن مجید کی خیر اور برکت

اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس قول کو باطل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر کو کوئی چیز نازل نہیں کی اور جب



یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل کی ہیں تو پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد پیغمبر پر نازل فرمایا ہے، ہم نے اس کتاب کو بہت خیر اور برکت والی بنایا ہے اور یہ سابقہ آسمانی کتابوں کی تائید تصدیق اور حفاظت کرتی ہے۔

اس کتاب کی خیر و برکت یہ ہے کہ انسان کو علم اور عمل کی فعالیت سے دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور سب سے افضل اور اشرف علم اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم ہے اور نبی کی ضرورت اور اس کے مقام و منصب اور احکام شریعت کا علم ہے اور اس علم کا مکمل قرآن مجید ہے اور سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرنا اور اس کے رسول پیغمبر کی اتباع کرنا ہے، اور اس علم کا منبع بھی قرآن کریم ہے۔ سو جس نے قرآن مجید کا علم حاصل کیا اور اس کے مخصوص پر عمل کیا، اسے دین اور دنیا کی خیر اور برکت حاصل ہو جائے گی، لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ امراء، حکام اور سربراہ داروں کو وہ عزت حاصل نہیں ہے جو علماء کرام کو حاصل ہوتی ہے۔

زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ہم نے دیکھا ہے کہ گروے ہوئے پادشاہوں کے مقبرے دیر پا نہ رہتے ہیں، وہیں لوگ چٹک مٹاتے اور برباد تفرق کے لیے تو جاتے ہیں، مملکت قرآن اور ایصال ثواب کے لیے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے برعکس علماء اور اہل اللہ کے مزارات مربع خلائق ہوتے ہیں اور وہیں دن رات مسلمانوں کا حجوم رہتا ہے اور یہ صرف قرآن مجید پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی خیر و برکت ہے۔

قرآن مجید کا سابقہ آسمانی کتابوں کا مصدق ہونا

اس آیت میں فرمایا ہے کہ یہ کتاب سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اس تصدیق کی تفصیل یہ ہے کہ آسمانی کتابوں میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ اصول اور فروع، اصول سے مراد ہیں عقائد، مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، توحید، رسالت، ملائکہ، تقدیر، قیامت، مرنے کے بعد انصاف، جزا و سزا، جنت اور دوزخ وغیرہ۔ اور فروع پر ہے کہ زبان و مکان کی تبدیلی اور انبیاء کے فرق سے ان عقائد میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ تو رات، نوروں اور انجیل میں جو عقائد تھے وہی عقائد قرآن مجید میں ہیں، اس لحاظ سے قرآن مجید ان سابقہ کتابوں کا مصدق ہے اور فروع سے مراد ہیں احکام شریعت اور ہر زمانہ کے مخصوص حالات، رسم و رواج اور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے اس زمانہ کے نبی کی شریعت، دوسرے انبیاء سے مختلف ہوتی ہے اور یوں تمام انبیاء کے احکام شریعت ایک دوسرے سے مختلف ہیں، لیکن نفس عبادت اور اطاعت رسول اور اتباع شریعت میں تمام آسمانی کتابیں متفق ہیں اور اس چیز میں قرآن ان کا مصدق ہے۔ نیز ان تمام سابقہ آسمانی کتابوں میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آخری زمانہ میں نبی آخر سیدنا محمد پیغمبر کو مبعوث کیا جائے گا جو سابقہ شریعت کو منسوخ کر دے گا اور سب لوگوں کو صرف ان کی شریعت کی اتباع کرنی ہوگی اور جب ہمارے نبی سیدنا محمد پیغمبر مبعوث ہو گئے اور قرآن مجید کے ذریعہ آپ کی شریعت مجتہد ہو گئی تو سابقہ آسمانی کتابوں کی یہ بشارت پوری ہو گئی، اس لحاظ سے قرآن مجید تمام سابقہ آسمانی کتابوں کا مصدق ہے۔

مکہ مکرمہ کا ام القریٰ ہونا

اس آیت میں کہ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے ام القریٰ فرمایا ہے، ام القریٰ کا لفظی معنی ہے شہر کی محل۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مکہ کو ام القریٰ اس لیے فرمایا ہے کہ تمام زمینیں اس کے پیچھے سے نکل کر پہنچاتی گئی ہیں اور ابو بکر و اسم نے کہا ہے کہ مکہ تمام دنیا والوں سے پہلے آباد ہوا ہے تو گویا یہی اصل ہے اور باقی تمام شہر اور قبائل اس کے تابع ہیں۔ نیز تمام دنیا کے مسلمانوں کی ہر دور میں مرکزی عبادت گاہ ہے اور حج کہ مکہ میں ہوتا ہے اور اس وجہ سے تمام حقوق کہ مکہ میں

جمع ہوتی ہے جیسے بچے ملے کہ گرد جمع ہوتے ہیں۔ اس لیے اس کو ام القریٰ فرمایا نیز حج کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں انواع و اقسام کی تجارت ہوتی ہے اور اس شہر میں کسب معاش اور روزی حاصل کرنے کے ذرائع دوسرے شہروں کی بہ نسبت زیادہ ہیں اس لیے اس کو ام القریٰ فرمایا اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ کی عہدت کا پہلا گھر مکہ مکرمہ میں بنایا گیا اس لیے اس کو ام القریٰ فرمایا۔

### نبی پیغمبر کی عمومی بعثت پر یہودیوں کے اعتراض کا جواب

اس آیت میں فرمایا ہے تاکہ آپ کہدہوں اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں کو ذرا تمیز۔

یہود کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ نبی پیغمبر صرف جزیرہ عرب کے رسول ہیں اور وہ اس آیت سے مسلمانوں پر احرام قائم کرتے ہیں کہ اس آیت میں فرمایا ہے تاکہ آپ کہدہوں اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں کو عذاب سے ذرا تمیز۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں کہہ اور اس کے ارد گرد کے لوگوں کو ذرا تمیز کا ذکر ہے اور باقی علاقہ کے لوگوں کو ذرا تمیز کی نفی نہیں ہے جبکہ دوسری آیات سے ثابت ہے کہ آپ تمام جنات والوں کے لیے عذاب الہی سے اذرا تمیز والے ہیں۔

تَسْرِكُهُ الَّذِي تَزَلُّ الْفَرَقَانِ عَلٰی عَصِيْدٍ  
لِّبِكُوْنَ لِيْمَعْلِيْتِيْنَ تَبَيَّنَّا (الفرقان ۱)  
وہ بلائی برکت والا ہے جس نے اپنے مقدس اہل بیت سے ہر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ذرا تمیز والے ہوں۔

قُلْ تَبَيَّنَّا اِنْسَانًا اَمَّا رَسُوْلٌ اَلَمْ نَبْخَرِكْهُ  
حَوِيْثًا (الاعراف ۵۸)  
آپ کہتے اسے لوگ اے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَلِكُنْتُمْ وَاَلَا اِيْمَانِيْنَ  
ءَاَسْكَنْتُمْ فَلَآ اَنَسْكُمُوْا فَاَتَدُوْا اَزْلًا تَوَلَّوْا  
اسلام لے آئے اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے  
جہالت پائی اور اگر انہوں نے اعراض کیا تو آپ کا کام صرف علم پہنچانا ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ نبی پیغمبر اہل کتب اور غیر اہل کتب دونوں کے لیے رسول ہیں اور اس سے پہلی آیات میں یہ تصریح ہے کہ نبی پیغمبر تمام مخلوق کے لیے رسول ہیں۔ اسی طرح اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ پیغمبر نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں پہلے نبی یا مخلص ایک قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے یا مخلص تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے اور میرے لیے عہد میں طہل کر دی گئیں اور وہ مجھ سے پہلے حرام تھیں اور میرے لیے تمام روئے زمین مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنادی گئی اور ایک ملک مساخت سے دشمن پر میرا رب طاری کر دیا جاتا ہے اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔

(سنن دارمی ۳۸۹، معجم البیہقی ۳۳۵، رقم الحديث ۳۳۵، معجم السیاح ۳۳۵، سنن الترمذی ۳۳۵، رقم الحديث ۳۳۵، سنن ابی داؤد ۳۳۵، رقم الحديث ۳۳۵)

آخرت پر ایمان نبی پیغمبر پر ایمان لانے کو مستلزم ہے

اس آیت میں فرمایا ہے جو لوگ آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہ رسول اللہ پیغمبر پر ایمان لاتے ہیں اور اس آیت کا یہ ظاہر یہ معنی ہے کہ آخرت پر ایمان لانا رسول اللہ پیغمبر پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔ علماء نے اس کی کئی وجوہات بیان کی ہیں۔ ایک وجہ



## تارک نماز کے متعلق مذہب فقہاء

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس کے گور کفر کے درمیان کوئی مانع اور حجاب نہیں ہے وہ کافر ہو گیا اور یہ حدیث اسی ظاہری معنی پر محمول ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب وہ نماز ترک کر دے تو پھر کاقول یہ ہے کہ اگر اس نے آخر وقت تک نماز نہیں پڑھی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت علیؓ امام ابن المبارکؒ اسحاقؒ اور علامہ ابن حبیبؒ مالکی کے نزدیک اس کو کفر کی بنا پر قتل کیا جائے گا اور امام مالکؒ امام شافعیؒ اور دیگر علماء کے نزدیک اس کو حد ا قتل کیا جائے گا۔ فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اس کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اور اس کو اس وقت تک سزا دی جائے گی اور قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ نماز نہ پڑھ لے۔

مجھ یہ ہے کہ وہ شخص کافر نہیں ہو گا نہ کفر انکار کو کہتے ہیں اور یہ نماز کی فریضت کا منکر نہیں ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ امام ابو داؤد و سلیمان بن اشعث متوفی ۵۵۷ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمار بن الصلتؒ جریجر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جس شخص نے ان نمازوں کے لیے اچھی طرح وضو کیا اور ان کو اپنے اوقات میں پڑھا اور ان کا پورا پورا رکوع اور خشوع کیا تو اللہ نے از رو کر ہم اس کی مغفرت کرنے کا ارادہ لیا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اللہ پر اس کا کوئی ذمہ نہیں ہے اگر وہ چاہے تو اس کو بخش دے اور وہ چاہے تو اس کو عذاب دے۔

(سنن ابو داؤد ج ۱، رقم الحدیث: ۴۲۵، سنن اسلمی ج ۱، رقم الحدیث: ۳۶۶، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم الحدیث: ۳۴۰، مسند احمد ج ۱، ص ۵۱) رقم الحدیث: ۳۳۵۶، ۳۳۵۶۷، ۳۳۵۶۸، مطبع دار الفکر، مسند احمد ج ۵، ص ۳۲۲، ۳۶۷، مطبع قدیم)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نماز کا ترک کرنا کفر نہیں ہے اور یہ شرک سے کم درجہ کی معصیت ہے اور شرک سے کم درجہ کی معصیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کرنے کا ارادہ فرمایا ہے:

رَأَى الْاَلَهَ لَا يَتَغَيَّرُ اَنْ يُسْرَكَ رَبِّهِ وَيَتَغَيَّرُ سَادَاتُوْهُ  
ذَلِكُمْ لِيَسْخَرَنَّ فَرَسًا كَلَامًا (۳۸)

شرک کیا جائے اور اس سے کم درجہ کے گناہ کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

قرآن مجید اور حدیث شریف کی تصریح سے واضح ہو گیا کہ سستی اور کلفتی سے نماز کو ترک کرنا کفر اور شرک نہیں ہے۔

(المعجم ج ۱، ص ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳،

الحج البدری 'ج' رقم الحديث ۸۷۸ صحیح مسلم 'قدمہ' ۲۵ (۱۷۶) ۳۲۶۱ سنن ابوداؤد 'ج' رقم الحديث ۳۳۵۲ سنن ترمذی 'ج' رقم الحديث ۳۰۷۰ سنن ابن ماجہ 'ج' رقم الحديث ۲۵۳۳ سنن ابی یوسف 'ج' رقم الحديث ۲۳۳۲ سنن نسائی 'ج' رقم الحديث ۳۰۳۰ ۳۰۳۱ صحیح ابن حبان 'ج' رقم الحديث ۳۳۰۸ سنن ابی داؤد 'ج' رقم الحديث ۲۲۲۲ مطبوع قدیم 'سنن ابی داؤد' رقم الحديث (۳۳۳)

یہ حدیث امام ابو حنیفہ کی دلیل ہے کہ تارک نماز کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ پر بستن لگائے یا کے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے حالانکہ اس کی طرف ہائیکل وحی نہیں کی گئی اور جو یہ کہے کہ میں غریب الہی چیز نازل کروں گا جیسی اللہ نے نازل کی ہے اور اسے مخاطب (کا) تو وہ منظر دیکھے جب یہ ظالم موت کی غیبتوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے (اور کہیں گے) نکالو اپنی جانوں کو آج جسیں ذلت والے مذاہب کی سزا دی جائے گی کیونکہ تم اللہ پر باحق بستن تراشتے تھے اور تم اس کی آیتوں (پر ایمان لائے) سے تکبر کرتے تھے۔ (الانعام: ۹۳)

مناسبت اور شان نزول

اس سے پہلے آیت میں قرآن مجید اور نبی کریم کی مخالفت بیان فرمائی تھیں اور اس آیت میں ان لوگوں پر وعید ہے جنہوں نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا۔

امام ابن جریر متوفی ۳۴۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

مکرر بیان کرتے ہیں کہ آیت کا پہلا حصہ یعنی اور اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ پر بستن لگائے یا کے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے 'حالانکہ اس کی طرف ہائیکل وحی نہیں کی گئی' مسطور کے حلق نازل ہوا ہے 'جو بوہدی بن حنیفہ کے قبیلہ سے تھا۔ اور آیت کا دوسرا حصہ یعنی 'اور جو یہ کہے کہ میں غریب الہی چیز نازل کروں گا جیسی اللہ نے نازل کی ہے' یہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کے حلق نازل ہوا ہے 'یہ بوہامر بن لوی کے قبیلہ سے تھا' یہ نبی کریم کے لیے وحی لکھا تھا۔ اس نے ایک دن عسیر حبشہ کی جگہ حضور رحیم لکھ دیا اور کہنے لگا یہ دونوں برائیاں ہیں پھر یہ اسلام سے مرتد ہو کر قریش کے ساتھ جا ملا پھر حکم کے موقع پر دوبارہ مسطور ہو گیا۔ (ماہنامہ البیروتی ۳۵۵ مسطورہ دار الفکر بیروت ۱۳۵۵ھ)

مسطور اور اسود انسانی کے احوال

علامہ ابوالہاس احمد بن محمد الباقی القزحی المتوفی ۶۵۰ھ لکھتے ہیں

امام ابن احنبل نے بیان کیا ہے کہ سید کاظم سید بن محمد بن کثیر تھا 'یہ قبیلہ بو حنیفہ سے تھا۔ اس نے رسول اللہ کریم کے عہد میں دس ہجری میں نبوت کا دعویٰ کیا' یہ کلمہ پڑھا تھا 'لا الہ الا اللہ وان محمد عبده ورسوله' اس کا زعم تھا کہ وہ نبی کریم کے ساتھ نبوت میں شریک ہے 'بو حنیفہ بہت جلد اس کے تبلیغ ہو گئے۔ اس نے اپنی قوم کے دو آدمیوں کو اپنا خطا دے کر رسول اللہ کریم کے پاس بھیجا 'اس میں لکھا تھا 'یہ سید رسول اللہ کی جانب سے محمد رسول اللہ کی طرف ہے۔ سلام علیک! اس میں معلوم ہے تمہارا شریک ہوں' نصف زمین میری ہے اور نصف تمہاری ہے، لیکن قریش نے یہ نصف قوم ہے۔ جب رسول اللہ کریم نے اس کو خط پڑھا تو آپ نے اس کے قصصوں سے فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا وہی جو ہمارے صاحب نے کہا ہے رسول اللہ کریم نے فرمایا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اہل عربوں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ پھر رسول اللہ کریم نے اس کا جواب لکھ لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی جانب سے سید کذاب کی

طرف اس پر سلام ہو جو ہدایت کا پیر و کار ہے:

لَا تَأْكُزْ رَأْيَهُ يُثَاقِلُ يَسَابِقَهُ  
الْعَالِيَةُ لِلْمُنَوِّينَ (الاعراف: ۳۸)

۳۸ شک زمین اللہ کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث بناتا ہے اور نیک انجام اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔

جب سیلہ نے یہ جواب پڑھا تو وہ یوں ہو گیا اور بخوف نے کہا ہمارا خیال ہے کہ (سیدنا محمد ﷺ) ہمارے صاحب کو اپنا شریک بنانے پر تیار نہیں ہیں۔

امام ابن اسحاق نے کہا رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سیلہ اور صفوان کے صاحب اسود بن غزوہ انصاری اور طلحہ اور جراح تمیمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ جراح سیلہ کے پاس گئی اور کہنے لگی "تم پر کیا وحی آئی ہے" اس نے کہا مجھ پر یہ وحی آئی ہے:   
 "الم تر النبی رسلک کیف خلق الحبلی" کیا تم نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا اس نے کس اخرج منها نسمة نسمی ہنس صفاق طرح حاملہ کو پیدا کیا اس سے ایک روح نکلتی جو باریک کھال وحشا اور پھٹ کے اندر دوڑتی ہے۔

اس نے کہا میں کوئی وحی ہوں کہ تم نبی ہو۔ سیلہ نے کہا تم مجھ سے شادی کرو، ہم دونوں مل کر عرب کو کھالیں گے۔ اس نے شادی کر لی اور اس کے متوالی نے نہ اکی "سنوا ہم بنو حنیفہ کے دین میں داخل ہو گئے ہیں اور بنو حنیفہ کے متوالی نے نہ اکی "سنوا ہمارے نبی نے تمہاری نیبہ سے شادی کر لی ہے اور جراح نے سیلہ سے کہا اپنی قوم سے یہ دو نکلی نمازیں عشا اور فجر منسوخ کر دو تو سیلہ کے متوالی نے ان دونوں کے منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا اس سے بنو حنیفہ بہت خوش ہوئے۔

پھر سیلہ اسی محل میں عشاء چلا گیا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا واصل ہو گیا اور تمام اہل بیماہ اسلام سے عہد ہو کر سیلہ کے تابع ہو گئے اور دیگر مرتد بھی آکر ان سے مل گئے اور ان کی شرکت بہت بڑھ گئی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف بہت غلطو لکھے "اس کو بہت بھیجیں کیس اور بہت ڈرا یا" آخر آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں کا ایک عظیم لشکر بھیجا جس نے سیلہ سے قبل کیا اور انجام کار سیلہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔

(المعجم علی المسلم ج ۶ ص ۳۰۳، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۳۱ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے دو ٹکٹن رکھ دیئے گئے ہیں۔ میں ان سے گھبرا گیا اور ان کو پھینک دیا پھر مجھے ان کو پھونک مارنے کی اجازت دی گئی تو وہ اڑ گئے "میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ میرے بعد دو کذاب نکلیں گے۔ عیسیٰ اللہ نے کہاں میں سے ایک انصاری ہے جس کو فیروز نے یمن میں قتل کیا اور دوسرا سیلہ ہے۔

(المعجم البخاری ج ۵، رقم الحديث: ۳۴۷۳، المعجم المسلم، ردی: ۲۲، ۵۸۷۶ (۲۲۷۳)، سنن الترمذی ج ۳، رقم الحديث: ۲۲۹۹، معجم ابن حبان ج ۵، رقم الحديث: ۶۵۵۸، دلائل النبوة للبیہقی ج ۵، ص ۳۳۵، مسند احمد ج ۳، رقم الحديث: ۸۶۵۹، مطبوعہ دار الفکر)

اس حدیث میں ہے کہ دو کذاب نکلیں گے۔ اس کا معنی ہے میری وفات کے بعد ان کا ظہور اور غلبہ ہو گا۔ ورنہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں موجود تھے اور ان کے جھگڑنے بھی تھے۔ صفوان اور بیماہ کے لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اور اسلام کے مسلمان اور بدکار تھے لیکن وہ لوگ سیلہ اور انصاری کی ستری باتوں میں آگئے۔ یہ دونوں شہر بنی قریظہ کے دو ہاتھوں کی طرح

تھے کیونکہ آپ ان سے قوت حاصل کرتے تھے اور سونے کے دو ٹکٹن صاحبِ ہمد اور صاحبِ منعمو تھے اور ان کی چکنی چڑنی بچوں کو سونے کی طرح کار سے تشبیہ دی ہے اور آپ نے جو ان کو پھونک مار کر اڑایا اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ آپ کی امت کے ہاتھوں ہلاک ہوں گے۔

امام ابنِ اسماعیل نے کہا ہے کہ صاحبِ منعمو اسود بن کعب ہے اس کا لقب ذوالحار ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ایک دن یہ جارہا تھا اور سامنے سے ایک گدھا آ رہا تھا وہ لڑکھایا اور منہ کے بل کر گیا تو اس نے کہا اس گدھے نے مجھے جدا کیا ہے۔ پھر یہ اسلام سے مرتد ہو گیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا جاہل لوگ اس کے پیروکار ہو گئے اور یہ منعمو پر قابض ہو گیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے عامل صابرجن اسد خزومی کو منعمو سے نکل دیا۔ فیروز دہلی اور قیس بن کثوح نے اس کو قتل کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا سر لے کر آئے اور بعض مورخین نے کہا ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا اور میرے نزدیک یہ صحیح ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے وہ میرے بعد تھیں گے۔ یعنی ان کا تصور اور غلبہ میرے بعد ہو گا۔ (المعجم ج ۲ ص ۳۵، ۳۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۵ھ)

معرفت کے جمونے و دعویٰ داروں کا رد اور ابطال

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ نبوت کے جمونے و دعویٰ داروں کی سبک دہی وہ لوگ مشکوک ہیں ہر وقت حدیث اور علومِ دہمہ کے حصول سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات واقع ہوئی ہے یا میرے دل نے یہ کہا ہے اور ان کا یہ زعم ہوتا ہے کہ چونکہ ان کا دل گناہوں کی کدورتوں اور ظلمتوں سے پاک اور صاف ہے اور وہ غیر اللہ کے اختلاط سے مامون ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے دل پر علوم اور معرفت کی تجلیات نازل فرماتا ہے اور وہ متعلق رہتے اور اسرار کائنات کے واقف ہیں اس وجہ سے وہ قواعد شرع سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ شرعی احکام عام لوگوں کے لیے ہیں اور خواص اور اولیاء اللہ ان سے مستثنیٰ ہیں اور وہ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

حضرت وابعدہ بن معبد الاسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وابعدہ سے فرمایا تم نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں آپ نے ان کی انگوٹھوں کو اکٹھا کر کے ان کے سینہ پر مارا اور تین بار فرمایا اے وابعدہ! اپنے نفس سے فتویٰ نہ دے، دل سے فتویٰ نہ دے، نیکی وہ ہے جس پر تمہارا غصہ مطمئن ہو، جس پر تمہارا دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جس سے تمہارے ضمیر میں غش ہو اور تمہارے سینہ میں کھٹک ہو خواہ لوگ تمہیں توجہ دیتے رہیں۔

(سنن دارمی ج ۲ رقم الحدیث: ۲۵۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۰ھ)

حضرت ابو عبیدہ خثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بتائیے کیا چیز میرے لیے حلال ہے اور کیا چیز حرام ہے؟ انہوں نے کہا پھر رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور نظر جھانکی۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا نیکی وہ ہے جس پر ضمیر سکون ہو اور دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جس پر ضمیر میں غش ہو اور دل مطمئن نہ ہو خواہ تمہیں مفتی توجہ دیتے رہیں۔ (مسند احمد ج ۲ رقم الحدیث: ۵۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ج ۳ ص ۳۸ مطبوعہ قدیم)

ان احادیث کا محمل یہ ہے کہ جس پیش آمدہ مسئلہ میں قرآن مجید اور حدیث شریف کی صریح ہدایت نہ ہو اور نہ اس کے حلق اجماعی حکم موجود ہو اور اس میں حلال اور حرام مشتبہ ہو اس میں انسان اپنے ضمیر کے فیصلہ پر عمل کرے۔ مثلاً روزے میں انجکشن لگوانے کے حلق ہمارے دور کے اکثر مفتی کہتے ہیں کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن ایک سلیم الفطرت انسان کا

خیر یہ کتاب ہے کہ جب مہ سے دو اکلانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور مہ سے کھل کر ہوئی دو اکلانہ مہم کے مراحل طے کرنے کے بعد خون میں مل جاتی ہے اور اسی وقت وہ دوا موثر ہوتی ہے تو اگر وہ دوا انجکشن کے ذریعہ بر اور راست خون میں پھجادی جائے تو یہ طریق اپنی روزہ ٹوٹ جانا چاہیے۔ ان اعلیٰ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن مجید، اعلیٰ اور انکر مجتہدین سے بے نیاز ہو کر انسان اپنے بے لگام دل کے فیصلوں پر عمل کرے، جیسا کہ ابن بطوطہ، بیروں اور معرفت کے جھوٹے دعویٰ واردوں نے سمجھ رکھا ہے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ابن لوگوں کے ذہن پر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اسلامی حکومت کو قتل کو قتل کر دیا جائے۔ ان سے توبہ طلب کی جائے نہ ان سے بحث کی جائے، کیونکہ ان کے اقوال سے احکام شریعہ کا مستند ہونا اور ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا نہایت لازم آتا ہے۔ (الایضاح لاحکام القرآن ج ۲ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، انصر اور موصی)

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے احوال

اس آیت کے دو حصے حصہ میں فرمایا ہے اور جو یہ کہے کہ میں غریب ایسی چیز نازل کروں گا جیسی اللہ نے نازل کی ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے حلق نازل ہوئی ہے، وہ سوس اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھتا تھا، یہ مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملا تھا، مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، "ولقد خلقنا الانسان من سلائم من طین۔۔۔ نم انسانہ خلقا احمر" (المومن ص ۳۷) تو عبداللہ بن سعد کو انسان کی خلقت پر بہت تعجب ہوا اور اس نے بے ساختہ کہا "نبارک اللہ احمر السالقیس" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اچھے اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اس وقت عبداللہ بن سعد کو اپنے ایمان میں شک پڑ گیا اور اس نے کہا اگر اسیدنا محمد ﷺ صلوٰۃ ہیں تو مجھ پر بھی ایسی ہی وحی کی گئی ہے، جیسی ان پر وحی کی گئی ہے۔ پھر وہ اسلام سے مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اس کی مذمت میں نازل کی اور جو یہ کہے کہ میں غریب ایسی چیز نازل کروں گا جیسی اللہ نے نازل کی ہے۔

امام ابو داؤد، سلیمان بن اشعث متوفی ۱۷۷ھ صحیح روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھتے تھے۔ ان کو شیطان نے لعن کر دی، وہ کنار کے ساتھ جاتے، رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ان کے لیے پتلہ طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو پتلہ دے دی۔

(سنن ابو داؤد، ج ۳، رقم الحدیث ۳۳۵۸، سنن اصبہانی، ج ۲، رقم الحدیث ۳۰۸۰)

سعد بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن عبداللہ بن سعد بن ابی سرح حضرت عثمان غنیؓ کے پاس چھپ گئے، پھر حضرت عثمان نے ان کو لا کر نبی ﷺ کے سامنے کھڑا کر دیا اور کہا یا رسول اللہ عبداللہ کو بیعت کر لیجئے۔ آپ نے سراقہ اس اوپر اٹھایا اور تین بار اس کی طرف دیکھا اور چار بار انکار کر دیا، پھر تین بار انکار کے بعد بیعت کر لیا، پھر اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم میں کوئی سمجھ دار آدمی نہیں تھا کہ جب اس نے دیکھا کہ میں اس کو بیعت کرنے سے انکار کر رہا ہوں تو وہ اس کو قتل کر دیتا، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم نہیں بیان کئے کہ آپ کے دل میں کیا ہے؟ آپ نے آنکھوں سے ہماری طرف اشارہ کیا، نہ کر دیا؟ آپ نے فرمایا جی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اس کی آنکھ خیانت کرنے والی ہو۔

(سنن ابو داؤد، ج ۳، رقم الحدیث ۳۳۵۸، سنن اصبہانی، ج ۲، رقم الحدیث ۳۰۷۸)

امام ابو عبد الرحمن ہمدانی شیعہ نقلی متوفی ۳۷۷ھ نے اس کو زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے۔

سعد بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے چار مردوں اور دو عورتوں کے سوا سب کو لعن دے دی۔ وہ



چار سو پہنچے تھے۔ عمر بن ابی جہلؓ، عبداللہ بن خصلؓ، متیس بن حبیبؓ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ۔ آپؐ نے فرمایا اگر یہ لوگ کعبہ کے پردوں سے بھی لٹکے ہوئے ہوں تو ان کو قتل کر دیتا۔ عبداللہ بن خصل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا پکڑا گیا۔ حضرت سعد بن حریثؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ نے اس کو پکڑا اور حضرت سعدؓ نے حضرت عمارؓ پر بہت کی۔ وہ دو مردوں سے زیادہ جوان تھے انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ اور متیس بن حبیبؓ کو لوگوں نے بازو میں پکڑ کر قتل کر دیا اور عمرؓ سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہو گئے اس کشتی کو حیر ہواؤں نے آلیا۔ کشتی والوں نے کہا غلوں کے ساتھ اللہ سے دعا کرو کیونکہ تمہارے معبود میں پر کسی کام نہیں آسکتے۔ عمرؓ نے دل میں کہا یہ خدا کا اس سمندر میں میری نجات صرف انھیں سے ہو سکتی ہے تو کشتی میں بھی صرف اللہ کے ساتھ انھیں ہی کام آسکتا ہے۔ پھر انہوں نے کہا اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس گرداب سے بچا لیا تو میں سیدھا سیدھا محمدؐ پیچھ کر پاس جاؤں گا اور جا کر ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دوں گا اور میں ان کو حضورؐ معاف کرنے والا اور کریم ہاؤں گا۔ پھر وہ آپؐ کے پاس گئے اور مسلمان ہو گئے۔ اور وہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ تھے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ جوڑ کے پاس چھپ گئے جب رسول اللہؐ پیچھ کر آئے تو ان کو بیت کے لیے بلایا تو حضرت عثمانؓ نے ان کو لے جا کر نبیؐ پیچھ کر پاس کھڑا کر دیا اور گیارہ سال اللہ عبداللہ کو بیت کر لیجئے۔ آپؐ نے تین بار اس کی طرف دیکھا اور ہر بار انکار کیا۔ پھر تین بار انکار کے بعد آپؐ نے بیت کر لیا۔ پھر آپؐ نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم میں اتنا کچھ دار فہم کوئی نہیں تھا کہ جب اس نے دیکھا کہ میں اس کو بیت کرنے سے ہاتھ کھینچ رہا ہوں تو وہ اس کو قتل کر دیتا انہوں نے گیارہ سال اللہ! میں کیا پتا تھا کہ آپؐ کے دل میں کیا ہے؟ آپؐ نے ہماری طرف آنکھوں سے اشارہ کیا۔ نہ کر دیا؟ آپؐ نے فرمایا نبیؐ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کی آنکھ خیانت کرنے والی ہو۔

(سنن الترمذی ج ۷، رقم الحدیث ۳۰۷۸، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۲۶۸۳، ج ۳، رقم الحدیث ۱۳۵۵۹)

حافظ ابو عمرو سفین بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القزلی المالکی المتوفی ۳۵۵ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ مکہ کے ایام میں دوبارہ مسلمان ہوئے اور انہوں نے اسلام پر بہت اچھی طرح عمل کیا اور اس کے بعد ان سے کوئی بھینچ نہ ہوا۔ صلوٰۃ نہیں ہوئی نہ قریش کے معزز و فاضل مند سرداروں میں سے ایک تھے۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ جوڑ نے ۵۵ھ میں انہیں مصر کا گورنر بنا دیا۔ ۷۵ھ میں انہوں نے افریقہ کو فتح کیا۔ مصر کی فتح کے موقع پر حضرت عمرو بن العاصؓ صاحب یمین تھے۔ مصر کی تمام جنگوں میں حضرت عمرو بن العاصؓ ہی والے تھے۔ جب حضرت عثمانؓ نے ان کو معزول کر کے حضرت عبداللہ بن سعد کو ان کی جگہ مقرر کیا تو حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت عثمانؓ پر سخت چڑی کر گئے اور ان کی خلافت پر تنقید کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن سعد حضرت عثمانؓ کی شہادت تک غلطی میں رہے۔ انہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہما دونوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ حضرت معاویہؓ کی خلافت منعقد ہونے سے پہلے ان کی وفات ہو گئی۔ ایک قویٰ یہ ہے کہ یہ افریقہ میں فوت ہوئے اور صحیح یہ ہے کہ ۳۶ یا ۳۷ھ میں عسقلان میں فوت ہوئے۔

(الاستیعاب ج ۲، ص ۷۸، ۷۹، ج ۳، ص ۶۰۳، ج ۱۲، ص ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹)

کافر کے جسم سے روح نکالنے کی کیفیت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور (اے خطاب!) کاش تو وہ منظر دیکھے جب یہ ظالم موت کی غیٹوں میں جٹا ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوں گے اور کہیں گے نکلا اپنی جاؤں کو آج ہمیں ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی کیونکہ تم اللہ پر نافرمان بن کر تراثتے تھے اور تم اس کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے تکبر کرتے تھے۔ (الانعام: ۹۳)

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ کافروں میں بلکہ کسی بھی انسان میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنے بدن سے اپنی جان نکال سکے۔ پھر ان کو یہ علم دینے کا کیا فائدہ ہے کہ ”نکلا اپنی جانوں کو“ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امر ممکن کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کو عاجز کرنے اور ان کو سزا کرنے کے لیے ہے۔ موت کے وقت کفار بہت سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے اور جس طرح کوئی کائنات دار شایخ کچھ اور گارے میں پھنسی ہوئی ہو تو اس کو کھینچ کر بڑی سختی سے نکلا جائے گا۔ اسی طرح ان کی روح ان کے بدن سے عذاب اور سختی کے ساتھ نکلی جائے گی۔ اس وقت ان سے فرشتے کہیں گے کہ اگر تم آسمانی کے ساتھ روح کو اپنے بدن سے نکال سکتے ہو تو نکال لو۔ کافر مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور اللہ سے ملاقات کے سحرے، اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو ذلت والے عذاب میں مبتلا کر کے ان کی روحوں کو ان کے جسوں سے نکلاتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری سنہ ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت مہلبہ بن اہصلت جرحہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا جو اللہ کی ملاقات سے محبت رکھے اللہ بھی اس کی ملاقات سے محبت رکھتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرے اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث ۵۰، صحیح مسلم، اقوال، ص ۳۸۱ (۳۸۲) سنن ترمذی ج ۲، رقم الحدیث ۳۶۸، سنن الترمذی ج ۲، رقم الحدیث ۱۸۳)

حافظ ابن کثیر سنہ ۷۷۷ھ نے لکھا ہے کہ جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے اس کو عذاب اور سزا اور گھٹے میں ڈالے جاتے والے طوق اور زنجیروں، دوزخ، گرم پانی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی بشارت دیتے ہیں تو اس کی روح اس کے جسم میں منتشر ہو جاتی ہے اور جسم سے نکلنے سے انکار کرتی ہے۔ تب فرشتے اس کے چہرے اور دہر پر مارے ہیں اور کہتے ہیں نکلا اپنی جانوں کو آج تمہیں ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی کیونکہ تم اللہ پر نافرمان بن کر رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کافر بندے پر موت وارد کرتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے بھیجتے ہیں اور اس کے پاس ایک ٹاٹ کا ٹکڑا بھیجتے ہیں۔ جو مردہ وہاں جڑے سے زیادہ بدودار اور پر سخت جڑے سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ فرشتے اس سے کہتے ہیں ”اے غیبت روح! جنم کی طرف نکل اور دردناک عذاب کی طرف“ اور تیسرا رب تجھ پر بارش ہے۔ باہر نکل تو نے بہت برے افعال کیے ہیں وہ روح ایسے بدودار مردہ کی طرح نکلے گی کہ اگر تم میں سے کوئی شخص دیکھ لے تو اپنی ناک بند کر لے اور آسمان کے اوپر گرد والے فرشتے کہیں گے ”سمعان اللہ! زمین سے ایک مردہ اور غیبت روح آئی ہے“ اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ پھر اس کے جسم کو زمین پر پھینکے گا حکم دیا جائے گا اور اس کی قبر میں سختی کی جائے گی اور اس کو کوٹھ کی گردن جتنے مٹے ساہنوں سے بھر دیا جائے گا وہ اس کا کوشٹ کھائیں گے اور اس کی ہڈیوں میں سے بھی کچھ نہیں چھوڑیں گے۔ پھر اس کے پاس سرے اور اندر سے فرشتے بھیجیں جائیں گے ”اے ان کے پاس بے کے ہتھوڑے ہوں گے“ وہ کچھ دیکھیں گے نہیں، ”ناک انہیں رحم آئے اور کوئی آواز نہیں سنیں گے“ ناک انہیں اس پر ترس آئے۔ وہ اس کو بری طرح ماریں گے اور اس کے لیے دوزخ کی ایک کھڑکی کھول دی جائے گی جس سے وہ صبح و شام کو دوزخ میں اپنا ٹھکانا دیکھے گا اور وہ اللہ سے یہ دعا کرے گا کہ وہ اس کو اسی جگہ رکھے اور دوزخ میں نہ بھیجے۔

حافظ ابوشامہ السنونی نے ۸۸۰ھ کے حکم الکبیر میں ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (صحیح الزوائد ج ۲، ص ۳۲۹)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہر شے تم ہمارے پاس اسی طرح تھا آئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ (تھا) پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا تھا وہ سب تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی

نہیں دیکھ رہے جن کے حلق تم پر گھنیز کرتے تھے کہ وہ تمہارے کاموں میں ہمارے شریک ہیں، بے شک تمہارا یہی خلق ٹوٹ گیا اور جن پر تم گھنیز کرتے تھے وہ تم سے جاتے رہے۔ (الانعام: ۴۰)

مال و دولت اور شرک کے پرستاروں کی آخرت میں محرومی  
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ کفار دنیا میں مل جع کرتے تھے اور اس کی طاقت پر مجبور کر دیتے تھے اور جن کی شفاعت اور مدد پر انکو کرتے تھے، لیکن قیامت کے دن وہ تھا آئیں گے، ان کے پاس مل ہو گا نہ ان کے ساتھ ان کے خود ساتھ اور باطل معبود ہوں گے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری حوالہ ۲۵۶۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو نکلنے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مخنن حالت میں جمع کیا جائے گا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! عورتیں اور مروج ہوں گے کیا وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! اس دن معاملہ اس سے بہت ہولناک ہو گا کہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں۔

الحج البخاری ج ۲، رقم الحديث ۷۵۴، صحیح مسلم ج ۲، ۵۶، (۲۸۵۹) ۷۵۵، سنن الترمذی ج ۳، رقم الحديث ۲۰۸۳، سنن ابن ماجہ ج ۳، رقم الحديث ۴۷۹۷، سنن کبریٰ الترمذی ج ۳، رقم الحديث ۳۲۸۰  
اس آیت سے صہب ذیل سبق حاصل ہوتے ہیں:

انسان کو دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے اور اس کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی ہر بات طیبہ کے مطابق زندگی بسر کرے اور اگر اس نے اپنی زندگی شیطان اور نفس کی پیروی میں گزار دی تو آخرت میں وہ باطل یکہ و تہانا کام اور خائب و خاسر ہو گا جو انسان ساری عمر باطل و دولت کے حصول میں سرگرداں رہا اور دنیا کی دلفریبوں میں شامک اور مشغول رہا اور اس نے نجات اخروی کی کوئی تیاری نہیں کی، وہ محض قیامت کے دن کف المصوس ملتا ہوا رہ جائے گا۔ جو محض دنیا میں جمونی امیدوں سے وابستہ رہا اور باطل مذاہب کے ساتھ پیوستہ رہا، قیامت کے دن جب اس پر ان جموعے خدا کا جھوٹ ظاہر ہو گا، اس وقت اس کی آنکھوں کے سامنے سے قریب کا پرہ اتر جائے گا وہ ملاحتی اور سچائی کی رلو پر دائیں آنا چاہے گا، لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی۔

إِنَّ اللَّهَ فَلِئْلِ الْحَبِّ وَالْتَوَى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ

بے شک اللہ ہی دلنے اور نکالنے کو چھاڑنے والا ہے، وہی زندہ کو مردہ سے

الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذَلِكُمُ اللَّهُ فَأَتَى

نکات ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے، یہی تو اللہ ہے، تم کہاں

تَوَفَّكُونَ ﴿۹۵﴾ قَالَ لَوْ إِلَّا صَبَاحٌ وَجَعَلَ اللَّيْلُ سَكَنًا وَالشَّمْسُ

بٹک رہے ہو ۰ وہ رات کو جاگ کر کھڑے ہو جائے گا اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا اور صبح

وَالْقَمَرِ حُسْبَانًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝۶۱ وَهُوَ الَّذِي

اور چاند کو صاب کے پیسے ، یہ بہت غائب اور بے مدد دلیے کا حرکت کیا ہوا اندازہ ہے ○ وہی ہے جس سے

جَعَلَ لَكُمُ التَّجْوَمَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ

تباہی کے لیے سترہوں کو بنایا تاکہ تم ان سے فطرت اور متعدد کی تائید کیوں میں ہدایت حاصل کرو ،

فَصَلِّنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٩٤﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ

ہم نے علم دوائے لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں۔ دبی ہے جس نے تم (دب) کو ایک نفس سے پیدا

وَاحِدَةً قَسِطًا وَمُسْتَوْدَعًا قَدْ فَضَّلْنَا الْآيَةَ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ۝٩٨

کیا پھر مر ایک کے شیر نے کی جگہ اور اس کی سیر دل کی جگہ ہے، ایک جم نے سمجھنے والے لوگوں کے لیے محلوں کو نشانیاں بیان کرنا

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ

وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے ہر قسم کی نباتات اگائی، پھر

شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَاهُ خَفَرًا أَخْرَجْنَاهُ مِنْ حَامَاتٍ الْكِبَارِ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ

اس سے سر بہز کھیت اور درخت پیدا کئے ، پھر ان سے تہہ تہہ کئے ہوئے دینے اور کھجور کے

طَلَعَهَا قَتُونًا دَانِيَةً وَجِئْتُ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونِ وَ

مذہبوں سے مسلمانوں کے لیے عداوت کے پھیلنے کے باعث ہیں اور ان کے رد میں اور زبردستی اور انکار

الرَّيْثَانِ مُشْتَبِهًا وَعَدِمْتُ شَابِي أَنْظُرُ وَإِلَى نَمِرَةٍ إِذَا اشْتَدَّ

کے بارغ اگے سے جوتے چلتے ہوئے اور مختلف ہموں پر، جس پر درختوں، صلیب، لائبریری اور گھر کے سوا اور اور کے

وَيَنْعِهِ إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٌ لِّقَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۝

کچھ دن بعد، جب اس سے ایمان لانے والے لوگوں کے لیے خط لکھا،

وَجَعَلُ اللَّهُ شُرَكَاءَ الْإِنْسَانِ وَأَخْلَقَهُمْ وَخَرَقُمُ الْإِنْسَانَ وَذُنُوبُهُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# يَغْفِرْ عَلِيمٌ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ ﴿۱۰﴾

اور دنیا میں گنہگاروں سے پاک اور بلا تشبیہ مجدد بیان کرتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ ہی دانے اور محفل کو پھاڑنے والا ہے، وہی زندہ کو مردہ سے نکالے گا اور مردہ کو زندہ سے نکالے گا۔ یہی تو اللہ ہے ہم کبھی ہلکے رہے ہو؟ (الانعام: ۹۵)

زمین کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر دلائل

اس سے پہلے آجوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید اور رسالت اور قرآن مجید کا بیان فرمایا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے الوہیت اور وجود باری پر دلائل دیے ہیں۔ ایک ہارک سے دانہ کو چیر کر اللہ تعالیٰ اس میں ایک کو خلی پیدا کرتا ہے وہ کو خلی اس قدر کمزور ہوتی ہے کہ اگر ہم جس کو ہاتھ میں لے کر سل دیں تو ہمارے ہاتھ میں صرف پانی کی نمی رہ جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ اس کو خلی میں اتنی قوت پیدا فرماتا ہے کہ وہ خضار سے سخت زمین کو چیر کر زمین کے اندر نفوذ کر جاتی ہے اس کا ایک حصہ زمین کے نیچے چلا جاتا ہے اور ایک حصہ زمین کے اوپر نکل آتا ہے پھر نیچے حصہ سے جڑیں بنتی ہیں جو درخت زمین کی گہرائی میں چلی جاتی ہیں اور لوہے کے حصہ سے ایک بخور درخت بن جاتا ہے جس میں شائیں ہوتی ہیں جن میں سرسبز پتے ہوتے ہیں، ٹھوٹے ٹھٹکے ہیں اور پھل اور پھول گتے ہیں اسی ایک دانہ سے جس کی طبیعت واحد ہوتی ہے مختلف رنگ کے پھل، پھول اور پتے پیدا ہوتے ہیں، مختلف ذائقے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ان میں مختلف خواص اور الگ الگ تاثیریں ہوتی ہیں۔ کیا یہ سب کچھ خود ہی خود ہو رہا ہے؟ کیا یہ صرف دانہ یا بیج کا کلام ہے؟ کیا یہ کسی بے جان برت یا بیج یا دانہ کا کیا دھرا ہے؟ یہ وہی اور وہی یا تو خود اپنے مرنے اور جینے میں کسی اور کی مشیت کے چاہنے ہیں، سورج، چاند اور ستارے ایک مقرر شدہ نظام کے تحت گردش کر رہے ہیں۔ پھر ان میں سے کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ اس نظام کی تخلیق کا سبب ہے۔ بخدا اللہ کے سوا کون ہے جو اس تخلیق کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ کیا بھی کسی نے یہ نہو لگایا کہ میں اللہ کا شریک ہوں؟ کیا بھی کسی نے کسی نبی، کسی رسول کو بھیجھا کوئی کتاب نازل کی کہ اللہ کے سوا فلاں فلاں اور بھی اس کلام تخلیق میں اس کے معاون اور شریک ہیں؟ پھر ہمیں کیا پڑی ہے کہ بلا وجہ، بلا دلیل اور بلا دعویٰ کے کسی کو اللہ کا شریک بنائیں؟

اسی ایک درخت پر خود کرو، اس کی جڑیں بھی گہری کی ہیں، اس کا تن بھی گہری کا اور جڑیں زمین کے نیچے جاری ہیں اور تن زمین کے اوپر جا رہا ہے، اگر گہری کی طبیعت کا تقاضا زمین کے نیچے چلا ہے تو تن اوپر کیوں جا رہا ہے؟ اور اگر گہری کی طبیعت کا تقاضا زمین کے اوپر چلا ہے تو جڑیں زمین کے نیچے کیوں جا رہی ہیں؟ معلوم ہو کہ گہری کی طبیعت کا تقاضا کچھ بھی نہیں یہ سب کچھ ایک قدر قوم کے حکم سے ہو رہا ہے، وہ جس حصہ کو چاہتا ہے اس کو نیچے کر دیتا ہے اور جس حصہ کو چاہتا ہے اوپر کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہی زندہ کو مردہ سے نکالے گا اور مردہ کو زندہ سے نکالے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ نطفہ سے زندہ بشر پیدا فرماتا ہے اور زندہ بشر سے نطفہ نکال دیتا ہے اسی طرح بے جان انڈے سے مرغی کا چڑھہ نکال دیتا ہے اور زندہ مرغی سے بے جان انڈا نکال دیتا ہے، اور ایک خدا سے دوسری خدا کا لکنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ سب کچھ محض طبعی مقصود سے نہیں ہو رہا بلکہ ایک زبردست مدد اور عظیم کی قدرت سے ہو رہا ہے۔ اس کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ ایک بے جان بیج سے سرسبز کو خلی نکل آتی ہے اور سرسبز درخت سے بے جان بیج نکل آتے ہیں اسی طرح کافر کے ہاں مومن اور مومن کے ہاں کافر پیدا

ہو تا ہے اور عالم کے ہیں جاہل اور جاہل کے ہیں عالم پیدا ہوتا ہے۔

اور جب تم اللہ کے وجود اور اس کے واحد ہونے کے ان دلائل کا مشاہدہ کرو گے ہو تو پھر ان باتوں کی پرستش کیوں کر رہے ہو؟ اور اللہ کو چھوڑ کر اس کی مخلوق کو کیوں پکارتے ہو؟ ان کی عیبت کیوں کرتے ہو؟ اور ان سے خشن اور عداوت کیوں مانگتے ہو؟ اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ جب تم یہ مشاہدہ کر رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ مہرہ سے زندہ پیدا کر دیتا ہے تو تم مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونے کا کیوں انکار کرتے ہو؟ جب وہ ایک ہے جان فطرہ سے جیسا جان انسان کھڑا کر دیتا ہے تو وہ تمہارے مرنے اور پھر دوبارہ زندہ ہونے کے بعد تم کو ان ہی منتظر ذرات سے دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتا؟ تم سوچتے کیوں نہیں اور احوال کیوں مارے مارے پھر رہے ہو؟

اللہ تعالیٰ کا ورثہ ہے: وہ رات کو چاک کر کے صبح نکالتے دلاتا ہے اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لئے یہ سمت غالب اور سب سے عظیم علم والے کا مقرر کیا ہوا اللہ اعزہ ہے۔ (الانعام: ۹۶)

آسمان کی نشانیوں سے وجود پاری اور توحید پر دلائل

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ثابت اور زمین کی نشانیوں سے اپنے وجود اور توحید پر استدلال فرمایا تھا اور اس آیت میں سورج اور چاند اور آسمان کی نشانیوں سے اپنے وجود اور توحید پر استدلال فرمایا ہے۔

اس آیت کے شرع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا "اللہ تعالیٰ نے ظلمات اور نور کو پیدا فرمایا ہے" اب فرمایا ہے کہ وہ رات کی ظلمت اور تاریکی کو پھر کر صبح کی روشنی کو پیدا فرماتا ہے جو آسمان کے کناروں پر پھیل جاتی ہے اور اس سے رات کی سیاہی حاصل ہوتی ہوئی نکلتی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی قدرت سے فضلہ تجزیہ پیدا فرماتا ہے اور اس سے اس کی غالب قدرت اور عظیم سلطنت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا یعنی رات کو جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو لوگ دن کے کام کاج سے رک جاتے ہیں اور ٹھگے ہارے لوگ رات کی گود میں سو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۖ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۖ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۚ (النساء: ۹۷)

اور ہم نے تمہاری نیند کو راحت بنایا اور ہم نے رات کو پردہ پوش کر دیا اور دن کو روزی کمانے کا وقت بنادیا۔

پھر فرمایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لیے بنایا یعنی سورج کے پورے دورہ سے دن اور رات وجود میں آتے ہیں جن کو تم چوبیس ساعتوں میں تقسیم کرتے ہو اور چاند کے حساب سے تم مہینوں کا تقسیم کرتے ہو اور بارہ مہینوں کی گنتی سے تم سال کا حساب کرتے ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (الرحمن: ۵۶)

سورج اور چاند ایک ایک حساب کے ساتھ اگر گردش میں ہیں۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرُ نُورًا ۚ

وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ ۚ لِتَعْلَمُوا عَدَّتَ الْيَمِينِ وَ

الْحِسَابُ (یونس: ۵)

وہی ہے جس نے سورج کو نور بخش بنایا اور چاند کو نور اور اسکی ضیاء مقرر کر دیں کہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرنا کرو۔

یعنی سورج اور چاند کی گردش کے لئے ایک سال کا نصب اور نظام مقرر کر دیا ہے۔ گر مہینوں میں دن کا پڑا ہوا اور سردیوں میں دن کا چھوٹا ہوا اسی مقررہ نصب اور نظام کی وجہ سے وجود میں آتا ہے اور سورج کے طلوع اور غروب میں اور طلوع کے بعد بتدریج نصف النہار تک پہنچنے میں اور نوازل کے بعد واصل جانے میں شماری غمازوں کے اوقات اور بارہ مہینوں میں شماری اور

انطاری کے اوقات ہیں اور چاند کے گھٹنے پڑنے کی علامتوں سے تم میںوں کا قیام کرتے ہو اور یہ رمضان، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور حج کی عبادت انجام دیتے ہو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں، رات کو چہر کو صبح کو پیدا کرنا، رات کو آرام کے لیے بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لیے بنایا۔

نئی چیز کے بعد اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے ساتھ شہ کر کے دعا کی ہے۔

اہم بات: ہم انسانی جسمی متونی ۷۵۷ روایت کرتے ہیں:

امام مالک کو یحییٰ بن سعید سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح دعا کرتے تھے: اے اللہ! (رات کی تاریکی سے) صبح کو چہر کر ٹھانے والے اور رات کو آرام کے لیے بنانے والے، سورج اور چاند کو حساب کے لیے بنانے والے، میری طرف سے قرض کو ادا کر دے اور مجھے فخر سے غنی کر دے اور میری ساحت اور بصارت اور میری طاقت سے مجھے اپنے راستہ میں طبع عطا فرما۔ (موطائے امام مالک، رقم الحدیث: ۳۳۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستاروں کو بنایا، تاکہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کرو، بے شک ہم نے علم والے لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں۔ (الانعام: ۹۷)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو پیدا کرنے کا قاعدہ بیان کیا کہ تم اپنے سطروں میں سورج اور چاند کے علاوہ ستاروں سے بھی راہنمائی حاصل کرتے ہو۔ ان کی مدد سے انسان راستوں کو تلاش کرنا ہے اور راستہ بھٹکنے سے محفوظ رہنا ہے، جب انسان آسمان کی ان نشانوں اور ان کی تاریکیوں اور ان کے اسرار و رموز پر غور کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حکمت مشکف ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے شک ہم نے علم والے لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں، یعنی ہم نے قرآن مجید کی آیات کو اور کائنات میں وجود پاری تعالیٰ پر بکھری ہوئی نشانیوں کو اعلیٰ علم اور غور و فکر کرنے والوں کے لیے وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے اسرار کو پائیں اور ان سے اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی وحدانیت اور اس کے علم اور اس کی قدرت پر استدلال کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے تم (سب) کو ایک نفس سے پیدا کیا، پھر ہر ایک کے گھر کے لیے جگہ اور اس کی سہولت کی جگہ ہے، بے شک ہم نے سمجھنے والوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں۔ (الانعام: ۹۸)

انسان کے نفس سے وجود پاری تعالیٰ اور توحید پر دلائل

زمین اور آسمانوں میں وجود پاری اور اس کی توحید پر نشانوں کا بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ نشانیاں بیان فرمائیں جو خود انسان کے اندر پائی جاتی ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے تم کو ایک نفس سے پیدا فرمایا اور وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کی نسل سے ازدواج اور نسل کے ذریعہ تمام انسان پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ، اِنْعَمُوا عَلٰى نَفْسِكُمْ، اَلَمْ نَجْعَلْكُمْ اَحَدًا مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَوَعَدَكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاَنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (آدم) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی زوجہ (حو) کو پیدا کیا اور ان دونوں سے بکھرتے مردوں اور عورتوں کو پیدا کیا۔

تمام انسانوں کو ایک نفس سے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی وحدت اس کے علم اور اس کی قدرت اور اس کی حکمت پر دلائل کرتا ہے کہ انسان غور کرے جس طرح تمام انسانوں کا سلسلہ ایک نفس پر جا کر ختم ہو جاتا ہے اسی طرح اس کائنات اور حوادث کا سلسلہ بھی ایک اصل اور ایک قائل غار پر ختم ہو جاتا ہے اور وہ اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ ہے اور وجود واحد ہے اور

واجب اور قدیم ہے، ورنہ اسے بھی کسی مسجد کی ضرورت ہوتی اور اس تمام کائنات کو اس خط و واحد پر اس نے علم اور حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے، اور ظاہر ہے اس کے علم اور قدرت کے بغیر انسان کا یہ سلسلہ وجود میں نہیں آسکتا تھا۔  
تمام انسان نسلانہ برادر ہیں

تمام انسانوں کا ایک نفس سے پیدا ہونا جس طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی معرفت کا ذریعہ ہے، اسی طرح اس میں یہ رہنمائی بھی ہے کہ تمام انسان ایک اصل اور ایک نوع سے ہیں، جن کا ایک خیر ہے۔ یہ ایک ہی باپ کی اولاد ہیں، یہ سب آپس میں بھائی ہیں، انہیں باہم بھائیوں کی طرح شہر و شہر رہنا چاہیے اور اختلاف اور انتشار نہیں کرنا چاہیے، جن میں رنگ، نسل اور علاقہ اور زبان کا وہ اختلاف ہے، وہ محض شے کے اور عقائد کے لئے ہے، ورنہ اصل میں سب کی ایک ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْثَرَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ بِآفُسِكُمْ (الحجرات: ۱۳)  
اے لوگو! ہم نے جنس ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے جنس (مختلف) ذی قویوں اور قبائل بنایا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، ہے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بڑی و زیادہ ہے، جو تم میں زیادہ بیزگار ہو۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

ابو نصرہ بیان کرتے ہیں کہ ایام تشریق کے وسط میں جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کا خطبہ سنا، اس نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! تم سارے ایک ہے، سنو! کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ عجمی کی عربی پر کوئی فضیلت ہے، کسی گورے کی کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے نہ کسی کالے کی گورے پر کوئی فضیلت ہے۔ (الحدیث)  
(مسند احمد، ج ۱، رقم الحدیث ۳۳۳۸، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، مسند احمد، ج ۵، ص ۳۹، مطبع قدیم، حفصہ الشیخی نے کہا اس حدیث کے تمام روای صحیح ہیں۔ مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۳۷۹)

امام ابو بکر احمد بن حنبل متوفی ۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایام تشریق کے وسط میں ہمیں جمعۃ الوداع کا خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! تم سارے ایک اور واحد ہو، اور تم سارے باپ واحد ہے، سنو! کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے، نہ گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر کوئی فضیلت ہے، مگر صرف تقویٰ سے، ہے شک تم میں سب سے زیادہ عزت و علاوہ ہے، جو سب سے زیادہ تقویٰ ہو، سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تو حاضرین تک یہ پیغام پہنچاؤ۔

(شعب الایمان، ج ۳، ص ۲۸۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ)

مستقر اور مستودع کا معنی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا پھر ہر ایک کے گھر نے کی جگہ اور اس کی پہرہ کی جگہ ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا استقار کی جگہ، رحم ہے اور پہرہ کی جگہ وہ زمین ہے جہاں وہ دفن ہو گا، اور حسن بصری نے کہا استقار کی جگہ قبر میں ہے اور اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ استقار کی جگہ قبر ہے اور پہرہ کی جگہ مطلب (پشت) میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ استقار کی جگہ زمین میں ہے اور پہرہ کی جگہ پشت میں ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کیا تم نے ثلثی کر لی ہے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا اللہ عزوجل تمہاری پشت سے ان



کو نکالے گا جن کو اس نے تمہاری پشت کے سپرد کیا ہے اور حضرت امین عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت یہ ہے کہ مستقر وہ ہیں جو پیدا ہو چکے اور مستقر وہ ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے اور حضرت امین عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت یہ ہے کہ مستقر وہ ہیں جو اللہ کے نزدیک ہیں۔ (الطبیح لاحکام القرآن ۷: ۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۵۵ھ)

قرآن مجید کی ایک اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مستقر زمین میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ اور تمہارے لیے ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنے (البقرہ: ۱۲۶) کی جگہ اور ٹھکانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے ہر قسم کی نباتات اگلی پھر اس سے سرسبز کھیت اور درخت پیدا کیے پھر ان سے تہہ بہ تہہ گئے ہوئے دانے اور کجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گٹھے پیدا کیے جو کھجکے پڑتے ہیں اور انجوروں اور نخلوں اور انار کے باغ اگتے ہوئے جلتے جلتے ہیں اور مختلف جگی ہیں جب یہ درخت پھل لائیں تو ان کے پھل اور اس کے پکے کی طرف دیکھو بے شک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں۔ (الانعام: ۹۹)

سابقہ آیات سے ارتباط

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے زمین کی نشانیوں سے وجود باری تعالیٰ اور توحید پر استدلال کیا دوسری بار آسمان کی نشانیوں میں سے سورج اور چاند سے استدلال کیا پھر تیسری بار ستاروں سے استدلال کیا چوتھی بار فقس آسمان سے استدلال کیا اور اب پانچویں بار آسمان سے فائز ہونے والی بارش سے استدلال کیا۔ اس آیت میں وجود باری اور اس کی توحید پر دلیل بھی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بھی بیان ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ لولا آسمان سے پانی بارش کی طرف آتا ہے اور پھر بارشوں سے زمین پر پانی برساتا ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ دریاؤں اور سمندروں سے بخارات اُٹھ جاتے ہیں اور بخارات بن جاتے ہیں اور برسنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا اس کا سنی ہے آسمان کی جانب سے پانی برسیا۔

کجور کے فضائل اور اس کا مومن کی صفت پر مشتمل ہونا

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں چار قسم کے درخت بیان فرمائے ہیں۔ کجور، انجور، نخل اور انار اور درخت کے پھلوں سے پہلے کھیتوں کا ذکر فرمایا کیونکہ کھیتوں سے غذا حاصل ہوتی ہے اور درختوں کے پھلوں سے لذت حاصل ہوتی ہے اور غذا لذت سے اہم اور اس پر مقدم ہے اور کجور کو جتنی پھلوں پر مقدم کیا کیونکہ کجور غذا کے قائم مقام ہے خسروا عربوں میں اور حکماء نے بیان کیا ہے کہ کجور کی حیوان کے ساتھ کئی وجوہ سے متابعت ہے اس کے متعلق حدیث میں ہے:

امام احمد بن علی الشافعی رحمہ اللہ المتوفی ۲۰۴ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کجور کے درخت کی توقیر اور تحظیم کرو وہ تمہاری پوجہ بھی ہے کیونکہ وہ اس مٹی سے پیدا کی گئی ہے جس سے حضرت آدم پیدا کیے گئے تھے۔ اس کے علاوہ اور کسی درخت کو کاجن نہیں کیا جاتا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پچھنے والی عورتوں کو تازہ کجوریں کھلاؤ اور تازہ کجوریں میسر نہ ہوں تو چھوڑو۔ اور اللہ کے نزدیک اس درخت سے زیادہ اور کوئی عزت والا درخت نہیں ہے جس کے نیچے حرم بنت عمران آتری تھیں۔ (مسند ابو یعلیٰ، موطا، رقم الحدیث: ۳۵۵، طبعة دار بیاض، ج ۲، ص ۳۳، کمال ابن ہدی، ج ۱، ص ۲۲۳، مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۱۸۹)

اس حدیث کی سند متعلق ہے۔ عروہ بن رویم کی حضرت علی سے طاقت میں ہے 'اس کے علاوہ اس کا ایک رولوی سرور بن سعید ضعیف ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے۔ مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف گیا۔ حضرت عبداللہ نے کہا میرا ذہن کھجور کے درخت کی طرف گیا لیکن مجھے (یہ) لوگوں کے سامنے بولنے سے شرم آئی۔ پھر لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! بتائیے وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے میں نے حضرت عمر سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا اگر تم اس وقت یہ بتا دیتے کہ یہ کھجور کا درخت ہے تو مجھے یہ لٹاں لٹاں چیز سے زیادہ محبوب ہوتا۔

(مجمع البحاری ج ۱، رقم الحدیث: ۵۰۳۳، صحیح مسلم، سنن کبریٰ للعلانی ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۳۳، مسند امام ج ۲، ص ۲۳، طبع قدیم)

رسول اللہ ﷺ نے کھجور کے درخت کو مومن اور مسلم کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی ہے کہ اس درخت میں خیر بہت زیادہ ہے، اس کا سایہ دائمی ہے، اس کا پھل خالص ہے اور یہ ہمیشہ کھلیا جاتا ہے۔ بارہ بھی اور خشک بھی اس کے منافع بہت ہیں اس کے سنے کے شیریں پڑتے ہیں جو قہیر کے کام آتے ہیں۔ اس کے پتوں سے دسی پنکٹی، ٹوپی اور پٹے بنائے جاتے ہیں اس کی محضل سے تصفیع بنتی ہے اور اس کی قسم کے کام آتی ہے پھر یہ بہت حسین و جمیل درخت ہے۔ اسی طرح مومن میں بھی بہت خیر ہے۔ اس کا عہد کرنا اچھے اخلاق سے پیش آنا، مہلت میں قیامی حاصل کرنے کے لیے کھانا پینا آرام کرنا اور سولہ فرسنگہ حسن نیت سے اس کا ہر رنگ کام مہلت ہے، اور اس میں اجر و ثواب ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اور درختوں میں کھجور کے درخت کی یہ صفت ہے کہ وہ آپ سے بہت محبت کرتا ہے حتیٰ کہ کھجور کا ایک شیریں جس سے نیک لگا کر آپ خطبہ دیتے تھے وہ آپ کے فراق سے چلا چلا کر رونے لگا، مومن کی محبت کے متعلق یہ حدیث ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو گا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے اصل 'اس کے مل اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ ایک اور روایت میں ہے حتیٰ کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(مجمع البحاری ج ۱، رقم الحدیث: ۵۰۳۳، صحیح مسلم، سنن کبریٰ للعلانی ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۳۳، مسند ابن ماجہ ج ۱، رقم الحدیث: ۶۷۷)

اور آپ سے محبت کی بنا پر آپ کے فراق میں کھجور کے درخت کے رونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جو کہ دن کھجور کے سنے سے نیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے انصار کی ایک خاتون نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے ایک منبر بنا دوں آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو انہوں نے آپ کے لیے ایک منبر بنادیا پھر جب جو کا دن آیا تو آپ منبر کھڑے ہو گئے تو وہ کھجور کا تاج کی طرح جھج جھج کر رونے لگا، آپ

نے اس کو اپنے ساتھ لٹایا تو یہ بچہ کی طرح سسکیں اور سکیاں بھرنے لگا حضرت جابر نے کہا وہ آپ کے ذکر کے فراق سے رو رہا تھا دوسری سند کے ساتھ حضرت جابر سے روایت ہے کہ مسجد نبوی کی چھت کجھور کے تنوں سے بنی ہوئی تھی اور نبی ﷺ کجھور کے ایک حصے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ جب آپ کے لیے منبر بنایا گیا اور آپ اس پر بیٹھ گئے تو ہم نے اس حصے سے اس طرح رونے کی آواز سنی جس طرح لوٹنی اپنے بچوں کے فراق میں روتی ہے حتیٰ کہ نبی ﷺ نے آکر اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو پھر اس کو قرار آیا۔

(صحیح البخاری 'ج ۳' رقم الحدیث: ۳۵۸۵، ۳۵۸۶، سنن الترمذی 'ج ۲' رقم الحدیث: ۵۰۵، سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث: ۱۹۹، سنن الترمذی 'ج ۳' رقم الحدیث: ۳۳۳، مسند احمد 'ج ۵' صفحہ ۳۹، طبع قدیم 'مسند ابو یعلیٰ' 'ج ۲' رقم الحدیث: ۱۶۹، دلائل النبوة لابن قیم 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۰۳، ۳۰۴، المستملا لادامہ 'ج ۲' رقم الحدیث: ۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ 'ج ۵' رقم الحدیث: ۷۹، ۸۰، ۹۱، مجمع الزوائد 'ج ۲' ص ۸۸، ۸۹)

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن داری سرحدی متوفی ۵۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ جریجی بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ خطبہ دیتے وقت طویل قیام کرتے ہوئے تھک جاتے تو ایک کجھور کے تنے کے سارے کھڑے ہو جاتے۔ صحابہ میں سے کسی شخص نے کہا اگر رسول اللہ ﷺ پسند کریں تو میں آپ کے لیے منبر بنادوں جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ دیں۔ آپ نے فرمایا نادو تو انہوں نے تین یا چار سیر جیوں کا منبر بنادیا نبی ﷺ کو اس میں آرام ملا جب نبی ﷺ اس حصے سے الگ ہوئے اور منبر پر بیٹھے تو نبی ﷺ کی ہدائی کی وجہ سے وہ جالوتی کی طرح جھجک کر رونے لگا جب آپ نے اس کے رونے کی آواز سنی تو آپ نے اس کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا تم دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرو "لو اگر تم چاہو تو میں تم کو اسی جگہ رہنے دوں اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں جنت میں لگا دوں" تم جنت کی نعموں اور چشموں کے پانی سے سیراب ہو، تمہارے بچے اور چھل خوبصورت ہوں اور اولیاء اللہ تمہارے پھلوں سے کھائیں۔ اس حصے نے نبی ﷺ سے کچھ کہا جس کو آپ نے متاثر فرمایا اس نے یہ اختیار کر لیا ہے کہ میں اس کو جنت میں لگا دوں۔

(سنن داری 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۲، المستملا لادامہ 'ج ۲' رقم الحدیث: ۷۱، دلائل النبوة لابن قیم 'ج ۲' رقم الحدیث: ۳۱۰) امام طبرانی اور امام ابو یوسف کی روایت میں ہے "تمہارے پھلوں سے متلی اولیاء اللہ اور انبیاء و عرسلین کھائیں۔ کجھور، انگور، زیتون اور انار کے خواص

کجھور کا مزاج گرم خشک ہے اس کی اصناف انار اور سنگھین سے ہو جاتی ہے۔ اس میں وجیز (میتھن) اور تمام اہم معدنی نمکیات پائے جاتے ہیں اس کے استعمال سے خون کے سرخ ذرات میں اضافہ ہوتا ہے یہ کوہسترول کو متوازن رکھتی ہے مدینہ منورہ کی کجھور مجہد خاص طور پر دل کے لیے مفید ہے یہ پیٹ کے کینسرے مارتی ہے اور چھل کھل کر لاتی ہے "سو گرم کجھور میں ۲۳ حرارے ۲ گرم پورین ۳۳ گرم نشاستہ ایک گرم چکنائی ۵۵ ملی گرم تخم ۲۴ گرم سوڈیم ۷۰۰ ملی گرم پوٹاشیم ۷۰ ملی گرم فاسفورس ۵۵ ملی گرم فولاد اور ۷۰ ملی گرم پھوک ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کجھور کے بعد انگور کا ذکر فرمایا کیونکہ انگور تمام پھلوں میں افضل ہے کیونکہ یہ چھل بھی اول سے لے کر آخر تک نفع بخش ہے۔ اس سے سرک اور نیند بھی بنایا جاتا ہے۔ انگور دو قسم کے ہوتے ہیں ایک چھوٹا انگور ہوتا ہے یہ جب خشک ہو جائے تو اس کو کشش کہتے ہیں اور بڑا انگور جب خشک ہو جائے تو اس کو حتی کہتے ہیں۔ انگور کا مزاج گرم تر ہے یہ زوداضیم اور کثیر اللغہ ہے۔ خون صلیبہ کثرت پیدا کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے "سو گرم انگور میں ۲۴ حرارے ایک گرم پورین ۱۱

گرام نسلت: ایک گرام پکلتی، بحالی گرام میثیم ۳۱ ملی گرام قاسورس ۶۶ ملی گرام فواد ۱۰۰ ملی گرام دھان اے ۷۰ ملی گرام دھان بی لور ۳۳ ملی گرام دھان سی ہو نا ہے۔

انگور کے بعد زھون کا ذکر فرمایا ہے، اس کا پھل بزرگ اور سیاہ درنگ کا ہوتا ہے۔ یہ قلعین، عرب، ایران اور جنوبی یورپ میں پیدا ہوتا ہے، زھون کا پھل بہت مفید ہے۔ سردی کے دروں میں اس سے بدن پر ہاش کی جاتی ہے، یہ بدن کو غذائیت بخشتا ہے، اعصاب کو تقویت دیتا ہے، یوہا پے کے قسم عوارض میں مفید ہے، جدید سائنسی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ روغن زھون کو پسرول کو حل کرتا ہے۔

اندرو قسم کا ہوتا ہے۔ سرخ دانوں والا اور سفید دانوں والا۔ سرخ دانوں والے کا زائقہ کھٹا مٹھا ہوتا ہے اور سفید دانوں والا شیریں ہے۔ اس کا مزاج سرد تر ہے۔ اس میں غذائیت کم ہے، خون صلیب پیدا کرتا ہے۔ اس میں جراثیم کش خصوصیات بھی ہیں۔ ۱۰۰ گرام اندر میں ۳۳ ملی گرام میثیم اور ۲۵ ملی گرام قاسورس ۳۵ ملی گرام فواد ۳۲۰ ملی گرام دھان اے ۱۰۸ ملی گرام دھان بی لور ۳۸ ملی گرام دھان سی ہو نا ہے۔

پھلوں کی ابتدائی حالت اور ان کے پکنے سے وجود پاری پر استدلال اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے، ”جب یہ درخت پھل لائیں تو ان کے پھل اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو، بے شک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کے لیے خدو نصیب ہیں۔“

اس آیت کا یہ حصہ موضع استدلال ہے، ”لوری میں اس آیت سے مقصود ہے، ”کیونکہ پھل کے پکنے کے بعد اور اس کی ابتداء کی حالتیں، فصل و صورت، رنگ، ذائقہ اور مزاج کے اعتبار سے بالکل مختلف ہوتی ہیں۔ بعض پھلوں کا رنگ ابتداء میں سبز ہوتا ہے اور پکنے کے بعد سرخ یا زرد ہو جاتا ہے اور ابتداء میں ان کا ذائقہ ترش ہوتا ہے اور بعد میں شیریں ہو جاتا ہے اور ابتداء میں ان کی تاثیر سرد ہوتی ہے اور پکنے کے بعد گرم ہو جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھلوں کی نشوونما میں جو یہ تغیر ہوتا ہے اس کا سبب اور خالق کون ہے؟ پھلوں کی طبیعت، موسم، ستارے اور افلاک تو ان کے موجد نہیں ہو سکتے، کیونکہ ان کی نسبت سب چیزوں کی طرف صلاوی ہے اور جس کی نسبت سب کی طرف صلاوی ہو، اس سے بعض میں مثلاً سرد اور بعض میں گرم، تاثیرات صلاور نہیں ہو سکتیں۔ نیز موسم، ستارے اور افلاک تو خود ایک گئے بعد سے نظام کے تبلیغ ہیں، ان سے یہ اثرات صلاور نہیں ہو سکتے، معلوم ہو کہ ان مختلف اور متضاد اثرات کا خالق وہی قادر و قیوم اور مدبر عالم ہے جو اپنی رحمت، مصلحت، حکمت، علم اور قدرت سے اس ساری کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔

تو ذرے بغیر پکنے سے پہلے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی بیج کا عدم جواز

الم محمد بن اسماعیل بخاری سن ۵۶۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کے بیج سے منع فرمایا، بیجے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا۔ ایک لور روایت میں ہے، ”مکجوروں کی بیج سے منع فرمایا، تو تنگید و سرخ یا زرد نہ ہو جائیں اور سفید ہونے سے پہلے پھلوں کی بیج سے منع فرمایا، تو تنگید و آفت سے محفوظ نہ ہو جائیں۔“

(مجمع البحار ج ۳، رقم الحديث: ۳۳۳، مجمع مسلم ج ۴، رقم الحديث: ۳۷۸۱، سنن ابوداؤد، رقم الحديث: ۳۳۶۷، ۳۳۶۸، سنن الترمذی ج ۳، رقم الحديث: ۳۳۰، سنن ابوالحسنی ج ۲، رقم الحديث: ۳۵۵، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحديث: ۳۴۱۷)

نفساء احتیاج کے نزدیک ظہور صلاحیت کا یہ معنی ہے کہ پھل اپنی مقدار کو پہنچ جائیں کہ وہ قدرتی آفت سے محفوظ ہو

جائیں اور فقہ شافعیہ کے نزدیک اس کا معنی پھلوں کا پک جانا اور اس میں مٹھاس کا آ جانا ہے۔ (المبسوط ج ۳ ص ۸۶)

پانچوں میں پھلوں کی مروجہ بیج کے جواز کی صورتیں

ہمارے زمانہ کے اکثر اسلامی شہوں میں باہت کے پھلوں کی بیج کا طریقہ یہ ہے کہ درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی بیج ہوتی ہے۔ پھلوں کو درختوں سے توڑ کر بیج نہیں کرتے اور بالعموم اس وقت بیج کی جاتی ہے جب پھلوں کا ظہور بھی نہیں ہوتا اور صرف ان کا پور ظاہر ہوتا ہے اور کبھی پور کے بھی ظہور سے پہلے بیج ہو جاتی ہے۔ ان احادیث کے پیش نظر بیج کی یہ مروجہ صورتیں باطل ہیں۔ ہمارے فقہاء نے اس کے حل کی چار صورتیں بیان کی ہیں:

۱۔ علامہ شرمسی خنی متوفی ۸۳۳ھ نے بیان کیا کہ خریدار ظہور سے پہلے پھلوں کو خرید لے اور ایک مدت میں تک زمین کو کرائے پر لے لے پھر پھلوں کے اتارنے تک جو زمین سے افزائش اور روئیدگی حاصل ہوگی وہ کرایہ کا عوض ہو اور اس کا جائز حق ہوگا۔ (المبسوط ج ۳ ص ۸۶، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ)

۲۔ اگر بعض پھلوں کے پور کا ظہور ہو گیا ہو اور بعض یا اکثر کا ظہور نہ ہوا ہو تو جن کا ظہور ہو گیا ہے ان کو اصل قرار دیا جائے اور جن کا ظہور نہیں ہوا ان کو بیع قرار دیا جائے۔ یہ امام مالک، امام محمد بن حسن شیبانی، امام طحاوی اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک جائز ہے، اگرچہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے۔ (المبسوط ج ۳ ص ۸۷، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ)

۳۔ درختوں پر جس قدر بھی پور یا پھل ہوں ان کو خریدار خرید لے اس کے بعد فصل تک جس قدر بھی پھل آئیں ان سب کو بیع کا مالک خریدار پر حلال کر دے۔

(المبسوط ج ۳ ص ۸۷، فتح القدر ج ۵ ص ۵۹۲، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، بیروت ج ۵ ص ۱۰۱، مطبوعہ مصر)

یہ تین حل صرف اس صورت میں ہیں جب بیع کے درختوں میں سے کسی ایک پر بھی کم از کم پور لگ گیا ہو، لیکن ہمارے ہاں اس وقت بیع کے پھلوں کی بیج ہوتی ہے جب بیع کے کسی ایک درخت پر بھی پور تک نہیں ہوتا۔ اس صورت میں صرف یہ حل ہے کہ اس بیع کو مکمل بیع مسلم قرار دیا جائے اس لحاظ سے یہ بیع جائز ہو جائے گی۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شافعی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں ضرورت کا منتقم ہونا غلطی نہیں ہے۔ خاص طور پر دمشق میں جہاں پھلوں کے درخت بہت زیادہ ہیں اور چونکہ لوگوں پر جہالت کا ظہر ہے اس لیے شریعی حل پر ان سے عمل کرنا حلوۃ مشکل ہے۔ ہرچند کہ انفرادی طور پر بعض لوگوں سے عمل کرنا ممکن ہے، لیکن دنیا کے تمام لوگوں سے اس پر عمل کرنا عمل ہے اور لوگوں سے ان کی عادت چمکانے میں بہت حرج ہے اور اس صورت میں جن شہوں میں صرف اس طرح پھلوں کی بیج ہوتی ہے ان کے لیے ان پھلوں کا مکمل حرام ہو جائے گا اور نبی پیغمبر نے بیع مسلم کی رخصت ضرورت کی بنا پر ہی دی ہے، مگر ان کے وہ بھی بیع اللہ دوم ہے۔ پس چونکہ یہاں بھی ضرورت منتقم ہے اس لیے اس بیع کو بیع مسلم کے ساتھ بطریق ولایت لاحق کرنا ممکن ہے۔ سو اب یہ بیع اس حدیث کے مخالف نہیں ہے۔ ”کوئی شخص وہ چیز فروخت نہ کرے جو اس کے پاس نہیں ہے۔“ اس وجہ سے فقہاء نے اس بیع کو احتساباً جائز قرار دیا ہے، جبکہ ظاہر قیاس کے مطابق اس بیع کو ناجائز ہونا چاہیے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۵۳، مطبوعہ استنبول ج ۳ ص ۳۸۰-۳۸۱، مطبوعہ بیروت)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے اللہ کے لیے جنوں کو شریک قرار دیا، مگر انہوں نے ان کو پیدا کیا ہے انہوں نے بلا علم اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں مقرر کیں اور وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ (الانعام: ۱۰۰)

مشرکین کے اپنے شرکاء کے متعلق نظریات اور ان کے فرقے

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید پر پانچ دلیلیں قائم کیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ مشرکین کے نظریات بیان فرما رہا ہے اور ان کے باطل نظریات کا رد فرما رہا ہے۔

حسن بھری وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ آیت مشرکین عرب کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے کا معنی یہ ہے کہ وہ جنوں کی اس طرح اطاعت کرتے ہیں جس طرح اللہ عزوجل کی اطاعت ہوتی ہے۔ لہذا وہ غیروے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور انہیں نے کہا یہ آیت زندیقوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ اور انیس دو بھائی ہیں۔ اللہ انسانوں اور مویشیوں کا خالق ہے اور انیس جنت اور ندوں اور چھوٹوں کا خالق ہے اور اس قول کے قریب محسوس کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ اس جہنم کے دو حصے والے ہیں۔ ایک خدا قدیم ہے اور دوسرا شیطان حادث ہے بلکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ برائی کا پیداکرنے والا حادث ہے۔

(المباح لا مقام القرآن ۷: ۳۸-۳۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

امام محمد بن محمد بن زیاد بن عمر ازلی حنفی ۳۶۶ھ لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لیے شریک قرار دینے والوں کے حسب ذیل فرقے ہیں:

۱۔ بت پرست لوگ ہیں۔ یہ اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ جنوں کو کسی چیز کے پیدا کرنے پر قدرت نہیں ہے، لیکن یہ جنوں کو عبودت میں اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتے ہیں اور جنوں کی عبودت کرتے ہیں۔

۲۔ بعض مشرکین یہ کہتے ہیں کہ اس عالم کے ہر کو اکب ہیں اور ان کے دو فرقے ہیں ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ کو اکب واجبہ الوجود لذوانہا ہیں اور ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ یہ ممکن الوجود لذوانہا ہیں اور حادث ہیں اور ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، مگر اللہ سبحانہ نے اس عالم اسفل کی تدبیر ان کی طرف سونپ دی ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان ہی سے مناظرہ کیا تھا جب کہ تھا "لا حب الا فلیس"۔

۳۔ بعض مشرکین یہ کہتے ہیں کہ اس جہنم کے دو خدا ہیں۔ ایک برائی کا خالق ہے، دوسرا برحق ہے اور ایک بھائی کا خالق ہے، دوسرا خدا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ آیت زندیقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ اور انیس دو بھائی ہیں۔ اللہ انسانوں، مویشیوں اور نیکیوں کا خالق ہے اور انیس دو ندوں، سانپوں، چھوٹوں اور برائیوں کا خالق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو مذہب بیان کیا ہے، وہ ہم سب کا مذہب ہے جو یزدان اور ابراہیم کے قائل ہیں۔

۴۔ کفار یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ جن سے مراد فرشتے ہیں، کیونکہ جن کا معنی ہے چھپی ہوئی چیز اور فرشتے بھی آنکھوں سے چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔

۵۔ یہود حضرت عزیر کو اور یہ سبکی حضرت یحییٰ علیہما السلام کو خدا اکابرین کہتے تھے۔

(تفسیر کبیر ج ۵، ص ۸۸-۹۰ مختصر اور موضحاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کے لیے مولود نہ ہونے پر دلائل

اس آیت کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انہوں نے بلا علم اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گزلیں۔ وہ اس سے پاک اور بالاتر ہے جو وہ بیان کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے اولاد کی نفی پر علماء اسلام نے حسب ذیل دلائل قائم کیے ہیں:

۱۔ خدا اور محبوب کا واجب لذت ہونا ضروری ہے، اگر خدا کے لیے پیئے کو فرض کیا جائے تو وہ واجب لذت ہو گا یا ممکن لذت ہو گا؟ اگر وہ واجب لذت ہو تو اس کا مولود ہونا باطل ہے کیونکہ مولود والد سے متاخر اور اس کی طرف محتاج ہوتا ہے اور واجب لذت کسی سے متاخر اور کسی کا محتاج نہیں ہوتا، بلکہ مستحق اور قدیم ہوتا ہے اور اگر وہ ممکن لذت ہو تو پھر وہ اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق ہو گا اور مولود والد کا بندہ اور اس کی مخلوق نہیں ہوتا نیز مولود والد کی جنس سے ہوتا ہے اور ممکن محتاج اور حادث واجب مستحق اور قدیم کی جنس سے نہیں ہے۔

۲۔ مولود کی اعتیاج اس لیے ہوتی ہے کہ والد کی موت کے بعد وہ اس کا قائم مقام ہو اور اس کے مشن کو آگے بڑھائے اور اللہ عزوجل پر موت کا اتنا عمل ہے اس لیے اس کا مولود بھی عمل ہے۔

۳۔ مولود والد کا آج ہوتا ہے اور جس کا کوئی جز ہو وہ مرکب ہوتا ہے اور مرکب حادث ہوتا ہے اس لیے اللہ کا مولود ہونا اس کے مرکب اور حادث ہونے کو مستلزم ہے اور اس کا مرکب اور حادث ہونا عمل ہے اس لیے اس کا مولود بھی عمل ہے۔

۴۔ مولود والد کے مشابہ ہوتا ہے اور اللہ کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے اس لیے اللہ کا مولود ہونا عمل ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ موجود عیسائی کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو باپ اور عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا جہازا کہتے ہیں باپ سے مراد و جم اور شفیع ہے۔ جسمانی لحاظ سے باپ مراد نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پھر حضرت عیسیٰ کو خصوصیت سے بتا کیوں کہتے ہو؟ اور اس پر اصرار کیوں کرتے ہو؟ ساری کائنات کو اللہ کا بیٹا کہو وہ سب پر شفیع اور و جم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو شفیع اور و جم اور حضرت عیسیٰ کو عز اور و جم کیوں نہیں کہتے۔ جب کہ باپ اور بیٹا کے الفاظ جسمانی رشتہ کو ظاہر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جنس سے مراد امتناع نقص ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متصور نہیں کہ وہ خدا کو باپ کہیں جو اس کے لیے نقص کا موجب ہے۔

بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَتَى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ

وہ آسمانوں اور زمین کا سرچشمہ ہے، اس کی اولاد کیونکر ہوگی حالانکہ اس کی بیوی ہی نہیں ہے،

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۚ ذَٰلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ

اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جانتے والا ہے ۝ یہی ہے اللہ جو تعالیٰ ہے، اس کے سوا

إِلَٰهُهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ فَاعْبُدُوهُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے سو تم اس کی عبادت کرو۔ اور وہ ہر چیز کا نگہبان

وَكَیْلٌ ۚ لَا تُدْرِكُهُ الْبَصَارُ ۖ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَارَ ۖ وَهُوَ

ہے ۝ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے، وہ نہایت باریک بین

اللطیفُ الخَبِيرُ ۚ قَدْ جَاءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ

بہت باخبر ہے ۝ بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانیاں آئیں، سو تم نے انہیں

فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَنِ فَعَلِيهَا وَمَا آتَاكُمْ بِحَفِظٍ ۝۱۰۳

محول کر دیکھ لیا تو اس کا فائدہ ہے اور جتنا جاننا تو اس کا نقصان ہے، میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں ۝

كَذَلِكَ نُنْصِرُ الْأَيْتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ

بار بار گفتگو انداز سے آیتوں کو بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ اس کو اپنے دلی سے اپنے صاحب ہے، اور تاکہ ہم اس قرآن کو کم و اداں

يَعْلَمُونَ ۝۱۰۴ اَتَّبِعْ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

کے لیے بیان کر دیں ۝ آپ اس چیز کا پیروی کیجیے جس کی آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف سے ہے، اس کے سوا کوئی اور

وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۰۵ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا وَمَا

کاٹنے نہیں اور مشرکین سے اجتناب کیجیے ۝ اور اگر ارادہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے، اور ہم نے

جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۝۱۰۶ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝۱۰۷

آپ کو ان کا نگہبان نہیں بنایا، اور آپ ان کے ذمہ دار ہیں ۝

تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدَاوًا

اے سافو! تم ان کو برا دیکھو جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں درحقیقت یہ سب تمہاری اور جہات سے اللہ کو

بَغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ نَرِيتَا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَلَيْهِمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ

جائیں گے، ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لیے اس کا عمل مزید کر دیا ہے، پھر انہوں نے اپنے رب کی

مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۰۸ وَأَقْسَمُوا بِاللهِ

خون و نثار ہے، پھر وہ ان کو خبر دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے ۝ اور انہوں نے جی نہیں کھائیں کہ

جَهْدًا أَيْمَانَهُمْ لِيَنْجَأَهُمْ مِنْ جَاءَ تَهُمْ آيَةٌ لِّیُؤْمِنُوا بِهَا قُلْ إِنَّمَا

اگر ان کے پاس کوئی نشان آئی تو وہ مزید اس پر ایمان لائیں گے، آپ کہیے کہ نشانیاں تو

الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعُرُ كُمْ أَنَّهُمْ إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۱۰۹

صرف اللہ کے پاس ہیں اور (اے سافو!) تمہیں کیا معلوم کہ جب یہ نشانیاں آئیں گی تو وہ لوگ میری ایمان نہیں کریں گے

۝



وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ

ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھر ایسے ہی جس طرح یہ لوگ اس قرآن پر پہلی بار ایمان نہیں لائے تھے

وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۱۰﴾

اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں جھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ آسمانوں اور زمینوں کا سوجھ ہے اس کی اولاد کی نگر ہوگی مگر وہ اس کی پیروی نہیں ہے

اس نے ہر چیز کو پھیرا دیا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جانتے والا ہے۔ (انعام: ۱۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کا دلائل سے رد

اس سے پہلے آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا تھا کہ مشرکین کے عقائد باطل ہیں اور اس آیت میں ان کے باطل ہونے پر دلائل قائم کیے ہیں وہ دلائل کی تصریح امام رازی نے اس طرح فرمائی ہے:

۱۔ بدیع کا معنی ہے کسی چیز کو بغیر کسی سبب سے اور نمونہ کے پیدا کرنا اور اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء بغیر کسی سبب سے پیدا کرنے والا ہے اور یہی عیسائیوں کے عقیدہ کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے جس کی پہلے کوئی نظیر اور مثل نہیں تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہے اللہ تعالیٰ نے اس دلیل کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء بغیر کسی سبب سے پیدا کیا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کا باپ ہے اور اگر اس وجہ سے وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا باپ نہیں ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس وجہ سے کیسے باپ ہو سکتا ہے؟

۲۔ عیسیٰ جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا باپ ہے۔ اگر اس سے ان کی یہ مراد ہے کہ جیسے انسانوں میں مصروف طریقہ سے اولاد ہوتی ہے اس طرح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تو بیوی ہی نہیں ہے تو اس کا بیٹا کیسے ہو گا؟ نیز مصروف طریقہ سے اولاد کے حصول میں وہ محض جن جن کو جو عمل انور کسی چیز کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ نوحہ کے انتظار کے بعد اولاد کو حاصل کرے گا لیکن جس کی شان یہ ہو کہ وہ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے تو وہ ایک لفظ سن فرماتا ہے اور وہ چیز اسی وقت موجود ہو جاتی ہے۔ وہ اس مصروف دنیاوی طریقہ سے اولاد کو کیوں حاصل کرے گا؟ اس دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔

۳۔ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا فرض کیا جائے تو وہ قدیم ہو گا یا حادث؟ اس کا قدیم ہونا اس لیے باطل ہے کہ بیٹا باپ سے متاخر ہوتا ہے اور قدیم کسی چیز سے متاخر نہیں ہوتا اور اس کا حادث ہونا اس لیے باطل ہے کہ بیٹے کے ہونے سے اللہ تعالیٰ کو کوئی صفت کمال حاصل ہوگی یا صفت نقص۔ نقص کا فرض باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عل نقص نہیں اور صفت کمال حاصل ہونا اس لیے باطل ہے کہ وہ قدیم اور ازلا تمام صفت کمال سے متصف ہے۔ مگر بیٹے کو قدیم ہونا چاہیے مگر اللہ تعالیٰ اس کو حادث فرض کیا تھا اور اس دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ کیا ہے کہ وہ ہر چیز کو خوب جانتے والا ہے کیونکہ اگر اس کے علم میں یہ ہوتا کہ بیٹے کا ہونا اس کے لیے باعث کمال ہے تو بیٹا نہی اور قدیم ہونا مگر بیٹا باپ سے متاخر ہوتا ہے اور

ساتھ ہوتا قدم کے منتفی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں نے اللہ جو تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ وہ ہر چیز کا پیدہ کرنے

والا ہے، سو تم اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ (الانعام: ۱۰۲)

اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلائل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کا ذکر فرمایا ہے کہ صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر حسب ذیل دلائل ہیں۔

۱۔ ہم کہتے ہیں کہ تمام کائنات کی تخلیق کے لیے ایک صانع 'عالم' ضرور ضرور کافی ہے۔ اگر ایک سے زیادہ صانع کی ضرورت ہے تو ہم پوچھتے ہیں، کتنے صانعین کی ضرورت ہے؟ اگر تم کسی عدد کی تخصیص کرو، مثلاً تین یا چار کی تو یہ ترجیح بلا مرجع ہے، کیونکہ تمام اہل دین و مسلمان ہیں اور اگر تم کسی عدد میں صانع کا حضرت کو تو غیر شرعی صانعین کا ہونا لازم آئے گا اور یہ براہین باطلہ تسلسل سے باطل ہے۔

۲۔ ہم کہتے ہیں کہ تمام کائنات کو پیدہ کرنے کے لیے ایک صانع کافی ہے، جو تمام معلومات کا عالم ہو اور تمام ممکنات پر قادر اور مدبر ہو۔ اب اگر دوسرا صانع فرض کیا جائے تو یا تو ان دونوں میں سے ہر ایک اس جہاں کے حادثات میں سے کسی چیز کو جو وجود میں لانے کا مستقل غافل ہو گا اور دوسرے کو اس میں مداخلت کرنے سے مانع ہو گا۔ ایسی صورت میں کسی چیز کو موجود کرنے کے لیے ان دونوں میں سے صرف ایک کافی ہو گا اور دوسرا عاجز اور معطل ہو گا اور اگر کسی چیز کو موجود کرنے کے لیے وہ دونوں باہم اشتراک اور تعاون کے محتاج ہوں تو یہ باطل ہے، کیونکہ جو محتاج ہو وہ الوہیت اور خدا کی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

۳۔ اگر دو خدا فرض کیے جائیں تو ضروری ہے کہ وہ دونوں صفات کمال کے جامع ہوں اور اس صورت میں تمام صفات کمال ان دونوں میں مشترک ہوں گی، پھر ان دونوں میں امتیاز کے لیے ایک امر تمیز دینا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ تعدد اور الوہیت بلا امتیاز باطل ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ امر تمیز صفت کمال ہے یا صفت نقص۔ اگر وہ صفت کمال ہے تو پھر دونوں تمام صفات کمال کے جامع نہ رہے، کیونکہ یہ ایک اور صفت کمال ہے اور اگر وہ انہی صفات کمال میں سے ہے تو یہ باہم الاشتراک ہے باہم الامتیاز نہیں ہے اور اگر یہ تمیز صفت نقص ہے تو نقص کا حامل الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

۴۔ اگر دو خدا فرض کیے جائیں تو وجہ وجود اور قدم ان میں مشترک ہو گا اور کیونکہ الوہیت بلا امتیاز باطل ہے، اس لیے ان میں ایک اور تمیز ہو گا اور ہر خدا دو چیزوں سے مرکب ہو گا اور مشترک اور امر تمیز اور جو مرکب ہو، وہ اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور جو محتاج ہو وہ الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

۵۔ اگر دو خدا فرض کیے جائیں تو اگر ایک عین وقت میں مثلاً ایک خدا تبارک و تعالیٰ کو متحرک کرنے کا ارادہ کرے اور دوسرا اس کو ساکن کرنے کا ارادہ کرے تو دونوں کا ارادہ پورا ہونا محال ہے، کیونکہ یہ اجتماع ضدین ہے۔ اس صورت میں صرف ایک کا ارادہ پورا ہو گا اور وہی غالب ہو گا اور دوسرا مغلوب ہو گا اور مغلوب الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ دونوں اتفاق کر لیتے ہیں اور اختلاف نہیں کرتے، تو ہم کہتے ہیں کہ من میں اختلاف کرنا ممکن ہے یا نہیں، اگر اختلاف کرنا ممکن نہیں تو وہ عاجز ہوں گے اور عاجز الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اگر اختلاف کر سکتے ہیں تو پھر وہی پہلی تقریر جاری ہوگی۔ نیز ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ اتفاق کرتے ہیں تو ضرور ایک دوسرے کی موافقت کرے گا اور جو موافقت کرے گا، وہ تبلیغ ہو گا اور تبلیغ الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا اس دلیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں اشارہ فرمایا ہے۔

مَا تَتَّخِذُ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ  
إِذْ أَذْهَبَ كُلَّ إِلَهٍ مِمَّا خَلَقَ وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ  
عَلَىٰ بَعْضٍ سَخَانَ اللّٰهُ عَتَا يَعْبُورُونَ  
اللہ نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی  
معبود ہے اور نہ ہر معبود اپنی مخلوق کو الگ لے جاتا اور ہر ایک  
معبود دوسرے پر غلبہ پاتا اللہ ان چیزوں سے پاک اور بالا تر ہے  
جو وہ اس کے خالق بیان کرتے ہیں۔ (المؤمنون: ۹۸)

لَوْ كَانَ مِنْهُمْ آلِهَةٌ إِلَّا لِلَّهِ لَفَسَدَتَا  
اَلْاَسْبَابُ: ۳۲  
اگر آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو  
خردورود دونوں (آسمان اور زمین) برباد ہو جاتے۔

۶۔ اگر دو خدا ہوں تو یا تو وہ صفات ذاتیہ میں ایک دوسرے کے بالکل ملوی ہوں گے یا ایک اعلیٰ اور دوسرا ادنیٰ ہو گا۔ پہلی  
صورت اس لیے باطل ہے کہ الٰہیت بلاتمايز عمل ہے اور دوسری صورت اس لیے باطل ہے کہ جو لادنیٰ ہو وہ الوہیت کی  
صلاحیت نہیں رکھتا۔

۷۔ اگر دو خدا ہوں تو یا تو ان میں سے ہر ایک اپنی ممنوع پر خصوصی دلیل قائم کرنے پر قادر ہو گا یا کوئی قادر نہیں ہو گا یا  
صرف ایک قادر ہو گا؟ سو فرما اللہ کہ دونوں صورتیں اس لیے باطل ہیں کہ قادر نہ ہونا مجزے ہے اور عاجز الوہیت کی صلاحیت نہیں  
رکھتا اور اول الذکر صورت اس لیے باطل ہے کہ جبئی الواقع کسی ممنوع کے دو صانع ہوں تو اصل کے نزدیک یہ عمل ہے کہ  
اس کی دلالت کسی ایک صانع پر ہو نہ کہ دوسرے پر۔ مثلاً ایک درخت فل رہا ہے اب اس کا پلٹنا اس پر دلیل ہے کہ اس کا کوئی  
پلانے والا ہے، لیکن اصل کے نزدیک اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس کا پلانے والا فلان ہے اور فلان نہیں ہے۔

۸۔ اگر دو خدا ہوں تو ہم پوچھتے ہیں کہ ایک خدا اپنی مخلوق کو دوسرے خدا سے چھپانے پر قادر ہے یا نہیں؟ اگر وہ قادر نہ ہو  
تو اس کا مجر لازم آئے گا اور اگر وہ اپنی مخلوق کو دوسرے خدا سے چھپانے پر قادر ہو تو دوسرے خدا کا جمل لازم آئے گا اور نہ عاجز  
خدا ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ چلتا۔

۹۔ اگر دو خدا ہوں تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک بغیر دوسرے کے عقول کے مستقلاً تمام جن کو پیدا کرنے پر قادر ہے یا  
نہیں؟ اگر وہ اس پر قادر نہیں ہے تو عاجز ہو گا اور عاجز الوہیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگر ان میں سے ہر ایک بغیر دوسرے کے عقول  
کے مستقلاً تمام جن کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو دوسرے کا محض ہو جائیگا۔ آئے گا اور اس کو خدا ماننا محبت ہو گا۔

۱۰۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام جن کا نظام ایک منطوق طرز واحد پر چل رہا ہے اور کبھی اس میں تغیر نہیں ہوتا۔ مثلاً سورج چاند  
اور ستارے بیش ایک مخصوص جہت سے طلوع ہوتے ہیں اور اس کے مقابل جانب غروب ہوتے ہیں۔ بارش آسمان کی جانب  
سے ہوتی ہے اور غلہ زمین سے پیدا ہوتا ہے، کبھی اس کے برعکس نہیں ہوتا۔ انسان کے ہاں بیش انسان پیدا ہوتا ہے، بندہ یا  
نگوہ پیدا نہیں ہوتا اور شیر کے ہاں شیر پیدا ہوتا ہے کبھی لاشی پیدا نہیں ہوتی۔ سب کے درخت میں کبھی تربوز نہیں لگتا اور  
مکدم کی پٹوں میں کبھی جوار نہیں لگتا۔ یہ ساری کائنات نظام واحد پر چل رہی ہے اور اس کا نظام واحد پر جاری ہونا زمین و آسمان  
سے بتاتا ہے کہ اس کا نظام بھی واحد ہے۔ اگر اس کائنات کے خالق متعدد ہوتے تو اس میں متعدد نظام ہوتے اور ان میں یکسانیت  
اور وحدت نہ ہوتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے سامنے اسی دلیل کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

قَالَ اِنَّزَارِجِيْمُ قِيَاَمُ اللّٰهُ يَتَّخِذُ مَا يَشَاءُ مِنَ الشَّيْءِ  
الْمَخْفِي فَيَنْتِ بِهَا وِسَّ الْمَغْرِبِ  
اے ابراہیم نے کہا کہ اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو  
مغرب سے نکالتا۔

۸۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں ہر کثرت کسی وحدت کے تلیق ہوتی ہے اور جو کثرت کسی وحدت کے تلیق نہ ہو تو اس کا نظام قاعدہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً کلاس میں طلبہ کسی ایک استاد کے تلیق ہوتے ہیں اور جب اسکول میں متعدد استاد ہوں تو وہ کسی ہیڈ ماسٹر کے تلیق ہوتے ہیں۔ صوبہ میں جب کئی وزیر ہوں تو ان کے اوپر وزیر اعلیٰ واحد ہوتا ہے اور متعدد مرکزی و ذریعہ پر وزیر اعظم واحد ہوتا ہے۔ کسی ملک میں دو بادشاہ نہیں ہوتے نہ دو صدر ہوتے ہیں نہ دو وزیر اعظم ہوتے ہیں نہ کسی فوج کے دو کمانڈر انچیف ہوتے ہیں نہ کسی ادارہ میں دو ٹینک ڈائریکٹر ہوتے ہیں۔ ہر شعبہ میں مرکزی اقتدار صرف ایک کے پاس ہوتا ہے اور ہر کثرت کسی وحدت کے تلیق ہوتی ہے۔ سو اسی طرح اس کائنات کا کورساز مطلق اور مقتدر اعلیٰ بھی واحد ہے۔ اگر اس کائنات کے صانع اور مدیر بھی دو یا دو سے زائد ہوتے تو اس کا نظام بھی قاعدہ ہو جاتا اور جس طرح کسی مملکت کے دو صدر نہیں ہو سکتے اسی طرح اس کائنات کے بھی دو خدا نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر جو میں نے دلائل پیش کیے ہیں، ان میں سے کچھ دلائل علماء حقہ میں سے مستند ہیں جن کی میں نے اپنے انداز سے تقریر کی ہے اور ان میں سے کچھ دلائل اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القا فرمائے ہیں۔ واللہ الحمد علی ذلک الحمد اکثیراً۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آئیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور نہایت باریک بین اور بہت باخبر ہے۔ (الانعام: ۱۰۳)

رویت باری کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

تقریباً ہر دور کے علماء اسلام کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت (اس کا دکھائی دینا) دنیا اور آخرت میں ممکن ہے یا نہیں۔ بعض علماء نے اس کا انکار کیا اور جمہور علماء اسلام کا موقف یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت ممکن ہے اور دنیا میں یہ رویت صرف سیدنا محمد ﷺ کے لیے مبرا کی شب و رات ہوئی اور آخرت میں تمام انبیاء علیہم السلام اور مومنین کے لیے یہ رویت واقع ہوگی۔ میدانِ حشر میں بھی اور جنت میں بھی۔

مکرمین رویت کے دلائل اور ان کے جوابات

مستزل اور دیگر مکرمین رویت کی ایک دلیل یہ ہے کہ جو چیز دکھائی دے وہ دیکھنے والے کی مقلید چاہیے ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ دکھائی دے تو اس کے لیے ایک چاہیے اور جنت کا ہونا لازم آئے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پھر جس کا چاہیے کہ تم اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا بھی انکار کرو؟ کیونکہ دیکھنے والا بھی دکھائی دینے والی چیز کی چاہیے متعلق میں ہوتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دیکھنے اور دکھائی دینے کا یہ قصہ ممکنات اور غلوقات کے اعتبار سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے لیے چاہیے اور مقابلہ کی شرط ہے نہ دکھائی دینے کے لیے۔

مکرمین رویت کی دوسری دلیل یہ آیت ہے جس کا معنی وہ یہ کرتے ہیں کہ آئیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آئیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں سلب عموم اور نفی شمول ہے۔ عموم السلب اور شمول اتنفی میں ہے۔ یعنی ہر ہر آنکھ کے دیکھنے کی نفی نہیں ہے نہ ہر ہر زمانہ میں دیکھنے کی نفی ہے نہ ہر ہر مواقع پر دیکھنے کی نفی ہے بلکہ بعض زمانہ میں بعض مواقع پر بعض لوگوں کے دیکھنے کی نفی ہے۔ سو دنیا میں دیکھنے کی نفی ہے اور آخرت کے بعض مواقع میں جب اللہ تعالیٰ غضب اور جلال میں ہو گا اس وقت اس کو دیکھنے کی نفی ہے اور کفار اور منافقین کے دیکھنے کی نفی ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے شبِ سراج میں جو اللہ تعالیٰ کو دکھا اور حشر میں دیگر انبیاء علیہم السلام



ہے، لیکن وہ آخرت میں دعت ہادی کا انکار نہیں کرتی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما شب معراج میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے قائل تھے اور جسور علمائے اسلام ان کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورۃ الانعام کی جس زیر بحث آیت سے استدلال کیا ہے، اس کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آنکھیں اس کا ابطال نہیں کر سکتیں نہ یہ کہ آنکھیں اس کا تسلط اور انک نہیں کر سکتیں۔

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وَجِئُوا بِكُمْ فِي تَابِعَاتٍ ۝ وَاللّٰی رَٰیٰہَا لَا ظَنَرَہَا ۝  
 کتنی ہی چہرے اس دن تو نمازہ ہوں گے اپنے رب کی

(القیامہ: ۳۲-۳۳) طرف دیکھتے ہوں گے۔

اس آیت میں آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی تصریح ہے:

کَلَّا لَآ اُنۡہَمۡ عَنْ رَٰیۡہِمۡ ہُوۡنَیۡدٍ لِّمَہۡجُوۡنٍ  
 بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم

(الشطیغ: ۱۵) ہوں گے۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ قیامت کے دن کفار اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے اور یہ چیز ان کے لیے اسی وقت باعث حزن و غم ہوگی جب مسلمان اس دن اپنے رب کا دیدار کر رہے ہوں گے کہ اگر ان کو بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل نہ ہو اور نہ کافروں کو تو پھر یہ چیز ان کے لیے باعث افسوس نہیں ہوگی۔

لَا تُدۡرِکُہُ الْاَبۡصَارُ (الانعام: ۱۰۳) آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں۔

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مدح میں ہے، اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مدح میں اسی وقت ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا ممکن ہو جائے کہ اسی چیز کی وجہ سے کل ہوئی ہے جس کا ثبوت ممکن ہو۔ مثلاً ہوا، خوشبو اور آواز کا دکھائی دینا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ان کی مدح اور تعریف میں یہ نہیں کہا جاتا کہ ہوا، خوشبو اور آواز کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، تو اس آیت میں جو یہ فرمایا ہے کہ آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں، یہ اللہ تعالیٰ کی مدح اور تعریف اسی وقت ہوگی جب اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہو۔ سو یہ آیت بھی اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی دلیل ہے:

قَالَ رَبِّ اَرَیۡتَ اَسۡطُرَاۡلَہِۥمۡۤ اَلۡاَعۡرَافَ (۱۳۳) مومن نے عرض کیا، اے میرے رب! انھیں اپنی ذات دکھا

میں تجھے دیکھوں۔

اگر دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دکھائی دینا ممکن نہ ہو تا تو حضرت مومن علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے یہ سوال نہ کرتے۔

وَلَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَلَکُمۡ  
 اور تمہارے لیے اس جنت میں ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا

دِل چاہے اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جس کو تم

طلب کرو گے۔

لیک اور صاف دل لوگ جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار طلب کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ جنت میں ان کی ہر خواہش پوری فرمائے گا، سو یہ آیت جنت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کی دلیل ہے۔

آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے متعلق احادیث

الہام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اچانک آپ نے چودھویں رات کے چاند کی

طرف دیکھتے آپ نے فرمایا تم عقرب اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ تمہیں اس کو دیکھنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، میں اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مطلوب نہ ہو اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مطلوب نہ ہو تو اس طرح کرو۔

(صحیح البخاری: ج ۱، رقم الحديث: ۵۵۳، ج ۸، رقم الحديث: ۴۳۶، ۴۳۵، ۴۳۴، صحیح مسلم: المصابہ: ۲۸، ۲۷، ۳۰، ۳۱، سنن ابوداؤد: ج ۳، رقم الحديث: ۴۲۹، سنن الترمذی: ج ۳، رقم الحديث: ۲۵۹۰، سنن الکبریٰ للبخاری: ج ۱، رقم الحديث: ۴۳، سنن ابن ماجہ: ج ۱، رقم الحديث: ۴۷۱، مسند احمد: ج ۱، رقم الحديث: ۱۷۸، مطبوعہ: مسند احمد: ج ۲، ص ۳۸، مطبوعہ: قدیم)

امام ابو یعلیٰ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت صہب چوڑے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا احْصُوا النُّجُومَ وَرَبَّادَّةَ

(یونس: ۳۷) — اس سے بھی زیادہ۔

آپ نے فرمایا جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک منویٰ ندا کرے گا کہ اللہ کے پاس تمہارا ایک وعدہ ہے وہ کہیں گے کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے چہرے سفید نہیں کیے اور ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی اور ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا؟ وہ کہیں گے ہمیں نہیں آپ نے فرمایا پھر جناب کھول دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا جنتیوں کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں۔

(سنن ترمذی: ج ۳، رقم الحديث: ۵۵۳، صحیح مسلم: المصابہ: ۲۹، ۳۰، ۳۱، سنن الکبریٰ للبخاری: ج ۱، رقم الحديث: ۴۳، سنن ابن ماجہ: ج ۱، رقم الحديث: ۴۷۱، مسند احمد: ج ۱، رقم الحديث: ۱۷۸، مطبوعہ: قدیم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل جنت کا دوزخ ہے وہ گاہ کہ وہ اپنی جنتوں اپنی بیویوں اور اپنی خستوں اور اپنے غلاموں اور اپنی باندیوں کی طرف ایک ہزار سال کی مسافت سے دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ کرم وہ وہ گھوڑے اور شہاں اس کے چہرے کی زیارت کرے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ نَّاسِرٌ ۚ وَاللّٰهُ رَءِيفٌ رَّحِيمٌ ۝

تسے ہی چہرے اس دن تو تازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ (القیامہ: ۳۴-۳۵)

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن، صحیح، غریب ہے۔ (سنن الترمذی: ج ۳، رقم الحديث: ۴۵۳)

حضرت ابوبکر بن عبد اللہ بن قیس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ جنتیں چاندی کی ہیں۔ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے چاندی کا ہے اور وہ جنتیں سونے کی ہیں۔ ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سونے کا ہے اور ان لوگوں اور ان کے رب کے دیدار میں صرف اللہ کی کبریائی کی چلار ہے جو جنت عدن میں اس کے چہرے پر ہے۔

(صحیح مسلم: المصابہ: ۲۹، ۳۰، ۳۱، سنن البخاری: ج ۱، رقم الحديث: ۲۵۹۰، سنن الترمذی: ج ۳، رقم الحديث: ۴۳، سنن الکبریٰ للبخاری: ج ۱، رقم الحديث: ۴۳، سنن ابن ماجہ: ج ۱، رقم الحديث: ۴۷۱، مسند احمد: ج ۱، رقم الحديث: ۱۷۸، مطبوعہ: مسند احمد: ج ۲، ص ۳۸، مطبوعہ: قدیم)

شب معراج اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق علماء امت کے نظریات

علامہ ابو العباس احمد بن محمد بن ابراہیم باکلی قرطبی متوفی ۵۷۱ھ، صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں:

حقیقین اور متاخرین کا اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے میں اختلاف رہا ہے اکثر متقدمین دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا انکار کرتے ہیں اور اہل السنہ اور اہل السنت دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے جواز اور وقوع کے قائل ہیں۔ پھر اس میں بھی حقیقین اور متاخرین کا اختلاف ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو ہریرہؓ مشہور روایات کے مطابق حضرت ابن مسعودؓ سلف صالحین اور خشکین اور محمد شین کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے اور سلف صالحین کی ایک عظیم جماعت نے یہ کہا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی مسلک ہے۔ انہوں نے کہا حضرت موسیٰ کاظم کے ساتھ خاص کیے گئے۔ حضرت ابراہیم خلیفہ کے ساتھ اور سیدنا محمد ﷺ رویت کے ساتھ خاص کیے گئے۔ حضرت ابوذر کعب، حسن بصری اور امام احمد بن حنبل کا بھی نظریہ ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے بھی ایک ہی روایت ہے۔ امام ابو الحسن اشعری اور ابن کے اصحاب کی ایک جماعت سے بھی یہی عقول ہے۔ مثلاً ان کی ایک جماعت نے توقف کا قول کیا ہے۔ انہوں نے کہا اس کی نفی اور اثبات پر کوئی قطعی دلیل نہیں ہے، لیکن یہ عقلاً جائز ہے اور یہی صحیح ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا عقلاً اور عقلاً جائز ہے، عقلی دلائل علم کلام میں ہیں اور نقلی دلائل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رویت کا سوال کرتا ہے یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا عمل ہو یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کا سوال نہ کرتے۔ نیز اعلیٰ متواتر سے یہ ثابت ہے کہ موسیٰ نے آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ (المفہم ج ۲ ص ۴۷۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ج ۱ ص ۱۸۸)

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی مالکی متوفی ۲۶۸ھ لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن الحارث نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کی طاقت ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا میں بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے کہا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلیفہ حضرت ابراہیمؓ کے لیے ہو اور کلام حضرت موسیٰؓ کے لیے ہو اور دیدار سیدنا محمد ﷺ کے لیے ہو۔ پھر حضرت ابی بن کعب نے بت بلند آواز سے کہا اللہ اکبر! حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے کہا اللہ تعالیٰ نے رویت اور کلام کو سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ اور امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصریؓ اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور ابو عمر العطلنسکی نے اس قول کو مکرر سے روایت کیا ہے اور بعض خشکین نے اس قول کو حضرت ابن مسعودؓ سے بھی روایت کیا ہے اور امام ابن اسحاقؓ نے روایت کیا ہے کہ موان نے حضرت ابو ہریرہؓ جڑی سے سوال کیا کہ کیا سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اور غرض نے امام احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کے مطابق کتابوں کے رسول اللہ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

دو بار بار کہتے رہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے حتیٰ کہ امام احمد کا سانس منقطع ہو گیا۔ شیخ ابو الحسن اشعری اور ابن کے اصحاب کا بھی یہی نظریہ ہے کہ سیدنا محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ حضرت انسؓ حضرت ابن عباسؓ، عکرمہؓ ربیع اور حسن بصریؓ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابو العالیہؓ قرطبی اور ربیع بن انسؓ کا یہ قول ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور عکرمہؓ سے بھی یہ قول منقول ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے امام احمد سے بھی اس قول کی حکایت کی ہے۔ امام مالک بن انسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں نہیں دکھائی دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ باقی ہے اور قائل آنکھوں سے باقی کو نہیں دیکھا جاسکتا اور جب مسلمان آخرت میں پہنچیں گے تو ان کو باقی رہنے والی آنکھیں دی



جائیں گی تو ہم اپنی آنکھوں سے باقی دولت کو دیکھ لیں گے۔ کاشی میاض نے کہا یہ عہد کلام ہے۔ اس دلیل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا محال ہے بلکہ اس کا ساقی یہ ہے کہ دیکھنے والوں کی اس دنیا میں قدرت ضعیف ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنی قدرت عطا فرما دے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کا جوہر اٹھا سکے تو اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی رویت متعین نہیں ہے۔ (المباح لاحکام القرآن ج ۲ ص ۵۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۵۵ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار رویت کے جوابات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی حنفی ص ۱۷۶ ص ۱۷۷ صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں:

صاحب تحریر کا خیال یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا اس مسئلہ میں بہت دلائل ہیں لیکن ہمارا استدلال اس قوی حدیث سے ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تم اس پر قیاس کرتے ہو کہ غلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور رویت سیدنا محمد ﷺ کے لیے ہو مکرر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کیا سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں ایک محدث سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موسیٰ کے کہ انہوں نے کیا سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور اس مسئلہ میں دلیل جبر الایمان حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ صحابہ کرام مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس مسئلہ میں ان سے رجوع کیا ہے اور ان سے یہ سوال کیا کہ کیا سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دیکھا ہے اور اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قناعت سے کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ حضرت عائشہ نے نبی ﷺ سے یہ روایت نہیں کیا کہ آپ نے فرمایا ہے میں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا بلکہ انہوں نے خود قرآن مجید کی روایتوں سے اس مسئلہ کا استنباط کیا ہے اور جب صحابی کا قول کسی دوسرے صحابی کے قول کے خلاف ہو تو اس کا قول حجت نہیں ہوتا اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت ثابت ہے تو اس روایت کو قبول کرنا واجب ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ محض عقل سے نہیں چلتا بلکہ اس میں عقلی دلائل کافی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ ممکن کہ چاہتے نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے حق اور اجتہاد سے یہ کہا ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور معری بن راشد نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ نہیں ہیں اور حضرت ابن عباس نے ایک چیز کو ثابت کیا ہے جس کی دوسروں نے نفی کی ہے۔ اور ثبت روایت عقلی پر مقدم ہوتی ہے۔ (صاحب تحریر کا کلام ختم ہوا)

غلام یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب سراج سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے کیونکہ اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے اور یہ انہوں نے صرف رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہی بیان کیا ہے۔ حضرت عائشہ کا استدلال صرف انہوں سے ہے نہیں سورۃ الانعام کی آیت ۱۲۳ کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اور آگ بہ طور اطلاق کی نفی ہے اور سورۃ شوریٰ کی آیت ۱۱۱ سے جو انہوں نے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی بلا تجلب رویت کی نفی نہیں ہے بلکہ بلا تجلب کلام کی نفی ہے اور رویت کلام کو منظور نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ آپ نے صرف اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہو اور دیدار کے وقت کلام نہ کیا ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں عام مقدمہ بیان کیا ہے اور عام مخصوص البعض ہے اور دوسرے دلائل سے ہمارے نبی ﷺ اس عام مقدمہ سے مخصوص اور مستثنیٰ ہیں۔

(صحیح مسلم مع شرح النووی ج ۱ ص ۹۸۳-۹۸۶ مطبوعہ مکتبہ نزار صفحہ ۱۷۱ ص ۱۷۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نئی باتیں آئیں گی سو جس نے انہیں قبول کر دیا تو اس کا فائدہ ہے اور جو انہیں ماننا یا تو اس کا نقصان ہے میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔** (الانعام: ۱۱۰)

کیا چیز رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ہے اور کیا چیز آپ کے ذمہ نہیں ہے؟

اس سے پہلے آجوں میں اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا تھا اور اس آیت میں رسالت کا بیان فرمایا ہے کہ کیا چیز رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ہے اور کیا چیز رسول کے ذمہ نہیں ہے۔ دین حق کی دعوت دینا دلائل اور معجزات سے رسالت کو ثابت کرنا اور شہادت کو زائل کرنا اور احکام شریعہ کو بیان کرنا یہ رسولوں کے ذمہ ہے اور کسی شخص کا ایمان لانا اور کفر کو ترک کر دینا یہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ نہیں۔ یہ انسان کے اپنے ذمہ ہے وہ ایمان اور کفر میں سے جس کو بھی اختیار کرنا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کے لیے پیدا کر دیتا ہے۔ سو نبی ﷺ کی تبلیغ سے ایمان لانے میں بندوں کا نفع ہے اور کفر برقرار رہنے میں ان کا ہانا نقصان ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے دین حق کے دلائل بیان کر دیے ہیں۔ اب لوگوں کو چاہیے کہ وہ ان سے قائم انھیں اور دین حق کو قبول کر لیں یہ ان کے اختیار میں ہے۔ ان کو جبراً اسلمن نہیں بنایا جائے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نفع کے لیے دین حق پر ہمیں توفیق دلائی بیان کر دیے ہیں ان سے ہمیں فائدہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور اگر کوئی شخص امن دلائل میں غور و فکر نہیں کرے گا تو اسے نقصان کا اس میں کوئی نقصان نہیں ہے اور یہ کہ دین حق کو قبول کرنا یا نہ کرنا انسان کے اپنے اختیار میں ہے اور اس میں جبر کے ذمہ بکار دے۔

بعض مفسرین نے کہا کہ اس آیت میں ایمان لانے یا نہ لانے کا جو اختیار دیا ہے وہ عقل اور حجازی آجوں سے منسوخ ہو گیا۔ یہ قول صحیح نہیں ہے۔ بدلی تک ممکن ہو آیات کو عدم فتح پر محمول کرنا چاہیے اور جملہ لوگوں کے بعد بھی ایمان کا لانا یا نہ مانا انسان کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ہم بار بار مختلف انداز سے آجوں کو بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ کہیں کہ آپ نے (کسی سے) پڑھا ہے اور تاکہ ہم اس قرآن کو علم والوں کے لیے بیان کر دیں۔** (الانعام: ۱۱۰)

سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر کفار کا شبہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مکرین رسالت کا ایک شہ بیان فرما رہا ہے۔ اس کی تحدید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک آیت کر کے قرآن نازل فرماتا ہے اور ایک معنی کو مختلف اسباب سے بیان فرماتا ہے تاکہ اہل علم پر اللہ تعالیٰ کی مراد مختلف ہو جائے اور ان کے ذہنوں میں وہ معنی مستقر ہو جائے لیکن کفار کو اس سے یہ شبہ ہو گا کہ نبی ﷺ علماء سے مذاکرہ اور مباحثہ کرتے ہیں۔ پھر اس بحث و تحقیق سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس کو مختلف فقہوں اور جموں میں ڈھلتے ہیں۔ پھر اس کو یاد کر کے ہمارے سامنے پڑھتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ آپ پر وحی نازل ہوئی ہے۔ حالانکہ یہ سب آپ کا لوگوں سے پڑھا ہوا اور حاصل کیا ہوا ہے۔ ورنہ اگر یہ اللہ کا نازل کیا ہوا حکام ہو تو ایک ایک جملہ کی شکل میں کیوں نازل ہوتا یا ایک بار کی پوری کتاب نازل ہوتی؟ کفار کے اس شبہ کا بیان اللہ تعالیٰ نے اور بھی کئی آیات میں کیا ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا لَا إِلَهَ إِلَّا قُتَيْبَةُ بْنُ كَعْبٍ وَاصْتَدَتْهُ أَصْحَابُهُ وَقَالُوا لَوْلَا نَزَّلَ الْآيَاتُ الْكُبْرَىٰ لَأَكْبَدْنَاهُ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ  
وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَئِنْ كُنْتُمْ رَسُولًا لَقَدْ نَزَّلَ الْآيَاتُ الْكُبْرَىٰ  
وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَئِنْ كُنْتُمْ رَسُولًا لَقَدْ نَزَّلَ الْآيَاتُ الْكُبْرَىٰ  
وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَئِنْ كُنْتُمْ رَسُولًا لَقَدْ نَزَّلَ الْآيَاتُ الْكُبْرَىٰ  
وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَئِنْ كُنْتُمْ رَسُولًا لَقَدْ نَزَّلَ الْآيَاتُ الْكُبْرَىٰ

اور کافروں نے کہا یہ (قرآن) صرف بستان ہے جس کو اس رسول نے گھڑ لیا ہے اور اس کا ہم پر دوسرے لوگوں نے ان کی مدد کی ہے کہ اگر انہوں نے بہت بڑا علم کیا اور انہوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کے (جھوٹے) تھے جو اس (رسول) نے

بگھولے ہیں۔ سورہ صبح شام ان پر پڑے جاتے ہیں۔

وَلَقَدْ تَعَلَّمَ اٰنٰهُمْ بِمَقَرِّ لَوْنِ اِلٰهِيٍّ لَّمْ يَنْفَرِ  
اِلٰهِيٍّ اَلَّذِي يُلْجِئُوْنَ اِلَيْهِ اَعْمٰیۡمٌ وَ هٰذَا  
اِلٰهِيٍّ عَرَبِيٍّ مُّبِيۡنٍ (النحل: ۳۳)

کیا بھولی نبوت کرتے ہیں اس کی زبان بھلی ہے اور یہ قرآن  
نمازت روشن ہو جاتی ہے۔

ان کے اس شبہ کا قرآن مجید نے متعدد بار جواب دیا ہے مگر اگر تمہارے ذہن میں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے اور کسی  
انسان کا بنایا ہوا یا سکھایا ہوا کلام ہے تو تم اس کی کسی بھولی صورت کی ہی مثل بنا کر لے آؤ لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کی کسی  
ایک سورت کی بھی نظیر نہیں لاسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ اس چیز کی پیروی کیجئے جس کی آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف وحی کی گئی ہے  
اس کے سوا کوئی مہلت کا مستحق نہیں ہے اور شرع کین سے اعراض کیجئے۔ (الانعام: ۳۴)  
کفار کی دل آزار باتوں پر نئی پیچیدہ کو سلی دینا

اس سے پہلے آیت میں یہ بتلایا تھا کہ کفار آپ پر یہ بہتان باندھتے ہیں کہ آپ نے کچھ علماء سے کچھ مضامین سکھ لے لیے ہیں  
اور ان کو آپ الفاظ میں اُھل کر پیش کر دیتے ہیں اور پھر اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ  
آیت نازل فرمائی کہ آپ اپنے رب کی ہڈی کی ہڈی کی پیروی کیجئے تاکہ ان کی طعن آمیز باتوں سے آپ کی دعوت اور تبلیغ  
متاثر نہ ہو۔ اس آیت سے مقصد یہ ہے کہ ان کے اس شبہ اور طعن و تشنیع سے جو آپ کو حزن و غم لگا رہا ہے وہ زائل  
ہو جائے اور آپ کے دل کو تسکین حاصل ہو۔ پھر فرمایا اس کے سوا کوئی مہلت کا مستحق نہیں ہے۔ اس قول میں اس پر شبہ کیا  
کہ آپ صرف اس کی اطاعت کیجئے اور جہالت کی وجہ سے اپنے مشن کو متاثر نہ ہونے دیں اور فرمایا مشرکین سے  
اعراض کیجئے علماء قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ آیت آیت قل سے منسوب ہے۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے اس کا معنی یہ نہیں ہے  
کہ ان سے مقابلہ نہ کریں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی دل آزار باتوں سے اعراض کریں اور ان پر غم اور افسوس نہ کریں  
تاکہ آپ کی دعوت اور تبلیغ کا مشن متاثر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان کا ٹھکانہ نہیں بنایا اور نہ آپ ان  
کے ذمہ دار ہیں۔ (الانعام: ۳۵)

اس آیت کا تعلق بھی اسی سابق طعن سے ہے مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ آپ نے علماء سے مذاکرات کر  
کے یہ قرآن بتلایا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان کی من جابلانہ اور معاندانہ باتوں کی طرف توجہ نہ کریں اور ان کا کفر آپ پر  
بوجھ نہ بنے کیونکہ اگر میں ان سے کفر زائل کرتے کا ارادہ کرتا تو میں اس پر قادر تھا لیکن میں نے باوجود قدرت کے ان کو ان  
کے کفر پر مجبور کیا تو آپ بھی ان کی طعن آمیز باتوں سے اپنے دل پر اثر نہ لیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کام کو سونپ کر دیا  
کہ آپ ان کے کفر کی وجہ سے یہاں پر رہیں ہوتے ہیں۔ ہم نے آپ کو ان کا ٹھکانہ اور ذمہ دار نہیں بنایا آپ کے  
ذمہ صرف عقائد کی تعلیم دینا ہے اور احکام شریعہ کا پھانپنا ہے۔ اگر انہوں نے آپ کے پیغام کو قبول کر لیا تو اس کا تعلق ان کو ہو گا  
اور اگر آپ کے پیغام کو قبول نہیں کیا تو اس کا ضرر بھی صرف ان کو ہو گا اور آپ کے منصب و رسالت پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اے مسلمانو! تم ان کو برا نہ کہو جن کی یہ اللہ کو چھوڑ کر مہلت کرتے ہیں ورنہ یہ سب

طی اور جہالت سے لڑ کر اکیس گئے۔ ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لیے اس کا عمل مزین کر دیا ہے، پھر انہوں نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر وہ جن کو خوردے گا وہ کیا کرتے رہے تھے۔ (الانعام: ۸۸)

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہے

اس آیت کا بھی اس سابق آیت کے ساتھ ربط ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا یہ شبہ بیان فرمایا تھا کہ انہوں نے اہل علم کی باتیں سن کر فخر سے بولے ہیں لو یہ قرآن جمع کر لیا ہے اور اس وقت یہ بعد میں تھا کہ مسلمان اس بات کو سن کر مشتعل ہوئے اور بطور معاذرہ کے کفار کے جوں کو برا کہتے، اس لیے پیش بندی کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے جوں کو برا کہنے سے منع فرمایا تاکہ کفار اس کے جواب میں اپنی جہالت سے مسلمانوں کے خدا کو برا نہ کہنے لگیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی جہل سے سادہ ہوتا انسان اس کو کوئی سخت بات نہ کہے ورنہ وہ اس سے بھی زیادہ سخت بات کہے گا۔

اہم ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی ۱۰۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں

لقد بیان کرتے ہیں کہ مسلمان کفار کے جوں کو برا کہتے تھے تو کفار اس کا معاذرہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو برا کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا تم ان کے جوں کو برا نہ کہو ورنہ وہ اپنی جہالت سے تمہارے خدا کو برا کہیں گے۔

(جامع البیان ۷/۲۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس روایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کفار کہہ لو کہ قریش اللہ تعالیٰ کو کہتے تھے اور اس کی تنقید کرتے تھے اور جوں کی مہارت بھی اس لیے کرتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی شفاعت کریں تو ان سے یہ کس طرح محصور ہے کہ وہ اللہ کو برا کہتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب مسلمان جوں کو برا کہتے تھے تو دراصل کفار اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کو برا کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو برا کہنا اللہ تعالیٰ کو برا کہنا قرار دیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ

(الفصح: ۱۰۱) اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔

اسی طرح جب سزا صادر نے عقبہ بنی کے سوچ پر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا جب ہم اپنی جانوں اور مالوں کو آپ کی اطاعت میں خرچ کریں تو ہمیں اس کے عوض کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنت تو یہ آیت نازل ہوئی:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَارِهِمْ لَعَنَ اللَّهُ

جنت کے بدلے میں خرچ کیا۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا

ہے لک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی ہے۔

(الاحزاب: ۵۷)

اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانا محصور نہیں ہے ورنہ اصل رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچایا اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچا ہے۔

يُحِبُّ عُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا (القصص: ۱۷) وہ اللہ کو اور مسلمانوں کو محو کر دیتے ہیں۔

وہ اللہ تعالیٰ کو کہتے تھے ان کا خلاف صرف رسول اللہ ﷺ سے تھا۔ ان کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کو محو کرنا ممکن نہ

تھا وہ اپنے زم زم میں رسول اللہ ﷺ کو دھوکا دیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ رسول اللہ کو دھوکا دینا اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا ہے:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر

(النساء: ۸۰) لی۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے۔ آپ کا خریدنا کھانا خریدنا ہے، آپ کو اپنے اہل خانہ کو اپنے اہل خانہ کو دھوکا دینا ہے، آپ کو دھوکا دینا ہے اور آپ کی اطاعت کرنا اللہ کی اطاعت کرنا ہے اور جب آپ کے ساتھ کوئی معاملہ اللہ کے ساتھ معاملہ ہو تا ہے تو آپ کو برا کرنا اللہ کو برا کرنا ہے۔ اس لیے جوں کو برا کرنے کے جواب میں کفار رسول اللہ ﷺ کو برا کہتے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا تم ان کے جوں کو برا نہ کرو ورنہ وہ اللہ کو برا کہیں گے۔

امام ابن جریر حنفی ص ۳۱۰ اور دیگر مفسرین نے اس آیت کے متن نزول میں اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔

جب ابو طالب کی موت کا وقت آیا تو قریش نے کمان کے پاس چلو اور ان سے کہو کہ وہ اپنے بھتیجے کو منع کریں کیونکہ ہم کو اس سے حیا آتی ہے کہ ان کی موت کے بعد ہم ان کے بھتیجے کو قتل کریں۔ لوگ کہیں گے کہ وہ اپنے بھتیجے کا دفاع کرتے تھے اور ان کے مرنے کے بعد انہوں نے ان کے بھتیجے کو قتل کر دیا۔ تب ابو سفیان، ابو جہل، فضول بن العاص، امیہ بن خلف، عتبہ بن ابی معیط، عمرو بن العاص اور الاسود بن ابی اسیر نے ایک آدمی بھیج کر ابو طالب سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ جب اجازت مل گئی تو انہوں نے کہا اے ابو طالب! تم ہمارے بڑے اور ہمارے سردار ہو اور اسیدنا محمد ﷺ ہمیں اور ہمارے خداؤں کو اذیت پہنچاتے ہیں، ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم انہیں ملا کر ان سے کہو کہ وہ ہمارے خداؤں کا ذکر نہ کیا کریں، ابو طالب نے آپ سے کہا آپ کی قوم نے انصاف کی بات کی ہے۔ نبی ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا یہ بتاؤ اگر میں ایسا کروں تو کیا تم مجھے ایک ایک ٹکڑے دو گے کہ اگر تم دو ٹکڑے دو تو تم عرب کے مالک ہو جاؤ گے اور عجم کے لوگ تمہارے ہاتھ پر ہو جائیں گے۔ ابو جہل نے کہا ہاں تمہارے ہاتھ کی قسم ہم تم کو ضرور دو ٹکڑے دیں گے، بلکہ اس کا دس ٹکڑے گے۔ بتاؤ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم کو لانا اور اللہ انہوں نے اس کو پڑھنے سے انکار کر دیا۔ ابو طالب نے کہا اے بھتیجے! کوئی اور بات کہو، تمہاری قوم اس ٹکڑے سے بدگفتی ہے، آپ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! میں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہوں گا۔ حتیٰ کہ یہ سورج کو لاکر میرے ہاتھ پر رکھ دیں اور اگر انہوں نے سورج کو لاکر میرے ہاتھ پر رکھ دیا تب بھی میں اس ٹکڑے کے سوالور کچھ نہیں کہوں گا۔ تب وہ غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے آپ ہمارے جوں کو برا کہتے سے باز جائیں ورنہ ہم آپ کو بھی برا کہیں گے اور جو آپ کو حکم دیتا ہے اس کو بھی برا کہیں گے۔ اس موقع پر یہ آیت پڑھ دی۔

(جامع البیان، ج ۲، ص ۳۰۳، تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج ۳، ص ۱۳۶، تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۷۹-۸۰)

سدا ذراع کی بنا پر جوں کو برا کہنے کی ممانعت

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی حنفی ص ۲۸۸ لکھتے ہیں:

اس آیت میں کفار کے خداؤں کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے۔ علامہ نے کہا ہے کہ یہ حکم اس امت میں ہر حال میں باقی ہے، لہذا جب تک کافرانہ مخالفت میں ہو اور یہ حد نہ ہو کہ وہ اسلام کو یا نبی ﷺ کو یا اللہ عزوجل کو برا کہے گا تو کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کی صلیب کو یا ان کے دین کو یا ان کی عبادت گاہوں کو برا کہے، مگر نہ کسی ایسے کام کے روپے ہو جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کو برا کہیں، کیونکہ یہ مصیبت پر ابھارنے کے قاطع مقام ہے۔

اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو کلام کسی برائی کا ذریعہ بنے اس کو روکنا اور اس کا نہ کرنا واجب ہے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ بعض لوگ کسی حذر کو اس کا حق وصول کرنے سے اس کے روک دیا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے دین میں کسی ضرر کے پہنچنے کا خطرہ ہو تا ہے۔ علامہ ابن ابی شیبہ نے کہا ہے کہ اگر حق واجب ہو تو اس کو ہر عمل میں وصول کرے اور اگر جائز ہو تو پھر اس میں یہ قول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لیے اس کا عمل موزن کر دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے امت کو گناہوں کے لیے نصیحت کو موزن کر دیا ہے اور کافروں کے لیے کفر کو موزن کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے یہی قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ثلثی آگلی تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے آپ کہنے کے نتیجہ میں تو صرف اللہ کے پاس ہیں اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا معلوم کہ جب یہ نشانیوں آجائیں گی تو یہ لوگ پھر بھی ایمان میں لائیں گے۔ (الانعام: ۱۱۰)

فرمانی مہجرات نہ دکھانے کی وجہ

اس سے پہلے آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے کانٹے کی جھجھک کی نیت میں ایک شہ بیان کیا پھر اس کے جوابات دیے اور اس میں آپ کی نیت میں ان کا وہ شراب بیان فرمایا ہے۔

ہم ابو جعفر حسن جریر طبری حنفی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔

محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اے محمد آپ ہمیں یہ خبر دیتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے پاس ایک لامعی خنجر جس کو انہوں نے پھر بارہا تو اس سے بارہ جتنے پھٹ چڑے اور اسے خبر دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مراد کو زندہ کر دے تو آپ خبر دیتے ہیں کہ مراد کے پاس ایک نوخیز خنجر تھا تو آپ بھی ان عجولت میں سے کوئی مجرہ پیش کریں تاکہ ہم آپ کی تصدیق کریں۔ نبی ﷺ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو کہ میں تمہیں کس قسم کا مجرہ دکھاؤں؟ انہوں نے کہا آپ ہمارے لیے منہ پھاڑ سونے کا تار دیں۔ آپ نے پوچھا اگر میں نے لیا کر دیا تو تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا ہاں یہ خدا اگر آپ نے ایسا کر دیا تو ہم سب آپ کی اطلاع کریں گے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تو حضرت جریر نیک علیہ السلام آئے اور کہا آپ کو اختیار ہے اگر آپ چاہیں تو صبح کو یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے گا اور اگر یہ مجرہ پیش کر دیا گیا اور یہ پھر بھی ایمان نہیں لائے تو ہم ان سب کو عذاب دیں گے اور اگر آپ چاہیں تو آپ ان کو چھوڑ دیں حتیٰ کہ ان میں سے تو یہ کہنے والے کی تو یہ قبول کر لی جائے گی۔ آپ نے فرمایا بلکہ ان میں سے تو یہ کہنے والے کی تو یہ قبول کر لی جائے۔ جب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ابن ابی شیبہ "بڑے" ص ۲۰۶ "مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر دے ہیں جس طرح یہ لوگ اس قرآن پر پہلی بار ایمان نہیں لائے تھے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں پھنکا ہوا چھوڑ دے ہیں۔ (الانعام: ۱۱۰)

جب اللہ نے کفار کے دلوں کو پھیر دیا تو ان کا کفر میں کیا تصور ہے؟

یہ آیت بھی ان آیات میں سے ایک ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ کفر اور ایمان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی قضاء قدر سے ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب کفار کے طلب کردہ مجرہات پیش کر دیئے گئے اور کفار کو پتا چل گیا کہ یہ مجرہات سیدنا محمد ﷺ کے دعویٰ نبوت کے صدق پر دلالت کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور آنکھوں کو اس صحیح دلالت سے پھیر دیا تو وہ اپنے کفر کو قائم رہے اور ان مجرہات کی دلالت سے قانع نہیں انہیں گئے۔

اس جگہ یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہی جن کے دلوں اور آنکھوں کو پہلی ہدایت اور اسلام کی راہ سے پھیر دیا تو پھر ان کے ایمان نہ لانے میں ہی جن کا کیا قصور ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو تک پہلی بار جب ان کا قرآنی مجروحہ دکھایا گیا اور چاند کو شق کر دیا گیا اور وہ پھر بھی ایمان نہیں لائے تو دوسری بار اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ جب مجروحہ نبی ﷺ کے صدق پر ولادت کرتا تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر دیتا اور وہ اپنے فکر پر قرار رہتے۔  
دوسرا جواب یہ ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی جن کے دلوں اور آنکھوں کو وہ نفع کے فطوں اور انکاروں کی طرف پھیر دے گا تاکہ ان کو عذاب ہو جس طرح دنیا میں یہ پہلی بار ایمان نہیں لائے تھے۔

وَلَوْ اَنَّآ نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ  
 المَوٰی اور اگر ہم ان کی طرف فرشتوں کو بھی نازل کرتے اور مُردے ان سے

المَوٰی وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قَبْلًا مَا  
 باتیں کرتے اور ہم ہر چیز کو ان کے سامنے جمع کر دیتے تب بھی وہ

كَانُوا اِلٰیْكُمْ مُّنَوِّرًا اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝۱۱۶  
 ایمان نہ لاتے، سوائے اس کے کہ اللہ کی مشیت ہوگی لیکن ان میں سے اکثر لوگ جاہلی ہیں ۝

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شٰیْطٰنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ  
 اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا جو (لوگوں کو) دھوکے

یُوْحٰی بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ  
 میں ڈھٹا کے لیے ایک دوسرے کو غرضی بنا دیتا تاکہ جھوٹے باتیں کریں اور اگر آپ کا

مَا فَعَلُوْهُ فَاَظْرَبْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝۱۱۷ وَلِتَصْغٰی اِلَيْهِ اَفْئِدَةٌ  
 چاہتا تو وہ یہ دیکھتے، اور آپ ان پر چڑھیں کہ ان کے دل پر چڑھیں اور تاکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ وَلَيَرْضَوْهُ وَلَيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ  
 وہ ان (غرضی باتوں) کی طرف مائل ہوں اور ان کو پسند کریں اور ان باتوں کا ارتکاب کرتے رہیں جو

مُقْتَرَفُوْنَ ۝۱۱۸ اَفَغَيَّرَ اللّٰهُ اٰیٰتِيْ حِكْمًا وَهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ اِلَيْكُمْ  
 وہ ارتکاب کرنے والے ہیں ۝ کیا میں اللہ کے اسرار کو اور احسان کرنے والا اور اعلیٰ کو بدل دوں گا؟ یہ وہی ہے جس نے تمہاری

الْكِتَابِ مَفْصَلًا وَالَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْزَلٌ

عزف متصل کتاب نازل کرائی ہے، اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن ان کے رب کی عزت

مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿۱۱۷﴾ وَتَمَّتْ

حق کے ساتھ نازل ہوا ہے، (رہے مخاطب!) تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ رہنا ○ اور آپ کے رب کی

كَلِمَتِ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ

بات بچائی اور عدل کے اعتبار سے پوری ہوگی اس کے احکام کو کوئی بدلتے والا نہیں ہے، اور وہ بہت سننے والا،

الْعَلِيمُ ﴿۱۱۸﴾ وَإِنْ تَطَعُ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ

غیب جاننے والا ہے ○ اور (رہے مخاطب!) اگر تو زمین کے اکثر لوگوں کی اطاعت کرے تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ

سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۱۱۹﴾

کر دیں گے، وہ من گھڑی کی پیروی کرتے ہیں اور صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں ○

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ

بے شک آپ کا رب زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کن اس کے راستے سے گمراہ ہوگا، اور وہ ہدایت پانے والا

بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۲۰﴾

کودہی راغب جانتا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر ہم ان کی طرف فرشتوں کو بھی نازل کرتے اور موئے ان سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز کو ان کے سامنے جمع کر دیتے، تب بھی وہ ایمان نہ لاتے سوائے اس کے کہ یہ اللہ کی مشیت ہوئی لیکن ان میں سے اکثر لوگ جاہل ہیں۔ (الانعام: ۱۲۰)

اللہ تعالیٰ کا مطلوب بندوں کا اختیاری ایمان ہے اس سے پہلے آیت ۱۱۹ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا میں کیا معلوم کہ جب یہ نشانیاں آجائیں گی تو یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے (الانعام: ۱۱۹) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے تمام مطلوبہ جزوات فراہم کر دے، بلکہ اس سے بھی زیادہ مہیا کر دے مگر فرشتے نازل کر دے اور موئے ان سے کلام کریں، بلکہ ہر چیز ان کے سامنے جمع کر کے پیش کر دی جائے تو یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ ایمان صرف وہی لوگ لائیں گے جن کے حقائق اللہ تعالیٰ نے پہلے ایمان لانا مقدر کر دیا تھا اور جن کے حقائق اللہ تعالیٰ کو انزل میں علم تھا کہ وہ اپنے اختیار سے ایمان لائے



والے نہیں ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایمان مقدّر نہیں کیا وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں یہ تو بگ اپنی ضد اور مٹ دھری میں اس حد کو پہنچ چکے ہیں کہ اب اگر اللہ تعالیٰ ان میں جبر ایمان پیدا کر دے یہ بھی ایمان لائیں گے لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔

یہ واضح رہے کہ ہم جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اپنے اختیار سے ایمان لائیں اور وہ کسی میں جبر ایمان پیدا نہیں کرنا چاہتا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بندے اپنے ایمان کے خالق ہیں جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندے اپنے اختیار سے ایمان لانے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان میں ایمان پیدا کر دیتا ہے بندہ کسب اور ارادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خلق اور پیدا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنادیا جو (لوگوں کو) دھوکے میں ڈالنے کے لیے ایک دوسرے کو خوش نمایاں کرتے رہتے ہیں۔ (الانعام: ۱۱۱)

انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین (سرکشوں) کا ہونا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح ہم نے انبیاء سابقین علیہم السلام کے لیے سرکش اور شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنادیا تھا اسی طرح آپ کے لیے بھی سرکش اور شیطان انسانوں اور جنوں کو دشمن بنادیا ہے۔

اس آیت میں شیاطین الانس والجنس فرمایا ہے۔ اس کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ شیطان سے مراد سرکش ہے اور انسانوں اور جنوں میں سے بعض سرکش ہوتے ہیں اور یہ دونوں مومنوں کو بھگانے اور گمراہ کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ تمام شیطان انیس کی اولاد ہیں اور اس نے ان کے دو گروہ کر دیے ہیں۔ ایک گروہ انسانوں کو بھگانا ہے اور دوسرا گروہ جنوں کو بھگانا ہے اور ان دونوں گروہوں کو شیاطین الانس والجنس کہا جاتا ہے لیکن پہلی تفسیر رائج ہے اور اس کی تائید میں یہ حدیث ہے:

الم احمد بن حنبل احتجی ۲۴۱ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو لہد جرحی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ کا یہ گمان تھا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے اس لیے وہ آپ کے سامنے چپ چاپ بیٹھے تھے۔ اسنے میں حضرت ابوذر جرحی آکر آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر کیا تم نے آج نماز پڑھ لی ہے انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اب کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ جب انہوں نے چار رکعات چاشت کی نماز پڑھ لی تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اتنوں اور انسانوں کے شیطانوں سے ہٹو طلب کیا کرو انہوں نے کہا یا نبی اللہ! کیا انسانوں کے لیے بھی شیطان ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! جن اور انس کے شیاطین (لوگوں کو) دھوکے میں ڈالنے کے لیے ایک دوسرے کو خوش نمایاں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا شاکر ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

(مسند احمد: ج ۲، رقم الحدیث: ۲۳۳۸، ۲۳۳۹، ۲۳۴۰، ۲۳۴۱، ۲۳۴۲، ۲۳۴۳، ۲۳۴۴، ۲۳۴۵، ۲۳۴۶، ۲۳۴۷، ۲۳۴۸، ۲۳۴۹، ۲۳۵۰، ۲۳۵۱، ۲۳۵۲، ۲۳۵۳، ۲۳۵۴، ۲۳۵۵، ۲۳۵۶، ۲۳۵۷، ۲۳۵۸، ۲۳۵۹، ۲۳۶۰، ۲۳۶۱، ۲۳۶۲، ۲۳۶۳، ۲۳۶۴، ۲۳۶۵، ۲۳۶۶، ۲۳۶۷، ۲۳۶۸، ۲۳۶۹، ۲۳۷۰، ۲۳۷۱، ۲۳۷۲، ۲۳۷۳، ۲۳۷۴، ۲۳۷۵، ۲۳۷۶، ۲۳۷۷، ۲۳۷۸، ۲۳۷۹، ۲۳۸۰، ۲۳۸۱، ۲۳۸۲، ۲۳۸۳، ۲۳۸۴، ۲۳۸۵، ۲۳۸۶، ۲۳۸۷، ۲۳۸۸، ۲۳۸۹، ۲۳۹۰، ۲۳۹۱، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲۳۹۴، ۲۳۹۵، ۲۳۹۶، ۲۳۹۷، ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ۲۴۰۰، ۲۴۰۱، ۲۴۰۲، ۲۴۰۳، ۲۴۰۴، ۲۴۰۵، ۲۴۰۶، ۲۴۰۷، ۲۴۰۸، ۲۴۰۹، ۲۴۱۰، ۲۴۱۱، ۲۴۱۲، ۲۴۱۳، ۲۴۱۴، ۲۴۱۵، ۲۴۱۶، ۲۴۱۷، ۲۴۱۸، ۲۴۱۹، ۲۴۲۰، ۲۴۲۱، ۲۴۲۲، ۲۴۲۳، ۲۴۲۴، ۲۴۲۵، ۲۴۲۶، ۲۴۲۷، ۲۴۲۸، ۲۴۲۹، ۲۴۳۰، ۲۴۳۱، ۲۴۳۲، ۲۴۳۳، ۲۴۳۴، ۲۴۳۵، ۲۴۳۶، ۲۴۳۷، ۲۴۳۸، ۲۴۳۹، ۲۴۴۰، ۲۴۴۱، ۲۴۴۲، ۲۴۴۳، ۲۴۴۴، ۲۴۴۵، ۲۴۴۶، ۲۴۴۷، ۲۴۴۸، ۲۴۴۹، ۲۴۵۰، ۲۴۵۱، ۲۴۵۲، ۲۴۵۳، ۲۴۵۴، ۲۴۵۵، ۲۴۵۶، ۲۴۵۷، ۲۴۵۸، ۲۴۵۹، ۲۴۶۰، ۲۴۶۱، ۲۴۶۲، ۲۴۶۳، ۲۴۶۴، ۲۴۶۵، ۲۴۶۶، ۲۴۶۷، ۲۴۶۸، ۲۴۶۹، ۲۴۷۰، ۲۴۷۱، ۲۴۷۲، ۲۴۷۳، ۲۴۷۴، ۲۴۷۵، ۲۴۷۶، ۲۴۷۷، ۲۴۷۸، ۲۴۷۹، ۲۴۸۰، ۲۴۸۱، ۲۴۸۲، ۲۴۸۳، ۲۴۸۴، ۲۴۸۵، ۲۴۸۶، ۲۴۸۷، ۲۴۸۸، ۲۴۸۹، ۲۴۹۰، ۲۴۹۱، ۲۴۹۲، ۲۴۹۳، ۲۴۹۴، ۲۴۹۵، ۲۴۹۶، ۲۴۹۷، ۲۴۹۸، ۲۴۹۹، ۲۵۰۰، ۲۵۰۱، ۲۵۰۲، ۲۵۰۳، ۲۵۰۴، ۲۵۰۵، ۲۵۰۶، ۲۵۰۷، ۲۵۰۸، ۲۵۰۹، ۲۵۱۰، ۲۵۱۱، ۲۵۱۲، ۲۵۱۳، ۲۵۱۴، ۲۵۱۵، ۲۵۱۶، ۲۵۱۷، ۲۵۱۸، ۲۵۱۹، ۲۵۲۰، ۲۵۲۱، ۲۵۲۲، ۲۵۲۳، ۲۵۲۴، ۲۵۲۵، ۲۵۲۶، ۲۵۲۷، ۲۵۲۸، ۲۵۲۹، ۲۵۳۰، ۲۵۳۱، ۲۵۳۲، ۲۵۳۳، ۲۵۳۴، ۲۵۳۵، ۲۵۳۶، ۲۵۳۷، ۲۵۳۸، ۲۵۳۹، ۲۵۴۰، ۲۵۴۱، ۲۵۴۲، ۲۵۴۳، ۲۵۴۴، ۲۵۴۵، ۲۵۴۶، ۲۵۴۷، ۲۵۴۸، ۲۵۴۹، ۲۵۵۰، ۲۵۵۱، ۲۵۵۲، ۲۵۵۳، ۲۵۵۴، ۲۵۵۵، ۲۵۵۶، ۲۵۵۷، ۲۵۵۸، ۲۵۵۹، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۲، ۲۵۶۳، ۲۵۶۴، ۲۵۶۵، ۲۵۶۶، ۲۵۶۷، ۲۵۶۸، ۲۵۶۹، ۲۵۷۰، ۲۵۷۱، ۲۵۷۲، ۲۵۷۳، ۲۵۷۴، ۲۵۷۵، ۲۵۷۶، ۲۵۷۷، ۲۵۷۸، ۲۵۷۹، ۲۵۸۰، ۲۵۸۱، ۲۵۸۲، ۲۵۸۳، ۲۵۸۴، ۲۵۸۵، ۲۵۸۶، ۲۵۸۷، ۲۵۸۸، ۲۵۸۹، ۲۵۹۰، ۲۵۹۱، ۲۵۹۲، ۲۵۹۳، ۲۵۹۴، ۲۵۹۵، ۲۵۹۶، ۲۵۹۷، ۲۵۹۸، ۲۵۹۹، ۲۶۰۰، ۲۶۰۱، ۲۶۰۲، ۲۶۰۳، ۲۶۰۴، ۲۶۰۵، ۲۶۰۶، ۲۶۰۷، ۲۶۰۸، ۲۶۰۹، ۲۶۱۰، ۲۶۱۱، ۲۶۱۲، ۲۶۱۳، ۲۶۱۴، ۲۶۱۵، ۲۶۱۶، ۲۶۱۷، ۲۶۱۸، ۲۶۱۹، ۲۶۲۰، ۲۶۲۱، ۲۶۲۲، ۲۶۲۳، ۲۶۲۴، ۲۶۲۵، ۲۶۲۶، ۲۶۲۷، ۲۶۲۸، ۲۶۲۹، ۲۶۳۰، ۲۶۳۱، ۲۶۳۲، ۲۶۳۳، ۲۶۳۴، ۲۶۳۵، ۲۶۳۶، ۲۶۳۷، ۲۶۳۸، ۲۶۳۹، ۲۶۴۰، ۲۶۴۱، ۲۶۴۲، ۲۶۴۳، ۲۶۴۴، ۲۶۴۵، ۲۶۴۶، ۲۶۴۷، ۲۶۴۸، ۲۶۴۹، ۲۶۵۰، ۲۶۵۱، ۲۶۵۲، ۲۶۵۳، ۲۶۵۴، ۲۶۵۵، ۲۶۵۶، ۲۶۵۷، ۲۶۵۸، ۲۶۵۹، ۲۶۶۰، ۲۶۶۱، ۲۶۶۲، ۲۶۶۳، ۲۶۶۴، ۲۶۶۵، ۲۶۶۶، ۲۶۶۷، ۲۶۶۸، ۲۶۶۹، ۲۶۷۰، ۲۶۷۱، ۲۶۷۲، ۲۶۷۳، ۲۶۷۴، ۲۶۷۵، ۲۶۷۶، ۲۶۷۷، ۲۶۷۸، ۲۶۷۹، ۲۶۸۰، ۲۶۸۱، ۲۶۸۲، ۲۶۸۳، ۲۶۸۴، ۲۶۸۵، ۲۶۸۶، ۲۶۸۷، ۲۶۸۸، ۲۶۸۹، ۲۶۹۰، ۲۶۹۱، ۲۶۹۲، ۲۶۹۳، ۲۶۹۴، ۲۶۹۵، ۲۶۹۶، ۲۶۹۷، ۲۶۹۸، ۲۶۹۹، ۲۷۰۰، ۲۷۰۱، ۲۷۰۲، ۲۷۰۳، ۲۷۰۴، ۲۷۰۵، ۲۷۰۶، ۲۷۰۷، ۲۷۰۸، ۲۷۰۹، ۲۷۱۰، ۲۷۱۱، ۲۷۱۲، ۲۷۱۳، ۲۷۱۴، ۲۷۱۵، ۲۷۱۶، ۲۷۱۷، ۲۷۱۸، ۲۷۱۹، ۲۷۲۰، ۲۷۲۱، ۲۷۲۲، ۲۷۲۳، ۲۷۲۴، ۲۷۲۵، ۲۷۲۶، ۲۷۲۷، ۲۷۲۸، ۲۷۲۹، ۲۷۳۰، ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، ۲۷۳۳، ۲۷۳۴، ۲۷۳۵، ۲۷۳۶، ۲۷۳۷، ۲۷۳۸، ۲۷۳۹، ۲۷۴۰، ۲۷۴۱، ۲۷۴۲، ۲۷۴۳، ۲۷۴۴، ۲۷۴۵، ۲۷۴۶، ۲۷۴۷، ۲۷۴۸، ۲۷۴۹، ۲۷۵۰، ۲۷۵۱، ۲۷۵۲، ۲۷۵۳، ۲۷۵۴، ۲۷۵۵، ۲۷۵۶، ۲۷۵۷، ۲۷۵۸، ۲۷۵۹، ۲۷۶۰، ۲۷۶۱، ۲۷۶۲، ۲۷۶۳، ۲۷۶۴، ۲۷۶۵، ۲۷۶۶، ۲۷۶۷، ۲۷۶۸، ۲۷۶۹، ۲۷۷۰، ۲۷۷۱، ۲۷۷۲، ۲۷۷۳، ۲۷۷۴، ۲۷۷۵، ۲۷۷۶، ۲۷۷۷، ۲۷۷۸، ۲۷۷۹، ۲۷۸۰، ۲۷۸۱، ۲۷۸۲، ۲۷۸۳، ۲۷۸۴، ۲۷۸۵، ۲۷۸۶، ۲۷۸۷، ۲۷۸۸، ۲۷۸۹، ۲۷۹۰، ۲۷۹۱، ۲۷۹۲، ۲۷۹۳، ۲۷۹۴، ۲۷۹۵، ۲۷۹۶، ۲۷۹۷، ۲۷۹۸، ۲۷۹۹، ۲۸۰۰، ۲۸۰۱، ۲۸۰۲، ۲۸۰۳، ۲۸۰۴، ۲۸۰۵، ۲۸۰۶، ۲۸۰۷، ۲۸۰۸، ۲۸۰۹، ۲۸۱۰، ۲۸۱۱، ۲۸۱۲، ۲۸۱۳، ۲۸۱۴، ۲۸۱۵، ۲۸۱۶، ۲۸۱۷، ۲۸۱۸، ۲۸۱۹، ۲۸۲۰، ۲۸۲۱، ۲۸۲۲، ۲۸۲۳، ۲۸۲۴، ۲۸۲۵، ۲۸۲۶، ۲۸۲۷، ۲۸۲۸، ۲۸۲۹، ۲۸۳۰، ۲۸۳۱، ۲۸۳۲، ۲۸۳۳، ۲۸۳۴، ۲۸۳۵، ۲۸۳۶، ۲۸۳۷، ۲۸۳۸، ۲۸۳۹، ۲۸۴۰، ۲۸۴۱، ۲۸۴۲، ۲۸۴۳، ۲۸۴۴، ۲۸۴۵، ۲۸۴۶، ۲۸۴۷، ۲۸۴۸، ۲۸۴۹، ۲۸۵۰، ۲۸۵۱، ۲۸۵۲، ۲۸۵۳، ۲۸۵۴، ۲۸۵۵، ۲۸۵۶، ۲۸۵۷، ۲۸۵۸، ۲۸۵۹، ۲۸۶۰، ۲۸۶۱، ۲۸۶۲، ۲۸۶۳، ۲۸۶۴، ۲۸۶۵، ۲۸۶۶، ۲۸۶۷، ۲۸۶۸، ۲۸۶۹، ۲۸۷۰، ۲۸۷۱، ۲۸۷۲، ۲۸۷۳، ۲۸۷۴، ۲۸۷۵، ۲۸۷۶، ۲۸۷۷، ۲۸۷۸، ۲۸۷۹، ۲۸۸۰، ۲۸۸۱، ۲۸۸۲، ۲۸۸۳، ۲۸۸۴، ۲۸۸۵، ۲۸۸۶، ۲۸۸۷، ۲۸۸۸، ۲۸۸۹، ۲۸۹۰، ۲۸۹۱، ۲۸۹۲، ۲۸۹۳، ۲۸۹۴، ۲۸۹۵، ۲۸۹۶، ۲۸۹۷، ۲۸۹۸، ۲۸۹۹، ۲۹۰۰، ۲۹۰۱، ۲۹۰۲، ۲۹۰۳، ۲۹۰۴، ۲۹۰۵، ۲۹۰۶، ۲۹۰۷، ۲۹۰۸، ۲۹۰۹، ۲۹۱۰، ۲۹۱۱، ۲۹۱۲، ۲۹۱۳، ۲۹۱۴، ۲۹۱۵، ۲۹۱۶، ۲۹۱۷، ۲۹۱۸، ۲۹۱۹، ۲۹۲۰، ۲۹۲۱، ۲۹۲۲، ۲۹۲۳، ۲۹۲۴، ۲۹۲۵، ۲۹۲۶، ۲۹۲۷، ۲۹۲۸، ۲۹۲۹، ۲۹۳۰، ۲۹۳۱، ۲۹۳۲، ۲۹۳۳، ۲۹۳۴، ۲۹۳۵، ۲۹۳۶، ۲۹۳۷، ۲۹۳۸، ۲۹۳۹، ۲۹۴۰، ۲۹۴۱، ۲۹۴۲، ۲۹۴۳، ۲۹۴۴، ۲۹۴۵، ۲۹۴۶، ۲۹۴۷، ۲۹۴۸، ۲۹۴۹، ۲۹۵۰، ۲۹۵۱، ۲۹۵۲، ۲۹۵۳، ۲۹۵۴، ۲۹۵۵، ۲۹۵۶، ۲۹۵۷، ۲۹۵۸، ۲۹۵۹، ۲۹۶۰، ۲۹۶۱، ۲۹۶۲، ۲۹۶۳، ۲۹۶۴، ۲۹۶۵، ۲۹۶۶، ۲۹۶۷، ۲۹۶۸، ۲۹۶۹، ۲۹۷۰، ۲۹۷۱، ۲۹۷۲، ۲۹۷۳، ۲۹۷۴، ۲۹۷۵، ۲۹۷۶، ۲۹۷۷، ۲۹۷۸، ۲۹۷۹، ۲۹۸۰، ۲۹۸۱، ۲۹۸۲، ۲۹۸۳، ۲۹۸۴، ۲۹۸۵، ۲۹۸۶، ۲۹۸۷، ۲۹۸۸، ۲۹۸۹، ۲۹۹۰، ۲۹۹۱، ۲۹۹۲، ۲۹۹۳، ۲۹۹۴، ۲۹۹۵، ۲۹۹۶، ۲۹۹۷، ۲۹۹۸، ۲۹۹۹، ۳۰۰۰، ۳۰۰۱، ۳۰۰۲، ۳۰۰۳، ۳۰۰۴، ۳۰۰۵، ۳۰۰۶، ۳۰۰۷، ۳۰۰۸، ۳۰۰۹، ۳۰۱۰، ۳۰۱۱، ۳۰۱۲، ۳۰۱۳، ۳۰۱۴، ۳۰۱۵، ۳۰۱۶، ۳۰۱۷، ۳۰۱۸، ۳۰۱۹، ۳۰۲۰، ۳۰۲۱، ۳۰۲۲، ۳۰۲۳، ۳۰۲۴، ۳۰۲۵، ۳۰۲۶، ۳۰۲۷، ۳۰۲۸، ۳۰۲۹، ۳۰۳۰، ۳۰۳۱، ۳۰۳۲، ۳۰۳۳، ۳۰۳۴، ۳۰۳۵، ۳۰۳۶، ۳۰۳۷، ۳۰۳۸، ۳۰۳۹، ۳۰۴۰، ۳۰۴۱، ۳۰۴۲، ۳۰۴۳، ۳۰۴۴، ۳۰۴۵، ۳۰۴۶، ۳۰۴۷، ۳۰۴۸، ۳۰۴۹، ۳۰۵۰، ۳۰۵۱، ۳۰۵۲، ۳۰۵۳، ۳۰۵۴، ۳۰۵۵، ۳۰۵۶، ۳۰۵۷، ۳۰۵۸، ۳۰۵۹، ۳۰۶۰، ۳۰۶۱، ۳۰۶۲، ۳۰۶۳، ۳۰۶۴، ۳۰۶۵، ۳۰۶۶، ۳۰۶۷، ۳۰۶۸، ۳۰۶۹، ۳۰۷۰، ۳۰۷۱، ۳۰۷۲، ۳۰۷۳، ۳۰۷۴، ۳۰۷۵، ۳۰۷۶، ۳۰۷۷، ۳۰۷۸، ۳۰۷۹، ۳۰۸۰، ۳۰۸۱، ۳۰۸۲، ۳۰۸۳، ۳۰۸۴، ۳۰۸۵، ۳۰۸۶، ۳۰۸۷، ۳۰۸۸، ۳۰۸۹، ۳۰۹۰، ۳۰۹۱، ۳۰۹۲، ۳۰۹۳، ۳۰۹۴، ۳۰۹۵، ۳۰۹۶، ۳۰۹۷، ۳۰۹۸، ۳۰۹۹، ۳۱۰۰، ۳۱۰۱، ۳۱۰۲، ۳۱۰۳، ۳۱۰۴، ۳۱۰۵، ۳۱۰۶، ۳۱۰۷، ۳۱۰۸، ۳۱۰۹، ۳۱۱۰، ۳۱۱۱، ۳۱۱۲، ۳۱۱۳، ۳۱۱۴، ۳۱۱۵، ۳۱۱۶، ۳۱۱۷، ۳۱۱۸، ۳۱۱۹، ۳۱۲۰، ۳۱۲۱، ۳۱۲۲، ۳۱۲۳، ۳۱۲۴، ۳۱۲۵، ۳۱۲۶، ۳۱۲۷، ۳۱۲۸، ۳۱۲۹، ۳۱۳۰، ۳۱۳۱، ۳۱۳۲، ۳۱۳۳، ۳۱۳۴، ۳۱۳۵، ۳۱۳۶، ۳۱۳۷، ۳۱۳۸، ۳۱۳۹، ۳۱۴۰، ۳۱۴۱، ۳۱۴۲، ۳۱۴۳، ۳۱۴۴، ۳۱۴۵، ۳۱۴۶، ۳۱۴۷، ۳۱۴۸، ۳۱۴۹، ۳۱۵۰، ۳۱۵۱، ۳۱۵۲، ۳۱۵۳، ۳۱۵۴، ۳۱۵۵، ۳۱۵۶، ۳۱۵۷، ۳۱۵۸، ۳۱۵۹، ۳۱۶۰، ۳۱۶۱، ۳۱۶۲، ۳۱۶۳، ۳۱۶۴، ۳۱۶۵، ۳۱۶۶، ۳۱۶۷، ۳۱۶۸، ۳۱۶۹، ۳۱۷۰، ۳۱۷۱، ۳۱۷۲، ۳۱۷۳، ۳۱۷۴، ۳۱۷۵، ۳۱۷۶، ۳۱۷۷، ۳۱۷۸، ۳۱۷۹، ۳۱۸۰، ۳۱۸۱، ۳۱۸۲، ۳۱۸۳، ۳۱۸۴، ۳۱۸۵، ۳۱۸۶، ۳۱۸۷، ۳۱۸۸، ۳۱۸۹، ۳۱۹۰، ۳۱۹۱، ۳۱۹۲، ۳۱۹۳، ۳۱۹۴، ۳۱۹۵، ۳۱۹۶، ۳۱۹۷، ۳۱۹۸، ۳۱۹۹، ۳۲۰۰، ۳۲۰۱، ۳۲۰۲، ۳۲۰۳، ۳۲۰۴، ۳۲۰۵، ۳۲۰۶، ۳۲۰۷، ۳۲۰۸، ۳۲۰۹، ۳۲۱۰، ۳۲۱۱، ۳۲۱۲، ۳۲۱۳، ۳۲۱۴، ۳۲۱۵، ۳۲۱۶، ۳۲۱۷، ۳۲۱۸، ۳۲۱۹، ۳۲۲۰، ۳۲۲۱، ۳۲۲۲، ۳۲۲۳، ۳۲۲۴، ۳۲۲۵، ۳۲۲۶، ۳۲۲۷، ۳۲۲۸، ۳۲۲۹، ۳۲۳۰، ۳۲۳۱، ۳۲۳۲، ۳۲۳۳، ۳۲۳۴، ۳۲۳۵، ۳۲۳۶، ۳۲۳۷، ۳۲۳۸، ۳۲۳۹، ۳۲۴۰، ۳۲۴۱، ۳۲۴۲، ۳۲۴۳، ۳۲۴۴، ۳۲۴۵، ۳۲۴۶، ۳۲۴۷، ۳۲۴۸، ۳۲۴۹، ۳۲۵۰، ۳۲۵۱، ۳۲۵۲، ۳۲۵۳، ۳۲۵۴، ۳۲۵۵، ۳۲۵۶، ۳۲۵۷، ۳۲۵۸، ۳۲۵۹، ۳۲۶۰، ۳۲۶۱، ۳۲۶۲، ۳۲۶۳، ۳۲۶۴، ۳۲۶۵، ۳۲۶۶، ۳۲۶۷، ۳۲۶۸، ۳۲۶۹، ۳۲۷۰، ۳۲۷۱، ۳۲۷۲، ۳۲۷۳، ۳۲۷۴، ۳۲۷۵، ۳۲۷۶، ۳۲۷۷، ۳۲۷۸، ۳۲۷۹، ۳۲۸۰، ۳۲۸۱، ۳۲۸۲، ۳۲۸۳، ۳۲۸۴، ۳۲۸۵، ۳۲۸۶، ۳۲۸۷، ۳۲۸۸، ۳۲۸۹، ۳۲۹۰، ۳۲۹۱، ۳۲۹۲، ۳۲۹۳، ۳۲۹۴، ۳۲۹۵، ۳۲۹۶، ۳۲۹۷، ۳۲۹۸، ۳۲۹۹، ۳۳۰۰، ۳۳۰۱، ۳۳۰۲، ۳۳۰۳، ۳۳۰۴، ۳۳۰۵، ۳۳۰۶، ۳۳۰۷، ۳۳۰۸، ۳۳۰۹، ۳۳۱۰، ۳۳۱۱، ۳۳۱۲، ۳۳۱۳، ۳۳۱۴، ۳۳۱۵، ۳۳۱۶، ۳۳۱۷، ۳۳۱۸، ۳۳۱۹، ۳۳۲۰، ۳۳۲۱، ۳۳۲۲، ۳۳۲۳، ۳۳۲۴، ۳۳۲۵، ۳۳۲۶، ۳۳۲۷، ۳۳۲۸، ۳۳۲۹، ۳۳۳۰، ۳۳۳۱، ۳۳۳۲، ۳۳۳۳، ۳۳۳۴، ۳۳۳۵، ۳۳۳۶، ۳۳۳۷، ۳۳۳۸، ۳۳۳۹، ۳۳۴۰، ۳۳۴۱، ۳۳۴۲، ۳۳۴۳، ۳۳۴۴، ۳۳۴۵، ۳۳۴۶، ۳۳۴۷، ۳۳۴۸، ۳۳۴۹، ۳۳۵۰، ۳۳۵۱، ۳۳۵۲، ۳۳۵۳، ۳۳۵۴، ۳۳۵۵، ۳۳۵۶، ۳۳۵۷، ۳۳۵۸، ۳۳۵۹، ۳۳۶۰، ۳۳۶۱، ۳۳۶۲، ۳۳۶۳، ۳۳۶۴، ۳۳۶۵، ۳۳۶۶، ۳۳۶۷، ۳۳۶۸، ۳۳۶۹، ۳۳۷۰، ۳۳۷۱، ۳۳۷۲، ۳۳۷۳، ۳۳۷۴، ۳۳۷۵، ۳۳۷۶، ۳۳۷۷، ۳۳۷۸، ۳۳۷۹، ۳۳۸۰، ۳۳۸۱، ۳۳۸۲، ۳۳۸۳، ۳۳۸۴، ۳۳۸۵، ۳۳۸۶، ۳۳۸۷، ۳۳۸۸، ۳۳۸۹، ۳۳۹۰، ۳۳۹۱، ۳۳۹۲، ۳۳۹۳، ۳۳۹۴، ۳۳۹۵، ۳۳۹۶، ۳۳۹۷، ۳۳۹۸، ۳۳۹۹، ۳۴۰۰، ۳۴۰۱، ۳۴۰۲، ۳۴۰۳، ۳۴۰۴، ۳۴۰۵، ۳۴۰۶، ۳۴۰۷، ۳۴۰۸، ۳۴۰۹، ۳۴۱۰، ۳۴۱۱، ۳۴۱۲، ۳۴۱۳، ۳۴۱۴، ۳۴۱۵، ۳۴۱۶، ۳۴۱۷، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۳۴۲۱، ۳۴۲۲، ۳۴۲۳، ۳۴۲۴، ۳۴۲۵، ۳۴۲۶، ۳۴۲۷، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۳۴۳۰، ۳۴۳۱، ۳۴۳۲، ۳۴۳۳، ۳۴۳۴، ۳۴۳۵، ۳۴۳۶، ۳۴۳۷، ۳۴۳۸، ۳۴۳۹، ۳۴۴۰، ۳۴۴۱، ۳۴۴۲، ۳۴۴۳، ۳۴۴۴، ۳

وہی کا معنی ہے اشارہ کرنا، لکن اور کلام حق ہے، جس میں کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف ہو تو اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر بلا واسطہ یا فرشتے کی واسطہ سے نازل فرماتا ہے اور جب اس کی نسبت عام مسلمانوں کی طرف ہو تو اس سے مراد الہام ہوتا ہے۔ یعنی کسی خیر اور نیک بہت کادل میں ڈالنا اور جب اس کی نسبت شیطان کی طرف ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے تو اس کا معنی ہے دوسرے یعنی کسی بری بہت یا برے کلام کی طرف انسانوں کے دل کو مائل اور راضی کرنا، زخرف میں ہے کہ جس کا پہلے پہل برائی اور گنہ گار اور اس کا ظاہر حزن، خوش نما اور خوب صورت ہو۔ چھپے چاندی پر سونے کا طبع کر کے اسے سونا بنا کر پیش کیا جائے۔

غور کے معنی ہیں دھوکا، مسموم وہ شخص ہے جو کسی چیز کو مصلحت کے مطابق عمدہ اور نفع آدر ممکن کرے اور در حقیقت وہ اس طرح نہ ہو۔

### شیطان کے دوسرے انداز کی تحقیق

شیطان کے دوسرے دھوکا کھانے کی تحقیق یہ ہے کہ جب تک انسان کسی چیز کے متعلق یہ یقین نہ کرے کہ اس میں خیر غالب ہے اور نفع زیادہ ہے، وہ اس چیز میں رعبت نہیں کرتا اور اس کے حصول کے واسطے ہمیشہ ہمارا اس کا یہ یقین واقع کے مطابق ہوتا ہے حق اور صریح ہے اور اگر یہ یقین کسی فرشتے کے اتمام کرنے کی وجہ سے ہے تو یہ الہام ہے اور اگر اس کا یہ یقین واقع کے مطابق نہیں ہے اور اس کا ظاہر حسین اور حزن ہے اور اس کا پہلے قلم اور پہلے ہے تو یہ کلام مزخرف ہے۔ اب یا تو اس نے اپنی لامٹی کی وجہ سے بری چیز کو اچھا اور نیک کو برا سمجھ لیا اور یا ارواحِ خبیثہ نے اس کے دل میں یہ دوسرے ڈالا ہے اور اس کے ذہن میں برائی کو خوش نما بنا کر پیش کیا ہے اور یہی معنی اس آیت میں مراد ہے۔

در حقیقت وہ جس دھوکے میں ہوتی ہیں، ایک طیب اور ظاہر ہوتی ہیں، فرشتے ہیں اور دوسری طباک اور شریر ہوتی ہیں، یہ شیاطین ہیں۔ ارواحِ طیبہ جس طرح لوگوں کو نیک کا حکم دیتی ہیں، اسی طرح ایک دوسرے کو بھی نیک کا حکم دیتی ہیں اور ارواحِ خبیثہ جس طرح لوگوں کو برائی کا حکم دیتی ہیں، اسی طرح ایک دوسرے کو بھی برائی کا حکم دیتی ہیں۔ پھر انسانوں میں جن کی سرشت نیک ہوتی ہے اور ان پر پاکیزگی اور خیر کا غلبہ ہوتا ہے، ان کی فرشتوں کے ساتھ مصافحت ہوتی ہے اور ان پر الہام ہوتا ہے اور جن کی سرشت خبیثہ ہوتی ہے اور ان پر برائی کا غلبہ ہوتا ہے، ان کی شیطانوں کے ساتھ مصافحت ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں شیطان دوسرے ڈالتے رہتے ہیں۔ پھر انسانوں میں جو زیادہ خبیثہ اور سرکش ہوتے ہیں، وہ دوسرے انسانوں کے دلوں میں دوسرے انداز کی کرتے ہیں اور برائیوں کو خوش نما کر دوسرے لوگوں کو دھوکے میں ڈالتے ہیں اور لوگوں کو برائیاں اور گناہوں پر راضی کرتے ہیں۔ اس آیت میں یہی بتایا ہے کہ شیطان جن اور شیطان انسانوں کو دھوکے میں ڈالتے ہے کہ برائیوں کو خوش نما بنا کر بیان کرتے ہیں، اور اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے شیطان انسانوں اور شیطان جنوں سے پتہ لگنے کا حکم دیا ہے۔ اس بحث میں یہ حدیث بھی پیش ضرور رہنی چاہیے۔

للم یومین محمد بن حنفیہ ترمذی حنفی ۹۷۷ھ مدینہ منورہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آدم کے قریب ایک شیطان کا نزول ہوتا ہے اور ایک فرشتہ کا نزول ہوتا ہے (یعنی اس کے دل میں ایک اللہ اور ایک شیطان ہوتا ہے اور ایک فرشتہ شیطان کی طرف سے اتمام کرنے والا اس کو مصائب سے ڈراتا ہے اور حق کی تلقین کرتا ہے اور فرشتہ کی طرف سے اتمام کرنے والا خیر کی بشارت دیتا ہے۔ جو شخص اس کو اپنے دل میں پائے وہ اللہ کا شکر بخلائے، اور جو شخص اپنے دل میں دوسری بہت پائے وہ اعدوہ باللہ من الشیطان

الرحیم دے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی  
 الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ  
 بِالْفَحْشَاءِ (البقرہ: ۲۶۸)

لہم جو بیٹنی نے کہا یہ حدیث حسن قریب ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۹۹۹، صحیح ابن حبان ج ۳، رقم الحدیث: ۹۹۹۹، السنن الکبریٰ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۵۵۵)  
 لہم سلم بن حبان لغوی حوالہ ۳۵ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن پیدا ہوتا ہے۔ صاحب نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی پیدا کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میرے ساتھ بھی پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے میری امت کو فرمایا کہ وہ مسلمان ہو گیا وہ مجھے شکی کے سوا اور کوئی مشورہ نہیں دیتا۔

(صحیح مسلم، مناقب ج ۱، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، رقم الحدیث: ۳۶۳۸)

قاضی میاض نے کہا ہے کہ امت کا اس پر اہل حق ہے کہ نبی ﷺ کا جسم، آپ کا دل اور آپ کی زبان شیطان کے آثار سے محفوظ ہے اور اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ نبی ﷺ کا قرن جن (جہنم) زانا نبی ﷺ کی برکت اور آپ کی مبارک صحبت سے مسلمان ہو گیا اور اپنی کاسم دینے والا نبی کاسم دینے والا بن گیا اور ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے آپ کو شیطان کے انواء اور اس کے دوسروں سے پہلے کی کوشش کریں۔

شیطان کی طرف سے القاد دوسرا ہوتا ہے اور فرشتہ کی طرف سے القاد الہام ہوتا ہے۔ شیطان کفر، فسق اور ظلم کے دوسرے القاد ہے اور قیود، رسالت، حرمات کے بعد انھیں قیامت اور جنت اور دوزخ کے القاد کی تعین کرتا ہے اور فرشتہ اللہ اور رسول اور قرن مجید کی تقدیر کی تعین کرتا ہے اور نماز، روزہ اور دیگر نیکی کے کاموں کی ترتیب دیتا ہے۔ جب اس کے دل میں اس قسم کی باتیں آئیں تو اللہ کا حکم اور اس کے فراموشی کے خلاف باتیں آئیں تو شیطان کے شر سے ہٹا دے۔ ہر چند کہ احکام شریعہ میں الہام مستتر نہیں ہے، لیکن دوسروں شیطان سے اعتنا نہیں دے، مستتر ہے، علین نے کہا ہے کہ جو شخص حرام کھانا ہو وہ الہام اور دوسرے میں تیز نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ یہ نہ کرتے، سو آپ انہیں اور ان کی افتراء پر رازوں کو ان کے

حل پر چھوڑیں۔ (الانعام: ۱۱۶)

شیاطین کو پیدا کرنے کی حکمت

اس آیت کا ساقی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسانوں اور جنوں میں سرکش اور شیاطین سادہ انبیاء عظیم السلام اور ان کے امتیوں کو اپنے دوسروں اور ملازموں سے نقصان نہ پہنچاتے اور اسی طرح وہ آپ کو اور آپ کی امت کو بھی ضرر پہنچانے سے باز رہے۔ لیکن یہ جز اللہ تعالیٰ کی حیثیت میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حیثیت یہ ہے کہ بعض ایک لوگ جن شیاطین کی ملازموں اور دوسروں کی وجہ سے ضرر میں مبتلا ہوں، پھر اللہ تعالیٰ جن شیاطین کو آخرت میں سزا دے اور نیک لوگوں کو ان کے اتقان میں کامیاب ہونے اور صاحب پر صبر کرنے کی وجہ سے جزا دے، تو آپ انہیں اور اس کے بعد کاروں کو اور ان کی مزخرف باتوں کو ان کے حل پر چھوڑ دیجئے۔ یہ آیت کفر، عذاب کی وعید اور اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں کی بشارت کو مستحسن ہے۔ اور اس میں نبی ﷺ کو نکل دینا ہے اور آپ کے قلب مبارک سے غم کو زائل کر دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تاکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ عن (خوش نمائشوں) کی طرف مائل ہوں اور ان کو پسند کریں اور ان برائیوں کا ارتکاب کرتے رہیں جن کا وہ ارتکاب کرنے والے ہیں۔ (الانعام: ۱۱۳)

لتصغی کا معنی

اس آیت میں لتصغی کا لفظ ہے اس کا لہو معنی ہے۔ علامہ جلالہ عمر بن عمر زحری متوفی ۵۸۳ھ نے اس کا معنی لکھا ہے معنی کا معنی ہے کسی چیز کی طرف میلان کرنا اور جھکاؤ (الفتح ج ۲ ص ۲۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۷۷ء)

اور علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ کی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

یہی کی حدیث میں "کان یصغی الیہ الاناء" وہ اس کے لیے برتن جھکاتے تھے تاکہ وہ سولت سے پانی پی لے اور حدیث میں اس کا معنی کان لگا کر سننا بھی ہے۔ (التلخیص ج ۳ ص ۳۳ مطبوعہ امرتسر ۱۳۷۷ھ)

اس آیت کا معنی ہے یہ شیاطین ایک دوسرے کی طرف مغرور مزین اقوال پہنچاتے ہیں تاکہ نیک مسلمانوں کو برکائیں اور ان کی طرف ان کفار اور فسق کے دل مائل ہوں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے کیونکہ ان کے دوسرے ان کی خواہشوں کے موافق ہیں اور تاکہ وہ ان سے خوش ہوں لیکن جو مسلمان انجام پر نظر رکھتے ہیں وہ ان کی خوش نمائشوں میں ضیق آتے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (آپ کہنے) تو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور انصاف کرنے والا تلاش کروں؟ حالانکہ یہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل کر دی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن ان کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوا ہے (سو اے مخاطب!) تم پرگزشتہ کرنے والوں میں سے نہ ہو جاہل۔ (الانعام: ۱۱۳)

نبوت کی دو دلیلیں

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ کفار نے یہی قسمیں کھا کر کہا کہ اگر ان کے مطلوبہ معجزات دکھادیے جائیں تو وہ ضرور ایمان لے آئیں گے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ ان معجزات کے دکھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ وہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے اور اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ آپ کی نبوت پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور وہ قرآن مجید ہے۔ وہ کتاب مفصل ہے جس میں علم کثیفہ ہیں اور وہ اختلافی فصیح اور بلیغ کلام پر مشتمل ہے جس کے معارف سے تمام مخلوق عاجز ہو چکی ہے اور اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل نازل کی جن میں آپ کی نبوت پر دلائل اور چشبین گویں ہیں اور تورات اور انجیل کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ آپ سچے اور برحق نبی ہیں سو ان دو دلیلوں کے بعد آپ اور کون سی دلیل کی ضرورت ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آپ کہنے) کیا میں اللہ کے سوا اور کوئی حکم تلاش کروں؟ یعنی آپ کہنے کے تم مجھ سے فرمائشی معجزات طلب کرتے ہو گیا اللہ تعالیٰ کی شہادت کے بعد اور کسی کی شہادت کی ضرورت ہے جس نے میری نبوت کی تصدیق کے لیے قرآن مجید کو نازل کیا جو کتاب معجزہ ہے اور جو اس کتاب سے پہلے تورات اور انجیل کو نازل کر چکا ہے جس میں میرے نبی ہونے کی پیش گوئی ہے اور میری علامتیں اور نشانیوں بیان کر دی گئی ہیں اور جن لوگوں نے تورات اور انجیل کو چاہا ہے جیسے حضرت سلمان فارسی حضرت مسیح رومی حضرت عیسیٰ بن حاتم اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم وغیرہم وہ آپ کے نبی ہونے کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔

پھر فرمایا نبوت کی ان دو دلیلوں کے آنے کے بعد تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جاہل اس میں یہ ظاہر آپ کو خطاب

ہے، لیکن مراد اس سے آپ کی امت ہے، یا اس میں ہر مٹنے والے کو خطاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کے رب کی بات سچائی اور بدل کے اعتبار سے پوری ہو گئی، اس کے احکام کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے اور وہ امت سننے والا شرب جاننے والا ہے۔ (الانعام: ۱۱۷)

کلمات رب کے صادق اور عادل ہونے کے معانی

اس سے پہلی آیت میں یہ بیان کیا تھا کہ قرآن مجید مجزوعہ اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ آپ کے رب کا کلمہ صدق اور بدل کے اعتبار سے پورا ہو گیا۔ یعنی قرآن مجید جو مجزوعہ ہے، وہ پورا ہو گیا، جو نبی پیغمبر کے صدق پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ کائنات کو قیامت تک علم اور عمل کے اعتبار سے جن چیزوں کی ضرورت ہے، وہ سب قرآن مجید میں منجملہ موجود ہیں اور اس کا تیسرا معنی یہ ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے وہ سب تمام اور مکمل ہیں، ان میں نہ کوئی تغیر ہو سکتا ہے اور نہ کوئی اضافہ ہو سکتا ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی پیغمبر نے فرمایا قلم اٹھائے گئے ہیں اور پھر جھنگ ہو گئے ہیں۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۲۵۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ نبی پیغمبر نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے علم پر قلم جھنگ ہو چکا ہے۔

(سنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۲۶۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پیغمبر نے مجھ سے فرمایا تم جن چیزوں سے ملاقات کرنے والے ہو، ان کے متعلق قلم اٹھ کر کھنگ ہو چکا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب اللہ باب ۳)

حضرت عبداللہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پیغمبر نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا کہ اس نے کہا اے میرے رب میں کیا کہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قیامت تک ہر چیز کی تقدیر لکھ۔ (الحدیث)

(سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۰۰۰، مسند احمد ج ۵، ص ۳۱۷، المعجم الکبیر ج ۹، رقم الحدیث: ۴۲۲۷، ۴۲۳۳، سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰، ص ۲۰۴، مختصر التلویح للحرفۃ ج ۱، رقم الحدیث: ۱۳۳۲)

علامہ ابوبکر بن اسماعیل بوسیری متوفی ۸۳۰ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام احمد بن حنبلہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد الطیالسی اور امام ابوداؤد بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس کو انتشار کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور اس کی سند میں احمد بن سلیم ضعیف ہے۔ (اختلاف الملوۃ المردۃ برواۃ التسلیم بشرط ج ۳، ص ۲۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)

اس آیت میں اللہ کے کلام کو جو صدق اور بدل فرمایا ہے اس کا جو تفسیر یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم میں خبریں ہیں اور دوسری قسم میں عقائد اور احکام شریعہ ہیں۔ صدق کا تعلق قرآن مجید کی وہی ہوئی خبروں کے ساتھ ہے اور بدل کا تعلق عقائد اور احکام شریعہ کے ساتھ ہے، یعنی اس کی وہی ہوئی تمام خبریں صلیق ہیں اور اس کے بیان کردہ عقائد اور احکام شریعہ سب بدل ہیں، یعنی متوسط ہیں اور صحیح ہیں۔ کیونکہ بدل کا معنی متوسط ہے جو اظہار اور تقریباً درمیانی کیفیت کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب محال ہے

امام غفر اللہ عنہ بن محمد بن نبیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

لہذا کافر صلیق ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور وعید دونوں میں عطف محال ہے۔ (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۵۸۸، مطبوعہ دارالمدیۃ الخیرات، عملی، ص ۵۸۸)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اٹھارہ تو عطف وعید کے قائل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ظاہر عطف وعید کو جائز کہتے ہیں لیکن حقیقتاً جائز نہیں کہتے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کسی جرم کی کوئی مزایا کی ہے وہاں پر یہ شرط یا یہ قید لفظ ہے کہ اگر میں صاف نہ کروں یا اگر میں چاہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے صاف نہ کیا تو عذاب دے گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے صاف نہ کیا تو عذاب نہیں دے گا۔ لہذا اب وعید کے خلاف نہیں ہو گا بلکہ شرک پر جو عذاب کی وعید منطقی ہے وہاں یہ قید لفظ نہیں ہے اور اس وعید کا خلاف ہو گا اور کافر اور مشرک کا پتلا جلتا محال ہے اور امام رازنی نے جو کہا ہے کہ عطف وعید محال ہے اس سے مراد شرک کی وعید ہے۔ دیگر گناہوں پر جو وعید ہے اس کا عطف مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک اور کفر کے علاوہ ہر گناہ کو ہر عمل میں دے گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ عطف وعید کذب کو مستلزم ہے اور عطف وعید کا امکان کذب کا امکان ہے، ان کا یہ قول باطل ہے کیونکہ عطف وعید تو بالاصل واقع ہو گا لہذا ان کے قائلہ پر لہذا کے کلام کا بالاصل کذب ہو گا لازم آئے گا کہ صلف لہذا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور اے عجب!) اگر تو زمین کے اکثر لوگوں کی اطاعت کرے تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے۔ وہ محض ممکن کی بھڑکی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیوں کرتے ہیں۔ (الانعام: ۱۱۱) عقیدہ اور عمل کی گمراہیوں کی تفصیل۔

اس سے پہلے آجوں میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمدؐ کی نبوت پر کفار کے جہالت بیان کیے اور ان کے جو اہل دہیے۔ اس کے بعد فرمایا جب حق واضح ہو گیا پھر بھی اگر کوئی سیدنا محمدؐ کی نبوت کا انکار کرے اور آپ کے پیغام کو نہ مانے تو وہ محض اپنے ممکن کی بھڑکی کرتے والا ہو گا اور گمراہ ہو گا۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ زمین کے اکثر لوگ جنہیں گمراہ کر دیں گے اور گمراہ کرنا گمراہ ہونے کی فرع ہے اور گمراہی جن چیزوں میں حضور ہو سکتی ہے۔ لہذا نبوت کے اعتقاد میں نبوت کے اعتقاد میں اور انعام شریعہ کے اعتقاد میں۔

لہذا نبوت کے اعتقاد میں گمراہی یہ ہے کہ کوئی شخص خدا کے وجود کو نہ مانے۔ جیسے دہریہ ہیں یا خدا خدا مانے۔ جیسے مشرکین اور بدعت پرست ہیں یا نہ لوگ جو خدا کے بیٹے مانتے ہیں۔ جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ کو اور یہودی حضرت عزیر کو۔

نبوت کے اعتقاد میں گمراہی یہ ہے کہ مصلحتاً ہی کو نہ مانے۔ جیسے ہندو کہہ اور بدعت مذہب والے یا سیدنا محمدؐ کے آنے اور فتح نبوت کے بعد کسی اور نبی کی بعثت کا اعتقاد رکھے۔ جیسے مرزائی، مہائی اور دیگر جو صدیقی جن بدشوہر مانتے ہیں یا سیدنا محمدؐ کی اصحاب کو کفرت اور حیران کرنے والے جیسے رافضی ہیں یا آپ کی اہل طہارت کو برا کہنے والے جیسے خاص ہیں یا دونوں کو برا کہنے والے جیسے غالی ہیں یا رسول اللہؐ کی تنقیص اور بے لوثی کرے، آپ کی زیارت کے لیے سفر کو حرام کے اور جنوں کے حق میں باطل شدہ آیات کو آپ پر منطبق کرے، آپ کے لغات کو کلمات کو کم کرنے اور چھپانے میں کو شل رہے، یا جو درجہ جہاں غلو کرے، آپ کے شر ہونے کا انکار کرے، یا آپ کے لیے ذاتی علم غیب اور ذاتی قدرت مانے یا آپ کے کلمات اللہ تعالیٰ کے صلی یا زائد قرار دے۔

انعام شریعہ میں گمراہی یہ ہے کہ جس کام کو نبیؐ نے حرام قرار دیا ہو، اس کو مستحب جہاں جیسے شیعہ نام کرنے کو مستحب جانتے ہیں۔ یا جس کام کو نبیؐ نے حرام نہ کیا ہو، اس کو حرام کہنا جیسے کوئی شخص عرفاً بدعتی مقرر کر کے ایسا ہی جواب

کسے جیسے سوئم، چلم، عرس اور گیارہویں شریف میں بھیل ٹوکب کیا جاتا ہے تو اس کو حرام کہا جائے یا میلاد شریف کے متون سے رسول اللہ ﷺ کے فضا کل، آپ کی سیرت اور آپ کا ذکر خیر کیا جائے تو اس کو حرام کہا جائے تو یہ احکام شرعیہ میں گمراہی ہے۔ ہذا اگر کوئی شخص سوئم، چلم، عرس گیارہویں شریف اور میلاد شریف کو فرض یا واجب کے باطن کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ کرے یا اس طور کہ نہ کہنے والے کو طاعت کرے اور گمراہ جانے یا اذن سے پہلے یا بعد ملا و سلام پڑھنے کو واجب کے یا اللہ کے بجائے اولیاء اللہ کی تذکرہ اور صفائے باطن کی قبول کا طوط کرے یا عہدہ تصفیٰ کرے یا اولیاء اللہ کو مستقل فی انصاف جانے اور یہ جان کر ان کو پکارے اور ان سے مدد مانگے تو کوئی شبہ نہیں کہ یہ امور احکام شرعیہ میں گمراہی ہیں۔

### اجتماع عمن کی مذمت کی وضاحت

اس آیت میں اجتماع عمن کی مذمت کی گئی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ اخبار اطلو اور قیاس پر جو عمل کیا جاتا ہے وہ بھی تو عمن کے درجہ میں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین جو عمن کی ایجاد کرتے تھے تو اس کا اشتقاق کسی نفس دلیل پر نہیں تھا۔ اس کے برخلاف اخبار اطلو اور قیاس کا اشتقاق دلیل قطعی پر ہے جو قرآن کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک آپ کا رب زیادہ معجز جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے گمراہ ہو گا اور وہ ہدایت پائے والوں کو (بھی) خوب جانتا ہے۔ (الاحزاب: ۷۳)

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے تو پھر آپ ان خالقین کے درپے نہ ہوں بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ کون ہدایت یافتہ ہے اور کون گمراہ ہے؟ اور ہر شخص کو اس کے عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے جزائے گد و سزا قول یہ ہے کہ یہ کافر اگرچہ بہت عظیم کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں لیکن وہ جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے احوال پر مطلع ہے اس کو معلوم ہے کہ یہ گمراہی کے راستے میں نکل رہے ہیں اور ہدایت کی دلوں میں سرگرداں ہیں۔

**فَكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ**

اگر تم اللہ کی چیزوں پر ایمان رکھتے ہو تو اس ذبیحہ سے کھاؤ جس پر اللہ کا

**بِأَيْتِهِ مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ**

نام یا گیا ہو ۝ اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اس ذبیحہ سے نہیں کھاتے جیوں کو

**اللَّهُ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ**

اللہ کا نام یا گیا ہے، حالانکہ حالت اضطرار کے سوا جو چیزیں تم پر حرام ہیں ان کی تفصیل اللہ نے تمہیں بتا دی

**إِلَيْهِ ۚ وَإِنْ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَاءِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ**

ہے، اور جب بہت سے لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشوں سے گمراہی پسند کرتے ہیں، اور بیشک آپ کا رب

هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ﴿۱۲۰﴾

مدرسے پڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے ○ اور کھلا گناہ اور پوشیدہ گناہ چھوڑ دو ، بیشک جو

الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيَجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿۱۲۱﴾

رنگ گناہ کرتے ہیں ان کو حقیقت میں ان کے اعمال کی سزا دی جائے گی ○

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْثَالَكُمْ يَذْكُرْ أَسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَارْتَهُ لِفُسْقٍ ﴿۱۲۲﴾

اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا بیشک اس کو کھانا حرام ہے ، بیشک شیطان

الشَّيْطَانِ لِيُوْحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ

اپنے دوستوں کے وار میں دوسرے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحث کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت

إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿۱۲۳﴾

کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم اللہ کی آجوں پر ایمان رکھتے ہو تو اس ذبیحہ سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو (الانعام ۱۱۸) اللہ تعالیٰ اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ اور مسلمانوں سے فرماتا ہے کہ تم اس جانور کا گوشت کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور مشرکین کی طرف توجہ نہ کرو جو موارثہ کا لیتے ہیں اور مسلمان جس جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں اس کا کھانا براہِ جاننے ہیں۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ترمذی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس کچھ لوگوں نے آکر کہا یا رسول اللہ کیا ہم اس کو کھالیں جس کو ہم نے قتل کیا ہے اور اس کو نہ کھائیں جس کو اللہ نے قتل کیا ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اگر تم اللہ کی آجوں پر ایمان رکھتے ہو تو اس ذبیحہ سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

(سنن ترمذی ج ۵، رقم الحدیث ۳۰۸۰، سنن ابو داؤد ج ۳، رقم الحدیث ۲۸۸۸، سنن ابی حنیفہ ج ۷، رقم الحدیث ۳۴۳۹، سنن الکبریٰ للبخاری ج ۲، رقم الحدیث ۵۸۸۸)

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے اور اس پر بھول کر ہم اللہ نہ پڑے تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے اور قتلہ مستحب ہے کہ جس میں کہ اگر مسلمان بھول کر ہم اللہ نہ پڑے تو اس ذبیحہ کا کھانا جائز ہے۔ البتہ اگر وہ حرام اللہ پڑنے کو ترک کر دے تو پھر اس ذبیحہ کو کھانا جائز نہیں ہے۔ اس کی تفصیل بحث سورۃ الانعام ۱۱۹ میں اللہ تعالیٰ آئے گی۔

مشرکین یہ کہتے تھے کہ مسلمان خدا کے بارے ہوئے جانور کو حرام کہتے ہیں اور اپنے بارے ہوئے جانور کو حلال کہتے ہیں



ابن کایہ قول مغلقت پر جی تھا۔ کیونکہ دونوں جانوروں کو مارنے والا اللہ ہے۔ البتہ جو طبعی موت مرا ہے اس کی جان خدا کے ہام پر نہیں نقلی اور جس جانور کو مسلمانوں نے اللہ کے ہام پر فزع کیا ہے اس کی جان خدا کے ہام پر نقلی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہمیں کیا ہوا ہے کہ تم اس ذخیرہ کو نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے، حالانکہ حالت اضطرار کے سوا جو چیزیں تم پر حرام ہیں، ان کی تفصیل اللہ نے ہمیں بتا دی ہے، اور یہ شک بہت سے لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشوں سے گمراہی پہنچاتے ہیں اور بے شک آپ کا یہ حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ (الانعام: ۱۴۰)

کی سورت میں عدنی سورت کے حوالہ کا اشتغال اور اس کا جواب  
 علائکہ مالت اضطرار کے سوا چیزیں حرام ہیں من کی تفصیل ہمیں بتادی ہے۔ اس کے حقائق اکثر مفسرین نے یہ  
 کہا ہے کہ اس تفصیل سے مراد وہ تفصیل ہے جو سورۃ النور ۳ میں بیان فرمائی ہے:

حَمَرَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ  
الْحَيْثُ يُرْوَمُ أَوْلَىٰ لِعَبْرِ النَّوْبِ (الامه)

تم پر حرام کیا گیا ہے مرد اور خون اور حصار کا گوشت  
اور جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اٹھ کاٹا گیا۔

لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سورۃ الناکہ مدنی ہے اور سورۃ الانعام مکی ہے لہذا یہ تفصیل اس سورت کے بعد نازل ہوئی ہے۔ تو اس سے پہلے نازل ہونے والی سورت میں اس کے بعد نازل ہونے والی سورت کا حوالہ کس طرح دیا جاسکتا ہے۔ امام رافضی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ سورۃ الانعام میں بھی یہ تفصیل بیان کی گئی ہے اور وہ یہ آیت ہے:

فَلَا آخِذُفِي مَا أُؤْتِيَ اِلَّا الَّذِي مَحَرَّمًا عَلٰى  
طَاعِهِمْ مَّطْعَمُهُ اِلَّا اَنْ يَكُوْنُوْا مَبْنٰٓءً اَوْ دَمًا  
مَّقْسُوْمًا اَوْ لَحْمٌ يَّخْرُجُ مِنْ حَاوِي رَجُلٍ اَوْ يُسْفَا  
اَوْ يَكُوْنُ لِيَتِيْرَ النَّوِيْبِ (الانعام: ۱۳۵)

اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آیت ۵۹ میں آیت ۳۵ کا حوالہ دینا کس طرح درست ہو گا اس کا امام رافضی نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ ترتیب وضع کے اعتبار سے ہے، ہو سکتا ہے اس کا نزول پہلے ہو گیا ہو۔

لیکن یہ جواب اس لیے درست نہیں ہے کہ سورۃ انعام پوری کی پوری یکبارگی تلاذ ہوئی ہے اور اس میں کوئی آیت دوسری آیت پر نزول کے اعتبار سے مقدم یا موخر نہیں ہے۔ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ حرام چیزوں کی یہ تفصیل نبی ﷺ نے مسلمانوں کو پہلے ہی بتادی تھی اور کہ کرمہ کی زندگی میں بھی یہ چیزیں حرام تھیں، اگرچہ ان کے حقیقی آیت ہند میں تلاذ ہوئی۔ اس کی تعمیہ ہے کہ مکہ میں وضوء کرنا شروع تھا اور مسلمان وضوء کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اگرچہ آیت وضوء ہند میں سورۃ بکاءہ میں تلاذ ہوئی ہے۔

تقلید صحیح اور تقلید باطل کا فرق

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور پہے شک بہت سے لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشوں سے گمراہی پھیلاتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں سے مراد عمود بن لُحی اور اس کے بعد کے مشرکین ہیں، کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین میں تغیر کیا اور بحیرہ اور سائبہ کو حرام قرار دیا اور مراد کھانے کو جائز کہا اور عمود بن لُحی نے اس اپنی جماعت سے یہ مذہب نکالا۔





اس آیت میں مسلمانوں کے اندر بے حیائی کی بات پہنچانے کے پسند کرنے پر عذاب کی وعید فرمائی ہے اور یہ پسند کرنا دل کا فعل ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری حوالہ ۲۵۶ روایت کرتے ہیں:

اسمت بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کرنے کے لیے جانے لگا تو میری ملاقات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا میں اس شخص کی مدد کروں گا انہوں نے کہا لوٹ جاؤ۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان گمراہوں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے، مقتول کا کیا تصور ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی اپنے مقابل کو قتل کرنے پر حریص تھا۔

اصح البخاری ج ۱، رقم الحديث: ۲۱۰۶، ج ۲، رقم الحديث: ۵۵۷۸، ج ۸، رقم الحديث: ۵۰۸۳، صحیح مسلم، متن، ج ۳، (۲۸۸۸)، سنن ابوداؤد، ج ۳، رقم الحديث: ۳۳۸۸، سنن ابوالحسن، ج ۲، رقم الحديث: ۳۳۸۸، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحديث: ۳۹۶۵، سنن کبریٰ، ج ۸، ص ۵۱۰، علیہ السلام، ج ۳، ص ۳۰۳، ج ۳، ص ۳۰۳، نقل ابن ماجہ، ج ۲، ص ۳۵۰، مشکوٰۃ، رقم الحديث: ۳۵۳۸، اس حدیث میں کسی مسلمان کو قتل کرنے کی حرص پر عذاب کی وعید ہے اور یہ حرص دل کا فعل ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری حوالہ ۱۸ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا ایک شخص نے کہا ایک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اس کی اس جوتی اچھی ہو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تعزیر نہیں ہے اور جہنم کو پسند کرتا ہے۔ تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔

اصح مسلم، ابوالحسن، ج ۳، ص ۵۹، سنن الترمذی، ج ۳، رقم الحديث: ۲۰۰۶، ج ۲، ص ۵۰۵، صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحديث: ۲۹۵۷، سنن ابوداؤد، ج ۳، رقم الحديث: ۳۰۸۰، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحديث: ۵۹، ج ۲، رقم الحديث: ۳۸۱۱، صحیح ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحديث: ۵۱۸۰، مسند احمد، ج ۲، رقم الحديث: ۳۰۸۰، سنن کبریٰ، لیسبقی، ج ۲، ص ۱۰۳،

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو دشمنی نہ رکھو بغض نہ رکھو حسد نہ کرو اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے عین دان سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ امام ابو نعیم نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

سنن الترمذی، ج ۲، رقم الحديث: ۳۸۲۲، صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحديث: ۵۰۷۶، صحیح مسلم، رقم الحديث: ۵۵۵۹، سنن ابوداؤد، ج ۳، رقم الحديث: ۳۰۸۰، صحیح ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحديث: ۵۹، مسند عبدالرزاق، ج ۲، رقم الحديث: ۲۰۴۴۲، مسند احمد، ج ۳، رقم الحديث: ۵۰۷۶، مسند امام مالک، رقم الحديث: ۲۸۸۳، مسند ہیثمی، رقم الحديث: ۲۰۸۰، سنن کبریٰ، لیسبقی، ج ۲، ص ۱۰۳،

اس حدیث میں ایک دوسرے سے دشمنی رکھنے بغض رکھنے اور حسد کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ سب دل کے افعال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ جس پر لفظ کاہن میں لایا گیا ہے شک اس کو کھانا گناہ ہے۔ بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں دوسرے ڈالتے رہے ہیں تاکہ وہ تم سے محبت کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم شرک ہو جاؤ گے۔ (الانعام: ۱۲۱)

جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اس کے متعلق مذہب فقہاء

جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اس کے متعلق فقہاء مذہب کی مختلف آراء ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مسلمان نے جس جانور کو ذبح کیا ہو اس کا کھانا حلال ہے۔ خواہ اس نے محمد اسم اللہ نہ پڑھی ہو یا نیسا۔

(تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۳۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۱۵ھ)

امام احمد کے نزدیک اگر بھولے سے ہم اللہ نہیں پڑھی تو ذبیحہ حلال ہے اور اگر محمد اسم اللہ کو ترک کر دیا ہے تو اس میں لون کے دو قوس ہیں۔ (ازار المسیر، ج ۳، ص ۵۵، مطبوعہ بیروت ۱۳۵۰ھ)

امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر محمد اسم اللہ کو ترک کر دیا تو وہ ذبیحہ حرام ہے اور نیسا ہم اسم اللہ کو ترک کر دیا تو پھر وہ ذبیحہ حلال ہے۔ (ادایہ الحجۃ، ج ۳، ص ۳۲۸، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دلائل

امام ابو بکر احمد بن علی رازی، حواصی مفتی حنفی، ص ۷۳، اس پر دلیل قائم کرتے ہیں کہ محمد اسم اللہ ترک کرنے سے ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

اس آیت کا ظاہر یہ فقہا کرتا ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو وہ حرام ہے۔ خواہ محمد اسم نہ لیا ہو یا نیسا۔ لیکن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نیسا ہم اسم اللہ کو ترک کرنا موجب حرمت نہیں ہے۔ اس لیے ہم نے کمایا میں نیسا مراد نہیں ہے آپ اگر ہم اسم اللہ کو ترک کرنا بھی جائز ہو تو اس آیت پر بالکل عمل نہیں ہو گا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَأَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِذَا ذَكَّابْتُمْ (الحجۃ ۳)

۷۰

اور امر واجب کا فقہا کرتا ہے اس لیے شکار پر شکاری جانور چھوڑتے وقت ہم اللہ پڑھنا واجب ہے اور سنت سے بھی اس پر دلیل ہے۔ حضرت عدی بن حاتم، جریر، بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم سے شکاری کتے کے متعلق سوال کیا؟ آپ نے فرمایا جب تم اپنا سدھ لیا ہو اس پر چھوڑو اور اس پر ہم اسم اللہ پڑھو تو اس کو کھاؤ بشرطیکہ اس نے سدھارے لیے شکار کو اٹھانے سے روک رکھا ہو اور جب تم اس کے سوا دوسرا کتا دیکھو جس نے ہلاک کیا ہو تو اس کو نہ کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر ہم اسم اللہ پڑھی ہے اور دوسرے کتے پر ہم اسم اللہ نہیں پڑھی۔ اس آیت اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذبیحہ پر بھی ہم اسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

(احکام القرآن، ج ۳، ص ۷۰، مطبوعہ لاہور)

اور اگر بھولے سے ہم اسم اللہ نہ پڑھی جائے تو ذبیحہ کے حلال ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمانوں نے نبی کریم سے عرض کیا کہ کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں ہمیں پتا نہیں کہ انہوں نے ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا تم اس پر ہم اسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ حضرت عائشہ نے کہا اس وقت لوگ نے سننے سے کفر سے بچے تھے۔

(صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحدیث ۵۵۰، سنن ابی حنیفہ، ج ۲، رقم الحدیث ۳۴۳۸، سنن ابن ماجہ، ج ۲، رقم الحدیث ۳۷۷۳، مسند

عبدالرزاق، ج ۳، رقم الحدیث ۵۷۷، کنز العمال، ج ۲، رقم الحدیث ۵۵۹۸، سنن دار قطنی، ج ۳، رقم الحدیث ۱۳۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا مسلمان کے لیے اللہ کا نام لکھنا ہے۔ اگر وہ ذبح کے

وقت اللہ کا نام لیتا بھول گیا تو وہ کھانے کے وقت ہم اللہ پر نہ کر کھائے۔ (اس حدیث کی سند حسن ہے)

(سنن دار عقیلی 'ج ۳' رقم الحدیث ۴۷۶۳، سنن کبریٰ للصبیحی 'ج ۹' ص ۱۳۳)

حلال کو حرام کرنے یا حرام کو حلال کرنے کا شرعی حکم

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں دوسے ڈالتے رہتے ہیں، تاکہ وہ تم سے بحث کریں۔

اس دوسرے کا بیان اس حدیث میں ہے۔ امام ابن ماجہ حوالی ۴۳ ص ۷ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ مشرکین یہ کہتے تھے کہ جس پر اللہ کا نام لیا جائے اس کو نہ کھلاؤ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو کھلاؤ۔

(سنن ابن ماجہ 'ج ۲' رقم الحدیث ۳۱۵۳، سنن ابوداؤد 'ج ۳' رقم الحدیث ۴۸۱۸)

اور وہ بحث یہ کرتے تھے کہ یہ کیا بات ہے جس کو اللہ نے مارا ہے اس کو تم نہیں کھاتے اور جس کو تم نے قتل کیا ہے اس کو کھالیتے ہو۔ اس کے بعد فرمایا اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم شرک ہو جاؤ گے

یہ آیت اس پر دلائل کرتی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حلال کیے ہوئے کو حرام کیا اس کے حرام کیے ہوئے کو حلال کیا تو وہ شرک ہو جائے گا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال اعتقاد کرے۔ تب وہ کافر اور شرک ہو گا اور اگر وہ اللہ کے حرام کیے ہوئے کا دلوں کو اپنی نفسانی خواہش سے کرنا ہو، لیکن وہ ان کا دلوں کو حرام ہی جانتا ہو تو وہ ظالم اور مرتکب معصیت کبیرہ ہو گا کافر اور شرک نہیں ہو گا۔

أَوْ مَن كَانَ مِيثًا فَاحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ نَوْرًا

کیا جو شخص پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کے لیے

يَمْشِي بِهِ فِي النَّارِ كَمَنُ مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ

ایک نور بتایا جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے، وہ اس کی مثل ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہو اور ان سے نکل

مِّنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَكَذَلِكَ

دیکھتا ہو، اسی طرح کافر جو عمل کر رہے ہیں وہ ان کے لیے خوشنما بنا لیے گئے ہیں ۝ اور اسی طرح

جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مُّجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا

ہم نے ہر بستی میں اس کے بڑوں کو سردار بنا دیا تاکہ وہ وہاں فریب کاری کریں (علاوہ حقیقت میں) وہ صرف

يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ

اپنے ساتھ فریب کرتے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے ۝ اور جب ان کے پاس کوئی نشان

قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۗ اللَّهُ

آئی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہمیں ایسا ملے جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے،

أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۚ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ

اللہ ہی غیب ہانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی رسالت کرے گا، مغرب ہرگز ان کے ہاں ذلت اور سخت ظلم

عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَنْكُرُونَ ﴿۱۳۲﴾ فَمَنْ يُرِدْ

پہلے کا یوں کہ وہ غیب کاری کرتے تھے ۰ اور اللہ میں کبریا

اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَنْ يُرِدْ

دینا چاہے اس کو سید اسلام کے لیے کھول دیتا ہے، اور جس میں گمراہی پیدا کرنا چاہے

أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَثَمٍ يُضْعَدُ

اس کو سید گنہگار بنا دیتا ہے گمراہ وہ سخت سے آسان پر چڑھ

فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۳۳﴾

رہا ہے، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر شیطان کو مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے ۰

وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۚ قَدْ فَضَّلْنَا الْآيَةَ لِقَوْمٍ

اور یہ آپ کے رب کا (پسندیدہ) سیدھا راستہ ہے، ہم نے نیت جبرل کرنے والوں کے لیے نصیب سے آج

يَذْكُرُونَ ﴿۱۳۴﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا

کو بیان کر دیا ہے ۰ ان ہی کے لیے ان کے رب کے پاس سلامتی کے گھر ہیں اور وہی ان کا کارساز ہے کیونکہ وہ

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۵﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا ۖ يَمْعَسُرُ الْجِنَّ

(نیک) کام کرتے تھے ۰ اور جس دن وہ (اللہ) ان سب کو جمع کرے گا (اور نپٹے گا) اسے جہنم کی جہالت

قَدْ اسْتَكْبَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ ۚ وَقَالَ أَوْلِيُوهُمْ مِّنَ الْإِنْسِ

تم نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا ۰ اور انہوں میں سے ان کے دوست کہیں گے،

رَبَّنَا اسْتَمِعْ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلِّغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ

اِسے جیسے: ہمارے بعض لوگوں نے بعض سے (ناہانز) فائدہ اٹھائے اور ہم اپنی اس میناد کو پہنچ گئے جو تو نے

لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّ رَبَّكَ

جیسے یہ مقرر کر ہی اُس قدر طے گا (دور دراز کی) آگ تمہارا ٹھکانہ ہے تم ہمیشہ اس میں رہتے رہے اور تمہارے رب نے جیسے چاہے بیشک آپ کا

حَكِيمٌ عَلَيْهِ ۝۲۸ وَكَذَلِكَ نُورِي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا

رب بہت حکمت والا ہے ۲۸ اور ہم اسی طرح بعض ظالموں کو بعض کو سزا دے کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ (مصلحت کے)

كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝۲۹

کام کرتے تھے ۲۹

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیونکہ بعض پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کے لیے ایک نور بنایا جس کی

وجہ سے وہ لوگوں کے درمیان پہتا ہے اور اس کی مثل ہو سکتا ہے جو اندھروں میں ہو اور ان سے نکل نہ سکا ہو اسی طرح کافروں

محل کر رہے ہیں وہ ان کے لیے خوش نما بنا دیئے گئے ہیں۔ الانعام ۳۲

کافر کے مردہ اور مومن کے زندہ ہونے کی مثالیں

امام ابن ابی حاتم حنفی ۳۲۷ھ حضرت زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی اے اللہ!

ابو جہل بن ہشام یا عمر بن الخطاب میں سے کسی ایک کو اسلام کے قلب کا سبب بنا دے۔ یہ دونوں گمراہی میں مردہ بنے ہوئے تھے

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو اسلام سے زندہ کیا اور ان کو عزت اور توقیر دی اور ابو جہل کو گمراہی کی موت میں برقرار رکھا۔ زید بن

اسلم نے کہا ہے: یہ آیت ان دونوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۱۳۸ مطبوعہ مکتبہ نزار صفحہ ۱۳۱ھ)

امام ابو الحسن علی بن احمد واحدی حنفی ۷۸۸ھ لکھتے ہیں: اس آیت میں حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور ابو جہل مراد ہیں

کیونکہ ایک دن ابو جہل نے رسول اللہ ﷺ پر لید پر پتھر پھینکا دی اس وقت تک حضرت حمزہ ایمان نہیں لائے تھے۔ ابو جہل کی اس

حرکت کی حضرت حمزہ کو خبر دی گئی وہ اس وقت ہاتھ میں کلن لیے ہوئے شکار سے واپس آ رہے تھے یہ سن کر غضبناک ہوئے

اور جا کر ابو جہل کو کلن سے مارا ابو جہل فرار کر رہا تھا کہ تم کو پتا نہیں وہ کم محل کیا کرتا ہے؟ ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے اور

ہمارے باپ دادا کی مخالفت کرتا ہے۔ حضرت حمزہ نے کہا تم سے بڑا بے وقوف اور کون ہے؟ تم اللہ کو چھوڑ کر چھوٹی عبادت

کرتے ہو؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور (سیدنا)

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

(اسباب النزول رقم المحدث ۳۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان حدیثوں کے مطابق حضرت عمر یا حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہما پہلے کلمہ میں مردہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو

جلد سوم



اسلام سے زندہ کیا اور ان کو اسلام کی نمایاں خدمات کرنے کی تلقین دی جس کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد میں دو دو نوں آج تک روشن ہیں اور بعد کے لوگوں کے لیے مدارۂ نور ہیں۔ ایسے لوگ ابوہریرہؓ جیسے لوگوں کی مثل کب ہو سکتے ہیں جو بیٹ کفر کے اندھیروں میں رہے اور ان اندھیروں سے کبھی نکل نہ سکے۔ ہر چند کہ اس آیت کے شق نزول کے متعلق دو روایتیں ہیں، لیکن مفسرین نے کہا ہے کہ ان آیتوں میں مطلقاً مومن اور کافر مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔

علم اور جبل کے مراتب

امام غزالیؒ نے محمد بن فضالہؒ کے مراد فی سنی ۶۶۶ھ میں کہا ہے کہ ادراج بشری کی معرفت میں چار مراتب ہیں۔ پہلے مرتبہ میں اس کو باطنی کوئی علم حاصل نہیں ہو تا۔ لیکن وہ علوم اور معارف کی استعداد رکھتا ہے۔ ثانیاً وقت یہ استعداد کامل ہوتی ہے اور بعض اوقات یہ استعداد کم اور ضعیف ہوتی ہے۔ اس مرتبہ کو اس آیت میں موت کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ انسان کو علوم کلیہ اولیہ حاصل ہوتے ہیں اس کو عقل کہتے ہیں۔ اس مرتبہ کی طرف اس آیت میں صاحبینا داہم نے اس کو زندہ کیا۔ اسے اشارہ فرمایا ہے۔ تیسرے مرتبہ میں انسان معلومات ہدیہ سے معلومات تکمیل کو حاصل کرتا ہے اس کی طرف اس آیت میں وجعلناہ نوراً اور ہم نے اس کے لیے ایک نور بھلا یا اسے اشارہ فرمایا اور چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ تمام معارف قدسہ اس کے سامنے حاضر باطنی ہوں اور وہ روح ان معارف کے ساتھ منور اور کامل ہو جائے۔ اس کی طرف اس آیت میں ہمسنی۔ صی الساس (جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے درمیان چلا ہے اسے اشارہ فرمایا ہے) اور اس مرتبہ کے حصول کے بعد نفس انسان کی معلومات کے درجات تکمل ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ دیکھنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ تاکہ سلامت ہو اور کوئی خارجی روشنی بھی ہو اسی طرح بصیرت کے لیے بھی دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ عقل سلیم ہو اور نورانی اور نور کلب دستیاب ہو۔ اس لیے مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد دین ہے اور بعض نے کہا اس سے مراد حکمت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر اور بصیرت کے لیے تاکہ اور عقل کامل ہو نا اور خارجی روشنی اور نور قرآن کا میر ہو نا ضروری ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ نے مومن کو عطا کی ہیں اور رہا کافر تو وہ ہمیشہ جہل برے اختلاف اور بد عملیوں کی تاریکیوں اور کفر اور گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبا رہتا ہے اور خوف و ہمت اور بھڑکے اندھیروں میں پھنسا ہوا رہتا ہے۔

(تعبیر کبیرہ ج ۵ ص ۱۳۳-۱۳۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی ۱۳۵۵ھ و ۱۳۵۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اسی طرح ہم نے ہر ہستی میں اس کے بھروسہ کو سراہ دیا تاکہ وہ دہل فریب کاری کریں (علائکہ وہ حقیقت میں اصراف اپنے ساتھ فریب کرتے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ الانعام ۱۳۳)

کفار اور فساق کو مقتدر بنانے کی حکمت

بھروسہ کو ان ہستیوں کا سراہ اس لیے بھلا کہ عمدہ یعنی نیکو و فریب اور بھونی اور باطل باتوں کو جو کہ میں رائج کرتا ہوں ان لوگوں کی زیادہ قدرت اور اختیار میں قہر نیک کی کثرت اور منصب کی قوت انسان کو ان کی مخالفت میں زیادہ کوشش کرنے پر ابھارتی ہے اور اس کے لیے انسان پر قسم کے جائز اور ناجائز طریقے اختیار کرتا ہے اور بصوت نیکو اور فریب عمدہ یعنی اور دنیا بازی سے کام لیتا ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس طرح اہل مکہ کے اہل ان کے لیے عزت کر دیئے گئے ہیں اسی طرح انسانی مشرور میں اللہ تعالیٰ کی سنت جاری ہے یہ ہے کہ ہر ہستی میں اس کے نسیق اور قار کو مقتدر اور سراہ دیا جاتا ہے اور اس وجہ سے حق اور باطل

ایمان اور کفر کے درمیان شورش پھا رہی ہے۔ ان نبیوں کے سردار انبیاء عظیم اسلام اور ان کے متبعین کو تنگ کرتے ہیں۔ اور ان کے خلاف فریب سے کام لیتے ہیں۔ لیکن درحقیقت اس فریب کا نقصان ان ہی کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس وجہ سے آخرت میں ان کو سخت عذاب دیا جائے گا۔ دیا جس کفار و فاسق کو غلبہ دینے کی حکمت یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزمائش میں مبتلا کیا جائے اور جو مسلمان اس امتحان میں کامیاب اور سرخرو ہوں ان کو آخرت میں بہتر درجہ دے جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب ان کے پاس کوئی نیک نیتی آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ ہمیں بھی اس کی مثل دیا جائے، جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی رسالت کو رکھے گا، عقیقہ حجروں کو اللہ کے ہاں ذات اور سخت عذاب پہنچے گا، کیونکہ وہ فریب کاری کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۳۳)

### حصول نبوت کا معیار

ولید بن منبہ نے کہا کہ اگر نبوت حق ہوتی تو آپ سے زیادہ میں نبوت کے لائق تھا، کیونکہ میں آپ سے عمر میں بھی بڑا ہوں اور میرے پاس مال بھی زیادہ ہے اور ابو جہل نے کہا بھلا ہم اس وقت تک ان سے راضی نہیں ہوں گے اور ان کی پیروی نہیں کریں گے جب تک کہ ہمارے پاس اس طرح وحی نہ آئے جس طرح ان کے پاس آتی ہے اس وقت یہ امت نازل ہوئی۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی رسالت کو رکھے گا۔

شماک نے بیان کیا ہے کہ ہر کافر یہ چاہتا تھا کہ اس کو وحی اور رسالت کے ساتھ خاص کر لیا جائے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

بَلْ يُهِنُّ كُلُّهُمْ لَمَّا يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ خُفْيًا  
تَنْزِيلًا (المذثر: ۵۴)  
بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ کھلے ہوئے آسمانی  
مجھے اس کو دے دیئے جائیں۔

امام محمد بن محمد بن عمر رازی متوفی ۶۶۶ھ فرماتے ہیں، حصول نبوت کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ نفس حقیقت کے لحاظ سے تمام انسان حصول نبوت میں مساوی ہیں اور بعض انسانوں کا رسالت کے ساتھ مخصوص ہونا یہ محض اللہ کا فضل اور احسان ہے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ نفوس انسانی اپنی ذات کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، بعض روحیں پاکیزہ ہوتی ہیں، تعلقات جسمانی سے منہ اور انوار قلبیہ سے منور ہوتی ہیں اور بعض روحیں خفیس اور مدہر ہوتی ہیں اور جسمانی تعلقات میں بکڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ پس اس قسم کی روحیں حصول وحی کی صلاحیت نہیں رکھتیں اور پہلی قسم کی روحیں حصول وحی کی صلاحیت رکھتی ہیں، پھر ان میں بھی مراتب اور درجات ہیں۔ اس لیے انہیں اور رسولوں کے درجات بھی متفاوت ہیں، بعض کی عمر اور معجزات زیادہ ہوتے ہیں اور ان کے پیروکار کم ہوتے ہیں۔ اور بعض کی عمر اور معجزات کم ہوتے ہیں اور ان کے پیروکار زیادہ ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۳۶-۳۷، مطبوعہ دار انبیاء لثقافت العربیہ بیروت ۱۳۵۵ھ)

### حکماء کے نزدیک استحقاق نبوت کی صفات اور ان کا رد

رسولوں کو سمجھنے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ جو لوگ عبادات میں سخت ریاضات کریں اور خلوت میں مجاہدہ کریں اور دنیا سے متعلق ہو کر اللہ کی عبادت کریں اور جن کے جوہر ذات میں گناہوں کی کدو توں اور غلطیوں سے تیز اور صبر ہو اور ان کی فطرت پاک اور روشن ہو اور وہ عبادت درجہ کے ذکی ہوں، ان کو اللہ تعالیٰ رسول بنا لیتا ہے، بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔ لہذا نبوت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی عطا ہے جو اس کی مشیت کے ساتھ متعلق ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کس جگہ رکھے گا؟ (الانعام: ۱۳۳) اور یہی اہل حق کا مذہب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ

تھوڑا عمار ہے۔ وہ جو چاہتا ہے اور جو پسند کرتا ہے وہی کرتا ہے۔ اس کے برخلاف فلاسفہ نے یہ کہا کہ نبی وہ شخص ہے جس میں تین خواص مجتمع ہو جائیں۔

۱۔ اس کو ماضی، حال اور مستقبل کے تمام مصیبت پر اطلاع ہو۔

۲۔ اس کا مجرات علیہ اور نفوس سلویہ کے ساتھ ارتباط اور تعلق ہو، اور اس کے کلام میں کلام منظم مثالی دے جس کو یاد کیا جائے اور جس کی تعلیمات کی جائے اور یہی وہی ہے۔

۳۔ اس پر فرشتہ اور کتب کا نزول ہو جس میں نظام معاش، نجات، آخرت اور بندوں کی اصلاح اور فلاح کے احکام کا بیان ہو۔

ان کے نزدیک جو شخص اوصاف ثلاثہ کا حامل ہو اس کا نبی ہو تا واجب ہے، لیکن سورہ الانعام ۳۳ کی روشنی میں ان کا یہ قول باطل ہے۔ نیز اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے اور ان میں سے بعض اوصاف غیر نبی میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اولیاء اللہ کو بھی بعض مصیبت کا علم ہوتا ہے اور تمام اوصاف بعض انبیاء میں نہیں پائے جاتے، مثلاً ہر نبی پر کتب کا نزول نہیں ہوتا۔

(شرح مقاصد ج ۵ ص ۱۹۰، مطبوعہ مطبوعہ ایراس ۱۳۰۴ھ، شرح موائف ج ۸ ص ۲۴۲-۲۱۸، مطبوعہ مطبوعہ ایراس) اہل حق کے نزدیک ثبوت نبوت کا فقدان علامہ محمد السقاری علیہ السلام نے لکھتے ہیں۔

رسولوں کو بھیجتا، کتابوں کو نازل کرتا اور شریعتوں کو مقرر کرتا اللہ تعالیٰ کا احسن اور افضل ہے، یہ اس پر واجب نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا محمد پر تک اللہ تعالیٰ نے جس قدر نبی اور رسول بھیجے، یہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور کرم ہے۔ تاکہ وہ اللہ سبحانہ کے امراء نبی اور وہ دہر اور وہ دہر کو بیان کریں اور اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کو یہ بتائیں کہ وہ اپنے معاش اور معلوم کن احکام کے محتاج ہیں۔ بندہ تین اصولوں کی معرفت میں رسولوں کے محتاج ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی صفات، تقدیر، ملائکہ اور اللہ کے اولیاء اور اہل اہل کے انجام کا بیان۔

۲۔ احکام شریعہ کی تفصیل، کیا چیز حلال ہے اور کیا چیز حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کو کیا پسند اور کیا پسند ہے؟

۳۔ قیامت، جنت، دوزخ، حساب و کتاب اور ثواب اور عذاب۔

نبی کی صفات لازمہ

نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس قوم کی طرف مبعوث ہو، وہ اس میں سب سے اشراف اور کرم ہو اور وہ آزاد ہو کہ نہ غلامی ایک شخص ہے جو مقام نبوت کے لائق نہیں ہے اور مرد ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا شَوِيحِينَ اور ہم نے آپ سے پہلے مرادوں کے ہر کسی کو مردوں بنا کر بھیجا۔ (یوسف ۱۰۹)

اس آیت کی بناء پر جسو اہل ملت کے نزدیک عورت کا نبی ہونا جائز نہیں ہے۔ امام ابو الحسن اشعری اور علامہ قرطبی مابقی کا اس میں اختلاف ہے۔ یہ حضرات حضرت مریم، آسیہ، سارہ، حاجرہ اور حضرت موسیٰ کی والدہ کی نبوت کے قائل ہیں۔ نیز نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ قوی ہو، فہیم اور عالم ہو اور اس کے اخلاق عمدہ ہوں، تاکہ لوگ سمجھ سکیں اس سے استفادہ کر سکیں۔ انبیاء علیہم السلام کلّ بزدلی، انہو اور بے فائدہ کلاموں اور تمام رذائل سے مجتنب ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ دنیا کی حرص سے بھی منزہ ہوتے ہیں اور اپنی قوم میں ان کا نسب سب سے عمدہ اور اشراف ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عقل، ذکاوت اور شجاعت کے لحاظ سے وہ نوع انسان کے کمال ترین فرد ہوتے ہیں اور وہ ہر ایسی صفت و کیفیت سے مزین ہوتے ہیں جس سے طبیعت سلیقہ خیز ہو۔ مثلاً ان کے آپا میں کوئی رذالت نہیں ہوتی نہ ان کی ہڈیوں کی طرف بدکاری کی نسبت ہوتی ہے اور نہ ان پر کوئی ایسی بیماری آتی ہے جس سے لوگ خطر ہوں مثلاً برص اور جذام وغیرہ۔ اور نہ وہ عیانت کام کرتے ہیں مثلاً بازاروں میں چھتے چھرتے اور کھاتے نہیں اور نہ کوئی ایسا کب کرتے ہیں جو لوگوں میں معیوب سمجھا جاتا ہو۔

بدن کو گناہوں کی کدورت سے پاک کرنے اور محروم اخلاق کے ساتھ شصت ہونے اور سخت عیبت اور ریاضت کرنے سے نبوت و رسالت حاصل نہیں ہوتی۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت عطا فرماتا ہے۔ لیکن استقرار تام اور متبع سے اور قرآن اور حدیث کے دلائل سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو بھی نبوت عطا فرمائی، وہ مذکورہ اعداد صفات کا حامل تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص میں یہ صفات ہوں وہ نبی ہو، اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی نبوت کو رکھے جگہ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام میں اور آخری نبی سیدنا محمد مجتبیٰ ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکا، انوار العزم پانچ ہیں حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور ہمارے نبی سیدنا محمد مجتبیٰ۔ کل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔

(الامع الاوار الحمید، ج ۲، ص ۲۶۹-۲۵۶، مطبوعہ مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت ۱۴۱۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سوانہ جس کو ہدایت دینا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس میں گمراہی پیدا کرنا چاہے اس کا سینہ گھٹا ہو، انگ کر دیتا ہے۔ گویا وہ مشقت سے آسماں پر چڑھ رہا ہے، اسی طرح ان لوگوں پر شیطان کو مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ (الانعام: ۳۵)

اسلام کے لیے شرح صدر کی علامت

اس آیت کا مسمیٰ یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کے راستہ کی طرف ہدایت دینے کا ارادہ فرمائے گا، اس کا سینہ دنیا میں اسلام کے لیے کھول دے گا، حتیٰ کہ وہ اسلام پر ثابت قدم رہے گا اور اسلام کو ترک نہیں کرے گا، یہ علامت ایمان لانے کے بعد ہوگی، عیساکہ ان آیتوں میں ہے:

وَمَنْ يُؤْمَرْ بِالْإِسْلَامِ فَلْيَسْرًا (النعام: ۱۵) اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا، اللہ اس کے دل کو

ہدایت فرمائے گا۔

وَأَلْقَيْنَا خِطَابًا ۚ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ انبَعَثُوا إِشْرَافُهُمْ ۚ وَإِذْ يُلَاقُونَ رَبَّهُمْ ۚ وَإِذْ يُلَاقُونَ رَبَّهُمْ ۚ وَإِذْ يُلَاقُونَ رَبَّهُمْ ۚ (العنکبوت: ۲۴) اور جن لوگوں نے ہمارے دلائل کو جان لیا، ہم ضرور انہیں

(العنکبوت: ۲۴) لاپٹی رہا ہیں، وہ کھائیں گے۔

اس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت معلویہ جریجی بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی مجتبیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرمائے، اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۱۱، ۳۲۱۲، ۳۲۱۳، ۳۲۱۴، ۳۲۱۵، صحیح مسلم، المارہ: ۱۰۳۷، سنن الترمذی، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۶۳۷)

(۳۶۳۷)

لام ابن جریر متوفی ۳۳۰ھ ابو جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، عیسٰی برد اللہ ان سیدہ نے بشرح صدر لایا، تو صحابہ نے پوچھا اس کا شرح صدر کیسے ہو گا؟ آپ نے فرمایا جب اس کے دل میں نور نازل ہو گا تو

ظہیان القرآن

اس کا سیدہ کھل جائے گا، صحابہ نے پوچھا کیا اس کو پہچاننے کی کوئی علامت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس کا دل آخرت کی طرف راغب ہو گا اور دنیا سے وہ پلو پچائے گا اور موت کے آنے سے پہلے وہ موت کے لیے تیار رہے گا۔

(جامع البیان 'جز ۸' ص ۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات میں نبی کریم کو قتل دی گئی ہے کہ شرکین جو دعوت اسلام کو مسترد کر رہے ہیں، آپ ان سے رنجیدہ نہ ہوں، جو شخص اللہ کے ارادہ اور اس کی تقدیر میں ایمان لانے کا اہل ہو گا، اللہ اس کا سیدہ اسلام کے لیے کھول دے گا، جیسا کہ ان آیات میں ہے:

أَقْسَمَ اللَّهُ صَدْرُهُ لِئَلَّا سَلَامَ قَهْوَهُ عَلَى  
نُورَتَيْنِ زَيْنِ (المزمرہ: ۴۲)

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَسَ أَتَيْكُمْ إِلَّا مَنَ وَرَثَةً مِّنْ  
قُلُوبِكُمْ وَنَجَّيْتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا  
الْعَصَبَاتِ ۚ وَلَتُنَكِّتُنَّهُمْ أَلْتَرِيدُونَ ۝

(الحجرات: ۲۵)

اور جس شخص نے شرک سے اپنی فطرت کو فاسد کر دیا اور فتنہ اور عصیت سے اپنے دل کو میلا کر دیا، وہ اسلام کو قبول کرنے سے اپنے دل میں شدید تنگی اور محنت محسوس کرتا ہے اور کسی بھی تنگی کے لیے اس کے دل کے دروازے نہیں کھلتے۔ جیسے کوئی شخص اپنے میلان طبع کے خلاف آئین کی جانب چڑھ رہا ہو تو اس کو اپنا دم گھٹا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کے اوپر اللہ شیطان کو مسلط کر دے گا اور اسی طرح ان لوگوں پر بھی جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہیں، پھر شیطان اس کو گمراہ کر دے گا اور سیدھے راستے سے ہٹا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ آپ کے رب کا پسندیدہ سیدھا راستہ ہے، ہم نے فصاحت قبول کرنے والوں کے لیے تفصیل سے آئین کو بیان کر دیا ہے۔ (الانعام: ۱۲۹)

اس آیت کا معنی ہے یہ اسلام جس کے لیے اللہ تعالیٰ مومنوں کا سیدہ کھول دیتا ہے، یہی آپ کے رب کا وہ طریقہ ہے جس کو اس نے لوگوں کے لیے پسند کر لیا ہے اور یہی طریق مستقیم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بیان کیا ہوا راستہ مستقیم ہی ہوتا ہے، جیسا کہ اس حدیث میں قرآن مجید کے متعلق ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ کریم نے فرمایا یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور یہ ذکر حکیم ہے اور یہ صراط مستقیم ہے۔ اسنن ابوداؤد 'جز ۲' رقم الحدیث ۴۵۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۳۳ھ

ہم نے فصاحت حاصل کرنے والوں کے لیے تفصیل سے آئین کو بیان کر دیا ہے اور جو لوگ اسلام پر صحیح عمل کرتے ہیں، ان کے لیے جنت ہے جو سلامتی کا گھر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان ہی کے لیے ان کے رب کے پاس سلامتی کے گھر ہیں، اور وہی ان کا کارساز ہے، کیونکہ وہ (نیک) کام کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۳۰)

جنت کو دار السلام فرمانے کی وجوہات

اس آیت میں جادہ محمود کی تقدیم مفید ہے۔ یعنی دار السلام ان ہی کے لیے ہے، ان کے غیر کے لیے نہیں ہے۔

دارالسلام کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ سلام اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ پس دارالسلام کا معنی ہے وہ گھر جس کی اصناف اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور یہ اصناف تحریف اور عزت افزائی کے لیے ہے۔ چھتے بیت اللہ اور بیت اللہ میں ہے۔

اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ سلام دار کی صفت ہے یعنی یہ سلامتی کا گھر ہے اور جنت کو دارالسلام اس لیے فرمایا ہے کہ جنت میں ہر قسم کے عیوب، تکلیفوں اور مشقتوں سے سلامتی ہے۔

جنت کو دارالسلام کہنے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ جنتیوں کو جنت میں داخل کے وقت سلام کیا جائے گا اللہ کی طرف سے۔ فرشتوں کی طرف سے اور نبل اعراف کی طرف سے ان کو سلام پیش کیا جائے گا اور جنتی بھی ایک دوسرے کو سلام کریں گے جیسا کہ ان آیتوں میں ہے:

و سادوا اصحاب الجنة ان سلام عليكم (الاعراف ۳۶) و تحببهم فيها سلام (یونس ۱۰) سلام عليكم بما صبرتم معكم عيسى الدار (الرعد ۲۴) ادخلوها سلا م (المحجر ۳۹) يقولون سلام عليكم ادخلوا الجنة بما كنتم تعملون (الحج ۳۴) سلام قولنا من رب رحيم (يس ۵۸) وقال لهم حررناها سلام عليكم طينم فادخلوها حادس (الزمر: ۷۴)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس دن وہ (اللہ) ان سب کو جمع کرے گا اور فرمائے گا اے جنات کی جماعت! تم نے بت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے اے ہمارے رب! ہمارے بعض لوگوں نے بعض سے (بظاہر) فائدہ اٹھایا اور ہم اپنی اس مصلحت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی۔ اللہ فرمائے گا (دو نسخ کی) آگ تمہارا ٹھکانا ہے، تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو مگر تم نے اللہ چاہے بے شک آپ کا رب بت نکت والا خوب جاننے والا ہے۔

(الانعام ۱۲۸)

### جہنم کے غلو سے استثناء کی توجیہات

یعنی جب ہم قیامت کے دن تمام انسانوں اور جنات کو جمع کریں گے اور کہیں گے اے جنات کی جماعت! تم نے بت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا اور جن انسانوں نے جنت کے سوسے غور سے سنے تھے اور ان سے محبت رکھی تھی اور ان کی اطاعت کی تھی وہ اللہ تعالیٰ سے اس کے جواب میں کہیں گے ہم میں سے ہر ایک نے دوسرے سے نفع اٹھایا انسانوں نے شیطانوں سے نفع اٹھایا کیونکہ شیطانوں نے ان کو ان کی شہوت پوری کرنے کے لیے باطنی ذرائع بتائے اور جب انسانوں نے باطنی ذرائع اور غلو کے راستوں پر چل کر اپنی شہوت کو پورا کر لیا تو شیطان جو ان کو گمراہ کرنا چاہتے تھے ان کا مقصد پورا ہو گیا۔ اس طرح ہر ایک فریق نے دوسرے فریق سے فائدہ اٹھایا۔ پھر وہ کہیں گے کہ ہم نے وہ مصلحت پوری کر لی جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی یعنی ہم نے طبعی زندگی پوری کر لی اور ہم پر موت آگئی اور یا ہم اس مصلحت کو پورا کر کے میدانِ حشر میں پہنچ گئے۔ اس کام سے مقصد یہ ہے کہ حشر کا دن بت ہو لگاؤ دن ہو گا اور اس دن سب اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور اپنی تقصیرات پر حسرت اور ندامت کا اظہار کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے تو مالک اور احکم الحاکمین ہے ہمارے حلق جو چاہے فیصلہ فرما۔

پھر اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا تم دونوں کا ٹھکانہ دو نسخ کی نگاہ ہے جس میں تم ہمیشہ رہنے والے ہو۔ اس کے بعد فرمایا مگر جسے اللہ چاہے اس استثناء کی دو توجیہاں ہیں۔ (۱) وہ ہمیشہ دو نسخ کی نگاہ میں رہیں گے مگر اس سے دو وقت مستثنیٰ ہیں۔ ایک قبر سے حشر تک کا زمانہ اور دوسرا میدانِ حشر میں ان کے کاتب تک کا وقت۔ اس کے بعد ان کو دو نسخ میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس میں

بیشد بیشد رہیں گے۔ (۴) جب دوزخی دوزخ کی آگ کی شدت سے فریاد کریں گے تو ان کو دوزخ کی آگ سے نکل کر زمہرے (سخت لٹھ اور برقی طبقہ) میں ڈال دیا جائے گا اور جب زمہرے کی ٹھنڈک سے گھبرا کر فریاد کریں گے تو ان کو پھر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ الغرض ہر محل میں ایک عذاب ہے دوسرے عذاب کی طرف منتقل ہوں گے۔  
حضرت ابن عباس نے فرمایا کسی شخص کے لیے یہ بات نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حلقے سے محکم لگائے کہ وہ اپنی کسی مخلوق کو جنت میں نہیں داخل کرے گا یا دوزخ میں نہیں داخل کرے گا۔

(جامع البیان ۸: ۲۷۶، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۱۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم اسی طرح بعض خالوں پر بعض کو مسلما کر دیتے ہیں، کیونکہ وہ (معصیت کے) کام کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۱۹)

خالام حکومت کا سبب عوام کا ظلم ہے

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا تھا کہ بعض جن اور انسان ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہیں اور ان کا یہ باہمی استفادہ اللہ تعالیٰ کے سابق علم اور قضاء و قدر کے موافق تھا اور وہ جس چیز کا ارادہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان میں وہی چیز پیدا کر دیتا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بعض خالوں کو بعض کاوی ٹکڑے اور دھاتوں کا بنا دیتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (التوبة: ۱۶)

بعض کا فر بعض کے مددگار ہیں۔

(الانفال: ۷۳)

اور جس طرح بعض انسان اور جن ایک دوسرے کے کام آتے تھے اسی طرح کافر کفار و معصیت میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

ابن زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض خالوں کو بعض پر مسلما کر دے گا اور اس آیت میں ہر قسم کے ظالم داخل ہیں۔ وہ شخص جو معصیت کر کے اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور جو حاکم اور افسرانے طاقت لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور جو تاجر جعلی اشیاء اور ملاوٹ والی چیزیں فروخت کر کے صدقین پر ظلم کرتا ہے اسی طرح جو چور اور ڈاکو مسافروں اور شرعوں پر ظلم کرتے ہیں اور سیاسی عمدہ دار اور وزراء عوام کے ٹیکسوں سے اٹلے تھلے کرتے ہیں اور ٹیکس پر ٹیکس لگا کر عوام کی رگوں سے خون نچوڑتے رہتے ہیں ان سب خالوں پر اللہ تعالیٰ کوئی ان سے بڑا ظالم مسلما کر دیتا ہے۔

امام ابو بکر احمد بن حسین بنی حنفی ۵۸۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حسن بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ ہمارے لیے اپنے رب سے سوال کیجئے کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ اس کے راضی ہونے کی علامت کیا ہے اور اس کے غرض ہونے کی علامت کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! انہیں یہ بتاؤ کہ جب میں ان کے اچھے لوگوں کو ان پر حاکم بنائوں تو میں ان سے راضی ہوں اور جب میں ان کے برے لوگوں کو ان پر حاکم بنائوں تو میں ان سے ناراض ہوں۔

(شعب الایمان ۶: ۱۶، رقم الحدیث ۳۸۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۱۰ھ)

کعب احبار بیان کرتے ہیں کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کے مطابق بادشاہ مقرر کر دیتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ان کی

بھڑی کارا لوہ کرے تو نیک بلاشلہ مقرر کرتا ہے اور جب ان کی بلاکت کا کارواہ کرے تو بیش پرست بلاشلہ مقرر کرتا ہے۔

(شعب الایمان ج ۶، رقم الحدیث ۷۳۸۹)

ابراہیم بن محض بیان کرتے ہیں کہ میرے والد یہ کہتے تھے "اے اللہ اتنے ہمارے اعمال کے مطابق ہم پر حکام مسلط کر دینے جو ہم کو پہچانتے ہیں نہ ہم پر رحم کرتے ہیں۔" (شعب الایمان ج ۶، رقم الحدیث ۷۳۹۰)

یونس بن اسحاق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسے تم ہو گے ویسے تم پر حکام بنائے جائیں گے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (شعب الایمان ج ۶، رقم الحدیث ۷۳۹۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے ظلم پر ہو کر وہ ظلم مرگ اللہ کی ناراضگی میں رہے گا۔

(سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث ۲۵۹۸، سنن ابن ماجہ ج ۱، رقم الحدیث ۲۳۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سزا دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس پر بدترین لوگوں کو مامم بناتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا آتَاكُم مِّنْ شَيْءٍ قَبْلَ مَا كُنْتُمْ  
أَبْدِنَاكُمْ وَيَتَّقُوا عَن كُفْرِهِ (الشوریٰ: ۴۳) • کاموں کا نتیجہ ہے اور بہت سی باتوں کو وہ عطا فرماتا ہے۔

يَعُذِّرَ الْجَنَّةَ وَالْإِنْسَ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ

اسے جنت اور انسان کے گروہ : کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر میری آیات بیان

آیتي وَيُنذِرُوكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ

کرتے تھے اور تمہیں اس دن کی قیامت سے ڈراتے تھے ؟ وہ ہمیں گئے ہاں ہم خود اپنے غفلت گراہی

أَنفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ

دیتے ہیں اور (اب) انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا ہے اور انہوں نے خود اپنے غفلت گراہی دی

أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿۳۴﴾ ذَلِكَ أَن لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ

کہ وہ کافر تھے • یہ گراہی اس وجہ سے لی گئی کہ آپ کا رب بہترین کرہن ہلاک کرنے

الْقَرَّاءِ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَفْلُونَ ﴿۳۵﴾ وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّنْ عَمَلِهِمْ

والہ نہیں ہے درآں جہانکہ ان میں رہنے والے اشریت کے بنے خبر ہوں • اور ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق درجات ہیں

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۳۶﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ

اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے • اور آپ کا رب ہی مستغنی رحمت والا ہے



إِنْ يَشَاءُ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا

اگر وہ چاہے تو تمہیں سے جانے اور تمہاری جگہ پر جو لوگ چاہے سے آئے۔ جس طرح تم کو ایک

أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخِرِينَ ﴿۱۲۷﴾ إِنْ مَا تَوَعَّدُونَ لَا

اور تم سے پیدا کیا ہے۔ ﴿۱۲۷﴾ بیشک جس (روز قیامت) کا تم سے وعدہ

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۱۲۸﴾ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ

کیا گیسے وہ ضرور نہ آئے (اور تم انہیں) نہ کر کے دے گئے (میں) چاہے اسے میری قوم: تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو

إِنِّي عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ لَا مَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ

میں (اپنی جگہ) عمل کرنے والا ہوں، سو تم متعجب نہ ہو کہ آخرت میں کس کا انجام اچھا ہے۔

الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۱۲۹﴾

بے شک ظالم نجات نہیں پاتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر

میری آیات بیان کرتے تھے اور جنہیں اس دنیا کی طاقت سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے ہاں! ہم خود اپنے خلاف کوئی دیتے ہیں

اور اب انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا ہوا ہے اور انہوں نے خود اپنے خلاف کوئی دلی کہ وہ کافر تھے۔ (الانعام: ۱۳۰)

جنات کے لیے رسولوں کے ذکر کی توجیسات

اس آیت میں یہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنات سے بھی رسول مبعوث ہوتے رہے ہیں، علانکہ اس پر اتفاق ہے کہ

رسول صرف انسانوں سے مبعوث کیے گئے ہیں۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۔ جنات کے رسول سے رسول کا اصطلاحی اور صرف معنی مراد نہیں ہے، یعنی وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے انکام کی تبلیغ

کے لیے لوگوں کے پاس بھیجا ہو اور اس پر وہی نور کتب کا نزول ہو، بلکہ یہاں رسول سے منی مراد ہے۔ حضرت ابن عباس

نے فرمایا جنات کے رسول وہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے وحی سن کر اپنی قوم کو پہنچی، یعنی پہلے جیسا کہ قرآن مجید میں

ہے:

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ. فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ

تَنْذِيرِينَ ﴿۱۲۹﴾ (الاحقاف: ۱۲۹)

قُلْ أُوْحِي إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرَيْنِ الْجِنِّ

آپ کہنے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک

فَقَالُوا لَا تَسْجُدْ لِقُرْآنٍ فَسُوءُ الْعِبَادَةِ ۚ يَقُولُ الْإِنْسَانُ أَإِذَا دُعِيَ إِلَى الْإِسْلَامِ فَعُودًا ۖ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدِّينَ يُرِيدُونَ وَجْهًا لِلَّهِ (الحج: ۳۰-۳۲)  
 جماعت نے میری عبادت کو خود سے سنا تو انہوں نے (اپنی قوم سے) کہا ہے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

۲۔ مجاہد نے کہا انسانوں کی طرف رسولوں کو مبعوث کیا گیا ہے اور جنت کی طرف مندرجین کو اور اس آیت میں جنت کے رسول سے مراد مندرجین ہیں یعنی ڈرانے والے۔

۳۔ کہیں نے کہا کہ سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے انسانوں کو درجہ جنت دونوں کی طرف رسول بھیجے جاتے تھے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ سے پہلے ہر رسول صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور آپ کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ایک ہلکے سفالت سے میرا رب طاری کر دیا گیا تمام روئے زمین میرے لیے مسجد اور طہارت کا آئینہ بنا دی گئی۔ پس میرا امتیاز جسی جگہ بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے اور میرے لیے خشتوں کو حلال کر دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کی گئیں اور مجھے شفاعت دی گئی اور پہلے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔

(صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث: ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۲۹، صحیح مسلم المسند ج ۳، سنن ابی داؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۳۲، ج ۲، رقم الحدیث: ۴۳۶)

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا پہلے صرف انسانوں کی طرف رسول مبعوث ہوتے تھے اور ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ انسانوں کے بھی رسول ہیں اور جنت کے بھی رسول ہیں اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے (ساتھ) انبیاء علیہم السلام پر چودہ جہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جو اہم (جس کلام میں اتفاق کم ہوں اور معنی زیادہ) ملائیے گئے ہیں۔ رب سے میری مدد کی گئی ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا اور تمام روئے زمین کو میرے لیے آگہ طہارت اور مسجد بنا دیا اور مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا اور انبیاء کی بعثت مجھ پر ختم ہو گئی۔

(صحیح مسلم المسند ج ۵، سنن الترمذی ج ۲، رقم الحدیث: ۵۵۸، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۵۶۷، مسند احمد ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸، مطبوعہ دار الفکر)

۵۔ اس آیت میں تغلیب جنت کے بھٹن پر رسولوں کا اطلاق کیا گیا ہے، جیسے مذکر کو مونث پر غلبہ دیا جاتا ہے اور قرآن مجید کی آیات میں صرف مذکر کو خطاب کیا جاتا ہے اور مونث پر بھی مذکر کے صیغہ کا اطلاق کیا جاتا ہے، مثلاً کہ وہ ذکر نہیں ہوئی۔ اسی طرح جنت کے بھٹن پر بھی رسول کا اطلاق کر دیا گیا ہے، مثلاً کہ جنت میں معروف اور مصلح معنی میں رسول نہیں ہوتے۔ جنت کے بھٹن پر تغلیب رسول کا اطلاق اس لیے فرمایا ہے کہ یہ ان قیامت میں صرف انسانوں اور جنت سے حساب لیا جائے گا اور باقی مخلوق سے حساب نہیں لیا جائے گا اور جب جن دونوں گروہوں سے ثواب اور عذاب کے ترتیب کے لیے ایک طرح کا

حسب لیا جائے گا تو گویا یہ دونوں ایک جماعت ہیں اور ان سے ایک خطاب کیا گیا۔

جنت کو چھٹوں والی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ دونوں کی خلقت الگ الگ ہے۔ ان میں بھی مومن اور کافر ہوتے ہیں اور انہیں دونوں کا دشمن ہے۔ وہ ان کے کافروں سے دوستی رکھتا ہے اور ان کے مومنوں سے عداوت رکھتا ہے۔ ان میں بھی شیعوں، قدریہ اور مرہون وغیرہ فرستے ہیں۔ وہ ہماری کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کا یہ قول نکل کیا ہے:

وَ اَنَّا بَيْنَا السَّالِفِينَ مِثْرًا مُّطَوَّرًا ۝۱۳۵ (الحسن: ۱۳۵)  
اور ہم میں سے کچھ نیک ہیں اور کچھ اس کے خلاف ہم کی  
مسکوں میں حرق ہیں۔

وَ اَنَّا بَيْنَا السَّالِفِينَ مِثْرًا مُّطَوَّرًا ۝۱۳۶ (الحسن: ۱۳۶)  
اور ہم میں کچھ اللہ کے قربانوار ہیں اور ہم میں کچھ  
ظالمین ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خطاب کر کے فرمایا ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھ دیا ہے۔ اور قیامت کے دن جب ان کے معاذ خود ان کے خلاف گواہی دیں گے تو وہ اپنے شرک کا اعتراف کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہ گواہی اس وجہ سے لی گئی) کہ آپ کا رب بتیوں کو غلط ہلاک کرنے والا نہیں ہے اور انھیں ان میں رہنے والے (شریت سے) اپنے خیر ہوں۔ (الانعام: ۱۳۱)

جن علاقوں میں اسلام کا پیغام نہیں پہنچا وہاں کے باشندوں کا حکم

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رسولوں کو بھیجا ہے اور انہوں نے لوگوں کو کفر اور شرک پر عذاب الہی سے ڈرایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے کتابیں اور صحائف نازل کیے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاری ہے یہ ہے کہ جب تک کسی قوم کے پاس اللہ کی طرف سے ایمان لانے کی دعوت نہ پہنچے اللہ تعالیٰ اس قوم کو گمراہی میں کرنے کے لیے عذاب نہیں بھیجتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَن تَرَىٰ اِلَّا خَلَاءً مِّثْلًا نَّذِيرًا ۝۱۳۷ (فاطر: ۱۳۷)  
وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُولًا اَنِ اعْبُدُوا  
اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الصَّغَاوَاتِ ۝۱۳۸ (الحمل: ۱۳۸)  
وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝۱۳۹

اور ہر قوم میں ایک ڈرانے والا کر دیا گیا ہے۔  
اور ہر قوم میں رسول بھیجا کہ اللہ کی  
عبادت کرو اور شیطان سے بچو۔  
ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک  
کہ ہم رسول نہ بھیج دیں۔ (انہو اسرائیل: ۱۵۰)

ان آیتوں سے یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ جن علاقوں میں باخضر اسلام کا پیغام نہیں پہنچا ان کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کے واحد ہونے کو یقین دہانہ کافی ہے ان کی نجات ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہر ایک کے لیے اس کے عمل کے مطابق درجات ہیں اور آپ کا رب ان کے اعمال سے  
بے خبر نہیں ہے۔ (الانعام: ۱۳۲)

آیا مومن جن جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں میں سے ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق درجات ملے گی۔ اس آیت سے ثابت  
ہو گیا ہے کہ مومن جن جنت میں داخل ہوں گے۔ حسب ذیل آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی طرح فرمایا ہے:

أُولَئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ مِنِّي أَنَّهُمْ  
 قَدْ خَسِرُوا مِن فَنَائِهِمْ وَأَنَّهُمْ  
 كَانُوا حَنِيفِينَ ۖ قَوْلِي كُنْ فَيَكُنْ لَهُمُ الْوَسْطُ  
 يَوْمَ يَقْبِضُهُمْ وَعَمَّا لَهُمْ وَهُمْ لَا يُخْلَعُونَ ۝

یہ گزری ہوئی قوموں میں سے جن اور انہی کے وہ لوگ  
 ہیں جن پر اللہ کی بات پوری ہو کر رہی ہے یہ یقیناً نقصان اٹھانے  
 والوں میں سے تھے اور ہر ایک کے لئے ان کے کاموں کے  
 مطابق درجہ جات ہیں تاکہ اللہ انہیں ان کے کاموں کا پورا پورا

(الاحقاف: ۸۸-۸۹) اجماع سے اور ان پر بالکل علم میں کیا جائے گا۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسانوں کی طرح جنت میں سے بھی جو لمحات گزار اور نیکو کار ہو گا وہ جنت میں جائے  
 گا اور جو نافرمان اور بدکار کافر ہو گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ اس مسئلہ میں زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ اس کے برخلاف بعض علماء کی  
 رائے ہے کہ جنت جنت میں نہیں جائیں گے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۱۵ھ)

جنت کے دخول جنت کے متعلق علماء کی آراء

علامہ احمد شافعی ابن ابی حاتم ابن ابی حاتم ابن ابی حاتم ابن ابی حاتم

علامہ کاس پر اتفاق ہے کہ جنت میں سے مومنین کو آخرت میں کوئی ثواب نہیں ہو گا۔ اس کے کہ جن کو دوزخ سے نجات ہو جائے  
 گی۔ پھر جہانوں کی طرح ان سے بھی کہا جائے گا کہ تم مٹی ہو جلاؤ اور صحیح قول وہ ہے جس کو ابی حاتم ابن ابی حاتم ابن ابی حاتم ابن ابی حاتم  
 شافعی امام احمد اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ جن کو ان کی عبادات پر ثواب دیا جائے گا اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب  
 رضی اللہ عنہم سے یہ منقول ہے کہ جنت میں سے مومنین جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ قول ابن حزم نے جسور سے نقل کیا  
 ہے اور اس پر سورۃ الانعام کی اس آیت سے استدلال کیا ہے ولکل درجات موعود ۱۳۶۱ کیونکہ اس آیت کو جن  
 اور انہی کے ذکر کے بعد ذکر کیا گیا ہے اور امام ابو حنیفہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ کل ملائکہ جنت میں ہوں گے  
 اور کل شیائین دوزخ میں ہوں گے اور جنت اور دوزخ دونوں میں انسان اور جن ہوں گے۔

(حدیثی حدیثہ ص ۳۰ مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البانی حلبیہ دار الفکر بیروت ۱۳۵۹ھ)

مسلمان جنوں کے جنت میں داخل نہ ہونے کے دلائل

امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:  
 مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا مومن جن جنت میں داخل نہیں ہوں گے کیونکہ وہ ایس کی اولاد ہیں  
 اور ایس کی اولاد جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ (تیسرے امام ابن ابی حاتم ج ۱ ص ۳۶۷)

امام ابو حنیفہ ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

سورہ نے کہا کہ جن جنت میں داخل ہوں گے نہ ان میں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کو جنت سے نکال دیا۔ اب وہ ان  
 کے باپ کو جنت میں لوٹانے کا نہ ان کو۔ (آداب العیالہ رقم اللہ ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۳ھ)

مسلمان جنوں کے جنت میں داخل ہونے کے دلائل

امام عبد الرحمن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

یعقوب بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی حاتم نے کہا کہ جنوں کو ثواب ملے گا اور اس کی تحدید قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:  
 ولکل درجات موعود (الاحقاف: ۱۳۶) اور (جن و انس میں سے) ہر ایک کے لئے ان کے عمل کے

مطابق روایات ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۸۹) (۱۳۸۹ھ)

امام ابو الشیخ عبد اللہ بن محمد اسماعیلی حنفی ۳۹۹ھ روایت کرتے ہیں:

شماک بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مخلوق کی چار قسمیں ہیں۔ ایک قسم عمل جنت میں جائے گی وہ فرشتے ہیں اور دوسری قسم کل روزنہ میں جائے گی وہ شیاطین ہیں اور مخلوق کی دو قسمیں جنت اور روزنہ میں جائیں گی۔ وہ جن اور انسان ہیں ان کو ثواب بھی ہو گا اور عذاب بھی ہو گا (کتاب العظمتہ رقم الحدیث: ۵۶۰ مطبوعہ بیروت)

شماک نے کہا جن جنت میں داخل ہوں گے اور کھائیں اور پئیں گے۔ (کتاب العظمتہ رقم الحدیث: ۵۶۰ مطبوعہ بیروت)

ارطاة بن المنذر نے خمرہ بن حبیب سے پوچھا کیا جن جنت میں داخل ہوں گے؟ انہوں نے کہا ہاں! اور اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے:

لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِيهَا نِسَاءٌ وَفِيهَا أَزْوَاجٌ مُّشَابِهَاتٌ لَهُمْ فِي الْأَشْجَالِ (الرحمن: ۵۶) نے۔

انہوں نے کہا جنوں کے لیے جنت میں بنیات ہیں اور انسانوں کے لیے انیات ہیں۔

(کتاب العظمتہ رقم الحدیث: ۱۱۶۲ مطبوعہ بیروت)

حرفہ بیان کرتے ہیں کہ ابن وہب سے سوائے کیا گیا کہ آیا جنوں کے لیے ثواب اور عذاب ہو گا؟ ابن وہب نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَحَقَّقَ عَلَيْهِمُ الْقَوْلَ فَمَنْ أَمَّهُمْ قَدْ خَلَّتْ مِنْ قُلُوبِهِمْ قِيَرَةُ الْحَقِّ وَالْإِنْسِ بِأَنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۝ وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ تَرْتَبًا عَمَلُهُمْ ۝ رُبُّوْهُمْ عَلَيْهِمْ أَعْمَالُهُمْ وَهُمْ لَا يُعْذَرُونَ (الاحقاف: ۸۸-۸۹)

یہ گزری ہوئی قوموں میں سے جن اور انس کے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی بات پوری ہو کر رہی۔ یہ یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں اور ہر ایک کے لیے ان کے کاموں کے مطابق روایات ہیں کہ اللہ انیس ان کے کاموں کا پورا پورا اجر دے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(کتاب العظمتہ رقم الحدیث: ۱۱۶۳ مطبوعہ بیروت)

قرآن مجید کے ان واضح دلائل کے اعتبار سے انہی علماء کا نظریہ درست ہے جو کہتے ہیں کہ مسلمان جن جنت میں جائیں گے اور کافر جن روزنہ میں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کا رب ہی مستغنی رحمت والا ہے اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ جن لوگوں کو چاہے لے آئے جس طرح تم کو ایک اور قوم سے پیدا کیا ہے۔ (الانعام: ۳۳)

اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے کا معنی

اس آیت کا معنی یہ ہے اے عہدا (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے رب نے اپنے بندوں کو بعض کام کرنے کا حکم دیا ہے اور بعض کاموں سے منع کیا ہے اس کا یہ حکم دینا اپنے کسی قائد کسی غرض یا کسی عوض کے لیے نہیں ہے بلکہ ان کو اپنی مصلحت کرنے اور احکام بجالانے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ ان کی زندگی اور ان کی موت ان کا روزنہ اور ان کی روزی اور ان کا نفع اور ان کا نقصان اس کے ہاتھ میں ہے وہ اس کے عمل طور پر متکثر ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ مصلحت کر کے اپنی احتیاج اس کے

سامنے ظاہر کریں، تاکہ وہ ان پر اپنا لطف و کرم اور اپنا فضل و احسان کرے۔ نیز گناہوں کی آلودگی اور مصیبت کے زنگ سے ان کی روحیں مکدر اور غلطی ہوں گی۔ اس لیے ارواح بشریہ اور نفوس انسانیہ کو مطہر اور ابرار کے درجہ میں پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ ان کو اخلاقیات و عبادت کی ترقیب دی جائے اور ممنوعات اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کی جائے۔ سو اس لیے فرمایا کہ آپ کا رب مستغنی ہے، یعنی ان کو بندوں کی اطاعت اور عبادت کی احتیاج نہیں ہے۔ وہ رحمت والا ہے، اس لیے یہ انکام اس کی رحمت کا تقاضا ہیں، تاکہ اس کے بندے دائمی فوہ و فلاح حاصل کر سکیں۔

استغناء اور رحمت کا اللہ تعالیٰ میں منحصر ہونا

اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ اگر وہ مستغنی نہ ہو تو وہ اپنے کمال کے حصول میں غیر کا محتاج ہو گا اور جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کلام مفید محراب ہے، یعنی اس کے سوا اور کوئی مستغنی نہیں ہے، کیونکہ واجب لذات و احدی ہوتا ہے اور اس کے سوا سب ممکن ہیں اور سب اس کے محتاج ہیں۔ اسی طرح رحم فرمانے والا بھی دی ہے، اس کے سوا اور کوئی رحم کرنے والا نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں، بھوکے کو کھانا کھاتے ہیں، پیاسے کو پانی پلاتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کھانے پینے کی چیزیں پیدا نہ کرتا تو وہ کیسے کھاتے اور پلاتے اور اگر یہ چیزیں پیدا کر دی تھیں پھر بھی اگر رحم کرنے والے میں اتنی قدرت نہ ہوتی کہ وہ ان چیزوں کو حاصل کر سکتا تو وہ کیسے ان کو کھاتا اور پلاتا؟ اور اگر قدرت بھی ہوتی، لیکن اس کے دل میں اللہ تعالیٰ رحم کا جذبہ پیدا نہ کرتا تو وہ کیسے کھانا اور پانی؟ اور اگر یہ سب چاہے ہو تاہیں جس کو کھانا پلانا ہے، اس میں کھانے پینے کی قدرت نہ ہوتی، مثلاً اس کے منہ میں مہر ہو تا یا اس کا دہر کا جہر اچھلے جہزے پر بیٹھ جاتا اور اس کا منہ بند ہو جاتا تو وہ کیسے کھانا پیتا؟ اور یہ کیسے اس کو کھانا اور پانی؟ پس غور کیجئے کھانے پینے کی چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں، ان کے حصول کی قدرت بھی اس نے دی، دل میں رحم کا جذبہ بھی اس نے پیدا کیا، بھوکے اور پیاسے میں کھانے اور پینے کی صلاحیت اور قدرت بھی اس نے دی تو یہی رحم کرنے والا ہے۔ بندے نے کیا کیا ہے؟ پھر بندہ کا رحم کرنا کسی غرض اور کسی عوض کے لیے ہوتا ہے، کبھی سابق احسان کو اتارنے کے لیے رحم کرتا ہے، کبھی دنیا میں شریف، کبھی آخرت میں اجر کے لیے رحم کرتا ہے، کبھی اس لیے رحم کرتا ہے کہ وقت بڑھنے پر اس پر بھی رحم کیا جائے اور کبھی اس لیے کہ کسی ضرورت مند کو کچھ کر اس کے دل میں جو وقت پیدا ہوتی ہے، اس کو زائل کرنے کے لیے رحم کرتا ہے۔ سو بندہ جو رحم کرتا ہے، اس میں کسی غرض یا کسی عوض کی احتیاج ہوتی ہے اور ان اسباب کی احتیاج ہوتی ہے جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ اور جو ہر سبب ہر عوض اور ہر غرض سے مستغنی ہو کر رحم کرتا ہے، وہ صرف اللہ عز و جل ہے۔ اسی لیے فرمایا آپ کا رب ہی مستغنی ہے اور وہی رحمت والا ہے۔

اس آیت میں جو کچھ رحمت کا ذکر فرمایا ہے، اس وجہ سے ہو سکتا ہے کہ کوئی غرض یہ ممکن کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسی جنوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اس جنوں کے لوگوں نے اس کی اطاعت نہیں کی تو وہ اس جنوں کے لوگوں کو قتل کرے ایک اور قوم کو پیدا کر دے گا، جیسا کہ وہ ان لوگوں کو ایک اور نسل سے پیدا کر چکا ہے اور اس سے واضح ہو گیا کہ اس کے رحم ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس کی رحمت کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے، بلکہ وہ ہر قوم سے مستغنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جس (روز قیامت) کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، وہ ضرور آئے والا ہے، اور تم (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ (الانعام: ۱۳۳)

جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی تمہیر یہ ہے کہ ان سے قیامت کا وعدہ کیا گیا تھا اور وہ اس کا انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آئے دلی ہے اور تم اللہ کو اس کے لئے سے عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ اس میں اور بھی کئی اشکال ہیں کہ مسلمانوں سے جو ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور کفار اور منافقین کو جو عذاب کی وعید سنائی ہے وہ بھی آئے دلی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہتے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو میں (اپنی جگہ) عمل کرنے والا ہوں سو تم عنقریب جان لو گے کہ آخرت میں کس کا انجام اچھا ہے۔ بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے۔ (الانعام: ۱۳۵)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے طریق کار پر قائم رہو میں اپنے طریق کار پر قائم ہوں۔ اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ کفار کو کفر کے طریقہ پر قائم رہنے کا حکم کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم نجات کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ تنبیہ اور سرزنش کے طور پر ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے:

قَسَمَ شَاءَ قَلْبُیْ فِیْہِمْ وَمَنْ شَاءَ قَلْبُیْ کُفْرُہُمْ۔  
سو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

(الکہف: ۳۹)

اور اس تنبیہ پر اس آیت کا یہ آخری جملہ دلالت کرتا ہے سو عنقریب تم جان لو گے کہ آخرت میں کس کا انجام اچھا ہے

**وَجَعَلُوا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ**

اور انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اللہ

**نَصِیْبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰہِ بِزَعْمِہُمْ وَهٰذَا لِلشُّرَکَآئِنَا فَمَا کَانَ**

کے لیے منجز کر لیا اور بزمِ وحی یہ کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاؤں کے لیے ہے، سو جو حصہ ان کے

**لِلشُّرَکَآئِہُمْ فَلَا یَصِلُ اِلَی اللّٰہِ وَمَا کَانَ لِلّٰہِ فَہُوَ یَصِلُ**

شرکاؤں کے لیے ہے وہ اللہ کی طرف نہیں پہنچتا، اور جو حصہ اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شرکاؤں کی طرف

**اِلَی الشُّرَکَآئِہُمْ طُشَاءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَیِّنَ لِّلْکَافِرِیْنَ**

پہنچ جاتا ہے، یہ رنگ کیا بڑا فریب دہن کرتے ہیں ۵ اسی طرح ہر ایک مشرکین کے لیے ان کے

**مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِہُمْ شُرَکَآؤُہُمْ لَیُزِدُوْہُمْ وَّہُمْ**

شرکاؤں نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو مزین کر دیا تاکہ وہ انہیں ہلاک کر دیں اور

**لَیَلْبِسُوْا عَلَیْہُمْ دِیْنَہُمْ ط وَلَوْ شَاءَ اللّٰہُ مَا فَعَلُوْا فَذَرْہُمْ**

ان پر ان کے دین کو مشتبہ کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے سو آپ ان کو اور

صہبان القرآن

وَمَا يَفْقَرُونَ ﴿۱۳۰﴾ وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَاحَرَّتْ جِجَرُهُ لَئِيْطُهَا

ان کی افزا پرانہوں کو چھوڑ دیکے ○ اور انہوں نے کہا یہ مویشی اور کھیتی مخرج ہیں ، ان کو وہی کھائے گا جس کو

إِلَّا مَنْ تَشَاءُ بِذَعْبِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ

جہ چاہیں گے ، (بے پابندی ، ان کے ذمہ باطل میں ہے ، اور بعض مویشیوں پر سواری حرام کی گئی اور بعض مویشیوں

لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا

پر یہ (فوج کے وقت) اللہ کا نام نہیں لیتے ، اللہ پر افتراء کرتے ہوئے ، وہ مغرب میں ان کو ان کی افزا پرانہ

كَانُوا يَفْقَرُونَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ

کی سزا دے گا ○ اور انہوں نے کہا جو کچھ ان مویشیوں کے بطن میں ہے وہ ہمارے مردوں

لَذِكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَيْنَا رِجَالُهَا وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ

کے لیے مخصوص ہیں اور ہماری مردوں پر وہ حرام ہیں ، اور اگر وہ بچہ مردہ پیدا ہوا تو اس میں مرد

فِيهِ شُرَكَاءٌ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفُهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۳۲﴾

اور مرد میں سب شریک ہیں ، وہ ان کی من گھڑت باتوں کی مغرب میں لائے گا ، جبکہ وہ بہت محنت والا بہت جاننے والا ہے ○

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا

جبکہ ان لوگوں نے غبارہ پایا جنہوں نے حماقت اور جہالت کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا اور جو رزق اللہ نے بابت

رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۱۳۳﴾

اللہ پر افتراء پر دازی کر کے اس کو حرام قرار دیا ، جبکہ یہ گمراہ ہو گئے اور یہ جاہل اپنے نالائے تھے ہی نہیں ○

اللہ تعالیٰ کا اور شلو ہے : اور انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اللہ کے لیے مقرر

کیا اور بڑھ مویشی یہ کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے سو جو حصہ ان کے شرکاء کے لیے ہے وہ اللہ کی

طرف نہیں پہنچا اور جو حصہ اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شرکاء کی طرف پہنچ جائے یہ لوگ کیا بار افعال کرتے ہیں۔

(الانعام ۱۳۶)

اللہ تعالیٰ اور جنوں کے لیے بھلوں اور مویشیوں کی تقسیم کے محال

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فساد کی اس لیے خدمت کی تھی کہ وہ قیامت کا اور مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کا انکار کرتے



ہیں اور ان کے دیگر جاندار اقول کی مذمت کی تھی اور ان کی عقل اور سوچ کا ضعف اور قسوت بیان فرمایا تھا۔ ان کی ان ہی جہالت میں سے ایک یہ جہالت تھی کہ وہ اپنی ذرعی پیداوار اور مویشیوں میں سے کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص کر دیتے اور کچھ حصہ اپنے بچوں کے لیے اور اپنے زعم فاسد کے مطابق کہتے کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ بچوں کا ہے اور یہ ان کا کھل جھوٹ تھا اور یہ جھوٹ اس لیے تھا کہ انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے دو حصے کیے ایک اللہ کا اور ایک بچوں کا علانکہ سب کچھ اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے اور سب اسی کی ملکیت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو جو حصہ ان کے شرکاء کے لیے ہے وہ اللہ کی طرف نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شرکاء کی طرف پہنچ جاتا ہے۔ اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقول ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جن پہلوں کو انہوں نے اللہ کا حصہ قرار دیا تھا اگر ان میں سے کچھ بھل شیطان کے حصہ میں گر جاتے تو ان کو چھوڑ دیتے اور اگر شیطان کے حصہ کے پہلوں میں سے کچھ بھل اللہ کے حصہ میں گر جاتے تو ان کو بچن کر ان کی حفاظت کرتے اور ان کو شیطان کے حصہ میں ڈال دیتے۔ اسی طرح اللہ کے حصہ کی تکفیر میں پائی دیتے ہوئے اگر کچھ پائی تکفیر سے نکل جاتا تو اس کو نکلنے دیتے اور شیطان کے حصہ کی تکفیر میں سے پائی نکلنے لگتا تو اس کو روک لیتے۔

۲۔ حسن نے کہا اگر بچوں کے لیے رکھے ہوئے حصہ میں سے کوئی چیز خراب ہو جاتی تو اس کے بدلہ میں اللہ کے حصہ میں سے اتنی چیز اٹھا کر بچوں کے حصہ میں رکھ دیتے اور اگر اللہ کے رکھے ہوئے حصہ میں سے کوئی چیز خراب ہو جاتی تو اس کے بدلہ میں بچوں کے حصہ میں سے کوئی چیز نہ اٹھاتے۔

۳۔ قزو نے کہا اگر قحط آجائے تو اللہ کے حصہ میں رکھی ہوئی چیزوں کو کھلنے پینے کے کام میں لائے لیکن بچوں کے حصہ میں رکھی ہوئی چیزوں کو اسی طرح محفوظ رکھتے۔ (جامع البیان '۸ ج ۵ ص ۵۲، 'طحا' مطبوعہ دار الفکر '۱۵ ص ۱۵۳)

### اس تقسیم کی مذمت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ لوگ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں؟ اس فیصلہ کے برے ہونے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

۱۔ پہلوں اور غلہ کی حفاظت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حصہ پر بچوں اور شیطان کے حصہ کو ترجیح دی۔

۲۔ انہوں نے از خود کچھ حصہ بچوں کے لیے مخصوص کیا اور کچھ اللہ کے لیے علانکہ سب اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا تھا۔ یہ ان کی جہالت ہے۔

۳۔ حصوں کی یہ تقسیم انہوں نے بنیہ کسی عقلی اور شرعی دلیل کے کی اور یہ ان کی جہالت ہے۔

۴۔ پہلوں اور مویشیوں کی پیداوار میں بچوں کا کوئی دخل نہیں ہے نہ وہ ان پہلوں اور مویشیوں سے کوئی نفع حاصل کر سکتے ہیں تو پھر بچوں کے لیے پہلوں اور مویشیوں میں سے حصہ رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا کھن ان کی جہالت ہے۔

ان وجوہ سے ظاہر ہو گیا کہ مشرکین کا یہ بہت برا فیصلہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اسی طرح بہت سے مشرکین کے لیے ان کے شرکاء نے ان کی اولاد کے قتل کرنے کو مہزن کر دیا تاکہ وہ انہیں ہلاک کر دیں اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ کر دیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے سو آپ ان کو اور ان کی انفرادیتوں کو چھوڑ دیجئے۔ (الانعام ۷۳)

آیات سابقہ سے ارتباط

اس آیت کا مفسر یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اور بچوں کے لیے پہلوں اور مویشیوں کی تقسیم کرنا اپنے خالق اور مخرج کی

مہرقت سے نعلت جہالت تھی 'اسی طرح شیطان کے ورغلانے سے اپنی اولاد کو قتل کرنا بھی من کی نعلت جہالت اور مگر لٹی ہے۔ اس سے معلوم ہو تا ہے کہ من کے انکام اور افعال خوار باطل ہونے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

مجلد نے بیان کیا ہے کہ من کے شیطان نے من کو یہ حکم دیا کہ یہ اپنی اولاد کو قتل کر دیں 'تاکہ روزق میں کمی کی وجہ سے ان کو اولاد کی پرورش کرنے میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ اور بعض نے یہ کہا کہ شیطان نے من کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیں 'تاکہ بیٹی کے پاپ کو جس عار اور ذلت کا سامنا ہو تا ہے اس سے یہ بچ جائیں۔

(جامع البیان '۸۲: ۵۷ ص ۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

خاندانی منصوبہ بندی کی ترغیب اور تشہیر کا شرعی حکم

شیطان نے جو ان کے لیے قتل اولاد کو حزن کیا تھا اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ شیاطین نے من کے دلوں میں یہ خوف ڈالا کہ اگر بچے زیادہ ہو گئے تو ان کی پرورش مشکل ہوگی 'سودہ بھی روزق کے ذمے سے اپنے بچوں کو قتل کر دیتے تھے 'جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا نَحْسًا  
مَرَّةً فَهُمْ ذَاكُمُ (الاسراء: ۳۴)  
اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو سے قبل کہ وہ ناس (بزرگم) نہیں ہو سکی  
دیتے ہیں اور نہیں بھی۔

آج کل حکومتی ذرائع خرد اشاعت سے ضبط تولید اور خاندانی منصوبہ بندی کا بہت زیادہ دست پروردہ کیڑا کیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ کم بچے اور خوش حال مگر گناہور یہ کہا جاتا ہے کہ قیام پاکستان سے اب تک (۱۹۴۷ء تا ۱۹۷۳ء) پچاس سال میں ملک کی آبادی تقریباً چار گنی ہو چکی ہے 'اور ملک کی باقی ہوتی آبادی کے اس سیلاب کے آگے بعد چارہ حاضروری ہے۔ ملک کے وسائل آبادی کے اس سیلاب کے تحمل نہیں ہیں 'اس لیے بچہ دہی اچھے۔ لیکن خاندانی منصوبہ بندی اور ضبط تولید کی بنیاد بھی روزق کا خوف ہے اور یہی زمانہ جہالت میں کافروں اور مشرکوں کا نظریہ قلعہ جس کا قرآن مجید نے ختمی کے ساتھ رد کیا ہے 'اور نئی بیچہ پر زور دیا ہے کہ بچے زیادہ پیدا کیے جائیں۔

لحم ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۵۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معقل بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی بیچہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا 'مجھے ایک عورت ملی ہے جو بہت خوبصورت اور عمدہ خاندان کی ہے 'لیکن اس سے بچے نہیں ہوتے (وہ بانجھ) ہے 'کیا میں اس سے نکاح کر لوں؟ آپ نے فرمایا میں اودہ دوبارہ آیا اور پھر اجازت طلب کی 'آپ نے پھر منع فرمایا۔ اس نے تیسری مرتبہ آکر اجازت طلب کی 'تب آپ نے فرمایا مجھ سے کرنے والی اور بچہ پیدا کرنے والی عورتوں سے نکاح کر 'یہ کہ سب ملک میں تساری کثرت کی وجہ سے دوسری استخوان پر فقر کھول گئے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث: ۲۰۵۰ سنن ابی حاتم ج ۱ رقم الحدیث: ۲۲۲۷ صحیح ابن ماجہ ج ۱ رقم الحدیث: ۳۰۵۶، ۳۰۵۷، ۳۰۵۸ سنن سعید بن منصور رقم الحدیث: ۳۴۰ سند احمد ج ۳ ص ۲۳۵ سنن کبریٰ للبخاری ج ۲ ص ۸۸-۸۷ جمع الزوائد ج ۲ ص ۲۵۸-۲۵۹ رقم الحدیث: ۱۵۷۳۲)

قرآن مجید کی اس صریح آیت اور اس حدیث صحیح کا صاف اور صریح فضاہ اولاد کی کثرت ہے 'نہ کہ اولاد کی قلت! اس لیے خاندانی منصوبہ بندی اور ضبط تولید کا دوسرا سبب تولید اور اس میں کمی کی بنیاد پر پردہ کیڑا اسلام کے خلاف ہے 'اور اس کو کسی جبری قانون کے ذریعہ عوام پر لاگو کرنا شرعاً جائز نہیں ہے 'البتہ کسی صحیح شرعی عذر کی بناء پر جدید طبی طریقہ سے ضبط ولادت کو رد کا

جائے تو وہ جائز ہے۔

### ضبط تولید کے بارے میں مصنف کی تحقیق

مختاری منصوبہ بندی کو کسی علم قانون کے ذریعہ جبراً قائم مسلمانوں پر لاگو کر دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اول تو اس کی اجازت تمام مکاتب فقہ کے نزدیک حقیق طبع نہیں ہے۔ شیخ ابن حزم اور علامہ ردوائی عزل کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور بعض فقہاء کراہت کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں اور جو فقہاء اس کی بجا کراہت اجازت دیتے ہیں وہ اس کو بیوی کی اجازت کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔ اس لیے مختاری منصوبہ بندی کو کسی علم قانون کے ذریعہ ہر شخص پر لازم کر دینا شرعاً جائز نہیں ہے اور انفرادی طور پر بھی دو صورتوں میں مختاری منصوبہ بندی اصلاً جائز نہیں ہے۔

(الف) کوئی شخص عجبی رذق (حسبہ املاقی) کے خوف کی وجہ سے ضبط تولید کرے، یہ اس لیے ناجائز ہے کہ اس کا حرمت کی قطع ہو، تا قرآن مجید میں منصوص ہے لا تفسدوا اولادکم حسبہ املاقی (اسراء ۳۴۰)

(ب) کوئی شخص ٹریکیوں کی پیدائش سے احتراز کے لیے ضبط تولید کرے، کیونکہ ان کی تزویج میں مشقت اور عار کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ نیت زنا جلیبت کے مشرکین عرب کی ہے۔ قرآن اور حدیث میں اس کی مست زیادہ مذمت کی گئی ہے۔

جن صورتوں میں مخصوص حالات کے تحت انفرادی طور پر ضبط تولید جائز ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(الف) لونڈیوں سے ضبط تولید کرنا تاکہ اولاد مزید لونڈی اور غلام بننے سے محفوظ رہے، ہر چند کہ اب لونڈی غلاموں کا رواج نہیں ہے، لیکن اسلام کے احکام دائمی اور کلی ہیں۔ اگر کسی زائد میں یہ رواج ہو جائے تو لونڈیوں کے ساتھ ضبط تولید کا عمل جائز ہوگا۔

(ب) اگر سلسلہ تولید کو قائم رکھنے سے عورت کے شدید بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو ضبط تولید جائز ہے۔

(ج) اگر مسلسل پیدائش سے بچوں کی تربیت اور نمکدانت میں حرج کا خدشہ ہو تو وقفے سے پیدائش کے لیے ضبط تولید جائز ہے، کیونکہ جب گھر میں صرف ایک عورت ہو اور نو دس یا بیس دوسرا بچہ آجائے تو اس کے لیے دونوں بچوں کو سنبھالنا مشکل ہو تا ہے۔

(د) حمل اور وضع حمل کے وقتوں کے دوران بعض صورتوں میں منہا اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتا اس لیے زیادہ عرصہ تک بیوی سے جنسی خواہش پوری کرنے کی نیت سے ضبط تولید کرنا جائز ہے۔

(ه) بعض عورتوں کو آپریشن سے بچہ ہونے کی پوری کو آپریشن کی تکلیف اور جان کے خطرے سے بچانے کیلئے یہ عمل جائز ہے۔

(و) جب ہیٹ میں مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے تو ایسا طریقہ اختیار کرنا واجب ہے جس سے سلسلہ تولید باقیہ بند ہو جائے۔

(ز) اگر ماہر ڈاکٹریہ کے کہ مزید بچہ پیدا ہونے سے عورت کی جان خطرہ میں پڑ جائے گی تب بھی سلسلہ تولید کو بند کرنا واجب ہے۔

عزل کے علاوہ ضبط تولید کے حسب ذیل موانع طریقے بھی شرعاً جائز ہیں:

(الف) کھانے والی گولیاں اور انجکشن (ب) کیمیکل میٹھ (Chemical Methods) مثلاً فوم جیلی اور کریم وینو کا بیرونی استعمال (ج) ساتھی (Condom) (د) ڈایا فرام۔ (ه) بھلا (Loop) (و) علی بندی (Tubal Ligation)

آخر الذکر عمل یعنی علی بندی میں عورت کے سینہ دہن کی ٹیبل کو (Fallopian Tube) کاٹ کر ہٹا دیا جاتا ہے اس

عمل کے بعد عورت کبھی بھی پچہ پید کرنے کے قائل نہیں رہتی یہ عمل صرف دو صورتوں میں جائز ہے۔ ایک اس صورت میں جب عورت کا آپریشن سے پچہ پید ہو تا ہو اور مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے اور دوسری اس صورت میں جب کوئی ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ پچہ پید ہونے سے یا مزید پچہ پید ہونے سے عورت کی ہلاکت کا خطرہ ہے۔ ان صورتوں میں قائل بندی صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔

ضبط تولید کا ایک طریقہ شرما منوع ہے اور وہ ہے نس بندی (Vasec Tomy) اس عمل میں مرد کی جن ٹیوں سے تولیدی جراثیم (Sperm) گزرتے ہیں ان ٹیوں کو کٹ کر بندھ دیا جاتا ہے۔ اس عمل کے بعد مرد میں پچہ پید کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے۔

نس بندی سے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے موانع ہو جاتا ہے اور مرد کا اپنے آپ کو پانچہ کر لیتا جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے جسم کا خود مالک نہیں ہے انسان خود کو بیچ سکتا ہے نہ خود کسی کر کے خود کو ختم کر سکتا ہے نہ اپنا کوئی عضو کٹ کر کسی کو دے سکتا ہے 'اسی لیے اسلام میں اعضاء کی بیع نہ کلامی بھی جائز نہیں ہے۔ تاہم نس بندی بھی جائز نہیں ہے۔ صحیح مسلم کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ بعض صحابہ نے صرحت کی بناء پر رسول اللہ ﷺ سے خضی ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی اور شہوت کم کرنے کے لیے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۹ مطبوعہ کراچی

استقرار حمل کو روکنے کے لیے گولیاں کھائی جائیں، کیمیائی اشیاء لگائی جائیں یا خارجی حامل (ساختی اور بھلہ وغیرہ) کا استعمال کیا جائے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی عمل سے رکھت رکھتی سبب نہیں ہے۔ بسا اوقات دو ماہیں اور کیمیائی اشیاء اثر نہیں کرتیں، بعض مرتبہ ڈاکٹر فرام کے استعمال کے باوجود قطرات رحم میں چلے جاتے ہیں اور حمل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات بھلہ کے استعمال کے باوجود حمل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات کنڈوم (ساختی) پھٹ جاتا ہے اور قطرے رحم میں چلے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بیچ فرمایا ہے جس بانی سے پچہ پید ہوتا ہے اگر تم اس کو چھو رہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے پچہ پید کر دے گا اور یہ بار بار مشاہدہ ہوا کہ ضبط تولید کے تمام ذرائع استعمال کرنے کے باوجود پچہ پید ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات جڑواں بچہ بھی پید ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں ان تمام چیزوں کے معضرات بہت زیادہ ہیں۔ بھلہ اور ڈاکٹر فرام کے استعمال سے الرقی اور انفیکشن کی شکایات عام ہیں اور کھانے والی دواؤں سے سنا گیا ہے کہ چھاتی کا کینسر ہو جاتا ہے۔ انسان جب بھی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے فطری اور طبعی نظام سے مت کر کوئی کام کرے گا مشکلات میں گرفتار ہو گا۔ اس لیے ناگزیر حالات کے علاوہ ضبط تولید سے احتراز کرنا کا ہے۔

امام غزالی نے اپنے زمانے 'حالات' ضروریات اور وسائل کے اعتبار سے عمل کی پانچ صورتیں بیان کی ہیں۔ ایک صورت حرام 'ایک بدعت' اور تین صورتیں جائز قرار دی ہیں۔ سب سے پہلے ترقی یافتہ دور سے بہت سے نئے اسباب اور وسائل وجود میں آچکے ہیں اور ضروریات اور تقاضے بھی بدلتے گئے ہیں اور مسائل بھی زیادہ ہیں۔ اس اعتبار سے ہم نے ضبط تولید کی نو صورتیں بیان کی ہیں جن میں پانچ مباح (جائز ہیں) دو مباحات ہیں۔ اور دو صورتوں میں سلسلہ تولید ختم کرنا واجب ہے۔ ان میں عورت کی نسوانی اندوں والی ٹی (Fallopian Tube) کو کٹ کر بندھ دیا جاتا ہے تاکہ یہ نسوانی اندے رحم میں نہ داخل ہو سکیں اس عمل کو قائل بندی (Tubal Ligation) کہتے ہیں۔

بعض لوگوں کو یہ پریقینی ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں ہے وما من دابة الا علی اللہ رقیہا (معد ۶)

زمین پر ملنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس لیے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف ہے؟ ایسے لوگوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رزق کا ذمہ لے لیا ہے تو وہ حصول رزق کے لیے لوگوں اور کاروبار کیوں کرتے ہیں؟ مستقبل کے لیے رقم نہیں انداز کیوں کرتے ہیں؟ کیا ان کے لیے اہل اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف نہیں ہیں؟ پس جس طرح حصول رزق کے ذرائع اور اسباب کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف نہیں ہے، اسی طرح ہر معیشت کو کم کرنے کے لیے ضبط تولید کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی رزاقیت، ایمان اور توکل کے خلاف نہیں ہے اور بعض لوگوں کو یہ الجھن ہوتی ہے کہ ضبط تولید کرنا تقدیر پر ایمان کے خلاف ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پھر آپ مصائب اور پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں کرتے ہیں؟ جب تقدیر کا ہونا اٹل ہے اور تقدیر بدل نہیں سکتی تو آپ دعا کریں یا نہ کریں جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اسی طرح آپ بیمار بن جانے پر علاج کیوں کرتے ہیں؟ اگر تقدیر میں بیمار رہنا ہے تو آپ لاکھ علاج کریں، صحت مند نہیں ہو سکتے لیکن اس موقع پر آپ یہی کہتے ہیں کہ اسباب کو اختیار کرنا بھی جائز ہے، اسباب کو اگر اس نیت سے اختیار کیا جائے کہ یہ اسباب اللہ تعالیٰ کے علم اور تقدیر میں بدل کر دیں گے، تو یہ یقیناً غلط اور کھلا ہو اگرچہ۔ لیکن اگر اسباب کو اس نیت سے بروئے کار لایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں علاج کے حصول کے لیے اسباب کو پیدا کیا ہے اور اسباب کے حصول کے بعد جو نتیجہ سامنے آتا ہے، وہی دراصل تقدیر ہوتی ہے۔ ہم دعا اور علاج تقدیر بدلنے اور نظام قدرت میں مداخلت کے لیے نہیں کرتے، بلکہ اس لیے دعا اور علاج کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو راحت اور شفاء ہمارے لیے مقدور کی ہے اس کو جو دو میں لائیں۔ اسی طرح ضبط تولید کا عمل تقدیر کو بدلنے یا اللہ تعالیٰ کے نظام خلق میں مداخلت کے لیے نہیں ہے (اور اگر کوئی اس نیت سے کرے تو اس کے کلمہ میں کوئی شک نہیں، بلکہ ضبط تولید کا یہ عمل اس رکھوت اور بیدادگی میں اس وقت کو وجود میں لانے کے لیے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقدور کیا ہے۔

صحابہ کرام و رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عزل کرتے تھے اور بچہ کی پیدائش سے احترازی کے لیے کرتے تھے۔ کیا کوئی شخص یہ ممکن کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل نہیں تھا، اس لیے عزل کرتے تھے؟ یا صحابہ کرام کا تقدیر پر ایمان نہیں تھا، اس لیے عزل کرتے تھے؟ یا صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے نظام خلق میں مداخلت کے لیے غرض کرتے تھے۔ پس جان لیجئے کہ جس طرح صحابہ کرام کا عزل کرنا ان خواتین کی نیت سے نہیں تھا، بلکہ نیت جمہور کی بنا پر تھا، اسی طرح دوسرے مسلمانوں کے اس عمل کو بھی نیت جمہور پر محمول کرنا چاہیے۔

یاد رکھئے! اسباب و علل کو اختیار کرنا رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اور آپ کی ہریت ہے۔ آپ کئی کئی دنوں کے لیے کھانا لے کر غار میں جاتے تھے، ازواج کو ایک سال کے لیے خیر خیر دیتے تھے؟ ذرہ میں ملیں ہو کر میدان جنگ میں جاتے رہے ہیں، بیماری میں مختلف انواع سے آپ نے علاج کیا ہے اور صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کو علاج کرانے کی ہدایت دی ہے، اس لیے کسی ضرورت کے وقت ضبط تولید کرنا تعلیمات اسلام کے خلاف نہیں، بلکہ ایمان مطابق ہے۔

ہم نے ضبط تولید کے مسئلہ پر جو بحث کی ہے اور اس کی اباحت کی جو صورتیں بیان کی ہیں، یہ خاص طبی اور فقہی نوعیت کی بحث ہے۔ اور اس کو اسی تاثر میں چھٹا اور سمجھنا چاہیے اور یہ بحث اسلام کے اس عمومی فلسفے پر جتنی ہے کہ اسلام دین میر ہے، اور اس کے مبادیات اور اصولوں میں اتنی جامعیت اور ہمہ گیری ہے جو ہر دور کے پیش آمد مسائل اور پیچیدگیوں کا باعث حل پیش کر سکتے ہیں۔ اس سے خاص طور پر مستند اور سیکور فلسفے پر جتنی خاندانی منصوبہ بندی کی اس میں لاقوامی تحریک کی تائید و حمایت یا حوصلہ افزائی ہرگز مقصود نہیں ہے، جو موجودہ دور میں پراپیگنڈے کے محرور و ترغیب و تحریک کے مختلف طریقوں کو

ہم نے کھانا کر چلائی جا رہی ہے، بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ کسی اضطراری صورت حال، کسی فرد کی ایسی خاص ضرورت ہو جو معتدلت پر مبنی ہو یا واقعی ضرورت کے پیش نظر اسلام کی دی ہوئی رخصت کو بیان کر دیا جائے۔

جہاں تک دور جدید کے لحاظ پر سائنس نے خاندانی منصوبہ بندی کا حلقہ ہے تو یہ خاص اہم اور ماحول پر مبنی ہے اور اسلام میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس نظریہ کا مرکزی نقطہ اور محور یہ ہے کہ انسانی آبادی کے پھیلاؤ کو یا قطعہ منصوبہ بندی کے تحت محدود کر دیا جائے، تاکہ وسائل معاش اور اسباب معیشت کی عقلی کاسمتانہ کرپا نہ ہو، یہ خاص خود غرضی پر مبنی فلسفہ ہے۔ جس کی اساس یہ ہے کہ ہم اپنی آسائش کے لیے دوسرے انسانوں کا وجود ہداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ تاریخ انسانیت کا مطالعہ اور دور حاضر کے انسانوں کا مشاہدہ اور تجربہ یہ بتاتا ہے کہ ہر نئے دور میں نسل انسانی کی افزائش کے بلکہ وجود بحیثیت مجموعی انسان نے اپنے گزشتہ ادوار کے مقابلہ میں زیادہ صل اور پر آسائش زندگی بسر کی ہے اور دوسرا نسل رزق کے اعتبار سے بھی مرفہ الحال رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون قدرت ہے اور وسائل و اسباب سے برتر اور بالاتر رزق مخلوق کی حقیقی منصوبہ بندی قدرت مطلق نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جب اور جہاں ظاہری طور پر جغرافیائی، موسمی یا سائنسی اور طبی و فنی وجوہ کی بنا پر وسائل رزق انسانوں کے کسی گروہ یا کسی ملک یا قوم کے پاس ان کی ضرورت سے زیادہ جمع ہوئے تو بعض اوقات یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ انہوں نے اس سے غلوں خدا کو فیض یاب کرنے کی بجائے لاکھوں نسل فاسدہ میں برباد کیا اسے ضائع کر دیا (Dampening) زیادہ مناسب سمجھا، درحقیقت یہی وہ اقوام ہیں جو فلاح انسان اور انسان دوستی کے پرکشش نام پر زور کثیر صرف کر کے خاندانہ منصوبہ بندی کی کم کو ہم باندھ اقوام اور تیسری دنیا کے ممالک میں پھیلا رہی ہیں، حالانکہ آج بھی ایک سلامہ لوح رسالتی سے پورا جائے تو وہ یہی کہتا ہے کہ انسان کھانے کے لیے ایک منہ اور کھانے کے لیے دو ہاتھ لے کر پیدا ہوا ہے۔ گویا قدرت الہی اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اگر تم محنت اور مشقت کو گے تو روزی کے دروازے کبھی تم پر ٹک نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن ینق اللہ یمحملہ نہ محرم جہا و ہررقہ مس حیث لا یحسب (طلاق: ۴) جس شخص کے دل میں خوف خدا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے (اعمال غیب سے) اس میں کھول دے گا اور وہاں سے رزق عطا فرمائے گا، جہاں اس کا ہم و گمناں بھی نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور انہوں نے کہا یہ موسیٰ اور ہارون کیسے منع ہیں، ان کو وہی کھائے گا جس کو ہم چاہیں گے (یہ پابندی) ان کے ذمہ باطل میں ہے اور بعض موسیٰوں پر سواری حرام کی گئی اور بعض موسیٰوں پر یہ (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہیں لیتے، اللہ پر افتراء کرتے ہوئے، وہ عقرب ابن کو ان کی افتراء پر داناؤں کی مزارے لگ (الانعام: ۱۳۸) مشرکین کے خود ساختہ احکام کا رد اور ابطال

کفار اور مشرکین نے نہایت جاہلیت میں اپنے موسیٰوں اور اپنے بھتیجیوں کی تمن تمہیں کر دی تھیں:

۱۔ وہ موسیٰ اور کھیت، جن کے حلقہ وہ کہتے تھے، ان سے نفع اٹھانے کی غرض کے لیے جی جاتی تھیں، یہ ان کے باطل معبودوں اور بتوں کے لیے مخصوص ہیں۔ وہ سمجھتے تھے ان کو وہی شخص کھا سکتا ہے جس کو ہم کھانا چاہیں اور ان کو صرف بتوں کے مودعہ کھا سکتے ہیں، مگر تمہیں نہیں کھا سکتیں اور ان سے اس خود ساختہ قول پر کوئی دلیل نہیں تھی، عقلی نہ نفی۔

۲۔ وہ موسیٰ جن کی پشت حرام کر دی گئی تھی، ان پر کوئی سواری کر سکتا تھا اور نہ ان پر سلطان لاد سکتا تھا، ان جانوروں کو وہ الجواز، السوائب اور الحوائی کہتے تھے، ان کی تفصیل المائدہ: ۱۳۰ میں مقرر ہو چکی ہے۔

۳۔ وہ جانور جن پر ذبح کے وقت وہ اللہ کا نام نہیں لیتے تھے، وہ ان پر ذبح کے وقت صرف بتوں کا نام لیتے تھے اور ان سے



قرآن کا نور دیکھو گے اور وہ اسلام کی پشت بند ہو گا تو قرآن اس سے جاننا رہے گا اور وہ اس کو پس پشت پیٹک دے گا اور اپنے چوڑی پر ٹکوار سے ٹکڑے کرے گا اور اس پر شرک کی تسمت لگائے گا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! ان میں سے کون شرک کا صدیق ہو گا جس پر شرک کی تسمت لگائی گئی ہے؟ یا شرک کی تسمت لگائے والا۔ آپ نے فرمایا بلکہ شرک کی تسمت لگائے والا۔ اس حدیث کا امام ابوہلی موسیٰ نے روایت کیا ہے۔

(مختصر احادیث السادة المرحومة ابو احمد العشرہ ج ۸، رقم الحدیث ۶۶۹۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ)  
اللہ تعالیٰ کا ورثہ ہے: بے شک ان لوگوں نے شمارہ پلای جنہوں نے جہالت اور حلقہ کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا اور جو رزق اللہ نے دیا تھا اللہ پر افترا پر دہانی کر کے اس کو حرام قرار دیا۔ بے شک یہ گمراہ ہو گئے اور ہدایت پانے والے تھے ہی نہیں۔ (انعام ۱۳۰)  
بیٹیوں کو قتل کرنے کی شقاوت

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ زائد جاہلیت میں جن لوگوں نے اپنی اولاد کو قتل کیا اور ان کو زندہ درگور کر دیا ان لوگوں نے نقصان اٹھایا۔ ان لوگوں نے اپنی جہالت سے اپنی اولاد کو قتل کیا۔ یہ شک دہشتی اور ہتک رزق سے ڈرتے تھے اور یہ لوگ اس بات سے جاہل تھے کہ رزق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو پاکیزہ رزق دیا تھا اس کو انہوں نے اللہ تعالیٰ پر افتراء ہند کر حرام کر دیا اور یہ کھلی گمراہی میں پڑ گئے کیونکہ انہوں نے دین اور دنیا کی سعادت کو کھو دیا اور یہ ہدایت کو حاصل کرنے والے تھے بھی نہیں۔

علامہ قرطبی ماہی متنی ۶۶۸ھ نے بیان کیا ہے کہ روایت ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص بیٹہ مغموم رہتا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ تم کیوں مغموم رہتے ہو؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے زائد جاہلیت میں ایک بہت بڑا گنہہ کیا تھا اور میں ڈرتا ہوں کہ اللہ میرے اس گنہہ کو نہیں بخشے گا۔ خواتین مسلمان ہو چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ! تمہارا گنہہ کیا تھا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں ان لوگوں میں سے تھا جو اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ میرے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی اس کی ماں نے مجھ سے سفارش کی کہ میں اس کو چھوڑ دوں حتیٰ کہ وہ بڑی ہو گئی، حتیٰ کہ وہ عورتوں میں حسین ترین لڑکی تھی۔ لوگوں نے اس سے نکاح کرنے کا بیٹام دیا مجھے اس پر عار آیا اور میرے دل نے یہ بدادشت نہیں کیا کہ میں اس کا نکاح کر دوں یا اس کو بغیر نکاح کے رہنے دوں۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا میں اس کو فلاں فلاں قبیلہ میں اپنے رشتہ داروں سے ملانے کے لیے جا رہا ہوں وہ یہ سن کر خوش ہوئی۔ اس نے اس کو اٹھے کپڑے اور زہر پڑانے میں اس کو لے گیا حتیٰ کہ میں ایک کونہ پر پہنچا اور میں نے کونہ میں جھانک کر دیکھا وہ لڑکی مجھ جی کہ میں اس کو کونہ میں ڈھانچا پاتا ہوں وہ مجھے چست گئی اور روئے گئی اور کہنے لگی اے میرے باپ! تمہارا کیا برا وہ ہے؟ تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ مجھے اس پر رحم آیا پھر میں نے کونہ کی طرف دیکھا اور مجھ پر پھر عار غالب آئی۔ وہ لڑکی پھر مجھ سے چست گئی اور کہنے لگی اے میرے باپ! میری ماں کی امانت کو ضائع نہ کر۔ میں نے پھر دہری مرتبہ کونہ کی طرف دیکھا اور پھر اس کی طرف دیکھا مجھے اس پر رحم آیا لیکن مجھ پر شیطان غالب آ گیا میں نے اس کو پکڑا اور اس کو اونٹ سے منہ کونہ میں ڈال دیا اور وہ کونہ میں چلا رہی تھی اے میرے باپ! تو نے مجھے مار ڈالا؟ میں اس کونہ پر ٹھہرا رہا حتیٰ کہ آواز آئی بند ہو گئی پھر میں واپس آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب یہ سن کر رونے لگے۔ اور آپ نے فرمایا اگر میں کسی شخص کو زائد جاہلیت کے فعل پر سزا دیتا تو تمہیں دیتا۔

(الماہج ۱۱، حکام القرآن ج ۷، ص ۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)



وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوسَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوسَاتٍ وَالتَّخْلُ وَ

اور وہی ہے جس نے بیوں والے باغ پیدا کیے اور جس نے دونوں والے باغ پیدا کیے اور کھجور کے درخت اور کھیت لگانے والے کے کھیت

الزَّرْعَ فَخْتِلِفًا أَكْلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالزَّمَانُ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ

مختلف ہیں اور زیتون اور انار اگاسے جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور مختلف ہیں

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا

جب وہ درخت پھل دار ہوں تو ان کے پھلوں سے کھاؤ اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو ان کا حق ادا کر دو اور

إِنَّهُ لَا يَحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿۱۳۴﴾ وَمِنَ الْإِنْعَامِ حُمُولَةٌ وَفَرَسًا كَلُوا

بے جا خرچ نہ کرو، جبکہ اللہ تعالیٰ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۱۳۴ اور اس نے بعض (قد آور) مویشی پیدا کیے جو بوجہ اٹھانے

مَتَارِقُكُمْ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ

والے ہیں اور بعض زمین سے گئے گئے (کوتاہ قد) مویشی پیدا کیے، اللہ نے تمہیں جو رنڈ دیا ہے اس کا قافلو شیطان کے قدموں پر چلو، جبکہ وہ

مُبِينٌ ﴿۱۳۵﴾ ثَمَانِيَةَ أَمْثَالِ الْوَاجِ مِنَ الصَّائِغِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ

تمہارا کھلا ہوا وزن ۸۰ اٹھارے سے زیادہ ہے، دو بیکڑ کی قسم سے اور دو بکری کی قسم سے،

اثْنَيْنِ قُلْ ءَالِدَاكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْاُنْتَيْنِ اَمَّا اسْتَمَلْتُ

آپ کیسے کیا اس نے دو نر حرام کیے یا دو مادہ حرام ہیں، یا وہ جسے دونوں مادہ اپنے

عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْتَيْنِ يُبَيِّنُ بَعْلُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

بیٹوں میں سے ہوتے ہیں، بے علی دلیل سے خبر دو اگر تم سچے ہو

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ ءَالِدَاكَرَيْنِ

اور اللہ نے اونٹ کی قسم سے دو اور گائے کی قسم سے دو (دو بڑے) پیدا کیے آپ کیسے کیا اس نے دو نر

حَرَّمَ اَمِ الْاُنْتَيْنِ اَمَّا اسْتَمَلْتُ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْتَيْنِ اَم

حرام کیے یا دو مادہ حرام ہیں، یا وہ جسے دونوں مادہ اپنے بیٹوں میں سے ہوتے ہیں، یا تم اس

كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ وَصَّيْكُمْ اللّٰهُ بِهٰذَا ۖ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

وقت حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا تھا، سو اس سے بڑا ظالم اور گنہگار جو اللہ

عَلٰى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

بدانرا پر ہدایت کرے تاکہ وہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے۔ بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت

الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۝

انہیں دیتا ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی ہے جس نے بیلوں والے بلوغ پیدا کیے اور جس نے درختوں والے بلوغ پیدا کیے اور مجبور کے درخت اور کھیت اگائے، جن کے کھانے مختلف ہیں اور زمین اور ابار اگائے جو ایک دوسرے سے ملنے ملتے ہیں اور مختلف بھی۔ جب وہ درخت پھل دار ہوں تو ان کے پھلوں سے کھو اور جب ان کی کھیتی کا دن آئے تو ان کا حق لوارا کر دو اور بے جا خرچ نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الانعام: ۱۴۱)

مشکل الفاظ کے معانی

معروضات: یہ لفظ عرش سے بنا ہے، عرش کا معنی ہے چھت۔ جس چیز پر بلاشبہ بیٹھا ہے اس کو بھی بلندی کی وجہ سے عرش (نعت) کہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں عرش الکرم میں نے انگوڑی چھت بنادی، یعنی انگوڑی بیلیں اس طرح پھیلا دیں کہ ان سے چھت بن گئی۔ اس آیت میں حیات معروضات سے مراد وہ بلوغ ہیں جن میں پھلوں کی بیلیں ہوں، مثلاً انگوڑی کی یا غریزہ اور قریوڑ کی۔

غیر معروضات: جن پھلوں کے درختوں کو زمین پر چھوڑ دیا گیا ہو جو اپنے سے اور شاخوں کی وجہ سے کسی چھت پر ڈالے جانے سے مستثنیٰ ہوں۔

حصص: یہ لفظ حصہ سے بنا ہے جس کا معنی ہے فصل کاشت درختوں سے پھلوں کے توڑنے کو بھی حصہ کہتے ہیں۔

وجود باری اور توحید پر دلیل

قرآن مجید کا موضوع توحید، رسالت، احکام، شریعہ، مصلو اور جزا و سزا کو بیان کرتا ہے۔ اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو سزا دی کہ جن کو شرک کرتے تھے اور انہیں خود احکام پالیتے تھے اس کے بعد اب ہم اصل مقصود کی طرف توجہ دیا اور وجود باری اور توحید پر دلائل دیئے۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیلوں اور درختوں والے پھات پیدا کیے اور مجبور کے درخت اور کھیت پیدا کیے۔ ان پھلوں کی فصل و صورت، ان کا رنگ، ان کی خوشبو اور ان کا ذائقہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اسی طرح کھیتوں سے جو فائدہ پیدا ہوتا ہے، ان کی فصل، ان کا ذائقہ اور ان کے فائدہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یہ چیزیں انہیں خود پیدا نہیں ہوئیں، انہیں سورج، چاند اور ستاروں نے پیدا کی ہیں۔ کیونکہ جب وہ غروب ہو جاتے ہیں تب بھی یہ چیزیں اسی طرح برقرار رہتی ہیں۔ مگر دیکھ کر لوگ جو اللہ کے سوا اور چیزوں کی خدائی کے قائل ہیں، ان چیزوں میں سے کسی نے بھی یہ دعویٰ

نہیں کیا کہ وہ ان باتوں اور کھیتوں کے پیدا کرنے والے ہیں۔ بلکہ اللہ کے سوا کوئی بھی ان کے پیدا کرنے کا دعویٰ دار نہیں ہے تو پھر ہم کیوں نہ انہیں کہ لکھ دی دنیا بھر کے پھول، کھیتوں اور ہرے بھرے جنگوں کا خالق ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ وہ نہایت کا خالق ہے تو یہ لوازمات 'میلومات انسانوں' جنوں اور فرشتوں اور ساری کائنات کا بھی وہی خالق ہے اور وہی مہلت کا مستحق ہے۔

**فصل کی کٹائی کے حق سے مراد عشر ہے یا عام صدقہ؟**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب فصل کی کٹائی کا دن آئے تو اس کا حق ادا کرو۔

علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی حنفی صوفی ۷۰۰ سے لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ، جابر بن زیدؓ، محمد بن حنفیہؓ، حسن بصریؓ، سعید بن مسیبؓ، خلاص بن مسلمؓ، قتادہ اور ضحاک کا یہ قول ہے کہ اس حق سے مراد عشر (پیداوار کا سو فی صد) اور نصف عشر (پیداوار کا بیسواں حصہ) ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس حق کو اس حدیث نے منسوخ کر دیا جس میں عشر اور نصف عشر کو فرض کیا گیا 'اور یہ قول اس اصول پر مبنی ہے کہ قرآن کے حکم کو سخت سے منسوخ کرنا جائز ہے' حسن بصریؓ سے روایت ہے کہ اس حکم کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا 'ضحاک نے کہا ہے کہ قرآن میں مذکور ہر صدقہ کو زکوٰۃ نے منسوخ کر دیا 'اور حضرت ابن عمرؓ اور مجاہدؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت ٹھیکہ (غیر منسوخ) ہے اور فصل کی کٹائی کے وقت اس حق کو ادا کرنا واجب ہے اور یہ حق زکوٰۃ کے علاوہ ہے اور روایت ہے کہ نبی ﷺ نے رات کے وقت مجبور توڑنے اور فصل کاٹنے سے منع فرمایا ہے۔ سفیان بن عیینہؓ نے کہا کہ یہ ممانعت اس لیے ہے تاکہ دن میں کٹائی کے وقت مساکین آسکیں۔ مجاہدؓ نے کہا جب فصل کٹائی جائے تو اس میں سے کچھ حصہ مساکین کو دیا جائے 'اس طرح جب درخت سے مجبور دیں توڑی جائیں تو کچھ مجبور دیں ان کو دی جائیں۔ اسی طرح جب ان کو صلح کے سبب سے چلا جائے تو ان کو کچھ مجبور دیں دی جائیں۔ (المکرم القرآن ج ۳ ص ۳۰۰) مسطورہ سبیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس آیت میں فصل کی کٹائی کے حق سے مراد عشر یا نصف عشر ہے اور حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس حق سے مراد عام صدقہ ہے اور یہ حق زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما کا قول اس لیے راجح ہے کہ اس حدیث میں بھی ارضی پیداوار کی زکوٰۃ 'عشر یا نصف عشر بیان کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو باغ یا کھیت بارش سے یا چشموں سے یا بارش کے جمع شدہ پانی سے سیراب کیا گیا ہو 'اس میں عشر ہے اور جن کو کنوئیں سے پانی حاصل کر کے سیراب کیا گیا ہو 'اس میں نصف عشر ہے۔

اصح البخاری ج ۲ رقم الحدیث ۷۰۰، سنن الترمذی ج ۲ رقم الحدیث ۳۰۰، صحیح مسلم زکوٰۃ ۷۰۰، سنن ابوداؤد ج ۲ رقم الحدیث ۵۷۷، سنن النسائی ج ۲ رقم الحدیث ۳۳۸۹

عشر کے نصاب میں مذکور واجب فقہاء

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک زمین کی پیداوار اقل یا کثیر 'اس میں عشر یا نصف عشر واجب ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پانچ دن (تقریباً تیس دن) سے کم کی مقدار میں عشر واجب نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو سعید خدریؓ جو بیڑ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا پانچ دن سے کم میں صدقہ نہیں ہے اور نہ پانچ دنوں سے کم میں صدقہ ہے اور نہ پانچ دنوں سے دو سو درہم '۳۰۰ گرام 'سازے بلدان تولد چاندی سے کم میں صدقہ ہے۔



وَلَا تَبْسُطُهَا كُلَّ الْبَسِطِ فَتَقْعُدَ مَلُوفًا  
تَحْشُرُونَ (الاسراء: ۳۹)  
اور نہ اپنا ہاتھ پوری طرح کھول دے کہ بھجارے حالت  
کیا کہ احتکار۔

ابن جریر نے کہا یہ آیت ثابت بن قیس بن عیس کے حلق نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے درخت سے کھجوریں  
توزیں اور کہا آج جو شخص بھی آئے گا میں اس کو کھلاؤں گا پھر وہ لوگوں کو کھجوریں کھلاتے رہے۔ حتیٰ کہ شام ہو گئی اور ان کے  
پاس ایک کھجور بھی باقی نہیں رہی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ بے جا خرچ نہ کرو۔ بے شک اللہ بے جا خرچ کرنے  
والوں کو پسند نہیں کرتے۔ (جامع البیان ۸: ۲۸۷ مسطورہ ملو اللہ کو صروت ۱۵۳۵)

حضرت حکیم بن حزام ریحوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین صدقہ وہ ہے جو خوشحالی کی حالت میں دیا  
جائے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بخرے اور صدقہ کی ابتداء اپنے خیال سے کرو۔

(مجمع مسلم ۱/۵۰۵ (۱۰۳۳) ۲۳۸ سنن ابی حنیفہ ج ۵، رقم الحدیث ۲۵۳۲، مجمع الباری ج ۶، رقم الحدیث ۵۳۵۶)  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا افضل صدقہ وہ ہے جو خوشحال چھوڑے اور بالا ہاتھ نیچے  
ہاتھ سے بخرے۔ صدقہ کی ابتداء اپنے خیال سے کرو۔ پیوی کے کی مجھے کھلاؤ یا مجھے طلاق دو۔ تو کر کے گانچے کھلاؤ اور مجھ سے کلام  
نویزنا کے گانچے کھلاؤ مجھے کس پر چھوڑتے ہو؟

(مجمع الباری ج ۶، رقم الحدیث ۵۳۵۵، مسند احمد ج ۲، رقم الحدیث ۲۴۵، السنن ج ۵، رقم الحدیث ۷۵۱، مسند ابی حنیفہ ج ۱، رقم الحدیث ۱۱۳۲)  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا صدقہ کرو۔ ایک شخص نے  
کہا یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو اپنے نفس پر خرچ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار  
ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو اپنی اولاد پر  
خرچ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ نے فرمایا تم کو زیادہ معلوم ہے۔ یعنی تم کو زیادہ معلوم ہے تمہارے  
رشتہ داروں میں کون زیادہ ضرورت مند ہے؟ اس کو دو۔

(سنن ابی داؤد ج ۲، رقم الحدیث ۲۸۸، سنن ابی حنیفہ ج ۵، رقم الحدیث ۲۵۳۲، مسند ابی حنیفہ ج ۱، رقم الحدیث ۷۵۱، مسند احمد ج ۲،  
مجمع ابن حبان ج ۸، رقم الحدیث ۲۳۳۸، مسند رک ج ۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۷، رقم الحدیث ۱۳۳۶)

حضرت طارق عابدی ریحوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خلبہ دیا اور فرمایا دینے والے کا  
ہاتھ بلند ہو تب سے اور صدقہ کی ابتداء اپنے خیال سے کرو۔ اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بہن اور اپنے بھائی کو دو۔ پھر جو تمہارے زیادہ  
قریب ہوں اور جو ان سے قریب ہوں۔

(سنن ابی حنیفہ ج ۵، رقم الحدیث ۲۵۳۱، مجمع ابن حبان ج ۸، رقم الحدیث ۲۳۳۸، سنن ابی حنیفہ ج ۵، رقم الحدیث ۷۵۱، مسند  
ابن ابی شیبہ ج ۳، رقم الحدیث ۲۳۸، مسند الکبیر ج ۸، رقم الحدیث ۵۸، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸، رقم الحدیث ۲۳۳۸، مسند احمد ج ۳، رقم الحدیث ۲۳۳۸)

ان احادیث میں ماں باپ اور بیوی بچوں پر جو صدقہ کی ابتداء کرنے کا حکم ہے اس سے مراد صدقہ نفلہ ہے کیونکہ صدقہ  
واجب کو ان پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ جس شخص کا دل مضبوط ہو اور اس کا نفس مستحق ہو اور وہ اللہ تعالیٰ پر متوکل ہو اور وہ  
اکمل ہو اس پر ماں باپ، بیوی بچوں اور یمن بھائیوں کی ذمہ داری اور یمن کی پرورش کا بار نہ ہو اور وہ علیٰ حقوق سے حلقی اللہ  
تعالیٰ کے تمام فرائض ادا کر چکا ہو تو وہ اگر اللہ کی رضا میں اپنا سارا مال خرچ کر دے تو یہ جائز ہے اور اسراف نہیں ہے۔

امام عبد الرحمن بن محمد بن کثیر اور ابن کثیر نے حاکم متوفی ۴۰۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

نہا نے کہا کہ تم ابو قیس (ایک پہاڑی کے برابر سونا بھی اللہ کی اطاعت میں خیرات کر دو تو یہ اسراف نہیں ہے اور اگر تم ایک صلح (چار کلو) بھی اللہ کی معصیت میں خرچ کر دو تو یہ اسراف ہے۔ (ترمذی ص: ۱۶۳۳)

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۳۹۹ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ بک کرمہ ۱۴۰۱ھ)

امام ابو الشیخ نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ ابو بکر نے بیان کیا کہ لوگوں نے ابی بن معلو سے پوچھا اسراف کیا ہے؟ انہوں نے کہا جب تم اللہ کے حکم سے تجلّز کر دو تو یہ اسراف ہے۔ سفیان بن حسین نے کہا جب تم اللہ کے حکم میں کمی کر دو تو یہ اسراف ہے۔ (در مشور ج ۳ ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۳۳ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس نے بعض قد اور موٹی پیدا کیے جو بوجھ اٹھانے والے ہیں اور بعض زمین سے نکلے ہوئے (کوئلہ قد) موٹی پیدا کیے اللہ نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس سے کھلے اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو' بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ (الانعام: ۱۳۲)

مویٹیوں کے وجود میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مزید نعمتوں اور برکتوں کا بیان فرمایا ہے کہ اس نے سواری اور بوجھ لانے کے لیے بڑے بڑے اور قد آور جانور پیدا کیے جیسے گھوڑے، اونٹ، نعل اور مینے وغیرہ اور چھوٹے جانور پیدا کیے جن کو زمین پر بھارتیہ کیا جا سکتا ہے، پیسے، میسر، برکی اور دہنے وغیرہ۔ ان جانوروں سے ۱۳۵ھ حاصل کیا جاتا ہے جو ہماری غذائی ضرورت پورا کرتے ہیں اور ان سے اون بھی حاصل کیا جاتا ہے جو ہماری لباس کی ضرورت پورا کرتے ہیں، جیسا کہ ان آیات میں فرمایا ہے:

کیا انہوں نے بے فہم دیکھا کہ ہم نے اپنے دست قد و ست ان کے لیے موٹی پیدا کیے جن کے دو مالک ہیں اور ہم نے ان مویٹیوں کو ان کے تابع کر دیا، سو وہ بعض بر سواری کرتے ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں اور ان کے لیے ان مویٹیوں میں مست قاتلہ ہے جس اور پینے کی چیز میں ہیں وکیلہ و شکر میں کرتے۔

اور بے شک مویٹیوں میں تمہارا بے تمام خور ہے، ہم جس اس چیز سے پلاتے ہیں جو ان کے پیٹ میں ہے جو برادر خون کے دو میان انے پیٹے والوں کے لیے خاص خوش گوار

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِنَّا صِلَاتٍ  
أَيُّهَا نَسْتَأْذِنُ فَمِنْ لَهَا مَلَكُوتٌ ۖ وَذَلَّلْنَاهَا  
لَهُمْ فَيَسْهَرُونَ لَهُمْ وَمِنْهَا يَكُونُونَ ۖ وَلَهُمْ  
مِنْهَا مَسَافِعٌ وَمِنْهَا يَكُونُونَ ۖ

(یس: ۱۶-۱۵)

وَأَن لَّكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةٌ لِّمَن يَتَذَكَّرُ ۖ لَكُمْ فِيهَا مَوْءِدَةٌ يَوْمَ الْحِسَابِ  
مِمَّنْ يَطْغَوْنَ ۖ مِمَّنْ يَبْنِي قَرْبًا ۖ وَذِي لَّسَا خَالِفًا  
سَائِغًا لِّلشَّيْرِ يَتَسَوَّى ۖ (الحمل: ۱۶)

- ۱۳۳ -

پھر اللہ تعالیٰ نے جس طرح غلہ جات اور پھلوں سے کھانے کا حکم دیا تھا اسی طرح اب ان مویٹیوں سے کھانے اور ان کا ۱۳۵ھ پینے کا حکم دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ درست اور کھیت ہوں یا موٹی، سب کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے منافع اور فوائد کے لیے پیدا فرمایا ہے، سو اس کو چاہیے کہ ان سے نفع حاصل کرے اور شیطان کے قدموں پر نہ چلے، کیونکہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے جیسا کہ ان آیتوں میں ارشاد ہے:

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، سو تم بھی اس کو دشمن بنانا چاہو، اور تمہارا وہاں گردہ اپنا گردہ کو اس کے لیے لٹانا ہے کہ وہ ۱۳۵ھ ذبح والے ہو جائیں۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا  
إِنَّمَا يَدْعُوهُمُ إِلَىٰ طَٰغُوْتِهِمْ ۖ فَاتَّخِذُوا مِنْ أَصْحَابِ  
الطَّٰغُوْتِ ۖ (مطهر: ۱۶)

ظہان القرآن

إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالشُّبُهَاتِ وَالْمَحْظَاةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۵۰﴾ البقرہ: ۱۷۸  
شیطان تم کو صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور  
اللہ کے حلقہ ایسا بات کئے کا جس کو تم نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے آٹھ جوڑے پیدا کیے 'دو بھیڑی قسم سے' اور دو بکری کی قسم سے 'آپ  
کئے: کہ کیا اس نے دو زحرام کیے یا دو مادہ حرام کیں 'یا وہ جسے دو دونوں مادہ اپنے پیٹ میں لیے ہوئے ہیں۔ مجھے علمی  
دلیل سے خبر دو اگر تم چپے ہو اور اللہ نے اونٹ کی قسم سے دو اور گائے کی قسم سے دو پیدا کیے۔ آپ کئے کہ کیا اس  
نے دو زحرام کیے 'یا دو مادہ حرام کیں 'یا وہ جسے دو دونوں مادہ اپنے پیٹ میں لیے ہوئے ہیں 'یا تم اس وقت حاضر تھے  
جب اللہ نے جنم دیا تھا' سو اس سے بڑا ظالم اور کون ہو گا؟ جو اللہ پر افترا پردازی کرے 'نا کہ وہ بغیر علم کے  
لوگوں کو گمراہ کرے' بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (الانعام: ۱۴۳-۱۴۲)

منظرہ اور قیاس کی اصل

وہ موسیٰ جو درالذوقہ اور کوئلہ تھے جن کی آٹھ قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک لونٹ اور لونٹنی کا جوڑا ہے 'دو سرا بیل اور  
گائے کا جوڑا ہے' تھرا میڈھا اور بھیڑ کا جوڑا ہے اور چوتھا بکرے اور بکری کا جوڑا ہے اور یہ کل آٹھ ہر ہیں۔

مشرکین عرب نے موسیٰوں میں سے بخیرہ 'سب' 'وسیلہ اور عام بنار کے لئے جو عام لوگوں کے لیے ان پر سواری کرنا پوچھ  
لا داناں کو کھانا اور ان کا دودھ پنا حرام کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے رسول کریم صلی علیہ وسلم آپ ان سے پوچھئے کیا اللہ تعالیٰ نے  
ان میں سے دو زحرام کیے ہیں 'اگر اللہ تعالیٰ نے نر کی صنف حرام کر دی ہے تو تم نر جانور کیوں کھاتے ہو اور اگر اللہ نے مادہ کی  
صنف حرام کر دی ہے تو تم مادہ کیوں کھاتے ہو اور اگر اللہ نے دونوں حرام کر دیے ہیں تو تم نر و مادہ دونوں کیوں کھاتے ہو؟  
اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی صنف کو حرام نہیں کیا۔ یہ تحریم کے دعویٰ میں محض جھوٹے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس  
انکار کو مزید مستحکم کرنے کے لیے فرمایا کہ تم اس وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حرام کرنے  
کی وصیت فرمائی تھی؟ سو یہ محض تمہارا جھوٹ اور افتراء ہے اور اگر تم چپے ہو تو بتاؤ اللہ تعالیٰ نے کس نبی کی کتاب میں ان  
جانوروں کی تحریم بتائی تھی یا کس نبی پر وحی آئی تھی؟ اگر تمہارے پاس کوئی نسل ہے تو بیش کو 'ان آیتوں میں علمی مباحثہ اور  
مناعہ کے جواز پر دلیل ہے اور اس میں قیاس کی بھی اصل ہے کہ اگر اللہ نے ذکر کو حرام کیا ہے تو ہر ذکر حرام ہے اور اگر  
مومن کو حرام کیا ہے تو ہر مومن حرام ہے۔

قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى

آپ کیسے کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کسی کھانے

طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ

دلی پر ان چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا وہ مردار جو یا بہا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا

خَنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطَرَّ

گشت ہو کہ جس سے یا یہ طور نامزدی کے اس پر (دفعہ کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا ہو، سو وہ شخص مجبور

شیطان الغرر ان جلد سوم

غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَعَلَى الَّذِينَ

پر اور نہ وہ سرکش کرنے والا اور نہ عد سے بڑھنے والا ہر ایک ایک صیبت جتنے والا ہے حرام نہ دلا ہے ۵ اور یہ لوگوں پر

هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَةِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا تھا، اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی

شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ

تھی، مگر جو چربی ان کی پیٹوں پر ہو یا ان کی آنتوں پر ہو یا جو چربی ان کی بڑی

بَعْضُهُمْ بِغَيْرِ ذَنْبٍ جَزَيْنَهُمْ بِغَيْرِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿۱۴۹﴾ فَإِن

پر ہو، یہ ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی تھی اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں ۵ پس اگر وہ آپ

كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ۖ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ

کی تکذیب کریں تو آپ کہیے کہ تمہارا رب بہت وسیع رحمت والا ہے اور اس کا دُعا جرم کرنے

الْقَوْمِ الْمَاجِرِينَ ﴿۱۵۰﴾ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا

دلوں سے مالا نہیں جاسکتا ۵ اب شرک یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے

أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۖ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ

باپ دادا اور ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے، اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے

مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ

بھی تکذیب کی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا دُعا چکھا، آپ کہیے کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ اگر ہے تو

فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۵۱﴾

اس کو نکال دے مانتے ہیں کہ وہ تم موت کی پیروی کرتے ہو اور تم محض الظن پر بات کرتے ہو ۵

قُلْ فَبِئْسَ الْخَبْرَةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۵۲﴾

آپ کہیے کہ قریٰ دلیل تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے، پس اگر اللہ چاہتا تو ہم سب کو ہدایت دے دیتا ۵



قُلْ هَلْ شَهِدَ آءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا

آپ مجھے کہہ دیجئے ان گواہوں کو پیش کرو جو یہ گواہی دیں کہ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے، پس اگر وہ

فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَبُوا

یہ دھڑلے ہو گواہی دیں تو (اے مخاطب) تم ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور نہ ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنا

بِأَيِّتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ يَرَوْنَهُمْ يَبْعُدُونَ ﴿١٥٠﴾

جنہوں نے ہماری آیت کی تکذیب کی ہے اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جو (دوسروں کو) اپنے رعبے برابر قرار دیتے ہیں ۱۵۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے جبری طرف ہونی کی گئی ہے، میں اس میں کسی کلمے والے پر امن چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں پاتا وہ مردار ہو، یا بہاوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ نجس ہے یا بے طور یا غفلتی کے اس پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ سو جو شخص مجبور ہو اور نہ وہ سرکشی کرے والا ہو نہ وہ سے بڑھنے والا ہو تو بے شک آپ کا رب بہت بخشنے والا ہے وہ ہم کو فراموش والا ہے۔ (الانعام: ۱۴۵)

قرآن اور حدیث میں حرام کیے ہوئے طعام کی تفصیل

نہانہ جاہلیت میں کفار اور شرکین بعض اشیاء کو از خود حلال کہتے اور بعض اشیاء کو از خود حرام کہتے، اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا کہ کسی چیز کا حلال کرنا اور کسی چیز کا حرام کرنا صرف وہی سے معلوم ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ کہنے کے مجھ پر جو وہی کی گئی ہے اس میں صرف چار چیزیں حرام کی گئی ہیں، وہ چار چیزیں یہ ہیں۔ مردار، بہاوا، خون، خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ ان کی تفسیر ہم المائدہ ۳۳ اور المائدہ ۳۴ میں تفصیل سے کر چکے ہیں، ان کا وہل مطالعہ فرمائیں۔ یہ سورت کی ہے اس لیے اس میں صرف ان چار چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ بعد میں نازل ہونے والی سورتوں میں اور بھی کئی چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی کئی جانوروں کو حرام فرمایا ہے، بعض دیگر جانوروں اور شراب کی حرمت کا بیان المائدہ میں ہے۔

(یہ چیزیں) تم پر حرام کر دی گئی ہیں مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور جس کا کھانا کھٹ گیا ہو، اور جو ضرب سے مارا گیا ہو اور جو ادب سے گر کر مر گیا ہو اور بیگ مارا ہو اور جس کو درد سے لے کھالیا ہو سو اس کے جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو اور جو جنوں کے تھان پر ذبح کیا گیا ہو اور جو بے غصہ کے خنزیر سے اپنی قسمت معلوم کرنا بھی تم پر حرام کیا گیا ہے۔ یہ سب کام گناہ ہیں۔

اسے ایمان والا شراب، جو اہل بیت اور قسمت معلوم کرنے کے تھرا (سب) غناک ہیں۔ شیطان کا لاس ہے جس سے تم ان

خَيْرَتٌ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمِمَّا أَهْلَ لِعَيْبِ اللّٰهِ وَالْمُتَخَفُّوۡ  
الْمَوْفُوۡدَةِ وَالْمُشْرَوۡبَةُ وَالطَّٰحِيۡحَةُ وَمِمَّا أَكَلَ  
السَّبۡعُ اِلَّا مَا ذَكَبْتُمْ عَلٰۤى النَّفۡسِ  
اَنْ تَتَخَفَتُوۡا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمۡ فَنۡسِیۡ

(المائدہ: ۳)

مِمَّا هَلَاكُمۡ مِنَ اَلۡنَّاسِ اَلۡخَمۡسَةُ اَلنَّٰفِثَةُ  
اَلۡاَنۡصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ

ضیاء القرآن

مَا تَجِدُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدہ ۳۰) سے بچنا کہ کباب ہو جائے۔

اور نبی ﷺ نے بھی کئی جانوروں کو حرام فرمایا ہے۔

حضرت ابو نعبلہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہر پکلیوں والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری 'ج' ۷، رقم الحدیث: ۵۷۸۰، ۵۷۸۱، صحیح مسلم 'المعید والذبايح' ۱۳، ۱۹۳۲، ۱۹۳۳، ۱۹۳۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر پکلیوں والے درندے اور ہر ناخن والے پرندے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم 'المعید والذبايح' ۱۲، ۱۸۳۳، سنن ابوداؤد 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۲۸۸۳، سنن ابن ماجہ 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۲۲۲۳،

موطائے امام مالک 'رقم الحدیث: ۳۰)

حضرت ابو نعبلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پانچ گروہوں کے گوشت کو حرام فرمادیا۔

(صحیح البخاری 'ج' ۷، رقم الحدیث: ۵۷۸، صحیح مسلم 'المعید والذبايح' ۱۳، ۱۸۳۳، سنن ابوالحسنی 'ج' ۷، رقم الحدیث: ۳۹۳۳)

حضرت عبدالرحمن بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے گدہ کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا۔

(سنن ابوداؤد 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۷۹۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے لیے دو مرد اور دو خون حلال

کیے گئے ہیں۔ دو مرد اور چھلی اور ڈی ہیں اور دو خون بھی اور تلی ہیں۔

(سنن ابن ماجہ 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۳۱۳، مسند احمد 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۵۷۷۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن جانوروں کو سمندر پر پھینک دے یا

جن سے پیچھے ہٹ جائے ان کو کھاؤ اور جو جانور سمندر میں مر جائیں اور مر کر اوپر آجائیں ان کو نہ کھاؤ۔

(سنن ابوداؤد 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۸۱۵، سنن ابن ماجہ 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۴۴۷)

کانٹے والے کتے، سب، بچھو، خیل اور کوسے کو نبی ﷺ نے حرم اور غیر حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح البخاری 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۸۸۳) اس لیے ان کو کھانا بھی حرام ہے۔

حشرات الارض اور بول دیر اور دیگر ہر قسم کی نجاست کے حرام ہونے پر تمام امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔

چھلی کو کھانا بلا مشق حلال ہے اور چھلی کے علاوہ بقی دریاؤں جانوروں میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ حرام

ہیں کیونکہ وہ سب نجیث ہیں یعنی طبع سلیم سے منقطع ہوتی ہے اور نجیث چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔

(حدیث ابوالخیرین 'ص' ۳۴۴)

وہ نبی مای ان کے لیے طیب چیزیں حلال کرتے ہیں اور

طیب چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ

الْجَنَائِزَ (الاعراف ۱۵۰)

امام مالک کے نزدیک تمام سمندری جانور حلال ہیں، مگر ان کے جن کی مثل خشکی میں حرام ہے۔ مثلاً حصیہ (ماشیہ

الدرستی 'ج' ۲، ص ۱۵) امام احمد کے نزدیک بھی چھلی سمیت تمام جانور حلال ہیں۔ البتہ ان کے نزدیک میزک کو کھانا جائز نہیں ہے۔

کیونکہ نبی ﷺ نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوالحسنی) اور یہ اس کی قریم کی دلیل ہے اور مگر کھانے اور کوچ ایک

قسم کی چھلی جس کی سونڈ پر آرا ہو آجے کو کھانا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں آدمیوں کو کھا جاتے ہیں۔ (سنن ابن قتادہ 'ص' ۱۵۰)

ج ۹ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت) امام شافعی کے نزدیک میزک کے سوا تمام سمندری جانوروں کو کھانا جائز ہے اور بعض ائمہ شافعیہ نے میزک کے کھانے کو بھی جائز کہا ہے۔ (المذہب ج ۲ ص ۲۵۰)

ائمہ ملائکہ کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيْفَةِ (المائدہ ۹۴)

تمارے لیے سمندری ہتھکڑ اور اس کا طعام حلال کر دیا گیا ہے تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لیے۔

اور اس حدیث سے بھی امن کا استدلال ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس پانی کم ہوتا ہے۔ اگر ہم اس پانی سے وضو کر لیں تو پیاسے رہ جائیں گے کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیں؟ آپ نے فرمایا سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مزار حلال ہے۔

(مجلس الترمذی ج ۱ رقم الحدیث ۳۸، سنن ابوداؤد ج ۱ رقم الحدیث ۸۳، سنن الترمذی ج ۱ رقم الحدیث ۵۰، سنن ابن ماجہ ج ۱ رقم الحدیث ۳۸۶، مسوط امام مالک رقم الحدیث ۳۳، المستدرک ج ۱ ص ۳۰، مجمع ابن جنہون رقم الحدیث ۲۲۳، المستطی رقم الحدیث ۳۳، مسند احمد ج ۲ رقم الحدیث ۲۲۳، طبع جدید مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۳، طبع قدیم)

علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ عطاء اور محمود بن دینار سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لیے سمندر میں ہر چیز کو حلال کر دیا ہے۔ (المعنی ج ۹ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۵۵ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہودیوں پر ہم نے ہر باغین والا جانور حرام کر دیا تھا اور ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی تھی مگر جو چربی ان کی پیٹھ پر ہو یا ان کی آنتوں پر ہو یا جو چربی ان کی پیٹھ پر ہو یہ ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی تھی اور یہ شک ہم ضرور سچے ہیں۔ (الانعام ۱۳۶)

بعض الفاظ کے معنی

دی طہر ناخن والے اس سے مراد ایسے جانور ہیں جن کے ناخن ان کی انگلیوں سے الگ نہ ہوں۔ جیسے اونٹ اور دیکر مونگھا اس کے برخلاف بھانڈے والے درندوں کے ناخن ان کی انگلیوں سے الگ ہو جاتے ہیں جن سے وہ شکار کرتے ہیں۔ شحم کا معنی ہے چربی اور المحواہا الخویہ کی جمع ہے اس کا معنی ہے آنت انتڑی۔

سیدنا محمد ﷺ کی نبوت پر ایک دلیل

امام ابن جریر حنفی ۱۰۱ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ناخن والے جانوروں سے مراد اونٹ، شتر مرغ اور اس قسم کے دیگر چوپائے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر نے کہا اس سے مراد ایسے جانور ہیں جن کی انگلیاں مکمل ہوئی نہ ہوں۔ قتادہ نے کہا اس سے مراد اونٹ، شتر مرغ اور پرندے ہیں۔

(جامع البیان ۸/۲ ص ۹۷-۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ان پر گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ فلاں شخص نے غر (شراب) فروخت کی ہے۔ حضرت عمر نے کہا اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو قتل کرے وہ نہیں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے ان پر چربی حرام کی گئی تھی انہوں نے اس کو بھلایا اور پھر

فروخت کر دیا۔ (صحیح البخاری: ج ۳، رقم الحديث: ۲۲۲۳، صحیح مسلم: المصابا: ۲۶، مسند احمد: ج ۱، رقم الحديث: ۱۷۷۰)

اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو جو اسرائیل پر ان کی سرکشی کی وجہ سے بطور سزا حرام کیا۔ تاکہ وہ انبیاء علیہم السلام کو بائع قتل کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور سوار کھاتے تھے اور دیگر جاندار جانوروں سے لوگوں کو بائع کھاتے تھے، اور یہ اس لیے ذکر فرمایا ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کسی چیز کو حرام نہیں کیا، اور اس کے جس کو حضرت یعقوب نے خود اپنے قفس پر حرام کیا تھا، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بائع کی خبر دی تھی جس کا کسی کو علم نہیں تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے شک ہم اس خبر میں ضرور سچے ہیں اور یہ یہود ناگھڑی کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ نے یہود کو بائع کی ایسی بات کی خبر دی، جس کا کسی کو علم نہیں تھا اور جس کو جاننے کے لیے وحی کے ساتھ کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اگر وہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہئے کہ تمہارا رب بہت وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب جرم کرنے والے لوگوں سے بڑا نہیں جاسکتا۔ (الانعام: ۱۴۷)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اسے بھی معلیٰ اللہ علیہ وسلم اگر یہ یہود اس خبر میں آپ کی تکذیب کریں جو ہم نے آپ کو بائع بیان کی ہے کہ ان کی سرکشی کی بنا پر ہم نے ان پر کیا کیا حرام کر دیا تھا تو آپ کہئے تمہارا رب پر رحم ہے۔ اس کی رحمت تمام مخلوق پر محیط ہے۔ خواہ وہ اس پر ایمان لائے ہوں یا نہ لائے ہوں۔ ایک ہوں یا دیگر ہوں۔ وہ نہ کافروں کو جلد پکڑتا ہے نہ گنہگاروں سے جلد انتقام لیتا ہے، اور وہ ایمان لائے والوں اور اطاعت گزاروں کو جو نبی میں چھوڑ دیتا اور ان کو ان کے اعمال کے ثواب سے محروم نہیں کرتا۔ لیکن جب ہجر سوں کی بد اعمالیوں کی سزا دینے کا وقت آئے گا تو پھر اس کے عذاب کو کوئی ان سے حل نہیں کئے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اب مشرک یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک کرتے نہ ہوتے، ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا عذاب پتھلہ آپ کہئے کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ (اگر ہے تو اس کو ہمارے سامنے پیش کرو تم صرف عن کی پیروی کرتے ہو اور تم محض انکل بچے سے بات کرتے ہو۔ (الانعام: ۱۴۸)۔

مشرکین کے شبہات کا جواب

جواب: ہمارے کفار قریش نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا شرک نہ کرتے اور نہ وہ بحیرہ منابہ اور وسیلہ وغیرہ کو حرام قرار دیتے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہمارے آباء و اجداد کی طرف رسول بھیجتا جو ان کو شرک سے منع کرتا اور ان جانوروں کو حرام قرار دیتے سے منع کرتا اور وہ ان بھروسے سے رک جاتے، پھر ہم بھی ان کی اتباع کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا اور فرمایا تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ جس طرح تم کہہ رہے ہو بائع میں ایسا ہی ہوا تھا اگر تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو پیش کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کا رد فرمایا، اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی، حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا عذاب پتھلہ یعنی جس طرح کفار مکہ نے نبی ﷺ کے اللہ تعالیٰ کی توحید پر دیتے ہوئے دلائل کی تکذیب کی ہے، اسی طرح پہلے بھی مشرکین نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی اور اس کی بنیاد بھی کوئی علم اور عقل کی دلیل نہیں تھی۔ وہ بھی محض عن اور انکل بچے سے اپنے رسولوں کی تکذیب کرتے تھے اور اگر ان کا یہ قول صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب کیوں نازل فرماتا اور ان کو صفحہ ہستی سے کیوں مٹا دیتا، یعنی جب انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تو ان پر عذاب آیا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ اللہ نے

ان کی طرف رسول بھیجے تھے جنہوں نے ان کو شرک اور خود ساختہ تعظیم سے منع فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے قوی دلیل تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے، پس اگر وہ چاہتا تو وہ ضرور تم سب کو

ہدایت دے دیتا۔ (الانعام: ۱۲۹)

جبریت کا رد اور ابطال

اس آیت کا ماقبل یہ ہے کہ ایسی دلیل جو تمام شکوک و شبہات کو رفع و دفع دین سے اکھاڑ دے، صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔ اس آیت میں یہ حیدر ہے کہ اللہ واحد ہے، اس نے رسولوں کو دلائل اور محضرت دے کر بھیجا اور ہر ملک پر اپنے احکام کا لازم کیا ہے اور ان کو محنت کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کام کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت یہی ہے کہ ہمارے اپنے اختیار سے اس پر ایمان لائیں اور اس کے احکام کی تعمیل کریں، ورنہ اگر وہ چاہتا تو جبراً سب انسانوں کو مومن بنا دیتا، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں نہیں ہے۔ اس لیے ان کا یہ کہنا بالکل لغو ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک کرتے، نہ ہمارے باپ دلا، نہ وہ بیمار و بیمار کو حرام قرار دیتے، کیونکہ اس قسم کا ایمان اللہ تعالیٰ کا مطلب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنی عقل سے کام لیں، حق اور باطل کو جانیں، نیک و بد کو پہچانیں، نیکوئی اور بدی باتوں کو ترک کریں اور شیطان کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لائے، کو اختیار کریں۔ وہ جس چیز کو اختیار کریں گے، اللہ اسی چیز کو یہ ارادے لگائے، ان آیتوں میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور محض نہیں بنایا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جبریت کے مذہب کا رد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے تم اپنے ان گواہوں کو پیش کر دو، یہ گواہی دیں کہ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے، پس اگر وہ (جھوٹی) گواہی دیں تو اسے (مطلب) تم ان کے ساتھ گواہی نہ دے، اور نہ ان لوگوں کی نفسی خواہشوں کی پیروی کرنا جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جو (دوسروں کو اپنے مذہب کے برابر قرار دیتے ہیں۔

(الانعام: ۱۵۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ مشرکین سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیر، مسابہ وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، وہ اس پر کوئی گواہ لائیں اور کوئی شہادت پیش کریں، کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں نبی پر اس حکم کو نازل کیا تھا، فلاں کتاب میں یہ حکم نازل ہوا ہے اور اگر بالظن وہ کوئی جھوٹی شہادت پیش کر دیں تو اسے مسلمانوں کو ان کی تصدیق نہ کرنا اور جو لوگ فوائد اور منافع کے حصول اور مصائب اور نقصانات سے بچنے کے معاملہ میں اپنے جوں اور جھوٹے معبودوں کو اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں، ان کی موافقت نہ کرنا۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيْكُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ

آپ کہیے کہ اؤ تم پر تلاوت کروں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا چیزیں حرام کی ہیں، اب تم اس کے ساتھ کسی کو شرک قرار نہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّنْ أَمْلَاقُكُمْ

وہاں مال باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اور اپنی اولاد کو رزق میں کسی کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی

جلد سوم

بہار القرآن

نَزَرْتُكُمْ دِيَارَهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطْنٌ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ

نہایت جیتے ہیں ان دن کو بھی ، اور یہ جانی کے کول کے قریب نہ جاؤ غراہ وہ ظاہر ہوں غراہ

وَصُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا

پر مشیہ اور جس کے قتل کر اندر سے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو ، یہی وہ کام ہیں

بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ

جس کا اندر سے تم کو مذکور علم دیا ہے تاکہ تم سمجھو ۵ اور اچھے طریقہ کے بغیر یتیم کے مال کے

بِالْقِسْطِ لَأَنْكَرُ لَفْ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا

کرد ، ہم ہر شخص کو موت اس کی طاقت کے مطابق مٹاتے کہتے ہیں اور جب تم کوئی بات کہو تو انصاف کے ساتھ

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَيَعْهَدُ اللَّهُ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ

کہو ، غراہ وہ تمہارے قریب دار ہوں اور اللہ کے عہد کو پورا کرو ، یہی وہ امر ہیں جس کا تمہیں اندر سے امر حکم دیا ہے

تَذَكَّرُونَ ﴿۱۵۲﴾ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا

تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ۵ بیشک یہ میرا سیدھا راستہ ہے سرگرم اسی راستہ پر چلو ، اور دوسرے راستوں پر

السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ

نہ چلو وہ راستے تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کر دیں گے ، اسی بات کا اللہ نے تمہیں مذکور علم دیا ہے تاکہ

تَتَّقُونَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ

تم دگر ہی سے سمجھو ۵ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی ، اس شخص پر نعمت پوری کرنے کے لیے جس نے بہت

وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ

تاکہ کیے درگاہ مالک وہ ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے رب کے ملاقات پر

## يَوْمِنَ ۱۵۳

ایمان سے آئیں ○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہئے کہ آؤ میں تم پر تلاوت کر دوں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا چیزیں حرام کی ہیں؟ یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دو، "لو اولیٰ باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو" اور اپنی اولاد کو رزق میں کمی کی وجہ سے قتل نہ کرو، "ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ" خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ اور جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو جان قتل نہ کرو، "یہ وہ کام ہیں جن کا اللہ نے تم کو منع فرمایا ہے تاکہ تم سمجھو ○ اور اچھے طریقہ کے بغیر مال جہنم کے قریب نہ جاؤ" حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو بیچ جائے اور انصاف کے ساتھ پوری باپ توں کرو، "ہم ہر شخص کو صرف اس کی طاقت کے مطابق ملکت کرتے ہیں اور جب تم کوئی بات کو تو انصاف کے ساتھ کو" خواہ وہ تمہارے قربت دار ہوں اور اللہ کے حمد کو پورا کرو، "یہ وہ امور ہیں جن کا اللہ نے تمہیں منع فرمایا ہے تاکہ تم صحت حاصل کرو۔"

(الانعام: ۱۵۳-۱۵۱)

## اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے کاموں کی تفصیل

اس سے پہلے آئیں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ شرکین نے بعض کاموں اور بعض چیزوں کو از خود حرام قرار دے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام نہیں فرمایا اور اب اللہ تعالیٰ نبی مجیب سے فرما رہا ہے کہ آپ ان کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا چیزیں حرام فرمائی ہیں؟ ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نو چیزوں کی حرمت بیان فرمائی ہے اور ان کی ضد کو فرض اور واجب قرار دیا ہے۔ وہ نو چیزیں یہ ہیں:

(۱) اللہ کا شریک قرار دینا۔ (۲) باپ کے ساتھ نیک سلوک نہ کرنا۔ (۳) اولاد کو قتل کرنا۔ (۴) بے حیائی کے کام کرنا۔ (۵) جان قتل کرنا۔ (۶) جہنم کے مال میں بے جا تصرف کرنا۔ (۷) باپ قتل میں کمی کرنا۔ (۸) جان بات کرنا۔ (۹) اللہ سے کیے ہوئے حمد کو پورا نہ کرنا۔

ان نو کاموں کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اور ان کی ضد اور ان کے خلاف کرنے کو فرض اور واجب فرمایا ہے۔ ہم ان میں سے ہر ایک کی قدرے تفصیل بیان کر رہے ہیں۔

## شرک کا حرام ہونا

بعض شرکین بتوں کو اللہ کا شریک قرار دیتے تھے، جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

وَاذْكُرْ قَوْلَ رَبِّهِمْ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَكَيْفَ ذُكِّرُوا وَلَآ يَذْكُرُونَ ۚ وَآذْكُرْ قَوْلَ رَبِّهِمْ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَكَيْفَ ذُكِّرُوا وَلَآ يَذْكُرُونَ ۚ (الانعام: ۱۵۴) جن کو معبود دیا گیا ہے۔

اور بعض شرکین سداہل کی پرستش کرتے تھے، اس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:

فَلَمَّا أَفْلَحَ قَالُوا لَا حِجَابَ لِغَيْبِ الْأَوَّلِينَ (الانعام: ۱۵۵) پھر جب وہ ستارہ اُڑا دیا تو انہیں نے کہا میں اُڑا دیا جانے والوں کو پہلے میں کرنا۔

بعض شرکین جنت کو اللہ تعالیٰ کا شریک کہتے تھے، جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْغَيْبِ (الانعام: ۱۵۶) اور انہوں نے جنت کو اللہ کا شریک قرار دیا۔

بعض مشرکین اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں مانتے تھے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَتَعْرِفُوهُمْ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُنَا عَظِيمًا

(الانعام: ۳۰) پس۔

اللہ تعالیٰ کے لیے ہر قسم کا شریک مکاحرام ہے۔ اور یہ ایسا گناہ ہے جس کی آخرت میں معافی نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کے لیے شریک قرار دو، حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے کہا بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ پھر کون سا بڑا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا پھر یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا نہیں کھے۔ میں نے پوچھا پھر کون سا گناہ بڑا ہے؟ فرمایا پھر یہ کہ تم اپنے بڑی کی بیوی سے زنا کرو۔

(صحیح بخاری ج ۵، رقم الحديث ۵۷۷۷، صحیح مسلم ج ۱، ۱۸۶، ۱۸۷، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحديث ۴۳۳۰، سنن الترمذی ج ۵، رقم الحديث ۳۳۳۳، سنن نسائی ج ۲، رقم الحديث ۳۳۰۰، سنن کبریٰ للعلانی ج ۲، رقم الحديث ۳۹۸۷)

والدین کے ساتھ بد سلوکی کا حرام ہونا

اس کے بعد میں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے کیونکہ انسان ہر سب سے بڑا احسان اللہ تعالیٰ کا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اس کے بعد انسان کے لیے باپ کا احسان ہے کیونکہ انسانوں نے اس کی پرورش کی اور جب وہ دست چھوٹا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا اس وقت اس کو ضائع ہونے سے بچایا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی انتہائی تقسیم اور توقیر کا حکم دیا ہے اور اپنا شکر ادا کرنے کے بعد باپ کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا ذَكِيًّا  
الْكِبَرَىٰ أَتَدْرِي أَوْ يَكْلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا  
أُفٍّ وَلَا تَنْهَرَهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا  
اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ  
رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّحْتُمَا حَسْبٌ عَظِيمًا

(بنی اسرائیل: ۲۳-۲۴)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے مخلوق (یعنی کا) حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری پر برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں اٹھایا اور اس کا دودھ پھونکا اور اس میں

ہے (وہ حکم یہ ہے کہ) میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو (تم نے میری ہی طرف لوٹنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں آپ سے ہجرت اور جلا پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اجر پاتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا تمہارے باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا ہاں بلکہ دونوں زندہ ہیں۔ آپ نے پوچھا تم اللہ سے اجر چاہتے ہو؟ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اپنے باپ کے پاس جاؤ اور ان سے نیک سلوک کرو۔ (صحیح مسلم ج ۲، ۱۸۷، ۱۸۸)



والدین کے ساتھ ننگی یہ ہے کہ ان کی قربانیوں کی ضرورت اور اطاعت کی جائے۔ ان کا وہب اور احرام کیا جائے۔ ان کی ضروریات پوری کی جائیں اور ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھا جائے۔ اگر وہ ظلم کریں، پھر بھی ان کی اطاعت کی جائے۔ البتہ ان غیر شرعی احکام میں ان کی اطاعت نہ کی جائے، پھر بھی ان کے ساتھ نرمی رکھی جائے اور اگر وہ فوت ہو جائیں تو ان کی قبر کی زیارت کی جائے، اور ان کے لیے انتظار کیا جائے۔

قتل اولاد کا حرام ہونا

زندہ جاہلیت میں بعض مشرکین رزق میں کمی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے اور بعض عاری وجہ سے اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرمادیا، اور بعض لوگ عمل تنوع کے وقت عزل کرتے تھے۔ (یعنی انزال کے وقت اندام نسلی سے آگے باہر نکل لینا)

بعض مسلمان بھی عزل کرتے تھے، نبی ﷺ نے عزل کو بھندہ قرار دیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بنو مصطلق میں گئے۔ ہم نے عرب کی خوبصورت عورتوں کو قید کر لیا، ہمیں اپنی بیویوں سے الگ ہوئے کئی دن گزر چکے تھے، ہم نے چاہا کہ مشرکین سے فدیہ لے کر ان عورتوں کو چھوڑ دیں اور ہم نے یہ بھی چاہا کہ ان عورتوں سے جسٹنی کاغذ بھی حاصل کریں اور عزل کر لیں (یعنی انزال کے وقت آگے باہر نکل لیں) تاکہ حمل قائم نہ ہو، پھر ہم نے سوچا کہ ہم عزل کر رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں تو کیوں نہ ہم آپ سے اس کا حکم معلوم کر لیں۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم ایسا نہ کرو، یہ کہ قیامت تک اللہ تعالیٰ نے جس روح کے پیدا ہونے کے حلقہ خلق کر دیا ہے، وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

(صحیح البخاری ج ۵، رقم الحدیث: ۵۲۸۰، صحیح مسلم، ترمذی ج ۵، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۱۷۷، سنن کبریٰ للشیخ ج ۳، رقم الحدیث: ۵۵۴۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میری ایک باندی ہے، وہ ہماری غلام ہے اور ہمارے لیے پانی لاتی ہے۔ میں اس سے اپنی خواہش پوری کرتا ہوں اور اس کے حاملہ ہونے کو بھندہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس سے عزل کرو، بے شک جو کچھ مقدور کیا گیا ہے وہ غریب ہو جائے گا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ شخص آیا اور اس نے کہا وہ باندی حاملہ ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے جسے بتلایا تھا کہ جو کچھ مقدور ہو گیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ (صحیح مسلم، ترمذی ج ۵، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۱۷۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہوا، اہل سفیان نے کہا اگر یہ کوئی ممنوع چیز ہوتی تو قرآن ہمیں اس سے منع کر دیتا۔

(صحیح البخاری ج ۵، رقم الحدیث: ۵۲۸۰، صحیح مسلم، ترمذی ج ۵، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۱۷۷، سنن کبریٰ للشیخ ج ۳، رقم الحدیث: ۵۵۴۳، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۴۱۷۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں عزل کرتے تھے، نبی ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ (صحیح مسلم، ترمذی ج ۵، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث: ۴۱۷۷)

عزل کیا جائے یا کسی اور جدید طبی طریقہ سے ضبط قید کا عمل کیا جائے تو بلا ضرورت شرعی وہ مکروہ ہے، اور اگر علی رزق کے خوف کی وجہ سے یا ترکیں سے عاری بنا کر عزل کیا جائے تو حرام ہے اور اگر کوئی ایک مسلمان یا کافر کے کہ اگر ضبط قید پر

عمل نہ کیا یا تو عورت کی جان کو خطرو ہے تو پھر یہ عمل واجب ہے اور اگر اس کے پتلہ ہوئے فاحشہ ہو تو پھر عزل کرنا جائز ہے۔  
اس کی پوری تفصیل ہم (الانعام: ۱۵۶) کی تحریر میں لکھ چکے ہیں۔

بے حیائی کے کاموں کا حرام ہونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس وقت کوئی زانیہ کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی چرہ روی کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شرابی شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔

(صحیح البخاری ج ۶، رقم الحدیث ۵۵۷۸، صحیح مسلم ایمان ۱۰۰۰، ۵۷۱، ۱۱۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو کسی جانور کے ساتھ بدکاری کرے اور تمین باد فرمایا اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو قوم کو طاعن کرے۔

(شعب الایمان ج ۳، رقم الحدیث ۵۳۷۳، مسطور دار الکتب المطبعہ بیروت ۱۴۱۰ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا طاعن خود منقول یہ کہ قتل کر دو اور اس کو جو کسی جانور کے ساتھ بدکاری کرے۔ (شعب الایمان ج ۳، رقم الحدیث ۵۳۸۷، مسطور دار الکتب المطبعہ بیروت ۱۴۱۰ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمین مخصوص سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کا ذکر کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر (رحمت) کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ بوڑھا زانی اور بھڑکا عکرم اور متکبر فقیہ۔

(صحیح مسلم ایمان ۱۷۲، السنن الکبریٰ ج ۲، رقم الحدیث ۵۳۸، شعب الایمان ج ۳، رقم الحدیث ۵۳۰۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا سرسبز میٹھی ہے اور بے شک اللہ حبیب اس میں طیفہ ملنے والا پھر دیکھنے والا ہے کہ تم اس میں کیا عمل کرتے ہو؟ سنو! دنیا کے فتنے سے بچو اور عورتوں کے فتنے سے بچو۔ اسنن ترمذی ج ۳، رقم الحدیث ۲۸۸، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث ۳۰۰۰، صحیح ابن ماجہ ج ۸، رقم الحدیث ۳۲۲۱، سنن احمد ج ۳، رقم الحدیث ۱۲۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ نے ابن کرم پر اس کے زنا کا حد لکھ دیا ہے جس کو وہ لاعلم پائے گا؟ تمہوں کا زنا دیکھتا ہے اور زہن کا زنا بولتا ہے اور شخص تنہا کرنا اور اشتہا کرتا ہے اور شرمگاہ اس سب کی تصدیق اور تکذیب کرتی ہے۔

(صحیح البخاری ج ۷، رقم الحدیث ۲۴۳۳، صحیح مسلم قدہ ج ۲، رقم الحدیث ۶۶۲۹، ۱۲۶۵، ۱۲۶۰، سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحدیث ۲۱۵۲)

حضرت ابوالمہدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو مسلمان کسی عورت کے محاسن کو دیکھے اور پھر اپنی نظر پھیرے تو اللہ اس کے دل میں عبادت کی طاعت پیدا کرتا ہے۔ (شعب الایمان ج ۳، رقم الحدیث ۵۳۲۱)

حسن بن ذکوان کہتے تھے کہ خوبصورت بے ریش لڑکے حسین (شیزوئس) سے زیادہ فتنہ انگیز ہیں۔

(شعب الایمان ج ۳، رقم الحدیث ۵۳۷۷)

قتل ناحق کا حرام ہونا اور قتل برحق کی اقسام

قتل ناحق کو سمجھنا اس پر موقوف ہے کہ یہ جلی لیا جائے کہ قتل برحق کون کون سے ہیں۔ جو شخص نماز پڑھنے یا زکوٰۃ دینے سے انکار کرے اس کو قتل کر دیا جائے گا اسی لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسکین زکوٰۃ سے قتل کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں سے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اگر انہوں نے یہ کر لیا تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو بچا لیا، ماسوائے ان کے حقوق کے اور ان کا سائب اللہ پر ہے۔ (صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث: ۲۵، صحیح مسلم ج ۲، رقم الحدیث: ۱۵۸۳۲۱)

اور مرتد شہولی شدہ زانی اور مسلمان کے قاتل کو بھی قتل کرنا بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان شخص کو جو اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں (اس کو) قتل کرنا صرف تین میں سے ایک وجہ سے جائز ہے۔ شہولی شدہ زانی ہو، کسی مسلمان کا قاتل ہو اور دین اسلام کو ترک کر کے مسلمانوں کی جماعت سے نکلنے والا ہو۔

صحیح البخاری ج ۲، رقم الحدیث: ۶۸۷۸، صحیح مسلم ج ۲، رقم الحدیث: ۲۵۱۱ (۱۶۷۶)، سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۳۳۵۲، سنن الترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۳۰۰۳، سنن ابی حاتم ج ۲، رقم الحدیث: ۴۵۴۳

ایک خیفہ کے اندھو کے بعد اگر دوسرے خلیفہ کے لیے بیعت کی جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دو خلیفوں کے لیے بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو۔ (صحیح مسلم ج ۲، رقم الحدیث: ۱۸۵۳۱)

جو شخص قوم کو قتل کرے اس کو بھی قتل کر دیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جس کو قوم کو قتل کا عمل کرتے دیکھو تو قاتل اور مقول پہ قتل کر دو۔

سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۳۶۲، سنن الترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۱۳۶۱، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحدیث: ۴۵۶۱

جو شخص جانور کے ساتھ بد فعلی کرے اس کو بھی قتل کر دیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص جانور کے ساتھ بد فعلی کرے اس شخص کو قتل کر دو اور اس جانور کو بھی قتل کر دو۔ (سنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحدیث: ۴۳۶۳، سنن الترمذی ج ۳، رقم الحدیث: ۱۳۶۲)

اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔

ڈاکو کو قتل کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں ہے

لَا تَجِدُ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّأَنَّا نُمَلِّئُ شَوَاحِدَ السِّلَاحِ وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا

يَسْمُوتُ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا

يَسْمُوتُ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا

يَسْمُوتُ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا

يَسْمُوتُ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا

يَسْمُوتُ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا

يَسْمُوتُ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا

يَسْمُوتُ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا

يَسْمُوتُ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا

يَسْمُوتُ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا

يَسْمُوتُ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا وَأَنَّا نَمَسْجُوتٌ رَّحْمَةً مِّنَ رَبِّنَا

الَّتِي تَشْتَبِي حَتَّى تَوْبِقَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ  
تو بانی جماعت سے قاتل کرو حتی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف  
(الحجرات: ۹) لوٹ آئے۔

جو شخص جو حتی بار شراب پیئے اس کو بھی قتل کر دیا جائے۔

حضرت معلو یہ بیٹھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص خمر شراب پیئے اس کو کوڑے لگاؤ اور اگر وہ  
جو حتی بار شراب پیئے تو اس کو قتل کر دو۔

اسنن ابوداؤد ج ۳، رقم الحديث: ۳۴۸۴، صحیح ابن حبان ج ۳، رقم الحديث: ۳۴۳۶، سنن کبریٰ للشیخ ج ۳، رقم الحديث: ۵۹۷۷، سنن کبریٰ  
للصنعفی ج ۸، ص ۳۳، سنن ابن ماجہ ج ۲، رقم الحديث: ۳۵۷۳  
ذی کو قتل کرنا جائز ہے اور ذی کے قاتل کو قتل کر دیا جائے گا۔

محمد بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دوا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام مسلمان (وجوب  
قصاص میں) ایک دوسرے کی مثل ہیں۔ من میں سے ادنیٰ اپنے حتی کی سی کہے گا یعنی کسی کو پتلا دے گا) اور ان میں سے بعید  
بھی کسی کو پتلا دے سکے گا اور وہ ایک دوسرے کی معلوت کریں گے۔ من کے قوی کو من کے ضعیف کے پاس لو لایا جائے گا اور  
ظکری کو پیچھے والے پر لو لایا جائے گا اور کسی مومن کو کافر (جہل) کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ ذی کو اس کے عہد میں  
قتل کیا جائے گا (سنن ابوداؤد ج ۲، رقم الحديث: ۲۷۷۷، مسطور دار الفکر، ص ۵۵۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کو ایک ذی کے بدلہ میں قتل کر  
دیا اور فرمایا جو لوگ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں ان میں من میں سب سے زیادہ کریم ہوں۔

اسنن دار لقنی ج ۳، رقم الحديث: ۳۲۳۲، سنن کبریٰ للصنعفی ج ۸، ص ۳۰

قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں ہم نے قتل بر حتی کی صورتیں بیان کی ہیں۔

- (۱) نماز ختم سے انکار کرنے والے کو قتل کرنا۔ (۲) زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والے کو قتل کرنا۔ (۳) مرتد کو قتل کرنا۔
- (۴) شادی شدہ زانی کو سنگسار کر کے قتل کرنا۔ (۵) مسلمان کے قاتل کو قتل کرنا۔ (۶) ایک غلیظہ منعقد ہونے کے بعد
- دوسرے دینی غلات کو قتل کرنا۔ (۷) قوم لوط کے قتل کرنے والے کو قتل کرنا۔ (۸) جہاد کے ساتھ بد فعلی کرنے والے کو
- قتل کرنا۔ (۹) ڈاکو کو قتل کرنا۔ (۱۰) جو شخص بار شراب پیئے دھارے قتل کرنا۔ (۱۱) ذی کے قاتل کو قتل کرنا۔

مسلمان اور ذی کے قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور بقی (۹) کو قصور اقل کیا جائے گا اور ان کو قتل کرنا حکومت کا  
مصبوب ہے۔ عوام میں سے کسی شخص کو ان میں قتل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ مسلمان کے قاتل پر قرآن مجید اور احادیث میں سخت  
توبہ ہے۔ ہم ان میں سے بعض کا ذکر کر رہے ہیں۔

قتل مومن پر وعید

مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فَقَدْ قَتَلَ أَهْلًا أَهْلًا أَهْلًا  
جس میں وہ بیٹھ رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہو گا اور اس پر  
لنت فرمائے گا اور اللہ نے اس کے لیے ہذا اذہاب تیار کر رکھا  
مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فَقَدْ قَتَلَ أَهْلًا أَهْلًا أَهْلًا  
حَالًا يُرِيهَا وَعَصَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ  
أَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (النساء: ۳)

ہے۔

امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن محتفل قاضی کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر لائے گا اور آٹھ ایکہ اس کی رنگوں سے خون برہا ہو گا وہ کے گاک اسے میرے رعبہ اس نے مجھے قتل کیا تھا حتیٰ کہ اس کو عرش کے قریب کھڑا کرے گا حضرت ابن عباس کے سامنے لوگوں نے توبہ کا ذکر کیا تو انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہوئی ہے نہ تبدیل ہوئی ہے اس کی توبہ مکمل سے ہو گی امام احمد امام نسائی اور امام ابن المنذر نے حضرت مہولہ پر بیڑی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریب ہے کہ ہر گنہگار اللہ معاف فرما دے گا سو اس شخص کے جو کفر پر مرے اور سو اس شخص کے جو کسی سوسن کو عداوت قتل کرے۔ امام ابن المنذر نے حضرت ابو ہریرہ پر بیڑی سے روایت کیا ہے کہ جو شخص کسی ایک ہلت سے بھی سوسن کے قتل میں تعاون کرے گا قیامت کے دن جب وہ اللہ سے ملاقات کرے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہو گا کہ یہ فہدیٰ کی رحمت سے باہر ہے۔ امام سعید بن منصور امام ابن جریر امام ابن المنذر اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ ابو مجلز نے کہا اس آیت کا سنی یہ ہے کہ وہ جہنم کی سزا کا مستحق ہے اگر اللہ چاہے گا تو اس کی سزا سے درگزر فرمائے گا۔

(در مشورہ ج ۲ ص ۶۳۸، ۶۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یتیم کے مال میں بے جا تصرف کا حرام ہونا

اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے اور ایسے طریقہ کے بغیر مال یتیم کے قریب نہ جاتو حتیٰ کہ وہ اپنی بوائی کو بیع جائے اور سورۃ نساء میں فرمایا ہے اور یتیموں کو چاہئے کہ وہ حتیٰ کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں اور اگر تم ان میں عقل مند کی (کے آثار) دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور ان کے اسواں کو فضول خرچی اور جلد بازی سے نہ کھاؤ اس ڈر سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ (النساء: ۶)

سورۃ نساء کی اس آیت میں ان کی بدنی قوت کا بھی اعتبار کیا ہے جیسا کہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے ذکر سے ظاہر ہوتا ہے اور ان کی ذہنی صلاحیت اور قوت کا بھی اعتبار کیا ہے جیسا کہ اس قید سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ان میں عقل مند کی (کے آثار) دیکھو کیونکہ اگر جو ان ہونے کے بعد یتیم کامل اس کے حوالہ کر دیا جائے اور وہ ذہین اور عقل مند نہ ہو تو اس ہلت کا خدشہ ہے کہ وہ اپنی خواہشوں اور شوق کو پورا کرنے میں سارا مال ضائع کر دے گا اور اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا اس لیے جب تک وہ سمجھ دار نہ ہو جائے بل اس کے حوالے نہ کیا جائے۔ اس عمر کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن زید نے کہا وہ بالغ ہو جائے۔ اہل مدینہ نے کہا وہ بالغ بھی ہو اور اس میں سمجھ داری کے آثار بھی ظاہر ہوں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ عمر پچیس سال ہے۔

یتیم کامل بنانے پر طور پر کھانے کے متعلق سخت وعید ہے:

إِنَّ الْكُلْمَةَ بَيْنَ يَدَيْكُمْ أَمْوَالُ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا  
رَاسًا بَيْنَ يَدَيْكُمْ فَيُضْلَوْنَ سَوَاءً وَنَسِيحُونَ  
سَعِيرٌ (النساء: ۱۰)

بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے  
بچوں میں مصلحت آگ بھڑ ہے ہیں اور وہ غریب بھڑکتی ہوئی  
آگ میں پھینک دیں گے۔

امام ابن ابی شیبہ امام ابو یعلیٰ امام طبرانی امام ابن حبان اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ پر بیڑی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کچھ لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور آٹھ ایکہ ان کے سوسنوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ عرض کیا یہ یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو

لوگ جیسوں کامل بائق کھاتے ہیں وہ اپنے جنوں میں محض آگ بھر رہے ہیں۔

ایم ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں شب معراج کے واقعات میں بیان فرمایا میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا ان کے ہونٹ لوتوں کے ہونٹوں کی طرح تھے اور ان پر ایک شخص مقرر تھا جو ان کے ہونٹوں کو پکڑتا اور ان کے منہ میں آگ کے بڑے بڑے چمڑا ل دیتا پھر وہ پھر ان کے نچلے دھڑے سے نکل جاتے اور وہ زور زور سے چلاتے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یاہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو بائق جیسوں کامل کھاتے تھے۔

ایم بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چار ایسے شخص ہیں کہ اللہ پر حق ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہ کرے اور نہ ان کو کوئی نعمت پہنچائے۔ دائم الخمر، سوداگر، جیم کامل بائق کھانے والا اور مل بپ کا کارفرما۔ (در مشرق، ج ۳، ص ۳۳۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۳۷ھ)

ناپ تول میں کمی کا حرام ہونا

وَلَا تَقْصُرُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ (ہود: ۸۴)

اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔ اے میری قوم! ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کی چیزیں کم کر کے انہیں نقصان نہ پہنچاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس قوم میں خیانت ظاہر ہوگی ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جائے گا اور جس قوم میں یہ کثرت زنا ہوگا ان میں یہ کثرت موت ہوگی اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی ان کا رزق کٹ دیا جائے گا اور جو قوم بائق نیلے کرے گی ان میں بہت خون ریزی ہوگی اور جو قوم حد یعنی کرے گی اللہ تعالیٰ ان پر دشمن کو مسلط کر دے گا۔ (اموطا، امام مالک رحمہ اللہ، ج ۱، ص ۶۸)

بائق بات کا حرام ہونا

بَايِعُوا الْمَوَدَّةَ الْمَوْثِقَةَ (النساء: ۹۱)

اے ایمان والو! انصاف پر اچھی طرح قائم رہنا اور دے دالے ہو جانے اور تمہاریکہ اللہ کے لیے کوئی دے دالے ہو خواہ (دہ گواہی) خود تمہارے خلاف ہو یا والدین کے یا رشتہ داروں کے (جس کے مصلحت کوئی دی ہے) خواہ وہ مالدار ہو یا فقیر اللہ ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ (مذاہم، ابنی ابراہیم کی بیرونی کے محل سے گریز نہ کرو۔)

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَخُشِعُوا اللَّهَ (النساء: ۳۳)

(النساء: ۳۳)

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے رمل میں پھرتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کون سا جلد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا عالم بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر۔

(سنن ابی داؤد، ج ۲، رقم الحدیث: ۴۴۴۰، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت ۱۴۱۳ھ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عالم حکمران کے سامنے کھڑے



حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ایک خط کھینچا اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے پھر آپ نے اس کے دائیں اور بائیں جانب متعدد خطوط کھینچے اور فرمایا یہ مختلف راستے ہیں اور ان میں سے ہر راستے کی طرف شیطان دعوت دے رہا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ہے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اسی راستے کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو۔ (الانعام: ۱۵۳)

(سنن دارمی 'ج' ۱، رقم الحدیث ۴۰۲، مسند احمد 'ج' ۳، رقم الحدیث ۳۱۳۲، ۳۱۳۳، سنن ابن ماجہ 'ج' ۱، رقم الحدیث ۱۱) مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا اس آیت میں دوسرے راستوں سے مراد بدعت ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا علم کے اٹھنے سے پہلے علم کو حاصل کر لو اور علم کا اٹھنا یہ ہے کہ اصحاب علم اٹھ جائیں گے۔ علم کو حاصل کرو کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اسے کب علم کی ضرورت پیش آئے گی۔ تم قریب کچھ لوگوں کو دیکھو گے جو یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ جہیں اللہ کی کتاب کی طرف بھا رہے ہیں، حالانکہ ان لوگوں نے کلمہ اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ لہذا تم علم حاصل کرو اور بدعت سے بچو اور تم مہلک آرائی سے اور گرفتاری میں جانے سے بچو اور قدیم نظریات کے ساتھ دہشت رہو۔ (سنن دارمی 'ج' ۱، رقم الحدیث ۳۱۳۳، مسند احمد 'ج' ۳، مسند احمد 'ج' ۳، رقم الحدیث ۳۱۳۳، ۳۱۳۴، سنن ابن ماجہ 'ج' ۱، رقم الحدیث ۱۱)

حضرت عیاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نصیحت کی اور دو بہت موثر نصیحت تھی جس سے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل خوفزدہ ہو گئے۔ ایک شخص نے کہا یہ تو انواع ہونے والے شخص کی نصیحت ہے۔ آپ ہم کو کیا وصیت فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور حاکم کا حکم سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، خواہ وہ جیسا غلام ہو۔ تم میں سے جو شخص بعد میں زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا کہ تم نے نئی باتوں میں پڑنے سے بچنا کیونکہ نئی باتیں گمراہی ہیں۔ تم میں سے جو شخص دین میں نئی باتیں دیکھے وہ میری سنت کو لازم کر لے اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم کرے اور اس سنت کو، انہوں سے بچو، جو حدیث حسن صحیح ہے۔

(سنن الترمذی 'ج' ۳، رقم الحدیث ۳۸۵، سنن ابوداؤد 'ج' ۳، رقم الحدیث ۳۶۷، سنن ابن ماجہ 'ج' ۱، رقم الحدیث ۳۲، سنن دارمی 'ج' ۱، رقم الحدیث ۳۸۵، مسند احمد 'ج' ۳، رقم الحدیث ۳۸۵، مسند احمد 'ج' ۳، رقم الحدیث ۳۸۵، سنن ابن ماجہ 'ج' ۱، رقم الحدیث ۳۲)

بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام

علامہ محمد الدین ابن الاثیر رحمہ اللہ جزری ستونی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیام رمضان کے متعلق فرمایا یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے! (صحیح البخاری 'ج' ۲، رقم الحدیث ۳۰۰۰) بدعت کی دو قسمیں ہیں بدعت حدیٰ اور بدعت ضلال۔ جو نیا کام اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف ہو وہ بدعت مسموم ہے اور لائق نکار ہے، اور جو نئے کام اللہ تعالیٰ کے بیان کیے ہوئے عموم استحب میں داخل ہوں اور جن پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے برا نہ لکھتا کیا ہو وہ کام لائق مدح ہیں اور جن کاموں کی پہلے مثل موجود نہ ہو جیسے جود و سخا کی اقسام اور دیگر نیک کام تو وہ افضل محمود سے ہیں اور یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کام احکام شرع کے خلاف ہوں کیونکہ نبی ﷺ نے ایسے کاموں کے لیے توبہ کی خبر دی ہے۔ سو آپ نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں نیک طریقہ کو اپنایا اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو اس طریقہ پر عمل کرے گا اس کا اجر بھی اس کو ملے گا، صحیح مسلم 'رقم الحدیث ۱۰۱۱ اور اس کی ضد کے متعلق فرمایا جس شخص نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو اپنایا اسے اس کا کلمہ ہو گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی کلمہ ہو گا اور یہ اس وقت



ہو گا جب وہ نیا کام اللہ اور اس کے رسول پیچھے کے طریقہ کے خلاف ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا تھا یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے یہ پہلی قسم سے ہے اور جب کہ نیک کام لائق مدح ہیں تو حضرت عمر نے اس تراویح کو بدعت فرمایا اور اس کی تعریف کی۔ تراویح کو حضرت عمر نے بدعت اس لیے فرمایا کہ نبی پیچھے نے تراویح کو مسلمانوں کے لیے سنت نہیں کیا۔ آپ نے چند راہیں تراویح پر ہیں، پھر اس کو ترک فرمادیا اور اس کی حفاظت کی نہ اس کے لیے مسلمانوں کو منع کیا اور نہ یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے منع میں تھی۔ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کرانے کا اہتمام کیا اور اس کی دعوت دی، اس وجہ سے حضرت عمر نے اس کو بدعت فرمایا اور یہ دو حقیقت سنت ہے کیونکہ نبی پیچھے نے فرمایا میری سنت کو لازم رکھو اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو لازم رکھو۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۷۰۰) اور فرمایا میرے بعد ابو بکر اور عمر کی سنت کو لازم رکھو اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے ہر نیک کام بدعت ہے اس سے مراد دین میں وہ نئے کام ہیں جو شریعت کے قواعد کے خلاف ہوں اور سنت کے موافق نہ ہوں اور بدعت کا زیادہ تر استعمال بدعت میں ہو تا ہے۔ (نیلہ، ج ۱، ص ۲۶۶) مطبوعہ ایران (۱۳۶۷ھ)

علامہ محمد طاہر بن خلیفہ ستونی ۱۸۶۷ھ نے بھی بدعت کا معنی بیان کرتے ہوئے یہی لکھا ہے اور مزید یہ لکھا ہے کہ بعض بدعات واجب ہوتی ہیں، جیسے متکلمین کا اسلام کی حقانیت اور گمراہ فرقوں کے رد پر دلائل قائم کرنا اور بعض بدعات مستحب ہوتی ہیں جیسے طہی تکبیر کی تعریف کرنا دینی مدارس کو بتانا اور تراویح اور بعض بدعات مباح ہوتی ہیں، جیسے التواضع والاسقام کے نئے نئے کھانے۔ (مجمع بحوالہ الامور، ج ۱، ص ۲۶۶) مطبوعہ مکتبہ دارالایمان، الدہ، ہندوستان (۱۳۵۵ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی ستونی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض بدعات واجب ہوتی ہیں جیسے گمراہ فرقوں کے رد پر دلائل قائم کرنا اور کتب و سنت کو سمجھنے کے لیے علم نحو کو پڑھنا اور بعض بدعات مستحب ہوتی ہیں، جیسے سرائے اور مدرسے بنانا اور ہر وہ نیک کام جو اسلام کے ابتدائی عہد میں نہیں تھا اور بعض بدعات مکروہ ہوتی ہیں جیسے مساجد کو مزین کرنا اور بعض بدعات مباح ہوتی ہیں جیسے کھانے پینے کی لذت چیزیں اور عمدہ کپڑے۔ علامہ طہوی نے شرح جامع صغیر میں، علامہ نووی نے تہذیب میں اور علامہ برکلی نے الطریقہ الحمیدہ میں اسی طرح لکھا ہے اور علامہ حنفی نے بدعت عمرہ کی یہ تعریف کی ہے ہر وہ نیا عقیدہ یا نیا کام یا نیا حال جو رسول اللہ پیچھے سے ثابت شدہ امور کے خلاف ہو، اس کو کسی قسم کے شبہ یا تکویل کی بنا پر دین قدیم اور صراط مستقیم بنالیا جائے، جیسے شیعوں کو دھوئے کی بجائے ان کا مسح کرتے ہیں اور موزوں پر مسح کا اٹھار کرتے ہیں۔

(رد المحتار، ج ۱، ص ۷۷) مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت (۱۳۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اس شخص پر نعت پوری کرنے کے لیے جس نے نیک کام کیے اور انہماک دیکھ دیا ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے رب سے ملاقات پر ایمان لے آئیں۔ (الانعام: ۱۵۴)

اللہ تعالیٰ نے نوا حکام ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اس میں یہ دھڑکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کے اختلاف سے ان احکام میں اختلاف نہیں ہوا، بلکہ یہ احکام تکلیف کے ابتدائی عہد سے لے کر قیامت تک ثابت اور مستحکم ہیں۔

اور یہ جو فرمایا ہے اس شخص پر نعت پوری کرنے کے لیے جس نے نیک کام کیے، حسن بصری نے اس کی تفسیر میں کہلی اسرائیل میں حسن (نیک) بھی تھے اور غیر حسن (غیر نیک) بھی تھے تو اللہ تعالیٰ نے محسنین پر اپنی نعت پوری کرنے کے لیے یہ کتاب نازل کی۔ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق نیک کام کرتے

تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر نعت پوری کرنے کے لیے ان کو کتاب (تورات) دی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے تورات میں دین کی کیا نصیحتیں دی ہیں؟ فرمایا اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس میں دین کے تمام احکام، عقائد اور مسائل کی تفصیل ہے۔ لہذا اس میں ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی نبوت اور رسالت کا بیان ہے اور آپ کی نبوت کے تمام دلائل ہیں اور یہ ہدایت اور رحمت ہے تاکہ یہ لوگ اللہ سے ملاقات پر ایمان لے آئیں اللہ سے ملاقات کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ثواب اور عذاب کا جو وعدہ کیا ہے اس سے ملاقات پر ایمان لے آئیں۔

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۵۵﴾

اور یہ کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے لہذا تم اس کی پیروی کرو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ

دیکھیں کہ یہ کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے کہ ہمیں تم پر اتنا حکم ہے کہ پہلے صرف دو گروہوں پر کتاب نازل کی گئی تھی اور بے شک

كُنَّا عَنْ دَرَسِهِمْ لَغَفْلِينَ ﴿۱۵۶﴾ أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا

ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے۔ یا تم یہ (دعا) کہو کہ اگر ہم پر (یہی) کتاب نازل کی

الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ

جائی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، اور اب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی

وَهَدَىٰ وَرَحْمَةً ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَ

اور ہدایت اور رحمت، تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے، اور

صَدَفَ عَنْهَا ۚ سَتَجِدَى الَّذِينَ يُصَدِّقُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ

ان سے اعراض کرے، ہم تمہیں یہ لوگ کو جسے ذاب کی سزا دی گئی ہے جو پہلی آیتوں کی تکذیب کرتے

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُصَدِّقُونَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ

تھے کہ ان سے اعراض کرتے تھے۔ وہ صرف یہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے

تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ

پس فرشتے آئیں، یا آپ کا رب آئے، یا آپ کے رب کی کوئی نشانی آئے۔

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ

جس دن آپ کے بعض آیتیں آجائیں گی۔ تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہوگا جو

أَمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَضَرُوا

اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو، آپ کہیے کہ تم بھی انتظار

إِنَّمَا مُنْتَظِرُونَ ﴿١٥٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ قَرَّوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوا شُرَكَاءَ

کردار ہم بھی انتظار کر رہے ہیں ۱۵۹۔ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹھٹھے ٹھٹھے کر دیا اور وہ بہت

لَسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ؕ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمُ

فرشتے کہ تم ان سے کچھ نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، پھر وہ ان کو خبر دے گا

بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٠﴾

جو کچھ وہ کرتے تھے ۱۶۰

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے لہذا تم اس کی پیروی کرو اور ڈرتے رہو

تاکہ تم پر زوم کیا جائے۔ (الانعام: ۱۵۵)

مشرکین پر اتمامِ حجت کے لیے قرآن مجید کو نازل فرماتا

اس آیت کا معنی یہ ہے قرآن جس کو ہم نے اپنے نبی محمد ﷺ پر نازل کیا ہے یہ برکت والی کتاب ہے۔ تم اس کی پیروی

کرو، یعنی اس کتاب کو اپنا ایمان بنا لو اور جو عقائد اس میں مذکور ہیں ان کو مانو، اور جو احکام اس میں مذکور ہیں ان پر عمل کرو اور

ڈرتے رہو، یعنی اپنے دلوں میں اللہ سے ڈرو اور اس کے خلاف عمل نہ کرو اور اس کی حدود سے تجاوز نہ کرو اور اس کی حرام کردہ

چیزوں کو حلال نہ کرو۔ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے احکام بیان کیے اور کئی احکام سنت کے لیے چھوڑ دیئے اور نبی ﷺ

نے سنتیں قائم کیں اور کئی امور رسالے اور قیاس کے لیے چھوڑ دیئے۔ (تفسیر امام ابن علی، حاتم، ج ۵، ص ۳۴۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہ کتاب اس لیے نازل کی ہے کہ) کہیں تم یہ (نہ) کہو کہ ہم سے پہلے صرف دو گروہوں پر

کتاب نازل کی گئی تھی اور بے شک ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے قائل تھے۔ (الانعام: ۱۵۶)

ان تقولوا لعلنا نقولوا کے معنی میں ہے جیسے یہیمن اللہ لکم ان تضلوا لعلنا ان تضلوا کے معنی

میں ہے یا کراہیہ ان تقولوا کے معنی میں ہے۔

(تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۸۷، جامع البیان، ج ۸، ص ۱۲۲، بیضاوی، علی، حاشیہ، ص ۲، ج ۱، ص ۱۸)

اس آیت میں اہل کہ سے خطاب ہے کہ کہیں قیامت کے دن وہ یہ نہ کہیں کہ اس سے پہلے یہود اور نصاریٰ پر توہرات

اور انجیل نازل کی گئی تھی اور ہم جو کہ ان پڑھتے تھے اس لیے ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے قائل تھے اور ہم پر کوئی کتاب نازل

نہیں کی گئی تھی جس کی ہم پیروی کرتے، ہمیں کوئی حکم دیا گیا تھا نہ کسی چیز سے روکا گیا تھا۔ ہم سے کوئی وعدہ کیا گیا نہ ہم پر کوئی وعید نازل ہوئی اور اللہ کی رحمت تو صرف ان دو گروہوں پر قائم ہوئی جو ہم سے پہلے تھے جن پر تورات اور انجیل نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا تم یہ (نہ) کہو کہ اگر ہم پر (بھی) کتب نازل کی جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، لو! اب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آگئی اور ہدایت اور رحمت تو اس سے زیادہ کون ظالم ہو گا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے اعراض کرے، ہم عقوبت ان لوگوں کو برے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے، کیونکہ وہ اعراض کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۵۷)

اس آیت کا معنی ہے یہ کتب جس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے، تاکہ مشرکین مکہ اور قریش قیامت کے دن یہ نہ کہیں کہ ہم سے پہلے یہود اور نصاریٰ پر کتب نازل کی گئی تھی، اور وہ یہ نہ کہیں کہ جس طرح ان پر کتب نازل کی گئی تھی، اگر اس طرح ہم پر کتب نازل کی جاتی اور ہم کو حکم دیا جاتا اور منع کیا جاتا کہ تقاضا راستہ صحیح ہے اور غلط غلط ہے، تو ہم ان سے کہیں زیادہ صحیح راستہ پر قائم رہے اور احکام پر عمل کرتے اور ممنوع کاموں سے باز رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب تمہارے پاس تمہاری ہی عربی زبان میں کتب آگئی ہے، اور اس میں منجز کلام ہے جس کی نظیر قیامت تک کوئی نہیں دیکھ سکا اور یہ ہدایت ہے اس میں طریق مستقیم کا بیان ہے اور جو اس پر عمل کریں اور اس کی اتباع کریں، ان کے لیے یہ رحمت ہے۔

پھر اللہ عزوجل نے فرمایا اس سے زیادہ ظالم، ظالماں اور حد سے بڑھنے والا اور کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے ان واضح دلائل اور جہتوں کا انکار کرے، ان کی تکذیب کرے اور ان سے اعراض کرے اور اللہ تعالیٰ عقوبت ان مکذبین کو دوزخ کے سخت عذاب کی سزا دے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی واضح نشانیں سے منہ پھرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ صرف یہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا آپ کا رب آئے، یا آپ کے رب کی کوئی نشانی آئے، جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے نفع نہیں ہو گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو، یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو، آپ کہنے کے تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔ (الانعام: ۱۵۸)

قیامت سے پہلے دس نشانیاں کا ظہور

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ یہ مشرکین جو بتوں کو اپنے رب کے مساوی قرار دیتے ہیں اور بلو جو آپ کی بسیار کوشش اور تبلیغ کے ایمان نہیں لاتے، وہ صرف اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ موت کے فرشتے آئیں اور ان کی روحوں کو قبض کر لیں، یا شہر کے دن آپ کا رب حلقوں کے سامنے اپنی شان کے مطابق آئے یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آئیں جن کے بعد قیامت قائم ہو جائے گی۔ آپ کہنے کے تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔

حضرت ضحیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، ہم اس وقت آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ نے دھوئیں کا ذکر کیا اور دجال کا اور داہیہ الارض کا اور مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کا اور حضرت یحییٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول کا اور یاجوج ماجوج کا اور جن ہار زمین کے دھنسنے کا۔ ایک ہار مشرق کا دھنسنے کا ایک ہار مغرب کا دھنسنے کا اور ایک ہار جزیرہ عرب کا دھنسنے کا اور سب آخریں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو دھیل کر مشرق کی طرف لے جائے گی۔



حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کا حکم دیا ہے اور ان کو اختلاف اور فرق بندی سے منع فرمایا ہے اور یہ خبری ہے کہ اس سے پہلے لوگ اللہ کے دین میں جھگڑنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ نزار معینی مکہ مکرمہ ۱۴۱۱ھ)  
ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مشرکین کے فرقے ہیں، بعض مشرکین فرشتوں کو لفظ کی بیٹھیاں کہتے تھے، بعض مشرکین جن کو اللہ کا شریک کہتے تھے، اور بعض مشرکین ستاروں کو۔ دو سرا قول یہ ہے کہ بعض لوگ قرآن مجید کی بعض آیتوں کو مانستے تھے اور بعض کا انکار کرتے تھے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس امت کے بدعتی اور گمراہ فرقے ہیں۔  
غلام۔ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک نظریہ یا مکتبہ فکریہ میں فرقہ نہیں کرنا چاہیے اور دین میں تفرقہ نہیں کرنا چاہیے اور جماعت کو اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرٌ مِّثْلُهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ

جو شخص اللہ کے پاس ایک نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس بیسی دس نیکیوں کا اجر ہوگا، اور جو شخص ایک برائی

فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلُهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۲۶﴾ قُلْ إِنِّي هَدَانِي

لے کر آئے گا اس کو صرف ایک برائی کی سزا ملے گی اور ان پر غم نہیں کیا جائے گا ۵ آپ مجھے بیٹیک میرے رب نے

سَبَّحَنِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۖ دِينًا قَبِيلاً ۖ اِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ

مجھے صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائی ہے، مستقیم دین، امتِ ابراہیم پر باطل سے متنازع، اور

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۷﴾ قُلْ إِن صَلَاتِي وَنُسُكِي وَ

وہ مشرکوں میں سے نہ تھے ۵ آپ مجھے کہ بیٹیک میری نماز اور میری قربانی اور

حَيَاتِي وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۲۸﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَ

میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے ۵ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور

بِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿۱۲۹﴾ قُلْ أَغْيَرَ اللَّهُ

مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ۵ آپ مجھے کو کیا میں اللہ کے

أَبْغَىٰ رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا

سوا کوئی اللہ رب تلاش کرے ۵ حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے: اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی

عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ

ذمہ دار ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تم نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٦﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ

تو وہ تمہیں ان چیزوں کے متعلق خبر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے ۱۶۶ وہی ہے جس نے تم کو زمین پر

خَلِيفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ

غلیف بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر کئی درجات بلند کر دیا تاکہ اس نے جو کچھ

فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ

نہیں مٹا کر دیتا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بیشک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بیشک وہ بہت بخشنے

### رَّحِيمٌ ﴿١٦٧﴾

والا ہے۔ مہربان ہے ۱۶۷

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو شخص اللہ کے پاس ایک نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس بھی دس نیکیوں کا اجر ہو گا اور

جو شخص ایک برائی لے کر آئے گا اس کو صرف ایک برائی کی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (الانعام ۱۶۰)

دس گنا اجر' سات سو گنا اور بے حساب اجر کے محال

سعید بن جبیرؓ عطاء اور ابراہیم وغیرہ سے روایت ہے کہ اس آیت میں الحسنہ سے مالہ الا اللہ کتا مراد ہے اور

السببہ سے مراد شرک ہے۔

فقہ نے روایت کیا ہے کہ نبیؐ چھوٹے سے بڑے تک کے اعمال چھ قسم کے ہیں۔ دو عمل (تراویح اور سزا کو) واجب کرتے ہیں

اور دو عمل اجر کو پھیلانے ہیں اور دو عمل برابر برابر کرتے ہیں۔ جو دو عمل واجب کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔ جو شخص اللہ سے اس حال

میں ملاقات کرے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو شخص اللہ کے ساتھ اس حال

میں ملاقات کرے کہ اس نے شریک کیا ہو وہ دوزخ میں داخل ہو گا اور جو دو عمل اجر پھیلانے میں ہیں وہ یہ ہیں جو مسلمان اللہ کی راہ

میں خرچ کرے اس کو سات سو گنا اجر ملے گا اور جو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے اس کو دس گنا اجر ملے گا اور جو عمل برابر برابر

ہیں وہ یہ ہیں ایک بندہ نیکی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جو بندہ برائی کا

ارادہ کرے اور اس برائی کو کرے تو اس کی ایک برائی لکھی جاتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے اس آیت کی تفسیر میں کہا اس گنا اجر اعراب (برائی) بلویہ (نہیں) کے لیے ہے اور

ماجرین کے لیے سات سو گنا اجر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے کہا یہ آیت اعراب کے حلق نازل ہوئی ہے۔ کسی نے جو چھ اور ماجرین کے لیے کتا اجر

ہے؟ انہوں نے کہا وہ اس سے بہت زیادہ ہے اور یہ آیت پڑھی

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ شَيْئًا لَّا ذِكْرًا إِنَّ تَكْوِينَ حَسَنَةً  
بِهِ فَكُلَّ اللَّهُ كَمِيَّ بِرَأْيِهِ كَمِيَّ بِرَأْيِهِ كَمِيَّ بِرَأْيِهِ كَمِيَّ بِرَأْيِهِ  
کاور اگر کوئی نیک ہوگی تو اس کو دینا عطا ہے گا اور اسے پاس  
(النساء: ۳۰) سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اور جب اللہ کسی شے کو عظیم فرمائے تو وہ بہت بڑی ہوگی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۳۵۵، ۳۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)  
بیر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تَسْأَلُونِي الْمَوْتُ أَمْ لَا تَحْيَاكُمْ أَمْ لَا تُغْنِي عَنْكُمْ  
الزمرہ: ۴۰) ممبر کرنے والوں کا اجر ہے حساب ہی ہو گا۔

نیک عمل کرنے والوں کو دس گنا اجر بھی ملتا ہے، سات سو گنا، اگر بھی ملتا ہے اور اللہ اس سات سو گنا کو دس گنا بھی فرمادیتا ہے۔  
تَمَكَّلُ الْيَدَيْنِ يُمْنُفُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ  
اللَّهِ كَمَسْئَلِ حَبَّةٍ الْبُذْبُذِ سَبْعَ سَبْعِينَ  
مَسْئَلَةً تَرَاهُ حَبَّةً وَاللَّهُ يُعْصِفُ لَيْسَ تَرَاهُ  
وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (الصفہ: ۳۵)  
جو لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی  
مثلاً اس دانے کی طرح ہے جس نے سات پائیس دانے میں  
پالی میں سونے ہیں اور جس کے لیے چاہے اللہ دینا عطا ہے  
اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے۔

اور ممبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے حساب اجر عطا فرماتا ہے۔

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ایک نیک کا دس گنا اجر ملتا ہے تو اگر انسان ایک دن نماز پڑھ لے اور دس دن نماز  
پڑھے یا رمضان کے تین دن روزے رکھ لے اور باقی ستائیس دن روزے نہ رکھے تو کیا یہ اس کے لیے جائز ہو گا؟ اس کا جواب یہ  
ہے کہ انسان اس نماز کا مکلف ہے جس کا دس گنا اجر ہے اور اس روزے کا مکلف ہے جس کا دس گنا اجر ہے اور اگر کسی یہ حکمت  
اس عمل کو ساقط نہیں کرتی جس کا اسے مکلف کیا گیا ہے، اور اگر کسی دس شکلوں میں جو ایک مثل ہے اس کو حاصل کرنے کا وہ  
مکلف نہیں ہے بلکہ اس نیک کو کرنے کا مکلف ہے جس کا اگر دس نیکیوں کی مثل ہے۔

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ کافر کا کفر تو محدود زمانہ میں ہوتا ہے اور اس کو سزا محدود زمانہ کی ہوتی ہے تو یہ اس جرم کے  
برابر سزا نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سزائیں یہ لازم نہیں ہے کہ وہ زمانہ جرم کے برابر ہو، مثلاً اس زمانہ میں ایک شخص  
کسی کو ایک منٹ میں قتل کر دیتا ہے اور اس کو سزا عمر قید کی دی جاتی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ سزا اس کی نیت کے اعتبار  
سے ہے، کیونکہ کافر کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اٹنا کفر کرے گا اس لیے اس کو دوام کی سزا دی جاتی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو شخص ایک نیک لے کر آئے  
گا اس کو اس کی مثل دس یا اس سے زیادہ نیکیوں کا اجر ملے گا اور جو برائی لے کر آئے گا اس کو صرف اسی کی مثل برائی کی سزا  
ملے گی، یا میں اس کو بخش دوں گا اور جو ایک بدشت میرے قریب ہوتا ہے میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میرے  
ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس کے چار ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میرے پاس چل کر آتا ہے میں دوڑتا ہوں اس کے پاس آتا  
ہوں اور جو شخص روئے زمین کے برابر گنجلے کر میرے پاس آئے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، میں اتنی ہی مغفرت  
کے ساتھ اس سے ملاقات کروں گا۔

(صحیح مسلم، اللہ کو اللہ دعا ۲۲، سنن ابن ماجہ ۲، رقم الحدیث: ۳۸۲۱، مسند احمد ۱۵، رقم الحدیث: ۲۱۳۸۰، مطبع قاہرہ)



حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا جب تم کوئی گناہ کرو تو اس کے فوراً بعد کوئی نیکی کرو۔ وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ اللہ بھی نیکیاں میں سے ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تو افضل نیکی ہے۔ شیخ احمد شاکر نے کہا اس کی سند ضعیف ہے۔

(مسند احمد ج ۱۵، رقم القم ۷۷۷، جامع الترمذی ج ۸ ص ۳۵، تفسیر امام ابن ابی حاتم رقم القم ۷۷۷، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۸۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم جنس کیس بھی ہو اللہ سے ڈرو اور گناہ کے بعد نیک عمل کرو۔ وہ اس گناہ کو مٹا دے گا اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ شیخ احمد شاکر نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(مسند احمد ج ۱۵، رقم القم ۷۷۷، سنن الترمذی ج ۳، رقم القم ۷۷۷، سنن دارمی ج ۲، رقم القم ۷۷۷، المستدرک ج ۱، ص ۵۳، التلمذ ہی نے اس کی موافقت کی ہے)

اجر میں جو زیادتی کے یہ مختلف مراتب ہیں ان کی توبہ اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ نیک کرنے والے کے احوال اور اس کے انعام کے مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک بھوکے کو کھانا کھانا نیک ہے لیکن اگر ایک کوڑی پیسی بھوکے کو کھانا کھائے تو جیسے اس نے سمندر سے ایک قطرہ خرچ کیا اگر ایک لکھ پیسی کھائے تو وہ اس کے اعتبار سے زیادہ خرچ ہو گا اور اگر ایسا شخص کسی بھوکے کو کھانا کھائے جس کے پاس صرف وہی کھانا ہو اور اس شخص کو کھانا کھلا کر وہ خود بھوکا رات گزارے تو یہ تو ایسا ہے جیسے کوئی کوڑی پیسی اپنی ساری دولت راہ خدا میں خرچ کر دے کیونکہ اس کی کل دولت تو وہی کھانا تھا۔ اس لیے ان کے اجر کے مراتب بھی مختلف ہوں گے اور کوڑی پیسی کو دس گنا اجر ملے گا لکھ پیسی کو سات سو گنا اور اس تیسرے شخص کو اللہ تعالیٰ بے حساب اجر عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے بے شک میرے رب نے مجھے صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائی ہے۔ مستحکم دین' ملت ابراہیم ہر ماہ میں سے ممتاز اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ (الانعام: ۱۶۵)

اس سورت میں پہلے اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل بیان فرمائے۔ پھر مشرکین اور منکرینِ تقدیر کا رد فرمایا۔ اب اس کلام کو اس پر فہم فرمایا کہ مستحکم دین اور صراطِ مستقیم تو ملت ابراہیم ہے جو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت پر مبنی ہے اور ہدایت صرف اللہ کی عطا سے حاصل ہوتی ہے اور ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور ہر شخص کو اس کے عمل کی جزا ملے گی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ سے یہ فرمان ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان بت پرستوں اور مشرکوں سے کہنے کہ مجھے میرے رب نے صراطِ مستقیم کی ہدایت دی ہے اور یہی ملتِ حقینہ مستقیمہ ہے۔ اللہ نے مجھے دینِ مستقیم کی ہدایت دی ہے جو حضرت ابراہیم کی ملت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام باطل اویان سے اعراض کرنے والے تھے اور وہ مشرکین اور بت پرستوں میں سے نہیں تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہنے کے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ (الانعام: ۱۶۴)

نسک کا معنی

صلوٰۃ سے مراد تو تہجد کی نماز ہے یا نمازِ عید ہے اور نسک نسک کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے ذبیحہ اور اس کا معنی ہے حج اور عموماً میں میں نماز، نماز اور نماز اور ذبیحہ کو اس آیت میں اس طرح جمع کیا ہے جیسے مصلح لربک و اسحر (انگوٹھ ۱۲۰) میں جمع کیا ہے۔ حسن بصری نے کہا نسک سے مراد ہے میرا دین۔ ذبیحہ نے کہا اس سے مراد ہے میری عبادت۔ ایک قوم نے کہا

اس آیت میں بسکے سے مراد تمام نیک کام اور عبادتیں ہیں۔

محسبای اس سے مراد ہے میں زندگی میں جو عمل کروں گا اور ممانی اس سے مراد ہے میں وفات کے بعد جن چیزوں کی وصیت کروں گا۔

نماز کا افتتاح اسی وجہ سے واجب ہے یا تکبیر سے

امام شافعی نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز کو اس ذکر سے شروع کرنا چاہیے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس کا حکم دیا ہے اور اس کو اپنی کتاب میں نازل کیا ہے اور اس کی تائید حدیث میں بھی ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے وجہت وجہی لعدی فطر السموات والأرض حسیباً وما آما من المشرکین ان صلاتی وسکونی ومحسبای وممانی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبدا لکھ امت وانا اول المسلمین (الحدیث)

(صحیح مسلم ص ۲۰۴، سنن ابوداؤد ج ۱، سنن ترمذی ج ۲، رقم الحدیث ۸۹۶)

امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس ذکر کے ساتھ نماز کو شروع کرنا واجب نہیں ہے بلکہ نماز کا افتتاح تکبیر کے ساتھ واجب ہے اور اس کے بعد قرآن مجید کو پڑھنا فرض ہے اور اس کے درمیان اس ذکر کو بھی پڑھنا مستحب ہے اور دیگر اذکار کو بھی۔ مثلاً سبحانک اللہم وبحمدک کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں سبحانک اللہم وبحمدک

وسارکن اسمک وتعالی حدک ولا الہ غیرک پڑھتے تھے۔ صحیح مسلم ص ۳۴۱، رقم الحدیث ۸۹۶ اور نبی کریم ﷺ نے جب اعرابی کو نماز کی تعلیم دی تو فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کو پھر قرآن پڑھو۔ صحیح ابوداؤد ج ۱، رقم الحدیث ۸۹۳

آپ نے اسی وجہ سے اذکار میں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ اس سے افتتاح واجب نہیں ہے بلکہ تکبیر سے افتتاح واجب اور اس سے افتتاح کرنا مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے بھی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

(الانعام: ۱۶۳)

نبی کریم ﷺ کا اول المسلمین ہونا

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ سیدنا محمد ﷺ سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا آپ سے پہلے حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام مسلمان نہیں تھے؟ تو اس کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

۱۔ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ معنی اول المخلوق ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم آخر ہیں اور ہم قیامت کے دن سابق ہوں گے۔

(صحیح مسلم ص ۸۵۵، رقم الحدیث ۸۹۶)

۲۔ نبی کریم ﷺ سب سے پہلے نبی ہیں جیسا کہ ان احادیث میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ فرمایا اس وقت

آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔ سنن الترمذی ج ۲، رقم الحدیث ۳۷۳۷، لا یجوز علی غیر نبی ﷺ، رقم الحدیث ۸۹۶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں خلق کے اعتبار سے تمام نبیوں میں اول ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخر ہوں۔ (تذکرہ اہل بیت ج ۲، رقم الحدیث ۳۷۳۷، لا یجوز علی غیر نبی ﷺ، رقم الحدیث ۸۹۶)

فقہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قریاش میں سب سے اول ہوں اور بخت میں سب سے آخر ہوں۔

(کنز العمال ج ۵، رقم الحديث: ۱۵۱۶، ۳، کمال ابن ہدی ج ۳، ص ۹۹، طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۳۹)

حضرت عریض بن ساریہ جو بیٹہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اللہ کے پاس قائم النعمان لکھا ہوا تھا اور آدم بنو ذمی اور گارے میں تھے۔

(راکس الجوزة لابن قیم ج ۱، رقم الحديث: ۱۵۱۶، ۳، کمال ابن ہدی ج ۳، ص ۹۹، طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۳۹، مجمع الزوائد ج ۸، ص ۳۳۳)

۳۔ نبی ﷺ اپنی امت میں اول المسلمین ہیں۔ یہ فقہ کا قول ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵، رقم الحديث: ۸۸۸۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کئے کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ مگر کہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم نے اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ جس میں ان چیزوں کے متعلق خبر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۷۳)

فقہ کے زمانہ میں نیک علماء کا گوشہ نشین ہونا

روایت ہے کہ کفار نے نبی ﷺ سے کہا اے محمد ﷺ ہمارے دین کی طرف آئیں اور ہمارے خداؤں کی عبادت کریں اور اپنے دین کو چھوڑ دیں اور ہم دنیا اور آخرت میں آپ کی ہر ضرورت کے تکمیل ہوں گے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ کئے کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ مگر کہ وہ ہر چیز کا رب ہے (الطہ: ۸۱، القرآن: ۸۱، ص ۱۳۹) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے۔

ربیع بیان کرتے ہیں کہ عبادت مزار علماء کے لیے اس زمانہ میں صرف دو صورتیں ہیں اور ہر صورت دوسری سے افضل ہے۔ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور حق کی دعوت دیں یا غنہ انجیز لوگوں کو پھرد کر کوٹ نشیں ہو جائیں اور بد کردار اور بد عنوان لوگوں کے افعال میں شریک نہ ہوں اور اللہ کے احکام کی پیروی کرتے رہیں اور فرائض بجالائیں اور اللہ کے لیے محبت و رحمت اور اسی کے لیے بغض و رکبھی۔ (جامع البیان ج ۸، ص ۳۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

فضول کے عقد اور وکیل کے تصرفات میں غرہب فتماء

فضول کی بی بی ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کے لیے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرید لے۔ اس بیج کا جواز اس مالک کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر وہ اس کو جائز قرار دے تو یہ بیج جائز ہے ورنہ نہیں۔ اسی طرح فضول کا کیا ہو عقد نکاح بھی لڑکے یا لڑکی کی بعد میں رضامندی سے جائز ہوتا ہے ہمارے دور میں اکثر نکاح ایسے ہی ہوتے ہیں۔ لڑکی سے نکاح کی اجازت وکیل لیتا ہے، لیکن لڑکے سے ایجاب و قبول وکیل کی بجائے نکاح خود کرتا ہے۔ یہ بھی فضول کا عقد ہے، لیکن جب لڑکی رخصت ہو جاتی ہے تو گویا وہ اس فضولی کے عقد پر راضی ہو جاتی ہے اور یہ نکاح نافذ ہو جاتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک فضولی کا عقد جائز نہیں ہے۔ وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے (الانعام: ۱۷۳) یعنی دوسرا اس کا ذمہ دار نہیں ہے اور اس آیت کے پیش نظر وہ فضول کے عقد کو ناجائز کہتے ہیں۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فضولی کی بیج جائز ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو ایک دینار عطا کیا تاکہ وہ آپ کے لیے ایک بکری خریدیں۔ انہوں نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں، پھر ایک بکری کو ایک دینار کے عوض فروخت کر دیا اور نبی ﷺ کے پاس ایک بکری اور ایک دینار

لے کر آگئے آپ نے ان کے لیے بیچ میں برکت کی دعا کی پھر یہ ہوا کہ وہ مٹی بھی خریدتے تو ان کو نفع ہو۔

(صحیح بخاری 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۳۳۲، سنن ابوداؤد 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸۳، سنن الترمذی 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۳۳، سنن ابن ماجہ 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۲۳۴۴، سنن ابوداؤد 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۸۰، طبع جدید 'مسند احمد' 'ج' ۳، ص ۷۷، طبع قدیم)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ فضولی کا عقد صحیح ہے اور اصل شخص کی رضاعتی کے بعد اس کا عقد نافذ ہو جائے گا۔ نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ وکیل کا تصرف صحیح ہے اور اس کے تصرف سے جو صفت اسے حاصل ہوگی وہ اصل کے لیے ہوگی۔ امام مالک، امام ابو یوسف، اور امام محمد بن حسن کا یہی قول ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مثلاً یہ کہے کہ سو روپے کا ایک کلو بکری کا گوشت خرید کر لاؤ اور وہ سو روپے کا دو کلو بکری کا گوشت لے آئے تو وہ زائد ایک کلو گوشت وکیل کا ہو گا۔ وہ سکا ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو کیونکہ اس زمانے میں اعلیٰ کی نشرو اشاعت کے اس قدر وسائل نہیں تھے جتنے اب میں ہیں اور اعلیٰ کی اشاعت میں تدریجاً وسعت ہوئی ہے۔

برائی کے موجد کو اس برائی کے مرتکبین کی سزا میں سے حصہ ملے گا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کوئی بوجہ اٹھائے نہ لاکسی دوسرے کا بوجہ نہیں اٹھائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیتوں اور بعض اعلیٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کے گناہوں کا عذاب بعض دوسروں کو ہو گا اور یہ اس آیت کے خلاف ہے:

وَلَيْسَ جَزَاءُ اَنْفَعَالِهِمْ وَاَنْفَعَالِ اٰلِهِمْ  
(المسکوت: ۳۳)

یَسْخَرُونَ اَوْرَاقَهُمْ سَخِرَ لَوْ اَنَّ اَنْفَعَالَهُمْ  
مِنْ اَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ يُضَلُّوْنَ عَنْ سَبِيلِ رَبِّهِمْ عَلَيْهِمُ الْاَلَاءُ  
مَنْ اَبْرَزُوْنَ (النحل: ۲۵)

اسی طرح بعض اعلیٰ میں بھی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو بھی ظلم قتل کیا جائے گا اس کے خون کی سزا سے ایک حصہ پہلے ان آدم (قتل) کو بھی ملے گا کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کرنے کی رسم اور گناہ کو ایجاب کیا۔

(صحیح بخاری 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۲۳۳۵، 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۳۸۱، صحیح مسلم 'رقم الحدیث: ۲۱۷۷، سنن ترمذی 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۲۳۳۵، سنن نسائی 'رقم الحدیث: ۳۳۹۱، مسند احمد 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۳۸۰، مصنف عبدالرزاق 'رقم الحدیث: ۳۳۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ 'ج' ۳، ص ۳۳، صحیح ابن حبان 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۵۸۸۳، سنن کبریٰ للبیہقی 'ج' ۸، ص ۱۵)

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے کسی برائی اور گناہ کو ایجاب کیا تو قیامت تک جتنے لوگ اس برائی پر عمل کریں گے تو ان کے گناہوں کی سزا میں اس برائی کے ایجاب کرنے والے کا بھی حصہ ہو گا کیونکہ وہ ان سب لوگوں کے لیے اس برائی کے ارتکاب کا سبب بنا تھا اور بعد کے لوگوں کی سزا میں کوئی کمی نہیں ہوگی جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی تو اس کو ہدایت پر

تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور جن جن میں سے کوئی کی نہیں ہوگی اور جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی تو اس کو اس گمراہی پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر سزا ملے گی اور جن جن میں سے کوئی کی نہیں ہوگی۔

(سنن ترمذی 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۲۷۸۳، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳۶۷۷، سنن ابوداؤد 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۶۷۹، مسوط امام مالک، رقم الحدیث: ۵۰، سنن احمد 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۱۷۷۷)

کوئی شخص دوسرے کے جرم کی سزا نہیں پائے گا، اس قاعدہ کے بعض مستثنیات کسی شخص کو دوسرے کے گناہ کی سزا نہیں ملے گی، یہ قاعدہ اس صورت میں ہے جب وہ شخص دوسروں کو اس گناہ سے منع کرنا رہے، لیکن اگر کوئی شخص خود نیک ہو اور اس کے سامنے دوسرے گناہ کرتے رہیں اور وہ ان کو منع نہ کرے تو اس نیک شخص کو اس لیے عذاب ہو گا کہ اس نے ان دوسروں کو برائی سے نہیں روکا قرآن مجید میں ہے:

تَكَانُوا أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ هُمْ عَنْ مُنْكَرٍ مَعْلُومٍ يَدْعُونَ  
مَا تَكُونُوا أَقْبَعُ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ (المائدہ: ۷۹)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ غیبت سے یہ فرماتے ہوئے بیدار ہوئے لا الہ الا اللہ عرب کے لیے چہی ہو اس شر سے جو قریب آپ ﷺ یا جو جہانگیر کی رکوت کے نوٹنے سے، آج روم فتح ہو گیا، سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کاغذ پٹیاں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے، علامہ خاک ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے آپ نے فرمایا ہاں جب یہ پٹیاں زیادہ ہو جائیں گی۔

(صحیح ابوداؤد 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۳۳۳۶، صحیح مسلم، سنن 'ج' ۱، ۱۲۸۸۰، سنن ترمذی 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۲۷۸۳، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۲۰۷۵۶، سنن ابی یوسف، رقم الحدیث: ۳۰۸، مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: ۸۰۷۷، سنن احمد 'ج' ۱۰، رقم الحدیث: ۲۷۸۶، سنن کبریٰ للبیہقی 'ج' ۱، ص ۳۳)

اسی طرح اس قاعدہ سے بعض احکام بھی مستثنیٰ ہیں، مثلاً اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو خطا نقل کر دے یا اس کا قتل شہرہ ہو (قتل شہرہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو سزا دینے کے قصد سے ناشی ہو کر اسے یا ہاتھ سے ضرب لگائے اور اس کا قصد قتل کرنا نہ ہو) تو اس کی مت عاقبہ پر لازم آتی ہے، تاکہ اس کا خون رائیگاں نہ ہو، اب یہاں جرم تو ایک شخص نے کیا ہے اور اس کا توبہ اس کے عاقبہ ادا کریں گے۔ عاقبہ سے مراد مجرم کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہیں جن کو صیبت کہتے ہیں، حدیث شریف میں ہے:

حضرت سفیان بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو شہرہ کی ایک چپ سے مارا اور آٹھ ایک وہ مضروبہ حاملہ تھی اور اس ضرب سے اس کو ہلاک کر دیا۔ جن میں سے ایک عورت زینب کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے قاتل کے صیبت (باپ کی طرف سے رشتہ دار) پر حوالہ کی مت لازم کی، اور اس کے پیٹ کے پچہ کے توبہ میں ایک باندی یا ایک غلام کا رجم لازم کیا۔

(صحیح مسلم، القند: ۳، ۲۷۸۳، سنن ابوداؤد 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۲۷۷۸، سنن ترمذی 'ج' ۳، رقم الحدیث: ۲۷۸۳، سنن ابی یوسف، رقم الحدیث: ۳۰۸، سنن ابن ماجہ 'ج' ۲، رقم الحدیث: ۳۷۳۳)

اسی طرح اگر مسلمانوں کے غلہ میں کوئی مسلمان متحول پٹا جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا قاتل کون ہے تو اس غلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں گے کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اور جن کے قسم کھانے کے بعد

اٹل علقہ پر دست لازم آنے کی، تاکہ مسلمان کا قتل دیکھنا نہ جائے، اس کو قسمت کئے ہیں، یہاں بھی قتل کسی اور نے کیا ہے اور اس کا تلوین یہ علقہ والے ادا کریں گے۔ حدیث میں ہے:

حضرت امین عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کا ایک شخص یسوی کی رہت والی زمین میں محتول پلایا گیا۔ انہوں نے اس کا بھی پیچھا سے ذکر کیا، آپ نے یسوی کے پیاس چے ہوئے لوگوں کو بلایا اور ہر ایک سے یہ قسم لی کہ اللہ کی قسم نہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ مجھے اس کے قتل کا علم ہے پھر ان پر دست لازم کر دی۔ یسوی نے کہا یہ وہی قبیلہ ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کی شریعت میں قتل (ضن دار تعنی) ج ۴، رقم طبع ۳۸، مطبوعہ دار الکتب المطبعیہ بیروت ۱۳۱۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر کئی درجہ بلندی عطا فرمائی، تاکہ اس نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا، اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے۔ (انعام: ۳۵)

مسلمانوں کو خلیفہ بنانے کے محال

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے مسلمانوں کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے، اس خلافت کے سبب ذیل محال

ہیں:

۱۔ سید محمد مجتبیٰ خاتم النبیین ہیں، اس لیے آپ کی امت خاتم الامم ہے اور چونکہ یہ امت کبھی تمام امتوں کے بعد ہے، اس لیے یہ تمام امتوں کی خلیفہ ہے۔

۲۔ اس امت کا ہر قرن دوسرے قرن کے بعد ہے، اس لیے ہر قرن دوسرے قرن کا خلیفہ ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے، تاکہ وہ زمین میں اللہ کے احکام جاری کریں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (النور: ۵۵)

وہی لوگ فاسق ہیں۔

جن لوگوں کو ہم زمین میں سلطنت عطا فرمائیں، تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور انکی کا حکم دیں اور یہی ان سے روکیں اور سب کاموں کا امام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا لَأَن تَكُونَهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَئِن أَعَادَتِ الْعُمُورُ

۔ (الحج: ۴۱)

مسلمانوں کی آزمائش

اس کے بعد فرمایا تم میں سے بعض کو بعض پر کئی درجہ بلندی عطا فرمائی، تاکہ اس نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا ہے، اس

مہبان القرآن

میں تمہاری آزمائش کرے، یعنی عزت اور شرف، محض اور ہل، رزق اور شہمت اور سھلت میں اور تم میں یہ فرق مراتب اور تعلقات و درجات اس وجہ سے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سب کو برابر کا درجہ دینے سے عاجز تھا بلکہ اس نے جس میں آزمائش کے لئے تم کو ہر مختلف درجہ میں رکھا تاکہ دنیا والوں پر اور قیامت کے دن سب لوگوں کو معلوم ہو کہ ہل اور رزق کی فراوانی سے کون دولت کے نشہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھلا بیٹھا اور بیش و عشرت میں پدیا اور نفسانی خواہشوں کی اتباع میں فواحش و منکرات میں مبتلا ہو گیا اور کون ایسا ہے جو روپے پیسے کی دلیل جیل کے بند و خدا سے ڈرنا اور اپنے ہل کو اللہ کے احکام کی اطاعت اور خلق خدا کی خدمت میں صرف کرنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا ہر اسی طرح کس نے اپنی محنت کو عہدت میں خرچ کیا اور کس نے عیاشی میں ضائع کیا اور کون غربت اور افلاس میں اللہ اور بندوں کے حقوق اور کرنا اور کون اللہ سے شکوہ اور شکایت کرتا اور کون عہدت سے غافل رہا اسی طرح کون بیماری میں عہدت کرتا اور کون بیماری میں گئے شکوے کرتا اور کون اللہ کی اطاعت سے گریزاں رہا۔

مسلمانوں کے گناہوں پر مواخذہ اور مغفرت کا بیان

پھر فرمایا "یہ ملک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بہت عجب و عجیبے والا ہے مد مرہا ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ لطف و نفاذ کو بہت جلد سزا دینے والا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو مانتوں کو سزا دیتا ہے کہ وہ توبہ کر لیں؟ اور عذاب بھی آخرت میں ہو گا پھر کس طرح فرمایا کہ وہ بہت جلد سزا دینے والا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کرنے والا ہے، وہ اس کے اظہار سے بہت قریب ہے اور بہت جلد ہونے والا ہے، جیسا کہ قیامت کے متعلق فرمایا

وَمَا أَكْمُرُ السَّاعَةَ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هَوَ  
أَقْرَبُ (الحج: ۷۷) اسی سے بھی قریب تر ہے۔

لَهُمْ يَبْرُؤُهُ بَعِيدًا وَ مَرَّةٌ قَرِيبًا (المعارج: ۶۷) بہت قریب و کچھ رہے ہیں۔

نیز بعض اوقات اللہ تعالیٰ بعض مسلمانوں کی غلطیوں پر جلد ہی دنیا میں ہی گرفت فرماتا ہے اور جن کو کسی معصیت یا بیماری میں مبتلا کرتا ہے جو ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے:

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ  
أَيْدِيكُمْ وَيَعْلَمُ اقْتِنُ كَثِيرٌ (الشوری: ۳۰) حق اور بہت سی غلطیوں کو تو وہ صاف فرماتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، خواہ کتنا چھوٹا اس سے بھی کم ہو، اللہ اس تکلیف کے سبب اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے، یا اس کا ایک گناہ مٹاتا ہے۔

(صحیح مسلم، ابواب الاصل، ۴/۳۰۷ (۳۵۷۳) سنن الترمذی، ج ۲، رقم الحدیث: ۹۶۷۷)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کو جو بھی معصیت پہنچتی ہے خواہ دائمی ہو، خواہ تھکوت ہو، خواہ کوئی اور بیماری ہو، خواہ غم ہو، خواہ پریشانی ہو، اللہ تعالیٰ اس معصیت کو اس کے گناہوں کا کفارہ مٹاتا ہے۔

(صحیح البخاری، ج ۲، رقم الحدیث: ۹۶۷۷، صحیح مسلم، ابواب الاصل، ۵۲/۳۴۶ (۳۵۷۳) سنن الترمذی، ج ۲، رقم الحدیث: ۹۶۷۸)

نیز فرمایا "وہ بہت بخشنے والا ہے" وہ گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اپنے فضل و کرم اور رحمت سے دنیا میں گناہوں پر پردہ رکھتا ہے اور آخرت میں انواع و اقسام کی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن مومن کو اس کے رب عز و جل کے قریب کیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے بازو میں چھپالے گا پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور فرمائے گا کیا تم اس (گناہ کو) پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا ہاں میرے رب میں پہچانتا ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے دنیا میں تم پر وہ رکھا تھا اور آج میں تمہیں بخش دیتا ہوں۔ پھر اس کو اس کی نیکیوں کا محفہ دے دیا جائے گا اور کفار و منافقین کو تمام مخلوقات کے سامنے بلایا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر جسوت پڑھا تھا۔

الحج الجہادی، ۵۶، رقم الحديث: ۲۲۲۱، صحیح مسلم، ۵۵، (۳۷۸) ۵۸، سنن ابن ماجہ، ۱، رقم الحديث: ۱۸۳، السنن الکبریٰ للشیخ، ۱، رقم الحديث: ۳۲۲۲

حرف آخر

آج ۵ مارچ ۱۴۳۸ھ / ۱۹ نومبر ۲۰۱۶ء بروز اتوار بعد از نماز ظہر سورۃ الانعام کی تفسیر کو میں اس حدیث پر شرم کر رہا ہوں اور اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میری نظرشوں پر پردہ رکھے گا اور آخرت میں میرے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

اللہ العالیٰ جس طرح آپ نے مجھے سورۃ الانعام تک تفسیر کلمے کی معلومت بخشی ہے، اپنے فضل و کرم سے مجھے باقی قرآن مجید کی تفسیر کلمے کی بھی عزت عطا فرما، مجھ پر قرآن مجید کے اسرار و معارف کھول دے اور معلومت میں مجھے وسیع نظر عطا فرما، مجھے اس تفسیر میں خطا اور نظرشوں سے بچاؤ رہائی مانڈ دے، زندگی میں نیکی عطا فرما اور گناہوں سے محفوظ رکھ، اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے دنیا اور آخرت میں ہر بیشی، معیت اور عذاب سے محفوظ رکھ اور دارین کی خوشی عطا فرما، اس تفسیر کو سوش اور مفید بنا اور اس کو اتقان قیامت فیض آفریں اور باقی رکھ، اس کے مصنف، صحیح، کمپوزر، ناشر، کارکنین، معجبین اور مخلصین کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور ہر عذاب سے بچاؤ دارین کی کامیابی اور کامرانی ان کا عقد کر دے۔ آمین یا رب العالمین۔

واخبر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد حاتم السیون قائد العمر المحجلین شفیع المدنیس رحمة للعالمین و علی آلہ الطاہرین واصحابہ الکاملین و ارواحہ الطاہرات امہات المؤمنین و علی اولیاء امتہ و علماء ملتہ من السجدین والفسرین والعقہاء والمحتشدین والمسلمین اجمعین۔





# مآخذ و مراجع

## کتاب الیه

- ۱- قرآن مجید
- ۲- تورات
- ۳- انجیل

## کتاب احادیث

- ۴- امام ابو حنیفه نعمان بن حبان مستوفی ۲۵۰ھ مسند امام اعظم مطبوعہ محمد سعید ایدہ سنہ گرامی
- ۵- امام الکلبی ابن ابی نعیم مستوفی ۲۵۰ھ مسوط امام مالک مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۰۰ھ
- ۶- امام عبد اللہ بن مبارک مستوفی ۲۵۰ھ کتاب الزهد مطبوعہ دار الکتب المطبعہ بیروت
- ۷- امام ابو یوسف یحییٰ بن ابراہیم مستوفی ۲۵۰ھ کتاب الآثار مطبوعہ مکتبۃ اثریہ بیروت
- ۸- امام محمد بن حسن شیبانی مستوفی ۲۵۰ھ مسوط امام محمد مطبوعہ نور محمد کنگرہ خاندان تجارت کب گرامی
- ۹- امام محمد بن حسن شیبانی مستوفی ۲۵۰ھ کتاب الآثار مطبوعہ لوارۃ القرآن گرامی ۲۰۰ھ
- ۱۰- امام حسین بن جریر مستوفی ۲۵۰ھ کتاب الزهد مکتبۃ الدار ندینہ مشورہ ۲۰۰ھ
- ۱۱- امام سلیمان بن داؤد بن جابر و علی بن حنفی مستوفی ۲۵۰ھ مسند علی بن مطبوعہ لوارۃ القرآن گرامی ۲۰۰ھ
- ۱۲- امام محمد بن ادریس شافعی مستوفی ۲۵۰ھ مسند مطبوعہ دار الکتب المطبعہ بیروت ۲۰۰ھ
- ۱۳- امام محمد بن عروانہ مستوفی ۲۵۰ھ کتاب المعاری مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۲۰۰ھ
- ۱۴- امام عبد الرزاق بن حاتم متعلق مستوفی ۲۵۰ھ مکتب مطبوعہ کتب اسلامی بیروت ۲۰۰ھ
- ۱۵- امام عبد اللہ بن الزبیر حیدری مستوفی ۲۵۰ھ مسند مطبوعہ عالم الکتب بیروت
- ۱۶- امام سعید بن منصور خراسانی مستوفی ۲۵۰ھ سنن سعید بن منصور مطبوعہ دار الکتب المطبعہ بیروت
- ۱۷- امام ابو یوسف عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ مستوفی ۲۵۰ھ مکتب مطبوعہ لوارۃ القرآن گرامی ۲۰۰ھ
- ۱۸- امام احمد بن حنبل مستوفی ۲۵۰ھ مسند مطبوعہ مکتبۃ اسلامی بیروت ۲۰۰ھ دار الفکر بیروت ۲۰۰ھ

- ۱- امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ هـ کتاب الزهد مطبوعه كتيبه دارالایاز كراكه ۱۳۳۵ هـ
- ۲- امام ابو عبد الله بن عبد الرحمن داری متوفی ۵۵۵ هـ مسن داری مطبوعه دارالکتب العلمی بیروت ۱۳۵۰ هـ
- ۳- امام ابو عبد الله محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ هـ صحیح بخاری مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۴- امام ابو عبد الله محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ هـ معادب المفرد مطبوعه دارالعرف بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۵- امام ابو الحسن مسلم بن الحجاج قشیری متوفی ۲۶۱ هـ صحیح مسلم مطبوعه كتيبه نزار مصطفی الایاز كراكه ۱۳۵۵ هـ
- ۶- امام ابو عبد الله محمد بن یزید ابن ماجه متوفی ۲۷۳ هـ مسن ابن ماجه مطبوعه دارالکتب بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۷- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث جستنلی متوفی ۳۰۸ هـ مسن ابو داؤد مطبوعه دارالکتب بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۸- امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث جستنلی متوفی ۳۰۸ هـ مسن ابن ماجه مطبوعه دارالکتب بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۹- امام ابو یوسف یحیی بن محمد بن یحیی ترمذی متوفی ۲۴۰ هـ مسن ترمذی مطبوعه دارالکتب بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۰- امام ابو یوسف یحیی بن محمد بن یحیی ترمذی متوفی ۲۴۰ هـ مشكل یحیی مطبوعه الكتب الجاریه كراكه ۱۳۵۵ هـ
- ۱۱- امام ابو بكر محمد بن ابی حاتم اشعری متوفی ۲۴۸ هـ کتاب المنة مطبوعه كتب اسلامی بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۲- امام طین عمر دار قطنی متوفی ۲۸۵ هـ مسن دار قطنی مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۳- امام احمد محمد بن عبد الله دار قطنی متوفی ۲۴۳ هـ المکر ابو داؤد المعروف مسنده ابو داؤد مطبوعه مؤسسه القرآن بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۴- امام ابو عبد الرحمن احمد بن حشیب شافعی متوفی ۲۴۰ هـ مسن شافعی مطبوعه دارالعرف بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۵- امام ابو عبد الرحمن احمد بن حشیب شافعی متوفی ۲۴۰ هـ عمل الیوم والایام مطبوعه مؤسسه الكتب الشافعیه بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۶- امام ابو عبد الرحمن احمد بن حشیب شافعی متوفی ۲۴۰ هـ مسن کبری مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۷- امام احمد بن علی الشافعی متوفی ۲۴۰ هـ مسنده ابو یحیی موعلی مطبوعه دارالاسلامون زناث بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۸- امام عبد الله بن علی بن جابر دینیاروری متوفی ۲۴۰ هـ کتاب المستق مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۱۹- امام ابو بكر محمد بن اردون ردوانی متوفی ۲۴۰ هـ مسنده اردوانی مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۲۰- امام محمد بن اسحاق بن خزيمة متوفی ۲۴۵ هـ صحیح ابن خزيمة مطبوعه كتب اسلامی بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۲۱- امام ابو عبد الله محمد بن حکیم الترمذی متوفی ۲۷۰ هـ تواتر الاسوی مطبوعه دارالایاز كراكه ۱۳۵۵ هـ
- ۲۲- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ هـ مشكل الطحاوی مطبوعه كتيبه دارالایاز كراكه ۱۳۵۵ هـ
- ۲۳- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ هـ شرح مشكل الطحاوی مطبوعه مؤسسه الرساله بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۲۴- امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ هـ شرح معانی الآثار مطبوعه مطبعه جعفی پاكستان لاهور ۱۳۵۵ هـ
- ۲۵- امام محمد بن جعفر بن حسین آجری متوفی ۳۳۰ هـ مکالم الاذقان مطبوعه مطبعه الدینی مصر ۱۳۵۵ هـ
- ۲۶- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ هـ صحیح ابن حبان مطبوعه مؤسسه الرساله بیروت ۱۳۵۵ هـ
- ۲۷- امام ابو بكر محمد بن حسین آجری متوفی ۳۴۰ هـ التلخیص مطبوعه كتب دارالاسلام ریاض ۱۳۵۵ هـ
- ۲۸- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۲۰ هـ معجم صغیر مطبوعه كتيبه مطبعه مؤسسه الكتب اسلامی بیروت ۱۳۵۵ هـ

- ۴۹- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۲۰هـ مختم لوسط مسطور کتبه لطائف ریاض ۴۵۰هـ
- ۵۰- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۲۰هـ مختم کبر مسطور دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۵۱- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۲۰هـ مسند الشافعی مسطور مؤسسه دارالاسلام بیروت ۴۰۴هـ
- ۵۲- امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی المتوفی ۳۲۰هـ کتاب الدعاء مسطور دار الکتب العلمیه بیروت ۳۳۴هـ
- ۵۳- امام ابو کرامه بن احمد بن محمد بن العزوف بن النبی متوفی ۳۲۰هـ عمل الیوم و لایات مسطور نور محمد کرمه جلدت کتب گرامچی
- ۵۴- امام عبد الله بن عبدی الجریانی المتوفی ۳۲۵هـ الکافی فی شعبه الرجال مسطور دار الفکر بیروت
- ۵۵- امام عبد الله بن حسین بن جعفر السوف جلی الشیخ متوفی ۳۲۹هـ کتاب الفکر مسطور دار الکتب العلمیه بیروت
- ۵۶- امام ابو عبد الله بن محمد بن عبد الله حاکم نیشابوری متوفی ۳۲۵هـ المستدرک مسطور دار الباز محمد کرمه
- ۵۷- امام ابو فیم احمد بن عبد الله امین متوفی ۳۳۰هـ طبعه الاولیاء مسطور دار الکتب العربی بیروت ۴۰۷هـ
- ۵۸- امام ابو فیم احمد بن عبد الله امین متوفی ۳۳۰هـ ذلک کل الجوده مسطور دار الفنا بیروت
- ۵۹- امام ابو کرامه بن حسین بن ابی متوفی ۳۵۸هـ مسند کبریٰ مسطور نشر لیس لیکن
- ۶۰- امام ابو کرامه بن حسین بن ابی متوفی ۳۵۸هـ کتاب الاسماء و الصفات مسطور دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۶۱- امام ابو کرامه بن حسین بن ابی متوفی ۳۵۸هـ معریه السنین و ذکر کار مسطور دار الکتب العلمیه بیروت
- ۶۲- امام ابو کرامه بن حسین بن ابی متوفی ۳۵۸هـ کتاب فضائل الائمة مسطور کتبه المنارة ۳۱۰هـ
- ۶۳- امام ابو کرامه بن حسین بن ابی متوفی ۳۵۸هـ ذلک کل الجوده مسطور دار الکتب العلمیه بیروت
- ۶۴- امام ابو کرامه بن حسین بن ابی متوفی ۳۵۸هـ کتاب الاذکار مسطور دار الکتب العلمیه بیروت ۳۰۷هـ
- ۶۵- امام ابو کرامه بن حسین بن ابی متوفی ۳۵۸هـ شعب الاذکار مسطور دار الکتب العلمیه بیروت ۴۰۴هـ
- ۶۶- امام ابو عمرو بن عبد البر قرطبی متوفی ۳۳۳هـ جامع بیان العلم و فضله مسطور دار الکتب العلمیه بیروت
- ۶۷- امام حسین بن مسعود بنوی متوفی ۵۲۷هـ شرح فخره مسطور دار الکتب العلمیه بیروت ۳۳۴هـ
- ۶۸- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۵۷هـ مختصر تاریخ دمشق مسطور دار الفکر بیروت ۳۴۰هـ
- ۶۹- امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۵۷هـ تصنیف تاریخ دمشق مسطور دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۰هـ
- ۷۰- امام فیه الدین محمد بن عبد الواد مقدسی متوفی ۳۷۳هـ کلاطیات الفکره مسطور کتبه انتشاره العلمیه محمد کرمه ۳۳۱هـ
- ۷۱- امام ذی الدین عبد القاسم بن عبد الوادی المتوفی ۳۷۶هـ فخر طب الترتیب مسطور دار الفکره محمد کرمه ۳۳۰هـ
- ۷۲- امام ابو عبد الله بن محمد بن احمد بن علی قرطبی متوفی ۳۷۸هـ معنی کرمه فی امور الاخره مسطور دار الکتب العلمیه بیروت ۳۳۰هـ
- ۷۳- الامام ذی الدین حمز بن متوفی ۴۴۲هـ مشکوٰه مسطور دار الفکر بیروت ۴۳۴هـ
- ۷۴- حافظ جمال الدین عبد الله بن یوسف زملی متوفی ۴۷۷هـ منتخب الرایه مسطور مجلس طبعی سوره بند ۳۵۷هـ
- ۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیاضی متوفی ۴۸۰هـ مجمع البزایه مسطور دار الکتب العربی بیروت ۳۴۴هـ
- ۷۶- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیاضی متوفی ۴۸۰هـ منتخب الاستاذ مسطور مؤسسه دارالاسلام بیروت ۳۳۴هـ
- ۷۷- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیاضی متوفی ۴۸۰هـ مولود الفطیحه مسطور دار الکتب العلمیه بیروت
- ۷۸- امام محمد بن محمد زری متوفی ۴۸۳هـ مصحح مسطور مصنفی البیاضی و دوله مصر ۴۵۰هـ

- ۷۹- امام ابو العباس احمد بن ابوبکر و میری شافعی متوفی ۲۴۱ هـ نزد ابن ماجه مسطور دار الکتب مطبوعه بیروت ۱۳۳۵ هـ
- ۸۰- حافظ علامه الدین بن علی بن عثمان مادر بنی زکریا متوفی ۵۴۵ هـ ملخص بر شافعی مسطور خزانة المکتب
- ۸۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد بنی متوفی ۸۳۸ هـ ملخص بر شافعی مسطور کتبه دار الیاز که کرده
- ۸۲- حافظ شهاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۰ هـ ملخص بر شافعی مسطور کتبه دار الیاز که کرده
- ۸۳- حافظ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ هـ ملخص بر شافعی مسطور دار الکتب مطبوعه بیروت ۱۳۳۲ هـ
- ۸۴- حافظ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ هـ ملخص بر شافعی مسطور دار العرفه بیروت ۱۳۳۵ هـ
- ۸۵- حافظ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ هـ ملخص بر شافعی مسطور دار الکتب مطبوعه بیروت ۱۳۳۵ هـ
- ۸۶- حافظ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ هـ ملخص بر شافعی مسطور دار العرفه بیروت ۱۳۳۵ هـ
- ۸۷- حافظ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ هـ ملخص بر شافعی مسطور کتبه دار الیاز که کرده
- ۸۸- حافظ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ هـ ملخص بر شافعی مسطور دار الکتب مطبوعه بیروت ۱۳۳۵ هـ
- ۸۹- علامه عبد الوهاب شعرانی متوفی ۹۷۳ هـ ملخص بر شافعی مسطور مطبعه عامه کتبه بیروت ۱۳۳۵ هـ
- ۹۰- علامه علی بن حاتم الدین بنده بن ابی پوری متوفی ۹۷۳ هـ ملخص بر شافعی مسطور مؤسسه الرساله بیروت ۱۳۳۵ هـ

### کتاب تفصیل

- ۱- امام حسن بن عبد الله البصری متوفی ۱۱۰ هـ ملخص بر شافعی مسطور کتبه دار الیاز که کرده ۱۳۳۵ هـ
- ۲- امام ابو ذر که نامی بن زیاد فرمود متوفی ۱۰۰ هـ ملخص بر شافعی مسطور بیروت
- ۳- شیخ ابو الحسن علی بن ابی اسحاق متوفی ۱۰۰ هـ ملخص بر شافعی مسطور دار الکتب ایران ۱۳۳۵ هـ
- ۴- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۲۲۰ هـ ملخص بر شافعی مسطور دار العرفه بیروت ۱۳۳۵ هـ
- ۵- امام ابو اسحاق ابراهیم بن محمد از جاج متوفی ۲۲۰ هـ ملخص بر شافعی مسطور مطبعه سلطنتی بیروت ۱۳۳۵ هـ
- ۶- امام ابو بکر احمد بن علی رازی صاحب فنی متوفی ۲۲۰ هـ ملخص بر شافعی مسطور سبیل آیدنی که کرده ۱۳۳۵ هـ
- ۷- علامه ابوالیث نصر بن محمد سرقدی متوفی ۲۲۰ هـ ملخص بر شافعی مسطور کتبه دار الیاز که کرده ۱۳۳۵ هـ
- ۸- شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۲۲۰ هـ ملخص بر شافعی مسطور عالم الکتب بیروت
- ۹- علامه محمد بن ابی طالب متوفی ۲۲۰ هـ ملخص بر شافعی مسطور انتشارات نور ایران ۱۳۳۵ هـ
- ۱۰- علامه ابو الحسن علی بن احمد و ابی نیشاپوری متوفی ۳۵۸ هـ ملخص بر شافعی مسطور دار الکتب مطبوعه بیروت ۱۳۳۵ هـ
- ۱۱- علامه ابو الحسن علی بن احمد و ابی نیشاپوری متوفی ۳۵۸ هـ ملخص بر شافعی مسطور دار الکتب مطبوعه بیروت ۱۳۳۵ هـ
- ۱۲- علامه جلال الدین محمد بن محمد بن عیسی متوفی ۳۵۸ هـ ملخص بر شافعی مسطور خزانة المکتب
- ۱۳- علامه ابو بکر محمد بن عبد الله المعروف بابن ابراهیم متوفی ۳۵۸ هـ ملخص بر شافعی مسطور دار العرفه بیروت ۱۳۳۵ هـ
- ۱۴- علامه ابو بکر قاضی عبد الحق بن غالب بن علی متوفی ۳۵۸ هـ ملخص بر شافعی مسطور کتبه تجلیه که کرده
- ۱۵- شیخ ابو علی فضل بن حسن طبری متوفی ۳۵۸ هـ ملخص بر شافعی مسطور انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۳۵ هـ
- ۱۶- علامه ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۳۵۸ هـ ملخص بر شافعی مسطور کتب سلطانی بیروت ۱۳۳۵ هـ
- ۱۷- خواجه عبد الله انصاری من علماء القرن السیاس ملخص بر شافعی مسطور انتشارات امیر کبیر تهران که کرده ۱۳۳۵ هـ



- ۱۳۸- علامه محمد رشید رضا متوفی ۱۳۴۰ هـ تفسیر الزمزم مطبوعه دار المعرفه بیروت
- ۱۳۹- علامه حکیم شیخ عطا الله بن حمزه مصری متوفی ۱۲۵۹ هـ المجلد المانی تفسیر القرآن المکتبه الاسلامیه ریاض
- ۱۴۰- شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۴۰ هـ بیان القرآن مطبوعه نجف کتبی گاه نور
- ۱۴۱- سید محمد فاضل الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۵۰ هـ خزائن القرآن مطبوعه نجف کتبی لیبز گاه نور
- ۱۴۲- شیخ محمود الحسن دیربندی متوفی ۱۳۳۹ هـ شیخ شیعہ احمد حنفی متوفی ۱۳۶۶ هـ حاشیہ القرآن مطبوعه نجف کتبی لیبز گاه نور
- ۱۴۳- علامه محمد طاهر بن عاشور متوفی ۱۳۸۰ هـ التقریر والتفسیر مطبوعه تونس
- ۱۴۴- سید محمد نقشب شمسہ متوفی ۱۳۸۵ هـ فی ظلال القرآن مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۲
- ۱۴۵- مفتی احمد یار خان نسیمی متوفی ۱۳۵۰ هـ نور القرآن مطبوعه دار الکتب الاسلامیه بکرات
- ۱۴۶- مفتی محمد شفیع دیربندی متوفی ۱۳۶۶ هـ معارف القرآن مطبوعه دار الفکر الحارثی کراچی ۱۳۶۹
- ۱۴۷- سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۵۰ هـ تفسیر القرآن مطبوعه اداره ترجمان القرآن گاه نور
- ۱۴۸- علامه سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۳۵۰ هـ التیسار مطبوعه کاظمی علی کیشور عثمان
- ۱۴۹- علامه محمد امین بن محمد بنار کتبی شیعہ امامان مطبوعه دار احیاء القرآن مطبوعه عالم الکتب بیروت
- ۱۵۰- استاذ احمد مصطفیٰ الرافعی تفسیر الرافعی مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۱۵۱- آیت الله مکارم شیرازی تفسیر نمونه مطبوعه دار الکتب الاسلامیه قم ۱۳۵۰
- ۱۵۲- مجلس بزرگم شمسہ لاهوری تفسیر القرآن مطبوعه ضیاء القرآن علی کیشور گاه نور
- ۱۵۳- شیخ امین احسن اصلاقی مدرّس قرآن مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۵۰
- ۱۵۴- علامه محمود صافی محراب القرآن و صرف و بیان مطبوعه انتشارات ذریعہ بین
- ۱۵۵- استاذ محی الدین درویش محراب القرآن و بیان مطبوعه دار ابن کثیر بیروت
- ۱۵۶- ذاکر محمد ذبیلی تفسیر منیر مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۵۰
- ۱۵۷- سعید حوی گلستان فی التفسیر مطبوعه دار السلام

### کتاب علوم قرآن

- ۱۵۸- علامه بدر الدین محمد بن عبد الله ذر کتبی متوفی ۱۲۷۰ هـ التبرع فی علوم القرآن مطبوعه دار الفکر بیروت
  - ۱۵۹- علامه جلال الدین سیوطی متوفی ۱۵۰۵ هـ کتاب التعلیق فی علوم القرآن مطبوعه سبیل الایضی گاه نور
  - ۱۶۰- علامه محمد عبد القسیم ذر کتبی مثل القرآن مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت
- ### کتاب شروح حدیث
- ۱۶۱- حافظ ابو مروان عبد الباقی متوفی ۱۳۴۳ هـ تفسیر کلمه مطبوعه مؤسسه الرساله بیروت ۱۳۴۳
  - ۱۶۲- حافظ ابو مروان عبد الباقی متوفی ۱۳۴۳ هـ تمهید مطبوعه مکتبه القدوسیہ گاه نور ۱۳۴۳
  - ۱۶۳- علامه ابو الولید سلیمان بن خلف الباقی باکی متوفی ۱۳۴۳ هـ التفسیر مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۴۳
  - ۱۶۴- علامه ابو یوسف بن عبد الله ابن العباسی باکی متوفی ۱۳۴۳ هـ تفسیر کلمه مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۴۳
  - ۱۶۵- امام عبد القسیم بن عبد القوی منزوی متوفی ۱۵۶۹ هـ مختصر سنن ابوداؤد مطبوعه دار المعرفه بیروت

- ۲۶۱- حافظ علامه ابو العباس محمد بن عمر راجع الفهرستی ۱۵۶۰ هـ، المصنف شرح مسلم مطبوعه دار ابن کثیر بیروت ۱۳۱۷ هـ
- ۲۶۲- علامه محمد بن شرف لودی مستوفی ۱۷۶۰ هـ، شرح مسلم مطبوعه مکتبه زائر مصطفی الازهر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۶۳- علامه شرف الدین حسین بن محمد الحلی مستوفی ۱۷۶۰ هـ، شرح الحلی مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۱۷ هـ
- ۲۶۴- علامه ابو عبد الله محمد بن خلفه شافعی الیاباکی مستوفی ۱۸۶۸ هـ، اکمل المصنف مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت ۱۳۱۵ هـ
- ۲۶۵- حافظ شهاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی مستوفی ۸۵۴ هـ، فتح الباری مطبوعه دار نشر الکتب الاسلامیه کابل ۱۳۱۵ هـ
- ۲۶۶- حافظ بدر الدین محمود بن احمد بن علی بن خلی مستوفی ۸۵۵ هـ، عمده القاری مطبوعه دار البیاعه النجفیه مصر ۱۳۱۸ هـ
- ۲۶۷- علامه محمد بن محمد مستوفی الیاباکی مستوفی ۸۸۵ هـ، مکمل اکمل المصنف مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت ۱۳۱۵ هـ
- ۲۶۸- علامه احمد قسطلانی مستوفی ۹۰۰ هـ، کواکب الساری مطبوعه مکتبه مصر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۶۹- علامه عبدالرزاق منبغی شافعی مستوفی ۹۰۰ هـ، طبخ القدر مطبوعه دار المشرق بیروت ۱۳۱۷ هـ
- ۲۷۰- علامه عبدالرزاق منبغی شافعی مستوفی ۹۰۰ هـ، شرح الشافعی مطبوعه نور محمد راجع الطالع کراچی
- ۲۷۱- علامه علی بن سلطان محمد القاری مستوفی ۹۰۰ هـ، متن الواسع مطبوعه نور محمد راجع الطالع کراچی
- ۲۷۲- علامه علی بن سلطان محمد القاری مستوفی ۹۰۰ هـ، شرح مسند ابی حنیفه مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت ۱۳۱۵ هـ
- ۲۷۳- علامه علی بن سلطان محمد القاری مستوفی ۹۰۰ هـ، الملخص مطبوعه مکتبه مصر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۷۴- شیخ محمد بن علی بن محمد شافعی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصطفی الیاباکی بیروت ۱۳۱۵ هـ
- ۲۷۵- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۷۶- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۷۷- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۷۸- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۷۹- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۸۰- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۸۱- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۸۲- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۸۳- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۸۴- شیخ عبدالقادر عیسی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۸۵- علامه ابو الفرج عبدالرحمن بن علی خوزی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۸۶- حافظ جمال الدین ابو النجاشی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۱۷ هـ
- ۲۸۷- علامه شمس الدین محمد بن احمد بن علی بن حجر عسقلانی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت ۱۳۱۷ هـ
- ۲۸۸- حافظ شهاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت ۱۳۱۷ هـ
- ۲۸۹- حافظ شهاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت ۱۳۱۷ هـ
- ۲۹۰- علامه علی بن سلطان محمد القاری مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه مطبعه مصر ۱۳۱۷ هـ
- ۲۹۱- کتب لغت
- ۲۹۲- علامه اسماعیل بن حماد الجوزی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۱۷ هـ
- ۲۹۳- علامه حسین بن محمد راجع مصطفی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۱۷ هـ
- ۲۹۴- علامه جلال الدین محمد بن احمد بن علی بن حجر عسقلانی مستوفی ۹۰۰ هـ، مقتدای الکریم مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت ۱۳۱۷ هـ





۲۲۲- شیخ اشرف علی قنوی متوفی ۱۳۳۵ھ مختصر الایب مطبوعه تاج کتبیه لیسٹہ گراجی  
کتاب فقہ حنفی

- ۲۲۳- شمس الانار محمد بن احمد سرخی متوفی ۱۳۸۳ھ المبدوء مطبوعه دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۸ھ
- ۲۲۴- شمس الانار محمد بن احمد سرخی متوفی ۱۳۸۳ھ شرح جریب مطبوعه المکتبۃ الشریعۃ الاسلامیہ افغانستان ۱۳۹۰ھ
- ۲۲۵- علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری متوفی ۱۳۳۲ھ نظام التعلیم مطبوعه امجد ایڈیٹری لاہور ۱۳۹۹ھ
- ۲۲۶- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۱۲۵۸ھ بدائع الصنائع مطبوعه انجمن اسلامک سوسیٹیز کینیڈا ۱۳۹۰ھ
- ۲۲۷- علامہ حسین بن منصور نوزجہری متوفی ۱۱۵۵ھ فتاویٰ قاضی قل مطبوعه مطبعہ کبریٰ امیرہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ
- ۲۲۸- علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر رشتانی متوفی ۱۱۵۵ھ بدایہ النورین و آخرین مطبوعه شرکت مطبعہ لبنان
- ۲۲۹- علامہ محمد بن محمود بامتی متوفی ۱۷۸۶ھ معانی مطبوعه دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۵ھ
- ۲۳۰- علامہ عالم بن الطاء انصاری دہلوی متوفی ۱۸۶۸ھ فتاویٰ آثار عباسیہ مطبوعه دار الفکر ایران کراچی ۱۳۵۵ھ
- ۲۳۱- علامہ ابوبکر بن علی حدادی متوفی ۸۰۰ھ الجوہرۃ فی شرح مطبوعه مکتبہ الدلویہ لبنان
- ۲۳۲- علامہ محمد شهاب الدین بن یزید انکڑی متوفی ۸۶۷ھ فتاویٰ یزیدیہ مطبوعه مطبعہ کبریٰ امیرہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ
- ۲۳۳- علامہ بدر الدین محمود بن احمد بیتی متوفی ۸۵۵ھ بیاض مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۵۵ھ
- ۲۳۴- علامہ کمال الدین بن مسلم متوفی ۸۸۶ھ مفتاح القدر مطبوعه دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۱۵ھ
- ۲۳۵- علامہ جلال الدین خوارزمی نقلیہ مکتبہ نوریہ رفوسیہ مسکو
- ۲۳۶- علامہ حسین الدین الرموزی المعروف بفرعہ ملاسکین متوفی ۹۵۳ھ شرح انکسار مطبوعه عیون الطارف العربیہ مصر ۱۳۸۷ھ
- ۲۳۷- علامہ ابوالحسن محمد علی متوفی ۹۵۶ھ فنیۃ السنی مطبوعه سبیل ایڈیٹری لاہور ۱۳۵۵ھ
- ۲۳۸- علامہ ابوالحسن محمد علی متوفی ۹۵۶ھ صغیری مطبوعه میر محمد کتب خانہ گراجی
- ۲۳۹- علامہ محمد خراسانی متوفی ۹۶۳ھ جامع الرموز مطبوعه مطبعہ شمس لڑا کشور ۱۳۵۵ھ
- ۲۴۰- علامہ زین الدین بن نجم متوفی ۹۷۰ھ المحرر الرافق مطبوعه مطبعہ مصر ۱۳۵۵ھ
- ۲۴۱- علامہ ابوالسود محمد بن محمد علی متوفی ۹۷۳ھ حاشیہ ابو سعود علی ملاسکین مطبوعه عیون الطارف العربیہ مصر ۱۳۸۷ھ
- ۲۴۲- علامہ حاتم علی قنوی روی متوفی ۹۸۵ھ فتاویٰ جلدیہ مطبوعه مطبعہ سمیع مصر ۱۳۱۰ھ
- ۲۴۳- علامہ خیر الدین دینی متوفی ۱۰۸۸ھ فتاویٰ خیر مطبوعه مطبعہ سمیع مصر ۱۳۱۰ھ
- ۲۴۴- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد صکنی متوفی ۱۰۸۸ھ مکرر الفکر مطبوعه دار احیاء التراث العربیہ بیروت ۱۳۰۷ھ
- ۲۴۵- علامہ سید احمد بن محمد حموی متوفی ۱۰۹۸ھ مغربون البیان مطبوعه دار الکتب العربیہ بیروت ۱۳۱۰ھ
- ۲۴۶- نظام الدین متوفی ۱۱۵۵ھ فتاویٰ عالمگیری مطبوعه مطبعہ کبریٰ امیرہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ
- ۲۴۷- علامہ سید محمد امین ابن علی بن شای متوفی ۱۲۰۴ھ مستدرک الحقائق مطبوعه مطبعہ مصر ۱۳۱۵ھ
- ۲۴۸- علامہ سید محمد امین ابن علی بن شای متوفی ۱۲۰۴ھ حتم التعلیم فی اللہ مطبوعه دار احیاء التراث العربیہ بیروت
- ۲۴۹- علامہ سید محمد امین ابن علی بن شای متوفی ۱۲۰۴ھ رسالہ ابن علی بن مطبوعه سبیل ایڈیٹری لاہور ۱۳۹۶ھ
- ۲۵۰- علامہ سید محمد امین ابن علی بن شای متوفی ۱۲۰۴ھ زاد المعاد مطبوعه دار احیاء التراث العربیہ بیروت ۱۳۱۰ھ





- ۳۰۵۔ امام احمد رضا قادری مستوفی ۳۰۳ھ الملقبہ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور  
 ۳۰۶۔ شیخ وحید الرحمن مستوفی ۳۰۸ھ محدثہ الدی مطبوعہ میرپس زلی ۳۲۵ھ  
 ۳۰۷۔ شیخ اشرف علی قنوی مستوفی ۳۱۵ھ بیہشتی زیور مطبوعہ ناشرین قرآن لینڈ لاہور  
 ۳۰۸۔ شیخ اشرف علی قنوی مستوفی ۳۱۵ھ حفظہ الامان مطبوعہ مکتبہ قنوی گراچی  
 ۳۰۹۔ علامہ عبدالعظیم شرف قادری نقشبندی گندھار رسول اللہ مطبوعہ مرکزی مجلس دفاتر لاہور ۳۰۵ھ



## سرٹیفکیٹ

میں نے تبیان القرآن جلد سوئم تصنیف شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی، مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور کے پروف بخور پڑھے ہیں۔ میری دانست کے مطابق اس تفسیر کے متن نور تفسیر میں درج آیات قرآنی کے الفاظ اور اعراب میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ میں نے امینان کے بعد یہ سرٹیفکیٹ جاری کیا ہے۔

محمد اہم لہی

نور احمد لہی

نافس اسلام  
 WWW.NAFSEISLAM.COM